هدایات الرشید
إلى افحام العنيد

تردید شیعیت بر الجواب کتاب

ہدایاتِ شیعہ

تألیف

قطب العالم قدوۃ المتقدمین والمتأخرین سلطان المحققین والمناظرین

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز

المکتبۃ المدنیۃ

اردو بازار ○ لاہور

هدایات الرشید
إلی افحام العنید

تردید شیعیت پر لاجواب کتاب

ہدایاتِ شیعہ

تالیف

قطب العالم قدوۃ الفقہاء والمحدثین سلطان المحققین والمناظرین

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز

المکتبۃ المدنیۃ

اردو بازار ○ لاہور

فہرست مضامین ہدایات الرشید الیٰ فحام العنید

مضمون	صفحہ
دیباچہ۔	۳
شیعہ کے نزدیک مخالفوں کے بزرگوں کو بُرا کہنا حرام ہے۔	۴
ذکر مناظرہ لدھیانہ۔	۷
بطلان عصمت ائمہ۔	۸
التماس ضروری بطور مقدمہ۔	۱۰
شیعہ اور خوارج کا عقیدہ صحابہ اور اہل بیت علیہم الرضوان کے متعلق۔	۱۱
شیعہ کے چند مکروہ عقائد۔	″
ایسی روایات جن کا ثبوت نہیں۔	۱۲
تردید تمہید۔	۱۵
بحث تقیہ۔	۲۱
شیعہ کے حوالہ سے تقیہ کے واقعات۔	۲۳
حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ میں اپنا مشہور نام کیوں نہیں لکھا۔	۲۷
تردید اصل جواب۔	۳۱
بحث آلہ کی تقدیم اصحابہ پر۔	″
خطبہ میں صحابہ کا ذکر نہ کرنا شیعہ کا شعار ہے۔	۳۲
زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنا خلاف شیعہ ہے۔	۳۴
واقعوں اور ناواقعوں کو دین میں کلام اور گفتگو کرنا منع ہے۔	۳۵
اکابر شیعہ نے مذہب کے چھپانے میں	
امام کی اطاعت نہ کی۔	۳۶
ظہور بدعات کے وقت سکوت کرنے	
والا ملعون ہے۔	۳۸
شیعہ کے یہاں التقایات کی درازی	
اور اس کی قباحت۔	۴۲
اسلاف سے بڑھ کر قدم رکھنے میں تین	
احتمال اور ان کی غلطیاں۔	۴۴
اعتراف افضلیت و منصوصیت خلفاء	
مستلزم افضلیت وغیرہ کو نہیں۔	۴۶
امام المتکلمین شیعہ مومن الطاق ایک طفل	
مکتب سے مغلوب ہو سکتے تھے۔	۴۹
شیعہ کو مخالفین سے جھگڑنا نہیں چاہیئے	
کیونکہ ان کو حجت تلقین ہوتی ہے۔	۵۲
بحث حسن و قبح۔	۵۴
بنا بر اصول شیعہ کے خدا پر عقول	
حاکم ہیں۔	۵۵
مذہب شیعہ میں دوسروں کو اپنے	
مذہب میں بلانا حرام ہے۔	۶۹
بحث، مذہب شیعہ میں مباحثہ مذہبی	
حرام ہے۔	۷۳
مسئلہ خلافت کی اہمیت۔	۷۸
دین و ایمان کے ماخذ شیعہ و اہلسنت	
کے یہاں کون ہیں۔	۷۹
محققین شیعہ کے نزدیک جناب امیرؓ	
سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے	
تمام انبیاء سے افضل ہیں۔	۸۰
اصول شیعہ کے موافق جناب امیر صلی اللہ	
صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں۔	۸۲
شیعوں کے راوی ائمہ کی طرف سے	
ان پر حجت ہیں۔	۸۵
شیعہ کے ہاں مخالف مذہب والوں کی	
روایت بھی مقبول ہے۔	۸۶
تطبیق درمیان حدیث سفینہ و ثقلین	
و حدیث نجوم۔	۹۳
شیعہ کے وہ مسائل جن میں بہت قیل و	
قال ہے۔	۹۸
اجماع دلیل قطعی ہے۔	۱۰۰
حضرات شیعہ کا عجیب و غریب اجماع	۱۰۱
محدثین شیعہ کے نزدیک اصول و فروع	
خبر واحد سے ثابت ہوتے ہیں	۱۰۲
انبیاء کے کفر کا ثبوت مذہب شیعہ	
کے موافق۔	۱۰۵
اہل بیت کی جناب میں حضرات شیعہ	
کی گستاخیاں۔	۱۱۱
شیعہ کے نزدیک حضرت فاطر اہل بیت	
سے خارج ہے۔	۱۱۳
صحابہ مقبولین شیعہ کے حالات۔	۱۱۵
حضرت عباس کی درخواست بیعت	
اور حضرت علی کا انکار۔	۱۲۰
کوئی صحابی معصیت سے خالی نہیں	۱۲۱
صحابہ مقبولین شیعہ بارہ ہزار تھے۔	۱۲۴
حضرات صحابہ کرام اور اہل سنت نیز	
شیعہ اور متعہ۔	۱۲۵
بحث فضائل صحابہ۔	۱۲۶
آیات دالہ بر فضائل صحابہ۔	″
کتب شیعہ میں صحابہ کا کرام و بزرگ ہونا	۱۳۵
اس الزام کا جواب کہ صحابہ نماز جمعہ	
میں حضرت کے پیچھے سے چلے گئے۔	۱۴۵
صحابہ کرام کے متعلق شیعہ مغالطوں	
کا جواب۔	۱۴۹
شیعہ مصنف کا صاحب تحفہ حضرت	
شاہ عبدالعزیزؒ کے نام سے مغالطہ دینا	۱۵۰
مثالب صحابہ میں عبارت تحفہ کی توجیہ	۱۵۱
شیعہ مصنف کی فریب دہی۔	

مضمون	صفحہ
جواب مطاعن صحابہ۔	۱۵۴
اس طعن کا جواب کہ صحابہ تجہیز و تکفین حضرت کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔	۱۵۵
احراق بیت کی دھمکی کا جواب۔	۱۵۷
خاندان حضرت علیؓ پر صحابہ کی طرف سے زیادتیوں کی من گھڑت داستانیں۔	۱۶۰
حضرت عباسؓ اور ابوسفیانؓ نے چاہا تھا کہ حضرت علیؓ سے بیعت کریں، آپ نے قبول نہ کیا۔	〃
خطبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔	۱۶۱
حضرت شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہ پر شیعہ اعتراض۔	۱۶۲
جواب اعتراض۔	۱۶۳
در باب خطبہ طاؤسیہ علامہ مجلسی کی تکذیب۔	〃
شاہ ولی اللہؒ کی ازالۃ الخفا کے حوالہ سے شیعہ کی مغالطہ دہی۔	۱۶۵
بحث اس حدیث کی جو مشورہ نقض خلافت پر دال ہے اور اس مغالطہ کا جواب۔	۱۶۶
حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خلاف شیعہ کی زبان درازی اور اس کا جواب۔	۱۶۷
شیعہ حضرات کا عبارت میں تحریف کرنا۔	۱۷۰
حسب روایات شیعہ جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ ہمیشہ شیخین وزیر اور شریک مشورہ رہے۔	۱۷۱
جواب اس امر کا کہ صحابہ کا حضرت فاطمہؓ کے گھر میں داخل ہونا شیعہ بے دینی کہتے ہیں۔	۱۷۳
حضرت فاطمہؓ کی ناخوشی کا افسانہ اور اس کا جواب۔	۱۷۷
شیعہ حضرت کی جوابی کارروائی کا جواب	۱۷۸
قرآن عزیز کے متعلق شیعہ کی دریدہ دہنی اور اس کا جواب۔	۱۸۱
خلفاء ثلاثہ کے متعلق شیعہ کا چیلنج اور اس کا جواب۔	۱۸۰
قرآن حضرت کا مخالفین پر حجت ہونا۔	۱۸۲
شیعہ کتب سے خلفاء صحابہ کے قرآن	۱۸۳
حسب تصریح علماء شیعہ حضرت پیغمبر نے شیخین کو ابراہیم و نوح علیہما السلام سے تشبیہ دی۔	۱۸۴
صحابہ کے نفاق کے متعلق شیعہ کی یاوہ گوئی اور اس کا جواب۔	۱۸۶
حضرات شیعہ اصول و فروع میں تقیہ کے خلاف ہیں۔	۱۹۷
لعنا بکرات خلفاء ثلاثہ سے	

مضمون	صفحہ
شیعہ کو پریشانی اور اس پریشانی کا ازالہ۔	۱۸۹
صحابہ بھی اچھے تھے اس پر شیعہ کا اعتراض اور اہل سنت کا جواب۔	۱۹۰
محک امتحان ایمان صحابہ مقدر خلافت نہیں ہے۔	۱۹۱
بحث حدیث متوصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ۔	۱۹۳
شیعہ کا اپنے دعوی سے انحراف۔	۱۹۸
ائمہ کی عصمت کا متحقق ہونا محال ہے۔	۲۰۰
خلافت سے متعلق شیعہ حضرات کے مغالطے اور ان کے جوابات۔	۲۰۱
منازعۃ امامیہ شیعہ کے ہاں حسب موقع و مصلحت وضع ہوتی ہیں۔	۲۰۰
شیعہ کا خلافت سے متعلق شرائط کا دعوی بلا ثبوت و دلیل۔	۲۰۳
خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا تحقق۔	۲۰۴
حضرت شیعہ نے ائمہ کے لئے جہاں کی عصمت میں قدح کیا ہے نقض منتہ ہے۔	۲۰۰
شیعہ میں اختلاف امر کا بڑا ذریعہ ہوا ہے۔	۲۰۸
ازالۃ الخفا کے حوالہ سے شیعہ اعتراض	۲۰
اہل سنت سے جو غلط عقائد و خرافات	۲۰
شیعہ کے کہنے ہیں ان پر لزوم مصادرہ علی المطلوب باطل ہے، اعتراض سابق کا جواب۔	۲۰۱
دوسرا جواب۔	۲۰۳
بعض اصول مذہب شیعہ دین عقلی و نقلی سے ثابت نہیں۔	۲۱۵
خلافت و امامت کے لئے شیعہ کے نزدیک عصمت شرط ہے۔	۲۱۶
اس لغویت کا جواب۔	۰
اجمالی طور پر روایات شیعہ سے شرائط خلافہ کا ابطال۔	۲۰۶
خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا ثبوت۔	۲۰۰
سقیفہ بنی ساعدہ کے مسئلے پر شیعہ کے شبہات کا جواب۔	۲۰۰
اگر مصیبت کے وقت تو صبر کرتے ہیں لیکن حسن مصیبت سے پہلے جزع فزع فرماتے ہیں۔	۲۰۴
نقض خلافت کے مشورے اور تہدید کرنے کے الزام کا جواب۔	۲۰۰
بحث حضرات حسنین کا حضرات شیخین کو یہ کہنا کہ ہمارے باپ کی وجہ سے تم خلیفہ بنے ہو۔	۲۰۵
اس پر تفصیلی بحث۔	۲۰۵
اہل سنت کے عقائد موضوعہ متعلقہ خلافت پر اعتراض اور اس کا جواب	۰

مضمون	صفحہ
الصل موضوعہ متعلقہ تحریف کے متعلق یعنی اعتراضات کا تکرار اور اس کا جواب	
...ت کو خلافت کے برابر بلکہ اس سے زیادہ قرار دینے کی تمہید عبارت اور اس کا جواب۔	
شیعہ کو اہل سنت کے ایمان و فضائل میں کلام ہے۔	
بحث تحریفات شرائط ثلاثہ میں حسب و قدح۔	
عصمت نبیہ اور عصمت امہ کے شیعہ فقہ نظر پر بحث۔	
بحث عصمت۔	
ثبوت شرط عصمت امہ کی پہلی دلیل کا ابطال۔	
ثبوت شرط عصمت امہ کی دوسری دلیل ماخوذہ تفسیر کبیر کا ابطال۔	
ثبوت شرط عصمت امہ کی تیسری دلیل ماخوذہ تفسیر کبیر کا ابطال۔	
ثبوت شرط عصمت امہ کی چوتھی دلیل ماخوذہ تفسیر کبیر کا ابطال۔	
ثبوت شرط عصمت امہ کی پانچویں دلیل کا ابطال۔	
شاہ عبدالعزیز کے معارضہ میں شیعہ کی مغالطہ تحریری کا جواب۔	
بحث نص۔	
شیعہ سنی نزاع مسئلہ عصمت امہ کی دلیل۔	
اثبات شرط نص کی پہلی دلیل کا ابطال۔	
اثبات شرط نص کی دوسری دلیل ماخوذہ تفسیر کبیر کا ابطال۔	
اثبات شرط نص کی تیسری دلیل ماخوذہ تفسیر کبیر کا ابطال۔	
شیعہ حضرات کی مزاولی اور تحریفی کا جواب	
شرط نص کی تیسری دلیل کا ابطال	
شرط نص کی چوتھی دلیل کا ابطال	

مضمون	صفحہ
حضرت شاہ ولی اللہ اور فیصلہ مرجع	
...ت کے متعلق سنی شیعہ نقطہ نظر کی تفہیم۔	
شرط نص کی پانچویں دلیل کا ابطال	
خلفاء ثلاثہ کے معاصرین شاہ عبدالعزیز کی عبارت سے مغالطہ انجیری کی تشریح مثال اور اس کا جواب۔	
شرط نص کی چھٹی دلیل کا ابطال۔	
شیعہ کی شق دوم کی تردید۔	
شرط نص کی ساتویں دلیل۔	
شرط نص کی آٹھویں دلیل۔	
شرط نص کی نویں دلیل کا ابطال۔	
عصمت امہ کی شیعی تعبیر سے تاثر دو الطی کا کوئی تعلق نہیں۔	
حضرت شاہ صاحب کی عبارت شیعہ سمجھ نہیں سکتے۔	
بحث افضلیت۔	
شرط افضلیت کی پہلی دلیل کا ابطال۔	
شرط افضلیت کی دوسری دلیل کا ابطال۔	
زید کا محمد تابعی ہونا۔	
تفسیر بیضاوی سے مغالطہ آمیزی کی۔	
شرمناک مثال اور اس کا جواب۔	
شرط افضلیت کی تیسری دلیل کا ابطال۔	

مضمون	صفحہ
شرط افضلیت کی چوتھی دلیل کا ابطال	
شرط افضلیت کی پانچویں دلیل کا ابطال	
بحث نص، خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب سے	
...ت اسناد مطاعن سے ابوجعفر قمی شیعی سے ساتھ اور بخاری کے استشہاد کے جواب میں	
شیعہ مذہب کی غریبی نام و ہیبت۔	
کیا امہ شیخ تھے۔	
امہ کی محدثیت کا عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔	
امہ کے حوالی گفتگو۔	
انبیاء کے سوا کوئی معصوم نہیں۔	
شرط افضلیت کی چھٹی دلیل کا ابطال	
شرط افضلیت کی ساتویں دلیل کا ابطال	
شرط افضلیت کی آٹھویں دلیل کا ابطال	
شاہ عبدالعزیز کے تحفہ شیعہ عشریہ کے متعلق شیعہ کا اضطراب۔	
شرط افضلیت کی نویں دلیل کا ابطال	
حضرت عمر فاروق کے حوالہ سے معارضہ وہمی اور اس کا جواب۔	
شرط افضلیت کی دسویں دلیل کا ابطال	
شرط افضلیت کی گیارہویں دلیل کا ابطال	
شرط افضلیت کی بارہویں دلیل کا ابطال	
شرط افضلیت کی تیرہویں دلیل کا ابطال	

مضمون	صفحہ
شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ میں اختلاف کا اقتباس اور اس کا جواب۔	۳۷۱
اشتراط افضلیت کی چودھویں دلیل ماخوذ تحفہ کا ابطال۔	۳۷۲
شیعہ کی سینہ زوری اور اس کا جواب۔	۳۷۴
امامت کی بابت امر سے اختلاف نص کا ثبوت۔	۳۷۷
حسب روایات شیعہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو بداء واقع ہوتا ہے۔	۳۷۸
امام حسن رضی اللہ عنہ نے طمع خلافت فرمایا	۳۸۱
دو امر میں ایک دوسرے کی تخطیہ کا ثبوت۔	۳۸۴
بحث تفسیر خطبہ نہج البلاغۃ از بابعین القوم الذین بایعوا ابکر و کی دلیل تحقیقی یا الزامی ہونے کی بابت جس سے تکذیب شراسط تواتر بلکہ ابطال مذہب شیعہ حاصل ہے۔	۳۸۹
جناب امیر کے خطبہ میں تحریف رضی کی تحریف۔	۳۹۵
جناب امیر نے حسب روایت مصححہ شیعہ تین تا شش ماہ ظہر نہیں فرمایا۔	۴۰۵
عجیب لعیب کی تجہیلی کا ثبوت اور اس ہذیان کا جواب جو اس تحفہ پر کیا ہے	۴۰۶

مضمون	صفحہ
شیعی الزام اور اس کے جوابات۔	۴۱۱
امامت کے بارے میں عجیب و غریب استدلال شیعہ کا جناب کی طرف نسبت کرنا۔	۴۱۲
حوالجات میں شیعہ کی تحریف کا ایک نمونہ اور اس کا جواب۔	۴۱۵
امیر معاویہؓ جناب امیرؓ کی خلافت کو کیوں تسلیم نہ کرتے تھے اور ان کے نزدیک کون سا امر شرط انعقاد و خلافت تھا۔	۴۱۹
امیر معاویہ نے جناب امیر کے خط کا ایسا جواب دیا کہ اگر انصاف کے موافق نہ دیکھا جائے تو پھر جناب امیر کی طرف سے کچھ جواب نہیں ہو سکتا۔	۴۲۰
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پر اعتراض کا جواب۔	۴۲۱
عجیب لعیب کے خطبہ نہج البلاغۃ از بابعین القوم الذین ابایعوا ابکر و کو تحقیقی تسلیم فرما کر مذہب تشیع کو باطل کر دیا۔	۴۲۹
مہاجر ہونے کے وسیلے معرفت حجت کی شرط ہے یا نہیں۔	۴۳۰
شیعہ کی کج فہمی۔	۴۳۸
حسب اعتراف عجیب جناب امیر کا کلام ہر جا خطاء کے موافق ہونا۔	۴۴۰
اہل سنت پر بعینہٖ اعتراض کا نمونہ از	۴۴۱

مضمون	صفحہ
اس کا جواب۔	۴۴۱
نہج البلاغۃ جو اہل سنت کے نزدیک معتبر نہیں ہو سکتی بلکہ حسب اعتراف ابن میثم رضی نے اس میں خلط کیا فرمایا ہے۔	۴۴۳
حسب ارشاد عجیب جو جواب بہ عدالت کی طرف سے دیتے ہیں وہی عصمت کی طرف سے قبول کر کے مذہب شیعہ باطل کریں گے۔	۴۴۴
ارشاد جناب امیر کہ مناسب ہیں امیر ہر دو فریق ہے یہ عصمت کی تقریر باطل ہیں محصور نہیں ہوتا۔	۴۴۸
امر کے منحصر ہونے کے لغو عقیدہ کے سلسلہ میں شیعہ کا اپنے امام خود ہی سے امامت و خلافت حسب اعتراف عجیب ہذیان و قوت کی ضرورت ہے۔	۴۵۰
شیعہ غریب تو نہج البلاغۃ بھی نہیں سمجھتے کی صحت نہیں رکھتے۔	۴۶۱
امامت کے سلسلہ میں سید اعلیٰ کے قول کا صحیح مصداق۔	۴۷۵
بحث ثبوت خلافت فاضل رضی از نہج البلاغۃ جناب امیر و خطاء رضی نے معاصرت کے امامت و خلافت کا ثبوت۔	۴۷۵
خلافت حضرات شیخین از نہج البلاغۃ ثبوت حقیت	۴۸۰

مضمون	صفحہ
محبت کا مزید ثبوت۔	۴۵۴
شیعہ کی روایت کی روشنی میں ان سے ایک سوال۔	۴۵۸
آیت تطہیر دین۔	۴۶۰
آیت تکمیل دین۔	۴۶۲
حضرات شیخین کی فضیلت	۴۶۴
دلیل دوم اثبات خلافت خلفاء ثلاثہ کی تقریر۔	۴۶۶
مضمون سابقہ ایک نئے انداز سے۔	۴۷۰
خلافت خلفاء ثلاثہ رضی عنہم کے ثبوت کی دوسری دلیل آیت سورۂ نور سے۔	۴۷۳
شیعہ کے شبہ ثانی کا جواب۔	۴۷۴
آیت تمکین سے بقول شیعہ خلفاء مراد ہیں، اس کے جواب۔	۴۷۵
امت کا وعدہ تمکین کس زمانہ میں پورا ہوا۔	۴۷۶
آیت کے خواب کی حقیقت۔	۴۷۸
آیت تمکین پر مزید کلام اور اس کے ثبوت میں شیعی کتب میں مذکور قول کا جواب۔	۴۸۱
حسب ارشاد جناب امیر وعدہ مستخلف کے پورا ہونے کا وقت خلفاء کا زمانہ خلافت ہے۔	۴۹۵
خلافت خلفاء رضی عنہم کے ثبوت میں آیت کی تیسری دلیل	۵۰۰

مضمون	صفحہ
اثبات حقیقت خلافت خلفاء کی چوتھی دلیل منہج ابلاغت سے۔	۴۸۹
ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی پانچویں دلیل۔	۴۹۹
حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دور خلافت ہر قسم کے فتنوں سے پاک تھا۔	۵۰۳
ثبوت حقیقت خلافت خلفاء کی چھٹی دلیل اس ضمن حدیث کا مدعا و مفہوم۔	۵۰۸
ماذون فی اجتہادکون لوگ ہیں۔	۵۱۸
ثبوت حقیقت خلافت خلفاء کی ساتویں دلیل	۵۲۱
ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی آٹھویں دلیل۔	۵۲۲
حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے خلفاء راشدین کی عظمت نیز خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ثبوت۔	۵۲۳
حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے قول کی صحیح حقیقت اور شیعہ راویوں کی زیادتی کی تکذیب۔	۵۲۵
ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی نویں دلیل۔	۵۲۹
منہج بلاغت سے مذہب اہلسنت کے حق ہونے اور شیعہ کے باطل ہونے کا بیان، دسویں عاشر	۵۲۹
حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خط و کتابت۔	۵۳۲
حضرت علیؓ نے خلفاء ثلاثہ کے دور میں سمع و طاعت کا وطیرہ اختیار فرمایا۔	۵۳۳
حضرت علیؓ نے خلفاء ثلاثہ کے وزیر کے طور پر کام کیا۔	۵۳۴
ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی گیارہویں دلیل۔	۵۳۶
خلافت کے بارے میں شیعہ حضرات کی کج فہمی۔	۵۳۸
اہل سنت اور شیعہ میں خلافت کے امامت ہونے کی نسبت ابہ النزاع کی تحقیق۔	۵۴۰
شیعہ مصنفین کا مقصد سے فرار اور محض لفظی کج بحثی۔	۵۴۲
شرح مقاصد کی ایک عبارت سے شیعہ مصنف کیا سمجھے اور حقیقت کیا ہے۔	۵۴۳
خلافت کے اجماعی امت ہونے کی دلیل کا بیان۔	۵۴۵
فروعی اختلافات میں بھی تشدد ہو سکتا ہے	۵۴۶
صریح و صحیح دلیل کا تحریف و تاویل سے	۵۴۸
خلافت کے اعتقادی ہونے پر استدلال	۵۴۹
کا بقیہ۔	۵۶۵

مضمون	صفحہ
جناب امیر بھی بعض مسائل نہ جانتے تھے ہر ضرورت اعتقادی نہیں ہوتی بلکہ بہت سے فروعات بھی ایسے ہوتے ہیں۔	۵۵۰
ثبوت اس کا کہ مسئلہ امامت کتب کلامیہ میں ذکر کرنے سے اعتقادی نہیں ہوتا اور بیان فرق مسائل فرعیہ و اعتقادیہ۔	۵۵۲
مسئلہ امامت کے فرعی ہونے کی دلیل۔	۵۵۵
امتحان سے کیا مقصد ہوتا ہے۔	۵۵۶
حدیث ثلاثہ بعدی ثلاثون سنۃ کی تحقیق اس پر فخر اعظم کا جواب۔	۵۶۰
شیعہ مجیب کی کم علمی تکذیب اس کی کہ طبقۃ اصحابیہ میں امیر معاویہ خلیفہ راشد لکھا ہے۔	۵۶۳
حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق خلافت کا اتفاقی اور خلافت کی قسمیں	۵۶۴
بحث روایات بشارت دوازدہ امام۔	۵۶۵
روایات متضمن بشارت دوازدہ امام مذہب تشیع کو صدمہ رساں ہیں۔	۵۷۱
جو روایت موافق قرآن ہو وہ قابل قبول ہوگی۔	۵۷۵
اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ شہادتاں پر کوئی چیز واجب نہیں اور رسول کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے مبلغ ہیں۔	۵۷۷
	۵۷۸
	۵۸۱
	۵۸۳
	۵۸۴
	۵۸۵
	۵۸۸
	۵۹۰
	۵۹۳
	۵۹۷
	۶۰۰
	۶۰۲
	۶۰۳
	۶۰۴
	۶۰۵
	۶۰۹
	۶۱۴
	۶۱۵
	۶۲۰
	۶۲۲
	۶۲۳
	۶۲۴
	۶۲۵
	۶۲۶
	۶۲۷
	۶۲۸
	۶۲۹
	۶۳۰
	۶۳۱

مضمون	صفحہ
نزدیک قرآن سے زیادہ معتبر ہونے کا ثبوت۔	۶۲۴
بطلان مذہب و دلائل مذہب کی تحقیق	۶۲۶
شیعہ کے بعض عقائد کی رو سے قرآن میں تحریف کی نفی دیں۔	۶۲۸
چوتھی شیعہ برادری شرم سے عاری۔	۶۳۰
روایات اہل سنت پر ثبوت تحریف کے متعرض کا جواب۔	۶۳۱
امام سیوطی کی روایت سے شیعہ کا عتراض اور اس کا جواب۔	۶۳۲
امام راغب کا حوالہ اور اس کا جواب۔	۶۳۳
نقل روایت میں مجیب لبیب اور ان کے بزرگوں کی دیانت کا ثبوت۔	۶۳۷
شیعہ کی بد حواسی کا جواب۔	۶۳۸
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق شیعہ کے طعن کا جواب۔	۶۴۱
شیعہ کو دعوت کا تیسرا۔	۶۴۰
حضرت رقیہ بنت حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و عثمان کا نکاح	
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔	۶۴۲
بحث نکاح ام کلثوم تفصیلی بحث۔	۶۴۳
کہ اہل سنت کی کتابوں سے فاروق کا	
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو	

مضمون	صفحہ
تو ان کے دعوی کو کچھ مضر نہیں۔	۶۴۴
اہل سنت کی کتابوں سے فاروق کے ساتھ ام کلثوم بنت زہراؓ کے نکاح کا ثبوت۔	۶۴۵
اہل تشیع کی کتابوں سے فاروق کے ساتھ ام کلثوم بنت زہراؓ کے نکاح کا ثبوت	۶۵۳
شیعہ کے اس دعوی کا ابطال کہ فاروق کا نکاح ام کلثوم بنت علی سے ہوا۔	۶۵۷
امت اسعد کی روایت کی تفسیر۔	۶۵۹
مطالبہ تشیع حوالہ اور مجیب کی دیانتداری	۶۶۰
جناب امیرؓ کے تقیہ کرنے اور مجبور و مکرہ ہونے کا دعوی بلا ثبوت ہے۔	۶۶۴
روایت قتل و ہمراہ شیخ عامل فدک۔	۶۶۶
شیعہ کا دعوی وصیت محض بلا روایت	۶۷۱
حدیث بساط۔	۶۷۳
شیعہ سے سوال۔	۶۷۶
روایت متضمن تمنا جناب امیرؓ بخلیفہ ثانی۔	۶۷۹
روایت متضمن خوف خلیفہ ثانی۔	۶۸۱
جناب امیرؓ	۶۸۲
روایت ابن عباس	۶۸۳
شیعہ مصنف ابن شیبہ و شیعہ	

مضمون	صفحہ
حضرات سے سوال۔	۶۸۵
نکاح ام کلثوم کے متعلق مزید بحث۔	۶۸۸
حسب مذہب شیعہ نکاح موسمہ ناصبی کے ساتھ ناجائز ہے۔	۶۹۱
فریقین کے نزدیک ابتداء اسلام میں موسمہ کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا پھر منسوخ ہوا تو ام کلثوم کے نکاح کا قیاس اس پر نہیں ہو سکتا۔	۶۹۴
فائدہ جلیلہ در باب نسخ نکاح مشرک۔	۶۹۹
نکاح ام کلثوم میں بحث تاریخی نہیں بلکہ شیعہ کے مخصوص عقائد کے تحت ہے۔	۶۹۸
مجیب لبیب کی تہذیب اور مستدرک حریر کا ذکر اجمالی۔	۷۰۱
فیصلہ کن بحث در باب نکاح ام کلثوم۔	۷۰۲
مجیب لبیب نے حضرت عباسؓ کی نسبت قدح کو تسلیم کیا۔	۷۰۵
حضرت عباسؓ کے دشمنوں کی نسبت شیعہ کی فرش بیانی اور مجیب کی تائید۔	
علیل اور اق تنذیب۔	۷۰۶
شیعہ کے نزدیک وہ روایت جو کے قاعدہ کلیہ۔	۷۱۰
حسب روایت شیعہ آیت من کان فی ہذہ اعمی کا عباسؓ کے حق میں نازل ہونی	

مضمون	صفحہ
البتہ تمسخر نہیں۔	۷۱۵
شیعہ اہلسنت کی مانند قطعاً نہیں۔	۷۱۷
شیعہ مری کی تہی دامنی۔	۷۱۸
حسن قصہ احراق بیت فاطمہؓ کا جواب۔	۷۱۹
شیعہ کے دعوے کے بطلان کی وجوہات	۷۱۰
قصد ایقاع فصل اور صرف تہدید و تخویف	
باعتبار ظاہر کچھ فرق نہیں۔	۷۲۶
احراق بیت کے لئے مثل ہیزم وغیرہ جمع کرنا غلط ہے اور ثبت ایقاع فعل ہے۔	۷۲۸
شیعہ کی بد فہمی۔	۷۳۰
ہدیۃ الشیعہ پر مجیب کے اعتراض کا جواب۔	۷۳۳
آیت غار کے جواب میں قاضی نور اللہ شوستری کی تلبیس و تخلص کی تائید کی تردید۔	۷۷۰
آیت سکینہ پر بحث۔	۷۷۱
اپنے اصول مذہب کے معاملہ میں شیعہ کی کمزوری۔	۷۸۰
جواب دروغی۔	۷۸۸
اخصہ اللہ جواب دلفان بنا شہرت علوم و دعوی کی تحقیق اور علامہ کشوری کا خاتمہ	
اظہار حق کا بیان۔	۷۵۳
اہل سنت کی خدمات حدیث۔	۷۵۰
امیر معاویہ علی سبیل ثبات بیعت کی نسبت دعوی اور تحریف کا جواب	۷۵۹

مضمون	صفحہ
خطبہ للہ بلاد فلاں حسب تحقیق ابن میثم ابوبکرؓ یا عمرؓ کے حق میں ہے اور شرح کی عبارت اور اس کی تحقیق۔	۷۶۳
خطا ہی خطا۔	۷۷۲
شیعہ اعتراض کے باطل ہونے کا بیان	۷۷۵
دین و دیانت سے عاری۔	۷۷۷
خفا شلاشہ کے بعض میں اندھا پن۔	۷۷۹
کذب و افترا کی حد۔	۷۸۰
ابن میثم نے شرح نہج البلاغت کے خطبہ میں خدا سے عہد باندھا ہے کہ حق کی طرفداری اور خواہش کی طرف میں نہ کروں گا۔	۷۸۲
فاحش غلطیاں۔	۷۸۷
انکار کی سزا۔	۷۹۰
عبرت ناک ٹھوکر۔	۷۹۳
مجیب کے اس اعتراض کا جواب کہ علماء اہلسنت للہ بلاد فلاں کو غصبی سے قسم کھاتے ہیں۔	۷۹۸
تقاضائے احتیاط۔	۸۰۲
شاں سے سمجھیں شاید کہ حق ہے۔	۸۰۵
عقل و انصاف سے عاری کون۔	۸۰۹
صاحب صحف الرماح کا کتب مجاج السائیکو کے نام سے گھڑنے کو صاحب تحفہ کی طرف نسبت کرنا غلط ہے۔	۸۱۰

مضمون	صفحہ
مقدمہ فدک میں ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کی رضا کا ثبوت۔	۸۱۳
معاملہ فدک میں در باب رضا فاطمہؓ بخاری کی حدیث کی توجیہ۔	۸۱۹
حضرت زہراؓ کا ابوبکرؓ کے ساتھ اخیر عمر تک کلام نہ کرنا روایت شیعہ سے بھی باطل ہے۔	۸۲۰
حضرت مجیب کا بجوالہ معالم التنزیل یہ فرمانا کہ یہ نبی نے دین کی ترویج کیلئے کفار کی عبادت میں شریک ہونا اختیار کیا تھا محض کذب و افترا ہے۔	۸۲۹
انتباہ۔	۸۳۳
تصدیق خواجہ غلام فرید چشتی حنفی صوفی	۸۳۵
تقریظ و پذیرو تحریر ہے نظیر	
مولوی عزیز الدین صاحب۔	۸۳۶
ولہ قطعہ تاریخ۔	۸۳۸
ولہ قطعہ تاریخ لبنت زہرا و بنات۔	〃
قطعہ تاریخ مولوی فیروز الدین صاحب۔	〃
ایضاً اردو۔	۸۳۹
تقریظ مورخہ مولوی محمد علم صاحب	
کھوڑوی عربی۔	〃
تاریخ منظوم عربی۔	۸۴۰
تاریخ منظوم فارسی۔	〃

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدك حمداً كثيراً طيباً مباركاً يا من هو متصف بالمجد والعلو وصفات الكمال ومنزه عن شوب النقائص والقبائح والزوال تقدست ذاته وتقدست اسمائه وصفاته لا اله الا هو الكبير المتعال الذي انزل علينا احسن الحديث كتاباً متشابهاً مثاني تقشعر منه الجلود منه آيات محكمات هن ام الكتاب يهدي بها الى دار الخلود فرقاناً يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد فرقاناً بين الحق والباطل ونوراً وهدى للناس فالذين كفروا بآيات الله لهم عذاب شديد فالويل لنا الذين التوبة او لم يروا نعمه الظاهرة والباطنة علينا وعلى عباده المؤمنين ونصلي ونسلم على خلقه وزنة عرشه ومداد كلماته دائماً متوالياً على رسوله وخير خلقه سيدنا ومولانا محمد سيد المرسلين خاتم النبيين قائد الغر المحجلين رسول الثقلين امام القبلتين الذي عصمنا عن السبل المتفرقة العوجاء وشرفنا بالشريعة الغراء وهدانا الى الملة الحنفية السمحة السهلة البيضاء التي ليلها و نهارها سواء وعلى آله واصحابه العروة الوثقى للمستمسكين ونجوم الهدى للمستهدين خصوصاً منهم من قوص الزود واوما العمد وكان مكانهم في الاسوم لحظير والمصائب بهم في الاسوم مجر حشديد لشهادة خاتم الخلفاء الراشدين بل كانوا كنفس نوح و ابراهيم من النبيين على لسان سيد المرسلين و على من تبعهم باحسان الى يوم الدين - اما بعد -

بندہ حافظ ابو ابراہیم خلیل احمد بن شاہ مجید حق بن شاہ احمد علی بن شاہ قطب علی
رحمۃ اللہ علیہ ساکن قصبہ انبیٹھہ ضلع سہارنپور جس کو فقہ حنفی کی دونوں کتابوں کے ساتھ خصوصیت
خاص محققین و استاد ہے مؤلف لفظ شیعہ سے حاصل ہے اور دین اور دیانت
فروغ درست و عقل کی خدمات بابرکات میں سے ہے کہ ہوئی ہیں اس عاجز کے
اور سید فدا حسین صاحب شیعی مشہدی کے درمیان مختلف فیہ میں تحریری گفتگو ہو رہی
ہے اس کا اس قسم پر ہے کہ سید صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم نے صاحب علم نے لکھا اور
ہم نے جواب لکھا ہے اس کے بعد سید صاحب نے ایک سوال متعلق مسئلہ خلافت کے فرمایا ہے حسین
صاحب جو سید صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں کہ ان کو بھی آپ نے اس بحث میں شریک
کیا ہے اس لئے ہم نے بھی ان کو جواب لکھا ہے اور یہ سوال جواب چھپ گئے ہیں
اس لئے ان کے چھپنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کو اپنی مذہب کی حقانیت میں
شک ہے

شیعہ کے نزدیک مخالفوں کے بزرگوں کو بُرا کہنا حرام ہے

[illegible]

[illegible]

ہے خارج ہوا ہے چنانچہ [illegible] ہے یہ مرفضل [illegible] ہے
[illegible]

یہ مرتضیٰ ہے کہ [illegible] ہے جس سے [illegible] ہے
[illegible] ہے کہ [illegible]
[illegible] ہر ایک فریق دوسرے کے جواب میں کچھ نہ کچھ لکھ سکتا ہے [illegible]
[illegible] ہو سکتا ہے کہ [illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible]

[illegible]

بحول اللہ تعالیٰ مناظرات کچھ اپنے مذہب میں ہوئے اور کچھ دوسرے مذہب تشیع کی تباہی کا و
شائع علمی دستور، پھر کس برتے پر اوس حق سے چھیڑ چھاڑ شروع کرتے ہیں اور مصداق اس
قول کے ہوتے ہیں :-

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ۔۔۔ ساعد سیمین خود را رنجہ کرد

بحمد اللہ تعالیٰ تیرہ سو برس سے اس مذہب اور اس کے مذاہب حسب وعدہ وعید دنیا کی خاک
میں مضمون ثابت کر دیا :

قصہ اسپرغم ز اسپان ستاں پا فشاری ۔۔۔ وز دہ سے دوستاں بنہ پیش اسپ دشمن کوہریے

وز دہن بیگانہ خواہی تا نہ بینی روئے خویش ۔۔۔ در زمین چشمے بکن تا بر کنی خاشاک خس

قصہ کوتہ کن کہ ایں رہ را نہ پایانے بود ۔۔۔ کوتہ اندیشاں چہ دریابند ایں معنی کہ او

عموماً ہمارے دوران مذاہب پر اور خصوصاً مذہب تشیع پر حق تعالیٰ حسب وعدہ قیامت تک
مستقل و مستقر رہنے غالب پیدا کرے اور اس اللہ تعالیٰ حسب وعدہ قیامت تک
رہنے کا پھر کس کو حوصلہ ہے جو اس سے ٹکر لے دے لیکن میر صاحب کو ہر دین و مذہب کے پنپنے
سے واقفیت نہیں ہے صرف مناظروں کی کتابیں دیکھی ہیں اور یہ نہیں سمجھے کہ ان
کتب شیوخ کے دیکھنے کو خود ہی جی چاہتے ہیں اور ان سے مستفید ہوتے ہیں اور عام طور پر کتابیں بھی
دستیاب نہیں ہو سکتیں جو ہر سنی کو ان کا مواد فراہم ہو اور ہر سنی سنت کے مذہب سے
واقف ہو اپنے سنت مقابل سے یا جواب دے سکے یا جواب دینے لگے تو ناچار ہو۔ اور پھر
مناظرہ کرنے کے لئے تو خصوصی انتخاب اور تیاری درکار ہوگی کہ وہ جس موضوع پر مناظرہ ہونے
والا ہو اس کی پوری تیاری کر لے مناظرہ کے گروں سے گفتگو کرے اور پھر جو اپنا تعلق
ہو کر مناظرہ سے مستعفی ہو جائے تو اس نے تو فضل و رحم سمجھ کر کتابیں نہیں لکھی ہوتیں
پھر اسے ہوئے مذہب سے بھی پوری واقفیت نہیں ہوتی اور سنیوں کا جواب کیا دے سکتے
تھے اس لئے اپنے مذہب کی ہر ایک پر حملہ پر اور ہر چھوٹی بڑی بات کا تحقیقی جواب دینے کی
اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں ہوتی ہر ایک کے ہوگی ایک دو جواب دیئے جاتے ہیں
اور مختصر تحریر میں ہوتے ہیں اور ان پر اکتفا کی جاتی ہے کہ ان کے ایک دو جواب دیئے
جائیں گے تو ان کے ہوش ٹھکانے ہو جائیں گے اور ان کے ہوش ٹھکانے ہو جائیں گے
یا تو ان کے ہوش ٹھکانے ہو جائیں گے اور ان کے ہوش ٹھکانے ہو جائیں گے

تھی اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور ان میں اس کو ٹکر لینے کی ہمت نہ رہی اور جب مع الخیر جہاد پر اپنے دین کی
کی طرف عود ہوئے کی اس وقت اس کو اس کی ضرورت دیکھی یا نہ دیکھی بہر حال باوجود اپنی ہمہ دانی کے
اس تحریر کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتا کہ مخالف اس کی طرف التفات فرمائیں چہ جائیکہ اس کو کوئی
جواب سمجھا جائے اور اس پر جواب چاہتا تھا اس کے جواب پر تحریر لکھی جائے چنانچہ اس کی
تصدیق بھی ہو چکی ہے لیکن پھر میری اس جواب تحریر پر جواب ہوا اور اس کا جواب
فرمایا گیا اس کے جواب نہ لکھا جائے گا اور پھر میر صاحب کا شوق بھی دوبالا ہوگا اور ان کا
وقت فضول خراب ہو جائے گا

ان حضرات کا ضرر تو خاص عوام اور ان کے حضرت دستگیر اور ان کا کام ہاتھ سے
نکالنے فرمانے اور ان کی جہالت شکم علماء دین ہر زمانہ میں تحقیقی مناظرہ اور مباحثہ سے اجتناب
از بہ شیخی و مرعوبی کی اسی وجہ سے اختیار کی ہوئی ہے اور اس موضوع پر علماء موصوف
نے جناب مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی کی کتاب حق پر کاش پر جس مستقل تحریر میں
بعض مصالح وقت کے سبب جواب لکھنے کی ہمت نہ ہوئی تھی کہ ان کے مکرر فرمانے اور
سنانے پر جواب لکھنے کی ہمت ہوئی اور اس کا نام الصارم الہندی رکھا تو جواب جو لکھنے کا نتیجہ کیا ہوا کتاب مذہب
شیعہ طرز جدید میں دو جلد ضخیم کے پھر کچھ مضامین اور لکھے گئے اور کچھ لکھے جا رہے تھے لیکن بعض موانع کی وجہ سے
پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکے اور نہ اب پہنچنے کی امید ہے

ذکر مناظرہ لدھیانہ

جب ہی تو میں اس سے پہلے کہ اپنے [illegible] کچھ لکھوں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان مناظرات کا ذکر کر دوں جو
کے متعلق ہوئے کہ ایک عام طور پر مشہور ہے جو مولوی محمد حسین صاحب شیعہ کے مکالمہ پر مشتمل ہے اور
اس میں فریقین کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب مسلم ثبوت اور مولوی محمد حسین صاحب
مفید ارجح المطالب کے علی الرغم مناظر ہوئے ہیں جس میں حسب وعدہ وعید حق تعالیٰ نے دین
حق کو غالب کیا اور فریق مخالف شیعہ میر فرزند حسین صاحب علی کو ان کی شکست و خفت اور
میر صاحب و دیگر شیعہ حاضرین کی حیرت سے سوائے ثبوت اپنی حقانیت کے اور کچھ حاصل نہ ہوا اور
مولوی محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو اس مناظرہ کے بعد اور مناظروں کے لئے
محمد حسین صاحب دیوبندی سے سوائے ثبوت حقانیت کے جو حضرت میر صاحب سے

ذرا دیکھ کر۔

الحق یعلو ولا یعلی

ارشاد ہے اور وعدہ ہے۔

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ

فاذا ھو زاھق (سورۃ انبیاء آیت)

سچی بات اوپر کی رہتی ہے نیچے نہیں رہتا

بلکہ پھینکتے ہیں ہم حق کو دوپر باطل کے پس توڑ

دیتا ہے سر اس کا پس وہ نابود ہو جاتا ہے

بطلان عصمت آئمہ

عصمت شیعہ کا عصمت کی نسبت دعویٰ محض خیال پر ہے جس کی کتاب ہذا میں مسائل ہے دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ارشادات آئمہ کرام ثبوت و شواہد سبحان اللہ حضرت شیخ کے محدثین و مفسرین نے اس کی نسبت ان سے روایت کرتے ہیں کہ

ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من البینات والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتاب۔

خیال جو لوگ کہ چھپاتے ہیں جو کچھ کہ نازل کیا ہے

اللہ اور ہدایت سے پیچھے اس کے کہ بیان کیا اس کو

لوگوں کے لئے کتاب میں

اللہ کی شان میں نازل ہوئی اور ہمارے

اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون

لعنت کرتا ہے ان کو اللہ اور لعنت کرتے ہیں

لعنت کرنے والے۔

سے بھی مذکور ہوا چنانچہ صدر مرحبی نے بحار انوار کے باب کتمان حق میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد آئمہ کا کتمان ہے اور ان کے دشمنوں کا معلوم ہونا ہے اور ان سے روایت کی ہے عصمت کے بارے میں یہ خیال کرنے کی بجائے حضرت

---

۱ اس لئے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے امام کو کوئی نہیں جانتا اور ان کے امام کو کوئی نہیں جانتا اور ان کے امام کو کوئی نہیں جانتا

۲ اس لئے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے امام کو کوئی نہیں جانتا اور ان کے امام کو کوئی نہیں جانتا اور ان کے امام کو کوئی نہیں جانتا

الغرض بعد اس مباحثہ کے میں نے خیال کیا کہ مکرمی پیر جی عنایت احمد صاحب نسیم کا جو مدعا تحریر جواب سے تھا وہ باحسن وجوہ حاصل ہو گیا اب کچھ حاجت نہیں رہی کہ میر صاحب کے جواب جواب لکھنے میں تضیع اوقات کی جاوے۔ چنانچہ حضرت مخدوم و مکرم کا نقل کی خدمت میں بھیج دیا ایک عرضداشت لکھی جس کا خلاصہ مدعا یہ تھا کہ اس رسالہ کی تحریر سے جو مقصود تھا وہ زبانی مناظرہ سے حاصل ہو گیا بہتر ہے وہ وقت اور قلم دوات اور دل و دماغ مشاغل دینیہ کی اس تحریر میں کلمات مقتضی سود ادب بجناب بزرگان دین بجوری قلم سے نکلتے ہیں اگر ان کا صادر ہونا محض از راہ تعصب شیعہ کی رویت غریب سے ہے اور اعتقادوں سے نہیں ہمدرد دل سے ان کو نہایت مکروہ و برا جانتا ہوں اگر اجازت ہو تو اس تحریر کو موقوف و ملتوی کر دوں جواب اس کے حضرت مخدوم مکرم نے فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کام ملتی طور پر شروع کا دیا گیا ہے اس کا ترک کرنا بھی مناسب ہے۔ ناتمام چھوڑنا مناسب نہیں اور جس کام کی بنا نیک نیتی کے ساتھ ہو غرض عبارت سود کی گئی ہے اس کا بجا ہے تحریر ہے اس تحریر کو دیکھ کر مرد دنیا ہی سے حضرت مخدوم مکرم نے فرمایا کہ اس ارشاد سے جب معلوم ہوا کہ ہم تحریر ضرور ہے بصورت ہے بصورت نصیحت اور تحریر جواب سے کوئی چارہ نہیں اس وقت سے کہ ہمت پست ہاتھ کمر ہمت باندھ کر مشغول ہوا وقت عصر سے لکھنا شروع کیا ہر چند کہ بیماری اور ضعیف و ناتوانی کی قدرت دامنگیر حالت تھی اس تحریر کا لکھنا باوجود تنگی وقت و مشاغل کثیرہ کے دشوار تھا فرق تھا بیان کرنا حق تعالیٰ شانہ کے فضل و کرم سے دستگیری فرمائی جو کچھ ہم نے واقعات لکھے وہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے جواب سکتے ہیں اس عاجز و ناتواں کے شامل حال ہوئی اس کے بیان سے تکرار و زبان کی ضرورت کو دیکھیں کتب شیعہ کا مطالعہ جو اس عاجز کی استعداد سے خارج تھا اگر محض بفضل اللہ تعالیٰ کتب بقدر ضرورت میسر آ گئیں جو کتابیں روایت محتاج الیہ تھیں کتب جلیلہ میں سے ہر مقام کو غایت تفحص اور نہایت تلاش و تجسس پر منحصر تھا وہ جائے تلاش و مشقت تمام ملتی گئیں یہ محض دعوت ہی اعانت نہیں مستقلہ اس طرف سے ذہن میں وارد ہوتے تھے جن سے کہ کس تحریر میں کس شخص سے استعانت کی ضرورت و قوی ممکن ہوئی اور وقت ضرورت تحریر بات دیں بفضلہ تعالیٰ مقاصد کو پہنچ گئی۔

منہ و حسبی اللہ علیہ توکلت

کما قیلت علی ۔۔۔ ترویہ ہی ہے جو یاد کرتی ہے اپنی تشریف آپ کی ہے

اور یہ سب حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کی برکات رحمت اور توجہات کا فیض ہے ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل ۔۔۔ نسیم صبح تیری مہربانی ہے

خلاصہ یہ کہ حضرت مخدوم کے فیوض و برکات ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں ظاہر و باہر ہیں

اور ہر غریب الوطن مسافر کے لئے وہ سایۂ رحمت ہیں اور ہر ایک کے لئے وہ ملجا و ماویٰ

ہیں اور ہر ایک کی حاجت روائی کے لئے وہ ایک مرکز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر

رحمت کی بارش فرمائے اور ان کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے

آمین ثم آمین۔

التماس ضروری بسبور مقدمہ

ناظرین پر مخفی نہ ہوگا کہ اس مقدمہ میں ۔۔۔ سے کرنے کے لئے

۔۔۔ مقدمہ کو خارج کرا دیا

اس مقدمہ میں ۔۔۔ کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے

۔۔۔ اور ۔۔۔ کی ضرورت ہے

۔۔۔ کے لئے ۔۔۔ کی ضرورت ہے

شیعہ اور خوارج کا عقیدہ صحابہ اور اہل بیت علیہم الرضوان کے متعلق

فرق ۔۔۔ میں سے کوئی فرقہ ایسا نہیں کہ جس کو ۔۔۔ کے

وجوب تعظیم میں کلام ہوا ہو سوائے اس فرقہ شیعہ کے کہ جس نے ۔۔۔ صحابہ اور اہل بیت کی تکفیر و تفسیق میں ۔۔۔ کی ہے اور ۔۔۔ حضرات

صحابہ کرام کی ۔۔۔ کو واجب و تفسیق و تکفیر کو فرض قطعی کرتے ہیں اور ۔۔۔ اہل بیت کرام کی تضلیل کو واجب اور تنقیص کو فرض قطعی کرتے ہیں لیکن ۔۔۔ واجماعاً ہوا ہے حقانیت اہل بیت اور محبت اور تعظیم کو ہی واجب اور ۔۔۔ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ کی محبت اور تعظیم کو واجب اور ۔۔۔ کرتے ہیں اور ان کی جناب میں گستاخی کو ۔۔۔ اور ۔۔۔ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ کی جناب میں گستاخی کو۔ اہل شیعہ و خوارج اس واجب اجماعی سے ۔۔۔ ہیں لیکن ہوتا ہے ۔۔۔ شیعہ کو ۔۔۔ سے ۔۔۔ ہے اس سے موافق ۔۔۔ ہے ۔۔۔ کرنا ۔۔۔ ہے اور ۔۔۔ شیعہ کے ۔۔۔

شیعہ کے چند مکروہ عقائد

شیعہ ۔۔۔ ہیں ۔۔۔ کے ۔۔۔ کے ۔۔۔ ہیں ۔۔۔ کے ۔۔۔ ہیں ۔۔۔ کے ۔۔۔ ہیں

اور تیسرا تفسیر معالم التنزیل سے لکھی ہے کہ انبیاء میں سے ایک نبی نے بت خانہ میں جانا اور کفار کی عبادت میں شریک ہونا دین حق کی ترویج کے لئے اختیار فرمایا یہ بھی محض دروغ ہے۔ تفسیر معالم التنزیل سے بجواز تو درکنار ایک روایت نقل کی جس سے آپ کو اہل حق کے مذہب پر کلام مجید میں تحریف کا واقع ہونا ثابت کرنا منظور ہے اس کے آخر کا یہ جملہ لکھا ہے۔ وقال عثمان رضی اللہ عنہ فی المصحف لحنا وستقیمہ العرب بالسنتھا اور ترجمہ اس کا اس طرح کیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن میں لحن اور ستقیمہ العرب ہے یہ لفظ یعنی وستقیمہ العرب باستثنا محض حضرت میر صاحب یا ان کے بزرگ کشمیری صاحب صاحب نزہۃ کا مسخ اور تحریف کیا ہوا ہے حاشا کہ کسی روایت میں یہ لفظ ہو بلکہ فی اصل یہ لفظ اس طرح مروی ہے وستقیمہ العرب بالسنتہا

؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

لیکن ہم نے اس قدر اس رسالہ میں روایت لکھی ہیں حسب قرار داد اکثر اہل تشیع کی کتب معتبرہ سے تلاش کر کے چشم دید لکھے ہیں۔ اور جس جگہ کوئی بالواسطہ روایت نقل کی ہے وہاں حوالہ بھی دے دیا ہے۔ جس مضمون میں متعدد روایات نقل کی ہیں "اس جگہ اگر کچھ روایات بالواسطہ نقل کی ہیں۔ تو دوسری روایتیں چشم دید بھی لکھی ہیں۔ پھر باوجود اس کے اگر کسی بڑے طرف سے ناظرین کوئی ایسی حدیث سنیں جو سہواً واقع ہو تو بندہ کو معذور سمجھیں کہ جناب میر صاحب جیسے اس معاہدہ کو توڑ چکے ہیں۔ ویا ہادی الضلال۔

ستور۔ حضرت میر صاحب نے اپنی تحریر کے مواقع مختلفہ میں اپنے اخلاق و تہذیب دشمنی پر افتخار و ناز فرمایا ہے۔ بایں ہمہ ادعائے تہذیب حضرت نے اسی تحریر میں مقتضائے اپنے ادعائی اخلاق و تہذیب کے قصر نیات و معائب سے کہیں دریغ نہیں فرمایا جدکوئی دقیقہ بد تہذیبی کا اٹھا نہیں رکھا کیونکہ فحش در گالیوں تک سے نہیں چوکے باوجود اس کے بندہ نے اپنے کلمات کے جواب ترکی بہ ترکی سے دانستہ اغماض و پوشی اختیار کی ہے اور مترصد ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کوئی حکم خلاف تہذیب بطور طعن و تشنیع کے دانستہ نہیں لکھے گا اور اگر اتفاقاً کوئی حکم لاعلمی سے سبقت قلم سے نکل گیا ہو جس کی نسبت بندہ سے یہ خیال نہ کیا جاوے گرفت ہو

وفحش کی بجائے ست سے عوض کرنا وغیرہ۔ اس قسم کی سب کذبیات و خرافات حضرت شیعہ کی معتبر روایت سے باوجود کہ بہت دستگاہ وسیع طور پر رکھتی گئی ہیں۔ ناظرین رسالہ اس جنس کے خرافات اس رسالہ میں دیکھ کر ہمیں بالیقین رائے ہوں گے کہ بندہ کو معاف اور عفو و درگذر میں بہتر زبان اور تحریر دونوں سے ان کذبیات سے تبری و استخلاص کرنا ہوں۔

دوم۔ میر فرزند حسین صاحب نے اپنی پہلی تحریر میں تحریر فرمایا تھا کہ ہمارے مذہب کی بنا محض تحریف قرآن پر ہے خود ہی اپنی تحریر میں حضرت امیر المومنین سے نقل کیا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت میر صاحب نے کوئی روایت اس باب کی نہیں دیکھی ہے نہ سنی ہے نہ پڑھی ہے نہ کسی سے نقل کرتے ہیں وہ چیز دیدہ ہوتی ہے جو پڑھی ہو یا سنی ہو یا کسی سے نقل کی ہو۔ اس کے جواب میں جو روایت کبھی دیکھی ہو تو دیدہ کہی جاوے۔ اور نیز از روئے نقل روایت دو طرح کی ہوتی ہے روایت مکتوبہ و روایت منقولہ یعنی ان خذ از غیر یعنی مانند یک گوئی نے از دوسرے گوئی سے نقل کی ہے تو جس صورت میں اس قدر کافی ہے کہ کتاب سے اس روایت کو نقل کیا ہو اور اس کا حوالہ بالاسے صحیح اور خود اس سے نقل کر کے دکھا دیں۔ ہاں اگر کسی روایت کی نسبت صحت نقل کا دعوے ہو اور اس سے روایت کذب اور افترا نقل ہے تو اس قائل اس روایت کی صحت نقل کا ثابت کرنا اس معتبر مذہب حضرت پر واجب ہوگا باوجود اس اعتراض کے کوئی صاحب نے فرمایا اور خود تحریر کے جواب میں میر صاحب نے نقل روایت میں لفظ نقل نہ لکھا ہو تو ایسے مقام مقتضائے صحت نقل کو کافی حوالہ نہ سمجھیں گے۔ بہر حال ہم نے روایت کے ساتھ نقل کا لفظ لکھ دیا ہے اور اس کی صحت نقل کو بالاسے ثابت کر دیا ہے۔ اب میر صاحب کو لازم ہے کہ ہماری نقل روایت کے ساتھ اپنی مکتوبہ روایت کو ملا کر دیکھیں اور اپنے مذہب کی بنا کو تحریف قرآن سے منہدم کر دیں۔

ایسی روایات جن کا ثبوت نہیں

مت مذہب حضرت مرتضیٰ علیہ السلام جو حوالہ میں بالاسے روایت نقل ہوئی ہے اس سے اس کے ثبوت کا ہونا

ہوں یقین لعدم وجدان حقی [illegible] اس کا وجود نہیں ہے یا وجود نہیں ہے مگر مجھ کو نہیں ملا تو روایت پر کوئی اعتراض نہیں ہے یا جو صاحب نے نقل روایت سے انکار کیا ہے اس کی بنا اس پر ہے کہ اس روایت کا وجود نہیں ہے اور اس کا ثبوت نہیں ہے اور اس کا ثبوت نہیں ہے تو اس کا وجود نہیں ہے۔ اور اس کا وجود نہیں ہے تو اس کا ثبوت نہیں ہے۔

ناظر سامی ہوگا تو بندہ اس کی نسبت نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کا خواہاں ہے۔ کہ میرا مقصود کسی کا دل دکھانا نہیں ہے بلکہ خود میر صاحب نے آخر تحریر میں گویا میری طرف سے فرمادیا ہے کہ مباحثہ مذہبی میں احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے ایسے الفاظ بولے اور لکھے جاتے ہیں جو ناگوار طبع مخاطب ہوں۔ پھر اگر سہواً ایسا کوئی کلمہ نادانستہ میری زبان و قلم سے نکل گیا ہو تو وہ بھی واجب العفو ہے۔

چہارم۔ تحریر جواب الجواب کے بارہ میں حضرت میر صاحب کی یہ فرمائش تھی کہ جواب الجواب بحذف و اسقاط عبارات اصل جواب قولہ قولہ کے طور سے ملتقطاً نہ لکھا جاوے بلکہ پوری پوری عبارتیں جواب کی لے کر تردید کی جاوے چنانچہ حسب فرمائش میر صاحب بندہ نے پوری پوری عبارتیں اور جملے لے کر تردید کی ہے کہیں کوئی عبارت نہیں چھوڑی جس کا جواب نہ لکھا ہو اور جواب الجواب میں جس کو لے کر تردید نہ کی ہو مگر جو عبارت میر صاحب نے مشروع تحریر میں بقصد تمہید کے لکھی ہے اس کی تمام عبارت نقل کر کے تردید کرنا تطویل لاطائل اور فضول و لاحاصل سمجھا اس لئے اس میں سے تھوڑی تھوڑی عبارت نقل کر کے تردید کی ہے اور نیز ترجمہ روایات بھی جو میر صاحب نے تحریر میں درج کیا تھا میں نے بخوف اطناب جواب الجواب میں اس کو منہ نہیں کیا صرف اس عبارت کی نقل پر اکتفا کیا ہے

پنجم۔ چونکہ بعض مضامین میر صاحب کی تحریر میں مکرر سہ کرر واقع ہوئے ہیں اور ان کے جواب میں جب ہر جگہ کی عبارت نقل کی ہے تو کچھ نہ کچھ لکھا جاتا ہے اگرچہ ہر موقع میں حتی الوسع طرز جدید اور جدا مضامین کو ملحوظ خاطر رکھا ہے مگر تاہم بعض مضامین مکرر واقع ہوئے ہوں گے پس ناظرین دقیقہ شناس دل تنگ نہ ہوں اور مجھ کو معاف فرمائیں

ششم۔ میر صاحب نے بندہ کی عبارت کو اپنے جواب میں مختلف عنوان سے لے کر جو جواب تحریر فرمایا ہے کہیں کہیں بندہ کی عبارت کو بعنوان لفظ قال تعبیر کیا ہے اور اکثر جگہ لفظ قولہ کے ساتھ عبارت کو اخذ کیا ہے یہ بھی وجہ ہے کہ جس جگہ بندہ کی تحریر میں بھی لفظ قولہ لکھا ہوا تھا اس جگہ میر صاحب نے اپنی تحریر میں قولہ قولہ مکرر لکھا ہے جو ذوق سلیم کے نزدیک مستکرہ و مستقبح ہے۔ اس سے بندہ نے باندیشہ خلط و التباس عبارات نقل عبارات میں یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جس جگہ میر صاحب نے بندہ کے کلام کو لفظ قال یا قولہ سے شروع کیا ہے بندہ نے بھی نقل میں اس کے عنوان پر لفظ قال اور نفس الجیب بخط نستعلیق لکھا ہے اور جہاں

بعد اپنی عبارت سابقہ اور میر صاحب کے جواب کا جملہ بقدر ضرورت نقل کر کے اس کی تردید کو بلفظ لیقول العبد الفقیر الی مولاہ سے شروع کیا ہے جو بخط نستعلیق جلی ہے اور اس درمیان میں جو لفظ قال یا قولہ یا اقول میر صاحب کی تحریر کا ہے اس کو بخط نستعلیق باریک لکھا ہے پھر اس جواب کے جس قدر جملے باقی ماندہ ہیں ان کو لفظ قولہ خط نسخ جلی سے اور ان کی تردید لفظ اقول نسخ جلی سے شروع کی گئی ہے یہاں تک کہ میر صاحب کا دوسرا قول شروع ہوا اور میر صاحب کی تمہید کی تردید میں چونکہ اندیشہ خلط و التباس نہ تھا اور تحریر بھی بنظر اختصار چند اقوال ملتقطہ پر کی گئی تھی اس لئے نقل عبارت میر صاحب معنون بلفظ قول نسخ جلی کی گئی اور اس کی تردید اسی طرح بلفظ اقول شروع کی گئی ناظرین ہنگام مطالعہ ملحوظ خاطر رکھیں۔

ہفتم۔ میر صاحب نے اپنی تحریر کو دو تین ورق جواب تحریر مولوی پیر محمد خان صاحب سلمہ اور جواب تحریر کسی دوسرے شخص کے ساتھ جس کو شاید وہ اس عاجز کی تحریر سمجھے ہوں گے ملفوف فرمایا شاید اس سے یہ غرض ہو کہ اس کا جواب بھی بندہ ہی لکھے لیکن چونکہ ان کے اکثر مضامین مذنب فرمایا شاید اس سے یہ غرض ہو کہ اس کا جواب بھی بندہ ہی لکھے لیکن چونکہ ان کے اکثر مضامین کی تردید اس رسالہ میں گزر چکی تھی اور تحریر بھی طویل ہو گئی تھی اس لئے بندہ نے بنظر اختصار اس کے بعض اقوال پر گفتگو کی اور باقی کو ماسبق پر حوالہ کر دیا۔ وھان اشرع فی امر المصطفیٰ بالملک المعتز وھو حسبی و نعم الوکیل و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

تردید تمہید

قولہ جواب سے پہلے مباحثہ کا اصل حال لکھا جاتا ہے۔ الخ اقول یہ قصہ تو خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن علماء اور دعاۃ شیعہ کا عام قاعدہ ہے کہ جہاں تک دسترس اور موقع پاتے ہیں۔ خفا اہلسنت سے اختلاف کر کے مذہبی چھیڑ بھاڑ کرتے ہیں۔ اور چکنی چپڑی باتیں بنا کر اپنے مذہب کی طرف رغبت دلاتے ہیں اور دعوت کرتے ہیں قطع نظر اس سے کہ یہ دیرینہ حضرات شیعہ کا ان کی مذہبی روایات منقولہ بحار الانوار وغیرہ کی رو سے جائز ہے یا ناجائز انشاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ تخلف نہیں کرے گا۔ چنانچہ اسی قضیہ کلیہ کے مطابق عبارت میر صاحب نے بھی کمر کی پیرجی عنایت احمد صاحب قوم ان گنگوہی کے ساتھ یہ ہی چال چلی۔ لیکن چونکہ یہ جن صاحب موصوف کو مذہبی تحقیقات میں حضرت مخدوم العلماء مولانا و مقتدانا مولوی رشید حم

صاحب گنگوہی دام برکاتہم اور ان کے تلامذہ وخدام کی ایک مضبوط پشت پناہ حاصل تھی اس لئے پیرجی صاحب نے میر صاحب سے مقابلہ کیا اور ان کو جواب دیئے اور ان کے چالوں کو اوپر بچوں کو کاٹا پس میر صاحب کا یہ فرمانا کہ پیرجی صاحب خود اس امر کے بادی ہوئے۔ ظاہراً غلط اور کذب معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اس سے لکھا ہے کہ ان کو مباحثہ مذہبی کا شوق ہوا جس سے ظاہر ہے کہ پیرجی صاحب کو پہلے سے شوق مباحثہ نہ تھا اور اب میر صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا ہے۔ پھر معلوم نہیں یہ شوق کیوں کر پیدا ہوا اور کس امر سے ناشی ہوا ظاہراً بجز اس کے کہ میر صاحب کی چھیڑ چھاڑ سے پیرجی صاحب کو یہ شوق مناظرہ پیدا ہوا ہو اور کوئی قریب احتمال نہیں ہے۔

کیونکہ اکثر عوام اہلسنت کو مناظرہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی علی الخصوص پیرجی صاحب تو علوم مروجہ عقلیہ ونقلیہ سے بھی کچھ ایسے واقف نہیں ہیں جو ان کو خود بخود بیٹھے بٹھائے شوق مناظرہ پیدا ہوا اور خود اس امر کے بادی ہوں۔ جب آپ باوجود مخالفت مذہب کے ان کا اتحاد قلبی اپنے ساتھ خیال کرتے ہیں تو ممکن نہیں کہ آپ نے حسب عادت ان سے مذہبی چھیڑ چھاڑ نہ کی ہو اور ان کو اپنے مذہب کی طرف دعوت نہ فرمائی ہو۔ پھر اس بنیاد پر اگر پیرجی صاحب نے آیت استخلاف (النور آیت ۵۵) لکھ کر آپ سے جواب چاہا ہو تو وہ بادی مناظرہ نہیں ہو سکتے۔ اور ان پر لفظ بادی کا اطلاق غلط اور خلاف واقع ہے۔ باقی رہا یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ آخر میں جو میری تحریر گئی تو تمام علماء لدھیانہ نے اس کے جواب سے پہلوتہی کی۔ اور عقب گذشی کے لئے حیلے اور بہانے پیدا کئے۔ ہر چند آپ نے ان کے حیلے قطع کئے۔ لیکن بزعم آپ کے کسی میں جرأت نہ ہوئی کہ آپ کا جواب لکھتا یا آپ کے مناظرہ کا قصد کرتا۔ یہ محض آپ کی لن ترانیاں ہیں جو آپ کے مجامع قلب ودماغ میں سمائی ہوئی ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت ہر شخص آپ کی تحریر کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ آپ کے زبانی دعوؤں کو نفس الامر اور واقع کی مطابقت سے کچھ آشنائی نہیں اور یہ دعاوی بالکل خلاف واقع ہیں۔ چنانچہ اس تحریر کے دیکھنے سے جس کے رد وقدح کے بندہ درپے ہے اور میر صاحب کا ماجرا نزد قلم ہے میری اس گذارش کی بخوبی تصویب وتصدیق ہو سکتی ہے مگر ہاں یہ مسلم کہ علماء لدھیانہ نے اغماض واعراض جواب سے فرمایا ہو گا اور جواب نہ دیا ہو گا لیکن ان کے اعراض کا محمل یہ نہیں ہے کہ جو میر صاحب نے گمان فرمایا بلکہ انہوں نے اس وجہ سے جواب نہ دیا ہو گا کہ آپ کو قابل خطاب اور آپ کی تحریر کو قابل جواب نہ

سمجھا ہو گا۔ ورنہ خود ہی اول آپ فرماتے ہیں کہ علماء فریقین نے کوئی دقیقہ تحقیقات مسائل میں باقی نہیں رکھا اور آپ ہی کا مقولہ ہے کہ باب تاویل ایسا واسع ہے جو ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے۔ پھر کیا کوئی عاقل باور کر سکتا ہے کہ علماء لدھیانہ کوئی مضمون جواب اپنے علماء سے بھی نقل نہیں کر سکتے تھے یا کوئی تاویل بھی پیدا نہیں کر سکتے تھے حاشا وکلا پھر بعد اس ادعا کے یہ کسر نفسی اور تواضع فرمانا کہ پیرجی صاحب کی طرف سے درباب تحریر سوال اصرار اور آپ کی طرف سے مدافعت اور عذر وانکار ہوا طرفہ تماشا ہے۔ اول تو پیرجی صاحب کو جب بجواب آخری تحریر سابق علماء لدھیانہ کے سکوت سے غیرت وشرم آئی تھی تو جدید سوال کے مطالبہ کی کیا ضرورت تھی اور مدافعت کی آپ کی جانب سے کیا حاجت۔ وہی آخری تحریر سابق جس کے جواب سے بزعم جناب علماء لدھیانہ عاجز ہو چکے تھے دوسرے علماء کے پاس بھیجنے کے لئے اور ان سے جواب لینے کے واسطے کافی تھے اور آپ کو بھی گنجائش تھی کہ فرماتے جس تحریر سے علماء لدھیانہ ساکت ہو چکے ہیں۔ اسی کا جواب دوسرے علماء سے لینا چاہیئے۔ مگر یہ کر شاید آپ کو خیال ہو گا کہ دوسرے علماء بھی ایسے عذر وحیلہ مثل علماء لدھیانہ نہ کریں اور بدیں وجہ جواب دہی سے عقب گذاری نہ کریں کہ اس مباحثہ کی ابتداء ہی صحیح نہیں اس نے آپ تحریر سوال پر آمادہ ہوئے لیکن یہ تو آپ کا عین مدعا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ پہلی تحریر میں بھی مسئلہ امامت ہی میں تھیں اور یہ سوال جدید بھی امامت ہی میں لکھا گیا ہے۔ علاوہ ازیں میر صاحب کے نزدیک علماء اہل سنت عموماً شیعہ کی کتابیں دیکھنی ان سے ملنا مسائل متنازعہ فیہا میں خصوص مشاجرات صحابہ میں گفتگو کرنے لگنا وارد مذہب کے محل جانتے ہیں اور علماء لدھیانہ تو آپ کے زور تحریر کے سامنے ساکت ہو ہی چکے پھر عذر قلت استعداد وہیچمدانی وعدیم الفرصتی وضعف دماغ وغیرہا کے کیا معنی یہ حالت تو اس کو مقتضی ہے کہ آپ کی وہی لن ترانیاں بجا ہوں جنہوں نے آپ کے تخیلات کی یہ نوبت پہنچائی تعجب ہے کہ علماء لدھیانہ کے مقابلہ میں تو یہ زور شور کہ ان کو تو مباحثہ کی دعوت فرمائیں اور عام اجازت دیں کہ چاہو از سر نو گفتگو شروع کر دو یا عذر مباحثہ حسب مرضی خود بدل دو اس وقت قلت استعداد وہیچمدانی کچھ مانع ہو اور نہ عدیم الفرصتی اور دوام مرض روکی۔ اور جب پیرجی صاحب سوال لکھوائیں تو یہ سب عذر موجود ہو جائیں۔ پس ان حالات اور قرائن میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اظہار خیال مباحثہ واقع سے کس قدر بعید ہے۔

قول: غرض یہ تھی کہ کوئی صاحب اس کا جواب انصاف سے تحریر فرمادیں۔ اور محض تحقیق حق منظور ہو۔

اقول: جناب میر صاحب اگر آپ کو اس تحریر سے واقعی تحقیق حق منظور ہوتا تو سبحان اللہ کیا کہنا۔ لیکن تحقیق حق کی تو یہ صورت ہو سکتی ہے کہ اول آپ اپنے معتقدات سے خالی الذہن اور تعصب و عناد سے فارغ البال ہو کر مسائل مختلف فیہا کے دونوں مناظرہ پر مقابلۃً و انصاف کی نظر سے غور فرمائیں اور آپ کا قصد بھی یہ ہی حریفانہ ملحوظ رکھے۔ اور یہ ہی تحقیق حق کی کوئی صورت ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ ہمارے معتقدات صحیح اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں ہم نے ان کی صحت اور ثبوت ہیں جن حقیقوں کا دعوی حاصل کر لیا ہے خواہ وہ آپ کے معتقدات کے مخالف ہوں یا موافق کے مطابق ہوں یا خلاف ہو۔ لیکن جو پہلے معتقدات کے جو ہر کو ساتھ رکھ کر دونوں طرف دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ہیں تحقیق سے اور محض تحقیق حق منظور ہو۔ واضح ہے کہ اس کے جواب میں آپ کا عنصر آپ کو بھی یہ ہی بتلائے گا اور مرجع آپ کا جو ہمکاروں نے تحقیق حق پر کہ جب ہر فریق پہلے اپنے معتقدات کو حق یقیناً کہنے بیٹھا اور دوسرے فریق کے معتقدات کو باطل تو پھر اپنے معتقدات کی نسبت اور دوسرے فریق کے معتقدات کی نسبت کون فیصلہ کرے گا۔ ہر فریق اپنے معتقدات کی جن کو وہ حق یقینا کہنے بیٹھا ہے نسبت اور جناب داری کرے گا۔ اور بھی تحقیق حق ہو ہر کیف غلط تحقیق حق میں اگر محض حق سے مراد حق واقعی نفس امری ہے تو پھر دلائل کو مدار حق تقریر سے حاصل ہیں ہو کوئی حسن تقریر نہیں۔ طریق مناظرہ ہی یہ ہے تو وہ اصل بے فائدہ کیونکہ عنصر کے نزدیک وہ حق ثابت اور دلائل ہے کہ آپ کو حق حق ملا نظر حق کی تو دلائل آپ نے اپنے معتقدات کی نسبت حق اپنے کو خلاف واقع دعوے فرمایا ہوتا اور جب آپ حق کی نسبت ان کے حق ہیں کہ آپ کو ان کے ثبوت میں حق حق پر ہے یا نہیں تحقیق حق اور انصاف اور ہے آپ چاہئے حق و تحقیق حق کا جانب ہو یا نہیں اس کے مدعی ہوں آپ ایک طرف سے اور ایک آپ سے ان تقریر میں ان کے ثبوت کے دلائل کو ہو

ملاحظہ فرمادیں۔

قول: دو ماہ کے بعد میرے شفیق نے مجھ کو جواب لا کر دیا کسی گمنام شخص نے لکھا ہے جواب تو کیا ہے حضرت مجیب نے اپنی جودت طبع دکھانے کو میرے سوال کو مجھ ہی پر منقلب کیا ہے گو بظاہر یہ علم مناظرہ کے ہتھکنڈے ہیں مگر اصل میں یہ بھی ایک قسم کا گریز ہے اور واقعہ میں اس کا جواب ہی کیا تھا حضرت نے خود کیا کہ اصل سوال کا جواب تو کچھ ہو نہیں سکتا اور بدون لکھے کچھ چارہ نہیں اس لئے یہ طرز اختیار فرمائی۔

اقول: جناب کا سوال اواخر شعبان ۱۳۱۱ھ میں میرے پاس میرے عزیز نے ارسال فرمایا تھا رمضان شریف میں بسبب شدت گرما و کسل و انحطاط کی بیمار و مدت قرآن شریف کے تحریر جواب سے معذور رہا جس کے نسبت معافی چاہتا ہوں بعد انقضاء ماہ بیمار نے نے تحریر کی تصیں کی اور شروع شوال میں جواب لکھ کر بھیجا ان کی خدمت میں رد کر دیا گمنامی کی شکایت فضول ہے آپ کو اپنے جواب سے مطلب ہے مجیب کی گمنامی و نامزدی سے کیا مطلب۔ کیا آپ نے یہ سنا ہوگا انظر الی ما قال۔ علاوہ ازیں آپ کے مجیب تو آپ کے شفیق پیر جی صاحب تھے خود وہ آپ کو اپنا جواب طبع فرما دیتے یا کسی سے پوچھ کر جواب دیتے اور ظاہر ہے کہ پیر جی صاحب علماء اس بلدہ میں سے جس سے دریافت کرتے یا لکھوا کر جواب دیتے وہ اس کو جانتے ہوں گے اور اس امر کی کچھ ضرورت نہیں کہ آپ بھی واقف ہوں بلکہ آپ ایسے علماء سے بے خبر ہوتے کہ آپ کی نظیر دشوار ہوتی۔ اور اس وقت آپ فرماتے کہ ہر اس وقت جواب قبول کریں گے جب کہ فلاں عالم بلدہ سے جانب مقابل ہو اور سامنے سوال کا جواب لکھے۔ تو کچھ جائے مضائقہ نہ تھا لیکن جب کہ آپ خود اپنے احباب سے محفل خاص میں اور مناظرہ ہی کی چہ نشانیوں آپ کا مصنع علوم ہے تو ایسی حالت میں آپ کا نام لکھ کر جواب سے گریز اور اختفاء فرمانا اور نام کو کسی جواب کا طالب ہونا بدون اس کے کہ اس کا جواب ہے بلکہ گمنامی کے جواب سے آپ کا جواب میں اپنا نام لکھنا بھی تو وہی گمنامی ہے جو دوسرے کے نام لکھنے میں ہے اور تحریر گمنام کے نظر پر ہوتی ہے اور نام لکھنا اور نہ لکھنا برابر ہے۔ باقی آپ نے جو تحریر کی نسبت جو چند حرف فرمائے ان کے جواب میں مختصر کیفیت

آپ کے سوال کے اور اپنے جواب کے اہل انصاف کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں اور انصاف کا طالب ہوتا ہوں، سوال سامی بحیثیت مقصود دو امروں کو متضمن تھا۔ اول جناب نے بڑے جوش و خروش سے دعویٰ حقیقت اپنے اصول ثلثہ کا فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ یہ اصول عقلاً و نقلاً ثابت ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی مثبت حقیقت اصول مذکورہ آپ نے بیان نہیں فرمائے تھے پھر باوجود اس کے یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اگر کوئی صاحب ہماری شرائط کو رد کریں تو محض لانسلم کہہ کر ٹال دیں اور یہ حضرت کے مناظرہ دانی تھے کہ دعویٰ بلا دلیل لکھیں اور خصم سے اس کی تردید میں دلائل کے طالب ہوں جب آپ مدعی حقیقت اصول ثلثہ تھے تو آپ پر واجب تھا کہ اول ان کو دلائل عقلیہ نقلیہ سے ثابت فرماتے اور بعد اس کے خصم کو کہتے کہ محض لانسلم کہہ کر ٹال دیں پھر ان کے جواب میں آپ کا خصم آپ کے دلائل پر حسب قواعد مناظرہ نقض یا معارضہ پیش کرتا بلکہ جب آپ کا خصم مانع ہے تو وہ بعض مقدمات کی نسبت حسب قاعدہ لانسلم بھی کہہ سکتا تھا۔ پس آپ کو اپنے رتبہ کی اور اپنے مجیب کے منصب کی خبر نہیں لیکن بایں ہمہ آپ نے دعوے خود ہی بلا دلیل ذکر کیا اور خلاف منصب بے محل واویلا شروع کر دیا۔ یہ حضرت کے انصاف اور مناظرہ دانی کا مقتضا تھا۔ اس لئے ہم کو اس کی کچھ شکایت نہیں

امر دوم آپ نے علماء اہل سنت سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے اصول موضوعہ کو دلائل عقلیہ سے اور دلائل نقلیہ سے ثابت کریں۔ علاوہ اس کے اس کے ذیل میں آپ نے کچھ مطاعن خلفاء رضی اللہ عنہم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ذکر کئے اور باقی ماندہ بخار غیظ صاحب تحفہ و منتہی الکلام و ہدیہ و ہدایہ کی تغلیط میں نکالا۔ چونکہ آپ محض سائل ہی نہ تھے بلکہ اولاً مدعی اور ثانیاً سائل تھے تو حسب قاعدہ آپ پر واجب تھا کہ اپنے دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرنے بعد اس کے اہل سنت سے ان کے اصول پر دلائل ثبتہ کے طالب ہونے کا آپ کو منصب حاصل ہوتا بر خلاف اس کے آپ نے اپنے دعویٰ کو اپنے زعم میں بدیہی الثبوت تصور فرما کر اور مسلمات خصم سے سمجھ کر بلا دلیل ذکر فرمایا اور خصم سے اس کے اصول پر دلائل کے خواہاں ہوئے تو ظاہر ہے کہ آپ کا خصم آپ کے ایسے کب اٹھے گا اور آپ سے ضرور دلائل ثبتہ اصول ثلثہ کی نسبت گھوگیر ہوگا۔ یہ تو تحریر سامی کی کیفیت تھی۔ اب بندہ کے جواب کی کیفیت اہل انصاف سنیں کہ بندہ نے اول آپ سے آپ کے اس دعویٰ کا جو شروع تحریر میں بلا دلیل فرمایا تھا اثبات چاہا اور ثبوت اصول ثلثہ کے دلائل طلب کئے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بعد

اس کے محض تبرعاً بپاس خاطر سامی آپ کی روایات مسلمہ سے آپ کے اصول مذہب کو باطل کیا جو اہل سنت کے بزعم جناب اصول موضوعہ کے ثبوت کے لئے ایک بہت بڑی قوی دلیل تھی۔ بعد اس کے اصول اہل سنت کا ذکر کیا اور باتباع سامی تفصیل دلائل سے اغماض کیا۔ لیکن بطور تنبیہ و الزام ان کے ثبوت کا سوا مجملاً اقوال و افعال حضرات ائمہ کرام رضی اللہ عنہم پر کہ کے تفصیل اقوال و افعال کو وقت تفصیل دلائل و ثبتہ اصول ثلثہ سامی پر منحصر رکھا کہ تفصیلی ذکر اقوال و افعال کا موقع اس وقت ہوگا جب کہ جناب اپنے اصول مسلمہ کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ ایک دلیل مثبت اصول اہل حق حضرت کے اصول کے بطلان سے پیدا ہو ہی چکی تھی پھر مختصراً آپ کے مطاعن کا جواب دے کر الزاماً چند مفاسد مذہب سامی لکھے۔ پھر صاحب تحفہ و منتہی الکلام کی تغلیط کا ابطال لکھ کر آپ کو آپ کے علماء کے اغلاط پر متنبہ کیا۔ اب ہم کچھ نہیں عرض کرتے آپ بھی بزعم خود مصنف ہیں اب آپ جو چاہیں فرمائیں چاہے اس کو اپنے دل میں واقعی جواب تصور فرمائیں اور چاہے مناظرہ کے ہتھکنڈے بتائیں اور چاہے گریز فرمائیں۔

قول: مگر تعجب ہے کہ حضرت نے اپنا نام سامی کیوں نہ تحریر فرمایا۔ تقیۃً تو شاید ان کے نزدیک علامت نفاق ہو یہ بھی شان پروردگار و حجت کردگار ہے کہ باوجودیکہ یہ حضرات تقیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان فرماتے ہیں پھر ایسے خسیف امور میں تقیہ کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، صاحب تحفہ جو اس فن میں اپنے اہل مذہب میں وحید عصر تھے اور مناظرین جمہور اہلسنت اس مناظرہ میں ان کے مقلد ہیں بایں ہمہ تحفہ میں اپنا نام لکھنے میں وہ بھی تو یہ جواز قسم تقیہ ہی فرماتے ہیں، چنانچہ ازالۃ الخفا کے خاتمۃ الطبع میں مولوی محمد احسن صاحب صدیقی فرماتے ہیں کتاب ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء تصنیف عالم ربانی جنید زمانی محمد اسمٰعیل بخاری ثانی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی است و آنچہ بعض کسانرا از عبارت تحفہ اثنا عشریہ الخ۔

بحث تقیہ

اقول: اے حضرت مجیب نے اس جگہ تقیہ کا ذکر فرمایا اور ہم کو عدم تحریر نام کی نسبت الزام دیا کر باوجودیکہ یہ حضرت تقیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان کہتے ہیں [illegible]

کے مرتکب ہوتے ہیں کہ اپنی تحریروں میں تقیہ کرتے ہیں اور نام نہیں لکھتے یا لکھتے ہیں تو رمزاً لکھتے ہیں جواز جنس تقیہ ہے۔ حضرت مجیب کے اس تمام تفصیل و تطویل سے اہل علم و فہم سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت کو نہ حقیقت تقیہ سے واقفیت ہے نہ محل نزاع کی خبر ہے نہ اہلسنت کا مذہب معلوم۔ پھر نہ اپنا مذہب جانتے ہیں اس لئے ضروری ہوا کہ ہم مختصراً اس جگہ تقیہ کا ذکر کریں اور حضرت مجیب کے کمال علمی اور مناظرہ دقیق اور انصاف کو آشکار کریں اول تو یہ ہی سہو و غلط ہے جو اہل سنت کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ وہ مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان کہتے ہیں اور یہ بلسنت ہر مخلص افترا و بہتان ہے ہم عدم تحریر کا دعوا تو تقیہ محرمہ میں داخل کریں اور سہو کا طرفہ ماجرا ہے میرے سامنے بہت علماء ہیں کہ ان کو مخلصوں سے تقیہ سے مناظرہ کا شوق رہا اور کتب مناظرہ کے حاشیوں میں اشارہ کر دیا ہے بتلاؤں تو سہی کہیں انھوں نے لکھا ہے کہ اہلسنت نے مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان لکھا ہے یا کہیں یہ لکھا ہے کہ تقیہ ترک کرنا تقیہ ہے یا ناحق لکھنا یا غیر مفہوم نا لکھنا یہ جنس تقیہ ہے اور اس کا ثبوت ان کی روایت معتبرہ اہلسنت سے ملا ہے۔ افسوس ہے مولانا صاحب مناظر ہوئے فرمائیں اور اس کا ثبوت نہ دیں۔ اگر افسوس ہو سکتا ہے مولانا صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ کو بھی کہوں کو دیکھا ہوگا اس میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھا ہے ہیں اگر آپ نے اس کو حضرت مجیب تحفہ کا مطالعہ فرمایا ہوتا تو یہ خیر اس حرج چشم انصاف نہ کرتے اور یہ نہ فرماتے جناب مولانا صاحب اس تقیہ کو بھی اہلسنت حرام اور منافقوں کا نشان بتاتے ہیں اور تقیہ کرتے ہیں علماء شیعہ جن کی پہلے ان میں یہ خرابیاں فرماتے ہیں

[illegible]

شیعہ کے حوالہ سے تقیہ کے واقعات

[illegible]

قابل اعتماد ہو لیکن اور کہیں نہیں تو بلاد المومنین ایران ہی میں فرما کر اظہار دعوت حق
فرماتے۔ جہاں لاکھوں مخلصین آپ کے فدائی ہیں اور جانبازی کے لئے تیار و مستعد بیٹھے ہیں
مگر یہ کہ یہ مذہبی اسرار میں سے ہے جس کی دریافت حقیقت سے عقول مومنین کوتاہ و قاصر
ہیں۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم و لاحول ولا قوۃ۔ اس تقیہ کا ابطال
آیات قرآنی و احادیث نبوی و قصص انبیا سابقین اور اقوال و افعال جناب ائمہ کرام رضوان اللہ
علیہم سے مثل آفتاب روشن ثابت ہے آیات قرآنی سے ایک آیت مع اس تفسیر کے
جو مفسر صافی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے ملتقطا نقل کرتا ہوں ناظرین اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں

ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی
انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا
مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن
ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا
فاولٰئک مأوٰھم جھنم وساءت
مصیرا الا المستضعفین من الرجال
والنساء والولدان لا یستطیعون
حیلۃ ولا یھتدون سبیلا فاولٰئک
عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ
عفوا غفورا۔

جو لوگ ترک ہجرت اور موافقت کفار کے
سبب اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں فرشتے ان کی
جان نکالتے وقت زجر و توبیخ کے طور سے پوچھتے
ہیں کہ کس امور دین میں تم گرفتار حال تھے
تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اس وقت مقہور و مضطر
تھے یعنی جاہلے مکہ و دیار میں جو شرک و کفر
تھا اس کے سبب ہم نے اپنی قوت اور طاقت کفار کے سبب
ہم کو ہجرت اور ترک وطن پر یارا نہ تھا فرشتے ان پر
ہجرت نہ کرنے سے کہتے تھے کہ کیا تم کو خدا کی
زمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کرتے اور اپنے
دین کی حفاظت کرتے پس ایسے لوگوں کا ٹھکانہ
جہنم ہے اور یہ بہت بری بازگشت ہے لیکن
جو ایسے ضعفا ہیں کہ نہ تو ہجرت کی طاقت رکھتے ہیں
اور نہ راہ ہجرت سے واقف ہیں اور نہ کوئی
ان کی مدد کرتا ہے اور نہ ہجرت کی طرف
ان کی رہنمائی کرتا ہے امید ہے کہ خدا ایسے
لوگوں کو معاف کر دے گا اور خدا بہت معاف
کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

دلالۃ علی وجوب الھجرۃ من
موضع لا یتمکن الرجل فیہ من اقامۃ
دینہ۔ وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من فر بدینہ من ارض الی
ارض وان کان شبرا من الارض استوجب
الجنۃ وکان رفیق ابراھیم و محمد
الخلیل صلوات اللہ علیھما۔

دوزخ ہے اور یہ بہت بری بازگشت ہے لیکن
جو ایسے ضعفا ہیں کہ نہ تو ہجرت کی طاقت رکھتے ہیں
اور نہ راہ ہجرت سے واقف ہیں اور نہ کوئی
ان کی مدد کرتا ہے اور نہ ہجرت کی طرف
ان کی رہنمائی کرتا ہے امید ہے کہ خدا ایسے
لوگوں کو معاف کر دے گا اور خدا بہت معاف
کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

ہی انصاف اس آیت شریف کو اس کی تفسیر کو مع آیات ثلاث متقدمہ کے ملاحظہ فرمائیں
اور حقیقت تقیہ پر واقف و مطلع حاصل کریں کہ کہاں اس بلا سے بچنے کی گنجائش ہے اور
اس تفسیر سے بہت سے عقدہ حل ہو سکتے ہیں لیکن خوف طوالت اس قدر لکھنے پر اکتفا کرتے اور
مطالبین مستبصر کو اوثان عاطفہ ناظرین پر حوالہ کرتے ہوئے آگے چلتا ہوں

احادیث نبوی سنیں علامہ باقر مجلسی جلد اول حق الیقین میں نقل کرتے ہیں

ابن بابویہ عن محمد بن جمہور العمی
رفعہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا ظھرت البدع فی امتی
فلیظھر العالم علمہ فان لم یفعل فعلیہ
لعنۃ اللہ۔ وفی عن عبد اللہ بن سنان
ومحمد بن مسلم عن طائفۃ من اصحابنا
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
علماء امتی یعدلون بانبیاء
کلعنۃ کل دابۃ حتی الدواب
القصص۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب بدعتیں
ظاہر ہوں اور فتنے ظاہر ہوں تو عالم کو چاہیے کہ اپنا علم
ظاہر کرے پس اگر ایسا نہ کرے تو اس پر لعنت ہو فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ میری امت کے
علماء انبیاء کے برابر ہیں ہر دابہ پر لعنت ہے
یہاں تک کہ چوپائے پر بھی

تحریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد ماسوائے مواقع تقیہ کے ہے وہ بروئے عقل و انصاف ہرگز قابل قبول نہیں۔ اقوال و افعال ائمہ کی تفصیل نقل موجب تطویل ہے اس لئے اس میں سے قدر قلیل کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ بہت سے اقوال مبطل تقیہ نہج البلاغہ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں ان میں سے جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ایک قول جو نہج البلاغہ میں شریف رضی نے نقل کیا ہے لکھتا ہوں۔

ومن کلام لہ علیہ السلام لما عزموا علی بیعۃ عثمان لقد علمتم انی احق بھا من غیری وواللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیھا جور الا علی خاصۃ	جب لوگوں نے عثمانؓ کی بیعت کا قصد کیا تو اس وقت جو کچھ جناب امیر نے فرمایا اس میں سے یہ کلام ہے تم جان چکے ہو کہ میں اپنے غیر کی بہ نسبت احق بالخلافت ہوں خدا کی قسم میں تسلیم کروں گا دوسرے کی خلافت کو جب تک کہ مسلمانوں کے امور میں خلل نہ پڑے گا اور نہ ہوگا اس میں کسی پر ظلم سوائے میرے نفس خاص کے

اس قول سے صاف ثابت ہے کہ جناب نے تسلیم و انقیاد فعلیہ کا اسی وقت تک قبول کرنا ہے جب تک کہ مسلمانوں کے امور سلامت ہیں اور سوائے ذات خاص جناب کے کسی پر ظلم و جور نہ ہو اور جب یہ ہوگا یعنی مسلمانوں کے حقوق ضائع ہوں گے اور ان پر جور ہوگا تو پھر یہ تسلیم و انقیاد نہ رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمیشہ شیر و شکر رہے۔ کبھی مخالفت نہیں فرمائی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ فرمانبرداری اور مدارات و فرمائی اول ہر طرح فضائل فرمائی یہاں تک کہ آخر کار قتل و قتال سے بھی دریغ نہیں فرمایا اگرچہ کامیاب نہ ہوئے اور فتنہ فرو نہ ہوا۔ غرضیکہ یہ قول اور یہ فعل حضرت رضی اللہ عنہ کا سراسر مبطل تقیہ ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مناقشہ نہ فرمایا لیکن یزید جو آپ سے صرف بیعت کا ہی خواستگار تھا آپ نے ہرگز اس کی بیعت کرنا قبول نہ فرمایا اور اپنی قلت اور اس کی فوج کی کثرت سے ذرہ برابر نہ ڈرا اور اپنے آپ کو اور جوانان اہل بیت کو طعمۂ تیغ بے دریغ کر کے شربت شہادت نوش فرمایا اور شیعہ کے ایک فرقہ مذہبی کو جو تقیہ سے ریجا و بنیاد ہے انکار دیا۔ یہ مقام استقصا دی ہے اور لوگوں کا جی اندیشہ سے اس لئے جو بسط و تخصیص سے بحث نہیں کر سکتے۔

فاضل یہ تشریح ہے جو مختلف فیہا میں اہل تشیع کا ہی سنت حسنہ اور مناقشہ

کا شان کہتے ہیں نہ توریہ و معاریض کجا توریہ اور کجا تقیہ جو۔ کجا ریسمان و کجا آسمان۔

اہل سنت کے یہاں اکثر غزوات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توریہ منقول ہے اور توریہ میں امر ذو معنیین و ذو جہتین یعنی مرجع ابہام مقصود اور ابہام خلاف مقصود کے استعمال کیا جاتا ہے اور نام نہ لکھنا تو توریہ بھی نہیں ہے چہ جائیکہ تقیہ محرمہ ہو پس حضرت مجیب جیسے مدعی انصاف سے نہایت استعجاب ہے کہ ایک دفتر لایعنی لکھ ڈالا اور یہ خیال نہ فرمایا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور یہ نہ سوچا کہ میں انصاف کا دعویٰ بھی اسی تحریر میں کر چکا ہوں۔ اگر کوئی ان دونوں باتوں کو جمع کرے گا تو کیا کہے گا۔ پھر اب ہم ان تحقیقات پر اپنے مجیب لبیب سے کیا انصاف کی امید رکھیں۔ اگرچہ توریہ میں بکیفیت مجواز ضرورت و عدم ضرورت دونوں مساوی ہیں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اس پر شاہد ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ میں اپنا مشہور نام کیوں نہیں لکھا!

مقدمہ تحفہ کے دیباچہ میں جو حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے توریۃً اپنا غیر مشہور نام تحریر فرمایا۔ علاوہ اور مصالح کے ایک یہ بڑی ضرورت اس طرف داعی تھی کہ اس زمانہ میں شیعہ کا نہایت زور تھا اکثر بڑی بڑی فوجی منصب دار و رئیس متعصب شیعہ تھے چنانچہ تقریباً اسی زمانہ میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ بدون اس کے کہ کوئی گناہ مستوجب قتل ان سے سرزد ہوا ہو بے گناہ ان کے دست تعدی سے طعمۂ ننگ اہل ہو کر شربت شہادت نوش فرما چکے تھے اور اس کا کچھ تدارک و انتقام نہ ہوا تھا تو ایسے طوفان بے تمیزی کے وقت میں اگر یہ کتاب حضرت شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوتی تو وقوع فتنہ قتل و قتال کا بالیقین تھا اور اس فتنہ کی آتش کا شرارہ صدہا خاندان کو خاک سیاہ کرتا۔ اور بعض اوباش اسی زمانہ میں بارادہ فاسدہ حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں بھی آئے لیکن حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے محفوظ رکھا اور ان کے شر کو دفع کیا یہ قصہ بہت پرانا نہیں ہے اگر آپ تحقیق فرمائیں گے تو معلوم ہو جائے گا یوں ہی بے تحقیق اعتراض کرنا آپ کے ادعا کے انصاف پر زیبا نہیں ہے۔ اور انگریزی عملداری اور انتظام کو بلحاظ اس زمانہ کے اس وقت کو انتظامی امور میں خیال کرنا سراسر خلاف عقل ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ ابتدا عملداری و تسلط کا تھا اس وقت جس قدر مدارات و مراعات و اغماض ہوتے تھے اس وقت اس کا

نام و نشان بھی نہیں بلکہ جو حقیقت قبل ازیں تھی وہ بھی اس وقت نہیں ہر شخص جانتا ہے کہ انگریزی تسلط تدریجی ہوتا ہے آج کچھ ہے کل کچھ۔ پس جن دو زمانوں میں تقریباً سو برس کا فصل واقع ہو گیا ہو۔ ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کر کے ایک حکم کرنا کس قدر بعید از عقل و انصاف ہے اور بندہ نے جو اپنا نام نہیں لکھا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ تحریر سابق میرے پاس بالواسطہ آئی تھی۔ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ پیر جی صاحب نے پیرایہ مناظرہ کا کیوں کر رکھا ہے اپنی ہی طرف سے اپنے علماء سے لے کر جواب دیتے ہیں یا وہ ہی جواب بعینہٖ پیش کر دیتے ہیں اور نہ بندہ کو اس شرط کی اطلاع دی گئی تھی کہ اگر تحریر میں کسی کا نام نہ ہوگا تو آپ اس تحریر کو قبول نہ فرمائیں گے اور کچھ نام آوری ہی مقصود نہ تھی تو میں نے خیال کیا کہ جواب عاری از نام پیر جی صاحب سلمہٗ کی خدمت میں بھیج دوں پھر آگے ان کو اختیار ہے یہ جواب پیش کریں یا نہ کریں اور اگر پیش کریں تو خود جس طرح مناسب سمجھیں پیش کریں گے تو فی الحقیقت مجھ سے سائل پیر جی صاحب سلمہٗ اور مولوی ابو الطیب عفر لہ تھے اور ان کو اس امر کی اطلاع تھی کہ یہ تحریر اس عاجز کی ہے تو اس صورت میں نام نہ لکھنا نہ تو ریہ ہے نہ تلبیس۔ اصل وجہ جو کچھ تھی عرض کر دی۔ اگر آپ کو اس میں شک ہو تو پیر جی صاحب سے دریافت فرمائیں۔ اب آپ اس کو چاہیں تو ریہ فرمائیں یا تلبیس بنائیں آپ کے الطاف اوغانی کے سب شایان شان ہے

قولہ: اگرچہ شفیق کا وعدہ یہ تھا کہ مجیب کا نام ضرور ہو گا جب اسی شرط پر مجھ سے تحریر لکھوایا تھا اور یہ اقرار تھا کہ اگر مجیب اپنا نام نہ لکھیں تو تو جواب نہ لکھنا مگر اب وہ بھی حیران ہیں اور کہتے ہیں کہ خیر گو یہ وعدہ وفا نہ ہوا مگر تو میری ہی خاطر سے جواب لکھ دے

اقول: پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ آپ کے شفیق نے یا کسی نے مجھ کو آپ کی اس شرط کی اطلاع نہیں فرمائی و نہ تحریر لکھنے میں کچھ تامل اور کچھ دریغ نہ تھا پھر یہ جو میرے صاحب فرماتے ہیں کہ میرے شفیق بھی چند موجہ حیرت میں گرفتار ہو گئے اور عدم وفاء وعدہ کو تسلیم کر کے جواب الجواب کے ملتمس ہوئے مجھ سراسر لغو ہے۔ اور اپنے شفیق سے دریافت فرمایا ہوتا کہ آپ نے بشرط مقررہ کی مخالف جواب کو اطلاع دی ہے یا نہیں جب اس کے جواب میں وہ یہ فرماتے کہ میں نے اس شرط کی اس کو اطلاع دی ہے تو آپ سے دریافت فرمایا ہوتا کہ اس نے نام لکھنے سے انکار کیا ہے کیونکر احتمال ہے کہ کاتب لکھنا بھول گیا ہو اور اگر وہ یہ فرماتے کہ میں نے اس شرط کی اس کو اطلاع نہیں دی تھی تو آپ نے فرمایا ہوتا کہ اس تحریر کو واپس

بھیج دیا جائے تاکہ وہ یا نام لکھے یا انکار کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ تھا تو بذریعہ ایک کارڈ کے آپ کے شفیق دریافت فرما سکتے تھے کہ نام کیوں نہیں لکھا اور عجب نہیں کہ میں ان کو عاشیہ تحریر پر اپنا نام لکھنے کی اجازت لکھ بھیجتا یہ موقع ہر گز نہ آپ کے انکار کا تھا نہ ان کے مبتلائے حیرت ہونے کا اور اصرار کا۔ لیکن اس الطاف اوغانی کا مقتضا یہ ہے کہ بدون تحقیق بالتفتیش اس پر تلبیس کا حکم لگا دیا اور اس اوغان و یقین کے ساتھ گویا مخبر صادق نے خبر دی یا وحی نازل ہوئی۔

قولہ: اگرچہ حضرت مجیب کمال علم و فضل کے مدعی نہیں حتی کہ امتحان دینے کو مستعد ہیں

اقول: میں یہ چیدن و پیچکارہ مگر مدعی اپنے علم و فضل کا نہیں ہوں بلکہ تمام خاندان میں اس مرض نفساق کا نام و نشان نہیں لیکن ان کمالات بشر حمایت سلمہ ربہ خالقین کی تکفیر کلی کے لئے علم بھی ہو جاتا ہوں اور یہاں یہ ایسا ہی امر ہے جیسا کہ جہاد کفار کے وقت پیشہ ور غازیوں سے اور حج بیت اللہ کے امتحان لینے کے قصد سے حجاج کمال علم و فضل مستفسار فرمانا ہے یہ محض خوش فہمی سے ناشی ہے کیونکہ جس امتحان کے لئے مامور کیا گیا تھا اس کے واسطے کمال علم و فضل کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وہ دریافت فرمائیں کہ آپ کو کون مصنف سے و کہاں مصنف کی تصنیفات کیا ہیں اس کے لئے کمال علم و فضل کی ضرورت نہیں ہے پس دعوی کا مدعا نہ ہونا بحمد اللہ تعالیٰ کمال علم و فضل سائل کی قابلیت سے ہویدا فرماتے ہیں کہ کیسے عالم ہیں جو یہ نہیں جانتے سو بفضلہ تعالیٰ اس دعوی میں بھی حضرت عالی مخاطب ہو چکا ہے

قولہ: اور البتہ یہ بڑی کروفر سے میدان مناظرہ میں قدم رکھتے ہیں

اقول: یہ کچھ ہمارے شفیق و مکرم ہی کی بات نہیں ہے تمام بندہ ہائے خدا کی یہی روش ہے اور مقتضائے بشریت کا یہی ہے کہ اس سلسلہ کا کسی مقدمہ سے تحریر کرنا خواہ اپنے جواب میں تو آپ نے بھی یہی کروفر دکھایا ہے

قولہ: اگر مصنف خود یہیں سے ثابت ہے کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ بھی تحریر نہ فرمایا اور شفیق و مکرم ہی کے ذمہ رہا کہ کسی بات کا تعرض نہ کیا

اقول: یہ مصنف کے ذمہ کی خوبی ہے جو آپ یہ لکھتے ہیں کہ میں نے سوال سے جواب میں کچھ بھی تحریر نہ فرمایا اور شفیق و مکرم ہی کے ذمہ رہا کہ کسی بات کا تعرض نہ کیا

تردید اصل جواب

بحث آلہ کی تقدیم اصحابہ پر

ہو گیا ہے جو اوپر کو مقتضی ہے اور علت تقدیر جو ذکر کی ہے وہ مقتضی وجوب کو ہی فرماتے ہیں تاکہ زبان ساتھ قلب و جنان کے موافق ہو جائے زبان کا قلب کے ساتھ مطابق ہونا ضروریات دین سے ہے اور عدم توافق نفاق ہے۔

بہرتقدیر اوّل میر صاحب کو ثابت فرمانا چاہیئے کہ مصنف بادا و ترتیب رہی کو مستلزم ہے سو اس کو ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہر کتے ہیں کہ وہ محض جمعیت فی الکلام کو مفید ہے چنانچہ وانفلان قبل عمرو جانتے ہیں کہ کلام افصحا میں بھی تمثیل اعالی سے اسافل کی طرف ہوتا ہے اور کاہے کو ترقی اسافل سے اعالی کی جانب کی جاتی ہے قرآن شریف کی مواضع متعددہ میں حق تعالیٰ نے بنیاد درس کا ذکر فرمایا ہے جو آپ کے اس دعوی کو مبطل ہے آیہ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اخر چند آیات تک پڑھ جائے اور گر یاد ہو تو سن سنائی سے پڑھوا دیجئے یا قرآن میں دیکھ کر پڑھ لیجئے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر سپارہ میں مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ الخ پڑھ دیجئے۔

خطبہ میں صحابہؓ کا ذکر نہ کرنا شیعہ کا شعار ہے

ثانیاً ہو سکتے ہیں کہ لفظ آل صحاب کو بھی شامل ہے اور اس کے مغائر و مقابل نہیں اور کچھ ضرور نہیں تھی کہ لفظ اصحاب ذکر کیا جاتا لیکن چونکہ کثرت مصنفین شیعہ نے بہ مقابلہ اہل بیت کے اصحاب کا ذکر خطبوں میں نہیں فرماتے اور شیعہ ان کا یہ معمول اس وجہ سے ہے کہ ان کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب میں سے کوئی شخص معصوم نہ تھا سوائے حضرات ائمہ کے اور تعداد سے بھی نہیں بچا پھر ان چند ایک میں بھی ولایت پر اتفاق کرتا ہو جناب قاضی صاحب شوستری کی مجالس المومنین میں بڑی تعداد ان فرشتے جن و پیشوائے اہل علم و دین کے صحابہ اور تابعین سے ہیں ان کے ساتھ اور ان کے متعلق اور ان کی روایت موجود ہے۔

قال کان حاضر جیسہ فرجع — تھا لیکن پھر لوٹ آیا فرمایا اگر یہ شخص ہوتا
قال ان اردت الذی لم یشک — جس کو کچھ شک نہ ہو اور جس کے کچھ دل میں
وہو یہ خلق شیئ فالمقصود — نہ داخل ہوا ہو تو مقصد (اسے)

علی الخصوص حضرات مخالف کے مذاق پر کہ انھوں نے تصریح فرمائی ہے کہ معصیت کبیرہ ہونے سے بالکل خارج کر دینی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کل صحابہ کا کبیرہ ہونا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خود اقوال و افعال صحابہ بلکہ خود صاحب تحفہ کی تحقیق سے ثابت نہیں ہوتا سورہ حجرات کے آخر کو ملاحظہ فرمایئے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ الخ اور اس سے صاف ثابت ہوا کہ معصیت کبیرہ کے بالکل خلاف ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جب کہ صحابہ کبیرہ کا مرتکب ہونا ثابت نہ ہوا تو شاید ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جب کہ صحابہ کبیرہ کا مرتکب ہونا ثابت نہ ہوا تو شاید اسی لئے مصنفین شیعہ نے لفظ صحابہ کو ترک فرمایا اور اہل سنت نے خیال کیا کہ اگر لفظ اصحاب کو ترک کرتے ہیں تو اس طرف مقصور ہے حالانکہ ایسا امر شنیع میں تسامح لازم آتا ہے تو بلفرض اگر وہی تو ہم خلاف مقصود و خلاف من التشیع بطور تخلیص بہ تیر کے لفظ اصحاب کو ذکر کیا

شاید فرق لفظ آل و اصحاب میں تغایر سے اور لفظ آل اصحاب کو شامل نہیں تو یہ امر اعتراض باطل ہے کیونکہ آل علیہ کو فضیلت حاصل ہے تو وہ افضل علی سے اور افضل کی اقتدار اقتدار مفضول جزئی کو مانع نہیں تو اس موقع پر تقدیر لفظ آل کا باعتبار افضل جزئی یعنی جزئیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقع ہوا ہے اعتراض ہذا کیا گیا ہے اور اس کی دلیل مدعا کی ثابت نہیں اس سے کہ دعوی ہو چکا ہے کہ لفظ اصحاب کو آل پر مقدم کرنا چاہیئے اور اس کی وجہ یہ ارشاد ہوئی ہو گی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل خلائق پر من حیث الثواب و درجہ تفضیل شیخین کو ہے اور ظاہر ہے کہ تفضیل شیخین مستلزم تفضیل جمیع اصحاب نہیں ہے تو اگر لفظ اصحاب کو آل پر مقدم کیا جاتا تو موافق اس دعوی کے ہو جاتا ہے کہ جمیع اصحاب افضل ہوں اور شاید علامات ایسا اعتقاد رکھتے ہوں تحقیق میں ثابت ہے کہ اکثر اصحاب حضرت ہیں کہ جناب رسالت مآب سے ان کو ایسی محبت تھی کہ اس کے ساتھ کسی کی محبت نہ تھی اور اس کی تحقیق میں ہم نے اپنی کتاب [illegible]

اصحاب کا بھی ذکر کیا گیا ہے، غایۃ مافی الباب آپ اصحاب سے وہی اصحاب سمجھیں گے جن کو برخلاف نصوص روایات صحیحہ اپنی سمجھ سے کرار، عناد قرار رکھا ہے اس جوش و خروش سے صفحہ قرطاس پر ہیں تو اپنے جمہور علماء مصنفین پر جو لفظ کفار و ضد شاتم لفظ آل نبی پر اکثر فرماتے ہیں اور گویا اصحاب کے ذکر کے خطبوں میں صلوٰۃ و سلام کے لئے قرطاس رکھی ہے کیا کچھ قول نہیں کیا ہوگا اگر حضرات شیعہ تو صرف آل کا ہی ذکر فرماتے ہیں اور اصل سلسلہ سے بھیجے جاتے ہیں اور اصحاب شاید اس خیال سے کہ مبادا کوئی اسی قسم کی تراشہ سے ذکر اصحاب کو ترک فرما دیتے ہیں اور اصل تنقیحین اگر کہیں اہل سنت میں چھپتے اور وہ اس تصانیف کا تتبع ہو یا ان مجالس میں کوئی کتاب مائیلنے کی تو یہ اصحاب کا نام ہی نہ لیتے ہیں پس جا سے حضرت کتب اصحاب فرماتے ہیں تو بھی کسی روایت میں اصحاب پر درود یا صلوٰۃ و سلام بھیجنے کی روایت نہ ملے یا کسی نے ائمہ میں سے خطبات و تحریروں میں اصحاب پر صلوٰۃ و سلام کی نہایت فرمائی ہے ہمیں کی تو ہے حضرات نے یہ ہمہ موافق بالمخالف ہے تو لے

صحیحہ کا مرکز اور ہدایت میں ہیں چنانچہ ہے

انہ لم یصل علی احد قط الا صلی علی ابی بکر و عمر

نہ صلوٰۃ پڑھی کسی پر کبھی مگر پڑھی ابوبکر و عمر پر بھی

فرمائیے اس صحیحہ میں ملاحظہ فرمائیے کہ اگر کوئی شخص کسی اصحاب کبار پر صلوٰۃ و سلام نہ بھی پڑھے تو اس کی نماز و صوم میں کوئی خلل نہیں آتا ہے آپ کے نزدیک ہر مقام پر اصحاب کا نام لینا ہی صلوٰۃ و سلام ہے اس لئے اس حدیث کو اپنی سمجھ کے موافق بنا سکتا ہے ہر اصحاب نے اپنی زبان سے اپنے متعلق حال اصحاب و اصحاب میں ہر خلاف واقع و روایت کر دی ہے اس سے اپنا مدعا ثابت کر لیا

زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنا خلاف شیعہ ہے

ہوئی [illegible] اصحاب [illegible] سے [illegible] ہوا [illegible] سے [illegible] اصحاب [illegible] سے [illegible]

کرتے ہیں

انکم علی دین من کتمہ — تو اپنے دین پر ہے جو شخص اس کو چھپا دے گا

اعزاہ اللہ ومن فاجاہ اذلہ اللہ — اللہ تعالیٰ اس کو عزت دے گا اور جو شخص اس کو ظاہر کرے گا

ذلیل کرے گا

پس جب اپنی سمجھ کی یہ حالت ہے تو ان کذاب و بہتان سے موافق ہونا مخالف شریعت اور مخرج قرار پایا اور زبان کا دل سے مخالف ہونا اصول دین سے ہمارا مگر یہ کہ حالت تقیہ ہو تقیہ کو ہمارے علماء نے [illegible] بتایا ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible]

علیہ السلام انہ روی عن ابائک
علیہ السلام انہم نھوا عن الکلام
فی الدین وتاول مواید المتکلمون
بانہ انما نھی من لا یحسن ان
یتکلم فیہ فاما من یحسن ان یتکلم فیہ
فلم ینھہ فھل لذلک کما تاولوہ او زیادۃ
فکتب علیہ السلام المحسن وغیر
المحسن لا یتکلم فیہ فان اللہ کیف
من فعلہ عن کاشف انت عن

نقل کرتے ہیں کہ آپ کے آباء علیہم السلام سے مروی ہے کہ
انہوں نے دین میں کلام کرنے کی ممانعت فرمائی ہے
اس میں آپ کے ان غلاموں نے جو کلام کرتے ہیں
یہ تاویل کی ہے کہ یہ ممانعت ان لوگوں کے واسطے ہے
جو اچھی طرح مناظرہ نہیں کر سکتے اور جو لوگ کہ مناظرہ کرتے ہیں
مثلاً آپ اور آپ کے شیعہ تو ان کو منع نہیں ہے ان کے لئے
ممانعت نہیں کی ہے تو کیا یوں ہی ہے جس طرح
انہوں نے تاویل کی ہے حضرت علیہ السلام نے اس
کے جواب میں لکھا خوب کلام کرنے والا اور خوب

حرام کرتے ہیں کوئی دین میں کلام نہ کرے کیونکہ اس کے منع سے اس کا گناہ بڑھتا ہے
اور ظاہر ہے کہ جس منافق شاذ کلام مجید میں شراب و قمار کی نسبت ارشاد فرماتا ہے

یسئلونک عن الخمر والمیسر
قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس
واثمھما اکبر من نفعھما

یہ پوچھتے ہیں تجھ سے شراب اور جوئے کو تو کہہ
ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے فائدے ہیں
اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے

تو حضرت امام نے بھی آیت ارشاد فرمائی اور باب مخالفت کلام و گفتگو میں آیت کریمہ
شاہد فرما کر کہہ دیا کہ ان کو جو نہ شراب و قمار کے گناہوں اور ان کے نفع کے سے برابر حرام
قرار دیا۔

اکابر شیعہ نے مذہب کے چھپانے میں امام کی اطاعت نہ کی

اگر اس بات میں چشم دید روایات منقول ہوں تو ہمیں علامہ مجلسی بحار الانوار کے
چھٹے باب کا ان حصوں میں جو بعنوان روایت کتمی ہیں ان میں سے چند روایات تشریح
طلب ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

[illegible]

یا معلی اکتم امرنا ولا تذعہ فانہ من
اکتم امرنا ولم یذعہ اعزہ اللہ فی الدنیا
وجعلہ نورا بین عینیہ فی الاخرۃ
یقودہ الی الجنۃ یا معلی من اذاع
حدیثنا ولم یکتمہ اذاہ اللہ فی
الدنیا ونزع النور من بین عینیہ فی الاخرۃ
وجعلہ ظلمۃ یقودہ الی النار یا معلی
ان التقیۃ دینی ودین ابائی ولا دین
لمن لا تقیۃ لہ یا معلی ان التقیۃ یحب
ان یعبد اللہ بھا فی السر کما یحب ان یعبد
فی العلانیۃ یا معلی ان المذیع
لامرنا کالجاحد بہ۔

امر کو چھپائے اور اس کو پھیلائے نہیں۔ خدا
تعالیٰ اس کو دنیا میں عزت دے گا اور اس کو نور
اس کو نور بنا کر قیامت کے روز اس کی پیشانی میں رکھے گا
وہ نور اس کو جنت میں کھینچ لے جائے گا۔ اے معلی
جو شخص ہماری حدیث اڑا دے اور اس کو نہ چھپائے
کوئی نہ رکھے خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں خوار کرے گا اور
قیامت کو اس کی پیشانی سے نور کو سلب کرے گا اور اس
اٹھائے گا کہ اس کو ظلمت بنا دیگا جو اس کو دوزخ میں کھینچ
جائے گی۔ اے معلی تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا
دین ہے اور جس شخص میں تقیہ نہیں وہ دین سے بیزار
ہے۔ اے معلی خدا تعالیٰ کے نزدیک پوشیدہ عبادت بھی
میں کی پسندیدگی جیسا کہ اس کا علانیہ پر مستحق کرنا۔

اور یہ ہے معلی بن خنیس راوی حدیث باوجود امام کی اس ممانعت کے اظہار سے باز نہ آیا اور
امام کی مخالفت کی یہاں تک کہ قتل ہوا۔

قال الوحید [illegible]
حدیثنا فی حسنہ وصحیحۃ وغیرہ
فقیھۃ واخوہ رجالیۃ ومعلی الذی قتل
الصادق لمخالفتہ امرہ وامر ابیہ
وامر اخیہ [illegible]

سے معلی بن خنیس کو قتل کر دیا جو امام کے حکم
اس سے انکار کرتا رہا۔ فرمایا وحید نے حدیثنا
نے کہا ہے اس حدیث کو حسنہ و صحیحہ و غیرہ
حدیثنا فی حسنہ وصحیحۃ وغیرہ
فقیھۃ واخوہ رجالیۃ ومعلی الذی قتل
الصادق لمخالفتہ امرہ وامر ابیہ
وامر اخیہ [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

قيل عمد عن ابی بصير قال قلت لابی عبد الله ما لنا لا نخبرنا بما يكون كما كان علی يخبر اصحابه فقال لی والله ولكن هات حديثا واحدا حدثتكه فكتمته فقال ابو بصير فوالله ما وجدت حديثا واحدا كتمته۔

منیں کیا مگر اس نے دیدہ دانستہ ہمارے گے پر چھری پھیری، ابوبصیر سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیوں حضرت ہم میں ایسی کیا بات ہے کہ آپ ہم کو کیفیت حال کی خبر اس طرح نہیں دیتے جس طرح کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے دوستوں کو خبر دیا کرتے تھے قسم کھا کے فرمایا کیوں نہیں مگر ہاں ایک ایسی حدیث بیان کردی جو میں نے تجھ سے کہی ہو اور تو نے اس کو پوشیدہ رکھا ہو ابوبصیر کہتا ہے کہ واللہ مجھے کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس کو میں نے چھپایا ہو۔

غرض ان روایات سے اظہار معتقدات زمانہ تقیہ تک صاف حرام معلوم ہوتا ہے پھر باوجود اس کے حضرات شیعہ کے اکابر کا جو ہمزبان کے مخلص اصحاب اللہ تھے یہ حال ہے کہ امام کی نافرمانی کریں امام ان پر لعنت کرے پھر بھی اظہار سے باز نہ آویں۔

ظہور بدعات کے وقت سکوت کرنے والا ملعون ہے

اور ان ہی پر کیا منحصر ہے سماء مقبولین نے بھی تو امام بلافصل کے سر منڈانے میں اطاعت نہیں فرمائی تھی تو یہ کچھ نئی بات نہیں مگر تعجب تو یہ ہے کہ باوجود ان روایات کے یہ حضرات یہ روائتیں بھی فرماتے ہیں۔

عن محمد بن جمهور النخعی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فعلی العالم علمه فان لم یفعل فعلیه لعنة الله۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا جب میری امت میں بدعات کا ظہور ہو جائے تو عالم کو اپنا علم ظاہر کرنا ضروری ہے اگر نہ کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی (حوض)

پھر آپ فرمائیے کہ روایات مذہب کی رو سے زبان کا مخالف وجنان کے ساتھ موافق اور اخلاص سے دین سے بالخلاف ہونا اور زبان و دل کے ساتھ موافق کرنے سے دین سے خارج ہوتا ہے یا مخالف کرنے سے فاعلم و یا اولی الابصار۔

قال الفاضل المجیب: اقول: ماجعلنی اولا یک سوال تحریر مولوی فرزند حسین

صاحب اثنا عشری متعلق بحث امامت میری نظر سے گذرا، اگرچہ پہلے اس مسئلہ میں اور اس کے متعلقات میں طرفین سے دفاتر سیاہ ہو چکے ہیں اور ہنوز فیصلہ نہیں ہوا اور نہ جب تک قائد توفیق راہ ہدایت کی طرف کشاں کشاں لاوے اور عنایت خداوند تعالیٰ شانہ دستگیری فرمائے تب تک فیصلہ ممکن ہے۔

اقول: مجھ جیسے ہیچمدان کی نسبت لفظ مولوی تحریر فرمانا محض تواضع وعنایت سامی سے ممنون ہوں۔ واقع میں میں بیچارہ فارسی خواں ہوں ہرگز مولویت کی لیاقت نہیں رکھتا ہاں یہ ضرور ہے کہ ابتدا سن تمیز سے مناظر مذہبی کا شوق رہا ہے کسی قدر طرفین کی کتابیں دیکھی اور باتیں سنی ہیں۔ لفظ مولوی اپنے نام کے ساتھ لکھا جانا ایک قسم کی ہنسی و استہزا سمجھتا ہوں اس لیے آئندہ معافی کا خواہاں ہوں۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ: اگر آپ اپنے اس بیان میں سچے ہیں، اور آپ محض فارسی خواں ہیں اور عبارات عربیہ کو نہ سمجھ سکتے ہیں نہ ترجمہ کر سکتے ہیں، تو ضرور ہے کہ آپ اپنی تحریرات کے مواقع اعتراض وجواب میں جو عبارتیں اپنی بالخصوص کی کتب عربیہ سے نقل کرتے ہیں جن کا سمجھنا بجز استعداد علوم عربیہ کے نہیں ہو سکتا ان عبارات کی نقل اور ان سے استدلال کرنے میں اپنے مذہبی بھائیوں سے مدد لیتے ہوں گے اور آپ کے علماء کی اعانت واعداد اس میں آپ کے شامل حال ہوگی۔ چنانچہ اس قسم کی تحریرات حضرات شیعہ کے ہاں بذریعہ ممبئی ہوا کرتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں میرے مخاطب اور میرے مجیب ومعترض آپ مع اس قوت اور تائید برادران ایمانی اور اصدقاء روحانی کے ہوں گے جو شامل حال سامی ہے علی ہذا جس عنوان سے میں آپ کو تعبیر کروں آپ اس قوت کے ساتھ مل کر مصبر عنہ ہوں گے تو اگر میں نے لفظ مولوی آپ کے لیے اختراع کیا تو خلاف واقع اور بیجا نہیں کیا کیونکہ میرے مخاطب محض آپ ہی نہیں ہیں بلکہ آپ مع تقویت وتائید کے ہیں اور اس کے انضمام کے ساتھ بے شک آپ مولوی ہیں تو مجموعہ پر لفظ مولوی حمل کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ یہ تقویت وتائید عوارض خارجیہ سے ہے لیکن چونکہ بمنزلہ لوازم غیر منفک عن الذات ہے اس لیے اس کو وصف ذاتی سمجھ لیجئے پس اس کو محض توضیح اور عنایت پر محمول فرمانا محض تواضع وعنایت سے ممنون ہوں۔

قول: ہدایت کنندہ توفیق یزدانی نزدیک ہے مگر جب تک توفیق سے یہ توفیق یہاں تک

مسلب ہوگئی ہو کر فریق ثانی کی کتابوں کا دیکھنا ان سے ملنا جلنا ضرورتاً ان سے ملنا جلنا ضرورتاً ان کی کتابوں کا دیکھنا

صاحب شوستری نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے امام غزالی کے بیان میں نقل کیا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں اور انصاف سے فرمائیں کہ مستلزم جبر ہے یا نہیں الفاظ روایت یہ ہیں۔

العلم ان فع لیس بکسب ولا حیل	علم نافع کوشش اور کمائی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ
بل ھو نور یقذفہ اللہ فی قلوب	وہ نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے دلوں
اولیاء اللہ و بعد خیرا	میں ڈال دیتا ہے جب کہ ان کے ساتھ کسی قسم کی
	بھلائی کرنا چاہتا ہے

پھر اگر اس میں بھی تاویل کرکے اس کو جبر سے خارج کریں تو بندہ کی طرف سے بھی وہی تحمل کریں

قال الفاضل المجیب: لیکن جناب سائل نے اپنے اسلاف سے بڑھ کر قدم رکھا ہے

قول: تعجب ہے کہ شارح کلام میں یہ دو نفسی جیسے الفاظ اور ان کے جواب آئی باتوں سمجھے ہوئے اسلاف کے خلاف سمجھتے ہیں اور پھر سکوت کچھ جواب نہیں دیتے۔ بجائے آپ کی اس تحریر کے حیرت و تعجب انگیز ہے۔ کیونکہ آپ نے اسی تحریر میں باوجود ادعاء تہذیب کے کونسے دقیقہ و قرائق خلاف تہذیبی کا اٹھا نہیں رکھا فحش گالیوں تک دریغ نہیں فرمایا چنانچہ آئندہ جس جگہ ایسے کلمات آپ لکھیں گے اس جگہ اشارہ کیا جائے گا۔ پھر معلوم نہیں آپ نے تہذیب کس چیز کا نام رکھا ہے۔ مگر شاید آپ کے نزدیک گالیاں خلاف تہذیب نہ ہوں اور یہ کلمات خلاف تہذیب ہوں۔ پھر ہاں ہم اگر ان کلمات کو آپ کی طرف سے قلم سے نکلے ہیں مکروہ اور خلاف تہذیب خیال فرماتے ہیں تو بتلانے میں معاف نا رکھیں اور ممنون ہوں کہ اس کے جواب میں آپ نے سکوت فرمایا کیونکہ اس فن میں مجھ سے آپ کے ساتھ برابری نہ ہو سکے گی۔

قال الفاضل المجیب: قول: وہ یہ ہے کہ اپنی مسلمہ شرائط امامت کو تحریر فرما کر ان کی نسبت دعویٰ فرمایا ہے کہ یہ شرائط دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اس کے بعد لکھا ہے کہ جو صاحب جواب تحریر فرمادیں ان کو چاہیئے کہ اگر ہماری شرائط کو دلائل سے توڑ دیں تو محض لاشعور کہہ کر ٹال دیں بلکہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے رد فرمادیں۔

قول: اسلاف سے بڑھ کر قدم رکھنے کا سائلین سے جہالت کا نسبت کرنا جو یہ سبب تحریر فرمایا ہے سمجھ میں نہیں آتا یہ عبارت مجیب کی شرائط متعلقہ امامت ہی کو بجا سمجھتے ہیں اگر ان کا یہ خیال ہے تو ہم نے اس عبارت کو مع ان شرائط کے تحریر فرمادیں اب صاحب خود تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شرائط علماء شیعہ کی ہیں اس سے ظاہر ہے کہ یہ شرائط

صاحب کتاب سلوۃ الشیعہ وغیرہ سے ہے جس میں دلائل ثبوت ایمان ابی طالب کے ہیں

الزمانہ علی تحقیق ایمان ابی طالب۔

اب آپ غور فرمائیے کہ اس شخص کو امامیہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ غیر امامیہ کو امام کہنا شیعہ کے نزدیک ایسا ہی برا ہے جیسا غیر خدا کو خدا کہنا اور غیر رسول کو رسول کہنا تو معلوم نہیں اس قسم کے کلمات کو جو عموماً علماء کی نسبت کتب شیعہ میں بلا نکیر پائے جاتے ہیں ہمارے حضرات مخاطب کس قدر مستنکر اور مستہجن سمجھتے ہوں گے اور ان کے مؤلفین کو کس درجہ وزارتفسی اور بدتہذیبی سے مطعون فرماتے ہوں گے۔ حالانکہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ ان کلمات کا عشر عشیر بھی نہیں۔ باقی رہا یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ایسے الفاظ اور ان کے ترکی بہ ترکی جواب کو خلاف تہذیب سمجھتے ہیں اور بجز سکوت کچھ جواب نہیں دیتے۔ بجائے آپ کی اس تحریر کے حیرت و تعجب انگیز ہے۔ کیونکہ آپ نے اسی تحریر میں باوجود ادعاء تہذیب کے کونسے دقیقہ و قرائق خلاف تہذیبی کا اٹھا نہیں رکھا فحش گالیوں تک دریغ نہیں فرمایا چنانچہ آئندہ جس جگہ ایسے کلمات آپ لکھیں گے اس جگہ اشارہ کیا جائے گا۔ پھر معلوم نہیں آپ نے تہذیب کس چیز کا نام رکھا ہے۔ مگر شاید آپ کے نزدیک گالیاں خلاف تہذیب نہ ہوں اور یہ کلمات خلاف تہذیب ہوں۔ پھر ہاں ہم اگر ان کلمات کو آپ کی طرف سے قلم سے نکلے ہیں مکروہ اور خلاف تہذیب خیال فرماتے ہیں تو بتلانے میں معاف نا رکھیں اور ممنون ہوں کہ اس کے جواب میں آپ نے سکوت فرمایا کیونکہ اس فن میں مجھ سے آپ کے ساتھ برابری نہ ہو سکے گی۔

قال الفاضل المجیب: قول: وہ یہ ہے کہ اپنی مسلمہ شرائط امامت کو تحریر فرما کر ان کی نسبت دعویٰ فرمایا ہے کہ یہ شرائط دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اس کے بعد لکھا ہے کہ جو صاحب جواب تحریر فرمادیں ان کو چاہیئے کہ اگر ہماری شرائط کو دلائل سے توڑ دیں تو محض لاشعور کہہ کر ٹال دیں بلکہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے رد فرمادیں۔

قول: اسلاف سے بڑھ کر قدم رکھنے کا سائلین سے جہالت کا نسبت کرنا جو یہ سبب تحریر فرمایا ہے سمجھ میں نہیں آتا یہ عبارت مجیب کی شرائط متعلقہ امامت ہی کو بجا سمجھتے ہیں اگر ان کا یہ خیال ہے تو ہم نے اس عبارت کو مع ان شرائط کے تحریر فرمادیں اب صاحب خود تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شرائط علماء شیعہ کی ہیں اس سے ظاہر ہے کہ یہ شرائط

شیعہ کے یہاں القابات کی درازی اور اس کی قباحت

ہیں ہم کریں کل علماء شیعہ کثرہم اللہ تعالیٰ اجرہ یہ بھی شرائط لکھتے آئے ہیں۔ اس لئے ہم نے ان کو بدلائل عقلیہ و نقلیہ لکھا ہے۔ یہ بھی بحث امامت میں مشرح و مفصل موجود ہے یا یہ کہ دلائل نہیں لکھے سو اب تحریر یہ ہی ہے کہ اپنے دعوی کو گو سردست اس کے دلائل نہ لکھیں بدلائل بدلائل لکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجیب نے بھی صحابہ کرامؓ و خلفاء ائمہ کی نسبت امت سے افضلیت کے دعوے میں تحریر فرمایا ہے کہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہے اور قول عترت ہے شوان کے مدائح میں وارد ہیں حالانکہ ایک آیت قرآن اور ایک قول عترت بھی نقل نہیں فرمایا میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے جو سب میرے سبقت دیدہ کا لکھا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا

یقول العبد الفقیر ابی مولاہ: میں آپ کی دعائے خلاصی اور عاقبت خیر کا طلبگار ہوں کہ بندہ ان تیرہ سے جس میں مبتلا ہے نہایت مایوس ہوں کہ خصوصاً کچھ دیانتہ یہ نہیں سمجھ سکتے یا سمجھتے ہیں لیکن صرف بغرض اپنی اور عترت اصل خود کے اس مجمل سے اغماض فرماتے ہیں جس پر بنا مدار اتفاق ہوئی ہے پس اگر اسی کا نام انصاف اور منصفانہ روی ہے تو دیکھئے انصاف کیسی چیز ہوتی

اسلاف سے بڑھ کر قدم رکھنے میں تین احتمال اور ان کی غلطیاں

بجواب شرائط لکھنا ظاہر کرتے ہیں سابقہ اس قدر وسیع مسئلہ میں کہ جس میں اختلاف کلام کو بہت وسعت اور گنجائش ہے بلکہ اگر انصاف سے دیکھئے تو علماء شیعہ اس مسئلہ میں محض تعلقات بعید اور دور از عقل سے تعیش استدلال کرتے ہیں اور بجز دعوی کفر و ارتداد اسلاف صحابہ و خلفاء و ازواج مطہرات رسول کردگار و اصحاب مومنین کے اور کوئی مساغ نہیں پاتے تو ایسے مسئلہ میں اسبات پر اکتفا کرنا کہ مسلمات فریق مقابل کو مستلزم ہے جو بات سے باہر شیوہ سلف صالحین ہوا پس حضرت مجیب کا یہ فرمانا کہ میں حیران ہوں حضرت مجیب نے جو سب میری سبقت دیدہ کا لکھا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا بجا ہے اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ اب تحریر یہ ہے کہ بجائے دعوی کو سردست اس کے دلائل نہ لکھیں بدلائل لکھتے ہیں۔ یہ بھی خلاف واقع ہے کیوں حضرت یہ گمان کا ہے تحریر سے کہ صرف دعوی لکھیں گے دلائل نہ لکھیں گے کوئی شخص مسلمانوں میں بغیر ہونے دعوی کا اگر کسی کے دلائل کو رد کرے تو اس کو کیا کہا جائے گا ہاں جو دعوی کہ مسلمات فریقین سے ہو اس کے دلائل کا لکھنا ضرور نہیں ہوا کرتا حضرت مجیب کا یہ فرمانا کہ ہم نے تحریر یہ لکھا ہے کہ بجائے دعوی کے دلائل لکھتے ہیں۔ یہ بھی خلاف واقع ہے کیونکہ حضرت مجیب نے خلفاء ثلاثہ کی افضلیت کے دعوی میں اور ان کو بھی بڑی خشخاش سے ثابت کرنا چاہا ہے اور دلائل نہیں لکھے ہیں۔ اور یہ جو حضرت مجیب نے فرمایا ہے کہ ہم نے بحث امامت میں مشرح و مفصل موجود ہے یا یہ کہ دلائل نہیں لکھے سو اب تحریر یہ ہی ہے کہ اپنے دعوی کو گو سردست اس کے دلائل نہ لکھیں بدلائل بدلائل لکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجیب نے بھی صحابہ کرامؓ و خلفاء ائمہ کی نسبت امت سے افضلیت کے دعوے میں تحریر فرمایا ہے کہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہے اور قول عترت ہے شوان کے مدائح میں وارد ہیں حالانکہ ایک آیت قرآن اور ایک قول عترت بھی نقل نہیں فرمایا میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے جو سب میرے سبقت دیدہ کا لکھا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا

...فرمادیں تو اس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کی غرض محض نقض دعوٰی ہے مذہب نہ تھی
...لہٰذا آپ کو دعوے متصور تھا اس لئے آپ کو مدعی قرار دیا گیا ہے کو جناب نے بلا روانکار
...تسلیم کر لیا پس اگر آپ تامل فرمائیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ میں اس خطا میں آپ کا شریک
...نہیں ہو سکتا۔

قولہ۔ معہذا یہ شرائط ایسی تحقیق و ثابت ہیں کہ حضرت نے باوجود محنت
...اور زبانی سے دو شرطیں تو ظاہر فرمائیں افضلیت علمی کا ثبوت کہ نہ دیا اور رسمیہ اوائل کی بحث
...کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ دعوے کرنا ہیں مگر اس باب میں اس سے قبل میں علی وجہ تحقیق
...ہیں اس سے بڑھ کر ہماری شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

قولہ۔ کہاں ہیں علماء و فضلاء انصاف جو ہمارے فاضل مجیب کے انصاف و امانت
...داری کو مد نظر فرماویں اور حضرت کی شرائط مذکورہ کا سا کامل ثبوت جس سے زیادہ کوئی
...ثبوت نہیں ہو سکتا ملاحظہ فرماویں اور اس مدعی ثبوت کی حیثیت سنجیدگی کو حضرت کے
...اس سے بڑھ کر شرائط مذکورہ کے اثبات سے کیا نسبت ہے۔ اول ثبوت ہی تو اس سے یقین
...کر لینا چاہئے حضرت کے پاس شرائط مذکورہ کا کچھ ثبوت نہیں ہے

اعتراف افضلیت و خصوصیت خلفاء مستلزم افضلیت و نص کو نہیں

...اب ہم نے جو کچھ ...

...تمام صفات موجودہ فی فرد واحد کا اشتراط کو جو علامۃ یہ حضرت باطل ہے اس لئے کہ مستلزم
...بطلان تعدد امر بلکہ بدیہی کو ہے۔ دوسری وجوہات مختلفہ کیونکہ ظاہر ہے کہ تمام صفات موجودہ فی
...شخص قطعاً و یقیناً دوسرے شخص میں متعین موجود ہوں گے ورنہ لازم آوے گا کہ متعدد اشخاص متحد
...ہو جائیں پس جب کہ اتحاد اور استلزام دونوں باطل ہو گئے تو اشتراط کہاں رہا۔ پس تعجب
...دیدہ بصیرت و انصاف کھول کر ملاحظہ فرمائیں و تامل کریں کہ یہ جو تحریر فرمایا ہے کہ اس سے
...بڑھ کر ہماری شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اس سے صاف ثابت ہوتا
...ہے کہ آپ کو طرف سے کوئی ثبوت کے لئے پیش نہ کیا گیا ثبوت کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے
...پس جب کہ آپ کو شرائط کے بدلیل ہونے کا اعتراف ہے تو ان کی تردید کی کیا ضرورت
...ہے اور آپ کا ان کی تردید میں دخل دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

قال الفاضل المجیب اور پھر یہ جملہ تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے فاضل مجیب کا کام نہیں ہے
...کہ وہ ہمارے حضرات کے لئے ثبوت پیش کرے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ
...ہمارے ان دعاوی کے مستلزم ثبوت ہیں جن سے ہم نے ان کے استدلالات
...میں طعن سے اور ان کو بیاض سیاہ کر دیا ہے اور حضرت نے اعتراض کیا ہے کہ ہم نے ان کو
...بیاض سیاہ کر دیا ہے اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کو بیاض سیاہ کر دیں۔ ہم نے جو کچھ
...محض سے اور بر بنائے انصاف کیا ہے اس کا ثبوت ہم پر لازم ہے اور ہم نے جو کچھ
...کیا ہے اس کا ثبوت ہم پر لازم ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا ہے اس کا ثبوت ہم پر لازم ہے
...کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے اس کا ثبوت ہم پر لازم ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ ...

مانا کہ ہماری تحریر میں شاید لفظات تاد افتعال کے سہو ہو گئے ہوں گے لیکن مسباق عبارت کیا چلا کر نہیں کہہ رہا ہے کہ اس جگہ اعراض کے کچھ معنی نہیں ہے۔ اور یہاں لفظ اعراض ہی مناسب ہے کیونکہ دو امر متقابل ذکر کئے گئے ہیں۔ اول اعتراض دوسرا موقع جواب، دوسرا ہم ہے کہ اعتراض و جواب باہم متقابل ہیں اور لفظ موقع جواب خود مقتضی سبقت اعتراض کو ہے تو اس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہے کہ پہلے جو کہا گیا تھا وہ لفظ اعتراض باب افتعال سے تھا نہ اعراض باب افعال سے۔ اب جب سے کہ آپ نے سوچے سمجھے اتنا بڑا اعتراض کر ڈالے اور سیاق و مسباق عبارت میں تامل نہ فرمایا۔ جب اردو عبارت نہ سمجھنے میں یہ حال ہے تو اور عبارات کیا خاک سمجھ سکتے ہیں۔ پھر اس فقرہ پر فرماتے ہیں کہ مولف مذہب کی حقانیت میں حق الیقین کا درجہ ثابت کرتا ہے۔ مگر شاید آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ میں نے ایک جگہ کہہ کر دوبارہ کرتا تھا اور جب مضمون تبدیل کا قصد ہو کر صاف سے نکل گیا اس وقت دوسرے جگہ کی نوبت آئی لیکن جب کہ ابھی سے انصاف و تحقیق حق و مناظرہ و دلیل پر بات سے تو جب بحث شروع ہوگی تو اس وقت دیکھئے کیا ہوتا ہے

قولہ۔ تعجب ہے کہ اعتراض کی نسبت ہماری طرف کی جاتی ہے حالانکہ موجود ہے

اقول۔ یہ وہی غلطی ہے جس نے مگر آپ کے علم کی طرف سے اعراض و سکوت کی نسبت نہیں کی آپ جانتے ہیں کہ ہماری عبارت نقل کرنے سے کہ ہم نے خود یہیں صفحات میں اس تحریر کیا ہے آپ کے علم کی نسبت اعراض کیا ہے کہ حضرت موقع جواب میں ہیں تحریر فرماتے ہیں اور اعراض فرماتے ہیں جس کو ہماری نفسانیت و ہٹ دھرمی سمجھ سے یا غلط سلط دور قصور سمجھ اور اس کو اعراض کے ساتھ تعبیر فرمایا صحیح نہیں ہے کہاں وہ علم کہ اس تحریر سے تعلق رکھتا ہے آپ نے اعراض کیا اور کہاں یہ اعراض کہ آپ نے علم اور سکوت کو اس سے کی طرف نسبت کیا یہ صحیح ہے بلکہ علم اور سکوت سے موقع میں اختیار فرماتے ہیں جب کہ ایک چیز ہے کہ علم پر موقوف ہے تو اس کا علم نہ ہونا اور اس پر سکوت ہونا ضرور ہوگا اور جو حضرات اس سے بری ہیں وہ کہاں ہیں اور کہاں یہ بات ہے کہ ان عقول نے اس سے محروم کر دیا کہ عنصر خاص کی تحقیق و تنقیح جانب حق نہیں ہے جیسے عوام علماء سے مختلف ہیں [illegible] اور علوم و [illegible]

فرماتے ہیں اور یہ اعراض و سکوت محمود و پسندیدہ ہے اور ہر چیز اپنے موقع پر پسندیدہ ہوتی ہے۔ ؎

در چیز تیر و عقلست دم فرو بستن — بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

اور حاشا کہ سکوت و اعراض علماء شیعہ کی نسبت خیال کرتا ہوں۔ ہمارا شیعہ جن کے مذہب زبانی دعوے اطاعت ائمہ کے ہیں۔ ائمہ کی کیوں کر اطاعت فرمائے اور ائمہ نے جس کو حرام اور موجب لعنت فرمایا ہے اس سے کیوں کر احتراز کرتے

امام المتکلمین شیعہ مومن الطاق ایک طفل مکتب سے مغلوب ہو سکتے تھے

لیکن اس تقریر سے پایا جاتا ہے کہ مصنف آپ کے نزدیک اعراض و سکوت علامت عجز و شکست ہے کہ اس سے تمسخر فرماتے ہیں تو خود اس کے کیا وجوب سکوت اور حرمت کلام و گفتگو آپ کی رویت سے واضح ہو چکی ہے حضرات ائمہ میں سے جنھوں نے مخالفین کے جواب نہیں دیے تو جب کہ سکوت کرنا یا علماء ائمہ میں سے جنھوں نے مخالفین کے جواب نہیں دیے تو جب کہ قاعدہ مسلمہ آپ کے مستدرک مجدد و حضرت ہے۔ علاوہ ازیں بحیثیت مناظرین متکلمین شیعہ تو کس شمار میں ہیں آپ کے دو ہزار مناظرین جو ہر وقت آپ کے علماء متبحر ہیں کے کلام میں قدم پر روکے رکھتے تھے جو قدم بڑھا کر علماء سنی پر غالب آتے اور فریق ثانی میں سے کسی کا اب وہ مقابلہ کرتا کس سے کلام کر سکتا اور ان پر زور دلائل سے غالب ہو سکتا وہ آپ کے قصر امامت و مخالفین کا کس سے کلام کر سکتا اور ان پر زور دلائل سے غالب ہو سکتا وہ آپ کے قصر امامت و دلائل کی بنیاد کو

عبد الله فقال لی عوض انطلاق سلمان
فاعلم ابی عبد الله فقلت له نعوذ جلت
عنه فاخلت مکانه فقال یا سلمان ما
فقلت جعلت فداک انقطاعه الیکم و
والله لکم وحده الیکم ولا بقدر احد
من خلق الله ان یخصمه فقال لی یخصمه
سبی من صبیان الکتاب فقلت جعلت
فداک هذا یجادل من هذا دینه فاخرج
هل رویان فاختصموا فکلف یخصمه
عنه من یعلم ان وصی من بعده
فقال یا عبد الله اخبرنی عن
مسائل تعرض علی من تجاوز عنه من
یکتب علی ویثبت ما یسئل
تعلم من غیر ان یامرنی
ویحفظ علی ما یسئل
ویحضرنی ما یسئل

سے مجھ سے کہا کہ اور مسئلہ سے میرے واسطے بھی
عبارت (حضور خدمت کی) لکھ لیجئے میں نے اس
سے کہا مت جاؤ پس جب میں خدمت مبارک میں
حاضر ہوا تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں
نے ابھی ابھی باہر موجود ہے فرمایا کہ اس کو مجھ تک آنے
کی اجازت مت دے میں نے عرض کی کہ میرے ماں
آپ پر فدا ہو وہ تو آپ کو چھوڑ چھاڑ کے آپ ہی
کا ہو جاتا ہے اور میں کہ آپ ہی کے ساتھ سے
اور اس کا ہمارا جھگڑا ہے آپ ہی کی ذات ہے اور یہ تو
عداوت ہے کسی کی جان نہیں بچتا جو اس سے نے
فرمایا تو اس پر تو ایک ماں کتب بھی نہیں اٹھا
ہے میں نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو وہ تو ہے
ہی کر رہی ہے کیونکہ اس نے تمام مذہب والوں
سے منہ موڑ لیا اور وہ اس پر پڑ رہا ہے سو ایک لڑکا
ہے کہ آپ سے آمنے سامنے ہو کر بات کرتا ہے اور آپ
سے سوال پوچھتا ہے اور آپ اس کو جواب دیتے ہیں
اور آپ اس کو سکھاتے ہیں اور وہ آپ سے
سوال کرتا ہے اور آپ اس کو جواب دیتے ہیں
اور آپ اس کو سکھاتے ہیں اور وہ آپ سے
سوال کرتا ہے اور آپ اس کو جواب دیتے ہیں

ہنسی و مذاق کے جواب نہیں دیا اور یہ ہی فرمایا کہ ماہرین دوستی ہے اور دوستی میں مذہبی گفتگو
نہ چاہیئے۔ حالانکہ یہ گفتگو کسی طرح محل دوستی نہیں ہے اگر انصاف مدنظر ہو۔

اقول: فی الواقع عوام کو یہ ہی چاہیئے اس لئے کہ جب ان کو نہ اپنے مذہبیات پر عبور
ہو نہ دوسروں کے مذہب کی اطلاع نہ مناظرہ جائیں نہ مباحثہ کے ڈھنگ سے واقف نہ اپنا
جواب دے سکیں نہ دوسروں کے جواب کی بہت و غلطی پر متنبہ ہو سکیں تو وہ کیا مباحثہ کریں
گے اور کیا انصاف کر سکیں گے۔ پس ایسے لوگوں کو یہ ہی چاہیئے کہ مذہبی گفتگو سے پہلو تہی کریں
بلکہ ان کو قطع تعلق دوستی کر لینا چاہیئے۔ آپ ہی فرمائیں اگر ایسی صورت عوام اہل تشیع کو پیش آئے
تو علماء شیعہ ان کی نسبت کیا حکم فرمائیں گے۔ ظاہر ہے کہ یا تو ترک تعلق کا حکم فرمائیں گے یا تقیہ کا حکم
لگائیں گے۔ اور سنئے رہ گئے وہ جو کچھ جواب تتمہ میں عرض کیا تھا کہ حضرات شیعہ کی عادت ہے
کہ طفیلی اہل سنت سے اختیار کر کے مذہبی چھیڑ چھاڑ کیا کرتے ہیں اور یہ ہی صاحب اس
کے بارہ میں ہیں انجمن اس معروض کی تصدیق خود حضرات کے اختلاف سے ہوتی
آپ فرماتے ہیں کہ اگر ایسے حضرات سے گفتگو ہوئی جن سے رابطہ اشتراکی تھا تو انہوں نے
ہنسی و مذاق کے سوا جواب نہ دیا بلکہ گفتگو کو ہوا کا اور مذاق کا دوستی میں مذہبی گفتگو
نہ چاہیئے۔

قول: [illegible] گفتگو [illegible] سوا
یا مطلق سکوت اختیار فرمائیں یا بدستور جواب دیں

اقول: بے شک سکوت اختیار فرمائیں گے۔ میں نے یہ گفتگو اس لئے کی تھی کہ
مواقع میں علماء [illegible] سکوت اختیار فرماتے ہیں لیکن اس کو علامت ہار اور
تسلیم کیا جاتا ہے اور میں حضرات سے برداشتی جواب دیا وہ بات اس آپ کی برداشتی و
تحمل اتفاقات کے سوا

قول: [illegible] سکوت [illegible]
بڑے فرمایا [illegible] جواب [illegible]
[illegible]
[illegible]

اقول: میں عرض کر چکا ہوں میر مہدی علی صاحب نے بے شک آپ کو جواب نہ دیا ہوگا۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو مخاطب صحیح تصور نہیں کیا اور قابل خطاب نہیں سمجھا نہ یہ کہ عجز کی وجہ سے سکوت اختیار فرمایا یہ محض جناب کا خیال ہی خیال ہے۔

قولہ: خود اس شہر میں مجھ سے تین حضرات تحریری گفتگو کر چکے ہیں اور آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی۔

اقول: ایسے ہی حضرات کی بے اعتنائی اور کم التفاتی نے آپ کے عجب کو اس درجہ پہنچا دیا۔ اگر یہ حضرات توجہ فرماتے تو آپ کے ان دعووں کی کیونکر یہاں تک نوبت پہنچتی پس آپ کے جواب سے اعراض یا تو بوجہ قلت اعتناء و مبالات کے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ آپ نے حسب عادت مطاعن و مخزیات تحریر فرمائی ہوں گی اور ظاہر ہے کہ ان کے جواب میں ایسے ہی کلمات الزاماً لکھے جاتے تو عجب نہیں کہ بوجہ استنکار وہ ایسے کلمات کے اگرچہ الزاماً ہی سہی جواب سے اعراض فرمایا ہوگا۔ پس یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بوجہ عجز جواب نہ دے سکے سراسر غلط ہے کیونکہ ظاہر ہے میدان تحریر ایسا وسیع ہے کہ اس میں کوئی شخص عاجز نہیں ہو سکتا گو ضعیف قوی کچھ نہ لکھ سکے اور بندہ تو کسی کی تحریر کی نسبت ایسا خیال نہیں کرتا کہ کوئی مخالف اس کا معارضہ مفتاحاً یا طاعنہ کر سکے یہ آپ ہی کا عقیدہ ہے کہ علماء شیعہ کی کتب اس درجہ معجز ہیں کہ ان کا معارضہ خارج از امکان ہے حالانکہ بشہادت امام المتکلمین شیعہ حضرت مومن الطاق ایک محض کتب سے مناظرہ نہیں کر سکتے تھے اور وہ ان کو ساکت کر سکتا تھا۔ اور اگر بایں مناظر سامی اس کو تسلیم کریں کہ یہ سکوت عجز کی وجہ سے تھا تو یہ بھی انصاف اور حقانیت کی بہت بڑی دلیل ہے بخصوص حضرات شیعہ کے کہ ان کا مایہ فخر یہ ہے کہ مخالفین کی تحریر کا برائے نام جواب لکھا ہوا سے حق واضح سے کچھ بن نہیں ہوتی اور یہ بھی خاص اہل سنت کی تحریرات کے ساتھ معاملہ ہے۔ حسد، تحریر میں شاذ و نادر دعووں وغیرہ کی شائع ہوتی ہیں نہ بھی نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہے کہ بعد آخر کہیں نہ کہیں منتفع ہوگا۔ پھر یہ خیال کرنا کہ سکوت عجز کی وجہ سے ہے محض دعویٰ ہے۔ نیز علماء شیعہ نے بھی تو بعض سنت کی بہت کتابوں کے جواب نہیں لکھے پھر کیا یہ سب اپنے علم کا عجز بھی تسلیم فرمائیں گے۔

شیعہ کو مخالفین سے جھگڑنا نہیں چاہیئے کیونکہ ان کو حجت تلقین ہوتی ہے

بایں ہمہ اگر جناب سے فاضل مخاطب کے نزدیک اہلسنت کا سکوت اسی وجہ سے ہے کہ آپ کے استدلالات کا جواب نہیں دے سکے تو واضح رہے کہ اس صورت میں فاضل مخاطب نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ کی تکذیب کی کیونکہ ائمہ نے جدال و مناظرہ سے اس وجہ سے ممانعت فرمائی کہ مخالفین تا القضاء حدت حجت تلقین کئے جاتے ہیں۔ پس کر حسب اقتضاء فاضل مخاطب مخالفین آپ سے اور آپ کے علماء سے ساکت ہوتے رہے ہیں اور ان کو جواب نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ ان کو حجت تلقین نہیں ہوئی اور اوپر جو کچھ تلقین حجت کی بابت فرمایا ہے معاذ اللہ رد ہو گیا ہے۔ روایت کے الفاظ سنیئے آپ کے علامہ مجلسی جلد اول بحار میں نقل کرتے ہیں:

عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کمیل ما من مفتوح الا وفوقہ مفتوح حتی ینتہی الامر الی القائم صلوات اللہ علیہ فاذا اتی القائم صلوات اللہ علیہ فقتل بالباب

امام ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے کمیل ہر مفتوح کے اوپر ایک مفتوح ہے یہاں تک کہ امر قائم پر منتہی ہو جائے جب قائم علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو ان کا قتل دروازہ کوفہ میں ہوگا۔

اس سے صاف ثابت ہوا کہ عدم سکوت عجز کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ کہئے تو بندہ بھی عرض کر سکتا ہے کہ اس شہر میں بندہ کی بھی ایک حضرت سید صاحب سے بروز اس تاریخ کے بمجلس سمجھے جاتے تھے تحریری گفتگو ہوئی۔ اور تیسرے یا چوتھے خط پر میں نے ان سے عدم جواب و سکوت فرمایا تو حسب قاعدہ حضرت عجیب بھی کر سکتا ہوں کہ آخر کو ان کو اعراض ہی کرتے بن آئی۔

قولہ: اب آنحضرت مجیب کی نوبت آتی ہے۔

اقول: دیکھئے گا۔

قیس و فرہاد سے کر دو کہ وہ اس جنگل سے بستر باندھ کے چل دیں میری باری آئی

قال الفاضل المجیب قول اور جب کبھی خدا نخواستہ جواب دہی کا موقع آ پڑا تو شتر گربہ بنانے لگے اور ایسی تقریریں فرمانے لگے جو مشکوک حوالوں سے کے جواب میں بجز خاموشی کیا عرض کریں سخت افسوس اور قریب ہے کہ ابتدا ہی میں یہ تنقید اور بحث کا سلسلہ شروع ہوئی سے خدا نہ کرے دیکھئے خدا کہاں تک توفیق بخشتا ہے ہاں اور بھی دو دست مگر گستاخی معاف اس قدر فضل کے بعد ہم رہا نہیں جاتا کہ آپ نے فضل پر ہی ایک مضمون لکھی ہے ایک اور شستہ خوبصورت مضمون ہے مگر آپ جلسے بحال سے واقعات کو نہ غور و تامل و انصاف سے ملاحظہ فرماویں تو دل آپ کو ملامت سے شرمندہ کئے بغیر نہ رہے گا

بقول العبد الفقیر ای مورد اس جگہ کو سے حضرت مجیب نے باوجود ہم آپ کے علمی تکلفات کے جو پر لچھے تشبیہات و تعریفات حسن مطلع کے پیش فرمائے ہیں ان کے ملاحظہ سے کوئی صاحب ہرگز نہ سمجھیں گے کہ آپ نے کسی مخالف مجیب پر علمی اعتراض کیا ہے بلکہ ہر چند غور سے دیکھیں گے کہ آپ نے جواب میں کوئی مضمون بھی علمی نہیں حوالہ دیا ہے مگر کیا کیجئے میں کہ قول فیصل انصاف ناظرین ہے ہم اس مضمون کے اس حصے سے جواب میں تمسک کرتے ہیں

[illegible]

[illegible]

بحث حسن و قبح

[illegible]

[illegible] ہاں خود دیکھتے ہیں مگر ہم جب تمہارے خود اس سے انحراف کرتے ہیں [illegible] حسن قبح کی بحث ہے جو حضرت مجیب نے فرمائی اور اس کی نسبت تو یہ فرمایا کہ ہم حسن و قبح عقلی کے قائل نہیں ہیں تو اس لئے ہمارے مخاطب ہوتے ہیں کہ آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ کون سا فرقہ عقل و شرع سے دست بردار ہے [illegible] ہم اپنے فاضل مجیب ان سے ان کو ان کے انصاف و ملاحظہ دوانی کی قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ [illegible] خلاف سے فرمائیں کہ جواب جو قرار دیا ہے اس میں [illegible] تک درست ہے [illegible] حسن و قبح عقلی کا قائل ہے [illegible] آپ جیسے فاضل کے نزدیک مثل سماں ہے جواب فرمائیے کہ جو قرار دیا ہے اس میں شرح و بسط سے [illegible] حسن و قبح عقلی کا بھی قائل ہے [illegible] اور ہم نے اپنی عقل کو معذور قرار دے کر وہ فرقہ اشاعرہ کے [illegible] سے موصوف ہو کر کس طرح سے [illegible] ہو گئے ہیں [illegible] وہ کیا جواب ہے

بنا بر اصول شیعہ کے ندا پر عقول حاکم ہیں

[illegible] اور عقل کا [illegible] ہے [illegible] کے لئے [illegible] ان کو [illegible] کرنے [illegible] کرتے ہیں [illegible] مصطفیٰ صاحب [illegible] فرماتے ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہیں معاذ اللہ خداوند تعالیٰ بحکم وجوب وحرمت وحسن وقبح اس فرقہ کی عقل کا محکوم ہے جو وجوب لطف وعوض کا خدا تعالیٰ پر قائل ہے۔ بلکہ کفار کی عقل کا بھی محکوم ہوا ایسی ہٹ اللہ ما قدروا حق قدرک۔ اور ثانیاً عقل کا حباب پر حاکم ہونا بہ سمر اصر جریمی ہے کیونکہ جب حسن وقبح عقلی ہیں تو حضرت کے نزدیک عقل ہی محسن اور مقبح ہے اور وہ ہی موجب اور محرم اور واجب ہونے والوں پاک خداوند تعالیٰ شانہ تو جب عقل ہی موجب ہوئے اور وہ ہی محرم اور واجب ہونی تو عباد مکلفین پر وہی حکم ہوئی نہ شارع سبحانہ۔ اسے ایسے مذہب کے قربان جس میں خدا تعالیٰ شانہ کا یہ رتبہ کہ عقل کا محکوم ہو اور عقل کا یہ رتبہ۔ خدا تعالیٰ اور تمام انبیاء ومکلفین اس کے زیر حکم۔ اگرچہ اس موقع پر بہت مضامین باقی ہیں اور بحث کی بڑی گنجائش ہے لیکن خوف تطویل اور عجلت وقت ہر کو رخصت نہیں دیتی۔ مولوی حضرت مجیب کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہمارے نزدیک حسن وقبح شرعی علی العموم حسن وقبح عقلی سے دست بردار ہیں۔ اور یہ محض غلط اور افترا ہے مکلفین پر کہ یہ ہے کہ دلائل سنت کی کتابیں دیکھیں نہ اہل ہی کتابوں کو ملاحظہ فرمایا ہے دیکھے بھالے اعتراض فرمادیا۔ یا یہ کہ باوجود واقفیت کے انصاف دیانت سے رخصت دے دی ہوگی کہ حق گھٹے اور محض جزئی عمومات ونکموں عترض بلحاظ پس وپیش عمومات کے ہیزیہ میں معنی کو دخل دیا ایسی باتوں پر اگر جہلا واقف نازو افتخار کریں لیکن واقف ناظر زیرک تو ضرور زیر لب تبسم فرمائیں گے پیچھے ہر جس کا غلبہ ہوتا آپ کی ہی معتبر کتاب سے لکھتے ہیں۔ صاف یوم لحشر فی حشرج سباب الحاوی عشر میں مصرح ہوا ہر لکھا ہے۔

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ اصل اس بارے میں یہ ہے کہ ہر فعل کہ اس کا ترک راجح ہو تو اس کی نقیض ممنوع ہو گی پس وہ حرام ہے اور جو نہیں تو وہ مکروہ ہے۔ اور اگر اس کا فعل راجح ہے پس یا تو اس کا ترک ممنوع ہوگا پس وہ واجب ہے یا اس کا ترک جائز ہے پس وہ مستحب ہے پس جب یہ تقریر پا لی تو جاننا چاہیئے کہ حسن اور قبح کا حسن تین معنوں پر ہوتا ہے اول ہونا ایک شی کا صفت کمال ہے کہ علم حسن سے اور صفت نقص جیسا کہ جہل قبیح ہے۔ دوم ہونا کسی شے کا موافق غرض کے جیسا کہ مستلذات باعتبار طبیعت کے ہیں کہ ہر امر جس سے وہ ہے جس کے لئے پر من حاصل ہو اور تو اب اور قبیح وہ ہے جس کے کرنے پر مذمت دنیا میں ہو اور عقاب آخرت میں۔ ان دونوں معنوں میں تو اس کے متعلق ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔ اور سوم ہونا صفت متعلق مدح وذم ثواب وعقاب سے جیسا کہ اکثر اشاعرہ کا مذہب ہے جو شخص کہ ان کے نزدیک حسن وقبح شرعی کا قائل ہے وہ حسن سے وہ ہے جس پر کہ شارع نے مدح کی ہو یا ذم نہ کی ہو اور قبیح وہ ہے جس پر کہ شارع نے ذم کی ہو یا مدح نہ کی ہو۔ اور عقل کے نزدیک کوئی شے حسن نہیں ہے اور نہ قبیح ہے اور نہ واجب ہے اور نہ حرام ہے اور نہ مکروہ ہے اور نہ مباح ہے اور نہ مستحب ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی شے ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی شے ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی شے

بہ نسبت کرنے کہ وہ علی العموم حسن وقبح عقلی کا قائل نہیں غلط اور افترا ہے۔ اسی طرح اس کلام سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو فرقہ حسن وقبح کے عقلی ہونے کا قائل ہے وہ علی العموم باعتبار تینوں معانی کے حسن وقبح کے عقلی ہونے کا معتقد ہے گویا شرع سے ایسی دست برداری ہے کہ کسی اعتبار سے حسن وقبح میں شریعت کے حکم کو دخل نہیں ہے تو اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ قائلین حسن وقبح شرعی بعض اعتبارات ومعانی کی رو سے حسن وقبح عقلی ہونے کے بھی قائل ہیں اور جامع بین العقل والشرع ہیں اور قائلین بحسن قبح عقلی کسی اعتبار سے حسن قبح شرعی کے قائل نہیں ہیں اور حسب قاعدہ مسلمہ خود شرع سے گویا بالکل دست بردار ہیں بلکہ شرع سے دست برداری کو اپنا مایہ افتخار وناز سمجھتے ہیں۔ پھر ہمیں ہمہ طرفہ تماشا یہ ہے کہ باوجود اس شرع سے دست برداری کے پھر مجبور ہو کر عقل سے بیزار اور دست بردار ہوتے ہیں اور شرع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہر حرکت ہوتے ہیں نازیبا کرتے ہوتے ہیں

شیخ علوالہدی الامیوٹی نے مسلم الثبوت پر حاشیہ لکھا ہے۔ اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیں

مسئلہ فضیلت انبیاء کی طرف پر حسب قرار
سر مدی کے۔ جانا چاہیئے کہ علم وعقل کی رو
سے ایک ملک کی فضیلت دوسرے ملک
پر کسی طرح پر ثابت کرنے کا کوئی طریقہ نہیں
ہے پھر جو فضیلت اس موقع پر مراد ہے وہ
استحقاق ثواب کا زیادہ ہونا ہے۔ اور جزاء
ناشی پر ثابت کرنا کہ ثواب کی مقدار
ان کو کوئی راہ نہیں ہے اور بعض اوقات
وہ فعل (اعتبار کے مساوی ہوتا ہے
ایک کا ثواب دوسرے سے زیادہ ہے
بلکہ عقل میں وجوب شرع کی طرف رجوع کرتا ہے

والا لکان الواجب التوقف والشک

تو ان پر اعتماد کیا جائے گا اور توقف اور شک واجب ہوگا

اس میں علم الہدی نے صاف طور پر فرمادیا کہ عقلی اطاعات کے ظواہر سے فضیلت کسی مکلف کے دوسرے ملک پر دریافت نہیں ہوسکتی تو لامحالہ سوائے حکم شرع اس کی دریافت کی کوئی سبیل نہیں حالانکہ یہ حکم آپ کی عقل کے خلاف ہوگا لیجئے شرع سے وہاں دست برداری تھی عقل سے یہاں بیزاری ہے تو ایسے فرقہ کو جو عقل وشرع دونوں سے دست بردار ہو آپ ہی فرمائیں کہ کیا فرمائیں گے ہم تو کچھ عرض نہیں کرسکتے اور اس پر کچھ انحصار نہیں اس قسم کے بہت سے ارشادات ہیں۔

قال الفاضل المجیب (قولہ) مسافرہ فریقین کی کتابیں موجود ہیں جس کا دل چاہے دیدۂ بصیرت کھول کر بنظر انصاف دیکھ لیوے۔ اقول: واقع میں آپ نے یہ دیدۂ بصیرت کھول کر بنظر انصاف دیکھنا تو درکنار بنظر سرسری بھی ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ہرگز ایسا نہ فرماتے۔

یقول العبد الفقیر ال مولاد شرح مقاصد پر نظر سرسری ہی کی طرف راجع ہے تو مسلم لیکن آپ کو منصف نہیں کہہ سکتا۔ اوقات نوش نظر سرسری میں حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھ لیتا ہے اور کبھی بنظر تامل اور نظر سرسری دونوں کی طرف راجع ہے تو غلط ہے اور کذب۔ کاش جیسے عدم دیدۂ بصیرت کھول کر دیکھنے کی وجہ سے عدم دیدۂ بصیرت کھول کر دیکھنے کی قرار دی ہے۔ اگر رویت وعدم رویت گذارش تصور فرماتے تو ان کو ایسی باتیں کرنا نہ پڑتیں۔ انصاف تھا بندہ نے مقاصد کو کتابوں کے الماری سے نکالا کچھ جلد اول کے صفحات الٹ پلٹ کر دیکھے اور پھر ایک جلد حیرت میں کچھ جلد ثانی کے صفحات الٹ پلٹ کر دیکھے اور پھر ایک جلد حیرت میں بند کر کے رکھ دی۔ اس کی کیفیت کیا عرض کروں اگر کہہ گزروں تو ناز ہوں کہ مبادا آپ اپنے مصنفین ومصنفات کی اہانت وتحقیر سمجھنا فرمائیں اور بندہ کو بہ تنقید جی کے ساتھ معصوم کریں بہتر یہ ہے کہ چپ ہوں اور آپ میرے اس سکوت سے یہ سمجھ کر دل خوش کر لیجئے کہ کرشمہ کی کتابیں مسکت ہیں لیکن ہاں اے جان شخص یہ راہ چشم مجنون بایدا یہ ان کو آنکھ کھول سے نہیں دیکھ سکتا اور یہ بہلو مؤمنہ وجلدہ ہرگز مزاج صادق آتا ہے

وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ولکن عین السخط تبدی المساویا

قولہ: جب سے کہ اس سے تعرض کے جواب چھپ کر شائع ہو گئے۔ اقول: کاش کہ جواب اس کے انصاف کے ساتھ ہوتا جس سے شائع ہوا ہے کہ مقاصد کے مؤلف

کا نام جواب متین و مسکت خصوص نہیں بلکہ اس کو موت کے پنجہ سے جان چھوڑانا کہتے ہیں باقی رہا یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے رسالے لکھتے ہیں، اور جوابات تحفہ کی تردید نہیں لکھتے پس اس کا جواب پہلے معروض ہو چکا ہے کہ علماء اہل سنت امر مفروغ عنہ کی طرف بلاضرورت داعیہ متوجہ نہیں ہوتے اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں جب کبھی علماء شیعہ وہی اپنے پرانے اعتراضات جو قدیماً ان کے اسلاف نقل کرتے چلے آتے ہیں علماء اہل سنت کے پاس بھیجتے ہیں یا ضعفاء اہل سنت کے سامنے فخراً یا اغواءً پیش کرتے ہیں اور وہ ان اعتراضات کے جواب کے لئے اپنے علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس وقت علماء اہل سنت بقدر تردید و ابطال اعتراضات الزاماً و تحقیقاً تحریر فرماتے ہیں جو کل البصر انصاف پسندان روزگار ہوتا ہے۔ ہاں اگر جوابات تحفہ کا مسکت منحصر ہونا اس اعتبار سے آپ فرمائیں کہ وہ جوابات خود آپ ہی اپنے جواب ہیں کہ ان میں مضامین تعصب، آمیز حق سے عاری اور انصاف سے طاق اور تقریرات باطلہ اور عبارات لاطائلہ مذکور ہیں اور اس وجہ سے مخالفین کے مسکت ہیں اور ضرورت جواب نہیں تو مسلم لیکن آپ کو کچھ مفید نہیں اور اگر اس اعتبار سے مسکت منحصر ہیں کہ ان میں ایسے مضامین عالیہ حقہ صحیحہ مندرج ہیں کہ ان میں نہ جائے انگشت نہادن باقی رہی ہے اور نہ گفت و شنید اور تحفہ کے کسی مستدل کو ہر ایک مجیب سے سالم باقی نہیں چھوڑا، تو غلط ہے کیونکہ اول جواب تحفہ کا جو بار نزہہ لکھا گیا ہے جب وہی نہایت متین و مسکت منحصر اور غایت درجہ شافی و وافی و مستدل و مستند کو متضمن ہے چنانچہ ہمارے حضرات مجیبین فخر ان میں سے نقل کرتے ہیں جس کی کیفیت اپنے موقع پر واضح کی جائے گی پھر اس کے بعد اس تشویش کی کیا حاجت تھی جو متاخرین شیعہ نے بعض بعض ابواب کے بارے خود جواب تحریر فرمائے، شائع فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تزہہ اپنے مطلب میں کافی نہیں ہوا ہے جب ہی تو اس کے بعد بھی انہوں نے اجوبہ رسالہ کی وقعت کھودی اور رفع کرنے تحفہ کے مسائب سے شیعیان پاک کو نجات نہ ملی جس رسالہ کی ممکن نہیں اور ہر ایک واحد اپنے سابق کی تردید و تغلیط کرتا ہے پس یہ کہنا کہ ان جوابوں پر اکتفا نہ کرنا انصاف سے دور ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ان کے مضامین کس قدر متین اور مسکت تھے۔

قول: اگر حضرت مجیب کو دعویٰ اور حوصلہ ہے تو بسم اللہ کسی جواب کا جواب تحریر فرماویں آیات بینات کے جواب کا ہی جواب لکھیں، تحفہ الاشہر یہ جواب ہدیۃ الشیعہ چھپ کر شائع ہوا ہے اس کے جواب الجواب کی طرف متوجہ ہوں اور نہیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ برق لامع منظوم ہے اس کا ہی جواب لکھیں مگر جب مناظرہ کی کتابیں ہی نہ دیکھیں تو اور کیا کریں۔

اقول: جناب میر صاحب گستاخی معاف چونکہ ابتداء سن تمیز سے کتب مناظرہ ہی آپ نے دیکھی ہیں اس لئے تخیلات کا طبع طازمان پر اثر ہے اس کا علاج کتب مذہبی دیکھ کر معجون انصاف و جواہر تحقیق حق سے فرمائیے۔ جنبی اس تخیل کا محض کپور و اعجاب نفس ہے مستحیل الجواب تو آپ کے اسلاف مثل شیخ مفید و شیخ صدوق وغیرہ کے رسائل و کتب بھی نہیں ہیں بلکہ مستحیل الجواب تو کیا صعب الجواب بھی نہیں۔ ان بزرگوں کے بعض رسائل و کتب موجود ہیں جن کی بحول اللہ تعالیٰ بآسانی تردید ہو سکتی ہے، مگر اصل یہ ہے کہ علماء اہلسنت نے حضرات کو اور حضرات کی کتب کو اور حضرات کے مذہب کو اور اسی طرح خوارج کو کبھی کسی شمار میں نہیں سمجھا اور ہمیشہ بے حقیقت اور لاشیٔ محض سمجھتے رہے یہی وجہ ہے کہ کتب مذہب فقہ اصول وغیرہ میں جب خلافیات مسائل ذکر کئے جاتے ہیں آپ مذاہب کا کوئی نام تک بھی نہیں لیتا اور ندرج و شمار نہ فرماتے۔

اور آپ کے لئے ہمارا تعاطی اور ہمارا جواب دینا سرمایہ ناز و افتخار ہے چنانچہ آپ کی تمام کتب مذہبی اس دعویٰ کی شاہد ہیں چنانچہ ہمارے اقوال کا ذکر آپ کے علماء شدوذ و نادر ذکر کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ متصدی بالبحث والاقتضاء ہی مذہب سمجھا جاتا ہے جس کے دل میں کچھ وقعت ہو جب ہم آپ کو اور آپ کے مذہب کو کچھ سمجھتے ہی نہیں تو اس کے ابطال میں اس طرح کیوں مشغول ہوں گے جس سے اس کی طرف اعتناء اور اہتمام ثابت ہو بل بوقت ضرورت یا جس موقع میں علماء کا ذکر ہی خلاف ہو وہاں البتہ کچھ لکھ دیں گے، ہمارا مذہب بحمد اللہ تعالیٰ نصوص و فروغ عبارتش و غیرہ سے پاک و صاف ہے اور مخالفین کی ہدایت کے لئے تو ہمارے متقدمین بھی اس جھگڑے کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوئے علاوہ ازیں بکثرت ستائیس مذاہب اسلام کے مخالف مثل مذاہب خوارج و نواصب و زیدیہ و جارودیہ و غیرہ کے ہیں اور ان کی تحریریں چھپتی و شائع ہوتی ہیں جو علمائے اسلام کے مخالف اور اس پر تھوڑا سا توجہ

اور اہل اسلام میں سے کوئی ان کے جواب کی طرف قلم بھی نہیں اٹھاتا تو کیا کسی عاقل کے نزدیک یہ دلیل عجز و بیچارگی ہو سکتی ہے۔ میں حضرت ہی سے پوچھتا ہوں کہ جس قدر تحریریں ہنود و نصاریٰ کی مثلاً مخالفت اسلام شائع ہو چکی ہیں کیا علماء شیعہ نے ان سب کا جواب لکھا ہے تو کیا اس کو دلیل عجز و بیچارگی تصور فرمائیں گے۔ حاشا و کلا پس عدم تحریر جواب کو دلیل عجز و بیچارگی سمجھنا خطا ہے۔ قطع نظر اس سے ان رسائل کے جواب کی نسبت دعوت فرماتے ہیں اور جن کو اجازت کے مرتبہ میں مستحق جواب تصور فرماتے ہیں اگر اس امتیاز کی یہ وجہ ہے کہ ہمارے ان کی فحش اور بیہودہ گالیوں کا جواب نہیں لکھا ہے تو بمقتضائے اس اعتبار سے بے شک مسکت منحصر ہیں اور اگر باعتبار علمی مضامین کے اور دلائل عقلیہ نقلیہ اصول مذہب کی پختگی کے اعتبار سے فرماتے ہیں تو آپ ان دلائل کا انتخاب فرما کر بھیج دیجئے پھر دیکھئے کہ مستحق الجواب اور مسکت منحصر ہیں یا نہیں۔ رہا بندہ کی نسبت کتب مناظرہ کی نادقتیت کا الزام کسی قدر صحیح ہے کہ مجھ کو تو ابتداء اس مشغلہ سے اس کا شوق نہیں ہوا اور نہ کبھی اس میں انہماک۔ البتہ آپ صاحبوں کی تحریر چھپنے کے بعد دوست فی الجملہ اس طرف توجہ ہوئی تھی بات کے حسول مذہب کی دقتیت حاسل ہو اور کتب مناظرہ کی قدر کھلے۔ چنانچہ اس کی کیفیت مناظرہ کی بحث میں مکشف ہو جائے گی لیکن یہ میرا ان ہوں کہ ابتداء سے حضرت نجیب کو کتب مناظرہ سے بیگانہ و نفرہ حاصل ہوا جانب رفع دین کے تو سابقاً معلوم ہو ہی چکا ہوگا۔ مذکور رہی مسئلہ تکفیر شیعہ کے مناقب بیان فرمائے اور ان کو بشارتیں دیں سو دین فاطمہ قرینوں پر ہوا ہو۔ بعد کو کچھ دنیا اور طبع ہو تو مضائقہ نہیں یہ وہ ہے کہ نزدیک جو حق نقل دینی کا ان اعتبار نہیں پھر معلوم نہیں اس پر اتنا زور و اعتماد کیوں ہے۔

قال الفاضل النجیب تو نے مذہب سنی کے اس طرح بدیہی بنیاد کرنے سے اور تمام ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ واقعی تحقیق حق مطلوب ہے اگر یہ ہے تو پھر وہ اس بات کو دوست ہے یا دشمن اس سے کچھ غرض نہیں تو یہ تسویل سے ہوئیت تا کچھ ہے اور بھی بعض ہیں

[illegible]

قال حضرت یہ مطلب نہیں جس قدر دوست کو دشمن کے مذہب کے ثبوت پر توجہ دینے سے اور زیادہ یقین ہو سکے دشمن کے مذہب کی حقیت میں ہیں

رہیں گے تو آپ پر بھی بخوبی روشن ہو جائے گا۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ: اہل سنت کا عہدہ برآ ہونا تحریرات منشی سبحان علی صاحب و مولوی نور الدین صاحب سے بخوبی واضح ہے اور نیز یہ آپ کی تحریر بھی گویا فلاحہ مضامین سابقہ کا ہے اس کے جواب سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی واضح ہو جائے گا کہ فریقین میں کون سا فریق دوسرے کے جواب سے فی نفس الامر عہدہ برآ نہیں ہو سکتا اور کس قدر اس تحریر کے ابحاث سابقہ سے واضح ہو بھی چکا ہے پھر معلوم نہیں کہ اسی فضل و تحمل کے بھروسے پر یہ دھمکیاں ہیں کہ اگر آپ اس میدان مناظرہ میں ثابت قدم رہے تو آپ پر بھی بخوبی روشن ہو جائے گا یا کوئی اور دروازہ ہیں کسی خاص وقت کے لئے محفوظ رکھ چھوڑا ہے

اہل انصاف غور فرمائیں یہ تو ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت مع اپنی شرائط و توابع و لواحق کے شیعہ کے نزدیک اصل اصول دین مثل توحید و نبوت کے واجب الایمان ہے اور اہل سنت اس کو اصلی عقائد میں نہیں کہتے علی ہذا قیاس اس کی شرائط وغیرہ میں گفتگو ہے، شیعہ ان کو واجب الایمان اعتقاد کرتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک ان کا کچھ ثبوت نہیں توحید اور نبوت اور معاد متفق علیہ معاد اخروی جس کو قیامت کبریٰ سے تعبیر کرتے ہیں اور بھی متفق علیہ ائمہ اثنا عشر اور ان کے عدد حقیقی یا مدعوی شیعہ کا اور دنیا میں پھر رجعت فرمانا جس کو متفق علیہ رجعت اور قیامت صغریٰ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے مختلف فیہ ہے کہ شیعہ کے نزدیک واجب الاعتقاد ہے اور اہل سنت کے نزدیک نہیں پس اس صورت میں اہل سنت کا ہو اصل ہے وہ اصول مذہب شیعہ پر ہے اور اس کا بیچ کن ہے کیونکہ اہل سنت ان اصول میں سے جن کی صرف علماء شیعہ معتبر ہیں جن پر اعتماد کریں گے وہ اصل اصول مذہب شیعہ کا عمدہ رہیں گے اور اہل سنت کے کسی اصل مذہب پر عہدہ برآ نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ ثبوت امامت متفق علیہ اور ثبوت خود ان میں معدود سے تو علماء شیعہ مستند کسی اصل مذہب کے کسی اصل سے اپنے علماء سے معدود نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں نہایت خاصہ مقلد مذہب کے کسی اصل کا اپنے علماء سے معدود کر سکتے ہیں اور اہل سنت بعض اصول اعتقادیات کے منکر ہیں جن پر ان کا عمل ہے اور ان سے ثبوت کر سکتے ہیں اس صورت میں اس کے ثبوت کا عہدہ برآ ہونا حضرات شیعہ میں پر ہوگا کہ ان امور کا اصل اعتقادی ہونا اپنے دلائل قطعیہ سے ثابت کریں جو ثبوت مسئلہ امامت کے لئے کوئی ہوں اور جس قدر اشکالات ان پر وارد ہوں ان کا حل اور دفع

ہوتی ہے مانی کو نہیں ہوتی، پھر اس کے معارضہ میں اہلسنت کہتے ہیں کہ آپ نے ان امور کو جن کا دلائل قطعیہ سے اصل اعتقادی ہونا یا یہ ثبوت کو نہیں پہنچتا اصلی و اعتقادی اعتقاد کر رکھا ہے اور جیسا اعتقادی کا انکار مذموم ہے غیر اعتقادی کو واجب الاعتقاد اعتقاد کرنا بھی مذموم ہوگا تو اس تمام گذارش سے جو اجمالاً عرض کی ہے، اہل فہم و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ ہم میں سے کونسا فریق عمدہ برا نہیں ہو سکتا اور کس فریق کو دوسرے کے مقابلہ میں دشواری پیش آ رہی ہے۔

قولہ: یہ ہر دو احتمال بجائے خود نہیں خدانخواستہ مجھ کو اپنے عقیدہ میں کسی طرح کا شک و ریب نہیں، میں نے اپنے علم و عقل کے موافق اپنے مذہب کی حقیت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے اور یہ محض دعوی لسانی ہی نہیں بلکہ بفضلہ تعالیٰ ثابت بھی کر سکتا ہوں بایں ہمہ بفرض محال مثل شریک باری اگر اس کے خلاف حق ثابت ہو تو اس کے تسلیم کرنے میں کچھ عذر نہیں۔

اقول: سبحان اللہ میاں تو ہمارے حضرت مجیب مجتہد کیا بلکہ امام بن بیٹھے یا یہ شورا شوری یاوہ بے تکی، یا تو یہ ارشاد تھا کہ میں محض فارسی خواں ہوں اور لفظ مولوی کے اطلاق کو بھی تخریہ و استہزا سمجھتا ہوں، یا یہ کہ اپنے مذہب کی حقیت میں حق الیقین کا مرتبہ یہاں تک حاصل کر لیا ہے کہ اس کا حق الیقین ہونا اپنے خصم پر بھی محقق و ثابت کر سکتے ہیں، پھر اس فضل و کمال پر اگر عوام و خواص شیعہ آپ کے قدم لیں اور آپ پر فدا ہوں تو ان کا فخر ہے، اور امام المشیعین اور فخر الاولین والآخرین کے لقب سے ملقب کریں تو ان کو زیبا ہے۔ اب اس سے خیال فرمایئے کہ بندہ نے جو سابقاً عرض کیا تھا کہ سابقین سے سبقت کا قصد کیا جس پر آپ جھلا اٹھے وہ کچھ بے جا نہ تھا مگر میں حیران ہوں کہ حصول مرتبہ حق الیقین کے ساتھ یہ جو آپ نے قید لگائی ہے (اپنے علم و عقل کے موافق) اس قید کے کیا معنی ہیں کیا مرتبہ حق الیقین میں ہے باعتبار علم اور عقل اشخاص کے تشکیک ہوتی ہے اس سے اہل خرد بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ آپ محض تخیلات و وہمیات کو مرتبہ حق الیقین میں سمجھتے ہیں اور آپ جانتے ہیں نہیں کہ حق الیقین کس کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ حصول مرتبہ حق الیقین بطریق کشف یا الہام یا تحدث یا استحارہ خلاق و جفت کے تو نہ ہوگا کیونکہ نہ یہ طریق یقینی ہیں، ورنہ ان سے خصم پر مدعا کا اثبات ممکن اور نیز نہ آپ کو ان کے کسی مخبر صادق نے خبر دی نہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور علاوہ ان کے اور کوئی طریق حصول یقین کا ایسا حاصل نہیں ہوا جو مثمر یقین کو ہو بجز اس کے کہ یہ مرتبہ حق الیقین کا جو

آپ نے اصولاً و فروعاً حاصل کیا ہے بعد استیفاء ادلہ تفصیلیہ کے ان میں نظر و استدلال سے اور بعد احتوار ما یتوقف علیہ الادلہ اور ان سے کما حقہ ماہر ہو کر حاصل کیا ہوگا کیونکہ تقلید اس مرتبہ کا حصول ممتنع ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ علوم آلیہ کے جاننے پر موقوف ہے اور نیز اس پر موقوف ہے کہ کتاب اللہ کو بسلاسل سند متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہو اور نیز احادیث کو باسانید صحیحہ یاد کیا ہو حالات رجال سے آگہی ہو اور مطالب اصولیہ کتاب و سنت کی اوامر و نواہی عام و خاص و مؤول و مشترک و حقیقت و مجاز و ناسخ و منسوخ وغیرہ کا واقف ہو اصول مصحح جامعہ اس کے پاس موجود ہوں اور ان کے ہر ایک موقع کا واقف ہو اور موارد اجماع بھی محفوظ ہوں جب یہ امور حاصل ہوں گے تو بطریق نظر و استدلال یقین یا ظن مسائل کا حاصل ہوگا۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ میں محض فارسی خواں ہوں نہ کتاب اللہ کی سمجھ ہے جس پر دار و مدار اصول عقائد کا ہے بلکہ کتاب اللہ بنقل متواتر تحریف سے محفوظ شیعہ کے پاس موجود بھی نہیں ہے اور جو موجود ہے وہ نہ متواتر شیعیان ثابت ہے اور نہ حسب اعتقاد محدثین و مفسرین شیعہ تحریف سے خالی بلکہ متواتر محرف ہونا اس کا روایات سے محقق ہے اور اگر تسلیم کیا جائے کہ کتاب اللہ موجود متواتر غیر محرف ہے تو ان اکابر بزرگان دین کی نسبت کیا فتوی دیں گے جنھوں نے بڑی شد و مد سے اس کو محرف ثابت کیا ہے چنانچہ بحث تحریف میں مفصل اس کا ذکر آئے گا اور یہ آپ جانتے ہیں کہ تکذیب کتاب اللہ اور انکار متواتر کیسا ہے۔ اور نہ حدیث سے آشنائی ہے اور ان کے سمجھنے میں دوسروں کے محتاج ہیں کہ وہ ترجمہ عبارات کریں اور آپ سمجھیں خواہ غلط ترجمہ کریں یا صحیح۔ علاوہ ازیں علوم آلیہ کی بھی تقریباً ایسی ہی حالت ہوگی۔ صرف و نحو سے بے خبری معانی و بیان وغیرہ سے ناواقفیت تو اس صورت میں تو آپ کو صحت مذہب میں مرتبہ علم الیقین کا بھی حاصل نہیں ہو سکتا ہے چہ جائیکہ مرتبہ حق الیقین کا جو بالاترین مراتب یقین ہے حاصل ہو۔ بہرکیف اگر دعوی محض فارسی خوانی کذب و دروغ ہے اور یہ سب مبادی مذکورہ آپ کو مستحضر ہوں تو غایت سے غایت آپ کو صحت مسائل میں علم الیقین کا مرتبہ حاصل ہوگا جو مرتبہ مجتہد ہے لیکن آپ مدعی حصول مرتبہ حق الیقین ہیں جو اعلیٰ ترین مراتب سے ہے اور محسوسات و بدیہیات اولیہ سے بھی زیادہ اطمینان بخش ہے اور انبیاء و صدیقین کے مراتب سے ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ شاید دعوی نبوت یا امامت مکنون خاطر ہوگا مگر

محض فارسی خوانی کا اور اس مرتبہ کے حصول کا محال تھا اس سے زیادہ اجتماع کذب و حصول مرتبہ حق الیقین ممتنع ہے پس میں متحیر ہوں،

حضرت یا زمین پر تھے یا آسمان پر جا بیٹھے شاید فارسی خوانی اس غرض سے ظاہر کی ہوگی کہ اگر مناظرہ میں الزام کھا جائیں تو کچھ بہت ندامت و بدنامی نہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہی مشہور ہو کہ ایک فارسی خوان تھا کیا ہوا جو الزام کھا گیا۔ غرض اگر اس تحریر کو لحاظ کیا جائے تو محض فارسی خوانی کی ہی تصدیق ہوتی ہے بلکہ اس تحریر کے آپ کی طرف منسوب ہونے میں بھی شک ہوتا ہے اور بھی کچھ نہیں تو دوسروں کی مدد ضرور ہوگی اور اگر واقعہ حق الیقین کو دیکھا جاوے تو قطع نظر اس سے کہ اس دعوی کو یہ آپ کی تحریر زبان حال سے مکذب ہے محض فارسی خوانی غلط ہوئی جاتی ہے۔ ہم جہاں تک اس تحریر میں بغور و تامل نظر کرتے ہیں کہیں اس عجیب الخلقہ دعوی کا ثبوت نہیں دیکھتے بلکہ ہر بحث سے اس کی تغلیط کا ثبوت پیدا ہوتا ہے چنانچہ بعض مضامین سے جو بحث سابقہ کے ضمن میں مذکور ہوئی ثابت ہوتا ہے اور بحث آئندہ سے بخوبی ثابت ہوگا۔ ہر دو۔ تسامحات کی تردید و تغلیط سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کو تحقیق حق ہرگز مد نظر نہیں ہے کیونکہ احتمال اول تحقیق حق ہے دلیل تو علاوہ ازیں آخری فقرہ مضمون تعلیق بالمحال مزعوم بالا میں ہر طرح محال سے آخر تک اس مدعا کو آشکارا اور پر ثابت کر رہا ہے پھر معلوم نہیں کہ انصاف و تحقیق حق کا کہاں مصداق تو رتعالی اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّا اَنْ يُّهْدٰى (یونس ۳۵) دوسرے کے ہی لئے ہے ہاں ہم بشارت آئندہ میں احتمال ثانی کو تسلیم کر لیا اور فرمایا بندہ اسی غرض فرقہ اہل سنت کی مدبت عموماً اور اپنے شفیق کی خصوصاً ایذا اور بندہ کی طاعن تزویر و تلبیس سے ہی تھی پس انکار احتمالین اس مناظرہ دونی پر تعجب انگیز ہے،

قول ۲: اور تزویر و تلبیس سے تجھ کو کیا حاصل، مولوی میں نہیں مسجد کا واعظ ہوں نہیں ملازمان خدمت سے معاش میں حاسد نہیں کرتا مرجع خلائق میں نہیں کہ خود مخود دکان جمائے بیٹھے ایسی باتیں کروں جس سے لوگوں کو فریب میں پھنسانے سے مجھ کو کیا خاص فائدہ ہوگا،

قول ۳: معلوم نہیں حضرت نے ان اشارات و کنایات سے مورد اپنے ذہن عالی میں کس کو قرار دیا ہے اور یہ تعریضات کس کی طرف راجع ہیں اگر یہ بندہ ہی سمجھا گیا ہے تو حضرت سے پہلے معمار کا مرد دلسنتہ یا ان مذہب بتلوین و غیرہ کو ہوگا ہے تو در کھا ہے

بندہ عاجز یا اس کے دوسرے ہم مذہب مراد ہوں گے لیکن بفرض تسلیم اگر ان تعریضات کا اطلاق ہم پر من وجہ بھی ہو سکے گا تو حضرات مجتہدین شیعہ جن میں یہ سب اوصاف مع شئی زائد پائے جاتے ہیں ان تعریضات کے ساتھ اولی و احق ہوں گے۔ ؎

شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی — گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

قطع نظر اس سے ہمارے حضرت مجیب بھی تو بزعم خود درجہ اجتہاد حاصل کر چکے ہیں تو اور مرجع خلائق بنے، دور دور دکان جمانے کے لئے کیا سر پر سینگ نکلتے ہیں۔ مذہبی خدمات سے معاش یوں ہی پیدا کی جاتی ہے۔ قبلہ و کعبہ بننے کی دیر تھی کہ سب کچھ موجود، مخالفین سے مناظرہ کر کے شہرت پیدا کی موافقین کو فتوے دینے کنایۃً ادعائے اجتہاد فرمایا پھر مجتہد بن بیٹھے پھر کیا تھا چراغ، روشن مراد حاصل۔ جی حضرت آج ہی کیا تھا اس کشت کا ثمرہ آئندہ دیکھئے گا۔ خدا نخواستہ اہل سنت تو فریب میں آنے سے رہے ہاں اپنے ہم مذہبوں سے توقع مفاد رکھنی چاہئے۔ اہل سنت کو تو اگر براہ تقیہ مسلمی بن کر فریب دیتے تو شاید کوئی مشکل نہ تھی شامت کا مارا گمراہ ہو جاتا چنانچہ حضرت کے بعض بزرگوں نے ایسا کیا ہے رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب سروی اپنی کتاب معالم العلماء میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے فرماتے ہیں،

ابو الحسن محمد بن ... بن ھیم بن ... — ابو الحسن محمد بن ... بن یوسف کا لقب

یوسف لقبہ ... علی الظاھر — ظاہر میں تقیہ کے طور پر شافعی کے مذہب

یفتی علی مذھب ... فی تقیۃ — کے موافق فتوے دیا کرتا تھا اس کی

من کتبہ کشف التلبیس ... — کتاب میں ہے کشف التلبیس ... عدد استلہ

الا مستفتیہ در ... — (ترجمہ)

(در اس مقولہ آپ خوب سمجھتے ہیں کہ ہر بزرگ شافعیہ کا بھیں کیوں ہوتے تھے،

مذہب شیعہ میں دوسروں کو اپنے مذہب میں بلانا حرام ہے

قول ۴: ہمکہ اس ناحق زرقا اہل سنت کی ہدایت ہو اور اپنے شفیق کی جو اس مبارکہ ہیں اسے ہدایت ہو اور بعض ان کی خواہش سے یہ بحث شروع ہوئی ہے ان کی ہدایت خصوص

قول ۵: کوش آپ جو سکتے کہ آپ پر ان اس فرض میں کفایت ہو اور ذکر کتب حرام ہے

گنہگار بروئے اپنے مذہب کے ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے مذہب کی کچھ خبر نہیں ہے۔ لیجئے ہم ہی بتلاتے ہیں کیا احسان مانیئے گا۔ علامہ مجلسی بحار میں نقل کرتے ہیں اس میں سے چند روایات نقل کرتا ہوں ان کو ملاحظہ فرمایئے۔

عن ابی النضر عن یحیی الحلبی عن ایوب بن الحر قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول ان رجلا اتی ابی فقال ابی رجل خصم اخاصم من احب ان یدخل فی ھذا الامر فقال لہ ابی لا تخاصم احدا فان اللہ اذا اراد بعبد خیرا نکت فی قلبہ حق انہ لیبصر بہ الرجل منکم لیشتھی لقائہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا تخاصموا الناس فان الناس لو استطاعوا ان یجبونا الا حبونا ان اللہ اخذ میثاق شیعتنا یوم اخذ میثاق النبیین فلا یزید فیھم احد ابدا ولا ینقص منھم احد ابدا۔

میں نے امام ابو عبد اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے ایک شخص میرے والد کے پاس آیا اور کہا کہ میں بحث کرنے والا ہوں جس کو میں پسند کرتا ہوں کہ تشیع میں داخل ہو جائے اس سے بحث کرتا ہوں میرے والد نے اس کو فرمایا تو کسی سے نہ جھگڑ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اس کے دل میں تکتہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے سبب تم میں سے جس کو دیکھتا ہے اس کی ملاقات کی خواہش کرتا ہے۔

امام ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا لوگوں سے بحث و مباحثہ نہ کرو کیونکہ اگر ہر کہ لوگ دوست کر سکتے تو بیشک دوست رکھتے اللہ تعالیٰ نے جس دن دنیا سے عہد لیا تھا ہمارے شیعوں سے بھی عہد لیا تھا اب ان میں نہ کوئی زیادہ ہو سکتا ہے اور نہ کوئی کم ہو سکتا ہے۔

فی عن صفوان و فضالۃ عن ابان و ابن قرقنا رکان ابی یقول علیکم و بدعاء الناس انہ لا یدخل فی ھذا الامر الا من کتب اللہ لہ ذنوبہ

میرا باپ کہتا تھا تمہیں لوگوں کو اپنے دین کی طرف بلانے سے کیا تعلق کیونکہ اس دین میں کوئی شخص سوا اس کے جس کو خدا نے لکھ دیا ہے داخل نہیں ہو سکتا۔

ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح سے جھگڑنا کہ لوگ اپنے مذہب سے پھر کر شیعہ بن جائیں منہی عنہ اور ناجائز ہے۔ پس اس سے آپ جس قدر چاہیئے کہ آپ نے جو اپنی فاضل مباحثہ سے تھرائی ہے وہ کس قدر بدہے۔ اور جو کہ حالت بھی بحر کو مقتضی

ہے اور نیز سابقاً بروایات معتبرہ ثابت ہو چکا ہے کہ ظہور امام آخر الزمان تک زمانہ تقیہ مستمر ہے تو یہ نہی ائمہ گذشتہ کے زمانہ امامت پر بھی منحصر نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں اگر مباحثہ و گفتگو سے آپ کی غرض اصلی یہ ہی تھی تو اول غلطی یہ کھائی کہ آپ نے اپنے آپ کو محض فارسی خواں ظاہر کیا کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس کو علوم کتاب و سنت کی خبر نہیں محض فارسی خواں ہے وہ کیونکر مطالب عالیہ کتاب و سنت کی طرف دوسروں کو ہدایت کر سکتا ہے بلکہ وہ مصداق اس مصرعہ کا ہے۔ ع۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ معہذا اگر لفظ ہدایت سے ہدایت مزعومہ مراد ہے تو حسب قول ع۔ برعکس نہند نام زنگی کافور تسمیۃ الشی باسم ضدہ اور اگر ہدایت واقعی اور نفس الامری مراد ہے تو یہ حضرت کا کام نہیں حق تعالیٰ شانہ نے اپنے فضل و کرم سے اہل سنت کو تمسک بالثقلین اور متبع صحابہ کرام نجوم ہدایت فرما کر حقیقی و نفس الامری ہدایت پر ایسا مضبوط و مستحکم فرما رکھا ہے کہ تشکیک متشکک سے تذبذب کہاں ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَ مَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ وَ لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَ الْاٰخِرَۃِ۔

قول: شعر جو حضرت نے لکھا ہے شوخی طبع پر دال ہے اس کا جواب کیا لکھیں مگر بات یہ ہے کہ ہمارے مجیب عالم و فاضل ہیں اور اہل علم کی نظر مآل پر ہوتی ہے اور نہ یہ شعر فرما کر اپنے نفس نفیس سے ہی مخاطب ہیں۔

اقول: سبحان اللہ ابھی تو میں آپ کے نزدیک گمنام تھا ابھی عالم و فاضل ہو گیا خیر بہر کیف اگر تعرف انصاف واقعی سے اس تحریر کو ملاحظہ فرمایئے گا تو واضح ہو جائے گا کہ اس شعر میں آپ کا مخاطب آپ سے مخاطب ہے یا اپنے نفس سے ورنہ انصاف پسندان روزگار سے دریافت فرما لیجئے گا۔ اس سے زیادہ اور کیا عرض کریں۔

قول: چشم ما روشن دل ما شاد تحریر فرمانا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس مباحثہ سے آپ کا دل شاد و چشم روشن ہوتی تو شروع ہی میں یہ سخت کلامی نہ فرماتے بلکہ نہایت نرمی و ملائمت و خلاق سے پیش آتے۔

اقول: کس قدر سخت کلامی اگر کی ہے تو صرف حضرت کی قوہ بینات کے مقابلہ میں کی گئی ہے ولبس۔ اگر آپ اس کی عبارت باندھتے تو بندہ سے بھی کوئی کلمہ ثقیل نہ سنتے معہذا مخالفین کے مقابلہ میں ہر گونہ نرمی و ملائمت و اخلاق اپنی چشم روشن و دل شاد ہونے کو مستلزم

نہیں ہے بلکہ بعض مواقع میں غلظت و شدت محمود ہوتی ہے تو یہ تقریع غلط ہے۔ ہاں اگر بجائے اس کے یہ فرمائے کہ تم کو تحقیق حق مدنظر نہیں ہے اچنبا پڑا ابھی صاف انکار کر چکے تھے تو چشم ما روشن دل ما شاد فرمانا درست معلوم نہیں ہوتا تو رہا تھا کیونکہ چشم کا روشن اور دل کا شاد ہونا تو تحقیق حق پر موقف تب تھا اور جب وہی بات رہا تو یہ بھی درست لہٰذا ہوا لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر تحقیق حق سے انکار کریں تو کیونکر کریں کہ صریح خلاف انصاف ہے اور اگر اقرار کریں تو کس منہ سے کریں کہ مستلزم تشکیک فی المذہب کو ہے۔ خیر جس موقع قسر یا انکار جو مناسب ہو تا ہے وہ کرتے ہیں۔

قال الفاضل المجیب قولہ۔ اس سے مناسب یہ تھا کہ چند ہی اپنے وقت گرانی یہ کو اس میں صرف کرتے کہ حدیث الحنفیین سے خالی نہ ہوتا۔ اقول۔ مباحثہ مذہبی کیا ایسا خفیف کام ہے کہ اس میں وقت صرف کرنے کو وقت گرانی کہا جائے۔ اگر غور فرمائیے تو یہ علی درجہ کی عبادت ہے

بحث مذہب شیعہ میں مباحثہ مذہبی حرام ہے

یقول العبد الفقیر الی مولاہ اس سے صاف اس روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت امیر المومنین اپنے مذہب حقہ سے کوچہ سے باکی کی وجہ سے جہاں تک روایات شیعہ کی نظر کیا جاوے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بحث و مباحثہ کرنا حرام اور خلاف خدا و رسول و ائمہ کے ہے بلکہ مباحثہ کرنا ان سے لکھنا اور رسول کی زبانی بشارت اس کو ملعون ہونا جب پہلے تم کچھ روایات متعلقہ مباحثہ کی سن چکے ہیں اور کسی قدر اب معروض ہوں گی تو معلوم ہو گا کہ جب یہ مباحثہ کو ہمارے ائمہ علیہ السلام نے علی درجہ کی عبادت قرار دیتے ہیں اور اس کو ان کے شیعوں میں رائج کرنا خدا و رسول و ائمہ سے تقرب کا کام کرنا اور دین کی ترویج کا ذریعہ حضرات نے سمجھا ہے کہ ایک عبادت ہو تو مستحب ہو تو مستحب کہ نہیں ہے اس میں خوض کرنا تو درکنار رہا مذہب کو بھی مذموم و قبیح سمجھا ہے اور روایات جن سے یہ مطلب صاف ظاہر ہوتا ہے ہم تم کو سناتے ہیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لعن اللہ المبتدعین یجادلون فی دینہ اولئک ملعونون علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ میری بات سنو جو تمہارے لئے آسان پر کھڑے ہونے مشکل گھوڑوں سے بہتر ہے تو سے کوئی کسی سفیہ سے جھگڑے اور کسی عالم سے نہ سیکھا کہ جو بیہودہ مباحثہ کرے گا وہ اس کو دور کر دے گا اور جو کسی سفیہ سے جھگڑے گا وہ اس کو جواب کرے گا

اس حدیث سے بھی اقوام مباحثہ کی ممانعت ثابت ہوئی کیونکہ لعن بدین فعل مبنی ہے اور اس کا فاعل و مفعول دونوں کمرہ واقع ہوئے ہیں اور قاعدہ ہے کہ کمرہ سب قائلین میں عموم شمول کا فائدہ دیا کرتا ہے تو کسی شخص کو کسی کے ساتھ مباحثہ کرنا جائز نہ ہوا

عن ابی عبد اللہ قال یعطف اصحاب الکلام و من یجوز المسلمین ان المسلمین ھم النجاۃ۔	۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کلام کرنے والے جو کہ ان کے دین کے دشمن نجات پا جائیں گے بے شک مومن ہی نجات پائیں گے۔
سمعت جابر انہ یقول لولا ان یفضح الناس لدینکم فان مخاصمۃ مرضۃ للقلب۔	۳۔ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے اپنے دین کے معاملہ میں لوگوں سے جھگڑو کیونکہ جھگڑا دل کو بیمار کرنے والا ہے
سمعت ابا جعفر یقول لا تشاحتہ الخیس۔	۴۔ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے بے شک جھگڑے میں
قال امیر المومنین یکون بعدی قوم یجادلون فانبئوھم بالقرآن فی دین اللہ	۵۔ میر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بعد ایک قوم ہو گی جو اپنے رب سے جھگڑے گی سو تم ان کو قرآن سے جواب دینا اس میں شک نہیں کہ

سمعت ابی عبد اللہ یقول متکلمو هذه العصابة من شرار من هم منیهم.

میں نے امام ابی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے اس گروہ میں کے متکلمین سب سے بدتر ہیں

اس باب میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں اگر ان کا استیفا کیا جائے اور بسط کے ساتھ ان پر بحث کی جاوے تو ایک کتاب جداگانہ تیار ہو، اس لئے ہم صرف ایک آدھ مثال پر اکتفا کرتے ہیں جو امام جعفر صادق سے علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے، اور چونکہ عبارت بہت طویل ہے اس لئے ملخص نقل کرتے ہیں۔

عن ابی محمد العسکری قال ذکر عند الصادق الجدل فقال ان الله تعالی احسن ان تکلم الا بالحق الذی امر به وامر رسله علیهم السلام فقال الله تعالی وجادلهم بالتی هی احسن فامر الله تعالی بالدعاء الی سبیله بالحکمة والموعظة الحسنة وامر بمجادلتهم بالتی هی احسن فما امر الله تعالی به فی هذه الآیة ان یجادل به من لا یؤمن بالکتاب الذی انزله الله تعالی علی رسوله صلی الله علیه وآله وسلم ولا بالله ولا برسوله ولا بشیء مما جاء به من عند الله تعالی من شرائع الدین ولا بالله تعالی ان یجادل بالجدل الذی هو احسن من لا یؤمن

ثابت ہوتا ہے کہ مباحثہ کرنا سوائے انبیاء اور ان کے دوسرے شخص کا کام نہیں ہے بلکہ دوسروں کو ناجائز و حرام ہے کیونکہ سوائے انبیاء و ان کے کوئی شخص حجت منصوب من اللہ کو نہیں پہچان سکتا اور نہ ضعفاء، خون یا مبطلین کے حق میں فتنہ ہونے سے بچ سکتا ہے علی الخصوص ایسا شخص جس کو پیشہ مذہبیات کی بھی پوری واقفیت نہ ہو اور محض فارسی خوان ہی ہو تو اس کے حق میں مناظرہ کرنا بموجب اس قول فیصل کے بے شک حرام ہوگا۔ اب دل چاہتا ہے کہ اس باب میں صاحب مجلسی کی تحقیق نقل کروں۔ بالانصاف اس کو بھی ملاحظہ فرماؤں اور ہوسے مجیب کی واقفیت مذہب کی داد دوں۔

۔ یظہر من الاخبار ان مذموم	مذموم ہونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بڑا اس کا اور
منہ ھو ما کان لغرض فاسد غلبۃ	ہے جس میں فساد کا گمان کا غلبہ اور قرائن اور
فی الظن او القطع او التعصب	ظن کی جانبداری اور ہوا کی تابعداری کے مقصود
بالباطل بحیث لا یطمئن	ہو اور ایسی مباحثہ میں حق کا ظہور اور باطل کا
بحق او یرکن الی باطل و فی	رفع اور ایسوں سے شبہ کا زائل ہونا کبھی
ان یتفق ذلک ایضا فانہ	نہ ہوتا ہو تو وہ ان کے مفاسد کے ان میں سے
ان یحضر الا کون الذین من حیث	ہے لیکن ان دونوں میں تمیز اور فرق ثابت کرنا
فی ھذہ الصفۃ واجبا او مستحبا و	دشوار اور مشکل ہے بہت اوقات باوجود مقدمہ
انہ ما ینشبہ حتی قد یتفق	ایک دوسرے کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے اور
بادنی تفکر و تفحص فیہ فتبین حقیۃ	ان میں فکر اور تفحص کے پیچھے واضح ہو جاتا ہے کہ
ما یتخیل منہ و خلافہ تعدی	جو اس کا فضل ہے اس سے خالص ملکی نہیں

علامہ کی اس تحقیق میں بھی ہر جملہ سے مخالف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے بھی کسی جملے تحقیق سے ثابت ہوا کہ مباحثہ اور مناظرہ حرام ہے۔ بلکہ مباحثہ میں ہوا کہ

اسوہ واقدوہ علیہ ہونا ان کا ثابت نہ ہوگا اس لئے کہ عدم عصمت ان کے اتفاقی ہیں امامت سے اور شیعوں کے نزدیک بلکہ ہر عقلمند کے نزدیک ایک بڑی اہمیت معصومین علیہم السلام اور ائمہ علیہم السلام کی ہے اور اس کی وجہ سے ان کے اقوال و افعال حجت ہیں ہو سکتا ہے کہ جس معنی خاص کے ساتھ امامت کا ہونا ہی مسلم ہو مگر مسئلہ امامت ہی اس اختلاف کثیر کا اپنی سے جیسا کہ بندہ پہلے ثابت کر چکا ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ ۔ نشمین ہوا گر اہل انصاف قرآن و احادیث کو سامنے رکھ کر اس بحث کو بنظر غور ملاحظہ فرمائیں گے تو صاف و صریح طور پر ثابت ہو جائے گا کہ اصل و حقیقی اختلاف اور مدار نزاع و اختلاف کی وجہ

مسئلہ خلافت کی اہمیت

یہ بات ہے کہ ایک مسئلہ امامت کے متعلق جس میں ہونے پر بندے نے عامل ہونا خلاف ہے اور اس کا ثبوت اور وجوہ اس کی بیان کر کر رہی ہے اور اس کے خلاف کرنے والوں کو ان کی غلطی پر متنبہ کیا ہے اور ان کے اعتراضات کا جواب دیا ہے اور ان کے شبہات کو رفع کیا ہے اور ان کے اصل منشا کو ظاہر کیا ہے اور ان کے اعتراضات کو رد

ناشی ہے تو آخری تفریع جو بطور نتیجہ مقدمات و دلائل سابقہ کے ذکر کی ہے۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ مبنیٰ معظم اختلاف کا یہ مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف کثیرہ کا مبنیٰ ہے۔ غلط اور غیر مرتبط اور دعویٰ بے دلیل رہے۔ خوش گفت عیسیٰ میں الزام اس کو دینا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

چونکہ اس جگہ ہمارے حضرت مجیب نے ماخذیت اہلبیتؑ و صحابہؓ کا ذکر فرمایا اور بہت غلطیاں کھائیں اور حق سے بمراحل دور ہو گئے اس لئے کسی قدر اس کا بیان بھی واجب ہوا۔ پس واضح ہو کہ فی الاصل ماخذین و ایمان ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس قدر دین ہے وہ ماخوذ مشکوٰۃ نبوت سے ہے ولیں اور واسطہ تبلیغ دین مبین اللہ تعالیٰ و الائمت رسول ہی ہوتا ہے اور علاوہ رسول کے جس قدر احاد امت ہیں وہ سب محتاج تبلیغ رسول ہیں اور مکلفین و مبلغین اور فی الحقیقت متبع اور آخذین دین ہیں نہ متبوع اصل کیونکہ اگر ان کو مانند اصل دین کا قرار دیا جاوے گا تو دین کا خلیفہ ہونا باطل ہوگا اور نبی ہونا لازم آوے گا اور یہ باتفاق فریقین باطل ہے۔ حسب مذہب اہل سنت تو اس کا بطلان بدیہی ہے۔ اور شیعہ اگرچہ ائمہ کو انبیاء علیہم السلام کے خواص دلوازم میں شریک کرتے ہیں جو ان کی نبوت کو مستلزم رہے بلکہ انبیاء سے ارتبہ میں بڑھاتے ہیں،

محققین شیعہ کے نزدیک جناب امیرؓ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں

چنانچہ حضرت علیؓ کو تمام انبیاء سے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عقل و نقل افضل اعتقاد کرتے ہیں۔ شیخ مفید اپنے رسالہ تفضیل امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ میں فرماتے ہیں:

اختلف الشیعۃ فی ھذہ المسئلۃ فقالت طائفۃ منھم ان علیا علیہ السلام افضل من کافۃ الانبیاء علیھم السلام ما خلا نبینا محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانہ افضل منہ و ذھب الاکثرون منھم الی ان امیر المومنین افضل من جمیع الانبیاء و الرسل علیھم السلام ما خلا اولی العزم منھم

شیعہ تفضیل میں اس مسئلہ میں مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ تمام انبیاء سے افضل ہیں سوائے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اکثر شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں سوائے اولوالعزم کے۔

سوی نبینا و بین من سلف او فضلہ اوشک فی ذلک و قطعوا علی فضل الانبیا علیھم السلام کلھم علیہ و اختلف اھل الامامۃ فی ھذا الباب فقال کثیر من متاخریھم ان الانبیاء علیھم السلام افضل منہ علی القطع و الثبات و قال جمھور اھل الاثار منھم و النقل و الفقہ بالروایات و طبقۃ من المتکلمین منھم و اصحاب الحجاج انہ علیہ السلام افضل من کافۃ البشر سوی رسول اللہ محمد بن عبد اللہ صلوات اللہ علیہ فانہ افضل منہ و وقف منھم نفر قلیل فی ھذا الباب فقالوا لسنا نعلم ایکان افضل من سلف من الانبیا او کان مساویا لھم او دونھم فیما یستحق بہ الثواب قالوا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ محمد بن عبد اللہ فکان افضل منہ علی غیر ارتیاب و کان فریق منھم اخرون من متاخری المومنین صلوات اللہ علیہ افضل البشر سوی اولی العزم من الرسل فانھم افضل منہ عند اللہ

کر سکتے اور ان کو مبتدع کہا ہے جنہوں نے گزشتہ لوگوں کے حضرت امیر کو برابر کہا یا حضرت کو بڑھایا یا اس میں متردد رہے۔ لیکن جمہور یہ حضرت امیر سے تمام انبیاء کو یقیناً افضل کہتے ہیں اور امامیہ بھی اس باب میں مختلف ہوئے بہت سے کثیر اولان میں سے کہتے ہیں کہ انبیا حضرت سے قطعاً و یقیناً افضل ہیں اور جمہور اہل اخبار و حدیث اور فقہا اور متکلمین اور اہل حجت کہتے ہیں کہ حضرت سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آدمیوں سے افضل ہیں لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر سے افضل ہیں اور تھوڑے سے لوگوں نے اس باب میں توقف کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ حضرت امیر انبیا گذشتہ سے باعتبار زیادتی استحقاق ثواب کے افضل ہیں یا برابر یا کم لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر سے بے شک و شبہ افضل ہیں اور امامیہ میں سے ایک فریق کہتا ہے کہ حضرت امیر افضل البشر ہیں سوائے رسل اولوالعزم کے وہ خدا کے نزدیک حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے فضیلت میں زیادہ ہیں۔

اور اس رسالہ میں کسی قدر آگے بڑھ کر یہ روایت لکھی ہے۔

وقولہ علیہ السلام و قد سئل عن امیر المومنین ما کان منزلتہ من النبی علیہ و آلہ السلام فقال کان ینبئہ و ینبئ فضلہ سوی النبوۃ الخ اور وہ

امام رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ جناب حضرت امیرؓ کا مرتبہ ہے نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر تھا فرمایا بجز رسالت کے جو حضرت

وجاء مثل ذلك بعينه عن ابيه عن
جعفر وابي الحسن وابي محمد العسكري عليه السلام

صلی اللہ علیہ وسلم کو مل تھی اور کچھ
زیادتی نہ تھی۔

اصول شیعہ کے موافق جناب امیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بجز وصف رسالت کے جناب امیرؓ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی وصف ذکر نہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر استدلال کیا جاوے اور اس سے ہر شخص کچھ سمجھ سکتا ہے کہ وہ صفات مدرج صفات جن پر فضل کی کا دارمدار ہے مثل کثرت ثواب و قرب من اللہ تعالیٰ وغیرہ میں جناب امیر گو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں تو کم بھی نہیں۔ اور حقیقت معاملہ واقعی و انکشاف امر خفی یہ ہے کہ وصف رسالت خود مستلزم افضلیت کو نہیں کیونکہ یہ وصف ہے کہ افضلیت نبوت و رسالت ارسل و نبی سابقین کے لئے بھی حاصل تھی لیکن باوجود اس کے جناب امیر ان سے باعتبار دوسری صفات کے افضل ہیں تو معلوم ہوا کہ رسالت مستلزم افضلیت کو نہیں بلکہ مرتبہ رسالت کا مرتبہ رسالت اور خلعت اور کلیمیت و روحانیت سے افضل ہے اور اگر ہم اس سے بھی ترقی کریں اور نصوص و روایات شیعہ پر جناب امیر کی افضلیت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہی ہوں تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ علاوہ ان فضائل کے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں جن میں جناب امیر کو شرکت اور مساوات ہے بہت سے فضائل جناب امیر ہیں ایسے موجود ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محروم ہیں جو شیعہ کی مسلمہ روایات اور مصنفات دو عزت جناب امیر کو حاصل ہے وہ کسی فرد بشر کو حاصل نہیں بجز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کلام و تحریر میں علی علیہ السلام اور جناب امیر کی نسبت بجز اس کے کچھ اور کہنا نہیں ہوا اور نہ ہے کہ غیر جناب امیر سے افضل ہے۔ ان سب سے ظاہر ہے کہ اگر حسب روایات شیعہ جناب امیر کی افضلیت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کریں تو کیسے

فمن فضل [illegible] ذکرنا

[illegible] سے کیا [illegible]

والبصیر هو الذی تستوی الظلمات والنور عنده۔ میں یا تیرگی اور نور برابر ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ نور ظلمت سے افضل ہے اور شیعہ کی روایات سے ثابت ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ ظلمت ہیں اور جناب امیر نور ہیں۔

علامہ مجلسی بحار میں ابو نصر بن قابوس سے اور وہ امام صادقؒ سے روایت کرتا ہے

فان السواد الذی فی القمر محمد — امام صادقؒ نے فرمایا کہ چاند میں کی سیاہی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور تفسیر صافی میں ہے تفسیر آیت: فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ کی۔

وروی العیاشی عن ابی جعفر علیہ السلام — اور عیاشی نے حضرت امام باقرؒ سے روایت کی ہے کہ
وفی الکافی عن ابی عبد اللہ — اور کافی میں امام صادقؒ سے مروی ہے۔ اس آیت
نزلت فی علی علیہ السلام وحده — میں نور سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔

بعد وہ فضائل جو اہانت سے بیت فضائل ہیں جو جناب امیر کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اور روایات با کثرت جناب امیر المومنین کی ان سے خالی ہے جن کی تفصیل میں مستقل رسالہ تالیف ہو تو اس سے معلوم ہو کہ بروایت شیعہ جناب امیر کا درجہ سے بلند تر افضل ہیں اپنی بچاہ حدیث متواتر معنی سے جن کا شیخ نقیہ ابو محمد جعفر بن محمد بن علی بن بابویہ نے اپنے رسالہ کو دراعتقادات فرمایا ہے جس وقت میرے رو برو کھلا ہوا رکھا ہے روایت کو ہے اس کو روایت میں شروع ہیں۔

حدثنا ابو محمد هارون بن موسی۔
تلعکبری قال حدثنی محمد بن۔
محمد بن سعید قال حدثنی محمد بن
علیہ عقدہ الکندی قال حدثنی۔
عبد الرحمن بن ابیہ عن ابیہ۔
عن ابو شیبہ عن عاصم بن۔
عمر عن جابر عن علیہ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خبر دیتا ہوں
علی خبیر ابشر من مشک فیہ خفقہ کفہ ۔۔۔ ہے جو اس میں شک کرے وہ کافر ہے۔

لیکن باوجود ان سب امور کے لفیز و نائب نبی ہی کہتے ہیں نبی رسول نہیں کہتے۔
قولِ علی مرتضیٰ شوستری کی مجالس المؤمنین میں ہے کہ محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ
ہیں ان کو علماء امامیہ مرتضیٰ ست در ترجمہ ان کے گویند ۔۔۔ نبوت و رسالت

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا
حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ
بھی نبی ہوتا ہے اس لئے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کا نائب اور خلیفہ

تو اور بھی زیادہ غلط اور بے بنیاد کتاب سے چشم پوشی ہے بلکہ خود اسی قوم کے مخالف ہے کیونکہ
اس قوم کے اکثر علماء سے ظاہر ہے کہ علم و ماخذیت کا عصمت پر ہے اور جس میں عصمت
نہ پائی جاوے گی وہ ماخذ دین ہونے کی صلاحیت و قابلیت نہیں رکھے گا لیکن یہ امر مسلم
ہر ایک قوم کے واضح ہے کہ عصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ماخذ دین ہیں بعینہٖ کسی
سے وہی اس سے کہ بلا تکمیل دین کے کسی شخص کی عصمت کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور
کسی قوم کی عصمت ہر قول یا فعل معتقد پر قائم ہے ۔ اور اگر کسی کے لئے عصمت کی ضرورت
ہے تو پھر ہر ایک کے لئے عصمت ضروری ہے اور جب تک ایسا معصوم ہو اور اس نے حفظ دین نہ
علیہ وسلم کے ذریعہ سے نہ پایا ہو اس وقت تک اس کا قول و فعل ماخذ دین نہیں ہو سکتا اور
نقل کرتے ہیں اکثر مسائل میں اہل بیت ماخذ اصل حل علیہ وسلم سے نقل ماخذ دین
ہیں نہ خود اصل اور اگر بعض مسائل میں اہل بیت کی عصمت تسلیم کریں تو ان سے نیچے کے
راویوں کی نسبت کہا رہے اور وہ ماخذ دین معصوم نہیں ہیں لہٰذا وہ ماخذ دین نہیں ہیں
بلکہ ان کی تحقیق خود ہر ایک کے ذمہ ہے کوئی ماخذ نہیں ہو سکتا خلاصہ یہ
ہے کہ کتاب اصول سے اولیٰ ہے کیونکہ اجماع
بعد تحقیق ہوتا ہے اور آخر زمان کے مخالف ہونے سے ان کا قول معصوم نہیں ان کا قول معصوم
سے نقل کیا ہے۔

شیعوں کے راوی ائمہ کی طرف سے ان پر حجت ہیں

ہاں جب رواۃ اخبار دین و قول راجح و ظاہر دین ہونے کے ان کی عدالت معصوم
معصوم نہیں بلکہ ان میں سے بعض ایسے فاسق و کذاب بھی ہیں جن کے قول پر اعتماد نہیں
حفظ دین ہے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کا قول معتبر ہے
کرتے ہیں ان کے قول میں

شیعہ کے ہاں مخالف مذہب والوں کی روایت بھی مقبول ہے

اب کسی قدر تفصیل اس بحث کی سنیئے اور اپنے حضرت محقق کی تحقیق کی داد دیجئے اور دیکھئے کہ جو خاص تلامیذ ائمہؑ ہیں اور تشیع کے ماخذ دین ہیں ان کے کیسے کیسے عجیب و غریب حالات ہیں۔ آپ کے ثقۃ الاسلام کلینی روایت کرتے ہیں۔

عن ابن البحتری وابن الحصین ان میثمی یقول ان اللہ تعالیٰ اجوف الی السرۃ وابا قبہ مصمد کما یقول الجوالیقی وصاحب الاتان۔

میثمی کہتا ہے کہ (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ ناف تک کھوکھلا ہے اور باقی ٹھوس ہے جیسا جوالیقی اور صاحب الاتان کہتے ہیں۔

اور یہ کلینی نے روایت کی ہے۔

عن الحسن بن عبد الرحمن الحمانی قال قلت لابی الحسن انکم لتقولون ھشاما یقول ان اللہ تعالیٰ جسم فقال قاتله اللہ۔

حسن بن عبد الرحمن حمانی کہتا ہے کہ میں نے امام کاظمؑ کی خدمت میں عرض کیا ہشام بن حکم کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ (معاذ اللہ) جسم ہے فرمایا خدا اس کو ہلاک کرے۔

اور نیز کلینی کی کتاب التوحید کو دیکھ لیجئے۔

عن محمد بن الفرج الرخجی قال کتبت الی ابی الحسن اسئلہ ما قال ھشام بن سالم الجعفی فی الجسم و ھشام بن سالم وما قال صاحب الصورۃ فکتب دع عنک حیرۃ الحیران و استعذ باللہ من الشیطان لیس ھذا من دیننا ولا آباءنا۔

محمد بن فرج الرخجی کہتا ہے کہ میں نے امام کی خدمت میں سوال لکھ کر بھیجا کہ ہشام بن سالم جعفی کا جسم کے بارے میں اور ہشام بن سالم اور صاحب الصورۃ کے بارے میں کیا قول ہے تو حضرت نے اس کے جواب میں لکھا حیران کی حیرت چھوڑ کر اور شیطان کے فریب سے خدا سے پناہ مانگ یہ باتیں ہمارے دین کی اور ہمارے آباء کی نہیں ہیں۔

[illegible]

وان مرض فلا تعده وان مات فلا تشهد جنازته قال قلت زرارة متعجبا مما قال ثم زراره يشرم. اليهود والنصاری ومن قال ان مع الله ثالث.

اور اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازہ میں مت جا میں نے تعجب سے پوچھا کیا زرارہ کی نسبت ایسا فرماتے ہیں فرمایا ہاں یہود و نصاریٰ اور قائلین تثلیث سے بھی بدتر۔

اور یہ زرارہ وہ ہے جو حضرت امام پر جہت کیا کرتا تھا مختار ہو کر اور کشی میں اس کو بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

حدثنا محمد بن مسعود قال حدثنا جبریل بن احمد الفاری قال حدثنا العبیدی محمد بن عیسیٰ عن یونس عن عبد الرحمن بن حکیم قال سمعت زرارۃ یقول رحم اللہ ابا جعفر وما اجهل فلانا فی قتلی عنه لعنة قال قلت وما حمل زرارۃ علی هذا قال ان ابا عبد اللہ اخرج مخازیه۔

عبد الرحمن بن حکیم کہتا ہے میں نے زرارہ سے سنا کہتا تھا خدا ابو جعفرؑ پر رحمت کرے یعنی جعفرؑ پر میرے سوال میں حیلہ ہے میں نے زرارہ کو کسی چیز سے اس پر برانگیختہ کیا کہا کہ امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ نے اس کی بد کرداریاں اور خصلتیں ظاہر کیں

ابو الجارود ملقب بہ لقب علی مذہب سے جو بعض زیدی شیعوں کا نام ہے قاضی سنہ ابادی سے نقل کی ہے۔

قال ابو عبد اللہ علیه السلام کثیر النوی وسماه بن ابی حنیفة وابو الجارود کذابون مکذبون کفار علیهم لعنة اللہ

ابو عبد اللہ نے فرمایا کثیر النوی اور سماعہ بن ابی حنیفہ اور ابو الجارود کذاب ہیں جھوٹے جھٹلائے ہوئے کافر ہیں ان پر خدا کی لعنت ہو۔

ابو عمرو کشی کی کتاب کو ملاحظہ فرمایئے اس میں ہے

حدثنی محمد بن قولویه عن سعد عن عن حماد قال جلس ابو بصیر یوما الی علیه السلام فقال جعلت فداک

قلم یوذن فقال لو کان معنا طبق لوذن
فیہا کلب فشغرنی وجہہ ابی بصیر
قال ان ان ما ھذا اقال جلیسہ ھذا
کلب شغرنی وجہک کلھم من الارغام

اس کو پروانگی نہ ہوئی کہنے لگا اگر ہمارے ساتھ
طباق ہوتا تو پھر پروانگی ہو جاتی ہیں ایک کتا آیا اور
ابوبصیر کے منہ پر غوث کیا جلیسہ نے کہا یہ
ہے ایک کلب نشین نے کہا کتے نے تیرے منہ میں موت دیا ہے

تعجب یہ ہے کہ یہ ہی خرافات شیخ مفید اور ابن شہر آشوب نے بھی نقل کی ہیں اور یہ ہی ہزیان ابن شہر آشوب کے خواص محدثین کے علامہ مجلسی نے روضۃ المتقین میں اور محدث قمی نے منتہی الآمال میں نقل کیا ہے۔

بشر المحسن بالجنۃ یزید بن معاویۃ
لعنۃ اللہ علیہ وعلی من رضی بقتل
الحسین وانصارہ وعلی من ساعد علیہ
ولعن اللہ علی قاتلہ وعلی من سمع
ھواہ فرضی بقتلہ۔

دوستوں کو خوشخبری دیں محسن یزید معاویہ
لعنۃ اللہ علیہ پر اور جو یزید پلید پر راضی ہوا
حسین اور انصار حسین کے قتل پر اور مدد کی
حسین کے قتل پر اور لعنت ہو قاتل حسین پر
اور لعنت ہو اس پر جس نے حسین کی آواز سنی
اور حسین کی مدد نہ کی۔

ان کی سوویں کی عبارت۔

وقد ذکر الشیخ المفید رحمہ اللہ
حدثنی ابو عمر الکشی قال حدثنی
حمدویہ قال حدثنا ایوب بن نوح
قال حدثنا صفوان بن یحیی عن
ابی خالد القماط عن ابی بصیر
قال دخلت علی ابی عبد اللہ
علیہ السلام فلما رآنی قال
ھو ذا یدخل علی رجل من
اھل الکوفۃ لا یحب ان یموت
الا توبۃ۔

شیخ مفید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے ابو عمر کشی نے
مجھ سے بیان کیا حمدویہ نے بیان کیا ایوب بن نوح نے بیان
کیا صفوان بن یحیی نے ابو خالد قماط سے انہوں نے
ابوبصیر سے کہا میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی
خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا
ابھی ایک شخص کوفہ کا آئے گا جو موت کو پسند نہ
کرے گا مگر توبہ کرنے کے بعد۔

ان خامس منہم الشیخ الصدوق
قال فی خاتمۃ کتابہ من لم یوقع ھذا
التوقیع من یخط ابی محمد الحسن
بن علی رضی اللہ عنہ بن یعقوب
الکلینی رویناہ بالخوف والارتیاب التوقیع من
الصادق لم یسمع فیہ
ارجعت مشیختہ ابو الحسین بن
یعقوب الکلینی عن ابی الحسن علی
بن محمد الاسدی بخطہ الحسن بن علی

پانچویں یہ کہ شیخ صدوق نے اپنی
اس بعد نقل ایک توقیع کے کہ
کہا ہے اس توقیع کو پڑھے جس نے
نہ پڑھا ہو اس توقیع کو جو ابو محمد
حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے خط سے
ہے یعقوب کلینی کے پاس ہے
کلینی نے یہ توقیع صادق سے
صادق کے قول کے سنا ہے اس قول
کے ظن اور شک کے ساتھ
ارجعت مشیختہ ابو الحسین بن
یعقوب کلینی عن ابی الحسن علی
بن محمد الاسدی بخطہ الحسن بن علی

عن القیاس فیخرج من عندی
فیقال لہ ھذا بشیء علی غیر تاویلہ الذی
امرت قوما ان یتکلموا ونھیت قوما
فکل یاول لنفسہ یرید المعصیۃ
للہ ولرسولہ فلم یسمعوا واطاعوا
ولم یدعوا ما امروا بہ اھل الصلاۃ
اصحاب ابی کانوا زینا احیاء وموتی
وعلی قبورھم محمد بن مسلم وبرید
لیث المرادی وبرید العجلی ھؤلاء
قوامون بالقسط ھؤلاء قوامون بالصدق
وھؤلاء الذین اسعدوا وشھد لھم

میں تاویل کرتا ہے جو اس کی تاویل نہیں ہے
میں نے ایک گروہ کو کلام و گفتگو کی اجازت دی
اور ایک گروہ کو اس سے روک دیا پھر ہر ایک فریق
نے اپنی خواہش نفس کے موافق تاویل کر لی اور خدا
اور رسول کی نافرمانی کا ارادہ کیا اگر یہ لوگ میری بات
سن کر عمل کرتے تو جو کچھ میرے باپ نے
اپنے یاروں کو سونپا ہے میں بھی ان کو
سونپتا میرے باپ کے یار زندہ اور مرنے
کے بعد بہت اچھے تھے یعنی زرارہ اور محمد
بن مسلم اور برید بھی یہ لوگ
دین پر قائم رکھنے سے نہایت پکے ہونے والے

علی ہذا یہ تمام شیعہ ایک سلسلہ سفارت و خط و کتابت جاری رہتے ہوئے حضرت حجۃ کی خدمت سے ادھر سے شیعیان پاک نے جو بھی کچھ مراد لی ہو بہرحال یہ ادھر سے کسی سفیر کے وساطت سے جو پہنچ گیا اور سب سے زیادہ قابل توجہ وہ ہے جو ہم نے کتاب ہذا کے پہلے فقرات کو پڑھ کر ثابت کیا ہے کہ سلسلہ سند روایت کے زیادہ تر حصہ کو شیعہ سمجھتے ہیں وہ اساس ہے جس پر نقل کیا ہے

تو اس صورت میں ماخذ اصلی اپنے دین کا اہل بیت کو قرار دینا سراسر غفلت اور سماجت ہے ہاں شاید کوئی شخص ان حضرات کی تو ہوا و نابت کے درپے ہو اس لئے اس کے متعلق مختصر گذارش ہے کہ اس کا فیصلہ پہلے ہی آپ کے قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المومنین میں اور علامہ مجلسی بحار میں عن شیخ المشائخ سے فرما چکے ہیں۔ قاضی صاحب بنو حنفیہ کے اکرم میں لکھتے ہیں۔ مخفی نماند کہ وجوب حسن ظن بخدائے تعالیٰ و انبیاء و اوصیاء معصومین معقول و مسموع است اما بغیر ایشان کہ جائز الخطا باشند ممنوع است۔ علامہ مجلسی روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عامر عن معلی بن محمد عن	رسول نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا
محمد بن جمہور القمی یا بسناد رفعہ	اللہ تعالیٰ سے بہ حسن کی توقع رکھو
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	انکار فرمایا کسی نے عرض
وسلم واف اللہ بحسب بدعۃ بالتوبۃ	کیا یا رسول اللہ حسن کیا
قیل یا رسول اللہ و کیف ذلک قال	وجہ ہے فرمایا کہ اس کے دل میں
لانہ یحب قبلہ حبہا۔	اس کی محبت پیدا ہو گئی ہے۔

اور ان روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہ عبارت ان حضرات کے وقت مصاحبت فرمائے تھے اور ان کی عمدہ ذات محض بخل نفسانی و ہوا پرستی و تخریب دین متین بھی تو ایسے شخصوں کے لئے توبہ و نابت کا قائل ہو اور ان کی نسبت حسن ظن کرنا کیا ضرور ہے تو پھر ایسے لوگوں کو ماخذ دین قرار دینا اور پھر اہل بیت کی طرف دین کو منسوب کرنا حضرات ائمہ کی توہین ہے اور زیادہ تبع سے تو یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ بشہادت امام معصوم رجوع و توسب کی روایت کو بھی رد کرنا جائز نہیں۔ مولوی سید علی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ بحار الانوار باقر مجلسی سے نقل فرماتے ہیں۔ امام صادق نے فرمایا

لا تکذبوا بحدیث آتاکم مرجئ	کوئی مرجی یا قدری۔ خارجی ہمارے
او قدری او حروری نسبہ یقول	پاس کوئی حدیث روایت کرے اور ہمارا نام لے
فانہ صدق علینا ما لم نقلہ	ہم نے کہا ہو تو اس کو مت جھٹلاؤ کیونکہ
یحتج بہ علینا یوم القیامۃ	تم سے قیامت کے دن ہماری طرف سے
فتسئل عنہ فما قلنا من شیء	تو نہیں ہوئے ہیں ہم نے جو کچھ
او جدتموہ یوافق قولنا	کہا ہے اگر تم اس کے موافق

اس سے صاف ثابت ہے کہ تو اصحاب شام و خوارج نہروان ہوا کرتے سے روایت کریں ان کا بھی رد کرنا جائز نہیں ہے تو جب روایت بنی ماخذ دین ہوئی تو اس صورت میں صرف اہل بیت کو ماخذ دین کہنا اور یہ کہنا کہ ہر عالم کے نزدیک بجز معصوم کے دوسرا کوئی شخص ماخذ دین نہیں ہو سکتا سراسر واہیات اور خرافات ہے۔

پھر اب ہم کو اپنے فاضل محبب کی دیانت و انصاف پر کمال افسوس ہے کہ اس قول میں اپنا ماخذ دین تو صرف عترت طاہرہ کو بتلایا اور فرمایا کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کل حول و فروع اہل بیت علیہم السلام سے ہو جب حدیث سفینہ و حدیث ثقلین لیتے ہیں اور اہل سنت کا ماخذ دین صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کو فرمایا اور فرمایا کہ اہل سنت صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان کا مانتے ہیں اگرچہ ان میں سے ناصبین عداوت اور قاتلین ذریت اور ظالمین اور ناکثین سے ہوں کیوں حضرت کی کا نام انصاف ہے یا سنی دیانت کہتے ہیں اگر یہ ماخذ سے عام ماخذ دیتے تو پھر اپنے تئے عترت طاہرہ پر بھی کیوں اکتفا فرمایا اور اگر ماخذ سے خاص ماخذ دیتے تو پھر اہل سنت کے لئے تابعین اور تبع تابعین و یوں زیادہ فرمایا وہ بھی تو اس کے ہاں سنی کہنے گئے مگر شاید یہ ماخذ سے عام و خاص ہو اور حدیث ثقلین اور حدیث ہوں ثقلین میں صورت میں وہ عترت ہیں تو عترت جناب نے ماخذ ہونے سے نکل گئے انصافی محض اور تعصب سے حدیث پر انصاف تو ذرہ خاطر رکھنا چاہئے۔

تطبیق درمیان حدیث سفینہ و ثقلین در حدیث نجوم

پہلی روایت جو ہمارے فاضل محبب نے حدیث سفینہ و حدیث ثقلین کا از قرار دیا ہے اس کے متعلق مختصر گذارش ہے کہ حسب ارشاد آپ کے ہم بھی بھائی مومن و مسلمان ہیں حدیث نجوم معارض حدیث ثقلین ہے اور جب حدیث ثقلین سے معارض ہوئی تو حدیث سفینہ سے بھی معارض ہوگی اور ہماری روایت صحیح و حسن موافق قرآن ہے تمام سے ہمارا ماخذ حدیث ثقلین و حدیث سفینہ ہیں اور جب ہمارا ماخذ ان حدیثوں سے ہوا تو ہمارا مذہب بھی ثابت ہوا اور معارض نہیں ہوا اور جب ہمارا ماخذ ان حدیثوں سے ہوا تو ہمارا مذہب بھی ان میں کچھ معارضہ معلوم نہیں ہوتا پھر جب ہمارا ماخذ ان حدیثوں سے ہوا تو حدیث ثقلین میں جو عترت ہے وہ ہمارے مذہب کے موافق ہے اور حدیث سفینہ میں جو اہل بیت ہے وہ بھی ہمارے مذہب کے موافق ہے اور حدیث نجوم میں جو اصحاب ہے وہ بھی ہمارے مذہب کے موافق ہے

تمسک کے معنی حقیقی اتباع اور پیروی کے نہیں اور نہ ترکیب سفینہ جو حدیث سفینہ میں واقع ہے اس کے معنی حقیقی اقتداء کے ہیں اور ظاہر ہے کہ لفظ اقتداء کے حقیقی معنی پیروی کے ہیں منتہی الارب میں لکھا ہے امساک چنگ در زدن یقال امسک بالشی اذا تمسک بہ پھر لکھا ہے تمسک چنگ در زدن و باز ایستادن از چیزے۔ اور کہتا ہے اقتدا زپے بردن کسی بجہت یا امر ثابت ہو چکا کہ تمسک کے معنی اتباع کے نہیں بلکہ پکڑنے اور چنگل مارنے کے ہیں۔ اور اقتدار کے معنی اتباع کے ہیں۔ تو اب دیکھنا قرآن میں تامل کیا تو قرآن سے بھی معلوم ہوا کہ حدیث مفسر ہیں لفظ تمسک کے معنی اتباع کے لہٰذا عترت نہیں ہو سکتے بلکہ معنی دوستی و محبت کے ہیں چنانچہ حسب تحقیق علامہ شیخ ابن المودۃ القندوزی الحنفی کے قول سے کہ تمسک کے معنی اتباع معنی مجازی ہیں اور ظاہر ہے کہ صیغہ امر حقیقت پر محمول ہوتا ہے مجاز پر قرینہ صارفہ کے بغیر حمل نہیں ہو سکتا اس لئے وہ صحیح ہوئی۔

ثانیاً حدیث ثقلین و حدیث سفینہ میں لفظ عترت اور اہمیت واقع ہوا ہے۔ اور حدیث کے معنی حضرات شیعہ کچھ بھی بیان کریں واقعی اتباع کے صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ ماخذ دین ہونے کے لئے عصمت شرط ہے۔ اور عترت علی رضی اللہ عنہ غیر معصوم ہے تو حدیث مذکور نہیں ہو سکتی۔ اور حضرت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ واجب اللہ تعالیٰ غیر معصوم کے اتباع کی طرف دعوت فرمائے۔ اور کہ عترت واجب ہے صرف حضرت علی و حسنین رضی اللہ عنہم ہیں تو باقی اہل بیت خارج ہو گئے اور کہ مراد حضرت علی و ذریہ و اولاد ہوں تو قطعی نظر اس سے کہ اس تحقیق پر کوئی قرینہ قائم نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خارج ہو جاویں گی حالانکہ مگر ذریہ شیعہ و سنیں جس قطعی اجماع اور عترت میں داخل ہیں تو ان احادیث سے تمسک ثابت کرنا خلاف عقل و خلاف مذہب ہے اور کہ عترت سے خارج ہیں تو پھر مذہب داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے

ثالثاً یہ امر بھی ہے کہ اگر نسبت یا قرابت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمسک میں پھر داخل نہیں ہے بلکہ صریح و مدار اتباع اس پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے لئے شرف صحبت اور صورت استفادہ حاصل کیا ہو یعنی حضرت علی علیہ السلام حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جس وقت تک جہاں تک عترت سے ملاقی رہے ہیں اس سے بڑھ کر نہیں ہے جس کو حضرت

شیعہ کافر و فاسق سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ تمسک کی علت اس جگہ جزئیت اور عترت ہونا واقع ہے اور جب علت ہی مقتضی وجوب اتباع بلکہ جواز اتباع کو نہ ہوئے تو پھر تمسک کو اتباع پر محمول کرنا بعید از عقل ہے۔

رابعاً ثقلین کتاب اللہ اور عترت ہیں اور ان کی نسبت احدہما اعظم من الآخر ارشاد ہے اور حضرت مجیب بھی فرماتے ہیں کہ عترت کا حکم خدا کے حکم سے جدا نہیں تو جس نے کتاب اللہ کا اتباع کیا اس کو عترت کا اتباع حاصل ہو گیا تو اس صورت میں تمسک کے معنی اتباع لینا عترت کے لئے محض تاکید ہے اور ظاہر ہے کہ مناسب عدم فضلیت جیسا اتباع ہے ویسا ہی محبت اور دوستی ہے تو تمسک کو محبت اور دوستی پر حمل کرنا مناسب ہوگا اور نہ یہ حمل کرنا باعتبار تاکید کے اسلب اولیٰ ہے۔

خامساً عترت میں سے واجب الاتباع صرف امام زمان ہوتا ہے اور باقی سب تابع ہوتے ہیں اگر تمسک سے مراد یہاں اتباع ہوتا تو صرف امام کے تمسک و اتباع کو ذکر کرتا نہ کہ عترت کو تو اس عترت کی اتباع کی طرف دعوت کرنا گویا سب کو امام بنانا ہے۔ تو اس وجہ سے تمسک کے معنی اس جگہ اتباع جائز نہیں ہیں ولاء و محبت باعتبار قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کے لئے حاصل ہے تو اس سے صاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس جگہ تمسک بمعنی ولاء و محبت ہے سادساً اگر تمسک و ترکیب سفینہ بمعنی اتباع ہو تو پھر فرق شیعہ زیدیہ و امامیہ و نظیریہ و اسمٰعیلیہ کیسانیہ وغیرہ ہو جو بزعم خود تمسک بہ ثقلین ہیں اور اثنا عشریہ کے اصول سے موافق کاذب ہیں وہی باطل اور اہل حق ہوں وہو خلاف اصول الشیعہ

باقی رہا کتاب کی نسبت سو اس کی نسبت لفظ تمسک کے معنی بجز اتباع تمسک نہیں ہو سکتا معنی اتباع ہی ماخوذ ہوں گے لیکن حدیث ہجوم میں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا ہے صحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم صریح اقتداء بالصحابہ مذکور ہے اور ہر ایک کی اقتداء کو اہتداء فرمایا اس کے معنی میں روایتاً و اولیٰ بھی مسدود ہے تو کسی طرح کا تعارض حدیث بخاری میں و حدیث شیعہ و ثقلین میں نہیں ہے کیونکہ حدیث بخاری صحابہ کی اقتداء پر دلالت کرتی ہے اور حدیث سفینہ و ثقلین عموماً عترت تک و خصوصاً اہل بیت کی اقتداء پر دلالت کرتی ہے اور حدیث سفینہ و ثقلین عموماً عترت تک و خصوصاً اہل بیت کی اقتداء پر دلالت کرتی ہے اور حدیث حسین منی و انا من حسین کی خوش فہمی کر دونوں حدیثوں میں تعارض سمجھ کر غلطی پر نہ ہوئے اور ان حدیثوں سے جو اہل بیت و اصحاب میں مسدود

ہیں ان کی اتباع پر حدیث نجوم دلالت کرتی ہے اور باقی ائمہ کا اتباع دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ تو اس حدیث سے کل اصحاب کرام کا بفضلہ تعالیٰ عدل اور ناجی ہونا ہی نہیں ثابت ہوا بلکہ ان کا مقتدا اور ہادی ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ پس اس تمام گذارش سے ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کے ماخذ دین و ایمان لاعنین ذریت طاہرین اور ملعونین اور منکرین امامت اور کافرین اور مارقین ہیں نہ اہل بیت طاہرین اور اہل سنت کے ماخذ دین و ایمان اصحاب کرام خود الہدیٰ علی لسان سید الورٰی اور عترت طاہرین ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

قولہ: معہذا اگر مبنیٰ اختلاف کثیر کا یہی مسئلہ ہوتا تو صاحب تحفہ جنھوں نے ایک کتاب ضخیم اس باب میں لکھی اور اگر پارہ اس کے لکھنے میں ان کو چند ہی وقت نہیں ہوئی صرف موقع کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے کوئی باب خاص اس مسئلہ میں لکھتے حالانکہ کوئی باب تفضیلیں صحابہ میں نہیں لکھا

اقول: اگر مولوی صاحب کو اس باب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند منظور ہے تو بیچے متبحر اکابر محققین خاندان متکلمین مولانا مولوی سید علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس نقل کیا ہے جو در باب صحت مذہب شیعہ یا اہل سنت حضرت شاہ صاحب سے کیا گیا ہے اور جو جواب شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ بھی نقل ہے اس میں سے منصف عادل کرتا ہو۔ اس سے اب دیکھ لیجئے کہ شاہ صاحب کے نزدیک اہل الحق مذہب کا کیا ہے

[illegible] ہر دو فریق بنائی ہر مذہبی دیانت کی و کتاب الٰہی ہر فریق را یکسو گذارد و حق تعالیٰ چون ہر بنائی ہر فریق و حکم شوی آن بنا ہر آیات قرآن مخالف کن و بنائی ہر مذہب کہ مخالف صریح بینی آنرا مذہب حق و شمردہ کتاب بنائے آنہا میخوان و بعمل آوردہ باشد مذہبی نہ باشد بنائی آنرا و ساوس شیطانی دانستہ و اکثر مذاہب باطلہ مبنی بر آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ ہستند مذہب شیعہ است یہ و نکہ مذاہب مبنی بر بیان و تفسیر و تاویل و تحریف و تغلیط و تکفیر و تفسیق و لعن و طعن و سب و شتم و تحقیر و توہین و ایذا و ایلام و قتل و غارت و ہتک و اہانت و تخریب و تدمیر و تعذیب و تنکیل و تشریک و تمثیل و تنقیص و تضلیل و تجہیل و تکذیب و تخطیہ و تخسیر و تبدیع و تشنیع و تہجین و تسخیر و تہدید و تعنیف و تشنیف و تقبیح و تشہیر و تنفیر و تعییر و تحقیر و تہجیر

سے ہی اخذ کیا ہے کسی یہودی یا نصرانی یا شیعہ یا خارجی سے تو نہیں لیا جو شاید محل طعن ہوتا۔

قول: خلفاء ثلثہ کی افضلیت کا جو آپ اعتقاد کہتے ہیں تحفہ کے باب ہفتم میں اسی بحث میں وہ فرماتے ہیں، دور افضلیت ہم گنجائش بحث بسیار ست وہ تو اس باب میں مشکک اور متردد ہیں اور کا بر اہل سنت سے ہیں۔

اقول: افسوس کہ اس عبارت کے سمجھنے میں بھی آپ نے خطا کی، مشکک اور متردد ہونے پر کون سا لفظ دلالت کرتا ہے کیا بحث کی گنجائش ہونا شک و تردد کو مستلزم ہے حاشا وکلا۔

شیعہ کے وہ مسائل جن میں بہت قیل وقال ہے

صدہا مسائل فقہیہ و عقائد کلامیہ حضرات شیعہ کے یہاں ایسے ہیں جن میں گنجائش بحث بہت ہے بلکہ باہم مختلف و جدال ہے کیا حضرات ان سب میں مشکک و متردد ہیں جناب امیر کی افضلیت اتنی بات ہے کہ قدیمی بحث و گفتگو ہے خود مسئلہ امامت اور اس کے اصول ہونے میں بہت قیل وقال ہے، مسئلہ رجعت جس کو قیامت صغریٰ کہتے ہیں اور مسئلہ غیبت امام آخر الزمان جو اہم مسائل سے ہیں اور جن میں حضرات متردد ہیں باوجودیکہ اہمیت مسائل سے ہیں ان میں گنجائش بحث جس قدر ہے عقلاً پر مخفی نہیں جب کوئی دلیل عقل و نقل ہم پہنچی تو یہاں تک مجبور ہوئے کہ مسئلہ غیبت میں یہ کہہ دیا۔

وانما الحکم بما ظہر ۔۔۔ ظاہر کے احکام کی وجہ سب پیشہ والوں کی عقلوں کے لئے قدر مشترک ہے

جتنی جس کو عطا فرمائی ہے اپنے ہی حد میں رکھتے ہے

لوگوں کو اس پر معترض نہیں ہونا چاہئے

باوجودیکہ یہ مسئلہ نہ کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت نہیں اور حضرات محض بتقلید سلف اس کے معتقد ہیں کیا آپ ان کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرات شیعہ اپنے اس عقائد میں مشکک و متردد ہیں اس گنجائش بحث کا ہونا کسی درجہ مستلزم شک و تردد کو نہیں ہے یہ صرف حضرت کی خوش فہمی ہے بس

علاوہ ازیں اگر کوئی شخص آپ کے اس مسئلہ سے دلیل و ثبوت وغیرہ کا انکار کرکے آپ سے ثبوت طلب کرے تو مشکل پڑ جائے اور جس چیز کے ثبوت سے عاجز ہو جائے اس کا انکار کر بیٹھے گا کہ آپ اپنے مسئلہ میں مشکک و متردد ہیں

قول: بہرحال اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اعتقاد اہل سنت کا مدلل بدلائل عقلیہ و نقلیہ مسلم خود یقینی ہے یا محض تقلید سلف اور ظنی ہے، اس باب میں کوئی دلیل عقلی و نقلی قائم نہیں چنانچہ بنظر اختصار ایک دو قول ان حضرات کے نقل ہوتے ہیں، مواقف قاضی عضد الدین کے صفحہ ۶۱۶ میں یہ عبارت لکھی ہے۔

واعلم ان مسئلۃ الافضلیۃ لا مطمع فیہا قطعا ۔۔۔ الجزم والیقین وبیست مسئلۃ تتعلق بہا عمل فتکفی فیہا بالظن والنصوص المذکورۃ من الطرفین بعد تعرضہا لا یفید القطع علی ما لا یخفی علی منصف لکنا وجدنا السلف قائلین بان ابا بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وحسن ذلک بعضہم بانہم ولوا علی ذلک فلو لم یکن کذلک لما اطبقوا علیہ فوجب علینا اتباعہم فی ذلک۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مسئلہ تفضیل قطعی و یقینی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے اور سلف کو پایا جو کہتے ہیں افضل ابوبکر و بعد وہ عثمان و بعد وہ علی ہیں، لقاعدۃ مجمع البحرین، شرح عقائد النسفی میں بعد تفضیل علی ترتیب خلافت لکھا ہے ہذا وجدنا السلف و الخلف علیہ ولو کان باطلا لما اطبقوا علیہ ۔۔۔ بلکہ ہیں ۔۔۔ ولما کان کذلک ۔۔۔ اور علماء کے قول بھی اسی قسم کے ہیں۔

اقول: جو کہ اس جگہ عبارت طویل بہت کو قلم انداز کیا ہے مطلب عبارت موقف میں خدا دینی اس سے اتنا ضرور ہے کہ مطلب عبارت بیان کیا جائے اور بعد اس کے جواب کے تقریر کی جائے واضح ہو کہ مواقف نے شروع اس بحث میں دلائل افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر کیں اور بعد اس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی افضلیت کے وہ دلائل ذکر کیں جو شیعہ ان کی افضلیت کے اثبات میں تقریر کرتے ہیں بعد اس کے جمیع دلائل کا جواب دے کر یہ عبارت مذکورہ لکھی جس کا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ افضلیت بسبب مزاحمت مکفرین جزمی و یقینی نہیں ہو سکتا عمل تو ایک یقین کے اثبات کے لئے یا تو کوئی دلیل عقلی جو مقدمات حقہ یقینیہ سے مرکب ہو ثابت افضلیت ہو اور ظاہر ہے کہ افضلیت جس کا مدار کثرت ثواب اور علو مرتبہ عند اللہ پر ہے ظنیات میں سے ہے معتبر نہیں

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible]

اجماع دلیل قطعی ہے

چنانچہ سابقاً بشہادت علم الہدیٰ امامیہ بیان ہو چکا ہے۔ یا النص قرآنی ہو جو عبارت النص اس کو ثابت ہو وہ بھی سنیں ہے یا کوئی حدیث متواتر مفید یقین ہو وہ بھی معقود۔ احادیث احاد جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں معارضہ سے قطع نظر وہ مفید یقین نہیں تو اہل کلام کے طرز پر اس مسئلہ کا ثبوت یقینی نہ ہوا۔ لیکن ہمارے عجیب اس سے یہ سمجھ گئے کہ یہ مسئلہ کسی حد تک یقینی نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اس کے آگے ہی صاحب موافق نے بطور استدراک ودفع توہم کے یہ فرمایا۔ لیکن ہم نے سلف کو پایا کہ وہ افضلیت بہ ترتیب خلافت کہتے تھے اور حسن ظن حاکم ہے اگر ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی تو اس پر متفق نہ ہوتے اور اجماع نہ کرتے تو ہم پر ان کی پیروی واجب ہوئی۔ یہ عبارت صراحۃً اس امر پر دال ہے کہ مسئلہ افضلیت صاحب مواقف کے نزدیک اجماعی ہے اور اس کے نزدیک اجماع اس پر واقع ہے کہ افضلیت بہ ترتیب خلافت ہے اور اگر باہم شیخین کے افضلیت پر اجماع نہ ہو تو شیخین کی افضلیت تو قطعاً اجماعی ہے۔ اور اجماع اگرچہ کلامی طور پر یقینی حجت نہ ہو سہی تاہم باتفاق شیعہ واہلسنت اصولیین اور فقہاء وغیرہ کے نزدیک حجت ہے جمال الدین ابی منصور حسن بن زین الدین بن علی بن احمد شہید ثانی شیعی معالم الاصول میں بعد امکان اور وقوع اور حجیت اجماع کے تحریر فرماتے ہیں۔

ونحن نما ثبت عندنا بالادلة العقلية والنقلية كما تحقق مستقصى في كتب اصحابنا الكلامية ان زمان التكليف لا يخلو من امام معصوم حافظ للشرع تجب مراجعته وقول فرد منهم متى اتفق انضمت رعيته على قول كان قوله حينئذ حجة قاطعة لعصمته عليه فيكون ذلك الاجماع حجة۔	اور جب ہمارے نزدیک دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہو چکا چنانچہ ہمارے اصحاب کی کتب کلامیہ میں مفصل مذکور ہے کہ امام معصوم نگہبان شرع ہے جس کے قول کی طرف رجوع ہو سکے زمانہ تکلیف کا خالی نہیں ہوتا پس جب کسی قول پر امت مجتمع ہو جائے گی امام کا قول بھی اس میں شامل ہوگا کیونکہ وہ امت کا سردار ہے اور خطا سے اس پر خوف نہیں تو یہ اجماع حجت ہوگا۔

اس سے صاف واضح ہے کہ شیعہ کے نزدیک اجماع حجت ہے اور امام معصوم کے شمول

کی نسبت جو کچھ فرمایا ہے یہ محض ایک لغوبات ہے امام کا شمول اس میں خود قطعی نہیں کیونکہ اس کی قطعیت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔

حضرات شیعہ کا عجیب وغریب اجماع

اجماع کے ساتھ قول امام کے انضمام پر اگر کوئی دلیل خارجی مثل وجود امام بعینہ یا وجدان قول بعینہ اور تواتر نقل کے دال ہو تو اجماع کا نام لینا ہی لغو اور بے فائدہ ہے کیونکہ اس وقت معتبر اور حجت قول امام ہے نہ اجماع، اور اگر یہی اجماع قول امام پر دال ہے تو مغلطہ اور محتمل پر بناء اجماع ہے اور محض توہمات پر مذہب کی بنیاد قائم کی ہے، اور ظاہر حسب مذہب شیعہ شق ثانی ہے کیونکہ صاحب معالم آگے بڑھ کر لکھتے ہیں،

ولا يخفى ان فائدة الاجماع تعدم عندنا اذ علم الامام بعينه نعم يتصور وجوده حيث لا يعلم بعينه ولكن يعلم كونه في جملة المجتمعين۔ ولا يبعد في ذلك من وجود من يعلم اصله ونسبه في جملتهم ويمنع علم اصل الكل ونسبهم فيقطع بخروجه عنهم۔	اور پوشیدہ نہیں کہ جب بعینہ امام کا وجود معلوم ہو تو اجماع کا فائدہ نہ رہے گا ہاں اس کا وجود اس جگہ متصور ہے جس جگہ امام بعینہ معلوم نہ ہو لیکن مجملاً اہل اجماع کے اس کا ہونا معلوم ہو اور اس کے لئے ایسے لوگوں کا ہونا ضرور ہے جن کے اصل ونسب کی اطلاع نہ ہو اس لئے کہ اگر سب کے اصل ونسب کی اطلاع ہو گی تو امام کا اس اجماع سے خارج ہونا یقیناً معلوم ہوگا

اب آپ بغور ملاحظہ فرمائیں کہ یہ اجماع جس میں وجود امام اور اس کے قول کے دخول کی بناء محض تخیلات وتوہمات پر باندھ رکھی ہے حجت ہے۔ ظاہر ہے کہ ایام غیبت کبریٰ میں نہ امام کے وجود پر کوئی دلیل قطعی یا ظنی قائم ہے اور نہ اس کے قول کے دخول پر کوئی حجت ہے تو ایسا عجیب وغریب اجماع حضرات شیعہ کے ہی نزدیک حجت ہو سکتا ہے، اگرچہ اس جگہ بحث کی بہت گنجائش ہے لیکن بخوف تطویل اس سے اغماض کرتا ہوں۔ اس سے ہم کو کیا بحث آپ جانیں اور آپ کے شہید ثانی اور آپ کا اجماع صرف مقصور یہ ہے کہ اجماع اہل تشیع کے نزدیک حجت ہے اور زید کیسا ہی کچھ سہی حضرت شہید ثانی کے کہنے سے حجت ہونا اس کا ثابت ہو گیا۔

بن سنت کے نزدیک سن لیجئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العینین کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں۔ باید دانست کہ مذہب حق کہ اشارہ شکر اللہ مساعیہم بمتابعت

صحابہ و تابعین بآن رفتہ اند تفضیل حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ ست بر غیر ایشان از صحابہ چہ علی مرتضی و چہ حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین و از عجائب امور آنست کہ این مسئلہ در زمان سلف از اجلی بدیہیات بود کہ ہیچ عاقل در آن شک نمی کرد الا قومی از جہلہ خان کہ تتبع آثار صحابہ و تابعین ہشیم الشیاب نباشد۔ دوسری جگہ اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ سادساً اجماع کہ اصل ثالث قرار دادہ اند در اصول ادلہ با وجودیکہ اجماع منعقد نمی شود الا بعد قیام دلیل از کتاب و سنت و قیاس بر آن و فائدہ است یکی آنکہ بسبب اجماع مسئلہ قطعی میشود و اگر اجماع نمی بود بسیار است کہ قطع نباشد مثلاً صورتی مستند اجماع آنجا خبر واحد یا قیاس باشد و دیگر آنکہ غالباً چون مجتہدین بر مسئلہ اجماع کردند ما خذ را فراموش میسازند و دیگر نقل ما خذ غائر میگردد بجہت کفایت اجماع از ان لہذا در اکثر مسائل اجماعیہ ما خذ آنہا پیدا نمی باید دمی شاید منقول نیست پس جب کہ یہ مسئلہ اجماعی اور مجمع علیہ سلف کا ہے بلکہ زمانہ سلف میں اجلی بدیہیات سے ہے تو یہ کہنا کہ مطلق اس پر کوئی دلیل قائم نہیں اور بجمیع وجوہ نقلی ہے غلط ہوا

محدثین شیعہ کے نزدیک اصول و فروع خبر واحد سے ثابت ہوتے ہیں

صفحہ ۱۰ میں کہا کہ یہ مسئلہ عقلی ہے اور کوئی دلیل عقلی و نقلی یقینی اس کے اثبات پر قائم نہیں تا ہم ہمارے مجیب کو باعتبار اپنے مذہب کے اعتراض کی گنجائش نہیں کیونکہ حضرات مجیب نے مذہب میں اصول و فروع دین خبار آحاد و رضیات سے ثابت ہو سکتے ہیں۔ لیجئے وہی مقام الاصول مستدلول دیکھ لیجئے خبر واحد جو قرائن منضمہ للعلم سے خالی ہو اس کی بحث میں بعد بیان اختلاف کے تیسری دلیل وہ اس حجیت خبر واحد میں لکھتے ہیں

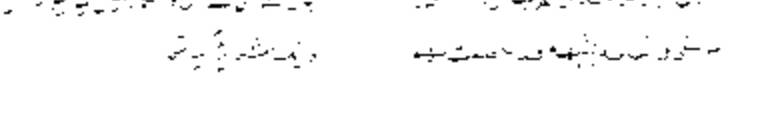

اور اس سے کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں

یعنی ہمارے موافقوں نے اہل خلاف سے اس جیسے طریقے سے حجت پکڑی ہے پس کہا کہ صحابہ اور تابعین نے اس امر پر اجماع کیا اس دلیل سے کہ وقائع مختلفہ کثیرہ میں خبر واحد پر عمل اور اس سے استدلال منقول ہے اور یہ امر مرۃ بعد اخری واقع ہوا ہے اور ان میں شائع ذائع ہے اور کسی نے ان کا انکار نہیں کیا اور نہ منقول ہوا تو یہ مثل قول صریح کے ان کے اتفاق پر علم عادی کو موجب ہے

تو اس بیان سے ثابت ہوا کہ فضیلت پر اگر دو دلیل ظنیہ اخبار آحاد ہی قائم ہوں تا ہم ہمارے مجیب کو گنجائش اعتراض نہیں حالانکہ اس پر دلیل قطعی مسلم فریقین قائم ہے اور یہ حال جو اوپر مذکور ہوا اس خبر واحد کا ہے جو خالی عن القرائن ہو چنانچہ شرح بحث معالم میں لکھا ہے۔ اور اگر خبر واحد کے ساتھ قرائن منضمہ یقین حق و منصور ہوں وہ خود قطعی حجت ہے چنانچہ یہ بھی اسی معالم الاصول سے معلوم ہوتا ہے اور اگر اس مسئلہ افضلیت میں قطع نظر اجماع سے کی جاوے تو قرائن خارجیہ بھی مثل اجتہاد فی العبادۃ و جہاد فی سبیل اللہ و کتب احادیث کفار و مرتدین و فتح بلدان و اشاعۃ اسلام و عدل و داد و بیعت سریر خلافت و ان کا خلق کی حمایت و نصرت و مدح کرنا وغیرہا جن کی تشریح کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں بشرح و بسط مذکور ہے اس کے ثبوت پر قائم ہیں تو گو اخبار آحاد فی حد ذاتہا ظنی ہوں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ان کی ظنیت تعیین بعد انضمام قرائن کو معارض نہیں، تو اس کو محض ظنی خیال کرنا دلیل عقل و نقل بھی اگر ساتھ نہ دے تو صرف خطا ہے اور گردیدہ و دانستہ ہے تو انصاف و تحقیق حق کا خون کرنا ہے

قولہ نظر کا مقام ہے اس تفضیل پر جس کے حضرات اہل سنت قائل ہیں اور اس کو عقائد میں داخل کر رکھا ہے خود ان کے ہی علماء کے قول سے کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتے ہیں کہ دعوی ہذا و دعوی سلف اس قول میں در ماندہ ہیں کیا ان سے حاضر ہیں شارح

عقائد نسفی کے شروع میں لکھا ہے ومعرفۃ العقائد عن ادلتہا التفصیلیۃ بالکتاب الخ پھر تفصیل خلفاء کا عقائد میں داخل کرنا اور بدون اقامت دلیل اس کا قائل ہونا اور علی ہذا وجہ نا السلف کہنا کیونکر جائز ہوگا۔

اقول: گذارش سابقہ سے واضح ہے کہ یہ اعتراض بالغور وتدبر مقام کیا گیا ہے اگرچہ مقام غور کا تھا لیکن حضرت نے غور نہیں فرمایا ورنہ بمقتضائے انصاف یہ اعتراض نہ فرماتے کیونکہ اسی گذارش سے ثابت ہو چکا ہے کہ اہل سنت کا یہ اعتقاد دلائل قطعی نہیں لیکن حضرت مجیب اپنا فکر فرماویں ان کے علامہ دوگیر ساتھیں نے بھی اصول وفروع کا خلافیات پر رکھ دیا اور بجز سید علامہ ہندی کے دعوی تواتر کو آپ کے شیخ ثانی نے ظنی اور شبہ پر محمول فرمایا پس اس کے جواب کا فکر کیجئے وقوع نظر اس سے اگر آپ کو اپنے اصول کے ثبوت قطعی کا دعوی ہے تو مسئلہ رجعت کو جو اصول معتقدات سے ہے بچا کر شیخ محمد بن علی بن الحائری نے ہدایۃ الہدیہ میں لکھا ہے

یجب علی المکلف ان یقر ویعترف بقلبہ ولسانہ	یعنی مکلف پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے وجود اور
بتوحیدہ ووحدانیتہ وعدلہ وعلمہ و	وحدانیت اور عدل اور علم اور قدرت اور
قدرتہ وتنزیہہ عن النقص وبسائر	کہ اور تمام صفات کاملہ کہ جو آپ کو ثابت ہیں اور
صفاتہ الواردۃ فی الکتاب والسنۃ	جو ثبوت قرآن اور احادیث سے ہوا ہے اقرار
واعترف بالمعاد الجسمانی وھو اعادۃ	اور یہ بات کہ بدن کے ساتھ روح کا جو تعلق
کل روح بالرجعۃ وھی غیبۃ الصغری	تھا پھر ہوگا یعنی رجعت کا بھی اعتقاد واجب ہے

اسی کتاب سے وجوب اعتقاد روایات مذہب شیعہ بلا کسی دلیل عقلی یا نقلی ثابت فرمایئے اور اگر قطعی نہ ہو سکے تو ظنی ہی سے ثابت کیجئے تاں ناظرین کو رد کرنے کی جرأت نہ ہو ورنہ ان اصول واعتقاد کو قطعیہ سے ثابت ہیں جیسا سید علامہ نے کیا ہے اس کا کوئی جواب نہیں باقی رہا آپ کے سوال کا جواب کہ ہم علی ہذا وجدنا اسلفنا کہنا جائز ہوگا یا نہیں جس قدر فرق ہے اس کی نسبت علی ہذا وجدنا اسلفنا میں اور ہم علی ہذا وجدنا میں زیادہ فرق ہے

اقول: [illegible] حسب مذہب شیعہ جائز ہے

مگر ہمارے حضرت مجیب نے صرف صفات ثلاثہ پر ہی اکتفا فرمایا اور بباعث نہایت محبت وفاء تمسک بہ اہل بیت اپنے غیظ وغیرہ کا ذکر تک نہ کیا۔

اقول: یہ امر بدیہی ہے کہ عدم ذکر شے اس کے نقص اور برائی کو مستلزم نہیں تو معاذ اللہ حضرت امیر المومنین امام المتقین کا عدم ذکر اس وجہ سے نہیں کہ ان کی خدمت میں ولا وتمسک میں کوتاہی ہو حضرت کے ساتھ سوء اعتقادی کو میں ویسی ہی بری دینی اعتقاد کرتا ہوں جیسا حضرت ابوبکر وعثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ سوء اعتقادی کو بری سمجھتا ہوں لیکن چونکہ مناظرہ میں متفق علیہ کے ذکر کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی مختلف فیہ کا ذکر البتہ ضروری ہے اس لئے خلفاء ثلاثہ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا اور یہ تو حضرت مجیب بھی جانتے ہوں گے لیکن آخر کیا کریں آپ کے واسطے انصاف اور تحقیق حق نے نہ چھوڑا کہ آپ یہ اعتراض نہ فرماویں۔

قال الفاضل المجیب: قولہ صاحبہ کرام رضی اللہ عنہم اگر منظور کرو صحابت اعتزازیہ ہے اور مقصود اس سے غیر صحابہ کو رسوا کرنا ہے تو ہم شاید ذکر شیعہ صاحبہ کرام کو نہ رکھتے ہوں بلکہ اپنے نزدیک جن لوگوں کو غیر صحابہ سمجھتے ہیں اور ان کا بے ایمان ہونا کتب فریقین سے ثابت کرتے ہیں ان کو بھی نہ جانتے ہیں۔

یقول العبد الفقیر فی مولاہ الغنی: سبحان اللہ انصاف وبے انصافی کا مقابلہ ہے ہمارے حضرت مجیب کے انصاف کو ملاحظہ فرماویں اور ہمارے گریس شدہ سے ذرا بھی نہ کرسانا کہ تغیر صحابہ کرام کو ہم نہیں چاہتے ہیں اس جملہ کو نہایت مضبوطی سے سب مخالفین بلکہ موافقین سے منوا لیا ہے حضرات شیعہ سے یہ محض زبانی دعوے ہیں اور حضرت نے اپنی کتابوں میں تو بہت سے کر لعنت بھیجی ہے کہ صحابہ تو کیا ہیں ہم تو ان کے غلاموں کے غلاموں کو بھی نہیں چھوڑتے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہم ان کی قبروں پر بھی لعنت کرتے ہیں اور ان کے مقبروں کو بھی ڈھاتے ہیں اور ان کی لاشوں کو بھی جلاتے ہیں اور ان کی ہڈیوں کو بھی پیستے ہیں اور ان کے ساتھ ایسا ایسا کرتے ہیں اس کا بھی کوئی انکار کرے گا۔ [illegible] ہیں ہر ایک

انبیاء کے کفر کا ثبوت مذہب شیعہ کے موافق

تو جب یہ مسئلہ محقق ہو چکا کہ کتب روایات شیعہ [illegible] ہیں تو ہر ایک

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی خصال میں روایت فرماتے ہیں،

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اصول الکفر ثلثۃ الحرص و الاستکبار و الحسد فاما الحرص فانہ حرص ادم و حواء علی الشجرۃ حتی اکلا منہا و استکبار ابلیس حین امر بالسجود لادم فابی و اما الحسد فابنا ادم حین قتل صاحبہ حسدا

یعنی اصول کفر تین ہیں حرص اور تکبر اور حسد لیکن حرص پس آدم جب کہ منع کیا گیا درخت سے تو حرص نے اس کو اس پر برانگیختہ کیا اور اس میں سے کھایا اور تکبر پس ابلیس جب کہ حکم کیا گیا سجدہ کا پس اس نے انکار کیا اور حسد پس دو کا بیٹا جب کہ اس نے اپنے بھائی کو حسد سے قتل کر ڈالا

پہلے حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حسب روایت آپ کے صدوق کے اس فعل کا ارتکاب جو اس کہنے سے پایا گیا اور کفر میں جس کے برابر ہو گئے کہ اس میں بھی ایک اصل کفر کی پائی جاتی ہے اور معاذ اللہ توبہ توبہ آپ میں بھی ایک اصل پائی جاتی ہے اب دیکھئے کہ اول یہ عقیدہ کہ کفر تک صغائر کبائر سے سہو و عمد معصوم تھے یا یہ کہ معاذ اللہ ابلیس کے برابر ہو گئے، اب حضرت مجیب یا تو نقل روایت کی تکذیب فرمادیں گے اور یہ تو ممکن نہیں کتاب بندہ کے پاس بعونہ تعالیٰ موجود ہے جس میں یہ روایت مع یا بغوایت مذکور ہے یا اس روایت کی تکذیب فرمائیں گے اور یہ بھی بنتی نہیں کیونکہ حضرت صدوق کی روایت سے آخر اس کی تکذیب کی جاوے گی تو ان کا واقف صدوق نہ رہے گا بلکہ کذاب ساوق آئے گا اور وہ اس سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے حالانکہ ایسی تکذیبیں بہت سے حضرات روایت و ارباب درایت کو صدوق کے باب سے مطلب ہوا، و کون علم صدق کا خطاب اپنے ہی بدولت سے پاویں، اور بیشتر یہی صدوق ہیں جو ان کے ہاں ثقہ ہیں جن کی نسبت حضرت صدوق نے عیون اخبار رضا میں ایک حدیث بیان فرمائی ہے اور خصیب صدوق میں بھی وہ حدیث ہے جو آگے تکذیب میں مذکور ہے

حدثنا محمد بن بکر بن علی بن عبد اللہ الوراق قال حدثنا ابو الحسن علی بن محمد بن قتیبۃ النیسابوری بمرو قال حدثنا الحسن بن علی بن شعبۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال حدثنی ابی عن ابیہ عن جدہ

فتسلط الله عليه الشيطان حتى اكل من الشجرة التي نهي عنها وتسلط على حواء فنظر اني فاطمة بعين الحسد حتى اكلت من الشجرة كما اكل ادم فاخرجهما الله تعالى من جنته واهبطهما من جواره الى الارض

اور ان کے مرتبہ کی آرزو کی پس خدا تعالیٰ نے اس پر شیطان مسلط کر دیا یہاں تک کہ اس درخت سے کھایا جس کی ممانعت تھی اور حوا نے فاطمہ کی طرف حسد کی نظر سے دیکھا تو اس پر بھی شیطان مسلط ہوا اور اس نے بھی اسی درخت سے کھایا پس خدا تعالیٰ نے ان کو اپنی جنت سے نکال دیا اور اپنے قرب سے جدا کر کے زمین پر اتار دیا۔

یہ روایت باوجود اس کے کہ بعض وجوہ سے قابل غور ہے لیکن یہاں صرف اس قدر ثابت کرنا ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بہت بڑی معصیت حضرات سے ثابت فرمائی کہ باوجود یکہ حق تعالیٰ شانہ نے بذریعہ تاکید کے ساتھ حسد کی ممانعت فرمائی پھر باوجود اس کے حضرت آدم نے نہ مانا اور حسد کر بیٹھے جس کی سزا پائی اور فی الواقع اگر نبی کا حسد کرنا گو کچھ ہو لیکن افضل الاولین والآخرین کے مراتب کا حسد کیا جاوے معاذ اللہ اس سے حضرت آدم کے حق حسد عوض میں آل کو خدا تعالیٰ کی جنت ملنی اور پہلے گذر چکا ہے کہ حضرات آدم کے حق میں ان حضرات نے تین قرار دیئے ہیں۔ حرص اور حسد اور استکبار تو پہلے دو حضرات آدم کے حق میں اس عبارت سے مفہوم ہوئی ثابت ہو کر مساوات ان میں ثابت ہو گئی معاذ اللہ ثواب اس روایت میں لازم آتا ہے افضل غیر کو یعنی جو حسد ہے جگہ اعلیٰ درجہ کا حسد حضرت کے واسطے ثابت کیا گیا تو اب معاذ اللہ تو یہ شیعہ کے نزدیک حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ باوجود نبوت کے کفر تک پہنچ گیا۔ ہمیں عین سے دو چند ہو گیا کہ نعوذ باللہ جو روایت سے آپ کا استدلال رہا تھا وہ روایت سے آپ کا یہ ہوں رہا کہ نعوذ باللہ افضل الخلق ہونا حضرت کا ثابت ہو گیا۔ اسلئے اب اس روایت سے ان کا افضل الخلق ہونا ثابت ہو گیا کہ نعوذ باللہ اسلئے اب اس روایت سے ان کا افضل الخلق ہونا ثابت ہو گیا کہ نعوذ باللہ

حسد ناجائز اور مذموم تو اس حدیث کو اس جگہ غلط پر حمل کرنا محض ہے اور اگر بفرض محال حسد کے معنی غلط کے ہوں تاہم جب کہ خداوند تعالیٰ نے سخت تاکید سے ممانعت فرمائی اور ان الفاظ سے فرمایا

ایاک ان تنظر الیہ بعین الحسد تو اس کے مجرم اور مثل حسد ہونے میں کیا کلام باقی رہا تو اس صورت میں اس کا ارتکاب مثل ارتکاب حسد کے ہوا اور ارتکاب حرام بدرجہ آیا۔ اگر تعجب تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت آدم کو صرف ترک اولیٰ مرتبہ سے اس قدر معتوب اور مطرود فرمایا حالانکہ اس وقت اس نشاۃ اگر وہ بالفرض خاص ہو جاتی تو کسی کا کچھ نقصان نہ تھا لیکن دنیا میں جس جگہ تمام عالم کے حقوق امامت کے ساتھ متعلق تھے امامت غصب ہو گئی اور غدر لیل و خوار ہوئے اور خدا تعالیٰ نے کو زاہی عنہ فرمایا اس لعنت کے قربان اور اس ضرر پر خدا سے شک یہ ہے تکی باتیں حضرات شیعہ کے خدا کی ہی شایان شان ہیں مگر یہ کہ سیاہ نامہ نے تقیہ فرمایا ہو خدا تعالیٰ نے بھی ذکر تقیہ فرمایا ہو۔ اور روایت یہ ہے،

روی محمد بن الحسن باسناده عن ابی جعفر قال قال الله تعالى لادم وزوجته خذا من الشجرة فاكلا منها من غير ان يامرهما بالاكل منها انما نهاهما عن اكل غيرها فاكلا منها فقال الله تعالى لهما بعصيانكما ما اردت منكما اخراجكما من الجنة وهذا محمد واصوله ائمة الهدى من بعده وانتما ان اكلتما من الشجرة التي نهيتكما عنها فانكما ان لم تكونا تعجلان الى ما عجلا اليه من اكل الشجرة فانكما تصيران الى ما صارا اليه من الخروج من الجنة

ابو محمد بن الحسن باسناد سے ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آدم و حوا سے فرمایا کہ اس درخت سے کھاؤ بغیر اس کے کہ ان کو اس سے کھانے کا حکم دیا ہو بلکہ صرف اس سے منع کیا تھا پس انہوں نے کھا لیا پس خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے اس فعل سے میرا مقصود تمہارا جنت سے نکالنا تھا اور یہ محمد اور اصول ائمہ ہدیٰ اس کے بعد ہیں اور تم اگر اس درخت سے کھاؤ گے جس سے میں نے تم کو منع کیا ہے تو تم بھی اس کی طرف جلدی کرو گے جس کی طرف انہوں نے جلدی کی اور اس کے کھانے سے تم بھی اس کی طرف جاؤ گے جس کی طرف انہوں نے جانا یعنی جنت سے نکلنا

حاصل یہ کہ ان کی لغزش سے ہم کو عبرت ہے کہ ہم بھی ایسا کام نہ کریں جس سے ہم کو بھی جنت سے نکلنا پڑے اور ہم بھی اس کی طرف جائیں جس کی طرف وہ گئے اور یہ روایت بھی ان روایات میں سے ہے جن کو حضرات شیعہ نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے اور اس کو اپنے مذہب کی بنیاد قرار دیا ہے اور اس کے راوی ہشام بن سالم ہیں جن کو حضرات شیعہ نے اپنی کتابوں میں ثقہ لکھا ہے اور ان کی روایت سے استدلال کیا ہے اور ان کی روایت کو صحیح لکھا ہے اور ان کی روایت کو حجت قرار دیا ہے اور ان کی روایت سے مسائل ثابت کئے ہیں اور ان کی روایت کو اپنے مذہب کی بنیاد قرار دیا ہے اور ان کی روایت سے مسائل ثابت کئے ہیں اور ان کی روایت کو حجت قرار دیا ہے اور ان کی روایت سے مسائل ثابت کئے ہیں

فرق عین فاحدث ذالک قلت فبلغ به کفر اصلحک اللہ فقال لو والله لم تفوت علیہ ۔ کنت الحان کان علی ذالک من ذالک۔

کیا اس سبب سے کفر کو پہنچ گیا تھا فرمایا نہیں لیکن ایسی حالت کو پہنچ گیا تھا کہ اس حالت میں مرتا تو اسی کی تھی۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حالت جس میں موت ہلاکت کے ساتھ تعبیر کی جاوے یہ وہی حالت ہے جو معصیت کے ارتکاب کی حالت ہو اور لیجئے،

علامہ باقر مجلسی سے مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل فرمائی ہے ہمارے کمال روایت کردہ کہ روزی عبداللہ پسر علم مخدمت جناب امام زین العابدین آمد گفت کہ تو کی میگوئی یوسف را در بارہ این لشکر ہا کہ آمدہ خشند کہ دویست چہل و سی ہزار مومنین را بروعا عاق کردند و توقف کرد گفت گفت علی من کفتہ را مادرت بعزای تو نشیند عہد تو گفت اگر راست میگوئی علامتی بر راست گفتاری خود این ہمہ پس حضرت فرمود آن حضرت بر دیوار من و بستند و بعد از ساعتی فرمود کہ چشمہا بے خود را بکشا چنین دید و اے خود را در کشور و در کنار دریا ہے کہ موجہا بشش جہت شدہ و بود دید پس پسر گفت کہ اے سید من خوان من در گران آمد حضرت فرمود کہ لقمہ آن کہ در دست تو گرفتی خود بنہ پس فرمود کہ بے من نگاہ دار پس بر خاست و در خانہ رفت و بعد از ساعتی بیرون آمد و فرمود کہ بیک ہی وقت حضرت فرمود تو کہ بستی گفت این ہا ہی یوسف ہی سید من فرمود کہ ما را خبر دہ گفت یوسف بگیود ہو ہا ہی گفت کہ ہی سید حق تعالیٰ پیغمبری مبعوث گردانید در زمانہ تو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرد آورد امت شما ہی بیت ما را بر دو حاصل کرد ما پس ما قبول کردہ ما را مانند دو بیک ردیف آنکہ حق تعالیٰ یوسف را پیغمبری مبعوث گردانید پس حق تعالیٰ وحی کرد بار ہا ہی یوسف قبول کن وصیت امیر المومنین علی و فرزندان از صلب او پاک کردہ و وحی خود یوسف گفت بگیود اختیار خود وصیت کسی را کہ در دیدہ و دلی شناسد و رفت کنار دریا پس تعداد ہی وحی فرمود کہ یوسف را فرمود بر دست خود بگیر پس چہل روز در شکم ماہی ماند و تسبیح میخواند و در تاریکیہا ما [illegible] شنیدند بی گفت ما [illegible] قبول کرد وصیت امیر المومنین و فرزندان او پس چون یونس را وصیت شد کہ بر دریا رو من کرد [illegible] و در بین حضرت و فرزندان علامتی فرمود [illegible] کشتیہا خود و آب [illegible] حاصل بر کنار حضرت یونس صید بسیار کرد چون صید بسیار دید [illegible] یعنی ما را تو نشناختی از ما قبول نکنی گفت روا

اور ولایت آدم کے ایمان سے صریح انکار کر دیا پس اس کی سزا میں چکھا جو کچھ کہ چکھا، اسی صریح حضرت آدم ستہ نے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء مبعوث ہوئے ولایت ائمہ ان پر پیش کی گئی اگر قبول کیا تو جنات سے محفوظ رہے ورنہ عقوبت میں مبتلا ہوئے چنانچہ حضرت آدم کا جنت سے نکلنا، حضرت ابراہیم کا آگ میں ڈالا جانا، حضرت یوسف کا چاہ کنعان میں مقید ہونا، حضرت ایوب کا مصیبت میں مبتلا ہونا وغیرہا اسی قبیل سے ہے چنانچہ مناقب مرتضوی سے خلاصہ اس کا مودی سید رضی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، تو اس سے پایا گیا کہ انبیاء نے بعثت و رسالت سے قبل جو چیز ایمان ہے انکار کیا سبحان اللہ جل شانہ چونکہ از عہد بر خیزد کجا مانند مسلمانی بجہد ہی حکم فرمائیں اور روزی بریں اور بریں دون کا تو گیا کرتے ہے۔

اہلبیت کی جناب میں حضرات شیعہ کی گستاخیاں

محسن عاصی نہیں تو ان بچے ہے کہ ان کی مذمت کے بھی سن لیجئے جو حضرت مدعیان محبت و مودت فرماتے ہیں حضرت علی امیر المومنین و امام المتقین قائد الغر المحجلین جن کی فضیلت تمام انبیاء و رسل سے حضرت سید المرسلین کی شان میں حضرت قائد الغر المحجلین رسول جس کی شان میں ہر فضیلت ہے۔ فضیلتیں تحریر کرتے ہیں ان کی زبان سے یہ کلمات نقل کرتے ہیں جو مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں علماء باقر مجلسی سے نقل کئے ہیں۔ دشمنان نہیں پر دوستان جو شدہ دشمن نادان ہا نادان تر کہ خود را بدین گرفتار ہی بینند و بر دین خود ہی بالند اگر بجائے خود را بدین گرفتار ہی بینند و بر دین خود ہی بالند اگر بجائے خود حرکت نمی کنی حق اعتماد من مرد و یاور من ست شدہ شکایت من بسوی پروردگار من و مخاصمت من بسوی پروردگار من اس جملہ سے کسی قدر تفضیل عبارت آنحضرت سے واضح ہوتی ہے۔ اور بار دوم بیچین حق دوستان پیغمبر شیعین نسبت باہل بیت رسالت و تبع ساختن و نسبت زنا بحضرت فاطمہ زہرا و دشنام دادن و بغض و غضب تمام حضرت فلوں آنکہ زنان نا محرم را بخلوت خانہ شدن و مصافحہ کردن و بوسیدن و بغل کردن و بر ران خفتن و بر سینہ خفتن و بر شکم خفتن و بر پستان خفتن و بر فرج خفتن و بر ہمہ اعضا خفتن و بر ہمہ اعضا خفتن و بر ہمہ اعضا

علیہ وسلم کے آپ ساکت وصامت رہے تو اولاً کیا یہ وصیت ابوبکر وشیخ کے قتل کے وقت فراموش ہو گئی تھی اور میز اب حضرت عباس کے ہنگامہ میں تصنیف نہیں ہوئی تھی، اور ثانیاً کیا حضرت فاطمہؓ معیتِ حکم حضرت امیرؓ نہ تھیں اور کیا حضرت امیر کی نسبت ایسے کلمات مستحسن ہوا ان میں بھی معیوب ہیں ان کو ناجائز نہ سمجھے۔ اور کیا ان کو حضرت کا یہ ارشاد جو بکار اوفر میں نقل افشکلیین نے نقل کیا ہے لا تغضبی فانہ ان غضب غضبت بغضبہ اور نہ رکھا تھا بہ کیف اگر آپ کا سکوت حق تھا تو معاذ اللہ حضرت فاطمہؓ ایسے کلمات مستحسن حضرت رسالت کی شان میں کہہ کر معصیت سے نہیں بچ سکتی۔

شیعہ کے نزدیک حضرت فاطمہؓ اہلبیت سے خارج ہیں

علاوہ اس کے علماء شیعہ کو تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہلبیت سے ہونے میں کلام و تردد ہے چنانچہ صاحب روضات نے شرح کافی سے نقل کیا ہے۔

ان اھل البیت کل من ھو وصی فھذا	تحقیق اہل بیت کے ہیں ایسے ان کی وصیا ہوتی ہے
یدخل فاطمۃ فی اھل البیت بالتبعیۃ	تو اس سبب سے حضرت فاطمہؓ کو ہیں بیبیاں
واما بالذات فلا یدخل لانھا لیست من	داخل ہوا نہیں ہے کیونکہ آپ اہل بیت کی وصیہ
ولکن ان ثبت ان لھا ولایۃ فی اھل البیت	لو ثابت ہیں اہل بیت کہ ان کی ولایت ہے۔

اور نیز ذکر علماء شیعہ کے کلام سے بھی اس کی تائید و تقویت ہوتی ہے، چنانچہ شیخ مفید نے کتاب اعتقادات فی امامیہ میں لکھا ہے اور اجماع شیعہ کا بیان کیا ہے کہ آئمہ صرف مرد معصوم ہیں اور کوئی نہیں اس کی عبارت یہ ہے

لا یجوز ان یکون فی النساء	ان عورتوں میں کوئی امام نہیں ہو سکتا
وانما یجب فی الرجال	اور امام کے واسطے واجب ہے کہ معصوم ہو
ثم اختلف الناس فی ان المعصوم	پھر اختلاف کیا لوگوں نے کہ معصوم
ان ھو الذی لا یقع منہ ذنب	یہ ہے کہ نہ کرے گناہ
او ھو الذی یستحیل منہ	یا یہ ہے کہ محال ہو اس سے
ھذا ھو الصحیح عندنا	یہ صحیح ہے نزدیک ہمارے

او نحو ذلک بعبارۃ مختلفۃ ۔۔۔ انتھی بلفظہ۔ — میں داخل ہیں کیونکہ حضرت کا جزو ہیں۔

اس جگہ شیخ مفید نے دو دلیلیں بیان کیں پہلی دلیل بصراحت تمام لفظ آل کے ائمہ کے ساتھ خاص ہونے پر اور حضرت فاطمہؓ کی آل سے خارج ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آل کا ائمہ کے ساتھ خاص ہونا جمیع علمائے حضرات شیعہ کا ہے۔ دوسری دلیل جناب فاطمہؓ کے معصومہ نہ ہونے پر دال ہے کیونکہ مدار استحقاق غایت تعظیم کے لئے معصوم ہونا قرار دیا ہے اور پھر اس سے حضرت فاطمہؓ کے خارج ہونے کا شیخ کو اتنا ہم پیدا ہوا تو بطور دفع توہم اور مستدرک کے حضرت سلام اللہ علیہا کے استحقاق غایت تعظیم کو بسبب جزئیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت فرمایا۔ علاوہ ازیں علامہ مجلسی نے بھی حق الیقین صفحہ ۲۵ پر عصمت کو ملزوم امامت تسلیم کر لیا ہے اور لکھا ہے کہ دلائل صالحات جمع صحرف جلد ست واضح و علوم میگردد پس دلالت بر عصمت آنحضرت میکند و عصمت ملزوم امامت است تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ معصومہ نہیں ہیں کیونکہ آپ قطعاً امام نہیں تو معصوم بھی نہیں۔

پس ان دونوں دلیلوں سے صاف واضح ہوا کہ حضرت علیہا السلام شانِ آل میں داخل ہیں اور نہ معصومہ ہیں، حالانکہ آیت تطہیر سے بضمیمہ حدیث کے حضرت فاطمہؓ کا اہلبیت میں داخل ہونا اسی قدر ثابت ہے جس قدر انکا داخل ہونا ثابت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، کیونکہ سوائے جناب امیرؓ اور جناب حسنینؓ کے باقی ائمہؓ قطعاً یا بلحاظ نفس اس میں داخل نہیں ہیں اور جناب فاطمہؓ باعتبار نفس قطعاً و یقیناً اس میں داخل ہیں، لطف یہ ہے کہ جو یقیناً داخل ہوں بلکہ قطعاً تطہیر سے خارج ہوں وہ تو اہلبیت اور معصوم ہو جائیں اور جو قطعاً تطہیر میں داخل ہو اس کو تطہیر سے بلکہ آل ہونے سے بھی خارج کریں سبحان اللہ یہ حضرت شیعہ کا ہی دل و جگر ہے بیشک یہ دن حضرت نے ائمہ سے ہی لطف کیا ہوگا کہ حضرت فاطمہؓ تو اہلبیت اور عصمت سے خارج ہوں اور وہی اہلبیت میں داخل ہوں۔ تو خیر جب ان کو اہلبیت سے ہی نکال چکے اور عصمت خاصہ ائمہ کا ہی فرما چکے تو اب معصیت کو بہ نسبت حضرت علیؓ کے حضرت فاطمہؓ کی طرف منسوب کرنا آپ کو کیا ضرر ہوگا۔

حضرت سید حسین شیعہ کر جو کی جناب پاک کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ نے عمل بیت اس عبادت وقبل قسمت مشک سے نکال کر تصرف کیا جو ہیرو گناہ ہے اس

روایت امام اعظم شیعہ نے بیان کی ہے لیکن ترجمہ فارسی اس کا ازالۃ النعین میں فاضل جالسی کی کتاب فوائد الصفیہ و مواعظ حسنہ سے نقل کیا گیا ہے اس لئے وہ لکھتا ہوں، روزے مہمانے پیش حضرت امام حسینؓ نازل گردید پس امام حسین در ہمی قرض گرفتہ نانے خرید و نان خورش ندانست کہ نان را باہن حاضر سازد و دوران روز ناچند مشکہائے عسل از طرف یمن بخدمت حضرت امیرؓ رسیدہ بود پس امام حسین بقنبر خادم فرمودند کہ دہن مشکی را از مشکہائے بگشاید چون گشود حضرت بقدر یک رطل ازاں مشک عسل گرفتہ و بمہمان خورانیدند پس چون امیر علیہ السلام خواست کہ مشکہا را امیاد مستحقین آن قسمت نماید از قنبر پرسید کہ کسی دہن این مشکہا گشودہ قنبر عرض کرد کہ بلے یا امیر المومنین و سرگذشت را نقل نمود چون حضرت امیر حرف اول نشنید نمود رغضب شدہ فرمودند علی بحسین حسین را حاضر سازند چون حضرت امام حسین حاضر شد حضرت امیر دم بروانست امام حسین گفت بحق علی حیدر یعنی بحق و حرمت عم من از تقصیر من درگذر و ضابطہ حضرت امیر المومنین بود کہ ہرگاہ کسے بحق سجعفر میگفت پس غضب آنحضرت تسکین می یافت پس حضرت امیر فرمود ما حملك اذ اخذت من قبل القسمة چہ چیز باعث شد ترا کہ قبل از قسمت آن بآن متصرف شدی امام حسینؓ عرض نمود کہ حق مادر دست چون قسمت می شد بقدر یک رطل از حصہ خود داخل میکردم حضرت امیر فرمود کہ پدر تو فدائے تو باد کہ ترا می رسید کہ تو از ان قطع نظر می پیش از انکہ مسلمان منتفع شوند آگاہ باش کہ اگر نمی بود کہ دیدہ بودم کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می بوسید ہر آئینہ من ترا درین وقت میزدم بعد ازاں حضرت امیر خود در ہمی کہ در کنار روائے خود بستہ بود بقنبر دادند و فرمود کہ قسم اول عسل از بازار خریدہ بیار چون آوردہ عقیل قسم خورد و میگوید کہ گویا من می بینم کہ از ہر دو دست دہن مشک را حضرت امیر گرفتہ اند و قنبر عسل را دران داخل میکند بعد ازاں حضرت امیر علیہ السلام دہن مشک را می بست و میگریست و میفرمود اللھم اغفر للحسین ما تقدم من ذنبہ و ما یتعلق خدا و ند از تقصیر حسینؓ درگذر کہ او فرزند این کار کردہ است انتہی ملخصا۔

بموجب مضمون اس روایت کے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے شہد میں سے بلا اجازت امام و قبل القسمت کہ جس میں دوسرے مسلمانوں کے حقوق بھی تھے لے کر تصرف کیا میں پوچھتا ہوں کہ یہ خیانت کچھ آپ کے نزدیک معصیت ہیں کیا مسلمانوں کے مال میں بلا قسمت و اجازت تصرف کرنا امام کے پیچھے چلے جانے سے کچھ کم

ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال تو طشت از بام ہے کہ حضرت نے خلافت نبوت جو نیابت رسول ہے۔ معاذ اللہ ایک کافر کو سونپ دی حالانکہ آپ کے ساتھ باعتبار ظاہر بھی فوج کثیر تھی اور فی الحقیقت آپ کو کچھ اس کی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ آپ کو اپنی موت کا تو حال معلوم ہوگا تو پھر آپ کو خوف کس بات کا تھا تو یہ معصیت اور ظلم و کفر پر اعانت نہیں تو کیا ہے جس کی بابت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کو علماء شیعہ نقل کرتے ہیں۔ موجز النفی لکان احب الی مما فعلہ اخی الحسن۔ یعنی اگر میری ناک کٹ جاتی تو اس سے بہتر تھا جو میرے بھائی حسنؓ نے کیا کہ معاویہؓ کو خلافت سپرد کر دی۔ جز النفی کے آپ معنی جانتے ہوں گے۔ خواہ حقیقی لیجئے یا مجازی ہر کیف یہ خلع خلافت و صلح معاویہ ایسی حرکت تھی جس کو امام معصوم اپنی ناک کٹنے سے بدتر ارشاد فرماتا ہے۔ تو اگر امام حسینؓ کا قول حق ہے تو فعل امام حسن رضی اللہ عنہ کا کبیرہ اور معصیت ہے اور اگر خلاف ہے تو کذب امام معصوم کے کلام میں لازم آتا ہے اور کذب معصیت کبیرہ ہے اور عکرمہ کے خلاف تو پھر معلوم نہیں کہ صحابہ نے کیا ایسی خطا کی جس سے ادنیٰ فاسق معصیت سے کرام ہونے سے خارج ہوئے اور انبیاء اور ائمہ باوجود دیکھ ان کے کفر و معاصی نقل کئے جاتے ہیں پھر ان کو کرام کہے جاتے ہیں۔

صحابہ مقبولین شیعہ کے حالات

انبیاء و ائمہ کا حال تو مجملاً سن لیا اب اصحاب مقبولین کی کیفیات و حالات بھی ملاحظہ ہوں تاکہ اس دعویٰ کی تصدیق ہو جائے جیسے مجیب نے فرمایا ہے بخوبی ہو جائے کہ حاشا و کلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجھتے ہوں۔ منجملہ صحابہ کرام مقبولین شیعہ کے عبداللہ بن عباس ہیں ان کی نسبت قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں تحریر فرماتے ہیں۔ علامہ حلی در خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال آوردہ کہ عبداللہ بن عباس محب خالص حضرت امیرؓ تلمیذ او بود و حال در بزرگی و اخلاص او با آنحضرت اشہر از آنست کہ مخفی ماند و شیخ ابو عمر و کشی در کتاب خود بعضی از روایات آوردہ کہ متضمن قدح است در ابن عباس و حال آنکہ شان ابن عباس اجل و اعلیٰ از انست و ما آن روایات را در کتب کبیر رجال آوردیم و جواب از انہا گفتیم این ست تمام کلام علامہ حلی درین مقام و حاصل جمیع قوادح کہ از روایات کشی مذکور و مشہور در حق بعضی اعمال ابن عباس ست و مولف این کتاب را با ایشان اعتقاد ست اما آنچہ کہ علامہ حلی در کتاب کبیر خود ذکر کردہ بنظہ

قاصر اس شکستہ نرسیدہ مجمل حال حضرت ابن عباسؓ کا تو معلوم ہو چکا۔ اب ان اعمال کی تفصیل سنیئے۔ یہ ہی حضرت ابن عباس جن کو آپ اور آپ کے ہزرگوار اصحاب کرام میں شمار کرتے ہیں جبکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا فرصت و موقع پا کر بیت المال وہاں کا لوٹ کر اور خیانت کر کے اپنے گھر آ بیٹھے۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جو ورود انگیز خط ان کے نام اس معاملہ میں لکھا ہے دیکھنے کے قابل ہے نہج البلاغت سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔

ومن کتاب لہ علیہ السلام الی بعض عمالہ

ما بعد تو میں نے شریک کیا تھا تجھ کو اپنی امانت میں

وقد بلغنی ان کنت اشرکت فی امانتی وجعلتک

اور سمجھا تھا تجھ کو اپنا بھائی اور اپنا ساجھی میرے

شعاری و بطانتی لو تکن فی نفسک عن ذلک

گھر میں میری غمخواری اور ساجھ اور امانت

منزجرا و لنفسک مانعا فیما یکون فیہ صلاحک

کے لیے میرے اہل میں تجھ سے زیادہ معتبر کوئی نہ

و فکاک رقبتک من نار فاستعد لفقر الفاقۃ

تھا پس جب تو نے دیکھا کہ پیچھے پڑ گیا ہے زمانہ شور

و کظ الدین و افحام الامور و اعلم انک

کرتا ہے اور دشمن عتاب کرتا ہے اور لوگوں کی

صائر بعد ھذا الی موقف تخسر فیہ صفقۃ

امانت لینے کی کھلی اور پوری مہلت قریب ہوئی اور تو شرمندہ

المغبون و تندم فیہ علی التفریط و حیث

ہوئی دل کی بھڑاس اپنے چچا کے بیٹے کے بے ترسے

لا ینفعک الندم و قد بلغنی امر اذا انت فعلتہ

ادائی کر دی اور جدا ہو گیا اس سے جدا ہونے

استشعرت منہ شعار الخائفین و خلعت منہ

والوں کے ساتھ۔ اور ان میں پھوٹ ڈال دی اس کو چھوڑنے

سربال الناصحین و صرت فی ھیئۃ المتربص

والوں کے ساتھ اور تو نے بھی خیانت کی خیانت

الدائر و الشاھد الحاضر تحب الخونۃ و ما

کرنے والوں کے ساتھ۔ اور تو نے اپنے چچا کے بیٹے

یحب اھلھا و تشھد بالمغیب ما لا تشھد

کی غمخواری اور امانت داری کو چھوڑ دیا اور

بہ علی نفسک و لعمری لئن کنت سریت

دشمنوں کے ساتھ مل کر ان پر چڑھائی کر دی۔ گویا تو

علی بنی عمک لقد سریت علی ذی ثقۃ

اپنے پروردگار کا بھی ساجھ نہ رکھتا تھا۔ اگر یہ کام تو نے

و لئن کنت اضعفتھم لقد قویت عدوھم

اس حالت میں کیا کہ تو ان کا نگہبان اور ان کا مددگار تھا

و ان کنت ھربت من بعض فئ المسلمین

اور ان کا حامی تھا اور ان کا سرپرست تھا اور ان کا

لقد لحقت بقبیح الفرار و سوء العار

ملجا اور ان کا ٹھکانا تھا اور ان کا پناہ لینے کی جگہ تھا

و لقد اصبحت مسلوب الامانۃ موسوما بالخیانۃ

تو البتہ تو نے بھاگنے میں بہت برا کام کیا اور

و بلغنی عنک امر ان صدقتک فقد اوبقت

بہت برا عار لیا اور تو امانت سے معزول اور خیانت

حظک و ان کذبتک کنت کما قیل

سے موسوم ہوا۔ اور تجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ اگر

الراعی ابل فغاب و اھمل الرعیۃ فاحال

تو نے سچ کیا تو اپنا حصہ برباد کیا اور اگر جھوٹ

علی ذود قد لغبت و سئمت رعایتھا فاھملتھا

کہا تو بھی بجا ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ اونٹوں کا

و اخلدت الی الارض فاتت من ابیک و امک

چرواہا جو غائب ہو گیا ہو اور رعیت کو مہمل چھوڑ دیا

فسبحان اللہ اما تؤمن بالمعاد او ما تخاف

ہو اور اونٹوں کو چرا چرا کر تھکا دیا ہو اور ان کو

تفاسن الحساب ایھا المعدود عند ذوی

چھوڑ کر زمین پر جا بیٹھا ہو۔ تو تو نے اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

الالباب کیف تسیغ شرابا و طعاما و انت تعلم

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

انک تاکل حراما و تشرب حراما و تبتاع

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

الاماء و تنکح النساء من اموال الیتامی و المساکین

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

و المجاھدین الذین افاء اللہ علیھم ھذہ

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

البلاد و احرز بھم ھذہ الاقطار فاتق اللہ و رد الی

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

ھؤلاء القوم اموالھم فانک ان لم تفعل ثم

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

امکننی اللہ منک و عند اللہ فیک لاضعنہ

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

بسیفی الذی ما ضربت بہ احدا الا دخل النار

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

و لو انک اخو الحسن و الحسین فعلت ما کانت

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

لھما عندی ھوادۃ و لا ظفرا منی بارادۃ حتی آخذ

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

الحق منھما و ازیح الظلم عن مظلمتھما و ایم اللہ

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

لو ان الحسن و الحسین فعلا مثل الذی فعلت

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

ما کانت لھما عندی ھوادۃ و لا ظفرا منی بارادۃ

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

حتی آخذ الحق منھما و ازیح الظلم عن مظلمتھما و ایم اللہ

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

ان الذی بلغنی عنک لو کان صحیحا لکان

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

ذنب وحشۃ و ان من اعظم الذنوب عند اللہ

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

و عند الناس ان یلی الناس لبعض امۃ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

وسلم اکلا لبطنہ و تخما لبدنہ و ھو مجموع

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

الی رعیۃ من ضعفاء الناس و ارامل النساء

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

فبئس المرتع مرتعک و بئس المنزل منزلک

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

و لئن رضیت بھذا لنفسک و اعطیتھا فی الدنیا

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

ظلما و عدوانا لتجدنی بک علیک زاریا و لامورک

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

مضیعا و لنصیبک من الدنیا مھینا و لتلفین

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

عما قلیل کالحریب یفجؤہ نھبۃ او کالرھین

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

یرمق بعد طول حبسہ فی دار الذل و الھوان

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

و لتحملن ثقل ما کان فی یدیک الی من فوقک

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

و ایم اللہ ثم ایم اللہ ثم ایم اللہ لا اجد من امرک

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

فیما حملتک من امانتی و ائتمنتک من خیانتی

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

و اطلعتک علیہ من امر ثغور المسلمین التی

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

ولیتھا و جبایۃ فیئھم التی ولیتک جبایتھا

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

و لعلک ان تکون عندھم شرا من ولی ایتاما

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

و ارملۃ استعجز فاعجز و استکفی فاکدی

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

و لئن بلغنی ان خیانتک قد اتسعت و صارت

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

لک مادۃ و ظھرت فلم تمکنک عندی شبھۃ

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

اعتذر بھا الا اسلمتک لھا و ضربت بک ارضا

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

فکنت منھا کالثعلب الذی اقعی علی ذنبہ

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

حتی اذا ظن الصیاد انہ قد حصرہ و ایقن

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

بالطعن و الضراب انہ قد حازہ ثنی جیدہ

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

فاسلمہ لکل من اقبل و ادبر و لکل طیر و سبع

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

فاکل منہ و وطئ ظھرہ و بال علیہ و رتع فی لحمہ

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

حتی اذا انتھت الفریسۃ الیہ و دنا حمامہ

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

و ھو مع ذلک یرجو ان یعیش فیستریح

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

و ھیھات ھیھات لا یرجی ان یعیش بعد اکل

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

الحزۃ و وطی الکظۃ و ھیھات ھیھات لا یرجی

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

ان یعیش بعد اکل الحزۃ و وطی الکظۃ

طرف بشاش بشاش لوٹا دی۔ تو اس کو روا رکھتا تھا اور نہیں گناہ

سمجھتا تھا اگلے پچھلے کو تو اپنے باپ ماں کی میراث اپنی

ہے بعد نقل ایک دوسرے خط کے کتابت ہے اقول: مروی ان الکتاب الاول الی عبداللہ بن عباس کراھوف بعض الفتح حیان کان مالہا الی علی البصرۃ۔ قطع نظر اس سے کہ حضرت رضی نے اپنی ناموس مذہب کی مخالفت کے لئے الی بعض عمال تحریر فرمایا اور صاف نام نہاد لیا یہ غلط کہ قدر ابن عباس کے اعمال تشیعہ اور اول تطبیع حرص دنیاوی اور مجمع مال اور ملی ہیئت امام کی وغیرہا ذکی ہر کرتا ہے معصوم نہیں بادجود اس کے حضرت طیب اور ان کے صاحبوں نے پھر کیوں کر ان کی تکفیر کر دی ہے حالانکہ بشہادت شیعہ شامت گذارش ہو چکا ہے کہ غیر معصوم کی اصلاح تک سننے کی کچھ ضرورت نہیں اور یہ ہیں ابن عباس جن کی بابت حسن ہونا شیعہ ثالث بیان فرما رہے ہیں حضرت علی امام سید الساجدین زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں کہ بیعت وصی ابن عباس علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ فقیہ فی الدین علیم بالتاویل۔ یعنی جو دین میں راہ حق سے ڈگمگا جائے وہ آخرت میں بھی راہ جنت سے ڈگمگا ہوگا اور اس سے بھی زیادہ گمراہ ان کی حضرت علی علیہ السلام کے ارشاد جو حضرت عباس کے حق میں فرمائی ہوئی ان کو معلوم

اور جس ابن عباس کی بابت حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے ہیں

فکنت منهم فقال میر موضیں کما اجمع
اهل العجز علی العجز فقلت و
مشکوکشی شدی شقرق کا ر فلما
جاءت ما مولی ذهب مذا شور هو
و تر گهفر فی فاصبت لا یبصرون شیئا
فیلم فیلم لا یرجعون

میں بھی ان ہی میں تھا حضرت نے فرمایا جیسا کہ سارا پرت گروہ پر مجتمع ہو گئے اس جگہ سے تم بھی منتشر ہو گئے اور جب میں آپ کی عبادت میں مشغول ہوا تو آپ نے ان کو روانہ کر دیا

اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ابن عباس گو سارا پر لشکروں میں سے تھے جس ابن عباس کو حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اللہم علمہ التاویل۔ اے اللہ ان کو علم تاویل عطا فرما کہ حضرت عباس اور حضرت علی میں تاویل عبارت شورشتری کے بارے میں ہوئی ہے وہ بھی صاف ہو جائے گی اور حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد کہ حضرت عباس کو ان کی عبارت میں غلطی ہوئی اور ان کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی عالی اپنی عبارت میں غلطی کرے تو اس کو اس کی غلطی پر مطلع کرنا اور اس کی عبارت کی اصلاح کرنا اس کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اس کی تعظیم ہوتی ہے

غالباً یہاں ہو دعا فرمائی گئی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حضرت عباسؓ کی درخواست بیعت اور حضرت علیؓ کا انکار

اور یہی حضرت عباس ہیں کہ انھوں نے بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا تھا کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کروں لیکن حضرتؓ ہی نے قبول و تردد فرمایا اور حضرت نے بیعت قبول نہ کی اور کیونکر قبول فرماتے آپ کو معلوم تھا کہ حق ابوبکرؓ کا ہے۔ منہج السنہ میں وہ خطبہ مذکور ہے جس میں حضرت عباس کی درخواست بیعت کا ذکر ہے۔ اور قاضی صاحب شوستری نے مجالس میں بضمن ذکر عباس لکھا ہے تا آنکہ بعد از فوت حضرت پیغمبر بحضرت امیر گفت۔

امدد یدیک ابایعک حتی لا	یعنی پیش دست خود بیا تا بیعت کنم
یخالف فیک اثنان	تا بعد از تو دو کس مخالفت نکنند

باوجود حضرت عباس کے اس فضیلت کے پھر بھی سمجھا علامت سے نہیں بلکہ جناب ہی نے ان کی اس درخواست پر اعتماد نہ فرمایا اور اس کو نفاق پر محمول کرکے قبول نہ کیا اور حضرت خلیل رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہؓ کی رفاقت اور حضرت امیرؓ کی ترک رفاقت جگہ مخالفت طشت از بام ہے۔ پس جب کہ دلیل معصیت کرنا ہونے سے نکل گئی تو یہ حضرت باوجود ہونے ذاکر و خطوط کے کیونکر کہہ رہے ہیں چونکہ بحث طویل ہوگئی اس لئے مختصر چند اصحاب کے عبارت اور الفاظ سے ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ منجملہ ان کے اسامہ بن زید ہے کہ وہ حسب تصریح کتاب تاج الصحاح صحیح بخاری علامت کا ہوتا اور تقریر بیہقی سے واضح ہے کہ حروف نفاق میں رفاقت حضرت علی کی ترک کرنا ان میں سے نہیں ثابت اور انکار ان سے محاسن اخلاق اور شمائل بہائی سے واضح ہے۔ یہ حضرات اول ان میں کے ہیں جنھوں نے سعد بن عبادہ کی خلافت پر جس کو وہ خود چاہتا تھا منجملہ ان کے عادی وائل ہیں جو امامت عمر بن خطاب کے قائل ہوئے اور سعد سے جدا ہوئے اس کی اطاعت سے انکار کیا منجملہ ان کے ابوذر ہیں کہ جامعین بخاری و مسلم نے اس کو اسلام پر ان کے دلیل دی ہے اور ان ہی حضرات میں حجر بن عدی ہیں کہ صاحب صفات عارفین حضرت پیغمبر سے خارج ہیں منجملہ ان کے عمار بن یاسر ہیں جنھوں نے عرض کی تھی اختیار حضرت علی کا حضرت پیغمبر نے کر دیا ہے عمار فرمانے لگے اگر ایسا ہوتا تو ہم اختیار نہ کرتے اور ہم حسین کے ساتھ کرتے ہیں اور ان سے قتال کرتے ہیں جن سے حسین قتال کرتے ہیں منجملہ ان کے اویس قرنی ہیں کہ صاحب صفات عارفین حضرت پیغمبر سے خارج ہیں اور ان کے ساتھ حضرت علی نے جنگ صفین میں قتال کیا ہے اور ان کے ساتھ ہو کر معاویہ سے لڑے ہیں اور ان کے قتل ہونے کی خبر حضرت پیغمبر نے دی ہے اور ان کے قاتل کو جہنمی فرمایا ہے اور ان کے قتل ہونے سے حضرت علی کو خوش ہونا بیان کیا

اور تفسیر صافی میں بھی لکھا ہے ولم یبق مع رسول اللہؐ الا ابو دجانہ سماک بن خرشہ وعلی نسخہ سلیم بن قیس ہلالی سے مروی ہے جس کا ترجمہ باقر مجلسی نے حق الیقین میں کیا ہے

قال فلما کان اللیل جعل علی فاطمۃ علیہا السلام حمارا واخذ بید ی الحسن والحسین علیہما السلام فلم یدع احدا من اھل بدر من المھاجرین والانصار الا ناشدھم اللہ وذکرھم حقہ ودعاھم الی نصرتہ فما استجاب لہ الا اربعۃ وثلاثون رجلا فامرھم ان یصبحوا محلقین رؤسھم معھم سلاحھم علی ان یبایعوہ علی الموت فاصبحوا لم یبایعہ منھم الا اربعۃ فقلت لسلمان ما ربعۃ قال ابو ذر والمقداد وابو الھیثم بن التیھان وعمار عن منکبی انکرہ

جب رات ہوئی تو علی نے فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا اور حسن حسین کا ہاتھ پکڑ کر مہاجرین و انصار اہل بدر میں سے کسی کو نہ چھوڑا مگر اس کے گھر گئے اور اپنا حق یاد دلایا اور اپنی نصرت کی طرف دعوت کی پس بجز چوبیس آدمیوں کے اور کسی نے آپکی دعوت قبول نہ کی آپ نے ان کو حکم دیا کہ بیعت کے وقت سر منڈا کر مسلح ہو کر موت پر بیعت کے لئے حاضر ہوں جب صبح ہوئی تو سوائے چار شخصوں کے ان میں سے اور کوئی نہ آیا میں نے سلمان سے پوچھا چاروں کون کون تھے کہا ابو ذر اور مقداد اور ابو الہیثم بن التیہان اور عمار جو میرے شانہ کے برابر ہیں

مصنف کتاب احتجاج نے عمرو بن ثابت سے روایت کی ہے

قال سمعت ابا عبد اللہ یقول ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبض وقد ثلاثۃ نفر علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما کان بعد ذلک ارتد الناس الا ثلاثۃ سلمان وابو ذر والمقداد ثم ان امیر المؤمنین علیہ السلام لزم بیتہ وآلف القرآن فجمعہ فلم یخرج حتی جمعہ ثم اتی بہ وھو مکتوب عندھم فلما فتحہ قام عمر بن الخطاب علی المنبر فقال یا معشر المسلمین انا کنا امرنا محمد ان یاتینا بالقرآن فزعم ان علی بن ابی طالب قد جمعہ وھو مکتوب عندہ فابعثوا الیہ حتی یاتی بہ فقال امیر المؤمنین علیہ السلام لا سبیل الیہ الآن انی لم اکن لاعرضہ ھذا ثم رجع فجلس فی بیتہ فلما کان بعد ذلک قال ایضا مثل ذلک فقال امیر المؤمنین علیہ السلام مثل ذلک فلما کان فی الثالثۃ قال وجاء عمار بن یاسر فقال یا امیر المؤمنین ان شئت رجعت الیھم فقال امیر المؤمنین علیہ السلام نعم فاضرب بیدک علی صدرہ قال فانہ مانک ان تسیئنی فی نومۃ الغفلۃ ارجعوا فلا حاجۃ لی فیکم انتم آخر الناس فی حق اول الناس فکیف تطیعونی فی قتال جبال الحدید فلا حاجۃ فیکم

ابو ذر اور مقداد اور ابو الہیثم بن التیہان اور عمار جو میرے شانہ کے برابر ہیں

ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو تین شخصوں کے سوا سب لوگ مرتد ہو گئے اور جب حضرت کی وفات ہوئی تو جناب امیر کے پاس چوبیس آدمی آئے اور کہا کہ ہم آپ کے لئے کون سی خدمت کریں آپ نے فرمایا کہ تم آخر ہو کر کس طرح اول کی اطاعت کرو گے تمہارا مجھ کو کچھ حاجت نہیں

اور اسی کتاب میں دوسری جگہ روایت ہے

عن ابی عبیدۃ رفعہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سئل عن کان منھم ای ارتفاع النھار فوافقہ اللہ ان وفی علیہ حتی صعدت منہ سبعۃ نفر ثم ابوذر منھم ان وقت الظھر فطافت ثلاثۃ ان سلط علیہ علیہم حتی حملہ فی قلب واکل لحم رجلہ ودم من جوانبہ صلی اللہ علیہ وسلم فما ثم لم یقطر منہ قطرۃ علی ثوب الا قرضوہ بالمقاریض علیہ وان حتی فارق الدنیا فانطلق ابن ادھم وابن سوید فوجدا قائما فی محرابہ علی قدمہ الیسری یناجی ربہ ما یلتفت

علام ہونے اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ سلمان سے کسی نے پوچھا کہ وہ کون تھے جنہوں نے فرمایا کہ ان سے خدا تعالیٰ نے اس کو پسند فرمایا کہ ان کا سر بلند ہو یا ان پر کوئی مصیبت نازل ہو چنانچہ ان میں سے سات شخص ظہر کے وقت تک کوشش کرتے رہے یا رسول ہو کے اور ہو رہے آخر کار خدا تعالیٰ نے اس کو پسند فرمایا کہ شہید ہو یا اس نے اس کو ایسے پایا پر سو کیا جس سے اس کا سر بدن سے جدا ہو گیا اور رسول اللہ کے پڑوس سے اس کو نکال دیا گیا اور شخص جو بعد وفات رسول اللہ کے دنیا سے مفارقت نہیں ہر مقدمہ میں ان کا ساتھ رہتا تھا جو قدم پیچھے میرے مومنین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے ساتھ منتظر رہا کہ حضرت کب حکم فرماتے ہیں

کر میرے پاس آؤ سو ان تین آدمیوں کے اور کوئی آپ کے پاس نہ آیا امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ بعد صبر کے آیا آپ نے اس کے سینہ پر ہاتھ مار اور کہا اپنی غفلت کی نیند سے اب تک بھی نہیں جاگا جاؤ تم کو تمہاری نصرت نہیں جب سر منڈانے میں تم نے میری اطاعت نہ کی تو لوہے کے پہاڑوں کے ساتھ لڑائی میں کیونکر اطاعت کرو گے تمہاری مجھ کو کچھ حاجت نہیں

خاص روایت یہ ہے کہ ان باکر میں سے کوئی معصیت سے نہیں بچا بلکہ رتد اسے نہیں بچا حضرت مقداد اگر چہ داخل مرتدین نہیں لیکن فرار جنگ احد سے جو کبیرہ ہے اور جس کے حق میں وارد ہے کہ وہ آپ کے غضب میں [illegible] اور جہنم ہے اور بہت مضمون آپ کی طرف منسوب ہو گا اور کرار ہونے سے ہر روایت شبہ خارج ہوں گے

صحابہ مقبولین شیعہ بارہ ہزار تھے

بس اب دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے مجیب کافر ما تا کہ حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا جانتے ہوں فرماویں تو ان وہ صحابہ جن کے کرام ہونے کے ہمارے مجیب قائل ہیں وہ کون ہیں جن سے کوئی معصیت سرزد نہیں ہوئی وہ یہی بارہ ہزار ہیں جن کے اوصاف کتب شیعہ سے مذکور ہوئے یا کوئی فرعی ہیں اگرچہ حسان اجو جھ گمرتی ہو یہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ جن کی تعداد کتب مذکور مجیب مجیب کرام ہوئی بارہ ہزار ہیں

[illegible]

یہ تعداد [illegible] صحابہ کرام [illegible] تھے اس میں معصوم نہیں وہ حضرات جن کے مناقب [illegible] کتب شیعہ سے ہیں ہو گئے ہیں [illegible] باوجود [illegible] معصیت [illegible] قتل [illegible] ثابت [illegible] ہیں [illegible] ان [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

اضافت کرنا چاہیے مثلاً کہیں کہ صحابہ حضرت علی اللہ علیہ وسلم۔ لیجیے ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں ایسی صفات کو صفات مادحہ کہتے ہیں صفات کا شغف نہیں کہتے یاد رکھیے گا اور جب یہ صفت مادحہ ہوئی تو بس محل نزاع ہیںنا و ہیںلم یہ ہی ہے۔

بحث فضائل صحابہ

قول ۱: کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ و نصوص اقوال و افعال صحابہ سے خود صاحب تحفہ کی تحقیق سے جن کو آپ خاتم المحققین فرماتے ہیں ثابت ہیں ہوتا بلکہ خلاف اس کے ثابت ہوتا ہے۔

اقول: بفضل اللہ تعالیٰ ہر صحابی کا کرام ہونا علاوہ کتاب اللہ کے خود آپ کی روایات و اقوال سے بھی ثابت ہوتا ہے لیجیے مختصر گذارش ہے

آیات دالہ بر فضائل صحابہ

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

۱۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	ہو تم بہتر امت جو خلق کے ہوا سے لوگوں
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ	کو حکم کرتے ہو ساتھ اچھی کے اور منع کرتے
الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ	ہو برائی سے اور یقین رکھتے ہو ساتھ اللہ کے

صاحب معارج النبوت لکھتے ہے

اے مخاطب بخدا سوگند کہ ہیچ امتے از امم	جز امت تو مثل تو نیامدہ است در
سابقین مثل و نظیر تو نیامدہ و ہیچ	پہلوں میں اور نہ پیدا ہوا ہے تو ان	
صحابہ من تا قیامت از من بخطاب	پچھلوں کو کہ اپنے صحابہ سے ظاہر ہے تو میں
و ثنا بلفظ لیتم بیدہ ثابت شدہ	اور ان سے تعریف ان کی ہے ثابت ہوا
صحابہ کہ ہمہ عدول اند	ہر ایک صحابی کا عادل ہونا	

تو اس آیت کی رو سے ہر صحابی کا کرام ہونا ثابت ہوا اور خلاف اس کے ثابت ہوتا ہے

وَاخْتُلِفَ فِی الْمَعْنِیِّ بِالْخِطَابِ فَقِیْلَ هُمُ	اختلاف ہوا ہے کہ خطاب سے کون مخاطب مراد
الْمُهَاجِرُوْنَ خَاصَّةً وَقِیْلَ هُوَ خِطَابٌ لِلصَّحَابَةِ	ہے بعضوں نے کہا صرف مہاجرین مراد ہیں اور بعضوں نے
وَلٰكِنَّهٗ یَعُمُّ سَائِرَ الْاُمَّةِ۔	کہا خطاب صحابہ کو ہے لیکن تمام امت کو شامل ہے

۲۔ لَیْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ | نہیں وہ برابر صاحب کتاب کے ایک جماعت ہے
قَآئِمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَهُمْ | قائم پڑھتے ہیں آیتیں خدا کے اوقات رات میں اور
یَسْجُدُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ | وہ سجدہ کرتے ہیں یقین رکھتے ہیں ساتھ اللہ کے
وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ | اور دن پچھلے کے اور حکم کرتے ہیں ساتھ بھلائی کے اور
وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ | منع کرتے ہیں برائی سے اور جلدی کرتے ہیں بھلائیوں
الصّٰلِحِیْنَ وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ | کے اور یہ لوگ صالحوں سے ہیں اور جو کچھ کریں اچھائی
یُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ | سے پس ہرگز ناشکری نہ کی جاوے گی ان کی اور اللہ
جانتا ہے پرہیزگاروں کو

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ان اہل کتاب کی مدح فرمائی جو اپنے دین کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور اصحاب کے زمرہ میں شامل ہو گئے تفسیر جمالین میں اس کی تفسیر یہ لکھا ہے

یعنی من اهل الکتاب اسلموا فی زمنه منهم	یعنی اہل کتاب سے جو اسلام لائے آپ کے زمانہ میں
۳۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى	اور جب سنتے ہیں جو اتارا گیا رسول پر تو دیکھتا
اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ	ہے تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اس سے کہ
الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ	پہچانا انہوں نے حق کو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم نے
الشّٰهِدِیْنَ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا	تو لکھ ہم کو ساتھ گواہی دینے والوں کے اور کیا ہے
جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا	ہم کو کہ نہ یقین لاویں اللہ پر اور جو آیا ہم کو
رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ	سچ سے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ داخل کرے ہم کو
ترجمہ:	اور لوگوں کے ساتھ جو چاہیے کہ تو کو کریں ایمان والے

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تابعداری کے شوق میں چشمہائے گریاں ہونے اور ان سے ان کی قدر فضیلت ثابت ہوئی مجمع البیان میں ہے

هذه الآیة تدل علی فضل اصحاب	اس آیت سے اصحاب رسول اللہ کی فضیلت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ثابت ہوئی

بنوحارثة من الاوس وكان جناح العسكر

اور یوماثر قبیلہ اوس سے اور یہ لشکر کے دو بازو تھے

اس جگہ حضرت مفسر صافی وقمی کی روایت دوین قابل تماشا ہے وہ طائفتان منکم کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی رئیس منافقین اور اس کے اصحاب ہیں۔ اقل تو اس سے لفظ طائفتان جو تثنیہ واقع ہے صریح انکار کرتا ہے۔ بعد اس کے لفظ منکم اس کی نفی لغت سے پھر بایں ہمہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اللہ ان کا ولی ہے تو اگر منافقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی موالات تسلیم کی جائے گی تو بہت سے دلائل تطہیر شیعہ کا استیصال ہو جائے گا۔

(۴) اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ

تحقیق جو لوگ پھیر موڑ گئے تم میں سے اس دن کہ ملیں دو جماعتیں سو اس کے سوا نہیں کہ ان کو ان کا شیطان نے بعض اس چیز کے کہ کما لائے تھا انہوں نے اور تحقیق معاف کیا اللہ نے ان سے تحقیق اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے

(۵) اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ

جن لوگوں نے قبول کیا واسطے اللہ کے اور رسول کے پیچھے اس کے کہ پہنچے ان کو زخم واسطے ان لوگوں کے نیکی کرتے ہیں ان میں سے اور پرہیزگاری کرتے ہیں ان کو بڑا ثواب کہ کہا ان کو لوگوں نے تحقیق لوگ جمع ہوئے ہیں واسطے تمہارے پس ڈرو تم ان سے پس زیادہ کیا ان کو ایمان اور کہا ان لوگوں نے کافی ہے ہم کو اللہ اور اچھا کارساز ہے

(۶) فَمَا اسْتَكَانُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

پس نہیں کمزور ہوئے واسطے ان کے جو پہنچا ان کو راہ اللہ کے اور نہ کمزور ہوئے اور نہ عاجز ہوئے اور اللہ دوست رکھتا ہے صبر کرنے والوں کو اور نہ تھا کہنا ان کا مگر یہ کہ کہا انہوں نے اے رب ہمارے بخش دے ہم کو گناہ ہمارے اور زیادتی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے اور مدد کر ہم کو اوپر قوم کافروں کی پس دیا ان کو اللہ نے ثواب دنیا کا اور اچھا ثواب آخرت کا اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو

(۷) اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ

تحقیق جو لوگ پھیر موڑ گئے تم میں سے اس دن کہ ملیں دو جماعتیں سو اس کے سوا نہیں کہ ان کو ان کا شیطان نے بعض اس چیز کے کہ کما لائے تھا انہوں نے اور تحقیق معاف کیا اللہ نے ان سے تحقیق اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے

کہ ان سے وقوع سیئہ کچھ ممتنع نہیں ہے اور نہ قادح ان کی افضلیت کو ہے۔

(۸) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ

اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ وہی ہیں ایمان لانے والے سچے ان کے واسطے بخشش ہے اور رزق ہے باکرامت۔

حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت شریفہ سے مہاجرین و انصار کے لئے افضلیت فی الایمان کی شہادت دی۔ اور غیر فضل کے توسط سے جو حصر کو مفید ہے ان کے کمال ایمان کو محقق فرمایا اور ان کے لئے مغفرت اور ثواب رفیع کا وعدہ فرمایا۔ لیکن افسوس کہ حضرات شیعہ نے ان کے حق میں مغفرت عظیمہ کو لغت فاحشہ سے اور ایمان کامل کو کفر شدید سے اور ثواب کریم کو عذاب عظیم سے بدل دیا۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم

(۹) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان کے ساتھ نیکی کی راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کی واسطے ان کے بہشتیں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں اس میں ہمیشہ یہ ہے مراد پانا بڑا۔

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کی جو کچھ مدح فرمائی محتاج شرح نہیں حضرات شیعہ اس کی تاویل بلکہ تحریف میں بجز اس کے اور کچھ نہیں کر سکتے کہ اس کو ابوذر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ مخصوص فرمائیں اور پہلے ان کے حالات معلوم ہو ہی چکے ہیں علاوہ ازیں جمع معرف بلام الفاظ عموم سے ہیں بالاتفاق۔

(۱۰) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ

تحقیق اللہ نے مول لیا ہے مسلمانوں سے جانیں ان کی اور مال ان کے کہ واسطے ان کے بہشت ہے وہ لڑتے ہیں راہ اللہ کے پس مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہے اوپر اس کے سچا توریت کے اور انجیل اور قرآن اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے عہد کا اپنے سے

فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَٰلِكَ
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ
الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ
السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ
عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَ
بَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾

عہد اپنے کو اللہ سے پس خوش وقت ہو تم سودے اپنے
کے جب جو سودا کرنی تم نے ساتھ اس کے اور یہ وہ
ہے مراد پانا بڑا۔ توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے
ہیں تعریف کرنے والے ہیں پھرنے والے ہیں سجدہ
کرنے والے ہیں حکم کرنے والے ہیں ساتھ بھلائی کے
اور منع کرنے والے ہیں ساتھ منکر کے اور نگاہ رکھنے والے
ہیں حدوں اللہ کی اور بشارت دے ساتھ ایمان والوں کو

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا
لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ
اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا
إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ
إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾ وَمَا كَانَ
اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ
لَهُم مَّا يَتَّقُونَ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١١٥﴾

نہیں لائق نبی کے اور ان کے کہ ایمان لائے وہ یہ کہ
بخشش چاہیں مشرکوں کے واسطے اگرچہ ہوں وہ
قرابت والے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہو گیا ان کے لیے
یہ کہ وہ دوزخی ہیں اور نہ تھا بخشش چاہنا ابراہیم کا
واسطے باپ اپنے کے مگر سبب وعدہ کے کہ وعدہ کیا تھا
اس نے اس کو پھر جب ظاہر ہو گیا اس کے لیے کہ وہ
دشمن ہے اللہ کا بیزار ہو گیا اس سے بیشک ابراہیم
البتہ بہت آہ کرنے والا بڑا تحمل والا ہے اور نہیں
ہے اللہ کہ گمراہ کرے قوم کو بعد اس کے کہ ہدایت
دے چکا ان کو یہاں تک کہ بیان کر دے ان کے لیے
جس سے بچیں بیشک اللہ ساتھ ہر چیز کے خوب جاننے والا ہے

الْعَفْوُ الْعَظِيمُ ﴿١٢٢﴾

اور اللہ کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی
زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور نہیں ہے تمہارے لیے
اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

لَقَد تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ
الْعُسْرَةِ مِن بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ
فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ
خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ
بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا
أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ
لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١١٨﴾

البتہ پھیر لی اللہ نے اوپر نبی کے اور مہاجروں
اور انصار کے جنہوں نے پیروی کی اس نبی کی
اس تنگی کے وقت پیچھے اس کے نزدیک تھا کہ
پھر جائیں دل کیسی ایک جماعت کے ان میں سے پھر
توجہ کی اوپر ان کے بیشک وہ ساتھ ان کے شفقت کرنے والا مہربان ہے
اور اوپر تین شخصوں کے جو پیچھے چھوڑے گئے تھے یہاں تک
جب تنگ ہو گئی اوپر ان کے زمین باوجود اس کی
کشادگی کے اور تنگ ہو گئیں اوپر ان کی جانیں ان کی
اور گمان کیا انہوں نے کہ نہیں پناہ ملتی ہے اللہ سے مگر اسی کی طرف
پھر رجوع کی اوپر ان کے تاکہ توبہ کریں بیشک اللہ وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا
مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ
وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن
رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا
مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا
يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا
إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا
يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنفِقُونَ
نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا
إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا
كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور ہو جاؤ ساتھ سچوں کے
نہیں لائق تھا واسطے اہل مدینہ کے اور جو گرد ان کے
ہیں بادیہ نشینوں کے یہ کہ پیچھے رہ جائیں رسول اللہ سے
اور نہ یہ کہ ترجیح دیں جانوں اپنی کو جان رسول کی
یہ اس سبب سے کہ نہیں پہنچتی ان کو کوئی پیاس اور نہ
تکان اور نہ بھوک راہ اللہ میں اور نہ وہ قدم رکھتے ہیں
کسی جگہ کو جو غصہ دلاتی ہے کافروں کو اور نہ وہ
پہنچتے ہیں کسی دشمن سے کوئی پہنچنا مگر لکھا جاتا ہے
ان کے لیے ساتھ اس کے عمل نیک بیشک اللہ نہیں
ضائع کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا
اور نہیں خرچ کرتے وہ کوئی خرچ تھوڑا اور نہ بڑا
اور نہ کاٹتے ہیں کوئی وادی مگر لکھا جاتا ہے
ان کے لیے تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ بہتر اس سے
جو تھے وہ کرتے

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا
نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا
فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا
إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾

اور نہیں ہے لائق مسلمانوں کے یہ کہ نکلیں سب
پس کیوں نہ نکلے ہر فرقہ سے ان کا ایک گروہ
تاکہ سمجھ حاصل کریں دین میں اور تاکہ ڈرائیں
اپنی قوم کو جب پھر کر آئیں ان کی طرف

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ
عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔

ہے اس کو تحقیق اللہ البتہ قوی اور ہے غالب ہے وہ لوگ
کہ اگر قدرت دیں ہم ان کو بیچ زمین کے قائم رکھیں نماز کو
اور دیں زکوٰۃ کو اور حکم کریں ساتھ بھلائی کے اور منع

کریں اسقوں سے اور واسطے اللہ کے ہے انجام سب کاموں کا۔

۱۵ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ
هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي
الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ اَبِيْكُمْ
اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ
مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ
الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ
عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ
الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

اور محنت کرو بیچ راہ اللہ کے حق محنت اس کے کہ
اس نے برگزیدہ کیا تم کو اور نہیں کی اوپر تمہارے بیچ
دین کے کچھ تنگی بڑی ملت باپ تمہارے ابراہیم کا اس
نے نام رکھا تمہارا مسلمان پہلے سے اور بیچ اس
کتاب کے تاکہ رہے رسول گواہ اوپر تمہارے
تمہارے اور ہو تم گواہ اوپر لوگوں کے پس قائم رکھو نماز
اور دو زکوٰۃ کو اور چمٹو ساتھ اللہ کے وہی ہے
دوست تمہارا پس بہت اچھا دوست ہے
اور اچھا مددگار۔

(۱۶) هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ
قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا
مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ
عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ
فَوْزًا عَظِيْمًا

وہی ہے جس نے اتاری تسلی بیچ دلوں ایمان والوں کے
تاکہ زیادہ ہو جاویں ایمان میں ساتھ ایمان پہلے کے
اور واسطے اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور
ہے اللہ جاننے والا حکمت والا تاکہ داخل کرے ایمان والوں
کو اور ایمان والیوں کو بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے ان
کے نہریں ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے اور دور
کرے ان سے برائیاں ان کی اور ہے یہ نزدیک
اللہ کے بڑا پانا۔

(۱۷) لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ
يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ
قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ
فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا
وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ مسلمانوں سے جس وقت بیعت
کرتے تھے تجھ سے نیچے درخت کیکر کے پس جانا جو کچھ بیچ
دلوں ان کے کے تھا پس اتاری تسلی اوپر ان کے اور
ثواب دیا ان کو فتح نزدیک اور غنیمتیں بہت کہ لیویں گے
اس کو اور ہے اللہ غالب حکمت والا۔

(۱۸) اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ
الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ
بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

جس وقت کیا ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے بیچ دلوں اپنے
سے کہ گرمی جاہلیت کے پس اتاری اللہ نے تسلی اوپر رسول
اپنے کے اور اوپر ایمان والوں کے اور لازم کر دیا ان کو
بات پرہیزگاری کی اور تھے وہ بہت حق دار ساتھ اس
کے اور لائق اس کے اور ہے اللہ ساتھ ہر چیز کے جاننے والا

(۱۹) لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ
لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ
لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا
فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا

البتہ سچ کر دکھایا اللہ نے اپنے رسول کو خواب
البتہ تم داخل ہو گے مسجد حرام میں اگر چاہے اللہ
امن سے حلق کرانے والے سر اپنے کے اور کترانے والے
نہ ڈرو گے پس جانا جو کچھ نہ جانتے تھے تم
پھر رکھا سوا اس کے فتح نزدیک

قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

کہہ دے ان کو جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی اگر
جانے اللہ بیچ دلوں تمہارے بھلائی کی دے گا تم کو بہتر
اس سے جو لیا گیا تم سے اور بخشے گا تم کو اور اللہ
بخشنے والا مہربان ہے

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اور اگر ارادہ کریں وہ خیانت کا تیری تو البتہ خیانت
کر چکے ہیں اللہ سے پہلے پھر قابو دیا اس نے ان پر
اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءً الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ

البتہ وہ لوگ جو کافر ہوئے اور روکا انہوں نے
راہ سے اللہ کی اور مسجد حرام سے کہ کیا ہم نے اس کو
واسطے لوگوں کے برابر ہے اس میں رہنے والا اور
باہر سے آنے والا اور جو کوئی ارادہ کرے اس میں
کجروی کا ساتھ ظلم کے چکھائیں گے ہم اس کو
عذاب دردناک سے

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ

اور جب ٹھکانا دیا ہم نے ابراہیم کو جگہ گھر کی
یہ کہ نہ شریک کر ساتھ میرے کسی چیز کو اور پاک
رکھ گھر میرا واسطے طواف کرنے والوں کے اور
کھڑے ہونے والوں کے اور رکوع کرنے والوں
سجدہ کرنے والوں کے

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

اور پکار دے لوگوں میں حج کے آویں تیرے پاس
پیدل اور اوپر ہر دبلے اونٹ کے آویں وہ
ہر راہ دور سے

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ

تاکہ حاضر ہوں فائدوں اپنے کو اور یاد کریں نام
اللہ کا بیچ دنوں معلوم کے اوپر جو روزی دی ان کو
چوپایوں سے پس کھاؤ تم اس سے اور کھلاؤ
محتاج تنگ دست کو

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ

پھر چاہیے کہ دور کریں میل اپنی کو اور پورا کریں
نذریں اپنی اور طواف کریں ساتھ گھر پرانے کے

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

یہ حکم ہے اور جو کوئی تعظیم کرے حرمتوں اللہ کی
پس وہ بہتر ہے اس کے لیے نزدیک رب اپنے کے
اور حلال کیے گئے تم پر چوپائے مگر جو پڑھا جاتا ہے
تم پر پس بچو تم پلیدی سے بتوں کی اور بچو تم
جھوٹ بولنے سے

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ

ہو تم اللہ کے واسطے شریک نہ کرنے والے ساتھ
اس کے اور جو کوئی شریک کرے ساتھ اللہ کے
پس گویا وہ گرا آسمان سے پس اچک لے جاتے ہیں
اس کو پرندے یا اڑا لے جاتی ہے اس کو ہوا
کسی جگہ دور کی

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ

یہ حکم ہے اور جو کوئی تعظیم کرے نشانیوں اللہ کی
پس بیشک وہ نشانیاں ان کے دلوں کی پرہیزگاری سے ہے

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ

تمہارے لیے ان میں فائدے ہیں ایک وقت مقرر تک
پھر جائے ذبح ان کی طرف گھر پرانے کے

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا

اور ہر امت کے لیے مقرر کیا ہم نے ذبح کرنا
تاکہ یاد کریں نام اللہ کا اوپر جو روزی دی ان کو
چوپایوں سے پس معبود تمہارا معبود ایک ہے
پس اسی کے تابع ہو جاؤ

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

اور خوشخبری سنا دے عاجزی کرنے والوں کی
کہ جب یاد کیا جاتا ہے اللہ تو ڈر جاتے ہیں دل
ان کے اور صبر کرنے والوں اوپر جو پہنچے ان کو
اور قائم کرنے والوں نماز کے اور
اس سے جو روزی دی ہم نے ان کو

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

اور اونٹ کیے ہم نے واسطے تمہارے نشانیوں
اللہ کی کے ہے تمہارے لیے ان میں بھلائی پس
یاد کرو نام اللہ کا اوپر ان کے کھڑے ہوئے
پھر جب گر پڑیں پہلو ان کے پس کھاؤ
سوال کرنے والے کو اور سوال نہ کرنے والے کو
اس طرح تابع کیا ہم نے ان کو تمہارے لیے
تاکہ تم شکر کرو

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ
اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ
بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

رکھتے ہیں ان کو جو وہ دیئے جاتے ہیں اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود محتاجی ہو اور جو کوئی اپنی طبیعت کے بخل سے بچایا جائے پس یہ لوگ وہی فلاح پانے والے ہیں۔

علمائے شیعہ کی درج بالا آیات ہیں جو عموماً و خصوصاً صحابہ کرام کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور جن سے صحابہ کرام مہاجرین و انصار کے فضائل و مناقب ثابت ہوتے ہیں منصف مزاج کے واسطے تو ایک آیت بھی کافی ہے اور انصاف کے سامنے تمام قرآن بھی مفید نہیں اس لئے ہم نے اس جگہ چند آیات کے مختصر بیان پر اکتفا کرکے بقیہ آیات کو بخوف تطویل بلاتفسیر بیان کر دیا

کتب شیعہ میں صحابہ کا کرام و بزرگ ہونا

اب مختصر طور پر ان روایات کا ذکر ہے جن سے صحابہ کا کرام ہونا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا ثابت ہوتا ہے۔ [illegible] صفحہ ۱۱۸ پر لکھتے ہیں

[illegible]

وکان فی سنتہ منی فلا عذر لکم فی ترک
سنتی ومن لم یکن فی سنتی فانتم اصحابی
فقولوا ان مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم
بایها اخذ اهتدی وبای اقاویل اصحابی
اخذتم اهتدیتم واختلاف اصحابی لکم
رحمة قیل یا رسول اللہ من اصحابک
قال من ہم بحق۔

اختیار کرو گے ہدایت پاؤ گے اور
صحابہ کے جس قول کو لو گے ہدایت
پاؤ گے اور میرے اصحاب کا اختلاف
تمہارے لئے رحمت ہے۔ کسی نے
پوچھا یا رسول اللہ آپ کے
اصحاب کون ہیں فرمایا جو حق
والے ہیں۔

یہ سوال و جواب جو خاتمہ روایت میں درج ہے یہ صاحب حضرت صدوق کی گھڑت ہے کیونکہ الفاظ اصحاب کوئی ایسی چیستان نہیں تھا جس کے حل کی ضرورت تھی پھر بیان اختلاف خود ان کو مبہم ہے، علاوہ جامع الاستبصار کی روایت اس مضمون کو صریح باطل کر رہی ہے

۱۰ حدثنا الحاکم ابوالحسن محمد بن احمد
بن محمد قال حدثنا محمد بن یحیی العطار قال
حدثنا محمد بن موسی بن نصر السمان قال حدثنا
ابان بن عثمان عن بعض اصحابنا عن ابی
عبداللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ اصحابی بمنزلة النجوم
فبای اقتدیتم اهتدیتم قال وقال
صلی اللہ علیہ وآلہ اصحابی کالنجوم
فبای اقتدیتم اهتدیتم وقال هذا صحیح ان
شاء اللہ تعالیٰ۔

کسی نے ہم سے بیان کیا اس نے
ابان سے اس نے حضرت امام جعفر
صادق کے اصحاب سے اس نے
حضرت امام محمد باقر سے اس نے
حضرت امام زین العابدین سے اس نے
حضرت امام حسین سے اس نے
حضرت امیر المومنین سے اس نے
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
کہ میرے اصحاب کی مثال ستاروں کی
سی ہے تم ان میں سے جس کی
اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے اور
میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے
لئے رحمت ہے۔ کسی نے پوچھا
یا رسول اللہ آپ کے اصحاب کون
ہیں فرمایا جو حق والے ہیں۔

۱۱ حدثنا محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ
قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن
احمد بن محمد بن عیسی عن الحسن بن
محبوب عن ابی ایوب الخزاز عن محمد بن
مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال
اصحابی بمنزلة النجوم بایهم اخذتم
اهتدیتم وقول اصحابی فقال هذا صحیح ان
شاء اللہ تعالیٰ۔

کسی نے ہم سے بیان کیا اس نے
حضرت امام محمد باقر سے کہ میرے
اصحاب کی مثال ستاروں کی سی ہے
تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو
گے ہدایت پاؤ گے اور میرے
اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے
رحمت ہے۔ کسی نے پوچھا
یا رسول اللہ آپ کے اصحاب کون
ہیں فرمایا جو حق والے ہیں۔

۱۲ حدثنا محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ
قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن
احمد بن محمد بن عیسی عن الحسن بن
محبوب عن ابی ایوب الخزاز عن ابان بن
تغلب عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال
اصحابی بمنزلة النجوم بایهم اخذتم
اهتدیتم وقول اصحابی فقال هذا صحیح ان
شاء اللہ تعالیٰ۔

کسی نے ہم سے بیان کیا اس نے
حضرت امام محمد باقر سے کہ میرے
اصحاب کی مثال ستاروں کی سی ہے
تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو
گے ہدایت پاؤ گے اور میرے
اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے
رحمت ہے۔ کسی نے پوچھا
یا رسول اللہ آپ کے اصحاب کون
ہیں فرمایا جو حق والے ہیں۔

۱۳ حدثنا محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ
قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن
احمد بن محمد بن عیسی عن الحسن بن
محبوب عن ابی ایوب الخزاز عن ابان بن
تغلب عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال
اصحابی بمنزلة النجوم بایهم اخذتم
اهتدیتم وقول اصحابی فقال هذا صحیح ان
شاء اللہ تعالیٰ۔

کسی نے ہم سے بیان کیا اس نے
حضرت امام محمد باقر سے کہ میرے
اصحاب کی مثال ستاروں کی سی ہے
تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو
گے ہدایت پاؤ گے اور میرے
اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے
رحمت ہے۔ کسی نے پوچھا
یا رسول اللہ آپ کے اصحاب کون
ہیں فرمایا جو حق والے ہیں۔

۱۴ حدثنا محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ
قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن
احمد بن محمد بن عیسی عن الحسن بن
محبوب عن ابی ایوب الخزاز عن محمد بن
مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال
اصحابی بمنزلة النجوم بایهم اخذتم
اهتدیتم وقول اصحابی فقال هذا صحیح ان
شاء اللہ تعالیٰ۔

کسی نے ہم سے بیان کیا اس نے
حضرت امام محمد باقر سے کہ میرے
اصحاب کی مثال ستاروں کی سی ہے
تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو
گے ہدایت پاؤ گے اور میرے
اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے
رحمت ہے۔ کسی نے پوچھا
یا رسول اللہ آپ کے اصحاب کون
ہیں فرمایا جو حق والے ہیں۔

۱۵ حدثنا محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ
قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن
احمد بن محمد بن عیسی عن الحسن بن
محبوب عن ابی ایوب الخزاز عن ابان بن
تغلب عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال
اصحابی بمنزلة النجوم بایهم اخذتم
اهتدیتم وقول اصحابی فقال هذا صحیح ان
شاء اللہ تعالیٰ۔

کسی نے ہم سے بیان کیا اس نے
حضرت امام محمد باقر سے کہ میرے
اصحاب کی مثال ستاروں کی سی ہے
تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو
گے ہدایت پاؤ گے اور میرے
اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے
رحمت ہے۔ کسی نے پوچھا
یا رسول اللہ آپ کے اصحاب کون
ہیں فرمایا جو حق والے ہیں۔

۱۶ حدثنا محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ
قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن
احمد بن محمد بن عیسی عن الحسن بن
محبوب عن ابی ایوب الخزاز عن محمد بن
مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال
اصحابی بمنزلة النجوم بایهم اخذتم
اهتدیتم وقول اصحابی فقال هذا صحیح ان
شاء اللہ تعالیٰ۔

کسی نے ہم سے بیان کیا اس نے
حضرت امام محمد باقر سے کہ میرے
اصحاب کی مثال ستاروں کی سی ہے
تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو
گے ہدایت پاؤ گے اور میرے
اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے
رحمت ہے۔ کسی نے پوچھا
یا رسول اللہ آپ کے اصحاب کون
ہیں فرمایا جو حق والے ہیں۔

اصحابی فاوحی اللہ الیہ یا موسی ان من
اللہ عذبہ بالنار الا احدا منهم یعذبہ
اللہ عذبہ بالنار قال یا موسی ما اطلق
لسانہ بذکر اصحابی عن ابیات بیان

محمد سے یا اُن میں سے کسی سے جنہیں گمراہ خدا
اس کو ایسا عذاب کرے گا کہ اس کو کسی جہان میں ایسا
دے تو وہ سب کو ہی کرے گا

امام کی تفسیر بیان ہے۔

۱۶۱ فقال یا موسی انی حرمت ان
ادخل صحابة محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
جمیع المرسلین کفضل ان محمدا صلی اللہ
جمیع النبیین عن ابیات بیان

فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ محمد کے اصحاب کی
بزرگی اور فضیلت تمام رسولوں کے اصحاب
پر ایسی ہے جیسے آں محمد کی فضیلت
تمام نبیوں کی آل پر

جامع الاخبار میں ہے۔

۱۶۲ قال الخلق من سبعین فرقة
ومن سبعین صحابی فی جنة وہ

جس نے صحابہ محمد کے ساتھ بغض رکھا اس نے
ہزار ہا پیغمبر صحابہ کے ہوتے ہوئے اس کے
لئے جہنم ہے۔

حیوٰۃ القلوب مجلسی کے صفحہ ۱۳۵ پر مذکور ہے۔

بار عن ابیہ عن ابن ابی نجران
عن حبیب عن ابن ابی یعفور قال
عبداللہ علیہ السلام لا تجالس
اصحابنا الا رجلا فقیها او
یجالسک فی بیتک او تجیء
الی بیوتهم فقلت ان مجالسک
اصحابنا لمن اجالس فقال
اصحابنا ان سکتوا لم تعلم
کیف تقول وان تکلموا لم
تدر کیف تقول الا ان
یکون الرجل فقیها

ابن ابی نجران نے اپنے باپ سے اس نے ابن
ابی یعفور سے کہا کہ امام نے مجھ سے فرمایا
ہمارے اصحاب سے میل جول نہ رکھو مگر
ایسے شخص سے جو فقیہ ہو یا جو تیرے
گھر آتا ہو یا تو اس کے گھر جاتا ہو
میں نے پوچھا کہ میں آپ کے
اصحاب سے کیا میل جول رکھوں
فرمایا اگر ہمارے اصحاب چپ
رہیں تو تو نہیں جان سکتا کہ
کیا بات کرے اور اگر بولیں
تو بھی نہیں جان سکتا کہ
کیا بات کرے مگر جو فقیہ ہو
یعنی جو ہمارے اصول سے
واقف ہو اور ہمارے
اصحاب سے ہو

بالجواب تو یجیبہ بعد ذلک بما یلیق
ذلک الجواب فلیطلب من احادیث بعضھا یفید

جواب میں فرما دیتے۔ مجھے تو بعض احادیث بعض کی ناسخ ہیں

امام کے اس ارشاد سے صاف ثابت ہے کہ صحابہ روایات حدیث میں سچے اور عدول اور ثقہ ہیں۔

۵۔ وقال علیہ السلام فی مدح اویس القرنی
و ذکر اخوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ یولد فی
بلاد العرب رجل یقال لہ اویس یدخل الجنۃ بشفاعتہ
مثل ربیعۃ و مضر و یقال لہ ھرمی
بعض اللہ سبحانہ بدین الحق نفیسۃ
فیہ و بعد و نصیحۃ
ھج ہرمۃ ابن مسر

جناب امیرؑ نے اویس قرنی کی مدح میں فرمایا کہ رسول خدا کی تلوار نے ان کو دیکھا ہے باوجود اپنی کمسنی کے وہ جہاد کے لئے تیار ہو کر پیدا ہوئے گے میں بھی ان کو دیکھا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی شفاعت سے بہت سے لوگ بہشت میں جائیں گے وہ قبیلہ ربیعہ اور مضر کے برابر ہیں

۶۔ ومن کلام لہ علیہ السلام لما سمع قول
قوم بالبصرۃ عند مسیرہ الیھا من الکوفۃ
ما اظن ھذا الجیش یصل الینا لکثرتہ
فقال علیہ السلام ان ھذا الجیش لا یھزم
الا من ھاھنا و اشار الی ناحیۃ المشرق
ثم قال علیہ السلام لیسیرن الیکم
ھذا الجیش حتی یطأ دیارکم و یأخذ
اموالکم و یقتل مقاتلتکم فاذا رأیتم
ذلک فعند ذلک فابشروا بتمحیص
من اللہ و مغفرۃ من ذنوبکم و ثواب
من اعمالکم و اذا رأیتم عمالکم
یعدلون بالطریق الواضح فعدلوا بھم
علی الطریق الواضح و اضربوا وجوہ
الناکبین عنہ حتی یرجعوا

آپ کا کلام جو آپ نے سنا جب کہ لوگوں نے کہا کہ ہم نہیں سمجھتے کہ یہ لشکر ہم تک پہنچے گا اس لئے کہ وہ بہت بڑا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ لشکر ضرور ہم سے جنگ کرے گا اور ہم کو ہلاک کرے گا اور ہمارے مال لوٹ لے گا اور ہمارے سپاہیوں کو قتل کرے گا جب تم یہ دیکھو تو خدا کی طرف سے تمحیص کی بشارت سنو اور اپنے گناہوں کی مغفرت اور اپنے اعمال کا ثواب سمجھو اور جب تم اپنے عاملوں کو راہ راست پر چلتے دیکھو تو تم بھی راہ راست پر چلو اور جو راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں ان کے منہ پھیر دو یہاں تک کہ وہ راہ راست پر آ جائیں

۷۔ ومن کلام لہ علیہ السلام لما عزم
علی المسیر الی البصرۃ و بلغہ ان طلحۃ
و الزبیر قد سارا الی البصرۃ
فقال علیہ السلام

آپ کا کلام جو آپ نے بصرہ کی طرف روانہ ہونے کے وقت فرمایا اور آپ کو یہ خبر پہنچی تھی کہ طلحہ و زبیر بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں

بالاسلام و قد رأیا و کانت امور اللہ لی
قد رجع الی ان کم کنتم اھل الاسلام
و الحق و الحق فیہ زملہ المھاجرون
و الانصار و ظلمۃ لیقادہ امور لنا
بغی سلطت فی ایدیکم بغیر
ایدیھم بشرح فتح بابہ و سھل
بابہ

اور اپنی انتہائی خواہشوں میں پہنچتے ہوئے خدا کی قسم اگر وہ تم پر لشکر کشی کے لئے متفق ہو گئے ہیں تو خدا کرے کہ ان کے کسی برے دن کے لئے جمع کئے گئے ہوں کیا تم نے کتاب خدا کو نہیں پڑھا کہ ان کے لئے اعلان ہے اور قول کا حق ہونا ان سے کہ رجوع کریں کیا تم اسلام والے نہیں ہو اور حق کا حق ہونا مہاجرین و انصار کے لئے لازم نہیں ہے اور ظلم کا ظلم ہونا ان کے لئے لازم نہیں ہے کیا تم نے ظلم کی بنا پر بغاوت نہیں کی ہے اور تم نے ظلم کو اپنے ہاتھ سے نہیں کیا ہے اور تم نے ظلم کا دروازہ نہیں کھولا ہے اور ظلم کا راستہ ہموار نہیں کیا ہے

۸۔ ومن کلام لہ علیہ السلام لما سمع قول
قوم بالبصرۃ عند مسیرہ الیھا من الکوفۃ
ما اظن ھذا الجیش یصل الینا لکثرتہ
فقال علیہ السلام ان ھذا الجیش لا یھزم
الا من ھاھنا و اشار الی ناحیۃ المشرق
ثم قال علیہ السلام لیسیرن الیکم
ھذا الجیش حتی یطأ دیارکم و یأخذ
اموالکم و یقتل مقاتلتکم فاذا رأیتم
ذلک فعند ذلک فابشروا بتمحیص
من اللہ و مغفرۃ من ذنوبکم و ثواب
من اعمالکم و اذا رأیتم عمالکم
یعدلون بالطریق الواضح فعدلوا بھم
علی الطریق الواضح و اضربوا وجوہ
الناکبین عنہ حتی یرجعوا

آپ کا کلام جو آپ نے سنا جب کہ لوگوں نے کہا کہ ہم نہیں سمجھتے کہ یہ لشکر ہم تک پہنچے گا اس لئے کہ وہ بہت بڑا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ لشکر ضرور ہم سے جنگ کرے گا اور ہم کو ہلاک کرے گا اور ہمارے مال لوٹ لے گا اور ہمارے سپاہیوں کو قتل کرے گا جب تم یہ دیکھو تو خدا کی طرف سے تمحیص کی بشارت سنو اور اپنے گناہوں کی مغفرت اور اپنے اعمال کا ثواب سمجھو اور جب تم اپنے عاملوں کو راہ راست پر چلتے دیکھو تو تم بھی راہ راست پر چلو اور جو راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں ان کے منہ پھیر دو یہاں تک کہ وہ راہ راست پر آ جائیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

المصائب بالمسلمين في الاسلام لجزاهما الله وجزاهما باحسن ما عملوا

اور ان کے مصائب اسلام میں سخت زخم ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت کرے اور ان کے نیک کاموں کا ان کو اجر دیوے۔

(۱۸) عن ابی عبد الله في حقهما هما امامان عادلان قاسطان كانا على الحق وماتا عليه فعليهما رحمة الله يوم القيامة كاشف وبابت

امام ابو عبداللہ سے حضرت ابوبکر و عمر کے حق میں مروی ہے وہ دونوں پر رحم و انصاف کرنے والے حق پر رہے اور حق پر ہی ان کی وفات ہوئی قیامت کے دن ان پر اللہ کی رحمت ہو

(۱۹) عن الحسن بن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ابا بكر مني بمنزلة السمع و ان عمر مني بمنزلة البصر وان عثمان مني بمنزلة الفؤاد. (باب معرفة الامام)

امام حسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر میرے لئے بمنزلہ کان کے ہے اور عمر بمنزلہ آنکھ کے ہے اور عثمان میرے دل کے ہے

(۲۰) سئل ارسماعيل حلية السيف هل يجوز فقال خوقد حلى ابو بكر الصديق بسبعين الفا فقال له راوي الفقه فكيف توجب ازدراء عن مكاتبه فقال لقوا الصديق لم الصديق لمن لقب به الصديق لما صدق الله قوله في ... وجاء بالصدق ... (باب الوضوء)

اس محدث نے جو سیف کے حلیہ کے بارے میں پوچھا گیا جواب دیا کہ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق نے ستر ہزار کا جوڑا پہنا تھا راوی نے عرض کیا پھر آپ بھی ایسا فرماتے ہیں ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں یہ صدیق کا لقب ان کو کیونکر ملا آپ نے فرمایا کہ صدیق کا لقب ان کو اس لئے ملا کہ انہوں نے اللہ کے قول ... کی تصدیق کی (باب الوضوء)

اس اصول کے صفحہ ۱۳۱ پر کلینی اور رجعلی نے نقل کیا ہے۔

(۲۱) الحاصل ما هو ايضا في رواية حيث ان اصول الجعفرية وحي ... الجعفرية ... يجعلون في مجلس واحد ... من كونه قول بالرأي ... من كونه قول بالرأي ... وفي رواية ... الله عليه وآله ... الله عليه وآله ...

اس حاصل کلام یہ ہے کہ ایک روایت میں جو کہ اصول جعفریہ وحی ... جعفریہ ... ایک مجلس میں ... اور ... کہ ... کہ ... کہ

سکے کہ ان سے بعض امور معلوم فرماوے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ۔	اور یہ دن ہاری باری سے پھیرتے ہم ان کو درمیان لوگوں کے اور تا کہ ظاہر کرے اللہ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ہیں اور تا کہ پکڑے تم میں سے گواہ۔

پھر فرماتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۔	کیا گمان کیا تم نے یہ کہ داخل ہو جاؤ گے بہشت میں اور ابھی نہ ظاہر کیا اللہ نے ان لوگوں کو کہ جہاد کرتے ہیں تم میں سے اور ابھی نہ ظاہر کیا صبر کرنے والوں کو

اور نیز ارشاد فرماتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۔	کیا گمان کرتے ہو تم یہ کہ چھوڑے جاؤ گے اور حال آنکہ ابھی ظاہر نہ کیا اللہ نے ان لوگوں کو جو جہاد کرتے ہیں تم میں سے اور نہیں پکڑتے سوائے اللہ کے اور رسول کے اور مسلمانوں کے دوست دلی

ان آیات کو ملاحظہ فرمایئے اور سوچئے کیا خدا تعالیٰ کو پہلے یہ باتیں معلوم نہ تھیں۔ کیا یہ کہ نہیں اور آیت سابقہ آیت۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۔	اور بیشک تحقیق پیدا کیا ہے ہم نے آدمی کو اور جانتے ہیں ہم جو کچھ وسوسہ کرتا ہے ساتھ اس کے دل اس کا

کی مخالفت نہیں ہے پس یا تو ان آیات میں علم کے حاصل کرنے سے اور سوال کرنے سے کچھ اور مراد ہے اگر کچھ اور مراد ہے تو یہ حدیث کو مدار کا باطل فرمانا لغو ہوا ان آیات کو بھی عمداً تحریف فرمایئے۔ خدا کے لئے ذرا تو انصاف سے آنکھیں کھول کر دیکھئے۔ کیا حدیث کی مخالفت کتاب اللہ کے ساتھ میں ثابت کی جاتی ہے کیا حدیث کی تضعیف اس طرح ہوتی ہے کیا کسی امر کو پرکھنا بجز علوم آلہ کے اور کسی طرح سے نہیں ہوتا۔ افسوس کہ یہی تفرقات خود گھڑتے ہیں اور جناب الٰہی کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے مہربان مفسر کو اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث بالکل مخالف کتاب اللہ کے ہے جس میں ذرہ بھی مخالفت نہیں

(۲۲۵) اللّٰهُ در فلان لقد قوم الاود وداوی العمد الخ۔ ضج قال الشارح المراد منه ابوبکر او عمر۔

(۲۲۶) ان جعفر الصادق قال ولدنی ابوبکر الصدیق مرتین۔ ذوالفقار وایات۔ ارکشف الخفر

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق نے مجھ کو دو دفعہ جنا۔ امام جعفر صادق ابوبکر صدیق کی طرف دو سلسلوں سے منسوب ہیں جس پر امام نے فخر فرمایا اور ان کو صدیق کہا۔

مصنف۔ بیت اگر ان آیات و اقوال ائمہ کو دیکھے تو ممکن نہیں کہ صحابہ کرام کی بزرگی کا اعتراف نہ کرے۔ پس جب کہ آیات کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور اقوال ائمہ سے اصحاب کرام ہونا ثابت و متحقق ہو گیا تو اگر بفرض محال اقوال و افعال صحابہ یا صاحب تحفہ کی تحقیق سے نہ ثابت ہو تو کچھ حرج نہیں اور فی الحقیقت یہ محض آپ کا خیال اور وہم ہی ہے ورنہ محال ہے کہ بہشت کی تحقیق خلاف کتاب ثابت ہو جائے۔

اس الزام کا جواب کہ صحابہ نماز جمعہ میں حضرت ﷺ کو چھوڑ کر چلے گئے

قول: چنانچہ اس باب میں مختصر گذارش ہے کتاب اللہ میں اگرچہ بہت سی آیات اس پر دال ہیں مگر صرف ایک ہی آیت لکھتا ہوں۔ سورۂ جمعہ کے آخر کو ملاحظہ فرمایئے۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۔	اور جب تجارت یا کھیل دیکھتے ہیں تو تجھ کو کھڑا چھوڑ کر اس کی طرف چلے جاتے ہیں۔

صحیح بخاری میں کتاب الجمعہ باب اذا رأوا تجارۃ او لہوا انفضوا الیہا جابر بن عبداللہ کہتے ہیں

بینما نحن نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قبلت عیر تحمل طعاما فالتفتوا الیہا حتی ما بقی معہ الا اثنا عشر رجلا فنزلت ہذہ الآیۃ۔	ہم حضرت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے کہ ایک قافلہ غلہ لے کر آیا سب اس طرف متوجہ ہو گئے اور بارہ آدمیوں کے سوا آپ کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا تو یہ آیت ناز ل ہوئی۔ واذا رأوا تجارۃ الخ۔

جناب انصاف فرمایئے کہ ناواجب سے جس کو حدیث میں معرج معاصی فرمایا ہے اور جب کہ ناواجب کا یہ مقابلہ ہے اور پھر بھی صحابہ کی نسبت اس قدر بیجا

---

(۲۲۵) اس کی تخریج نہیں ملی۔ (۲۲۶) اس کی تخریج نہیں ملی۔

سے انفضاض کرنا اور آنحضرت کو کھڑا چھوڑنا اور لہو و تجارت میں مشغول ہونا یہ ہی کرامت کی نشانی ہے۔ کوئی شخص اگر نماز جماعت کو ایک ادنیٰ امام کے پیچھے سے قطع کر کے چلا جائے تو آپ اس کے حق میں کیا حکم فرماویں۔ ایک ادنیٰ مومن نماز مستحب کو قطع کر کے تعریدہ و توخت میں مشغول نہیں ہو سکتا اور اگر ایسا کرے تو نور و علامت سے بے بہرہ ہے۔

اقول: اگرچہ اس مشیر کا جواب اقوال سابقہ سے واضح ہے لیکن ہم اس جگہ بھی بلباس دیگر اضافہ بعض فوائد اس کے رد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی اس اعتراض کا رد ہی ایک اپنا بنیانی قاعدہ ہے جو خلاف اپنی روایات مذہب کے حضرت مجیب نے تسلیم کر رکھا ہے وہ یہ کہ معصیت کبیرت کو رفع کر دیتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے ان کے کفارہ سیئات اور دخول جنات کا وعدہ فرمایا ہے تو کوئی سیئہ و معصیت دون کفر نہیں ہے اور کرامت صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تریاق سموم معاصی ہے پس یہ اعتراض اپنی کمال مناقضہ و فی سے خلاف اصول اہلسنت اپنے قاعدہ مسلمہ کی بنا پر کیا ہے پس اس مناظرہ دانی کو آفرین ہے کہ آپ ہی ایک قاعدہ تراش لیا اور خیالی طور پر اس کو مسلمہ خصم سمجھ کر اسی بنا پر اعتراض کر دیا حالانکہ وہ قاعدہ مسلمہ باعتبار اپنے مذہب کے بھی غلط ہو، چنانچہ پہلے بیان ہو چکا۔ پس انصاف کا فاتحہ ہو چکا۔ اب میں ارباب انصاف کی خدمت میں حضرت مجیب کے دعوی اجتہاد و تحقیق حق کا دو سہ ثبوت پیش کرتا ہوں غور و ملاحظہ فرماویں۔ ہمارے مجیب لبیب نے حدیث بخاری کو در قصہ انفضاض کو نماز جمعہ پر محمول فرمایا ہے اور فرمایا کہ نماز قطع کر کے صحابہ چلے گئے جو باتفاق اہلسنت و شیعہ ضد اور خلاف واقع ہے نماز قطع کر کے ہرگز صحابہ نہیں گئے تمام مفسرین و محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ خطبہ کی حالت میں پیش آیا چنانچہ مسلم کی روایت میں صریح مذکور ہے تو اس سے تحن نصلی کے معنی تحن قائمون الصلوٰۃ کے ہیں یہ ہی روایت جابر بن عبداللہ کی جو بخاری کی کتاب التفسیر میں دوسرے اس میں یہ لفظ نہیں ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں

قال جابر بن عبد اللہ قال اقبلت عیر	جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن
یوم الجمعۃ ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ	ایک قافلہ آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم فانفض الناس الا اثنی عشر رجلا	نے نماز شروع کی تھی اس وقت بارہ آدمیوں کے سوا
فنزلت ہذہ الآیۃ	اور سب چلے گئے تو یہ آیت نازل ہوئی

آپ کے حضرت صدیق صاحب کی شہادت سے بھی ثابت ہوا کہ یہ قصہ نماز میں وقوع نہیں ہوا پس اب بھی محقق ہوا آپ کا اجتہاد غلط ہے اور یہ ہے تفسیر مجمع البیان جو اس وقت میرے سامنے رکھی ہے اس میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

وروی عن ابی عبد اللہ قال انفضوا	ابی عبداللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا اس کی
الیہا وترکوہ قائما تحطب علی المنبر	طرف چلے گئے اور تجھ کو منبر پر کھڑے ہوئے خطبہ
	پڑھتے ہوئے چھوڑ گئے۔

علاوہ ان دو سرے قاعدہ کی رو سے بھی یہ خلاف قاعدہ مناظرہ اعتراض کیا ہے اور محقق قواعد شیعہ پر اس اعتراض کی بنا ہے شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ حسن و قبیح اشیاء عند الشیعہ عقلی ہے اور مسند الشاعرہ شرعی۔ تو نماز میں سے یا خطبہ میں سے چھوڑنا فعل عند الشیعہ قبیح ہے خواہ شرعی وارد ہوا ہو یا نہ ہو اور اشاعرہ کے نزدیک جب تک نہی وارد نہ ہو اس پر اطلاق قبیح کا نہیں ہو سکتا اور اس وقت تک اس فعل کے نہی وارد ہونا ثابت نہیں تو اس سے صحابہ کو کوئی امر قبیح ارتکابی لازم نہیں آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت میں ہرگز حالت تعلیم بند

نے بطور اجتہاد اس کو حالت صلوٰۃ پر محمول فرما لیا۔ اگر اہلسنت کی کتابوں کو نہیں دیکھا تو اپنی کتابوں کو تو ضرور دیکھ کر حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے تو اب بغور سنیئے، آپ کے رسالہ امامت صدیق سے جو میرے سامنے موجود ہے اس کی سند دیتا ہوں۔

فمن ذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ کان	منجملہ اس کے یہ ہے کہ جمعہ کے دن حضرت
یخطب علی المنبر فی یوم الجمعۃ اذ	منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے، قریش کا
جاءت عیر لقریش قد اقبلت من الشام	ایک قافلہ شام سے آیا، اس کے
ومعہا من یضرب بالدف ویلہو ویلعب	ساتھ میں کچھ لوگ دف بجاتے تھے کچھ
ما قد خبروا ان سلوہ فلذکروا النبی صلی اللہ	رفیق تھے اور مناہی شرعیہ مشتمل
علیہ وآلہ علی المنبر وانفضوا منہ الی	کرتے تھے تو حضرت کو منبر پر
لہو او لعب وہلہ فیہ وہذا فی سماع	چھوڑ کر وعظ و نصیحت سے
موعظۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وما اثنوا	منہ موڑ کر لہو و لعب کی طرف
علیہم من القرآن فانزل اللہ عزوجل	چلے گئے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے
فیہ وہ اذا رأوا تجارۃ الخ۔	یہ آیت نازل فرمائی۔

آپ کے حضرت صدیق صاحب کی شہادت سے بھی ثابت ہوا کہ یہ قصہ نماز میں وقوع نہیں ہوا پس اب بھی محقق ہوا آپ کا اجتہاد غلط ہے اور یہ ہے تفسیر مجمع البیان جو اس وقت میرے سامنے رکھی ہے اس میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

وروی عن ابی عبد اللہ قال انفضوا	ابی عبداللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا اس کی
الیہا وترکوہ قائما تحطب علی المنبر	طرف چلے گئے اور تجھ کو منبر پر کھڑے ہوئے خطبہ
	پڑھتے ہوئے چھوڑ گئے۔

علاوہ ان دو سرے قاعدہ کی رو سے بھی یہ خلاف قاعدہ مناظرہ اعتراض کیا ہے اور محقق قواعد شیعہ پر اس اعتراض کی بنا ہے شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ حسن و قبیح اشیاء عند الشیعہ عقلی ہے اور مسند الشاعرہ شرعی۔ تو نماز میں سے یا خطبہ میں سے چھوڑنا فعل عند الشیعہ قبیح ہے خواہ شرعی وارد ہوا ہو یا نہ ہو اور اشاعرہ کے نزدیک جب تک نہی وارد نہ ہو اس پر اطلاق قبیح کا نہیں ہو سکتا اور اس وقت تک اس فعل کے نہی وارد ہونا ثابت نہیں تو اس سے صحابہ کو کوئی امر قبیح ارتکابی لازم نہیں آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت میں ہرگز حالت تعلیم بند

ممانعت نہیں فرمائی تو اس سے اس فعل کے غیر منہی عنہ ہونے کی زیادہ تقویت ہو گئی ورنہ ممکن تھا کہ جب لوگوں نے اٹھنے کا قصد کیا تھا یا اٹھ گئے تھے آپ ممانعت فرما دیتے تو اس کو اس زمانہ کے اولیٰ مومن پر قیاس کرنا غلط ہے اور مع الفارق کیونکہ اس وقت بسبب ورود نہی کے قبیح ہو چکا ہے اور اس وقت میں بوجہ عدم ورود نہی کے قبیح نہ تھا ومن ادعیٰ فعلیہ البیان معہذا اگر بالفرض والتسلیم نہی بھی وارد ہو چکی تھی اور منشا غایہ فعل قبیح ہی تھا اس کے عموم میں وہ اصحاب بھی تو داخل ہیں جن کو مجیب لبیب نے برخلاف شہادت قرآن کرام سمجھ رکھا ہے۔ علی الخصوص عموم روایت صدوق نے تو کسی کو بھی باقی نہیں چھوڑا پس اس اعتراض کا جو جواب اپنے صحابہ کرام کی طرف سے عنقریب دیں گے وہ ہی تمام صحابہ کی طرف سے قبول فرمادیں اور حسب روایت اہلسنت بارہ شخص مستثنیٰ ہیں جو عشرہ مبشرہ اور دجال اور ابن مسعودؓ ہیں لیکن شیعہ کی روایت سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں۔ الغرض سے لے کر صحابہ تک سب ہی داخل ہیں پس فرمایئے وہ کرام جن میں حجر باقی رہے اور جن کو آپ کرام سمجھتے ہیں اور لوم اور ملامت سے بچے ہوئے ہیں ہی یہ صاحب بفضل اللہ تعالیٰ اہلسنت کی لوم و ملامت سے تو کمابیش بزرگان دین بچے ہوئے ہیں لیکن حضرات شیعہ کے لوم و ملامت سے بچنا محال ہے کہ اس سے انبیاء اور ائمہ اور صحابہ میں سے کوئی نہ بچا۔ ہاں یہ بات باقی رہ گئی کہ آپ نے نماز کو معراج المومنین اور محل مناجات پروردگار فرمایا اور اس سے چلے جانے کو مستحق لوم و ملامت قرار دیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ نے استبصار کی حدیث کو ملاحظہ نہیں کیا۔

الحسین بن سعید عن فضالۃ	میں نے امام ابوعبداللہ سے
عن معاویۃ بن عمار قال سألت	سے پوچھا کوئی شخص نماز
ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یعبث	میں اپنے ڈاڑھی سے کھیلتا ہے
بلحیتہ فی الصلوٰۃ المکتوبۃ فقال	کیا کچھ خوف معاملہ ہیں

الخ صفحہ ۸۴

میں پوچھتا ہوں کہ یہی نماز معراج المومن ہے جس میں ڈاڑھی سے کھیلنے اور اسی کا نام محل مناجات ہے اور اس کے قطع کرنے سے لوم و ملامت سے نہیں بچتا سبحان اللہ اگر وہ نماز جس میں ڈاڑھی سے کھیلنا ہے بہت سے مقامات میں تو وہ محل مناجات اور معراج ہو اور قہقہہ نقض سے وہ باطل ہو جائے اس میں ڈاڑھی سے کھیلنا بھی نہ ہو۔

صحابہ کرام کے متعلق شیعہ مغالطوں کا جواب

قولہ: احادیث پس بخاری کی کتاب حوض اور کتاب فتن اور کتاب احکام ملاحظہ فرمایئے بہت سی احادیث میرے قول کے مصداق پائے گا بخوف طوالت عرض نہیں کرتا۔

اقول: اس جگہ تو حضرت مجیب نے کمال ہی تبحر ظاہر فرمایا کہ کتاب پر کتاب گنتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ اجمالی طور پر بیان کیا ہے اس لئے جواب ہو پیرایہ اجمال گذارش ہوتا ہے کہ عنوان اغراض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو صحابیت کے معنی سے اغماض ہے شاید لغوی معنی پر اعتراض کا دارومدار رکھا ہے واضح ہو جب کہ اہلسنت کے نزدیک صحابیت کے لئے خاتمہ تک بقاء ایمان مشروط ہے تو ممکن نہیں کہ بخاری کی کتب مذکورہ کی احادیث سمعنہ آپ کے قول کے مصداق ہوں اور بفرض محال اگر تسلیم کر لیا جاوے تو جو جواب آپ نے اپنے مقبوسین کیلئے تجویز کر رکھا ہے وہی جواب سب کی طرف سے قبول فرمایئے۔

قولہ: اما اقوال صحابہ بخاری کی کتاب الاحکام دیکھئے اس میں اجماع کی کیفیت معلوم ہوگی اور ایک مسئلہ متعلقہ کتاب حدہ بھی دیکھئے گا۔

اقول: میں بخاری اور اس کی کتاب الاحکام دیکھ چکا اجماع کی کیفیت معلوم ہے مسائل متعلقہ کتاب اللہ بحول وقوتہ معلوم کر چکا ہوں لیکن ان باتوں سے مدعا کا حاصل مشتمل نہیں ہے اور موقع استدلال و احتجاج میں یہ گول مول تقریریں قابل بحث و التفات نہیں ہاں اس کا کرنا ضرور ہے کہ کتاب اللہ فضائل و مناقب صحابہ سے پر اقوال ائمہ اور ان کے مناقب میں بے شمار ہیں چنانچہ ایک نمونہ ان کا اقوال سابقہ میں ظاہر کر چکا ہوں جو ادنیٰ تتبع سے حاصل ہو سکتا تھا

قولہ: اور حضرت خلیفہ ثانی نے جو معدن بن عبادہ رئیس انصار کے حق میں فرمایا ہے قطعت قتل اللہ سعد بن عبادۃ بھی ملاحظہ اقدس میں گزرے گا اور قتل اللہ کے معنے آپ جانتے ہی ہوں گے

اقول: یہ کلمہ بددعا نے کیا اور قتل اللہ کے معنی بھی معلوم ہیں۔ لیکن جناب کا اس سے گیز کرنا عالمانہ ہو حضرت کے نزدیک تو جب سعد بن عبادہ پر بنی امامت کا مدعی ہو اور اس بنی کی امامت کو منکر ہو تو کافر ہو چکا معاذ اللہ۔ پھر جس قدر تحقیر کی جائے اور جس قدر اہانت

کی جائے بجائے خود ہے کیونکہ بوجہ کفر کے کوئی احترام باقی نہیں رہا اور اہلسنت دون الکفر کسی معصیت کو بلحاظ کبرت صحابیت باعث انحطاط نہیں سمجھتے تو ایسے اقوال کو ان کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ایک خیال خام ہے، معہذا اس جملہ سے یا مراد اخبار ہے یا انشاء، اگر اخبار مراد ہے تو کچھ قابل گرفت نہیں کیونکہ اخبار صحیح مطابق نفس الامر ہے بایں معنی کہ خداوند تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا کہ اس کا مدعا جو خلافت تھی حاصل نہ ہوا، اور اگر انشاء ہے تو چونکہ سعد بن عبادہ سے اس وقت نصرت حق ترک ہوئی اور ایسی خطا سرزد ہوئی تھی جس سے اسلام میں وقوع فتنہ کا اندیشہ تھا اس لئے خلیفہ ثانی نے ان کو بددعا دی پس نہ کچھ الزام خلیفہ دوم کی طرف ہے نہ سعد ابن عبادہ کی طرف، صرف باعث اس کا عناد و بغض صحابہ ہے کہ جس سے محاسن بھی قبائح نظر آتے ہیں، ؎

وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ولکن عین السخط تبدی المساویا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو کلمات حضرت امیر کے حق میں فرمائے اور مطاوی ابحاث سابقہ میں مذکور ہوئے ان کا اور ان کلمات کا اپنی عقل و انصاف کے میزان میں موازنہ کر لیجئے اور پھر اعتراض کیجئے۔

شیعہ مصنف کا صاحب تحفہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نام سے مغالطہ دینا

قولہ: آپ تحفہ کے باب مطاعن کو ملاحظہ فرمایئے اور مطاعن عمر میں سے طعن دوم نکالئے۔ میں مفید مطلب فقرات لکھتا ہوں آپ اصل کتاب کو دیکھ کر مطابق کر لیجئے، آپ کے خاتم المحدثین فرماتے ہیں واگر مراد ایشان از قصد تخویف و تہدید زبانی ست دگفتن اینکہ من خواہم سوخت پس وجہش آنست کہ این تخویف و تہدید کسانی را بود کہ خانہ حضرت زہرا را ملجا و پناہ ہر صاحب خیانت دانستہ و حکم حرم مکہ معظمہ دادہ در آنجا جمع می شدند و فتنہ و فساد منظور میدیدند و بر ہمزدن خلافت خلیفہ اول بر کنکاشہا و شورہا فساد انگیز قصد میکردند حضرت زہرا ہم این نشست و برخاست آنہا کہ در و ناخوش بود، لیکن بسبب کمال حسن خلق بآنہا بے پردہ نمی فرمود کہ در آنجا من نباشدہ باشند عمر بن خطاب چون دید کہ حال بریں منوال است آنجماعت را تہدید نمود کہ من خانہ را بر شما خواہم سوخت و تخصیص سوختن در ین تہدید مبنی بر استبعاد و دقیق است از حدیث پیغمبر کہ تحفہ ثبت نیز در حق کہا نیکہ در جماعت حاضر می شدند و با امام اقتدا نمیکردند چنین فرمان شاد

فرمود دیدود کہ این جماعت اگر از ترک جماعت باز نخواہند آمد من خانہا ایشان را بر ایشان خواہم سوخت و چون ابوبکر نیز امام منصوب کردہ پیغمبر بود در نماز و آنہا ترک اقتداء آن امام بحق خاطر خود می انداشتند و در فاقت جماعت مسلمین درین باب نمیگردند مستحق ہمان تہدید پیغمبر شدند پس این قول عمر شابہ است بفعل پیغمبر کہ چون روز فتح مکہ بحضور او عرض نمودند کہ ابن خطل کہ یکی از شعرائے کفار بود و بارہا ہجو پیغمبر در اشعار خود روی خود را سیاہ کردہ پناہ بخانہ خدا یعنی کعبہ معظمہ بردہ و در پردہائے آنجا تجلی آشیانہ خود را پنہان ساختہ و در باب او چہ حکم است فرمود کہ او را ہمانجا بکشید و پاس نگہید و ہمگاہ این قسم مردود ان جناب الٰہی را در خانہ خدا پناہ نباشد در خانہ حضرت زہرا چرا پناہ باید داد و حضرت زہرا چرا از سزا دادن اشرار فساد پیشہ عاجز گردد کہ تخلق باخلاق اللہ شیوہ آن پاک طینت بود انتہی بقدر الحاجۃ۔ اگرچہ اس عبارت کے ہر ہر لفظ پر بحث ہو سکتی اور تشیید المطاعن میں ہر قول بمجرد سماعہ رد کیا گیا ہے مگر اس مقام میں حضرت مجیب کی خدمت میں صرف اس قدر عرض ہے کہ اگر کل صحابہ کرام تھے اور کتاب اللہ ان کے فضائل سے پُر ہے اور اقوال عترت ان کی مدائح میں بے شمار وارد ہیں جیسا کہ قول آئندہ میں آپ فرمائیں گے تو یہ لوگ صاحب خیانت اور اشرار فساد پیشہ و این قسم مردود ان جناب الٰہی جو خانہ حضرت زہرا میں جمع ہوتے تھے کون تھے صحابہ ہی میں سے تھے یا سیورد انصار اد مشرک وغیرہ تھے۔

مثالب صحابہ میں عبارت تحفہ کی توجیہ

اقول: اس جگہ بھی مجیب لبیب نے حسب عادت قدیمہ وہی اعتراض بابت مثالب صحابہ رضی اللہ عنہم ذکر فرمایا جس کا جواب ابحاث سالقہ میں کمر دیا جا چکا ہے لیکن چونکہ بہ نسبت اجمال و تبعیت کے تفصیل و قصدیت کا جداگانہ ہے اور خالی از زیادتی فوائد نہیں اس لئے اس جگہ بھی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن بطور مقدمہ چند امور ملحوظ خاطر سامی رکھیئے (۱) سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی شخص معصوم نہیں، (۲) اگر کوئی معصیت دون الکفر فضل صحبت کو رفع نہیں کرتے (۳) ہنگام مصلحت کلی مثلاً جبکہ امور مہمہ میں اختلال کا اندیشہ ہو تو اس فعل کا انکار نہیں کیا جاتا (۴) ابوبکر صدیقؓ خلیفہ راشد اور امام برحق تھے (۵) مشابہت ایک شے کی دوسری شے کے ساتھ کسی خاص فعل میں اس کو مقتضی نہیں کہ مشابہ در جمیع امور میں مشارک اور مساوی ہو جاوے۔ اگرچہ یہ مقدمات سابقہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت و

محقق ہیں لیکن اس بنا پر جو آپ نے سنت المسنت ذکر کئے گئے ہیں پس واضح ہو کر اولاً جبکہ آپ
حق ثبوت طعن کے ہیں تو حسب قاعدہ مناظرہ آپ کو لازم ہے کہ آپ یہ ثابت فرمائیں کہ یہ لوگ
صرف صحابہ ہی تھے سوائے صحابہ کے اور کوئی شخص اس فتنہ میں نہ تھا جب تک آپ یہ
ثابت نہ کریں گے آپ کا دعویٰ ثابت نہ ہوگا کیونکہ مانع کو پہنچتا ہے کہ وہ اس انحصار کو تسلیم نہ
کرے اور کہے کہ ہم یہ کہتے ہی تھے بلکہ کتنے ہی بعض منافقین کا بر عہد اسلام بن سبا
فتنہ انگیز بھی اس میں شامل ہوں کہ جن کو شب و روز اسلام کی دشمنی و برائی کا خیال مرکوز خاطر
رہتا تھا اور جب ان کو خلل مکمل ہوا تو ہر گز نہیں گے کہ یہ خلل صرف انہیں منافقین کی طرف
سے تھا جو باعث اشتعال و فساد ہوئے اگر یہ روایت ذیل اخطاء سے وجود حضرت امیر
وجہہ الکریم ذمہ معصوم ہوتا ہے لیکن یہ ثابت لغو غیر پر اعتقادات نہیں کرتی اور چونکہ یہاں
جب اس لئے کہ ان سے مشورت خلوت صدق نہیں کیا گیا تھا اور ناخوشی اس کی مستولی تھی
لہٰذا مشتعل ہیں شامل تھے منافقین سے موقع وقت پا کر اس کو زیادہ مشتعل کیا اور جو
اصل بنا اس اشتعال کی ہوئی ناخوشی صحابہ تھی اور منافقین بادجود شک دینی کے صرف
بامید فوائد دنیوی شامل ہوئے اور اس قسم کا اشتعال ایسے بزرگوں سے زیادہ تعجب انگیز تھا تو
ایسی بات نہ صرف ان بزرگوں حضرات کے نام پر لگنے کی تھی اور منافقین کا ذکر نہیں کیا گیا
[illegible] ہے کہ [illegible] سے [illegible] منافقین کا
[illegible] سے [illegible] کرسیاق عبارت میں کوئی [illegible] ہو جائے تو معلوم
[illegible] صاحب نہایت اور کلام [illegible] ہر گز [illegible] نہیں ہے
[illegible] ہیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

پر اطلاق کیا گیا ہے جن کو خانہ خدا حرم محترم کعبہ میں پناہ نہیں ملی جملہ در خانہ خدا پناہ بنا شد جو
متصل مذکور ہے وہ اس کی دلیل اور اس پر شاہد ہے تو فتنہ پر عبارت اس طرح ہے وہ گروہ
این قسم مردود ان جناب الٰہی را کہ از ہجوم ہمہ روئے خود سیاہ کردہ و چنان و چنین کردہ از خانہ
خدا پناہ بنا شد آسانا تر اکہ از طاعت امام حق انحراف در زیدند مشورت نمائے مہیج فتنہ و فساد میکردند
بخانہ زہد اجرا پناہ بایدر او۔ تو اس سے واضح ہوا کہ اطلاق لفظ مردود ان جناب الٰہی کا صرف ابن
خطل اور اس قسم کے لوگوں پر ہے کیونکہ جب دو صفتیں جدا جدا ہیں اور ضرور بھی ہر ایک کا علیحدہ
ہے کہ ایک صفت کے لئے صدر عنایت کیجئے کی ہے اور دوسری کے لئے عدم عنایت
خانہ زاد کی ہے تو یہ ضرورت ہے کہ ایک کو دوسری پر محمول کریں کہ وہ کلمات جو ایک کے
[illegible] ہیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible]

جلانے کی دھمکی دی اور طرح طرح کے ظلم و ستم کئے اور کل جو روجفا کے جو بعد میں حضرت امیر پر واقع ہوئی باقی ہوئے کچھ ہے ادلی کریں تو راضی کا کافر و بیدین ہوں اور اگر خود اہل بیت ہی ان تصفہ مستغلیہ کی مخالفت کریں تو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد ان کلمات کے جواب کے عاقل الدین تحریر فرمانے کے مستحق ہوں کیا انصاف و دیندری ہے ہمارے مقابلہ میں صحابہ افضل امت ہوں اور اگر اس علانیت کے برعکس کرنے کی تدبیریں کریں جس پر بجز اجماع صحابہ برخلاف سنت کوئی دلیل عقل و نقل و عرفی نہیں اور اس اجماع کا بھی بجز انکار ہے تو مدار دین جناب نبی شرع کا رہا مانتے تا رہیں جو حضرت کے مشابہ ہوں

جواب مطاعن صحابہ

قولہ اس عبارت میں یہ کہا آخر قوم تک حضرت مجیب نے جھلا کر جو کچھ زبان درازی کی ہے اور خلافت کی آنکھوں کو بغض و حسد کی میل سے کور کرکے جو کچھ ناشائستہ گفتگو قول سے ہوں کہ آخری بات کی جواب میں حسب اشارہ ربانی زبان آلودہ کرنا نہیں چاہتے جس نے اس کے جواب سے اعراض و اغماض کرکے اصل جواب کی طرف منصفان توجہ فرمائیں تو جواب حیرت کا کافی رہے گا مجیب غریب بایں ہمہ دعوائے انصاف و دانش ان باتوں سے نہیں شرمندہ ہوتے کہ ان کے اقوال ایسے ہوتے ہیں مترادفوں کی بعض سے ابتدا ہے اور کوئی فقرہ ایسا نہیں ہوتا جس کا مقابلہ ان کے اقوال سے نہ ہو ہاں البتہ اصحاب مطعونین کے مترادف و مرادف ہیں ان کے اقوال سے ہوتا ہے جس قدر ان کی بیت حضرت علیہ کی دوستی کے پردہ میں ان کی خانہ ویرانی ہے اور وہ مضمون جو شیعہ نے ان کی مذمت کی ہیں خود ان کی طرف راجع کر دیا اور وہ بات کہ خود ان پر وارد ہوتی ہے شیعہ علی کو بتلا کر چھوڑ دیا جو حضرت کی حق چاہے ہیں ہے تو اس کا ادا کرنا ہے تو پہلے شیعہ پاک ہیں اور ان سے ان کی خلافت و امامت کی سند لے کر ہمارے مقابلہ میں آئیں اور مطعونین و مجیب ہیں ان کے اقوال ایسے ہیں جیسے [illegible] اصحاب کے اقوال ان کے شیعہ ان کے [illegible] ان کے [illegible] ان کے [illegible]

کے اندوہ میں معاذ اللہ مجامع مہاجرین وانصار میں ور بدر پھر رہے تھے اور اس کے پیچھے نہ مصطفےٰ کے غم کا خیال تھا نہ مرتضیٰ کی ہردو کا پاس تھا تو جب اہل بیت کا بھی یہی حال تھا تو جو الزام آپ صحابہؓ کو دیتے ہیں وہ ہی اہل بیت کی طرف راجع ہوتا ہے ثانیاً مسئلہ خلافت بہ نسبت دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم اور ضروری اور خطرناک تھا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر گڑنے اور متغیر ہونے سے پاک و منزہ تھا تو اس کے دفن کی عجلت کی ضرورت نہیں ہے اور مرتد ہونے میں اگر خطرات واقع ہوتا اور جس طرح انصار کا منشا تھا اسی طرح خلافت متفرق ہوتی تو ہمیشہ ہر بنی اسلام تھا اس لئے اس کو مقدم کیا گیا ثانیاً ایک کام کی طرف سب کا تجمع ہونا ضروری نہیں جب اہل بیت اس کے متولی اور متکفل تھے تو اور لوگوں کی مداخلت و شرکت چنداں ضروری نہیں تھی اس لئے وہ دوسرے ضروری کاموں میں مشغول ہوگئے ایضاً حضرت امیرؓ کے کلام سے جس کو آپ کے مصروق نے مختصاں میں روایت کیا ہے جو اس وقت نہیں ہے اور روضہ ہے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے غسل و تکفین میں صحابہؓ خود حضرت امیر نے ہی دانستہ شریک نہیں کیا تھا اور یہ حضرت امیرؓ کا صحابہؓ کو شریک نہ کرنا باوجود ان خبث کے تھا نہ یہ کہ اس پر بھی آپ میں کچھ اختلاف رہا کہ شرکت و حاضری سے باز رہے تھے

[illegible]

یہ حدیث نص صریح ہے اس امر میں کہ صحابہ نے شرکت تجہیز و تکفین سے تقاعد نہیں کیا بلکہ حضرت امیر نے ہی بنظر خیر خواہی ان کو شریک نہیں کیا ورنہ شکایت کا کیا موقع تھا اور حضرت امیر کے اس جواب محبت آمیز کے کیا معنی تھے اگر ان کی طرف سے کوتاہی ہوتی تو حضرت امیر یہ فرماتے کہ تم خود ہی اپنی تدابیر فکری میں مشغول رہ کر حاضری و شرکت سے باز رہے ہم نے تم کو شرکت سے کب منع کیا تھا جو آج شکایت سے کرتے علاوہ اس کے اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے، اول یہ کہ یہ لوگ خود حضرت کی تجہیز و تکفین میں شریک ہونے سے باز نہیں رہے، دوم یہ کہ حضرت امیر نے بنظر خیر خواہی ان کو شریک نہیں کیا، سوم یہ کہ حضرت کو ان حضرات کے ساتھ ایسا تعلق محبت تھا کہ ان کی شکایت کرنا بارخاطر حضرت امیر تھی چہارم یہ کہ یہ حضرات کافر و فاسق و غاصب و ناکث نہیں تھے ورنہ کس لئے حضرت امیر باوجود ان احسان کے کہ جن کی نسبت واعظم یعنی ہے ایسا محبت کا تعلق ہوا

احراق بیت کی دھمکی کا جواب

اور اہل بیت کو بھی نے تحریت کے گھر جلانے کی دھمکی کے، میں پہلے تو حضرت شیعہ نے کون سے فرزند پر فرزند اہل بیت سے حضرت کا خوف باقی چھوڑا ہے، افسوس جس کا ایسا باپ مقتول کر جاوے یا جس کا ایسا عم لی رفاقت ناچار ہے ان کو چند فرقہ کے دختران اور محترمات میں فتنہ و فساد کی دیاست کے جس سے کہ وہ تعلق ہو کر اپنے باپ یا عم کی تک خون آلودہ کو بکلیت بھلا دیں ہیں لکھ ہاں ان دختران کے پہلے جو مع کفار و منافقین میں اور ہر جگہ ہیں بھلا کوئی عاقل کہے گا کہ ان کو اپنے باپ کا یا اپنے عم کا خوف معاذ اللہ من ذلک ہوتا ہے، علی الخصوص حضرت امیر جن کی نسبت [illegible]

قال ناد ابوذر و ملقد دوا ما یلی ہن ۔۔۔ العلم ۔

دوسری روایت سنیئے ابن میثم شارح نہج البلاغۃ اپنی مختصر شرح میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے اس کتاب کی شرح میں جس کا شروع یہ ہے ۔ ومن کتاب لہ ۔ علقمان بن حنیف وھو عاملہ علی ۔۔۔ البصرۃ وقد بلغہ انہ وقعی الی ولیۃ قومالہ

لکھا ہے۔

وقد روی فی ذلک کما ذکرہ ابن میثم	خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم
صالح الشامی علی ۔۔۔ المصطفی صلعم	نے اپنے بعد اپنے اہل بیت کے
واہل بیتہ علی ما ذکرہ ابن میثم	ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت
فی شرحہ ۔۔۔	فرمائی تھی ۔ اور ان کے ساتھ
فی ذلک ۔۔۔	بدسلوکی کرنے والوں سے
صالح الشامی علی ۔۔۔	ڈرایا تھا ۔
یا محمد ۔۔۔	پس جب حضرت علیؑ کو
صلعم ۔۔۔	خلافت ملی تو آپ نے
صلعم ۔۔۔	سیاست خلافت کے مطابق
صلعم ۔۔۔	اور اپنے اختیار کے
صلعم ۔۔۔	مطابق اپنے اہل بیت
صلعم ۔۔۔	کے ساتھ نیک سلوک
صلعم ۔۔۔	کیا ۔
صلعم ۔۔۔	اور ان کی
صلعم ۔۔۔	عزت کی ۔
صلعم ۔۔۔	اور ان کو
صلعم ۔۔۔	اپنے
صلعم ۔۔۔	ساتھ
صلعم ۔۔۔	رکھا ۔
صلعم ۔۔۔	اور
صلعم ۔۔۔	ان
صلعم ۔۔۔	کے
صلعم ۔۔۔	ساتھ
صلعم ۔۔۔	ایسا
صلعم ۔۔۔	سلوک
صلعم ۔۔۔	کیا
صلعم ۔۔۔	جو
صلعم ۔۔۔	ان
صلعم ۔۔۔	کے
صلعم ۔۔۔	شایان
صلعم ۔۔۔	شان
صلعم ۔۔۔	تھا ۔
صلعم ۔۔۔	اور
صلعم ۔۔۔	ان
صلعم ۔۔۔	کو
صلعم ۔۔۔	اپنے
صلعم ۔۔۔	ساتھ
صلعم ۔۔۔	رکھا ۔
صلعم ۔۔۔	اور
صلعم ۔۔۔	ان
صلعم ۔۔۔	کے
صلعم ۔۔۔	ساتھ
صلعم ۔۔۔	ایسا
صلعم ۔۔۔	سلوک
صلعم ۔۔۔	کیا
صلعم ۔۔۔	جو
صلعم ۔۔۔	ان
صلعم ۔۔۔	کے
صلعم ۔۔۔	شایان
صلعم ۔۔۔	شان
صلعم ۔۔۔	تھا ۔

طلبی کی غرض سے حضرت معصومہ کا مجامع فساق و فجار و کفار و اشرار میں پھرنا مذکور ہے کس درجہ کی بے دینی بلکہ کون سا درجہ جو بے دینی سے بالاتر ہے قرار دیں گے ۔ غرضیکہ جب اہل بیت طاہرہ میں سے کسی کو حضرت کے انتقال کا غم تھا ہی نہیں تو تعزیت اور تشفی کس کی کرتے دنیا نیا پیشرو گذارش ہو چکا کہ اہل بیت کو گھر جلانے کی دھمکی ہرگز نہیں دی بلکہ جو لوگ خلافت حقہ کے برپا کرنے کے مشورہ کرتے تھے ان پر گھر جلانے کی دھمکی دی تھی جو میں اتباع پیغمبر تھا پس اگر بدت اور حوصلہ ہو تو بسم اللہ شرعاً اس کی ہوائی دیدیجئے مگر ایک ہرگز ثابت نہ ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ حضرت امیرؑ کی نسبت اس کا ثابت ہونا زیادہ ثابت ہوگا

خاندان حضرت علیؑ پر صحابہ کی طرف سے زیادتیوں کی من گھڑت داستانیں

[illegible] جن کا اہمیت اعتبار [illegible] حضرت [illegible] کے ساتھ [illegible] بھلا تعلقیں [illegible] حضرت [illegible] حضرت [illegible] اور حضرت [illegible] صدمہ [illegible] مصطفوی [illegible] ترکیبوں [illegible] اور [illegible] حضرت [illegible] حضرت [illegible] حضرت

موضوعات و مفتریات سے ہر گز رایت اپنے عقل و ایمان کو رسوا کرنا ہے۔ اور بات
ہوئے سے اگر سب قریب ہو اسے تو اس کے بال حسب ہوں شیعہ حضرت میر و حضرت
حسین اور تمام بنی ہاشم اور صحابہ مقبولین امامیہ ہیں کہ ان کی خاموشی اور عبادت اور جس
اور مساحت نے تو یہ نوبت پہنچائی کہ اس فساد کو جانوں کے ہزار کے برابر وقعت کی
نظر سے دیکھتے یا ہو کر بیٹھ کے ہر جب کہتے انہوں کے کوئی دعوا کو تو بے شہادت عادل نہیں
قرار کریں اور ہیں سوا ور ہیں ذیت ایں وغیرہ ہوں اور حضرت فاطمہ
و ان کا کوئی اور ان پر جو ان تک پہنچے اور اس سب بیوہ ہوئے تو پھر نہ ہوئے
پاک خدا کی ان کا ہاتھ تمام علوم حس و ایجاب و سلب سے ان کی ہے
نے یا قطعہ یہ کہ دین ہیں سے کیا کہ

حضرت عباس اور ابوسفیان نے چاہا تھا کہ آنحضرت امیر سے بیعت کریں آپ نے قبول نہ کیا

[illegible] حضرت صدیق بحکم [illegible] حسب وعدہ خداوندی جس کی حرف [illegible]
[illegible] سے تو ہوئی [illegible] سے [illegible] قبول ہوا [illegible] بیعت سے
[illegible] فرمائے ہو [illegible] کرتے ہوئے [illegible] حضرت
[illegible] حضرت [illegible] حضرت [illegible] سے [illegible] ہوئے
[illegible] بیعت کریں آپ نے [illegible] کار [illegible] سے
[illegible] سے [illegible] حق [illegible] ہوئے [illegible] ہے
[illegible] سے [illegible] ہے [illegible] سے [illegible] ہیں

خطبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

[illegible]

[illegible]

اس کو ظاہری قوت اعوان و انصار کے اور باطنی قوت حقانیت کی حاصل ہے اور وہ اپنی قوت سے اٹھا اس نے فلاح پائی دنیا و آخرت میں وہ کون ہے وہ لوگ ہے اور ایک وہ ہے کہ جس کا حق اطاعت تھا وہ مطیع ہو گیا اس نے اپنے آپ کو تکالیف سے راحت دی یہ اپنے نفس کی طرف کنایہ کیا اس غلاظت کی مثال مکدر پانی کی ہے اور اس لقمہ کی ہے جو گلے والے کے گلے میں پھنسے یعنی جو شخص ناحق میں کامیاب ہو تو اس سے ہیں اس کو منظور نہیں کرتا اچھی کا پھلے والا خاطی کے وقت میں ایسا ہے جیسا بیزار ہیں کے ہونے والے کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو معلوم تھا کہ ابھی تک میری خلافت کا وقت نہیں پہنچا تو کسی سے سوال نہ کیا اگر میں چاہوں تو ہیں گے کہ بادشاہت کی حرص کی اور اگر سکوت کروں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا حالانکہ بادشاہت کی حرص ہے نہ موت کا ڈر ہے بلکہ حق یہ ہے کہ ابھی وقت نہیں بادشاہت یعنی تمام مطلوب مجھ سے بعید ہے یا ملک و بادشاہت کی حرص کرنا اور موت سے ڈرنا بعید ہے ان سب کے بعد کیونکر موت سے میں بے نیاز کروں قرضہ کی ادائی کا سبب اس بیٹے کے بہت ہوا پنی ان کے لیتا ان کی بہ نسبت کرتا ہے موت کے ساتھ زیادہ دانوس سے بلکہ میں ایسا پوشیدہ ہو کر واقف ہوں اگر ان کو ظاہر کروں تو بے قرار ہو جاؤ اور میرے لگو جیسے ریسمان گھر سے کھود دیں یعنی جو قیامت جو کچھ مجھ پر مشکلات ہیں اور محشر کی حقیقتیں جو مجھ کو معلوم ہیں اور بدکاروں اور لوگوں کے حقوق میں درست اندازی کرنے والوں کی جو حالتیں جو میں پہچانتا ہوں اگر میں ظاہر و منکشف کر دوں تو تم مضطرب ہو جاؤ حضرت سے کلام کو دیکھئے اور اپنے دعوے سے علاوہ فرمائیے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز وغیرہ پر شیعہ اعتراض

قول ۲۔ اس موضع میں ہم آپ کے تقلید یہ علماء کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ ناظرین کی حضرت کی نسبت ذکر کیا ہے ہم نے اس کو نہیں سنا کہ ان کے ہوتے ہوئے علماء شیعہ رحمۃ اللہ سے شرح ابن میثم نہیں دیکھی ہیں اگر آپ نے دیکھا ہو تو ہمارے پاس ہونا چاہیے تھا ہم نے کہا ہے کہ ہم نے نہیں دیکھا ہے آپ نے جب ہمارے پاس نہیں دیکھا ہے تو آپ نے کیونکر دیکھا ہے آپ نے ہم سے کہا ہے کہ ہم نے دیکھا ہے ہم نے کہا ہے کہ ہم نے نہیں

شاہ ولی اللہؒ کی ازالۃ الخفا کے حوالے سے شیعہ کی مغالطہ دہی

علیہ وسلم کان علی والی مدینۃ یستخلفہ علی ۔ قال وبشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا اور نہا وبیر تجعون فی امرھم فمن یبلغ ذلک عمر بن الخطاب فخرج حتی دخل علی ۔ فقال یا بنت رسول اللہ واللہ ما من الخلق احب الیّ من ابیک وما من احد احب الیّ من بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذاک بمبالغی ان اجتمع ھؤلاء النفر علیک ان اصرم ان یحرق علیھم البیت قال فمن خرج فخرجن فقلن لہ ما شاء اللہ قد جاء فقد بلغنا فانطلق ۔ فاستلم لیحرق علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانطلقوا راشدین فرجع ۔ فقال لھا حتی یاتیکم امر اللہ ۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ اور اگر اس روایت کی صحت ہی کو کلام ہو تو اسی کتاب نے مقدمہ ابن کی چھٹی فصل تنقیح تو واقع صفحہ ۱۰۹ ارشاد فرمایا کہ اس روایت کو اس باب استناد صحیح علی شرط الشیخین یعنی بخاری و مسلم تخلیے ہیں۔

بحث: اس حدیث کی جو مشورہ نقض خلافت پر دال ہے اور اس مغالطہ کا جواب

اقول: یہ روایت اگر آپ کو کچھ مفید ہے اور آپ کے مقصود و مطلب کی ہو کہ جس پہلو پر جناب نے اس روایت کو نقل کیا ہے فی الحقیقت وہ بنا ہی فاسد ہے یہ امر تو ظاہر ہے کہ اسود کی حضرت زہرا کے واسطے تو نہیں ہے کیونکہ ان کو تو کوئی نہیں جانتا ہیں تو صرف حضرت علی ہی ہو سکتے ہیں ان کو دون کس دلیل عقلی نقلی کے مقصود ٹھہرا کر کہ سے یہ مشورہ منسوب ہے کہ اسامہ بھی معتقد عصمت حضرت علیہ ہوتے ہوئے ان کو بہتر و مزکی قرار دیتے حضرت ابوبکر کی حضرت کی مخالفت کو مصور ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ ان کی طرف حضرت کی خلافت میں ذرا التفات نہ کرتے اور ان کے حق میں ایسا ارشاد نہ فرماتے جو ابھی ذکر ہوا ہے۔

ان ھذین لھما ھذا الامر فی بنی ھاشم فی بنی عبد المطلب

مستقیم یلی ھذا الامر بعد صاحبیہ

تم لو بنا غلا تلد ین المنون بنا انا

زوف ترجیلہ

کے برائی کرنے والے ان لوگوں کے کہ یہاں بات کرتے ہیں ہمارے تعلق تو شفقت کرنے والے ہیں

اور کوئی معصیت ان کے مرتبہ عالیہ کو کہ ضمن کرتی حسب وعدہ خداوند تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ فی سبیل مبرور و مشکور اور ان کی ذات بعاصی ملحوظ ہیں باین سمر کار و بار امارت و امیر اور امور مہمہ کے انتقال کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مراجعات فرمائی اور فرمایا

لو ان فاطمۃ بنت محمد اعادت ما

من ذنب سرقت لقطعت یمینھا

اگر فاطمہ بنت محمد کوئی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹوں گا

زانی کو جبر کرنا یا خائف کو حد کھانی شارب خمر کو پلانا تو جب ادنیٰ درجہ کے شخصی حقوق میں یہ نوبت ہے تو جن امور میں قوی حقوق تمام مسلمانوں کے اور خداوند تعالیٰ کے متعلق ہوں گے ان میں پھر کر رعایت کی جا سکتی ہے اور باوجود اس کے پھر حضرت نے ایسے لوگوں کی نسبت ہو کچھ ارشاد فرمایا آپ جانتے ہی ہوں گے۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ اور حضرت کا ارشاد آپ کو معلوم ہی ہوگا تو خاطر رضی اللہ عنہ نے بھی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے یہ تراشیدہ عذر اور اس پر حمل کیا تو اگر اس پر عامل کیا جائے گا تو سیرت نبوی پر عمل عامہ ہوگا بلکہ خود حضرت کے طریقہ پر عمل واجب مقصود ہوگا کہ ان کو فعل ہے جو اس سے زیادہ ہے کہ حضرت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور امہات المومنین کو بھی جو بالاتفاق فوقیت شریعت تک زوجیت میں ہیں اور نص قرآنی ام المومنین ہیں پاس ادب نہ فرمایا و قتل و قتال سے بھی دریغ نہ کیا علاوہ ازیں قاتل بیعت صدیقی سے مشورہ کی بابت خواہ اس کو آپ نے جانچا یا نہ جانچا حضرت غیرت نسبت آپ کے حسب کے مطابق ارشاد اور معصیت ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو غصب حقوق و خلافت کی خبر دی تھی اور صحبہ و سلوت کی وصیت فرمائی تھی اور نسب و قرابت خبر دار کچھ ان کی پروا نہ کریں نہ فتنہ پھیلنے کے خیال سے معاذ اللہ بنا بر حیات غصب کریں اور نہ ارشاد چوں و چرا نہ کرنا ہو اور اس حرف تاکید بعد و تشدید برات شدیدہ آپ نقض خلافت کے مشورہ کہنے سے اور خلاف وصیت اور حکم پیغمبر کے عمل کرنے سے کہ دوسرے کے معاذ اللہ معصیت اور مخالفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہو چکے ہوتے آپ کے حق میں بھی ان آیات سے پیغمبر کے مخالفت میں نطق سے کہ پیغمبر کے ساتھ کیا کیا معاملہ روایات شیعہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے مطلقاً استحقاق کی نزاکت اہمیہ سے بھی ہے اور سب سے بڑھ کر اس میں قرار واقعیہ

ہوگا جیسا ان کے فعل کو خطاء پر محمول کرتے ہیں ویسا ہی حضرت امیر کے فعل کو محمول بر خطا کرے گا اور اگر شیعہ مراد ہے تو اولاً یہ کتاب شیعہ کے واسطے لکھی نہیں گئی کیونکہ دلائل الزامیہ مسلمات خصم سے اس میں استدلال نہیں کیا گیا۔ اور ثانیاً شیعہ تو پہلے ہی سے اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علی اس بیعت صدیقی کے مخالف رہے۔ پس اگر وہ اس عبارت سے حضرت امیر کی ہی شرکت جانے گا تو کیا حرج ہوگا۔ پس یہ مجیب لبیب کی نظر تعصب و عناد ہے جس نے دانش مندی و انصاف کو خاک میں ملا رکھا ہے۔ ناں چالاکی و ہوشیاری اکابر علماء شیعہ کی قابل دید ہے کہ وہ اپنے مذہب کے حفظ ناموس کے لئے روایات میں تراش خراش کر ڈالتے ہیں۔

شیعہ حضرات کا عبارات میں تحریف کرنا

ملا باقر بحار الانوار میں آپ کے امالی الحمد ثین کلینی کی روایت نقل فرماتے ہیں اور اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ اس میں صدوق صاحب نے تغیر تبدل کیا ہے۔

هذا الخبر مما خرج من الكافي وفيه تغيير	یہ خبر کافی سے نکالا ہے اور اس میں عجیب
عجيب تورث سوء الظن بالصدوق وهو	تغیر ہے جس سے صدوق کی نسبت سوء ظن ہوتا
انه تغير لاجل توافق مذهب اهل العصر	ہے اس نے یہ تغیر اس لئے کیا کہ اہل عصر کے موافق
	ہو جائے۔

اور نیز علامہ رضی کی چالاکیاں بھی جو نقل خطبات جناب امیر میں انھوں نے فرمائی ہیں جن کا شرح کرنا بھی اعتراف سے قابل تماشا ہے وکفی بہا مخزاۃ وقمدوۃ۔ پس یہ چالاکیاں و ہوشیاریاں حضرت کے اکابر ہی کرتے چلے آئے ہیں بفضل اللہ تعالیٰ مذہب اہلسنت تراش و خراش سے پاک و صاف ہے اور یہ حال تو اس شخص کا ہے جو بلقب صدوق ملقب ہے تو جو حضرت صدوق نہیں ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

قولہ: لطف یہ ہے کہ شاہ صاحب گھر بلانے کی تہمت کو حسن ملاطفت تحریر فرماتے ہیں اور کچھ نہیں فرماتے شاید حضرات اہلسنت کی طرف سے ایسی ہی باتوں کو حسن ملاطفت کہتے ہیں لقمہ تو حاضر ہوتے ہیں یا ہوگا۔

نقول: اس شرم و حیا پر آفرین ہے کہ عبارت کا مسلک خلاف سیاق خود بھی اپنی طرف سے تراشتے ہیں اور علیٰ سبیل الرد بھی پھر جوش حیا میں طعن و تشنیع مزید بر سوء تحریر ہی

طعن و تشنیع سے قطع نظر کر کے مجیب لبیب کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ شاہ صاحب نے گھر بلانے کو حسن ملاطفت کہاں تحریر فرمایا، عبارت شاہ صاحب کی یہ ہے (حضرت شیخین آنرا بہ تدبیر یکجا بالیستی برہم زدند و تدارک ملال کردہ بمزاج حضرت مرتضیٰ عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودند) اس میں دو جملہ مذکور ہیں جو لاحق سابق پر حرف واو کے ساتھ کے ساتھ معطوف ہے اور کیا آپ ہاں ہمہ ادعائے اجتہاد اتنا بھی نہیں جانتے کہ فی الاصل عطف بالواو مغائرت معطوف و معطوف علیہ کو مقتضی ہے تغیر کا ارتکاب اس جگہ ہوتا ہے جس جگہ محل مغائرت کو محتمل نہ ہو۔ استعمالات اس کے شاہد ہیں ورنہ لازم آوے کہ تاکید تاسیس سے بہتر ہو۔

حسب روایات شیعہ جناب امیر خلفاء کے ساتھ ہمیشہ شیر و شکر اور شریک مشورہ رہے ہیں

حاصل مرعا عبارت کا جو صاف اور واضح طور پر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ شیخین نے اس فتنہ کو جو ان حضرات کے مشورہ سے اٹھنے والا تھا اس تدبیر اور تسدیہ سے فرو کیا اور حضرت امیر کے ملال کا جو مشورہ بیعت صدیقی میں نہ شامل ہونے یا اس تسدیہ کی وجہ سے ناشی تھا حسن ملاطفت سے تدارک کر دیا اور دلیل اس رفع ملال کی یہ ہے کہ آپ ہمیشہ مشورہ میں شریک رہے اور نیک صلاح بتاتے رہے۔ منہج البلاغۃ کو ملاحظہ فرمائیے۔ میرے اس قول کی تصدیق پائے گا اور یہ روایت استبصار کی بھی پڑھ آئے جو باب الخمر فی اللوطۃ میں مذکور ہے سو لکھے دیتا ہوں۔

ابو علی الاشعری عن الحسن بن علی الکوفی	محمد بن حسن علیہ السلام کہتا ہے کہ میں نے
عن العباس بن عامر عن سیف بن عمیرۃ عن	امام ابو عبداللہ سے سنا فرماتے
عبدالرحمن العزرمی قال سمعت ابا عبداللہ علیہ	تھے کہ ایک مرد کو کسی مرد کے ساتھ
السلام یقول وجد رجل مع رجل فی امارۃ	یہ فعل کرتے ہوئے پایا۔ ایک تو گھر
فضرب عنقه وحرقه بالنار وعمل	کیا اور دوسرے کو تلوار سے مارا
فقال ما تروون قال فقال هذا صنع	اور جلا دیا۔ لوگوں نے پوچھا تمہارا
ذلك وقال هذا لم يبق من ذنوبه	کیا کہنا ہے۔ تو آپ نے کہا کہ یہ
يا ابا الحسن كيف اصنع قال فقال	کہتے ہیں کہ حسن آپ کیا فرماتے ہیں

عنہ قال لہ ارادوا ان یحملہ فقال ما انا لہ
قد بقی من حدہ وہو شی یحال ای قال فلدعنی
فاذا رجع یعطب فقال فدعاہ عمر یعجب منہ
یہ امیر المومنین یقاسی یہ۔

فرمایا اس کی گردن مار دو پس اس کی
گردن والی چیز اس کا اٹھانا چاہا آپ نے
فرمایا ابھی کچھ باقی ہے تکڑوں مانگتا ہے کہ ہمیں چھوڑ دیں
پھر آپ نے بلانے کا حکم دیا اور تعجب کیا

اور کہ اس سے مشکل خود مانگی ہو تو یہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارادہ انہیں میں آپ سے کہ فاضل اخبار ہی کہ جو اب اہل بیت
عبارت نقل کی ہے اور عبارت ملتقطا یہ وہ ہے کہ تاب ذکر انصاف کام فرمایا ہے واضح ہو
بنا علی ما معلوم ہوا یہ کہ انقطاع شیعہ ہی کو ہے ہمیں ہو جس وقت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی التقل جملہ
واکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ تشریف لے گئے ہیں اور ان کے ساتھ ہی ہیں
حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پر جانا ثابت ہوا اور اس کے ساتھ ہی
اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس وقت حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے
گھر میں کوئی مرد نہ تھا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کے گھر میں جانے کی اجازت طلب کی گئی ہے اور اجازت ملنے کے بعد ہی
گھر میں داخل ہوئے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے اجازت دینے سے انکار نہیں کیا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے گھر میں داخل ہونے کے بعد دروازہ بند نہیں کیا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ
حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر میں داخل ہونے کے بعد
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر سے نکل جانے کا حکم نہیں دیا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ
حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
گھر میں داخل ہونے سے روکا نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ
حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینے کے بعد
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر میں داخل ہونے سے روکا نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ
حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینے کے بعد
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر میں داخل ہونے سے روکا نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ

جواب اس امر کا کہ صحابہ کا حضرت فاطمہؓ کے گھر میں داخل ہونا شیعہ بے دینی کہتے ہیں

قول: جناب سید ان کی بیعت پر ہیں کہ ان کے پاس پیغام بھیجا کہ آؤ ہم تمہارے ساتھ بیعت کریں بلکہ بے دینی سے کام کرتے ہیں اور کوئی دلیل نہیں لاتے ہیں کہ بیعت ان سے لگ گروہوں میں ہے ہو کلمہ گو کہتا ہے یہ حضرات اہل سنت کی دلیل کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ہم بیعت جناب سے ثابت کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور پھر نہیں ہوتے ہیں دلیل دیتے ہیں وہ ہمیں

اقول: اس میں اس نے دلیل سے کام نہیں لیا ہے کہ بیعت ثابت ہو جائے تو ہم مان لیں گے جناب سید کی تعریف ہے ان کے بیٹے اور انصاف اور علم و فضل اور دانش مندی اور عقل و تدبر سے بیعت کرنا اور بیعت کو ثابت کرنا اور بیعت کو ثابت کرنا اور بیعت کو ثابت کرنا

جناب اس کی تعریف نہیں کرتے ہیں بلکہ بے دینی سے کام لیتے ہیں اور کوئی دلیل نہیں لاتے ہیں کہ بیعت ان سے لگ گروہوں میں ہے ہو کلمہ گو کہتا ہے یہ حضرات اہل سنت کی دلیل کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ہم بیعت جناب سے ثابت کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور پھر نہیں ہوتے ہیں دلیل دیتے ہیں وہ ہمیں

اقول: اس میں اس نے دلیل سے کام نہیں لیا ہے کہ بیعت ثابت ہو جائے تو ہم مان لیں گے جناب سید کی تعریف ہے ان کے بیٹے اور انصاف اور علم و فضل اور دانش مندی اور عقل و تدبر سے بیعت کرنا اور بیعت کو ثابت کرنا اور بیعت کو ثابت کرنا

[illegible] مسلک جاننا مگر ہو تو کہ ہدایت ہو۔

[illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت سے تو اہلبیت نبی کے گھر میں داخل ہونے سے کون مانع ہے تو جب یہ حضرات داخلین اکابر صحابہ اور علماء مسلمین سے ہیں اور جو علاوہ ان کے وہ سب لوگ تھے تو وہ ان کی معیت اور تربیت میں تھے اور ہدایات و نصوص حجت پیدا ہوئے تو کوئی تباعت شرعی و عقلی نہ رہا اور محمد شاہ تعالیٰ نے پھر بھی سنت کی شہادت دی اور وہ مسلک میں فرق و قصور نہیں کیا ہے اب شیعہ کی روایات معتبرہ کی شہادت پیش کرتے ہیں اسلاف سے مقتدی ہیں کہ حبیب حبیب و کاہر شیعہ کے رشاد [illegible] اور وہ مسلک کا مرشد و قائد ہیں اور ایسے کہ وہ سے حبیب حبیب کا پیرو ملسلف تابعین کی [illegible] ہوئے ہیں اور ان کی روایت جو حسن اور [illegible] سے ہیں کہ [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

یہ حکم مقید ہو رہا ہے، وہ علت اور مدار حکم ہے گویا فی الحقیقت حکم اس حیثیت پر جو بمنزلہ وصف ہے دائر اور وارد ہوا ہے لیکن چونکہ عموماً حیثیات واوصاف توابع ہوتے ہیں اور بدون وجود موصوفات کے وجود خارجی سے معرا ہوتے ہیں اس لئے موصوفات کا ذکر ضروری ہوتا ہے لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ ذوات موصوفات کے مطلقاً محکوم علیہا ہے علیہ ایسا نوجی خوانان سے بھی بعید ہے پس اس اعتراض سے حضرت مجیب ہیب اور ان کے ان بزرگوروں کی جنہوں نے تحفہ پر اس قسم کے اعتراضات کئے ہیں کمال جہل وظلم اور اسفاف وتحقیق حق واضح ہوتی ہے لہذا حضرت مجیب کا ناخوش ہونا کہ حضرت نے ہمارے جناب امیر کا نام اس قدر استکاف محض اپنے اکابر کے لقب سیادت کے نام ونسبت یا تخاطل کی وجہ سے ہے ورنہ حسب تصریح علماء اصولیین ذکر حضرت معصومہ کا جناب امیر کو اور رفع بزرگوں راویوں جنہیں پردہ نشین تلفیح تجاسات سے تشبیہ دینا اور خائنین درخانہ گریختہ کے مثل فرمانا کون سی خوش دلی پر اور انصاف طبع پر مبنی ہے اور خاص اس معاملہ میں قرائن صاف اور پر دال ہیں کہ جناب سید اس نشست و برخاست سے کمر دل خوش نہیں قرینہ قوی یہ ہے کہ بعد تمہید یہ حضرت علم کے حضرت سیدہ سے مہاجرین وانصار میں سے کسی کے سر زد پر جا کر شکایت نہیں فرمائی کہ وہ علم میرا گھر جلوانا چاہتا ہے تعجب ہے کہ چند درخت خرما کے پتے تو امہات المومنین اور رفیع بزرگوار راویوں یوں مجمع مہاجرین وانصار میں فریاد وفغاں فرمائیں اور اتنے بڑے اور گرمن گرس کس طرح خاموش ہو کر بیٹھ رہیں اور دوسرے تو جانے دیجئے کہ آپ نے ان کو بعد تمام حجت کے بھی کچھ جواب نہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہی منشا تھا تیسرے یہ کہ حضرت امیر وغیرہ کو یہ ہی تعلیم دی کہ جاؤ اپنی گئے آپ سوچو اور غیر سے اس کا تصریح معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ ہی مدعا تھا جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے پردوں میں ظاہر فرمایا اور جو ہم کہاں اخلاق کے آپ میں دیکھ رہے ہیں فرمائیے کہ ان سے مجیب کو جو شکوہ وشکایت ہے ساتھ بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں گے جو انصاف کی بات ہو تو مانیں

شیعہ حضرات کی جوابی کارروائی کا جواب

اقول: یہاں تک مجیب لبیب نے جس قدر اعتراضات فرمائے اور اعتراض نہیں کیا ان میں حضرت کا مرتبہ علم وانصاف وتحقیق حق واضح ہو چکا اگر یہاں بھی کچھ فرماتے تو بجز اس کے اور کیا تھا کہ ایک وحشی غلیظ کا اور لگ جاتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دل میں کچھ کچھ کر ہی چکے ہو رہے خیر ہم اتنے ہی انصاف کے شکر گزار ہیں گو تناقض کا ہونا اور بوجہ طوالت اغماض کرنا تائید بیان فرماتے ہیں:

قال الفاضل المجیب (قولہ) چنانچہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پڑ اور اقوال عترت بے شمار ان کی مدائح میں وارد ہیں۔ (اقول) کیوں حضرت شروع میں خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم کو الم نکھنا اور بعد میں فقط سنط صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے ان کے فضائل کا مدعی ہونا اس کو کیا کہتے ہیں ہم تو بپاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتے مگر آپ منصف ہیں آپ ہی ارشاد فرمائیں:

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: ہاں اللہ ہمارے مجیب لبیب کی عبارت کو دیکھئے ہیں نہ مطلب سمجھتے ہیں اور اعتراض فرما دیتے ہیں اے حضرت بندہ کی عبارت کو تو دیکھئے کہ کیا عرض کیا گیا ہے پھر اعتراض فرمائیے۔ اب میں اپنی عبارت نقل کرتا ہوں، اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس پر اعتراض ہمارے مجیب کا بجا ہے یا بے جا لیکن مبنی مقصد اختلاف کا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علی الخصوص خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم کو اہلبیت کرام سے بالصراحت یا بالضمن وبالتضمن وبالالتزام میں اہمیت وافضل قرار دیتے ہیں چنانچہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہے اور اقوال عترت بے شمار ان کی مدائح میں وارد ہیں یہ عبارت ہے جس پر مجیب لبیب معترض ہیں اور انکار کے فرماتے ہیں کہ ہم بپاس ادب کچھ نہیں کر سکتے حضرت مجیب کا یہ فرمانا کہ شروع میں خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم کو لکھا مگر اس سے مراد یہ ہے کہ صرف خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم کو لکھا اور عموماً صحابہ کا ذکر نہیں کیا تو محض غلط ہے شروع میں عموماً صحابہ کی فضیلت کو ذکر کیا گیا ہے اور یہاں اس کے ثانیاً بطور تخصیص بعد تعمیم خلفا ثلثہ کو بوجہ غایت اہتمام کے ذکر کیا گیا ہے اور اگر حصر ہو تو نہیں ہے تو صحیح ہے لیکن مفید نہیں بلکہ اعتراض مہمل ہے اور اگر اللہ نہ کرے آپ صحبہ دوستگ ہیں تو بیا پ ہاں ہمارا فرد ثانی اثنا بھی نہیں جانتے کہ بہت کا ذکر ہے تیس تک کا ذکر کیا ہے اور ان کے اسماء ظاہر میں شروع میں صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے اور خصوصاً خلفا ثلثہ کا بھی ذکر کیا ہے اور بعد میں ان کے علاوہ صحابہ کرام کتاب اللہ سے ان کے فضائل کا دعوی کیا ہے تو اگر کچھ ترجیح ہیں تو اس سے نفس بلسنہ کوئی خلاف نہیں تھا کیونکہ جو فضائل

قرآن عزیز کے متعلق شیعہ کی دریدہ دہنی اور اس کا جواب

خلفاء ثلاثہ کے متعلق شیعہ کا چیلنج اور اس کا جواب

فی ابوبکر لو کان اشقر، فما بلغ الذین
اسمو، مثل بلال و عامر بن فہیرہ و
غیرھما فاعتقھم و اولاھم فی ان یکون
روایات مکذوبۃ حتی عمد فی کل
من یعطی حق الرد من ھذا الوجہ من منع
حقہ سبحانہ

اور دوسری جگہ ارشاد ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

میں نازل ہوئی کیونکہ اس نے وہ غلام جو مسلمان ہو گئے تھے مثل بلال اور عامر بن فہیرہ کے خرید کر آزاد کئے اور اولیٰ یہ ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر ہر ایک شخص کے حق میں جو خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے اور جو خدا کے حق ادا کرنے سے منع کرتا ہے

بے شک تم اللہ کے نزدیک زیادہ پرہیزگار ہے

تو جب ابوبکر اتقی ہوئے تو خلافت کے زیادہ افضل بھی ہوئے چاہئے

فالصدق جاء بہ ابوبکر و صدق بہ
ھو المتقون

جو سچ لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ متقی ہیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

فلما ان جاء اللہ بالاسلام و اھلہ
و ذل الشرک و اھلہ

جب اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو لایا اور شرک اور اہل شرک کو ذلیل کیا

[illegible]

اقوال صحابہ کا مخالفین پر حجت ہونا

[illegible]

ہے اگر مقبول اور خود مراد ہے تو وہ خصم پر حجت نہیں۔

اقول: اگر اقوال صحابہ مقبول اور خود مراد ہوں تاہم ملتے یہ فرمانا کہ خصم پر حجت نہیں آپ کے اپنے بزرگوں کی اقوال کی کاوانیت کی دلیل ہے بے شک علم حجت اس وقت ہے جب کہ غیر مسلم خصم ہوں اور جب وہ خصم ان کو تسلیم کرتے ہوں تو اگر یہ مقبول اور خود مراد ہوں خصم پر حجت ہوں گے اب اپنے علماء عبدالرزاق لاہجی نے گو ہر مراد میں صحت روایات اہل سنت کی تصریح فرمائی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل انصاف اور فرقہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کا ہر چہ از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسند صحیح ثابت شود بر کسے حجت نیست و ہیچ کس را نرسد کہ بر ما اعتراض کند پس جب کہ خصم نے صحت روایات خصم تسلیم کر لیا تو کیا وجہ کہ اس پر حجت نہ ہوں۔

شیعہ کتب سے فضائل صحابہ کے اقوال

قولہ: اور اگر متقی غیر مراد ہیں تو سب سے پہلے ان کے بعد آپ کے علماء نے ہماری کتابوں سے ہزار ہا روایتیں نقل کی ہیں جیسا کہ آیات بینات والے اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں ہر ایک کا جواب اپنے محل پر دیا جائے گا پس آپ ان کو اقوال بے شمار لکھنا بجا شاہد نہ ہے

[illegible]

اہانت بھی کریں، تو اس وقت حضرت مجیب کو معلوم ہو، اس وقت ایک حدیث طویل کافی کے ذہن میں ہے لیکن خوف تطویل اجازت نہیں دیتی لیکن مختصراً اشارہ دیتا ہوں کہ فروع کافی کے باب من یجب علیہ الجہاد ومن لا یجب میں علی بن ابراھیم عن ابیہ عن بکیر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمر المزبیری عن ابی عبد اللہ قال قلت اخبرنی عن الدعاء الی اللہ والجہاد فی سبیلہ ھو یقوم لا یجزی ان لیھم لا

روایت سے اس کو محفوظ رہنے اور غور کیجئے کہ کس طرح فقہائے شیعہ کے استحقاق امامت کو ثابت کرتی ہے اور مہاجرین کی رفاقت کو حضرت کے ساتھ واضح کرتی ہے اور یہ کہ ان حضرات نے باجازت خداوند تعالیٰ کسریٰ و قیصر پر جہاد کیا اور کفار پر شدید اور مسلمانوں پر رحیم تھے، اور یہاں تک خلوص دل سے عبادت خداوند تعالیٰ کی کہ حق تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور انجیل میں بھی اس کا ذکر فرمایا۔

حسب تصریح علماء شیعہ حضرت پیغمبرؐ نے شیخین کو ابراہیمؑ و نوح علیہم السلام سے تشبیہ دی

[illegible] حدیث سے معلوم ہوا [illegible] حضرت ہوتی، چنانچہ مصنف [illegible] روایت مقرب ثابت نہ ہوتے تو یہ [illegible] کریں، اگر اور بنا بر تنزل روایت قوی [illegible] ان تینوں روایتوں کو [illegible] سے مشورہ دیا تو ہر [illegible] حضرت نے مشورہ دیا اور ہر [illegible] نے قبول کر لیا تو [illegible] فرمایا

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

اس جگہ عبارت فخر رازی امامیہ کی منتہی الکلام سے نقل کرتا ہوں، روایت است کہ در روز بدر ہفتاد تن اسیر گرفتہ بودند از آن جملہ عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ در باب ایشان با اصحاب رامشورہ فرمود ابوبکر گفت کہ اکابر و اعاظم این قوم اقارب و عشائر تو اند اگر ہر یک بفدیہ رطاقت و استطاعت فدائے بدہند باشد کہ روزی بہ دولت ہدایت برسند و حالا عدد و مدد مسلمانان زیادہ شود عمر گفت یا رسول اللہ ایشان تکذیب کردند ترا و بیرون کردند ترا و ہمہ کوشند ہمہ را بقتل رسانا گردن زنند و دیگر از ایشان فدا را عقیل بعلی سپار و عباس را بحمزہ و فلان را بمن تا گردن بزنم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ حق سبحانہ و تعالیٰ دلہائے مردم را آگاہ است کہ نرم عیسیٰ و برتبہ کہ مرتر از شیر است و دیگر ابراہیم باشد کہ سخت تر از سنگ شش تو اے ابوبکر چون شل ابراہیم علیہ السلام ست گفت فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ تو اے عمر چو شل نوح است دلتنگ گفت رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دیار ایشان دولت کردن و آختن ست کہ از انبیاء صادر میشود بحسب مقام و وقت، وقت خوب است چہ بعضی از کفار بستند کہ بسیار شدید اند در کفر و ایمان از ایشان متوقع نیست و نزاع با ایشان آنجا است کہ مناسب است دون سختی و گر بخلاف است نرمی و خوشخوئی بعد ازیں حضرت فرمود اصحاب را اگر خواہید بکشید و اگر خواہید بستانید ایشان دیت را اختیار کردند پس جناب مجیب کا لفظ بے شما کو مبالغہ شاعرانہ سمجھنا محض بوجہ نادانی و قلت [illegible] کتب کے ہے وہیں۔

قولہ: بے شمار خدا تعالیٰ کی شان میں ان قریں سے بھی بعض ہیں

اقول: حضرت مجیب شاید ان اقوال کو جو مسلمہ مناقب صحابہ کرام میں وارد ہوئے ہیں جو کہ مان دین و دیانت و علو و فوز است خدا تعالیٰ و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہیں سمجھتے کہ خدا جل خلاق فرماتے ہیں عبارتہ یہ خدا ہے کیونکہ جو قول علماء اصحاب کی منقبت پر دلالت کرے گا خدا تعالیٰ و رسولہ اس میں شامل ہوں گے۔

قال الفاضل المجیب: اقول اور شیعہ ان کو خدا نہ تقلیل بلکہ [illegible] کفار و منافقین [illegible] ہیں، نعوذ باللہ من ذلک۔ اقول آپ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ معاندانہ شیعہ صحابہ کرام کو ایسا جانتے ہیں یہ محض افترا ہے، ہاں شاید کوئی شیعہ ایسا اعتقاد رکھتا ہو۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ: جناب مجیب کو اس بات کا [illegible] [illegible]

ذرا اپنی کتابیں دیکھیں ذرا اپنے علماء کی شمار قرآن سنیں ہزارے صحابہ کس گنتی میں ہیں آپ کے بزرگوں نے تو انبیاء و اتمہ کو بھی کفر و خیانت سے نہ چھوڑا اور صحابہ میں سے تو فسق و کفر و نفاق و ارتداد سے شاید ہی کوئی بچا ہو۔ تو شاید کرام کے تسلیم علی الغرض ہوگی۔ پس اس کو اہلسنت کا افترا کہنا طرفہ تماشا ہے۔ یہ وصف تو گستاخی معاف جناب کے ہی اکابر میں پایا جاتا ہے کہ ہر پر افترا کرتے تھے بہتان باندھتے تھے جھوٹی روایتیں بنا کر ان کی طرف سے شائع کرتے تھے اور حضرت ہی کی کتابوں میں یہ بھی موجود ہے،

الشیعۃ کانوا یکذبون علی الائمۃ کما وضعت	شیعہ ائمہ پر جھوٹی باتیں گھڑتے تھے اور ان
کانوا یضعون علی عہد رسول اللہ	شیعوں نے زمانہ رسول اللہ

بایں ہمہ اگر شیعہ کا یہ اعتقاد نہیں ہے اور صحابہ کرام کو گزر جاتے ہیں اور اپنے بزرگوں نے جنھوں نے کرار ہوئے ہے صحابہ کو خارج کیا ہے تکذیب کرتے ہیں تو مرحبا بالوفاق و حبذا الاتفاق

صحابہ کے نفاق کے متعلق شیعہ کی یاوہ گوئی اور اس کا جواب

قولہ: اس لئے ان کو منافق ان کے نزدیک ثابت ہے اور روایات میں ملتا بھی ہے اس لئے مسلمانوں میں ان کو کوئی بھی نہیں سمجھتے ہیں ذرا کل کو کسی کو سول بات لکھیں اور سب کو غلط قرار دیں اصاف سے بعید ہے۔

قولہ: اور منافقین کو نفاق ثابت ہونا روایات سے ثابت ہے بلکہ قرآن سے ثابت ہے بلکہ قرآن کے ایک بڑا حصہ منافقین کے بارے میں ہے اور یہ بات تو شیعہ سنی کے نزدیک متواتر ہے اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں بھی ہے اور ان کے بڑے بڑے علماء نے اس کو تسلیم کیا ہے اور ان کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے اور ان کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے اور ان کی روایات کو صحیح قرار د

قرار دیتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک صورت کے ساتھ متعلق کریں اور دو دو نوبت مقرر کریں کہ ایک نفل پڑھی جائے اس کا علاج کرے علی ہذا القیاس

چھوڑتے ہیں، بایں ہمہ صدق المتقین باوجود اتنی تعداد صحابہ کے فضائل میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار صحابہ ایسے تھے جو کوئی ان میں سے جہری اور قدری اور حروری نہ تھا مارے دن خدا کے خوف سے رویا کرتے تھے دو ہزار انصار تھے اور آٹھ ہزار مہاجر تھے اور دو ہزار وہ تھے جو ہنگام فتح مکہ اسلام لائے تھے۔ پس کیا ان بارہ ہزار کے فضائل خود مخود اہلسنت ہی ان کے ذمہ لگاتے ہیں اور ان کے مطاعن جو طشت از بام ہیں اہلسنت ہی چھپاتے ہیں یا یہ ان کے فضائل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں۔ معاذ اللہ اگر بفرض محال یہ ہی صحیح ہو تو پھر ان سے کہ اپنے حضرات شیعہ ہیں تو خدا کی قسم کی بات ہے۔ اس سے تو رسالت انبیاء کی ثبوت نہ ہوگی اور نہ خلافت و امامت و اہلبیت کی حجیت کا کچھ پتہ چلے گا۔ پھر اس پر مزید یہ انصار کی سبق کا دعویٰ اس سے تو اللہ تعالیٰ بے خبر نہ تھا۔ فتح مکہ سے پہلے تو انصار بھی قوماً باقی تھے۔

صحابہ کیسے اچھے تھے اس پر شیعہ کا اعتراض اور اہلسنت کا جواب

قال الفاضل المجیب: قولہ: چونکہ مسئلہ خلافت بھی اسی اصل سے تعلق رکھتا ہے اور حضرات شیعہ کو اسی پر بڑی فضیلت ہاتھ آئی اپنے اصول مذہب کے کہ گو تھی کر یہ تعلیمیں ان کے ثبوت کے لئے ہیں جس سے خلافت کے اصول و مبادی ہے وضع فرمائے کہ جن کی رعایت سے وہ حضرات صحابہ اور ان کے مستحق خلافت ہونے تھے یہ موجود نہ ہوں۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم خود نہیں چاہتے کہ جیسے گذارش ہوا کہ کل صحابہ اچھے نہ تھے جتنی کہ آپ نے فضائل مذکورہ صحابہ کی شان میں لکھے ہیں صاحب حیات الشہداء و مصباح و دیگر علماء جناب الٰہی تحریر فرماتے ہیں

یقول العبد الفقیر الی مولاہ: اس اصل کا در اصل ہم نے خود ہونا ہمارے پہلے موقع پر [illegible] کیا ہے بات اتنا اور نہیں [illegible] کے بعد یہ عنوان سے ترتیب دیا ہے [illegible] ہوا تو آپ نے [illegible] کے فضائل کی نسبت کچھ [illegible] ہوچکا ہے [illegible] ہم [illegible] کے کلمات [illegible] کے خلاف [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

بحث حدیث مستحصون علی ازمارہ وسکون مدامنہ الخ

صلہ من تؤھد فیھا ولا عراض عنھا و
ذمھا و رفضھا۔

وہ سب حالات کہ جن کے پیش کرنے سے راضی اور
ان سے عراض اور اس کی مذمت اور اس کا ترک مشہور ہے

اس تمہید سے کچھ تعرض جناب امیرؑ کی حرص و رغبت بطلب سلطنت ہی ظاہر نہیں ہوتی اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ حرص برامارت مسلمانوں کے اصلاح حال اور دفع فتن کی غرض سے تھی نہ کہ ان وجوہ سے ہے اور اگر آپ کے نزدیک حرص امارت موجب قدح ہے تو معاذ اللہ جناب امیر مذنب ہوئے اور گناہ گاروں کی فہرست میں جا کر بیٹھے تو اگر فرض کریں کہ جناب خدا نے حرص کی بھی تو کچھ ضرر نہیں کیونکہ ان کی حرص بھی عبادت خالص اللہ تھی چنانچہ ان کے بیان سے ظاہر ہے جو اصلاح امور امت اور دفع شیعہ کو بھی تسلیم ہے اور دوستی امت ہے نہ جناب امیر کے ساتھ خصوصیت ہے جو کچھ ہے اس کے ثبوت میں بھی وہ علامہ معتمد ابن عیدؒ کی ہی تحقیق پیش کرتے ہیں

[illegible] گزشتہ ضرر کے سلسلہ [illegible]
[illegible] جب کہ [illegible] کے جواز کی طرف
[illegible] ہے [illegible]

[illegible] جب امیر [illegible] اور خلافت [illegible]
[illegible] جو [illegible] جناب امیر [illegible]
[illegible] ایک [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہیں

شیعہ کا اپنے دعوے سے انحراف

[illegible]

[illegible] کی عصمت کا مستحق ہونا محال ہے

[illegible]

[illegible]

خلافت سے متعلق شیعہ حضرات کے مغالطے اور ان کے جوابات

[illegible]

یہ فرمانا کہ بعد میں ہاشمیہ و علویہ کو بڑھایا بجائے خود نہیں۔

اقول: جس قدر افراد خاصہ ہوتے ہیں وہ سب اپنے عام کے نیچے داخل ہوا کرتے ہیں قاعدہ مسلمہ ہے اس کا کون منکر ہے لیکن کلام اس میں ہے کہ عام میں انواع خاصہ کے تقیید محض بوجہ تقلیل اشتراک بتائی گئی پس اس کا کیا جواب حضرت کے کلام میں پیدا ہوتا ہے اور بجواب اس کے یہ کہنا کہ خاص بھی اس عام میں داخل ہے مصداق اس جملہ کا ہے کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان علاوہ اس کے یہ داخل ہونا بالنظام تیسری تقیید کے ہے جو کہ خصر اس کو بھی موضوع قرار دیتا ہے معہذا اگر داخل ہونا ہی باعث ترک ذکر اشتراط ہے تو پوتا نہ مرتضی کے ساتھ عصمت و افضلیت کا ذکر بھی بے فائدہ ہے پھر آپ کی تفریع اور فرمانا کہ اضافۂ ہاشمیہ و علویہ بجائے خود نہیں محض آپ کے ذہنی مقدمہ پر متفرع ہوگی اس عبارت موجودہ میں ہرگز بجائے خود نہیں۔

قول: اور چونکہ امامیہ کے نزدیک امامت و خلافت راشدہ و شرائط ثلثہ سے ہی متحقق ہوتی ہے مطلق قہر و غلبہ و تسلط و حکومت و ریاست ظاہری سے اور جو شخص بدون تحقق شرائط ثلثہ متصدی امر خلافت ہوا اور اس کو حکومت و ریاست ظاہری حاصل ہوا وہ خلیفہ مستحق و راشد نہیں ہے۔ پھر عباسیہ کی خلش دور کرنے کی ہم کو کیا ضرورت تھی وہ تو شرائط ثلثہ سے ہی دور ہو چکے تھے ہوا اور خلفاء غیر مستحقین کا حال ہے وہی ان عباسیہ وغیرہ کا

اقول: اختلاف فیما بین نص کی بابت تو واقع میں ہی موجود ہے باقی رہی عصمت و افضلیت وہ ہر دو ایسی چیزیں ہیں جو ابتداء معلوم ہو سکتے تو بخار کسی ایسی بدیہی امر کی طرف ضرورت دلیل ہوتی جس میں مجال گفتگو نہ رہی اس سبب سے خلفاء غیر مستحقین کی خلش دور کرنے کی ضرورت پڑی ہاشمیہ علویہ فاطمیہ ایسی چیزیں ہیں جس میں مجال کلام نہیں تو حسب مناسب و مصلحت وقت ان کو اضافہ ذکر کرتے گئے تو یہ فرمانا کہ ہم کو کیا ضرورت تھی یہ محض اس وجہ سے ہے کہ زمانہ سابق کو جب کہ بنو شیعہ یہ سیکرٹریٹ و تجاہد و تخالف تھا زمانہ حال پر قیاس فرما لیا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اس خلافت زمانہ کی تو اصل مرجع اسی سے جلست ہے تو اس کو دلیل سے ثابت کرنا چاہیئے نہ کہ اس کے عدم ثبوت پر دلیل قائم فرمانا۔

قول: [illegible] جاتی ہیں نہیں کہتے بلکہ ان سنت جمیع شخاص میں ان کے مذہب کی [illegible] جائیں وہ بھی ان کو خلیفہ مستحق نہیں کہتے کیونکہ ان کی حکومت کی کوئی صورت ہو چنانچہ [illegible] ہیں جن سے شرائط ثلثہ [illegible] فرماتے ہیں [illegible]

[illegible] جاؤ ولو یقول الامر کثیر من العلویین و قلیل من العباسیین و لو اورد احدا من الخلفاء الجدیدین لان امامتهم غیر صحیحة لامور منها انهم غیر قرشیین و انما استتبعوا بالغالبین جهلة العوام والا فنجدهم مجوسی انتهی بقدر الحاجة۔

اقول: پھر اس سے کیا حاصل۔ اس کا انکار کس نے کیا تھا آپ پہلے اعتراض کو ہی نہیں سمجھے اول اس کو بغور سمجھئے اس وقت جواب کے درپے ہو جیئے۔

شیعہ کا خلافت سے متعلق شرائط کا دعویٰ بلا ثبوت و دلیل

قول: اور چونکہ یہ شرائط ثلثہ کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ و روایات اکثر کرام و اقوال صحابہ فخام سے ثابت ہیں اور واقعہ میں جامع مانع ہیں اس لئے ہم کو اور شرائط کے وضع کرنے کی کیا حاجت ہے۔

اقول: شرائط ثلثہ کے ثبوت کی نسبت کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ و روایات اکثر کرام و اقوال صحابہ فخام کا اس وقت دعوے فرماتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اپنے اس رسالہ میں ان شرائط کے ثبوت کے وقت وہ آیات و احادیث و روایات و اقوال کیا فاتر سمرقند سے برآمد ہوئی تھی یا قراموش ہو گئی تھی اور نیز اس مادہ میں جو ہمارے مجیب لبیب کہ زمانہ مناظرہ موصوف متشرع تھے صاحب سلام رس اٹھی سکول لدھیانہ سے عصمت کے اشتراط میں ہو [illegible] در مجیب لبیب ساکت ہوئے اور ثابت نہ کر سکے اور نہ کہا کہ اس وقت تک یہ آیات و احادیث و روایات و اقوال تصنیف و تالیف نہیں ہوئے تھے لیکن یہ تحریر تو مناظرہ سے پہلی ہے پھر معلوم نہیں وہ کس دن کیواسطے رکھی گئی ہیں۔ اور شرائط کی نسبت جامعیت و مانعیت کا دعویٰ بھی بالکل غلط ہے نہ جامع ہیں نہ مانع جامع تو اس لئے نہیں کہ دل جناب امیر رضی اللہ عنہ اگر امور بصیر اور وصی بالسکوت تھے تو انھوں نے اس کی وصیت کے برخلاف کیا جو سراسر معصیت تھی اور خلاف عصمت اس کی نسبت کچھ روایت مذکور ہو چکی ہیں اور اگر زیادہ دیکھنا چاہے تو قصہ میزاب عباس اور قتل الہیثم کو ملاحظہ فرمایئے اور اگر امور بصیر و سکوت نہیں تھے تو پھر اہل بیت کی تدلیس قرآن کی تحریف دین کی تخریب کس نے کی معاذ اللہ حسب اصول شیعہ یہ سب حضرات کے نام۔ علاوہ اس کے فعل پر حمل بھی کرنا وغیرہ کا کہ یہ مخالف عصمت ہیں، تو اس شرط نے بھی تو حضرات [illegible] اور ائمہ اربعہ اہلسنت و جماعت اہلسنت کو بھی خارج کر دیا بعد ان کے ماوشما شیعہ

لفظ اور معنی کی تخلیق کا تخلیقی

حضرات شیعہ نے ائمہ کے لئے انبیاء کی عصمت میں قدح کیا ہے نہ اہل سنت نے

قولہ: اگر خطا ائمہ شیعہ کے لئے انبیاء کی عصمت میں قدح کرنے لگے۔

اقول: اس جملہ کا مطلب تو آپ یا آپ کے مذہبی بھائی سمجھیں گے کہ ائمہ شیعہ کے لئے انبیاء کی عصمت میں قدح کرنے سے کیا مراد ہے اگر یہ مطلب ہے کہ جو خطا نہ کو معصوم نہیں اعتقاد کرتے اور انبیاء کو اگر معصوم اعتقاد کریں گے تو خلفاء سے انتظیشنے انبیاء پر اعتراض آئے گی اس سے انبیاء کی عصمت میں قدح کرتے ان کو بھی معصوم ہونے سے انکار کرتے ہیں تو یہ بالکل غلط اور زیادتی ہے سراسر مذہب اہل سنت کے خلاف ہے ہمارا مذہب اہل سنت یہ ہے کہ انبیاء معصوم ہیں اور سوا انبیاء کے کوئی شخص خطا سے ہرگز معصوم نہیں اور اگر کچھ اور مراد ہے جو خلاف سیاق عبارت اپنے ذہن میں اعتبار کر رکھا ہے تو صاف طور پر بیان کرنا چاہئے لیکن بات اصل یہ ہے کہ حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ اگر کسی کو بڑھاتے ہیں تو یہاں تک بڑھا جاتے ہیں کہ اس کو حد اعتدال سے خارج کر دیتے ہیں اور گراتے ہیں تو یہاں تک گراتے ہیں کہ حد اعتدال سے نکال دیتے ہیں چنانچہ ائمہ کو انبیاء میں یہاں تک بڑھایا کہ انبیاء سے سہو و عمد قبل اثبوت اور بعد ثبوت معصوم قرار دیا یا گرایا تو یہاں تک گرایا کہ انبیاء کی نسبت کفر اور حسد وغیرہ سے بھی دریغ نہ کیا ائمہ کی نسبت یا تو یہاں تک مبالغہ کیا کہ ملائکہ و مرسلین سے بھی ان کا درجہ اونچا کر دیا یا گرایا تو یہاں تک پہنچا کہ وہ امور ان کی طرف منسوب کئے کہ کفار و فجار کو بھی ان کی نسبت سے ننگ و عار ہو فروع میں اس کی مثال یہ ہے کہ شراب کو یہاں تک حقیر و ذلیل کیا کہ نجاست سے بھی نوبت جائے پیشاب تک کی قرار دیا یہاں تک کہ نظر سے بھی نہ ہونے پائے یہ مذہب ہے اہل سنت کا اور رفع اسود کی بحث میں ہے کہ کچھ لوگ حجر پر چھلا دیا اور بھی تحت اثر میں گر دیا ہمیں دیدہ و دانستہ کے مرتکبوں کی بخشش کی امید ہے ہم شور میں ہے شور مچاتے ہیں کہ یہ مذہب حضرت جناب امیر رضی اللہ عنہ سے ایسے لوگوں نے دیکھا ہے جو انہیں سے حدیث میں حجر اسود کی نسبت یہ نقل کیا ہے۔

لك في صنفان محب مفرط يذهب	قریب ہے کہ میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوں گے ایک
به الحب الى غير الحق ومبغض	تو افراط کے ساتھ مجھ کو دوست رکھنے والے کہ میری محبت
مفرط يذهب به البغض الى غير الحق	ان کو ناحق کی طرف لے جائے گی دوسرے نہایت دشمنی
خير الناس فى حالة الا فرط الا وسط	رکھنے والے جن کو دشمنی بغض کی طرف لے جائے گی
الزمروه والزموا السواد الاعظم فان	اور میرے باب میں متوسط حال والے سب سے بہتر ہیں
يد الله على الجماعة اتقى لقدر جاجة	پس ضرور لو اس کو اور بڑی جماعت کو اختیار کرو کیونکہ
	جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے

اور نہج البلاغہ میں دوسری جگہ فرمایا

يهلك فى رجلان محب مفرط	ہلاک ہوں گے میرے باب میں دو شخص ایک تو
باهت مفتر	دوست رکھنے والا اور مفتری بہتان باندھنے والا۔

حسب ارشاد جناب امیر تمام فرق شیعہ و خوارج و نواصب اس وعید میں داخل ہوئے کس قدر افراط فی المدح اور افراط فی المحبت سے کہ حضرت کا مرتبہ انبیاء سے بھی بڑھا دیا ائمہ تعالی اہلسنت یہاں بھی ثابت الاعتقاد اور راسخ القدر رہے انبیاء کو انبیاء کے درجہ میں رکھا اور ائمہ کو ان کے درجہ میں رکھا نہ ان کے درجہ میں اعتقاد سے کمی و بیشی کی نہ انبیاء کے درجہ کو اعتقاد سے گھٹایا بڑھایا اور گروہ روایت شیعہ کا تتبع کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات شیعہ نے انکار کی وجہ سے عصمت انبیاء میں جرح قدح کیا ہے حضرت امیر علیہ السلام کی انکار امامت کی روایت اور حسد کا قصہ اور سجدہ کا ذکر اور پرند کو سر پر بیٹھنے کے علاوہ انہیں روایات قوم سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جس قدر مصائب و مشکلات میں مبتلا ہوئے سب پر مجرد انکار امامت امر مترتب ہوئے اور یہ ان کو ثمرہ اسی انکار کا ہوا تو ہر شخص سے اہل انصاف و عقل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ حضرات شیعہ نے ہی ائمہ کے لئے انبیاء کی عصمت میں جرح و قدح کی ہے نہ اہل سنت نے۔

قولہ: غرض کہ امامت و خلافت کے بارہ میں ان حضرات کے قول یہ ہیں اگر حضرت مجیب یہ سلسلہ جاری رکھیں گے تو انشاء اللہ تعالی بخوبی ہو جائے گا

اقول: معلوم نہیں ہمارے مجیب نے یہ تیر کس ہدف کو سوچ کر پھینکا ہے

کون سا اختلاف و اضطراب اہلسنت کا مسئلہ امامت میں ذکر کیا ہے جس کی طرف یہ عبارت اشارہ کرتی ہے۔ اگر بالفرض اہل سنت کو مسئلہ امامت میں باہم اختلاف ہو تو یہ اختلاف بحمداللہ تعالیٰ کچھ قادح نہیں کیونکہ اہلسنت کے نزدیک مسئلہ امامت فروع میں سے ہے اور بالاتفاق اختلاف فی الفروع ممنوع نہیں ہے حالانکہ اہلسنت میں اس کی بابت کوئی معتد بہ اختلاف نہیں ہے لیکن اگر اختلافات فرق شیعہ کو عموماً اور اختلافات فرقہ امامیہ کو خصوصاً دیکھا جاوے اور آپس میں باہم جو کچھ تناقض و تناقض و تکاذب و تجاحد ہے اس کو غور کیا جاوے تو بے اختیار آیت وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ زبان سے نکلتی ہے اور آیت إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ پر صادق آتی ہے خوف طوالت سے اور یہ مقام بھی تفصیل و استقراء کا نہیں ہے ورنہ اس بحث کو بوسعت کے ساتھ قلمبند کرتا لیکن جو شخص اس اختلاف کے دیکھنے کا شوق ہو وہ مبسوطات مثل ملل و نحل و اشاعۃ السنۃ وغیرہ کو دیکھے

شیعہ میں اختلاف ائمہ کا ہی ڈالا ہوا ہے

یہیں اس جگہ مجیب بے ادب میری اس گستاخی پر کہ شیعہ میں اختلاف ہونا کیوں کر ہے اہلسنت میں بھی تو اختلافات آپ کے کبار علماء کا موجود ہیں سے بگڑ کر اب لعنہ بجانب قدریہ کرتی تو خضر ہی کی ڈوبنی نوبت ہے یہ اختلافات تو جملہ حضرات شیعہ فریقاً ذریقاً ہوا اور ان ہی کا شیعہ کیا ہوا ہے کلیتہً میں اب اختلاف خود شیعہ میں منحصر ہوں ہی جاوے ہے وہ بات ہے

قصت لاولی جیدہ فاستمرت من مستقل
فتجیش بنیہ بحر ہ فتدیہ بطیلہ

جادی المجیب بکثرت خلافات زیادہ
مجیب عباس تھی۔ زیادہ مختلفات

وہ اس کا کہ کر دیتی ہوں جواب دیتا ہوں

اور بحار میں ہے

من لم یعرف امامہ زمانہ وانکر ہ مات میتۃ جاہلیۃ

جو کوئی اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے اور اس کا منکر ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا

اور بحار میں ہے

عن زرارۃ عن ابی جعفر قال قال سألت عن مسئلۃ فاجابنی ثم جاءنی رجل فسألنی عنہا فاجابہ بخلاف ما اجابنی ثم جاء رجل فسألنی عنہا فاجابہ بخلاف ما اجابنی او جاب

جناب حق تعالیٰ سے خروج ہوا ہے جبل ثلث پر ہمارے رسول اور ہمارے امام اور ہمارے شیعہ اور ہمارے قائم اور ہمارے ساتھ جبرئیل کی مدد ہوگی اور ہمارے ساتھ ہوگی ملائکہ کی مدد اور ہمارے ساتھ ہوگی نصرت اور ہمارے ساتھ ہوگی فتح اور ہمارے ساتھ ہوگی ظفر اور ہمارے ساتھ ہوگی ہیبت کی مدد اور ہمارے ساتھ ہوگی رعب کی مدد اور ہمارے ساتھ ہوگی ہر مومن کی مدد اور ہمارے ساتھ ہوگی ہر مسلمان

کا یہ قول بجائے خود معلوم نہیں ہوتا۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: حضرت مجیب نے یہ عجیب قسم سے اعتراض فرمایا ہے شروع سے کچھ معلوم ہوتا ہے اور آخر سے کچھ اور کچھ میں آتا ہے اول تحریر فرماتے ہیں معلوم نہیں کہ یہ تقریر کس قول المقلد کی پر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقریر اس وجہ سے غلط ہے کہ سابق میں اس کا موضوع علیہ کوئی قول معتمد نہیں ہے اور آخر میں لکھتے ہیں کہ اگر اپنے علوں کو عدل لکھ کر نقل پر اکتفا کرتے اور بچھ تفریع کرتے تو صحیح تھا۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیہ سابق میں مجرد ہے لیکن چونکہ نقل نہیں کیا گیا اس لئے خود بخود ناقص ہے۔ قطع نظر اس سے جب اصل مقصد اعتراض پیچ کرتے اعتراض کو خصوصاً منصب کیا اور اس پر اعتماد کر کے تفریع کی گئی تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تفریع صحیح نہیں ہے یہ تو صاف مغالطہ دینا ہے تفریع تو کسی تھی نہیں اس سے یہ کہنا کہ نہیں ہے بعد میں نہیں ہے یہ تفریع صحیح ہے۔ اور تفریع تو صحیح ہوتا ہے جب اپنے ماسبق پر متفرع ہو اور جب اعتراض کے غلط کی قلعی کھل گئی تو تفریع کے صحیح ہونے کا کیا ذکر ہے۔ اس عبارت سے

۲ کے حوالہ سے شیعہ اعتراض

قرآن مجید میں ہے جو یہ لکھا ہوا تو آپ کو تو معلوم ہوا ہوگا اور ہمارے ہوا ہوگا اور ہمارے ہوا ہوگا

مستجمعین نصوصیت پیدا کند و قوم را لازم است کہ ہمان شخص را خلیفہ سازند اعتقاد و خلافت حضرت فاروق ہمین طریق بود طریق معلوم مشہور ہمین است و آن آنست کہ خلیفہ شایع گردد خلافت را در میان جمعی از مستجمعین شروع و گویند در میان ایشان جماعت ہر کرا اختیار کند خلیفہ او باشد پس بعد موت خلیفہ متشاور کنند و یکی را معین سازند اگر بداشتے اختیار شخصی را جمعی را معین کند اختیار آن شخص یا ہمان جمع معتبر باشد و اعتقاد خلافت فی الثلوثین ہمین طریق بود کہ حضرت فاروق خلافت را در میان شش کس شایع ساختند و آخر او عبد الرحمن بن عوف بزبانے تعین خلیفہ مقرر شد و وی حضرت ذی الثلوثین را اختیار نمود و طریق چہارم بیعت است چون خلیفہ بمیرد و تخلصی مستعدی خلافت گردد بغیر بیعت و استخلاف و ہمہ مردم خود جمع سازد و بالطاف قلوب یا بالقہر و غلبہ قتل خلیفہ شود و او مسلط گردد و ہمہ مردمان متابع فرمان او در آیند تا ہر شرط باشد و این دو نوع است یکی آنکہ مستولی مستحق شروع باشد و معروف متابعان کند بعضی و بعضی را بغیر از کتاب کرمی و این قسم را بیعت و جلست و انعقاد خلافت معروف است و میان اہل سنت جماعت مرتضی و بعضے معتزلہ جمہور فرق بود اہل بیت را بجہت علو فرمانے کہ ہر چہار حضرات خلافت کے لکھے ہیں کسی طریق کو بھی ان میں سے دلیل و نقل سے ثابت کیا ہے حالانکہ یہ باب خاص کسی باب میں جس سے زور شور سے تقریر مولوی نے ہر طریقہ کے ثبوت میں ہر خلیفہ کی خلافت ہی بصورت شہادت لکھی ہے۔ بس میرا یہ لکھنا کہ اختلاف اصل موضوعہ کو وہی خلافت خلفاء کے وقوع ہے۔ خلافت فرمانے تو تمہیں ہیں درست ہے آپ جناب کا یہ لکھنا کہ ہے خود مبلس واقعین بجائے خود ہیں

اہلسنت نے جو طریقہ انعقاد خلافت کے لکھے ہیں ان پر مزعومہ مصادرہ علی المطلوب ہونے سے اعتراض سابقہ کا جواب

[illegible]

نہیں بلکہ محض غلط ہے اور منشا اس کا یہ ہے کہ رسالہ ان کے مطالب کو نہیں سمجھے پس
واضح ہو کہ حاصل اعتراض دو امر ہیں، اول یہ کہ بالبداہت نے چند اصول وضع کئے ہیں جن
سے ان کے نزدیک خلافت متحقق ہوتی ہے اور چونکہ یہ اصول موضوعہ کتاب و سنت سے
ثابت نہیں تو باطل ہوئے اور خلافت جس کا ثبوت ان اصول پر موقوف تھا وہ بھی باطل ہوئے
دوسرا امر یہ ہے کہ جن بالبداہتوں سے خلافت خلفاء ثلاثہ ثابت ہوتی ہے ان کی بدیہیتوں کو اصول
قرار دیا ہے اور ہر ایک قسم کا معاند و علی المطلوب ہے لیکن یہاں تک ملا دیا جاتا ہے معلوم
ہوتا ہے کہ مؤلف معاند و علی المطلوب بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ معاند و علی المطلوب اس
کو کہتے ہیں کہ مدعی کو جن دلیل یا تبرہ دلیل قرار دیا جاوے اور یہاں کوئی بھی نہیں صادق آتا
پس یہ خلاف مطلوب کی کیا مناظرانہ ہے کہ ہر دو فریق نے مقدمات کی بھی خبر نہیں پھر معلوم
نہیں کہ یہ جو ہر فرقہ سنی کو ابتدا سے تبرے مناظرہ میں کا شغل رہا ہے محض تعصب سے
یا جہالت تھی یا سلطنت کو دور ہونا اس مطلوب پر مشتبہ ہو گئے ہوں گے
اور رد کر مقدمات کو علی مطلوب سمجھ گئے ہوں گے بہرحال اس کا نتیجہ ہے کہ ہر دو کا نشانہ
بس کی تلوار ہو جاتا ہے کسی کی طرف رہتا عام ہوتا ہے ہیں اس کی تعلیم ہو سکتے کہ بالبداہت نے چند
اصول وضع کئے ہیں جن پر خلافت کا تحقق موقوف ہے اور خلافت کی حقیقت کو ان اصول
سے ثابت کرتے ہیں اور ہم ان ہی حقیقت کو خلافت پر دلالت کرتے ہیں کہ ما فلان لیو
و خلافت فلان قرار دیتے ہیں تو ہمارے کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے جو اصول
ان کے لئے ثابت کئے ہیں وہ ان پر صادق آتے ہیں اور ان کی حقیقت کو ان اصول
سے ثابت کرتے ہیں اور ہم ان ہی حقیقت کو خلافت پر دلالت کرتے ہیں کہ ما فلان لیو
و خلافت فلان قرار دیتے ہیں تو ہمارے کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے جو اصول
ان کے لئے ثابت کئے ہیں وہ ان پر صادق آتے ہیں اور ان کی حقیقت کو ان اصول
سے ثابت کرتے ہیں اور ہم ان ہی حقیقت کو خلافت پر دلالت کرتے ہیں کہ ما فلان لیو
و خلافت فلان قرار دیتے ہیں تو ہمارے کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے جو اصول
ان کے لئے ثابت کئے ہیں وہ ان پر صادق آتے ہیں اور ان کی حقیقت کو ان اصول
سے ثابت کرتے ہیں اور ہم ان ہی حقیقت کو خلافت پر دلالت کرتے ہیں کہ ما فلان لیو
و خلافت فلان قرار دیتے ہیں تو ہمارے کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے جو اصول

اصول پر وہ خلافت واقع ہوگی وہ اوضاع اور اصول بھی حق ہوں گے تو اس اعتبار سے جب
خلافت خلفاء منصوص ہوئی اور حق ہوئی تو وہ اوضاع و اصول کہ جن پر خلافت حقہ مبتنی تھی
وہ بھی حق ہوئی، تو پھر یہ کہنا کہ جن پر خلافت کا تحقق موقوف ہے اگر اس سے مراد قطع نظر حقیت
عند اللہ سے تحقق خارجی محض ہے تو لازم باطل ہے، ورنہ آپ کو کچھ مفید اور ہم کو کچھ مضر ہے
کیونکہ جب دربارہ حقیت خلافت کے قائل پر ہم نے تو اگر بالفرض یہ اصول کتاب و سنت سے
ثابت نہ ہوں تو بھی خلافت خلفاء کی حقیت میں کچھ فرق نہیں بلکہ برعکس اس کے وجہ حقیت
ثابت نہ ہوں تو بھی خلافت خلفاء کی حقیت میں کچھ فرق نہیں بلکہ برعکس اس کے وجہ حقیت
خلافت کے یہ اصول بھی حق ہو جاویں گے اور کہا جاوے گا کہ وہ اصول جن پر خلافت کی حقیت
کا تحقق موقوف ہے تو یہی ابطلان ہے کیونکہ جب خلافت منصوص ہو کر حق ہو چکی تو اس
کی حقیت کی اصل پر موقوف نہ ہوگی اس کی حقیت کے واسطے کوئی ثابت منصوص ہونی ضروری
اگرچہ اس نظر سے مؤلف کا ابطلان بھی صحیح ہے لیکن مناسب ہے کہ جو حق طلب ہے
حضرت مجیب خاص ہم ہیں ان کو وہ کیا جاوے ہیں ہے ہیں میں کو مؤلف سے
مراد مؤلف حقیت سے کتاب ہے اور اس کا تحقق اور مؤلف و قرار خلافتی خلافت
ہے تو کہنا کہ اصول کتاب و سنت سے ثابت نہیں تو خلافت باطل ہوئی اور اصول
جن پر خلافت کا تحقق موقوف ہے باطل ہوئے یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ ہم نے
ہر موقوف ہے اور ہم نے کہا ہے کہ ہم نے جو اصول ثابت کئے ہیں وہ کتاب و سنت سے
ثابت نہیں ہوئے تو ہم نے کہا ہے کہ ہم نے جو اصول ثابت کئے ہیں وہ کتاب و سنت سے
ثابت نہیں ہوئے تو ہم نے کہا ہے کہ ہم نے جو اصول ثابت کئے ہیں وہ کتاب و سنت سے
ثابت نہیں ہوئے تو ہم نے کہا ہے کہ ہم نے جو اصول ثابت کئے ہیں وہ کتاب و سنت سے
ثابت نہیں ہوئے تو ہم نے کہا ہے کہ ہم نے جو اصول ثابت کئے ہیں وہ کتاب و سنت سے
ثابت نہیں ہوئے تو ہم نے کہا ہے کہ ہم نے جو اصول ثابت کئے ہیں وہ کتاب و سنت سے
ثابت نہیں ہوئے تو ہم نے کہا ہے کہ ہم نے جو اصول ثابت کئے ہیں وہ کتاب و سنت سے
ثابت نہیں ہوئے تو ہم نے کہا ہے کہ ہم نے جو اصول ثابت کئے ہیں وہ کتاب و سنت سے
ثابت نہیں ہوئے تو ہم نے کہا ہے کہ ہم نے جو اصول ثابت کئے ہیں وہ کتاب و سنت سے
ثابت نہیں ہوئے تو ہم نے کہا ہے کہ ہم نے جو اصول ثابت کئے ہیں وہ کتاب و سنت سے

دوسرا جواب

ہم نے جو اصول وضع کئے ہیں ان کو کتاب و سنت سے ثابت کرتے ہیں تو ہمارے مجیب کے
ذمہ ہے کہ ان اصول پر خلافت کا تحقق موقوف ہے ان کو کتاب و سنت سے ثابت کرے
تحقق موقوف سے صاف ہے کہ ہم نے جو اصول ثابت کئے ہیں ان پر خلافت کا تحقق
ہوا ہے اور ہم نے ان اصول کو کتاب و سنت سے ثابت کیا ہے اور ہم نے ان اصول کو
ثابت کیا ہے اور ہم نے ان اصول کو کتاب و سنت سے ثابت کیا ہے اور ہم نے ان اصول کو

خود شارح نہج البلاغہ سے مفہوم ہوتی ہے (۱) انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماماً کان ذلک للہ رضیٰ۔ اس پر جو کچھ مجیب کا اعتراض ہے وہ اس کو دلیل الزامی قرار دی ہے اس کا جواب ہم اس موقع پر بیان کریں گے مگر مختصراً یہاں اس قدر جاننا چاہیئے کہ خود اس عبارت کا سیاق اور دوسری عبارات کا جو اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں اس کا مکذب ہے (۲) انما البیعۃ واحدۃ لا یثنیٰ فیہا النظر ولا یستانف فیہا الخیار الخارج منہا طاعن والراد فیہا مداہن وللوالی بعد ان بویع بالرضا والاختیار ان یقیم نفسہ من غیر ان یکون لاحد من الامۃ علیہ اعتراض الخ (۳) وکانت بیعتی علیکم بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوہم علیہ فلم یکن للشاہد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماماً کان ذلک للہ رضیٰ فان خرج عن امرہم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابیٰ قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاہ اللہ ما تولیٰ الخ (۴) وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماماً کان ذلک للہ رضیٰ فان خرج عن امرہم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابیٰ قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاہ اللہ ما تولیٰ الخ (۵) وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماماً کان ذلک للہ رضیٰ فان خرج عن امرہم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابیٰ قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاہ اللہ ما تولیٰ الخ (۶) وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماماً کان ذلک للہ رضیٰ فان خرج عن امرہم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابیٰ قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاہ اللہ ما تولیٰ الخ

اور نزدیم مصاورہ علی المطلوب جواب اور تعرض جواب بلکہ لمعان سراب ہے۔ ہمارے مجیب کی تقریر یا عذر اس کی بعینہ وہ مثال ہے جیسا طفل کہ ابھی چلنا نہ سیکھا ہو اٹھ کر چلنے کا قصد کرتا ہے اور گر جاتا ہے ہر جگہ پاؤں لڑکھڑاتا ہے کسی جگہ بھی تقریر یا عذر اس کا جواب کی ٹھیک نہیں پھر اس پر دعویٰ کچھ کیا ہیں مسلک ثانی پر ماخذ اصول کا خلافت کو قرار دینا اور اصول کو موضوعہ بالکل غلط ہے اور مسلک اول پر خلافت کو ماخذ اصول کا قرار دینا تو صحیح ہے چنانچہ پہلی تقریر میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا لیکن اس کی نسبت یہ کہنا کہ بعد غور چند اصول وضع کئے ہیں یہ بالکل غلط ہے کوئی امر جو کسی دلیل شرعی سے ماخوذ ہو اگر اس پر موضوع ہونے کا اطلاق کیا جائے تو کوئی اصل موضوع نہ ٹھہرے گا۔ علی الخصوص ان تین کا تو ان اصول و فروع جو کہ صرف نص سے ثابت ہوں ماخوذ ہے اتنا واضح ہوگا کہ کسی مقلد خلافت کا مانع ہونا محل احتمال نہیں ہے اگر قرآن اور حدیث سے خلافت ثابت کرتے اور بعد اس کے یہ لکھتے تو ممکن تھا کہ وہ قول اب قولہا ہی سے خود نہیں پس یہ قول کہ خلافت ثابت ہے کہ قرآن و حدیث سے اور ی

[illegible]

اس لغویت کا جواب

[illegible]

ہمارے حضرت مجیب جیسے منصف و دانش مند کا ہی کام ہے۔ ہم تو جہاں تک غور کرتے ہیں تو اس کو خلاف عقل اور خلاف کتاب اللہ اور خلاف احادیث رسول اللہ اور خلاف اجماع صحابہ پاتے ہیں، اور اسی لئے شرائط ثلاثہ کو ضروری نہیں سمجھتے قال تعالیٰ و ما ایاکم الا [illegible]

قولہ: اور پھر کہیں شرائط ثلاثہ [illegible] ہیں۔ اور منقول ہیں اور ان سب کو خود علمائے اس کے سترہیں اس لئے ان کی خلافت کو امامت و خلافت و منشور جو رعایت رعیت سے نہیں جانتے۔

قول: یہ شرائط ثلاثہ [illegible] ہیں۔

اجمالی طور پر روایات شیعہ سے شرائط ثلاثہ کا ابطال

چنانچہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

امر الی وجہہ ولعان لا یقوم لہ القلوب ولا تثبت علیہ العقول وان الاعناق قد اغامت والمحجۃ قد تنکرت واعلموا انی ان اجبتکم رکبتکم ما اعلمہ ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب وان توکمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم وانا لکم وزیرا خیرا لکم منی امیرا۔

امر کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں جس کے لئے مخلوق طریقے اور رنگا رنگ ہیں کہ دل اس کے سے ٹھہرتے ہیں اور نہ عقلیں اس پر ثابت قدم رہتی ہیں اور دنیا تاریک ہوگئی اور صاف رستہ ناآشنا ہوگیا اور جاہلو اگر میں تمہاری درخواست قبول کروں گا تو تم کو اپنے علم کے موافق لے چلوں گا اور کسی قائل کے قول اور عاتب کے عتاب کی طرف کان نہ دھروں گا اور اگر تم مجھ کو چھوڑ دو گے تو میں تم میں کا ایک جیسا ہوں اور شاید میں زیادہ مطیع ہوں جس کو تم میر بناؤ اور میں اس سے کہ تمہارا امیر ہوں یہ بہتر ہے کہ وزیر ہوں۔

اور ذوالفقار میں مجمع البیان طبرسی سے منقول ہے۔

روی محمد بن ابی عمیر عن ہشام بن عبد الحمید عن علی بن عبد اللہ الحسین زین العابدین انہ قال رجل انکم لمن اہل بیت مفقود لکم قائم فغضب وقال نحن حری ان یکون فینا ما یجری فی اولاد یعقوب لنا یوسف ومنا مثلہ ولنا قمیصہ ومنا مثلہ ولنا یعقوب ومنا مثلہ ولنا ایوب ومنا مثلہ ولنا موسی ومنا مثلہ ولنا عیسی ومنا مثلہ ولنا محمد ومنا مثلہ ولنا علی ومنا مثلہ ولنا المہدی ومنا مثلہ ولنا الیاس ومنا مثلہ ولنا الیسع ومنا مثلہ ولنا ذوالکفل ومنا مثلہ ولنا داؤد ومنا مثلہ ولنا سلیمان ومنا مثلہ ولنا ایوب ومنا مثلہ ولنا عزیر ومنا مثلہ ولنا ہارون ومنا مثلہ ولنا یونس

خلیفہ اول کی خلافت کا ثبوت

سقیفہ بنی ساعدہ کے مسئلے پر شیعہ کے شبہات کا جواب

[illegible] اس عنوان سے تحریر میں [illegible] کے اعتراض فرماتے ہیں سقیفہ بنی ساعدہ میں جو بیعت ہی کاموں کے لئے تھا ایک شوروی مشاورت تھی [illegible] واقعہ قرار دیں ہوں اور پھر وہ نہیں کہنے لگا جعلی بیعت ثبوت و شہادت کا کیا موقع ہو سکتا ہے نہ کوئی بیعت قرار پائے مطالب کی موجہ بیان کرتا تمام دہیں جعلی و مالی اتفاق خاص ہے [illegible] کسی نے بات سے کچھ پوچھا ہاں قول فیصل تو صرف اس سے کہ [illegible] پھر اس کے [illegible] دلی تسلیم ہو جائے اور ریاست و حکومت [illegible] سے حل جاوے [illegible] قول کی تحقیق ہو [illegible] بیعت انجام کی [illegible]

قول [illegible] کے کلمات [illegible] کا [illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible]

ائمہ مصیبت کے وقت تو صبر کرتے ہیں لیکن حلول مصیبت سے پہلے جزع فزع فرماتے ہیں

اور رنج والم میں مبتلا ہونا اس کا جواب احادیث سابقہ میں گذر چکا ہے کہ حسب روایات سابقہ ہرگز رنج والم میں مبتلا نہ تھے اگر تھے تو اپنی دنیاوی حکومت سے خلع ہونے کے رنج والم میں مبتلا تھے یہ کیونکر امامت دینی کا ترک منصب کرنا خاندان حسینی کے دست قدرت سے خارج تھا ظاہر ہے کہ وہ ہی آپ کے قبضہ سے منصب ہوا تھا تو اسی کا رنج والم تھا علاوہ اس کے اہل بیت رضوان اللہ علیہم تو عموماً مصائب کے وقت عزاداری یعنی صبر واسترجاع کو اختیار فرماتے ہوں گے اور یہی خدمت خاص یعنی عزاداری خلق میں مشغول ہوتے ہوں گے چنانچہ محمد اللہ اس کی موید روایات بھی موجود ہیں۔

حدثنا محمد بن الحسن قال حدثنا الحسن بن ظریف قال حدثنا یعقوب بن یزید عن الحسن بن علی بن فضال عن محمد بن عبد اللہ الکوفی قال سمعت حضرت اسمعیل بن ابی عبد اللہ یقول ان جزع ابی عبد اللہ جزع الشدید فاذا فعل ذلک خلفه دعا الحسین او جدد ذلک فلم تسترح وخرج یامر وینهی قال فقلت له بعض اصحابنا جعلت فداک قد کنا نرجو ان تنتفع بک زمانا فاذا من حزعت قلنا اهل بیت لا نجزع فمتی یقل المصیبة فاذا نزلت صبرنا انتهی عن زیارة الحسین

اب حمیر بن ابی عبداللہ کی روایت قریب پہنچی تو امام ابو عبداللہ نے نہایت شدید وقت کی اور جب وفات پا چکے تو آپ نے دعا صبر یا بالقتل منگی اور اپنا سر کنگھی کی اور کہا کہ امر دنیا فرمائی آپ کے بعض اصحاب نے عرض کیا میں فدا ہوں جب ہم نے آپ کا جزع دیکھا تو یہ گمان تھا کہ ہم کبھی مدت تک آپ کی برکات سے منتفع رہیں گے فرمایا ہمارا یہ حال ہے جب تک مصیبت نازل نہ ہو ہم جزع فزع کرتے ہیں اور جب نازل ہو جاتی ہے تو صبر کرتے ہیں

وقال علیه السلام ان البلاء والمصائب یستبقان الی المؤمن فیاتیه البلاء وهو مصبور والمصیبة والجزع یستبقان الی الکافر فیاتیه البلاء وهو جزوع۔

امام نے فرمایا مصیبت اور صبر مومن کی طرف دوڑتے ہیں پس مصیبت اس کے پاس پہنچتی ہے اور وہ صابر ہوتا ہے اور مصیبت الیہ بے صبری کافر کی طرف دوڑتے ہیں پس مصیبت اس کے پاس پہنچتی ہے اس حال میں کہ وہ بے صبر ہوتا ہے

اور نیز مذکور ہے۔

وعند قبض علی بن محمد العسکری رأی الحسن بن علی علیهما السلام قد خرج من الدار وقد شق قمیصه من خلفه وقدامه انتهی

جب محمد عسکری کے فرزند علی کی وفات ہو چکی تو علی بن حسن کو دیکھا کہ گھر سے نکلے اور آپ کا قمیص پیچھے اور آگے سے چاک چاک تھا

عن دجل رضینا بقضائه وسلمنا لامره ولیس لنا ان نکره ما احب الله لنا انتهی عن من لا یحضره الفقیه۔

ہو جاتا ہے تو راضی بقضا ہوتے اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں اور ہم کو لائق نہیں کہ جو کچھ خدا نے ہمارے لئے پسند کیا ہے اس کو مکروہ سمجھیں۔

پس جب کہ خدا تعالیٰ کے پسندیدہ امر کو مکروہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ محبوب سمجھتے ہوں گے تو رنج والم کیا اور جزع وفزع کیونکر ہاں جزع وفزع قبل المصیبت حسب روایات شیعہ قبل مشہور قبل از مرگ واویلا بے شک انبیاء وائمہ کی شان کے شایان ہے حضرات محبان لسانی جوں چاہے ان کے جناب کی طرف نسبت فرمادیں لیکن جزع وفزع قبل البلاء کی علت اگر یہی بلا ہو ہم الوجود یا متوقع الوجود ہے تو جزع وفزع بعد حلول بلا کی وانسب ہے بلکہ قبل الوجود زیادہ مستحق حرمت ہے اور اگر امر آخر ہے تو محتاج بیان ہے۔ اور پہلے اسی من لا یحضرہ الفقیہ ہی میں یہ بھی موجود ہے۔

کے برہم کرنے کی تدبیریں فرماتے تھے جس کے لئے خلیفہ ثانی نے ان پر گھر جلانے کی دھمکی دی تھی کیا اس کا بھی نام شہادت ہے۔

نقض خلافت کے مشورے اور تدبیریں کرنے کے الزام کا جواب

اقول: اگرچہ ماسبق میں اس کا جواب مذکور ہو چکا ہے لیکن اس جگہ بھی چونکہ ہمارے مجیب لبیب نے مکرر ذکر فرمایا اس کا اعادہ باضافہ افادات کیا جاتا ہے واضح ہو کہ اگر مذہب تشیع پر بنا رگفتگو ہو تو حضرت مجیب ہی جواب کا فکر فرماویں کہ اولاً حضرت لبیب ترک تقیہ واجب وسکوت مامورہ وعدم منازعہ آثم ہوتے ہیں۔ اور ثانیاً حضرت ایک لغو اور بے فائدہ امر میں مبتلا ہوئے کہ بسبب علم ماکان ومایکون آپ کو معلوم تھا کہ یہ امر شدنی تو ہے نہیں اور نزاع اس روایت کی بھی تکذیب ہوتی ہے جو آپ کے عالم الغیب والشہادۃ ہونے پر دلالت کرتی ہے بنا علی ہذا باوجود اس قوت وشجاعت مضرنہ کی جو روایت بساط سے بمقابلہ دو مقاتل قوم عاد ومعاملہ قتل ابوبکر اشجع عامل ندک سے معلوم ہوتی ہے اور باوجود اس عقل وفراست کامہ کے جس کا بیان ناممکن ہے آپ کا زمان پردہ نشین میں حسب روایات شیعہ مانند جنیں ملیح بجاسات اور خائنین منمک بصاق وسیسنات کے بیٹھ کر خفیہ مشورہ کرنا اور اپنے مدعا پر کامیاب نہ ہونا اور ذرا سی دھمکی سے اپنے دعوے سے دست بردار ہو کر بیعت کرنا علاوہ اس کے کہ اصول شیعہ پر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے مکذب روایات ہے جن میں تو وہ تو آپ کے محامد کی روایت کی ہیں اور اگر مذہب اہلسنت کے اعتبار سے گفتگو مدنظر ہو تو بیشک کہ اہل سنت جناب امیر کو معصوم کب کہتے ہیں اور عالم ماکان ومایکون کب تسلیم کرتے ہیں اگر آپ نے ابتداء میں بالفرض نقض خلافت کے مشورے کیے تو بیشک تھی ہر نہج خطا اجتہادی کی اور بعد اس کے جب آپ متنبہ ہوئے اور اس کی حقیقت پر کما حقہ وقوف حاصل کیا تو بیعت بھی کی اور شہادت بھی بیان فرمائی۔ غرض جب تک بیعت نہیں کی ممکن ہے کہ شہادات بیان نہ فرمائی ہوں اور جب حق مشتبہ ہو گیا اور بیعت کر لی اور رنجش دور ہو گئی بعد اس کے شہادات بھی بیان فرمائی ہوں اس میں کون سا تناقض اور کیا استحالہ ہے اور یہ تقریر اس وقت ہے کہ ہر علی سبیل التنزل نقض خلافت کے مشوروں کے وقوع کو تسلیم کر لیں لیکن بحمد اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارا مدعا ثابت ہے کہ جو مبتدا وقوع مشوروں کو ہی باطل کر دیتے ہیں جن کے نزدیک نہ خلافت بصریح حق ہے اور نہ بیعت اہل حل وعقد وجود مہاجرین وانصار سے وقت

ہوئی اور صحابہ میں سے کوئی فرد اس کا مخالف نہ تھا اور کسی کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استحقاق خلافت میں انکار یا شک وتردد نہ تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اگر ملال تھا تو اس امر کا تھا کہ ہم کو شریک مشورہ کیوں نہ کیا جب ہم اہل حل وعقد میں سے تھے تو ہم مستحق مشورہ تھے چنانچہ جو عذر واہی کیا گیا وہ پذیرائی جناب ہوا اور بعد اس کے رنجش دور ہو گئی اور بیعت علی الاعلان فرمائی اور فرمایا کہ ہم کو اس میں کلام نہیں تھی کہ ابوبکر احق بالخلافت ہیں چنانچہ اس مضمون کو حدیث بخاری صراحۃً مثبت ہے اور جب ہم حدیث ازالۃ الخفا کو جو جناب مجیب کا مستدل ہے دیکھتے ہیں تو اس میں یہ الفاظ ہیں فیشاورونها ویرتجعون فی امرهم جس کا ترجمہ مجیب لبیب نے یہ کیا ہے اور جناب سیدہ سے مشورہ کرتے تھے اور اپنے کام میں مراجعت کرتے تھے اور ان الفاظ میں کہاں ہے کہ آپ نقض خلافت ہی کے مشورے کرتے تھے اور صرف مشورہ کرنے سے کیونکر لازم آیا کہ وہ مشورے نقض خلافت ہی کے تھے بلکہ حضرت امیر کے نزدیک وہ خلافت مستقر ہو چکی تھی اگرچہ بعض اکابر شریک نہ تھے کیونکہ بیشتر روایات شیعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت کے نزدیک سب کا حاضر ہونا انعقاد کے واسطے ضروری نہیں تھا تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ اس کے نقض کی بابت دیدہ ودانستہ مشورے اور تدبیریں کرتے اور کیا ضرور ہے کہ ہم خطا آپ کی جناب میں منسوب کریں بلکہ فی الحقیقت یہ مشورے اس امر کے لئے تھے کہ جب اہل حل وعقد نے بیعت صدیق میں بلا مشورہ سبقت کی اور استبداد کیا اگرچہ ضرور نہ ہوا تاہم مقتضائے بشریت باعث ملال اور باعث تاخیر بیعت ہوا اور عموماً صحابہ کو آپ کا یہ ملال اور یہ تاخیر باعث ناخوشی اور کشیدگی ہوئی تو جب کشیدگی اور شکر رنجی فریقین سے ہوئی تو جناب امیر اور ان کے ساتھیوں نے چاہا کہ کسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا ہمارے پاس آئیں اور ہم ان سے بزبان شکایت کریں اور وہ عذر واہی بیان فرماویں تو باہمی شکر رنجی دور ہو اور ظاہراً بھی ملال رفع ہو اور بیعت کریں کیونکہ اگر یہ قصہ مجمع میں ہو تو عباد لبیب اس کے کہ مختلف الطباع لوگ جمع ہوں گے کوئی ایسا امر نہ ہو جاوے جو باعث زیادتی نفور ہو پس صرف اسی امر میں مشورہ تھا اور اسی بابت تخلیہ میں گفتگو ہوتی تھی چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنہا بلایا اور گو حضرت مدعا تنہا جانے سے مانع ہوئے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زبردستی ساتھ لے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور اس میں ابوبکر کی حقیت بالخلافت کا اعتراف کیا اور عدم مشورہ اور استبداد بالبیعت کی شکایت فرمائی حضرت ابوبکر نے بجواب اس کے آپ سے

فضائل و محامد بیان فرمائے اور عدم مشورہ و استبداد کا عذر کیا جو قبول ہوا اور شکایت رفع ہوئی اور متفقاً و مجتمعاً بیعت ہو گئی چنانچہ آخر تک باہم شیر و شکر رہے اور شہادت فضائل و محامد خلفاء رضی اللہ عنہم بیان فرماتے رہے یہ مدعا بھی صحاح اہلسنت و تصریح علماء شیعہ سے بدلالت مطابقی ظاہر و باہر ہے چنانچہ میر محمد باقر داماد نے جو اس میں اس کو تسلیم کیا ہے اور تشیید المطاعن کے مجلد ثامن میں عبارت مذکور ہے چونکہ خوف طوالت تھا اس لئے بحذف روایات مختصراً عرض کیا گیا۔ اب باقی رہا یہ امر کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالہ میں یہ جملہ جو تحریر فرمایا ہے راجع شدہ در باب نقض خلافت مشورتہا بکار میبرد فدا پھر اس کے کیا معنی ہوں گے سو اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر ہے کہ منشاء اس حال کا یہی امر خلافت تھا تو جب گروہ مخالف نے تغیر مشورے کئے تو اگرچہ یہ مشورے بابت نقض خلافت کے نہ ہوں تاہم عوام میں شورش و اختلال پیدا ہونے کے باعث مثل نقض خلافت کے ہو سکتے ہیں علی الخصوص ایسی حالت میں جب کہ منافقین اور اعداء دین تخریب دین متین کے کمین میں بیٹھے ہوئے ہوں تو چونکہ یہ مشورے منتج نقض خلافت تھے تو اس لئے ان پر اطلاق کیا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کے بارہ میں تھا اس کی صدہا نظیریں عالم میں موجود ہیں چنانچہ فاتل خطا کو قاتل کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس راز مخفی کو جو حضرت زہراؓ کے دولت سرا میں ہوتا تھا حضرت عمرؓ تک ان بزرگواروں میں سے تو کسی نے نہیں پہنچایا ہوگا جو باعث اس قدر جوش و خروش کا ہو جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان مشوروں کی ظاہری حالت سے سبب نقض خلافت کا سمجھ کر اس قدر تشنیع فرمائی اور اسی وجہ سے کہا گیا کہ یہ مشورے نقض خلافت کے باب میں تھے ثانیاً سلمنا کہ یہ مشورے در باب نقض خلافت کرتے تھے لیکن اس کے معنی یہ کہاں سے پیدا کئے کہ یہ مشورہ کرتے تھے کہ جس طرح ہو سکے خلافت کو توڑیے بلکہ در باب نقض خلافت مشورتہا میکردند کے معنی یہ ہیں کہ نقض خلافت کے بارہ میں مشورے کرتے تھے (یا) نقض خلافت مناسب ہے یا نہیں چنانچہ بالآخر یہ قرار پایا کہ نقض خلافت حتمہ مناسب نہیں اور بیعت فرمائی ثالثاً سلمنا کہ یہ مشورے در باب نقض خلافت ہی مراد تھے جو حضرت عجب نے سمجھے لیکن یہ علم مجموعہ کی طرف نسبت کیا گیا ہے جس کا صدق بعض کی طرف نسبت کرنے سے بھی ہو سکتا ہے تو ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ ہر جزئیہ جناب مرتضیٰ اور حضرت زہراؓ کی طرف راجع ہے بلکہ یہ فعل بعض حضرات کا تھا جو ان میں فی الجملہ دخل رکھتے تھے اور ملاقات شرح صدر کو پورا وقوف حاصل نہ تھا لیکن جو حضرات امیر المومنین کے ساتھ ان میں شریک تھے اور جانتے تھے تو

بشرکت مجموعی مجازاً ان حضرات کی طرف بھی وہ فعل منسوب ہو گیا چنانچہ عبارت تحفہ کی اس طرف ناظر ہے پس انصاف سے ملاحظہ فرمایئے اگر بالفرض ان حضرات سے اس قسم کے مشورے واقع ہوتے بھی ہوں تو بھی نوع شہادت کو مضر نہیں ہاں اس قدر گنجائش اتی رہ گئی کہ ہمارے مجیب صاحب یہ جو تحریر فرما رہے ہیں کہ خلیفہ ثانی نے ان پر گھر جلانے کی دھمکی دی تھی اور یہاں تحریر میں یہ عبارت ہے "اور بیعت لینے کے لئے گھر جلانے کی دھمکی دی اگرچہ قصہ احراق بیت فاطمہؓ بہت سے اہل سنت کی کتب معتبرہ میں درج ہے مگر چونکہ بعض علماء عصر انکار کرتے ہیں اور شیعوں کا افترا بتاتے ہیں اس لئے گذارش ہے" تو اس سے معلوم ہوا کہ مجیب کو دھمکی اور قصہ احراق میں امتیاز اور فرق نہیں حالانکہ فرق بدیہی ہے۔

قولہ: پھر جناب امام حسن و امام حسین علیہما السلام نے جو بالقطع والیقین حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو ہر ایک کی خلافت کے زمانہ میں فرمایا کہ منبر سے اتر کیونکہ یہ میرے باپ کی جگہ ہے اور ان دونوں صاحبوں نے بجز اقرار کے کچھ جواب نہ دیا چنانچہ کتب معتبرہ اہلسنت مثل تاریخ خلفاء و غیرہا میں یہ حال تحریر ہے پھر ہیں حیران ہوں کہ کس جرأت سے ہمارے مجیب فرماتے ہیں کہ خلافت خلفاء ثلاثہ شہادات ائمہ سے واقع ہوئی۔

بحث: حضرات حسنین کا حضرات شیخین کو یہ کہنا کہ ہمارے باپ کی جگہ سے اتر دراصل پر تفصیلی بحث

اقول: ہمارے حضرت مجیب کے جوش و خروش کو دیکھ کر ہنسی شدہ ہے اپنی رائے سے چشم پوشی فرما کر فرما رہے ہیں۔ ابی حضرت آپ کے یہاں تو بالقطع نہیں بھی مصور نہیں چہ جائیکہ امام باسناد ہو آپ اپنی کتابوں کو تو ہاتھ لگائیے ابھی ہمارے کی شہادتوں کو تو بچئے تفسیر نعمانی میں جو اس زمانہ میں ہمارے سامنے کھلی ہوئی رکھی ہے محمد بن مرتضیٰ معروف بہ ملا محسن حضرت آدم کے قصہ میں تحریر فرماتے ہیں

وفی العیون عن [illegible]	عیون میں [illegible] سے
هذا الشیخان [illegible]	[illegible]
انتهی [illegible]	[illegible]

الشجرة وزره مما كان من جلسه. فلم يقربا
تلك الشجرة وانما كلما من غير هاذا ان
وسوس الشيطان اليهما ليريهما ما ورى عنهما
ذلك من اورثهما هذه الشجرة ولو كان ذلك
بلغت كبائر المعاصي بل اخطأ سارة وما
كان من الصغائر مرحوما بالتي لا تجوز
على الانبياء قبل نزول الوحي عليهم وبعده فانما
اجتباه الله تعالى وجعله نبيا كان معصوما
من الصغائر والكبائر قال الله تعالى
فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب
عليه وهذا يدل على ان الله اصطفاه آدم و
غيره من الانبياء وخليفة في بلاده وحجة
على خلقه بعد التوبة والمغفرة ولا يجوز
ان يكون ما ذكر من ترك الاولى
وخلاف الاولى
مما يخل بالمنزلة
والمرتبة التي
اختاره الله
تعالى لها

اس قول کو حسب ارشاد جناب امیر ہلتفات سے سن اسی فعل کے برابر سمجھتے ہیں جو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے شانہ و دوش مبارک پر سوار ہونے کی بابت مروی ہوا قطع نظر اس سے مجرب کا
مدعا اس وقت ثابت ہو جب کہ امور مفصلہ ذیل ثابت ہوں (۱) آپ کو اس وقت رفع امیر منکر
ہوا ہو لفظ اب سے مراد حضرت علی ہوں (۳) مقصود بیان استحقاق امامت جناب امیر ہو
(۴) آپ اس وقت کامل العقل اور مکلف ہوں اور عرفاً آپ کے اقوال و افعال زمانہ طفولیت
پر محمول ہو کر قابل انکار و قبول نہ جانیں جائیں (واضح محال) ناظرین پس حسب مفہوم شیخین خاتم
وہابیین و ناکثین نے معاذ اللہ جناب فاطمہ کے دشمنوں کے گھر کو جلایا اور مرتب تشہیر ہوئیں
صدمہ پہنچا کر محسن شہید کیا اور بمجمع صحابہ فاطمہ کے ساتھ منکر کیا اور اس سے بھی
گئے ہیں رسی ڈال کر بیعت لی اور بنات جلیات کو غصب کیا اور فدک چھینا ان سے کب توقع تھی
کہ وہ ایسی فتنہ انگیز باتوں سے سکوت کریں گے۔ ورنہ پرانا دین معصومین کا کیا ہوا جو
ایذا رسانی سے باز رہیں گے پس رفع تشہیر کی کوئی وجہ نہیں۔ صاحب مجرب نے کرامات صحیحہ
سے تو جو بظاہر حسب تصریحات قوم مخالف شرع متین اس قدر استکراہ فرمایا اور اس جا ضرورت
اس خلافت کو جو امیر معاویہ نے فرمایا تو معلوم نہیں کہ حسب اصول عائشہ خلد و رسول کہ جو حضرت
رہیں گے زیادہ تعجب صاحب تشہید مدعا من سے ہے کہ باین تبحر اس نے بجواب حسن صحیحہ
کے عدم تقیہ کے علت زمانہ وجود حضرت فاطمہ قرار دیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ حسب روایات
شیعہ پہلے کون سا وقیعہ بے جرمی کا انہوں نے رکھا ہے جواب حضرت فاطمہ کا خاکہ کریں گے یہ وجاہت
گے۔ علاوہ اس کے یہ علت خود زمانہ خلیفہ ثانی میں جو ہو ہی قول تمام ثابت سے ساقط ہو گئیں
جاری ہو گی۔ امر ثانی ہم کہتے ہیں کہ خطاب سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں و جناب
امیر کو بکر اطفال کی عادت ہے۔ جب اپنے بزرگ کی جگہ کسی کو بیٹھے دیکھتے ہیں یا اپنے بزرگ
کا کپڑا کسی کو پہنے دیکھتے ہیں تو ناگوار سمجھتے ہیں اور مقامی نزع ہوتے ہیں تو جو کہ ہمیشہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ دیکھا۔ اب آپ کی جگہ دوسرے لوگوں کو بیٹھا دیکھ کر مقتضا طفولیت
اور فرمایا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر اور یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اس کی
فرمائی اور تیرا اپنے ہونے سے بھی نفی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا سچ ہے تیرے باپ کا منبر ہے
باپ کا اور تو بیٹا ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو میرے باپ کا
آپ کی مفارقت کو ذرا دیر ہوئی ہے پھر صاحب تشہید کا اس کو حمل شیعہ میں

پوچھوں کر کے مستدرک جواب ہوا طرفہ فرقا شاہے۔ امر ثانی اگر مقصود بیان استحقاق تھا تو ایسے الفاظ سے بیان کرنا جس میں اندیشہ ثبوت خلاف منصور موخلاف فصاحت اور نہایت مفسد ہے اور کچھ مفید نہیں چنانچہ اس عبارت سے بفرض محال اگر یہ بھی مدعا ہو تو ہرگز یہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پس اگر بیان استحقاق مقصود تھا اور مولانا تشریح صاحب تسدید کے مخالفین کا کچھ غرض نہ تھا تو یوں فرماتے

اپنا اس میں مستحق بھلانے کے لیے	اے لوگو مستحق خلافت بعد میرے یا علی اس لیے
خدا نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہو	دستور کے میرے پھر لوگو رکھیں ان کو مسند میں
پھر علی نے اس کو اپنا کر لیا	اور ابوبکر نے قبضہ خلافت حضرت ولی کے کر
نفسہا وسندہ لا تزال ومن عندہ جدا	چاہیے جس کو میرا ملک مملکت اس کو دیجو
فانہ لیس لہ عندنا	یہ ہمیں کام نہیں ہے

اس دلیل سے کوئی شخص استدلال نہیں کرتا ہے پھر کسی امر کو اسی طرح پیشوائی اور اس میں بیان کرنا اور اسی عبارت میں اس کو کرنا جس میں خلافت مقصود۔ قرب الی اللہ ہو کون عاقل خواہ مخواہ کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بیان استحقاق کا نہیں ہے۔ رشادت سے فلح بلیغ مقصد ہے۔ ہر صاحب دل پر یہ کہ ثبوت بعد ہر نوع اشکال اور استحکام حاصل ہوتی اور مضمون تبلیغ رشد کے معنی عام شامل ہے ارشاد کے ہیں محمد بن مرتضیٰ المعروف ملا محسن تفسیر صافی میں فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ

[illegible]	[illegible]

[illegible] ہے [illegible] فرمایا اللہ سے [illegible] حسب [illegible] استحقاق [illegible] ہیں [illegible] سے [illegible] نہیں [illegible] کہ [illegible] ہیں [illegible] اس سے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

کی خاطر سے تسلیم کریں کہ زالۃ الخفاء کا مصنف ہو ہمارے مجیب نے سمجھا ہے وہ صحیح ہے
ورنہ فی الحقیقت اگر دیکھا جاوے تو ہمارے مجیب اس مصنف ازالۃ الخفاء تک بھی نہیں
پہنچے مگر سو سہی اور اہل علم و انصاف سے پوچھیں ہمدوئے بھی بحالت سابقہ میں اس کو بجواد
مختصر بیان کیا ہے

اصول موضوعہ متعلقہ خلافت کے متعلق لایعنی اعتراضات کا مکرر اور اس کا جواب

قولہ (۱) ... [illegible]

قولہ (۲) ... [illegible]

قولہ (۳) ... [illegible]

قولہ (۴) ... [illegible]

قولہ (۵) ... [illegible]

ان مضمون عرض کیا کہ جب کہ خلافت خلفاء ثلثہ کتاب اللہ و شہادات امر سے ثابت و واقع ہے
تو اہلسنت کو اس کے اثبات کے لئے اصول گھڑنے اور بنانے کی کچھ ضرورت نہیں لیکن ظاہر ہے
کہ خلافت کچھ خلافت خلفاء ثلثہ میں ہی منحصر نہیں ہے اور اگرچہ خلافت خلفاء مقیدہ ثلثہ تھا تاہم
بقرینۂ سیاق عبارت خلافت قسمناز علیہ فیہا ہی معلوم ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ بعد خلافت خلفائے
منصوص راشدہ کے دوسری خلافتوں کے لئے اصول کی ضرورت تھی تو جب یہ خلافتیں خلفائے
راشدہ ثابت ہوگی اور ان کا ثبوت کتاب اللہ سے ہوا اور امر کرنے ان کی حقیقت کی نسبت شہادت
فرمائی تو ان اصول پر ہر خلافت خلفائے راشدہ واقع ہوئی ہیں وہ اصول ثابت ہو جائیں گے اور جو خلافت
ان اصول سے مطابق نہ ہوئی، وہ بھی حق و صحت ہو گی پس اس پر غریب مجیب کا یہ فرمانا
کہ فلاں سے مسلم ہوا کہ خلافت راشدہ کے لئے سوائے کتاب اللہ و شہادات امر کے بھی
اصول ہیں آپ کا یہ فرمانا بجا ہے کہ وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں کیوں کر صحیح ہو
مدعی صاحب عبارت سے ناشی نہیں آیا ہے کیونکہ اوپر اس کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ
مجیب نے کتاب و شہادات کے بھی اصل قرار دیا ہے حالانکہ قصہ سے سوائے عبارت قریب بلکہ
خلاف واقع ہے اس لئے کہ اس بحث اصول سے وہ قواعد کلیہ مراد ہیں جو اپنی جزئیات پر منطبق ہوں
خلفاء راشدین منحصر حادوں اس لئے کتاب و شہادات پر اس کا انطباق نہیں ہو سکتا کہ وہ اصول
ہوں جو خلفاء راشدین کے بعد خلافتوں پر منطبق ہو سکیں جن کا ہونا ثابت کیا تھا کہ خلافت
خلفاء راشدین کتاب و شہادات سے ثابت ہوئی ہیں لیکن چونکہ اصول کہنے سے مستنبط ہیں وہ اصول
وقوع خلافت کے لئے ضرور نہیں ہیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو خلافت ان اصول
پر نہ ہو وہ خلافت نہ ہو بلکہ ہر خلافت جو خلفاء راشدین سے پیدا ہوئی ہے اپنی اصول
خلافت کے مقتضیٰ ہے اور ان کا اظہار ہو گا تو ان اصول کے ہوگا، پس ہمارے مجیب
نے ان اصول کو خلافت پر منطبق ہونے کے لئے سمجھا ہے اور اس کو اعتراض کا مصداق بنایا ہے
ہمارا مطلب ان اصول سے یہ نہیں ہے بلکہ ہمارا مطلب اصول خلافت و وقوع کا مصداق ہے
اس کو مجیب نے نہیں سمجھا ہے اور اس کو نہ سمجھ کر اعتراض فرمایا ہے تاہم ہم نے مجیب کے
اعتراض کا جواب دیا ہے اور اس کو بھی ہم نے اس کے اعتراض کے
اصول پر منطبق ہونے کے لئے

شہادت دیتے ہیں بلکہ بعضم لبعض شہادت، دیتے ہیں اور اس کو کوئی مانع نہیں پس اپنے سوائے کسی کی خلافت پر شہادت کے معنی دریافت کرنا بالکل لغو اور بے معنی ہے۔ ساتویں یہ فرمانا کہ اگر وہ ائمہ ہیں تو خود خلفاء راشدین ہیں الخ فی الجملہ مسلم ہے لیکن یہ قضیہ محض ایک وجودی حکم پر دلالت کرتا ہے اس سے نفی غیر کی سمجھنا سراسر غلط ہے۔ پس عبارت، حصر کے معنی بلاغیار ظاہر ہیں یا بایں معنی کہ جن حضرات کی امامت کے ہم معتقد ہوا نھیں کی شہادت سے خلفاء ثلثہ کی خلافت راشدہ ثابت ہوتی ہے یا یہ کہ جو متفق علیہم امامین ہیں ان کی شہادات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے ثلثہ راشدہ ہیں یا یہ کہ وہ ائمہ جن کی خلافت و امامت اپنے زمانہ میں راشدہ متفق علیہ ہے ان کی شہادات ثابت کرتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ سابقہ خلفائے راشدہ ہیں اور ان ہر سہ توجیہات میں کچھ نقص نہیں پس اگر اب بھی آپ نہ سمجھیں اور بحث و جدل کریں تو خدا سمجھے۔

قول: اور ثبوت کتاب اللہ اور شہادات ائمہ کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔

اقول: اس کا جواب الجواب بھی وہیں ملاحظہ فرما لیجئے گا۔

قال الفاضل المجیب: اور بخلاف حضرات شیعہ کے، ان کے اصول ثلثہ باوجود یکہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں مستلزم دور ہیں یا لغویت اور یا آخرین کا اولین سے ثابت ثابت ہونا اور ہر دو مصادرہ علی المطلوب علی الاصول ہیں مسئلہ بالکل باطل ہے۔ اقول: اصول مشترکہ نسبت آپ کا یہ کہنا کہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں دعوی بلا دلیل ہے اگر کوئی دلیل عرض فرماتے تو تعرض کیا جاتا۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ: سبحان اللہ ہمارے مجیب بیچارے نے ہر ادعا، مناظرہ دانی، خود ہی اپنی تحریر سابقہ میں اپنے اصول ثلثہ کی نسبت اپنے خلاف منصب ہے دیں دعوی فرمایئں کہ ہماری مقدمہ ثلثہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اور جب مانع نے اس کے ثبوت کو منع کیا تو اسے اس سے منع پر دلیل کے طالب ہوتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ہمارا منصب کیا ہے اور اس کا منصب کیا ہے، منصب ہی کو چھیڑ دے سکتے کہ یہ مصادرہ کہ دعوی کس کو کہتے ہیں اور منع کیا چیز ہے اور دلیل کا محتاج کون ہے اور کون نہیں پھر اس پر یہ کچھ من ترا نیاں۔

قول: معہذا اصول عصمت کے دونوں جزو یعنی عصمت خلفاء ثلثہ کے حضرات

اہل سنت بھی قائل ہیں اگر شیعہ کے اصول ثلثہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں تو حضرات ان شرطوں کو کن دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔

اقول: یہ وہی غلطی ہے جو بارہا ہمارے مجیب لبیب سے سرزد ہوتی ہے اور ہم متنبہ کر چکے ہیں اور اب بھی ہم متنبہ کرتے ہیں کہ حضرت یہ آپ غلط سمجھے ہوئے ہیں اہل سنت ہرگز ان شرائط کو شرائط نہیں جانتے آپ وجود کو اشتراط سمجھ رہے ہیں جو منشاء اس غلطی کا ہے حالانکہ بداہۃ وجود اور اشتراط میں یوں بعد ہے جو اطفال مدرسہ پر بھی مخفی نہ ہوگا۔

قولہ: یہ کب ہو سکتا ہے کہ اہل سنت غیر شرعیہ دلائل سے کسی امر کے قائل ہوں۔

اقول: بے شک آپ نے یہ صحیح و درست فرمایا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اہلسنت کسی امر کے بدقیام دلائل شرعیہ قائل ہوں اور یہاں تک متمسک بشرع ہیں کہ ان کے یہاں توحسن و قبح بھی شرعی ہے وللہ الحمد والمنۃ ما شہدت بہ ناعداہ۔

قولہ: گو خلافت پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو۔

اقول: کیوں حضرت اسے کیا کہتے ہیں پس اپنی اصلی حالت پر آگئے ابھی حضرت کیا آپ کے نزدیک کتاب اللہ دلیل شرعی نہیں لیکن اس رسالہ میں تو آپ اس کی قطعیت کا اعتراف فرماتے ہیں گو آپ کے اکابر علماء کے خلاف ہو چنانچہ اس موقع پر انشاء اللہ ہم اس کو ثابت کریں گے پھر خلافت کے بارہ میں کیوں قابل قبول نہیں اگر ائمہ نے تقیۃً کچھ فرمایا ہو تو حق تعالی نے شاید تو تقیہ نہیں کیا ہوگا، اس کو بتائیں صادق رہیئے اور اپنے علماء کی ولایت کو اس شان سے تقیہ نہیں کیا ہوگا، اس کو بتائیں صادق رہیئے اور اپنے علماء کی ولایت کو اس کے ساتھ میزان انصاف میں تولیئے تو معلوم ہو جائے گا کہ اہلسنت بلا دلیل شرعی خلافت کے قائل ہوتے ہیں یا ہر دل و لکن اللہ یہدی من یشاء۔

امامت کو خلافت کے برابر بلکہ اس سے زائد اقرار دینے کی شیعہ جسارت اور اس کا جواب

قولہ: چونکہ دور کا ذکر آپ نے بار اجمال کیا ہے لہذا جواب بھی گذارش کر ہر سہ آپ کی کتب عقائد و غیرہ سے یہ سہ شرائط خصوصا پہلی دو شرطیں یعنی افضلیت و نص تو ضرور ثابت ہیں مگر ہمارے مقدمہ میں ان سے انکار ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالی وہ دو شرطیں ان کا ذکر بھی تمہ

تفصیل سے آئے گا، مگر یہاں اس قدر گذارش ہے کہ اگرچہ آپ امامت میں ان شرائط کے منکر ہیں مگر ثبوت نبوت میں تو ضرور ہی قائل ہوں گے جو جواب آپ وہاں فرمادیں، وہی جواب ہماری طرف سے امامت میں کر ثانی نبوت ہی قبول فرمایئے۔

اقول: یہ غلطی وہی ہے جس پر بارہا متنبہ کیا جاچکا ہے کہ اہلسنت کی نسبت تسلیم اشتراط افضلیت ونص کا مبنی محض ایک خفیف التباس پر ہے جو ادنی طلبہ پر بھی واضح ہوسکتا ہے باقی رہا الزام دور کے جواب میں جو بطور الزام ارشاد ہوا ہے کہ اہلسنت شرائط ثلثہ کی اگر امامت میں منکر ہیں تو نبوت میں تو ضرور قائل ہوں گے سو جو جواب اس دور کا وہاں دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے یہاں قبول کریں اس الزام کا مدار محض اپنے گمان پر ہمارے مجیب لبیب نے رکھ چھوڑا ہے، کیونکہ فرماتے ہیں اگر ثبوت نبوت میں تو ضرور قائل ہوں گے، اقول چاہیئے تھا کہ شرائط ثلثہ کا اشتراط اہل سنت کے نزدیک ثابت فرماتے اور بعد اس کے الزام دیتے اب بھی اگر کچھ ہوش اور خیال ہو تو سلم اللہ لیکن پتے اس سے شرائط اور لوازم میں تغایر اور اثنینیت سمجھ نہیں معہذا اگر نبوت مثلاً نص پر موقوف ہو اور نص موقوف نبوت پر تو البتہ دور لازم آئے لیکن ہم کہتے ہیں کہ نبوت کا توقف محض اعتبار اور اصطفاء خداوندی پر اور ظہور اس کا موقوف معجزات پر ہے نہ نص پر بخلاف شرائط ثلثہ امامت کے کہ امامت موقوف نص پر اور نص موقوف عصمت وافضلیت پر اور عصمت افضلیت موقوف امامت پر تو امامت اپنے نفس پر موقوف ہوئی اور یہ بین دور ہے قطع نظر اس سے ان ہی شرائط ثلثہ میں جو دوسری خرابی آپ ہی کی تقریر سے لازم آئی وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے وہ یہ کہ آپ نے امامت کو ثانی نبوت قرار دیا تو لامحالہ یہ شرائط ثلثہ امامت نبوت کی بھی شرائط ہوں گی۔ تو ہم ایک قیاس بنائیں گے جس کا بہری وانتیجہ یہ ہوگا جو آپ اپنی تحریر سابق میں تحریر کرآئے ہیں وہ یہ کہ اس میں یہ شرائط متحقق ہوں وہ ماموریت ونائب رسول ہے، قیاس اس طرح ہوگا۔ الرسول یوجد فیہ ھذہ الشرائط وکل من یوجد فیہ ھذہ الشرائط فھو امام ونائب عن الرسول ینتج الرسول نائب عن الرسول اور یہ ہر بین ہے اور لزوم بطلان کے جواب میں تو آپ طرح ہی دے چکے، معلوم ہوتا ہے کہ شاید سمجھے بھی نہیں ورنہ اسے بھی نبوت کے معارضہ فاسدہ سے ٹالتے۔

اقول: اور لزوم مصادرہ علی المطلوب آپ کے ہی پچھلے قول سے ثابت ہے۔

اقول: اے جناب گستاخی معاف ہے آپ مصادرہ علی المطلوب کی تعریف سیکھئے

اس کے بعد اعتراض کیجئے۔ اس کا کیا علاج کہ آپ یہ ہی نہیں جانتے کہ مصادرہ علی المطلوب کس کو کہتے ہیں یہ آپ کا عذر کافی نہ ہوگا کہ میں محض فارسی خواں ہوں۔

قال الفاضل المجیب: قولہ۔ پس اگر جناب مخاطب کو اصل اختلاف میں بحث منظور تھی تو اول صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان وفضائل میں بحث شروع کی ہوتی جو آخر منجر بہ بحث امامت ہوتی، اقول۔ مجھ کو کسی اختلاف میں خواہ اصل ہو خواہ فروع بحث کی ضرورت نہ تھی کیونکہ کتب مناظرہ فریقین موجود ہیں اور ان میں ہر قسم کی بحث لکھی ہے منصف وحق کے طالب کے لئے کافی ہے، صرف پاس خاطر عزیز عنایت فرمائی دلی جن کا حال شروع میں تحریر ہوا یہ سوال لکھا گیا اور اب جو کچھ لکھا جاتا ہے یا لکھا جائے گا محض ان کی خاطر سے ہوگا۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: اے جناب۔ آپ اصل منشا۔ سوال ہی نہیں سمجھے آپ نے اپنے سوال میں تحریر فرمایا تھا فرقہ اہل سنت وجماعت وشیعہ اثنا عشریہ میں اگرچہ اصول وفروع سب سے اختلاف ہیں مگر بہت بڑی مخالفت امر خلافت میں ہے) تو اس تمہید میں جناب نے گویا ظاہر فرمایا تھا کہ علت تخصیص بالبحث مسئلہ خلافت کے اس کی اعظمیت ہے بندہ نے اس پر یہ عرض کیا کہ اگر یہ ہی علت ہے تو اصل سے نزاع معاملہ صحابہ ہے اس پر جناب اپنی ضرورت کا قصہ لے دوڑے بندہ نے کہ جو آپ کی ضرورت کا اثبات کیا تھا جو آپ نے اس سے تبری وتحاشی فرمانی شروع کی اور ہم نے مانا کہ اصل غرض تحریر سوال سے پاس خاطر عزیز عنایت فرمائی دلی تھا لیکن یہ تو جناب نے تحریر کیوں نہیں فرمایا کہ اصل فرمائش ان کی یہ ہی تھی کہ مسئلہ امامت میں ہی سوال لکھا جائے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مدعا یہ تھا کہ کسی مسئلہ میں بحث شروع ہوجائے کیونکہ وہ خود چنداں اس مسلک سے واقف نہیں تھے لیکن یہ تعیین مسئلہ جناب نے بسرور خود مناسب سمجھ کر فرمائی سو یہ عذر پاس خاطر عزیز کو بھی بجا نہیں۔

قول: پہلے گذارش ہوا کہ اصل اختلاف ماخذ مسائل دین ہے نہ محض فضائل بعض صحابہ۔

اقول: اسی جگہ یہ بھی عرض ہوچکا ہے کہ اس اصل کی اصل بھی وہ ہی معاملہ صحابہ ہے کیونکہ ان کی عدالت اور عدم عدالت باعتبار ان اوصاف کے ہے جن میں فریقین اہلسنت وشیعہ باہم مختلف ہیں

شیعہ کو جملہ صحابہ کے ایمان وفضائل میں گفتگو ہے

قولہ: حضرت نے یہاں محض لفظ صحابہ تحریر فرمایا جس سے سمجھا جائے کہ شیعہ کل صحابہ کے فضائل وایمان میں گفتگو رکھتے ہیں حاشا وکلا یہ ہرگز نہیں کہ کل صحابہ کے فضائل کے منکر ہوں یا کل کے ایمان میں کلام ہو بلکہ بعض کے فضائل وغیرہ کی نسبت البتہ گفتگو ہے۔ اور یہ صرف ایں حق ہی نہیں سکتے بلکہ حضرات اہلسنت کا بھی یہی حال ہے یا کہ پتہ ثابت کیا گیا ہے کہ کل صحابہ کے فضائل سے یہ حضرات بھی قائل نہیں۔

اقول: شروح رسالہ میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے کہ علماء شیعہ کو کل صحابہ کے فضائل وایمان میں گفتگو ہے یا بعض کے اور اس جگہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرات شیعہ علی الخصوص ہمارے مجیب کو تمام صحابہ کے فضائل وایمان میں گفتگو ہے کیونکہ ان کے نزدیک معصیت خلاف عصمت ہے اور صحابہ میں سے بالاتفاق کوئی معصوم نہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سب صحابہ سوائے گنتی کے چند نفر یعنی جو جنگ سے فرار کر چکے اور بعد انتقال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ سوائے مقداد کے حسب روایات عالیہ مذکورہ سابقہ ہو چکے تو فرمائیے وہ کون سے صحابہ ہیں جن کا ایمان اور جن کے فضائل ومحامد متفق ہیں اور بفرض محال اگر پانچ چار بلکہ اس سے بھی ہوئے تو ان کے ثمر میں کس قدر دیں منسوب ہوں گے باقی رہا ان کی نسبت یہ افترا کہ وہ بھی کل صحابہ کے فضائل کے قائل نہیں محض دھوکہ دہی اور افترا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک تو کوئی بھی امت اولی عزمی کے رتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا مگر پھر بھی عصمت صحابہ مسلم نہیں پس ثابت ہے کہ اہلسنت صحابہ کی خطایا ان کی مذمت کے دعوے بیان کرنا کسی بے سود ہوگا ہاں سنت کو ہاں اور ایمان کے فضائل کا معترف ہے ان کی عصمت مسلم نہیں تو ان کو یہ روایات کچھ مضر نہیں

قولہ: فضائل بیک حرف بعض کو آپ کے نزدیک صحابہ میں سے ثابت ہیں [illegible]
پیشرو مردود ان جناب [illegible] تحریر فرماتے ہیں

اقول: [illegible] جو [illegible] ہے [illegible] جناب سے [illegible] سے ثابت ہے [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہ

آیا اور مرتبہ حق الیقین کا کیونکر حاصل ہوا۔ ہم جہاں تک تحریر کو دیکھتے ہیں اس سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اور کیا عجب ہے شاید بعض اوقات میں آدمی کو غلطی پر بھی اعتماد اور وثوق ہو جاتا ہوگا جیسے بعض بے وقوف اپنے آپ کو دانشمند تصور کر لیتے ہیں اور بعض جاہل اپنے زعم میں عالم بن بیٹھے ہیں آخر آپ کو معلوم ہوگا کہ علماء نے ایک قسم یقین کا جہل مرکب بھی تو قرار دیا ہے جو اعتقاد جازم خلاف واقع کا نام ہے۔

قول: مگر چونکہ اس مسئلہ میں پہلے سے گفتگو تھی جیسا کہ گذارش ہوا اور واقعی یہ بھی مسئلہ اہم تھا اس لئے اس کو چھیڑ گیا۔

اقول: یہ عذر جناب نے اسی تحریر میں فرمایا اگر اصل میں اس کو خاطر فرماتے تو کچھ گفتگو نہ تھی۔ باقی رہا اہمیت متنازعہ فیہا اس مسئلہ کی تو آپ ثابت کر ہی نہ سکے اور جو کچھ ثابت فرمایا وہ مفید مدعا نہیں تو اختصار اہمیت اس مسئلہ میں جس کا دعویٰ اس عبارت سنہ میں کیا گیا ہے بالکل غلط اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔

قال الفاضل اللبیب: قوله: پس بپاس خاطر مستطاب آپ کے گذارش کرتے ہیں۔ جناب مخاطب مدعی ہیں کہ شروط ثلثہ امامت یعنی نص و عصمت و افضلیت ادلہ عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں تو اول جناب کو لازم ہے کہ تعریف امامت کی فرماویں اور بعد اس کے شروط ثلثہ میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے ہر ایک کو دلائل موعودہ سے ثابت فرماویں۔ اقول: آپ کی اس سخاوت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ: حضرت سلیم۔

قول: مجھ کو امید ہے کہ بفضل اللہ آپ امامت اور عصمت و افضلیت کی تعریف بخوبی جانتے ہوں گے مگر خیال میرے اس قول اور اپنے اصول خلافت جو لکھیں پہلے ان کی تعریف صراحۃً فرما کر کے مطلب کرنے کے لئے ایسا تحریر فرمایا۔

اقول: میں جانتا ہوں خواہ نہیں جانتا آپ سے دریافت کرنے میں کیا حرج ہے میں جانتا ہوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ آپ اس کے موافق ہوں معلوم ہوا جب کہ آپ کو ہمیں مسائل میں وثوق و اعتماد ہے اور حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے تو محض پوچھنے ہی پر مطلب [illegible] کیوں لجھاتے ہیں اور جب نہ بتانا تھا شکایت کیوں ہوتے جاتے ہیں [illegible]

اور اس کی شرائط کی تعریف بخوبی جانتا ہوں گا اور جس جگہ امامت کے فروع میں ہونے پر میں نے مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے وہاں کیوں ایسے ناخوش ہوئے کہ میرے جاننے کو بھی بے علمی سے تعبیر کیا۔

قول: افسوس کہ جناب نے میری عرض قبول نہ فرمائی۔ میں آپ کے ارشاد کی تعمیل بسر و چشم کرتا ہوں متوجہ ہو جیئے۔

اقول: جناب کا ارشاد بے موقع و بے محل تھا اس لئے کہ مدعی ہو کر اپنے مدعا کے اثبات سے گریز و اعراض کرنا اور دوسروں سے مطالبہ اثبات مستقیم تصور کرنا بے محل تھا اس لئے جناب سے مطالبہ کیا گیا جب جناب اپنے واجب سے سبکدوش ہو جائیں گے اور اپنے دعوے کو خصم پر ثابت فرماویں گے تو البتہ اس وقت جناب کو استحقاق مطالبہ دلیل ہوگا ورنہ مخرط القتاد باقی رہا بندہ کی گذارش قبول فرمانا تو جب نے اپنا ذمہ ہی وجوب سے بری تو خود فارغ کیا ہو اور فی الحقیقت صحیح ہو یا نہ ہو اس کا بندہ ممنون عنایات ہے۔

قول: امامت کی تعریف یہ ہے دین دنیا کے جمیع امور میں نیابت پیغمبر سے کل امت کا مقتدا و پیشوا ہونا۔ عصمت ایسی حالت سے مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کے لطف و عنایات سے کسی شخص میں ثابت ہو کہ اس حالت کے سبب سے باوجود قدرت کے بدی و گناہ کی خواہش و رغبت اس شخص سے منتفی ہو جاوے۔ نص سے یہ مراد ہے کہ خدا و رسول سے صاف کلام اس کی امامت کی بابت صادر ہو۔ افضلیت سے یہ معنی ہیں کہ کل امت سے جس کا امام ہو صفات حمیدہ و اخلاق مستحسنہ میں افضل ہو۔

بحث تعریفات شرائط ثلثہ میں جرح قدح

اقول: یہ تعریفات ہو جو چند محل بحث ہیں۔ اول یہ کہ امامت کی جو تعریف فرمائی ہے یہ تعریف لفظی ہے یا حقیقی ہے یا لفظی یہ تعریف لغوی ہے یا اصطلاحی اگر اول ہے تو بے محل اور غیر مفید ہوگی۔ لغات کے اس لفظ کے یہ معنی پائے بھی نہیں جاتے اور اگر ثانی ہے اور اصطلاح شرع ہے یہ تعریف شرع سے تو قائل اتفاق نہیں اور اصطلاح شرع ہے تو سبحان شارع سے اس کو ثابت و واجب سے ورنہ دعویٰ ہے بلا دلیل ثابت سے [illegible]

قاعدہ دلیل حقیقت شرعیہ ہونے کے ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حد اپنی محدود پر منطبق نہیں کیونکہ جامع نہیں، حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم کی نسبت ارشاد فرمایا،

إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا۔ میں تجھ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

اور نیز انبیاء کے باب میں ارشاد فرمایا،

وجعلناهم ائمة يهدون بامرنا۔ ہم نے ان کو امام بنایا کہ ہمارے حکم کی ہدایت کریں۔

اور بدیں سبب کہ انبیاء کی امامت باعتبار تعریف مذکور کے صحیح نہیں ہے ثانیاً سلمنا کہ یہ اصطلاح شرعی اور حقیقت شرعیہ ہے تو جس جگہ بلا قرینہ صارفہ اس کا اطلاق ہوگا یہ ہی معنی مراد ہوں گے تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام کے قول کو نہیں مانتے اور جو کچھ امام علیہ السلام نے نسبت تشہیر فرمایا ہمارا امام عادلان اس میں کیوں معنی حقیقی شرعی مراد نہیں لیتے اور کس واسطے تاویلات بعید از عقل فرماتے ہیں ثالثاً یہ تعریف مانع بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف ان انبیاء پر بھی صادق آتی ہے جو کسی رسول کے بعد اس کی شریعت کے احیاء کے واسطے بعد اندراس مبعوث ہوئے حالانکہ بالقطع اس اصطلاح کے ان کو امام اور خلیفہ راشد نہیں کہتے۔ رابعاً عصمت کی تعریف حالت کے ساتھ فرمائی ہے کہ جس کے ثبوت پر مثبت کریں اس کے سبب سے معصیت کی رغبت منتفی ہو جاوے اور یہ غلط ہے کیونکہ عوام مومنین میں بھی بعض اوقات یہ حالت بعنایت الٰہی پیدا ہو جاتی ہے کہ رغبت معصیت اس حالت کے سبب اس وقت منتفی ہو جاتی ہے اور اس کا انکار مکابرہ ہے حالانکہ آپ اس کو عصمت نہیں فرماتے اور تعریف عصمت اس پر صادق آتی ہے ہاں اگر عصمت کے ساتھ تعریف کی جاتی تو شاید صحیح ہوتی کہ اس میں معنی رسوخ کے ہیں اور حالت میں معنی زائد ہیں کہ، خامساً لفظ خواہش و رغبت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدون رغبت کے مثلاً معصوم سے معصیت کی حالت میں صدور معصیت جائز ہے حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں ہیں، سادساً عصمت کی آپ نے توصیفات سے کنایۃً بلکہ تلویحاً تک بھی ائمہ پر ثابت کر دیا جو خواہش و رغبت کرنے والے کو تلویحاً حاصل ہوں،

قولہ: جس وقت ان کا نفس خلاف ہے ان کے نفس کی مخالفت کی موافقت ہے ان کے

ہے تو پھر عصمت کس کا نام ہے۔ سابعاً افضلیت کی تعریف میں تو جملہ صحیح لکھ کے پھر اس کا تار عنکبوتی خرچ کرنا اور اس تعریف کو اپنے معرف پر محمول نہ فرمانا کیا ہوا،

یہ بھی تامل فرما کر دیکھ لیجئے کہ دور مصرح لازم آتا ہے یا آپ کا وہ ہی مصادرہ علی المطلوب اور بعد اس مرحلہ کے یہ بھی تحقیق کیجئے گا کہ مبنی افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ پر ہے اور مدرک بالعقل ہے یا مدار کثرت ثواب اور قرب من اللہ تعالیٰ پر ہے اور غیر مدرک الا بالشرع بعد ان سب امور کے اپنی تعریف صحیح فرما کر درج جواب کیجئے گا، چونکہ خوف طوالت تھا اس لئے مختصراً اعتراضات بتداخل بعضہا فی البعض عرض کر دیئے،

عصمت انبیاء اور عصمت ائمہ کے شیعہ نقطہ نظر پر جرح

قولہ: اور ان ہر سہ شرائط کے دلائل کی نسبت اگرچہ اس قدر گذارش کافی ہے کہ جب ثانی مرتبہ نبوت ہے اور نیابت نبی سے مراد ہے پس جو دلائل کہ عصمت انبیاء پر دال ہیں وہی بعینہ یا کچھ تغیر سے عصمت ائمہ پر دال ہوں گے اور من غالب ہے کہ عصمت انبیاء کے آپ قائل ہی ہوں گے افضلیت خلفاء کے آپ معتقد ہیں نص کے باب میں بھی آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل سنت نص کے علی الاطلاق منکر نہیں پس اس صورت میں ہم کو ہر سہ شرائط کے دلائل کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر چونکہ آپ نے بپاس خاطر یہ بحث منظور فرمائی ہے اس لئے اس کی رعایت ہم کو بھی ضرور ہے،

اقول: یہ تقریر و تعریب بالکل ناتمام بلکہ غلط ہے اگر ثانی مرتبہ نبوت سے نیابت کے علاوہ کوئی دوسرا مرتبہ مراد ہے تو اس کی شرح کرنی چاہیئے اور اس کا ثبوت پیش کرنا چاہیئے اور اگر نیابت ہی مراد ہے اور جملہ (نیابت نبی سے مراد ہے) بعنف تفسیری واقع ہے تو مسلم لیکن یہ کہنا کہ جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہوں گے وہی بعینہ عصمت ائمہ پر دال ہوں گے سراسر غلط ہے کیونکہ اس کا مدار اس پر ہے کہ اصل میں جس قدر اوصاف ہوں گے وہی فرع میں بھی ہوں گے حالانکہ یہ بالبداہۃ غلط ہے ہاں اگر آپ میں اوصاف اصل و نائب تشابہ فرماتے تو مضائقہ نہ تھا اور اگر یہ مراد ہے کہ بعض اوصاف اصل نائب میں ہوتے ہیں تو قطع نظر ترجیح بلا مرجح کے یہ آپ کا قیاس غلط اور باطل ہوگا عصمت انبیاء کا میں قائل ہوں اور اس امامت کو احیاء شرائع دین اور حراست شعائر اسلام میں نیابت نبوت اختیار کرتا ہوں مگر بوجہ اس کے اوصاف نبوت کو نبی کے ساتھ مختص سمجھتا ہوں اور اوصاف امام کو اس کے ساتھ اور عصمت لوازم نبوت سے ہے پس میں نبوت عصمت کے لئے امام میں بجائے دلائل

کے امامت کو صرف نیابت نبوت کا ہونا کافی سمجھنا محض ہمارے مجیب کی ناجائز تقلید ہے کیونکہ یہ ہی فضلی آپ کے شہید ثالث وغیرہ کو بھی سد راہ حق ہوتی وہ مجالس المومنین کے ذکر محمد بن بابویہ قمی میں فرماتے ہیں زیرا کہ امام قائم مقام نبی ست در جمیع امور مگر در اسم نبوت و نزول وحی اور اگر زیادہ تتبع کیا جاوے تو نزول وحی کا بھی مختصات نبوت سے ہونا باطل ہوگا اپنے امام کلینی کی حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

عن ابی جعفر ان علی بن ابی طالب کان محدثا وھو الذی یاتیہ رسول اللہ فیکلمہ ویسمع صوتہ ولا یراہ ثم قال ھذا ھو الصعوبۃ من التعنت۔	امام محمد باقر سے مروی ہے کہ حضرت علی محدث تھے۔ (یہ محدث وہ ہوتا ہے کہ جس کا معرف فرشتہ بھیجے اور وہ اس سے بات چیت کرے اور اس کی آواز سنے اور صورت نہ دیکھے

اور کتاب مختوم بخواتم الذہب اور مصحف فاطمی اگر بطور وحی کے نازل نہیں ہوئی تو کیونکر ان کی کیفیت معلوم ہوتا ہے کہ شاید خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثل نکاح چار سے زائد اور بے نفس سے نکاح کا ہونا وغیرہ مختص بہ نسبت عوام امت کے ہیں نہ نسبت ائمہ کے تو بس یہ اصل آپ کی اور آپ کے اہل نحلت کی ہی مسلم ہے نہ اہل حق کی اور اپنے مسلمات سے خصم کو الزام دینا یہ آپ جیسے مناظرہ دان ہی کا کام ہے علاوہ اس کے یہ محض قیاس ہے جس کو آپ فروع میں بھی قابل اعتبار نہیں سمجھتے تو معلوم نہیں کہ ایسی کیا مجبوری پیش آئی کہ جس کی بدولت اصول عقائد میں اس کو تشبث کر کے مستدل قرار دیا معہذا یہ دلائل آپ کے مدعا کو کیونکر ثابت ہوں گے کہ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلائل عصمت انبیاء پر باعتبار اس مذہب کے وارد کئے ہیں کہ جس میں انبیاء کی عصمت صرف زمانہ نبوت میں تسلیم کی گئی ہیں اور عصمت معتقد علیہا سائل جس کے آپ اثبات کے درپے ہیں وہ ہی جو صغائر و کبائر سے سہواً و عمداً از عہد نابالغہ ہو تو حسب مدعا پر آپ یہ دلائل وارد فرما رہے ہیں خصم ہمیں ان سے تحت نانا بالکل لغو اور باطل ہے پس میرا انبیاء کی نسبت عصمت کا قائل ہونا ائمہ کی عصمت کو مستلزم نہیں اور آپکا قیاس قیاس مع الفارق اور غلط ہے۔ باقی رہا شرائط فضیلت و نقص نے نبوت میں صرف میرے ہی رد فضیلت کو بر خلاف کی نسبت ہی کافی سمجھا اور میرے اس قول کو حقی خیال کرنا کہ امامت میں خلاف ہے منکر نہیں ورد پر بھی عمدہ ہے جو دلائل علیہ بھی ذکر کریں اور ہمارے علماء نے ان شرائط میں بحث کی ہے دور نہ ہو گئے ہیں اب میں تحریر سے صاف

واضح ہو گیا کہ ہمارے مجیب لبیب کو ہر سہ شرائط کے دلائل کے بیان کرنے کی کس قدر ضرورت تھی لیکن کیا کریں ہمارے پاس خاطر کی رعایت لابدی تھی اس لئے جب کوئی دلیل بہم نہ پہنچی تو امام رازی کے ہی دامنوں میں پناہ لی ولات حین مناص۔

قولہ: لہٰذا گذارش ہے کہ اگرچہ دلائل عقلیہ و نقلیہ عصمت امام پر بے شمار ہیں اور ان میں سے بہت سے ہمارے علماء کرام نے کتب مبسوطہ کلامیہ میں تحریر فرمائے ہیں مگر یہاں صرف اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ آپ کے محققین فحام نے بھی ان کو لکھا ہے تاکہ آپ کو بھی جائے اعتراض نہ رہے، بیت

خواہی کہ شود خصم تو عاجز و سخن — می بند بکار قول پیران کہن
خصم از سخن تو چون نگردد ملزم — او را بسلاحہائے خودش ملزم کن

اقول: اے حضرات اہل انصاف ہمارے مجیب کے شیوہ میزانصاف کو دیکھنا چاہئے کہ اس میدان مرد آزما میں کس قدر طریق عدل سے منحرف ہے کہ مبحث اثبات عصمت ائمہ از مرآۃ العقول میں دلائل عصمت انبیاء کے جو زمانہ نبوت میں ہی تسلیم کی گئی ہے پیش فرماتے ہیں اس کا تفصیل مجمل گذشتہ قول کے تحت میں عرض کر چکا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر ہر دلیل کے ساتھ اس پر جرح و قدح کر کے اس خطا پر متنبہ کروں گا کہ جو ہمارے مجیب اور ان کے ہم مشرب کو واقع ہوئی ہے پھر بایں ہمہ خوش بحکس نازد فتی را سے ربانی ترجمہ جواب فرماتے ہیں

بحث عصمت

قولہ: پوشیدہ نہ رہے کہ امام فخر الدین رازی صاحب نے سورہ یوسف میں عصمت انبیاء پر قائم کی ہیں کہ وہ سب بغیر تسلیم عصمت ائمہ میں بھی جاری ہیں نظر خلق ان میں سے بعض لکھے جاتے ہیں حضرت مجیب تفسیر کبیر ملاحظہ فرمائیں امام صاحب موصوف سورہ یوسف پارہ اول رکوع ۴ میں زیر قولہ تعالیٰ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عصمت انبیاء میں اختلاف مذاہب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں [illegible]

اقول: [illegible]

اثبات اشتراط عصمت امہ کی پہلی دلیل کا ابطال

جریان اسی وقت ممکن ہے جب کہ نبوت ہو اور جب نبوت نہیں تو امت کہاں ہوگی کیونکہ امت بعد بعثت ہوگی اور جب امت نہ ہوئی تو اقل درجہ ہونا اور صورت عدد اور معصیت لازم نہ آیا تو عصمت قبل نبوت ثابت نہ ہوئی تو اس دلیل سے عصمت قبل الامامت کیونکر ثابت ہو گی پس ہمارے حضرت مجیب ذرا انصاف سے ملاحظہ فرماویں کہ یہ دلیل عصمت ائمہ میں کیوں کر جاری ہو سکتی ہے۔

قولہ: پھر امام صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ ثانیہ ان بتقدیر ان اقدامہ علی الفسق یجب ان لا یکون مقبول شہادۃ بقولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا انتہ

متبول الشہادۃ واذا کان اقل درجاتہ من عدول الامۃ وکیف لا نقول ذلک والعلۃ فی

الاولویۃ والمسالۃ الاجماعیۃ یشہد علی۔ اللہ تعالیٰ بانہ شرع ھذا الحکم وذات ایضا فیہ

یوم القیمۃ شاھد علی۔ وکما یقولہ تعالیٰ لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول

علیکم شہیدا۔ چونکہ امام بھی احکام شرعیہ بیان فرماتا ہے اور شہادت دیتا ہے کہ خدا و رسول نے یہ احکام کہے شروع کیا ہے پس یہ دلیل بھی عصمت امت میں جاری ہے کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں قول خلیفہ کو دین میں حجت اور اختلاف کے دفع کا مخلص فرماتے ہیں چنانچہ مقصد اول کی فصل دوم میں یہ عبارت درج ہے صفحہ ۱۴۲ معہ ترجمہ مترجم کے آخر سے شروع ہوتی ہے۔ واز لوازم خلافت خاصہ آنست کہ قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ بآن معنی کہ تقلید عوام مسلمین اورا صحیح باشد زیرا کہ این معنی از لوازم اجتہاد است و در خلافت عامہ بیان آن گذشت و نہ بآن معنی کہ خلیفہ فی نفسہ بے اعتماد و تسلیہ آنحضرت واجب باشد زیرا کہ این معنی غیر ثابت را میسر نیست بلکہ مراد اینجا منزلتی ست میان منزلتین تفصیل این صورت آن ست کہ آنحضرت حوالہ فرمودہ باشد بعضی امور را بشخصی مخصوص مثل امر والیں یا در شوریٰ مبایعت امر را جیوش آنحضرت مقتضاء امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و این خصلت در خلفاء راشدین چنان مینماید کہ قول زید بن ثابت را در فرائض مقدم باید ساخت بر اقوال مجتہدین دیگر و قول عبداللہ بن مسعود را در قرأت و فقہ و قول ابی بن کعب را در قرأت بر قول دیگران و قول اہل مدینہ را نزد یک اختلاف امت بر قول دیگران آنحضرت بتعلیم اللہ عزوجل دانستہ کہ بعد آنحضرت اختلاف خواہد شد و امت را بعض مسائل بحیرت در مانند رائت کاملہ آنحضرت بر است انتظار فرمودہ مخلص آن حیرت مرتبی الیقین تعیین فرمایند و درین باب حجتی برائے امت قائم کنند این معنی

اور یہ تعریف بداہۃ اس جگہ صادق آتی ہے اب ہم اس کی علت کو دیکھتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ علت منصوصہ تو نہیں ہے۔ تو مستنبط ہوتی پھر اگر آپ معالم الاصول وغیرہ کتب اصول دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ قیاس جس کی علت مستنبط ہو آپ کے نزدیک بالاجماع داخل ہے معالم الاصول میں مذکور ہے۔

والمشترکون جمعوا علۃ وھی امۃ	اور امام مشترک کو علت اور جامع کہتے ہیں الامت
مستنبطۃ او منصوصۃ وقد اجبتم اصحابنا	یا مستنبطہ ہو آپ یا منصوصہ اور جواب دے اصحاب
علی منع العمل بالمستنبطۃ الا من شذ	ہمارے شاذ کے پر اتفاق ہیں کہ مستنبط پر عمل ہے اور
وبکی اجماعھم فی غیر الحدود والکفارات	ہمارے علماء نے اجماع کیا ہے حدود اور کفارات
الوجوب بذکور اھل البیت وبالجملۃ	سے میں مذکور اہل بیت کے ساتھ واجب ہونے
لم یعمل بھا من ضروریات ھذا الباب۔	کا اور بالجملہ نہیں عمل کیا ہے ساتھ

اور بالفرض ہم نے تسلیم کیا کہ علت منصوصہ ہی ہوتی تاہم مشترک جواز عمل کو ہوگی نہ وجوب اعتقاد کیونکہ باب اعتقادات میں ظنیت کو دخل نہیں ہے پس یہ دلیل ثبوت عصمت امت میں بالکل ناکافی ہوئی خاتمہ وصف جلال و شرف جو اولیاء میں موجود ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی معلول کسی علت کا ہے اور وہ علت نبوت ہے یعنی وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت ہو اس سے زیادہ عصمت ہے اور ظاہر ہے کہ وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت واقع ہے اس میں زیادہ مشترک ہے یہ قیاس بھی بعینہٖ جاری کیونکہ علت جامعہ اصل اور فرع میں مشترک ہے نہیں ہے حکم علی المشتق علیہ فافہم پر دلیل ہوتا ہے پس انبیاء پر کفر اس وقت ہونے کا کہا گیا ہے تو اولیاء میں سے کوئی علت نبوت واقع ہے یعنی یہ وصف جس ہو نبی کفر ہو [illegible] علت نبوت اور بالفرض خدا وند تعالیٰ نے [illegible] کفر جبکہ مصدر نبوت ہو تاہم نبوت پر منحصر ہوگا اور جب نبوت پر منحصر ہو تو اس کا مدار عصمت امت بھی نبوت پر منحصر ہوگی پس اگر بعض محال ہو جس عصمت امت میں ہو نبوت سے مجیب کے مدعا کو ثمرت نہ ہوئی کیونکہ مدعی ثبات عصمت امت قبل نبوت ہے اور اس دلیل سے غایت یہ ثابت ہوگا کہ امت زمانہ نبوت میں معصوم ہیں اور ان کا اجماع حجت ہے اور اس دلیل سے کیونکر ثابت ہوگا کہ امت زمانہ امامت میں معصوم ہیں اور ان کا اجماع حجت ہے [illegible] باین وجہ [illegible] عصمت امت سے [illegible] ہوں گے اور ظاہر ہے کہ اس کا

ثابت است برائے خلفا۔ اربعہ انتہی بقدر الحاجۃ۔ پس یہ دلیل بھی عصمت امام میں جاری ہے اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے ثابت ہیں پس وہ جناب بھی معصوم ہیں۔

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی دوسری دلیل ماخوذہ تنسیہ کبیر کا ابطال

اقول: یہ دلیل بھی ثابت مدعا نہیں اور باوجود چند اس میں احتمال ہے چنانچہ وجوہ احتمال جو دلیل اول کے ابطال میں بیان کی گئی ہیں اس دلیل میں بھی جاری ہیں اور علاوہ ان کے اور بھی بعض وجوہ ہیں جو قادح استدلال ہیں پس مختصر انگارش ہے۔ اول اس دلیل کا مدار اس پر ہے کہ رسول بحکم نص تمام امت پر شہید ہے یا بالبداہۃ خداوند تعالیٰ ہر شہید ہے کہ اس نے یہ احکام مشروع فرمائے اور نیز اس پر بھی کہ رسول کا عدول امت سے کردار ہونا یا واضح ہے ہر امام کو دیکھتے ہیں تو وہ بحکم نص تمام امت پر شہید ہے اور نہ خداوند تعالیٰ پر اس کی تشریع احکام کا شہید ہے۔ اول کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا	اور اسی طرح ہم نے تم کو کیا
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ	صدیق کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول
شَهِيْدًا۔	تم پر گواہ ہو

اور اس آیت شریفہ کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے تم کو امت وسط اس لئے بنایا ہے کہ روز قیامت امتیہ پر جب کہ وہ اپنے رسل کی تبلیغ کا انکار کریں گی ان کے رسل کی تبلیغ کی شہادت دو اور رسول تمہارے اعمال کی تزکیہ کر دے اور تمہارے صدق فی الشہادت پر شہادت دیوے تو اس میں حسب قاعدہ اصولی مسلمہ سامع یا مخاطب ان لوگوں کو ہے جو ہنگام نزول آیت موجود تھے یا خیار امت کو یا تمام امت کو بہر کیف اگر یہ شہادت اول مستلزم عصمت ہے تو ہر فرد امت معصوم ہوں گے کیونکہ اس شہادت میں سب شامل ہیں اور شہادت رسول میں حق تعالیٰ نے شاید کسی کو امت میں سے مستثنیٰ نہیں فرمایا اور نیز رسول کی شہادت فی الشہادت کی تمنا کیا کرے جو کسی دوسرے کے شریک کرنے کی ضرورت واقع ہو اور نیز مستلزم اس کو ہے کہ جو شخص خارج امت میں سے شریک شہادت رسول ہو گا اس کی شہادت اپنے صدق دعویٰ پر ہوں دھر ہر ہی بلند اور زیادہ ہے کہ جب یہ شہادت جناب امیر کے رتبے ثابت نہ ہوئی تو عصمت بھی ثابت نہ ہوئی

امر ثانی کی وجہ یہ ہے کہ جملہ

وان لا معنی للنبوۃ والرسالۃ الا ان	نبوت اور رسالت کے سوائے اس کے اور کچھ معنی
یشھد علی اللہ تعالیٰ انہ شرع ھذا	نہیں ہیں کہ خدا پر گواہی دے کہ اس نے یہ اور وہ حکم
الحکم او ذاک۔	مشروع فرمایا ہے۔

کے یہ معنی ہیں کہ رسول جو توسط کسی بشر کے بلکہ بتوسط وحی الٰہی کے یہ شہادت دیتا ہے کہ یہ احکام خداوند تعالیٰ نے مشروع فرمائے اور یہ شہادت قطعاً امام کو میسر نہیں کیونکہ بشہادت شہید ثالث تو متحرک ثابت ہو چکا کہ نزول وحی خاص رسول ہے امام اگر شہادت دیتا ہے تو رسول پر شہادت دیتا ہے اور بواسطہ رسول کے کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے بواسطہ اپنے رسول کے امت کے لئے فلاں حکم مشروع فرمائے اور یہ اور کچھ خلف امام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک علماء و فقہاء و مجتہدین قضات و نواب و وزات وغیرہ سب کے سب اپنے اپنے درجہ کے موافق اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بواسطہ اپنے رسول کے یہ احکام امت کے لئے مشروع فرمائے تو یہ شہادت بھی کسی طرح مستلزم عصمت کو نہیں اور نہ یہ سب فرقہ معصوم ہوں پس اس تقریر سے صاف واضح ہے کہ ہمارے حبیب نے جو عبارت ارشاد فرمائی ہے اس سے استدلال کیا ہے وہ محض غلط اور تلفیق ہے اور اگر بفرض سے بھی ہو تو ازانجا کہ اس کی عبارت سے مثل روز روشن ظاہر ہے اور اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ خلیفہ کا قول بالاستقلال بتوسط تنسیہ رسول ہمارے میں حجت نہیں وہ فرماتے ہیں دلیل اس معنی کی خلیفہ فی خطبہ اظہار برتنسیہ آنحضرت و حسب اطاعت باشد اس عبارت سے جو مطلب بندہ احقر ظاہر ہے وہ اردو فارسی خوان بھی سمجھ سکتا ہے لیکن معذور نہیں ہمارے حضرت حبیب نے باوجود اس ہمہ دانی کیوں کر اس کو اپنا مستدل قرار دیا اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور اگر اور بھی کچھ ذکر کریں تو حضرت کی خوش بختی کی تو ضرور ہی داد دیں باقی رہا یہ حمل کہ جناب امیر کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے ثابت ہے یہ بحث عاشقانہ برتسلیم آنحضرت کا مصداق ہے اگر واقعی ثابت ہے تو بیشک ہم بھی تو آپ کا پایہ علم دیکھیں علاوہ ان کے احادیث احاد کو اگر بالفرض صحیح بھی تسلیم کریں تو آپ حضرت ہی فرمائے ہیں کہ اعتقادات میں احادیث احاد کو کچھ دخل نہیں علی الخصوص جب کہ نص کے معارض واقع ہو معذور رکھے جناب امیر کی شہادت کا سب انکار کیا ہے لیکن یہ شہادت مستلزم عصمت نہیں ہوتا اگر یہ مستلزم عصمت ہوتی تو ہزار ہا ہمارا امت معصوم ہوں گے۔ اور امام امت سے کم درجہ ہونے کی

پہلی دلیل کے جواب میں اس کی بحث گذر چکی ہے ہم بخوف تطویل اس کا اعادہ نہیں کرتے ثانیاً غرض محال اگر جناب امیر کا رسول کی شہادت میں شریک ہونا ثابت ہو بھی تو ہم آپ کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ صرف عصمت جناب امیر ہی کے تو قائل نہیں ہیں بلکہ آپ کے نزدیک ائمہ اثنا عشر باقی بھی معصوم ہیں ان کی شہادت بھی ثابت کیجئے ورنہ ان کی عصمت سے دست بردار ہو جیئے ثالثاً یہ دلیل قابل استدلال مدعا نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات عصمت کا ہے معصیت صغیرہ و کبیرہ سے سہواً ہو خواہ عمداً، اور وہ اس سے ثابت نہیں ہوتا جو اس کی یہ ہے کہ اس دلیل کا مدار و مفہوم تو صدور معصیت کے عدم ثبوت شہادت پر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ امر معصیت کے ساتھ مخصوص ہے جس کا صدور مستلزم رد و شہادت ہو پس جو معاصی ایسے ہیں جن کا صدور مستلزم رد شہادت کو نہیں مثلاً سہو، کوئی صغیرہ گناہ وغیرہ۔ ہو چاہیئے کہ وہ مانع نہ ہو تا کہ اس کا صدور بھی مثل کبائر کے مخل عدالت و مستلزم رد شہادت ہے۔ بعد اس دلیل میں قیاس در قیاس واقع ہے کیونکہ جناب امیر المومنینؑ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کرکے کہ عصمت کا لگایا ہے اور ان کو ائمہ کو جناب امیر پر قیاس فرمایا وہو قیاس مع الفارق۔

قولہ: پھر امروہی صاحب فرماتے ہیں۔ [illegible]

اثبات اشتراط عصمت امامؑ کی تیسری دلیل ماخوذہ تفسیر کبیر کا ابطال

قولہ: تیسری دلیل جس کو اثبات عصمت امامؑ میں [illegible]

کا یہ ہے کہ امامت کو ہم جناب نبوت جیسا کہ خود متقدمین میں ویسا ہی خصم کے نزدیک بھی سمجھ لیا ہے حالانکہ خصم اس کو تسلیم نہیں کرتا اور ہو بھی وصف نبوت بالبداہۃ بالاتفاق ایک ایسا وصف ہے جس میں غایۃ التقرب اور کمال خصوصیت حق تعالیٰ کی جناب کے ساتھ حاصل ہے اور کوئی وصف امامت وغیرہ اس منصب کو بالاتفاق نہیں پہنچتا تو جو مناقات کہ اس وصف عالی کو مدعا استحقاق عذاب دلعن کے ساتھ ہوگی وہ مناقات کسی دوسرے وصف کے ساتھ نہ ہوگی اور جو استخفاف و فساد اس وصف کے ساتھ اجتماع استحقاق لعن و عذاب سے لازم آوے گا وہ کسی وصف کے ساتھ اجتماع سے لازم نہ آوے گا تو پس نبوت میں اس دلیل کے جاری کرنے میں یہ معارضہ پیش نہیں ہو سکتا علاوہ اس کے یہ جواب فرماتے ہیں کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر و اولاد امجد ظاہر میں مستحق لعن و عذاب دائمی سے پہلے آپ ان کفار حضرات کے بالاجماع امامت تو ثابت فرمائیے اس کے بعد اجماع ہونے پر استحقاق لعن و عذاب کا دعویٰ کیجئے ورنہ بالاجماع ثبوت امامت کا ہی ہے ماحصل اس دلیل سے بھی حضرات کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا

قولہ: پھر مولانا صاحب [illegible]

اثبات اشتراط عصمت امامؑ کی چوتھی دلیل ماخوذہ تفسیر کبیر کا ابطال

قولہ: چوتھی جس کو اثبات عصمت [illegible]

اولاً بالذات انبیاء کو ثابت ہے اور ثانیاً و بالتبع ائمہ و قضات و محتسبان و وعاظ میں بھی پایا جاتا ہے تو جو امر ادنیٰ درجہ کے لوگوں کی شان کے لائق نہیں وہ اعلیٰ درجہ والوں کے لئے ممتنع و محال ہوگا، کیونکہ اس مرتبہ کے ساتھ اس امر کو منافات تامہ ہوگی اور یہ ضرور نہیں کہ اگر کوئی امر اعلیٰ درجہ والوں کے واسطے ممتنع ہو جاوے تو ادنیٰ درجہ سے بھی ممتنع ہو جاوے لائق نہ ہونا دوسری بات ہے اور ممتنع ہونا دوسری، ہاں اس قدر مراتب متفاوتہ میں ضرور ہوگا کہ جو مراتب بحق درجہ عالیہ کے ساتھ ہوں گے ان کو لحوق اور قرب اور تشابہ اس مرتبہ کے ساتھ زیادہ ہوگا، اور جو مراتب درجہ سافلہ سے اقرب ہوں گے ان کو اس درجہ کے اوصاف کے ساتھ زیادہ تشارک ہوگا پس چونکہ مرتبہ امامت و خلافت کو مرتبہ نبوت سے زیادہ لحوق و قرب ہے تو اس لئے ہو سکتے ہیں کہ اگر معصوم نہیں تو محفوظ ہیں، اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ یہ معارضہ اسی صورت کے ساتھ مختص ہے جب کہ حکم نزد عالی سے متجاوز ہو کر کسی دوسرے مرتبہ سافلہ میں بھی جاری کیا جاوے اور اگر اسی مرتبہ پر منحصر رکھا جاوے تو معارضہ نہیں ہو سکتا، معاذ اللہ سہو و نسیان میں بھی یہ دلیل جاری نہیں ہو سکتی پس مدعا حضرت مجیب ثابت ہونا بھی ممتنع ہے اب بعد ختم جواب اوزسامی جو امام رازی سے منقول ہوئی مختصر اس قدر اور گذارش ہے کہ علاوہ مفاسد مذکورہ کے عموماً آپ کے استدلال میں یہ فساد ہے کہ آپ کو یہ بھی مسلم نہیں کہ عدم عصمت انبیاء کی صورت میں جو محالات لازم آتے ہیں ان محالات کا عدم عصمت ائمہ کی صورت میں کون سا لازم ثابت مدعا ہے، اور کون سا نہیں آپ نے صرف اپنی قلت استعداد کے سبب سے دھوکا کھایا اور آپ کی تو کیا حقیقت ہے آپ کے حبی وغیرہ نے تلخیص وغیرہ میں جن کے آپ خوشہ چیں ہیں یہ غلطی کھائی، ایسے علماء اعلام کی نسبت قلت استعداد کا گمان تو مستبعد ہے لیکن ان اشتہار مذہب کے واسطے بطور فریب دہی جہاں اس کے مرتکب ہوئے ہوں گے، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ امام رازی نے دلائل مسفورہ میں عدم عصمت انبیاء کی صورت میں جو لزوم محالات بیان کیا ہے مثلاً پہلی دلیل میں حصاۃ امت سے اقلیت مرتبہ کا لزوم ہے اور دلیل ثانی میں غیر مقبول مستفاد ہونے کا لزوم ہے اور غیر مقبول مستفاد ہونے میں عصمت سے اقل مرتبہ ہونے کا لزوم ہے اور دلیل ثالث میں استخفاف بعض وعذاب کا لزوم ہے اور دلیل رابع میں دخول تحت قولہ تعالیٰ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ کا لزوم ہے پس عدم عصمت کی صورت میں یہ لزومات ہیں جن [illegible]

ہر گز مثبت دعویٰ نہیں، لیکن ثبوت لزوم اول اور ثانی ائمہ میں محال، کیونکہ مستلزم افضلیت یا مساوات ائمہ کی انبیاء سے ہے جو محال ہے سو ثبوت لزوم بالاولیۃ والادلویۃ اور بالمساوات باطل ہوا اور ثبوت لزوم بالضعف والقلت مفید ثبوت مدعا نہیں تو اس پر استدلال کا مدار رکھنا محض قلت فہم و استعداد پر ہو کر وہی پر ہنسی ہے، اب آپ میری گذارش کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائیں اور سوچیں واللہ الہادی۔

قولہ: غرض کہ اسی طرح کل دلائل جو امام صاحب نے عصمت انبیاء میں تحریر فرمائی ہیں وہ بعینہٖ یا کسی قدر تغیر سے عصمت ائمہ میں جاری ہیں بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیا گیا آپ تفسیر کبیر کو بہ مقام ملاحظہ فرماویں۔

اقول: میں نے ارشاد سامی کی تعمیل کی اور تفسیر کبیر کا یہ مقام دیکھا اس کے دیکھنے کا جو نتیجہ پیدا ہوا وہ جناب پر بخوبی منکشف ہو گیا ہوگا، غالباً جناب نے یہ وہ دلائل نقل فرمائے جو بعینہٖ بلا تغیر عصمت ائمہ میں بزعم جناب جاری ہوتے ہیں سو ان کا بعینہٖ کیا بلکہ تغیر بھی عصمت ائمہ میں جاری ہونا جناب پر خصوصاً اور ارباب انصاف پر عموماً منکشف ہے اور ان دلائل سے جو بتغیر یسیر عصمت ائمہ میں بزعم جناب جاری ہوتی ہیں چشم پوشی اور اغماض فرمانا خود ثبوت عصمت میں بعض ان دلائل میں سے اقوی تھے خالی از علت نہیں، غرض اہل عقل و انصاف کے نزدیک دلائل مذکورہ سے جو بعینہٖ عصمت ائمہ میں بزعم مجیب صاحب جاری ہو سکتے ہیں حال دلائل غیر مذکورہ کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

بحث دلائل عصمت ائمہ از تحفہ اثنا عشریہ

قولہ: اب آپ کے خاتمہ المحققین صاحب کی تقریر جو تحفہ کے باب ششم فصل دوم میں تحریر فرمائی ہے لکھی جاتی ہے، اس سے بھی عصمت ائمہ ثابت ہے گو صاحب تحفہ اس کے منکر ہیں وہ عبارت یہ ہے۔ [illegible]

اثبات ائمہ اطہر علیہم السلام کی پہلی دلیل ماثورہ کا ابطال

مساوات ہے تو ضد اور غیر مساوی ہے اولوالامر کی اطاعت مساوی اطاعت خدا و رسول کے ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا و رسول جو کچھ امر فرمائے اس میں نہ گنجائش چون و چرا کی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سراسر تشریع ہے اور اولوالامر کا امر تشریع نہیں اور اس میں تامل ہو سکتا ہے اگر موافق شرع ہو تو واجب الاطاعت ہوگا ورنہ نہیں پس پانچ خود جناب امیر نے ان کی نسبت ارشاد فرمائی جو نہج البلاغہ میں منقول ہے [illegible]

[illegible]

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] جناب امیر نے ان کی نسبت ارشاد فرمائی [illegible] اس سے صاف ظاہر ہے کہ اولوالامر کی اطاعت مساوی اطاعت خدا و رسول کے نہیں ہو سکتی [illegible] اطاعت خدا و رسول کے آخر جناب امیر نے ان کی نسبت ارشاد فرمائی [illegible]

ہے تو اس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ اس وقت خود جناب امیر اور مفترض الطاعت نہیں تھے بلکہ اور مفترض الطاعت وہ شخص ہے جس کو اس حق اعتقاد نے بنا دیا اور جس سے وہ ہٹ گئے اور خطا پر ہوئے تو وہ مفترض الطاعت ہے اور جو ہٹے تو وہ عادل اور غیر مفترض الطاعت ہیں اور جو [illegible] اطاعت نفس اطاعت خدا و رسول کے برابر اس حالت کے جو حالت [illegible] ہے تحریر فرماتے ہیں [illegible] اس سے واضح ہے کہ [illegible] اطاعت خدا و رسول کے برابر ہے [illegible]

قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کی مؤید مفسرین نے تفاسیر میں روایات ذکر کی ہیں،

واطاعت ظاہر ہونا ہے یا نہ ہو دے کہ جو ہب طاعت بصورت تقیہ ہو یا بلا تقیہ یا خاص ہو اور اگر عام ہو اور سے تو پھر تفسیرات شیعہ کو اس کا تکفیر فرمانا چاہیئے کہ تمام سلاطین جابرہ حتی کہ یزید بھی حسب اصول شیعہ جب اظاعت ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور معصوم قرار پایا کیونکہ تمام ہو یا اقتا تقیہ کے وجہ سے اطاعت ہیں اور اگر خاص ہو رہے یعنی وہ خاص اطاعت جو بوجہ ہو تو ثابت ہو رہی اطاعت خاص ہی کہتے ہیں یعنی وہ خاص اطاعت جس میں ضرور ہو کی معصیت نہ ہو تو اس صورت میں تفسیر نے بھی اطاعت میں ایک قید لگا کر اس کو مخصوص کیا اور ہوئے بھی ایک قید لگائی اور اطاعت کو خاص کیا ہیں کوئی اور ہستیں ہے کہ حضرت شیخ نے بالقید کوئی سے وہ آئمہ ہو اور جس نے جو قید لگائی وہ ثابت ہو جائے تو سیاق آیت ہمارا ہی تخصیص کی تائید کرتا ہے کہ وہ اطاعت شیخ حق ثابت اطاعت ہے اور جب اطاعت ہو اور اطاعت ہو کے ساتھ ہو تو اس کے ساتھ ہو تو اس کے ساتھ ہو تو اس

معصی من الدھر حتی یاتی ان یکون
الاستاذ الی الجواب الاخر و ھو ان
بیت اللہ علیہ السلام کانہ
یجتمع و ادخلوہ و شی الجواب
الذی ھو ان اللہ تعالیٰ و
و حی اللہ علیہ السلام
ھو ان اللہ تعالیٰ
ان اللہ تعالیٰ
و اشار ان اللہ

علامہ مجلسی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

بیان یحتمل ان یکون
اصوات یدین من
و ھو ان اللہ
من اللہ

تیسرے سے صاف واضح ہے کہ ان کی اس عبارت کا مقصد عصمت کے متعلق ہے جس
کا اختلاف اس پر نہیں ہوتا کہ ان کی عصمت ہوتی ہے یا نہیں ہوتی بلکہ اختلاف اس پر ہوتا ہے کہ
عصمت کا دائرہ کار کیا ہے اور کس حد تک ہے اور کس حد تک نہیں ہے۔ اس
عبارت کے پہلے حصے سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان کے نزدیک ائمہ کی عصمت
ان معنوں میں ہے کہ وہ کسی ایسے گناہ کا ارتکاب نہیں کرتے جس کی وجہ سے
ان کی توہین ہو اور لوگ ان سے نفرت کرنے لگیں۔ اس عبارت کے دوسرے
حصے سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان کے نزدیک ائمہ کی عصمت
ان معنوں میں ہے کہ وہ کسی ایسے گناہ کا ارتکاب نہیں کرتے جس کی وجہ سے
ان کی توہین ہو اور لوگ ان سے نفرت کرنے لگیں۔ اس عبارت کے دوسرے
حصے سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان کے نزدیک ائمہ کی عصمت

ہمیں تو پھر حوالہ ائمہ کی عصمت کے دلائل و براہین ائمہ کی عصمت بھی قبول فرمادیں اور ان کو
بھی معصوم عن الخطا تسلیم کریں و ائمہ کی عصمت سے بھی بھاگتے دھوتے پھریں۔ اور ہر وہ امتحان جس کا
وہ کے کہ یہ عمومی طور پر بھی خلاف عقل ہے اور یہ لازم آتا ہے اور عقل کے گذشتہ بیان بھی
درد ہوتا ہے یہ عقیدہ کہ امام معصوم ہی ہو سکتا ہے کیونکہ امام معصوم کی عصمت کو ہی
ثابت ہوگی کیونکہ وہ بھی انسان ہی ہوتا ہے اور وہ بھی واجب الاطاعت ہوتا ہے اور
کے مثل خدا تعالیٰ کی ہوئی وہ ہوگا۔ تو وہ بھی معصوم ہونا چاہئے وجہ سادس میں ہم ان
چکے ہیں ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ان کو معصوم نہ قرار دیا جائے تو پھر ائمہ کی عصمت کا بھی
آیت سے ہی ہے۔ ہمارا جواب ایسے بھی ہے کہ بعد ان دلیل ثابت ہوتا ہے
عدم عصمت امر اس آیت سے واضح ہو کر نہیں ہوتا۔ بعد اس کے ہم باب انصاف کو تکمیل
دیتے ہیں فرض ہو کر ہم سے طلب کی اس عبارت کا ہو قائمہ دلیل ہر طور رفع دلیل
اور حفظ ناقلہ کے تحریر فرمائی ہے مطلب فرمائیں تو ہم سے ہو سکے۔ ہم سے کہ ان
عقل و فراست اس پر قیاس فرمائیں تو پھر ہم کو بعد کی بحث سے کیا ہو سکتا ہے ہم
کے خاتمہ اس بحث اس آیت میں تو جہاں تک کہ شیعہ ہیں یہ تو ثابت ہے کہ یہ آیت نقطہ نادر ہو
ختم ہو چکی اس کے بعد کی نہیں کہ قائم رکھ ہو عقلا بعد سے قبل ان حضرت وجوب
خدا اور ہم پر حجت ان کے ہونے کی ہیں۔ ان آیات کے خلاف سے مستند قرآن ہو
توجیہ نہیں کرتے ہیں سے واجب اطاعت خدا رسول میں فرق پڑتا ہے اور کہ ائمہ کی عصمت
ان آیات کے کوئی تعرض نہیں ہوتا ہے ہم سے ان بعض الگ ہے وہ کہ ان
ہیں کیوں نہ ہو ان کی عصمت کا ہم سے ان حضرات کو کیوں ترک کریں اور
آیتوں سے دلالت شیعہ کرتے ہیں ان سے ان کا ثبوت ہوتا ہے اور ہم
کا سبب نہ قطع نظر سے کہ ہر طرح ان آیات سے ان کی عصمت کا
ان سے ان کی عصمت کا ثبوت ہوتا ہے اور ان کی عصمت کا
ان کی عصمت کا ثبوت ہوتا ہے اور ان کی عصمت کا

جمعیت آیات صحیح نہیں عادۃً اس کے یہ کہنا کہ لفظ اطیعوا باطل کرتا ہے باکل غلط ہے۔

قولہ: اور دلیل دوم کا بیان الامام رازی صاحب کے بیان میں ہو چکا رہی شفاعت سو تمہ بھی تشفیع ہوں گے فاضل رشید بضاع اطافۃ افضال میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے نائب مکہ ذکر میں کتب فضل خطاب سے نقل کرتے ہیں عن الرضا قال من ...

[illegible]

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی دوسری دلیل ماخوذہ تحفہ کا ابطال

قولہ: اس دلیل کو جب بھی بیان کرو گے جواب پاؤ گے لیکن شفاعت کی بابت جو عجیب لیپ پوت فصل اخطاب سے کی ہے اور اس کو کفار قریش میں پائے جانے والے [illegible]

[illegible]

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی تیسری دلیل ماخوذہ تحفہ کا ابطال

کل دار مبعون الف بیت و فی... کل
بیت سبعون الف سریر و فی... کل
سریر سبعون الف جاریۃ۔

ور ہر گھر میں ستر ہزار دالان اور
ہر دالان میں ستر ہزار تخت اور ہر تخت
پر ستر ہزار چھپر کریں۔

لکڑا احادیث دین اسق را خواہد و ثواب باشد و خواہد و رخطاب موضوع بایدانست
نام ذکر بر قلیل ثواب حج دعمرہ ذکر فرمایدانکی۔ باوجود اس کے یہ روایت صریحاً تشریر ابطال
کے بھی معارض ہے پس قابل رد ہے نظر برآں ثابت کہ یہ حدیث صحیح سالم عن المعارضہ ہے
لیکن تاہم ہمارے مطلوب کا استدلال اس سے خطاب ہے اس کی یہ ہے کہ شفاعت دو قسم
ہے شفاعت عامہ ہے کہ تمام امت کی شفاعت ہر پیغمبر اپنے رسول کا ہے اور شفاعت صغریٰ
شفاعت خاصہ ہے کہ خاص خاص لوگوں کی ہوگی ہے اور یہ شفاعت صغریٰ جو رفع درجات
کو بھی حاصل ہوگی چنانچہ روایات کثیرہ اہل سنت و شیعہ کی کتابوں میں اس کی مؤید موجود ہیں
اور یہ شفاعت جو اس روایت میں مذکور ہوئی ہے وہ شفاعت خاصہ و صغریٰ ہے کیونکہ
ازیں جز اقرباء کے ساتھ تعلق ہے تو یہ متعلق عصمت کو نہیں ہو سکتا قطع نظر اس سے
یہ جو فرمایا کہ شفاعت شاہ صاحب کے علاوہ سے عصمت کے ساتھ ہے یہ بھی غلط ہے
شاہ صاحب کے کلام سے ہرگز یہ فائدہ نہیں کہ شفاعت عصمت کے ساتھ ہے
ہاں ترجمہ میں یہ کہ کہ شفاعت و عصمت دونوں میں جمع ہیں ایسی کے اوصاف ذکر کیے
ہیں تو مسلم ہیں لیکن اوصاف ذکر اور پھر شاہ صاحب کے فائدہ سے ساقط ہوئے
پس اگر اس کا نام اختلاف ہے جیسا کہ آپ حضرت شاہ صاحب قبلہ پر اس کی طرف
منسوب کرتے ہیں تو بے شک آپ ہیں مخالف ہیں ہاں تو فائدہ اس خوش فہمی کا بھی شاید
کچھ پیش نہ جائے

قولہ: تیسری دلیل بھی بعینہ امر صحیح سالم عن المعارضہ ہے کیونکہ اگر امر کفار کے قتل
جو مرتکب سوئے کردار آدمیوں کو مستلزم فائدہ ہوا ہے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ
بعد ارتکاب سوئے کردار مستحق قتل ہوں کفار کی قتل سے جو ہوا ہے

تالحد سہوا وعمدا اس دلیل سے عصمت ثابت کیجئے تب مدعا ثابت ہوگا۔ افسوس کہ سوق دلیل کے وقت آپ اپنے مدعا کو بھول جاتے ہیں اتنا بھی خیال نہیں رہتا کہ مدعا کیا ہے اور ہم دلیل کیا بیان کر رہے ہیں علاوہ ازیں وہ ائمہ جنہیں جواز عمد تالحد عوام کے زعم میں ہے اور تمام عمر بھی کبھی رائج حکومت کا نہیں سنگھاسن امروشی کا اختیار رہا نہ زور وسیاست کبھی کی ہمیشہ دوسروں کے محکوم ومطیع رہے ان کو ملوک سے کیا مناسبت اور سلاطین سے کیا نسبت پس اس دلیل سے ان کی عصمت پر استدلال لانا اور دلیل کے مضمون سے چشم پوشی وتغافل کرنا ہمارے مجیب جیسے منصف کا ہی کام ہے۔ ہاں اگر اس دلیل سے بانضمام ارشاد جناب امیرؑ کے جو منہج البلاغۃ میں منقول ہوا ہے۔ واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین خلفاء ثلثہ کی عصمت پر استدلال کیا جاوے اور شارح ابن میثم نے جو کچھ اپنی شرح کبیر میں اس کی شرح میں تحریر فرمایا ہے ملحوظ رکھا جاوے تو ہمارے منصف مزاج مجیب سے کچھ بعید نہیں کہ اس استدلال کو حق سمجھیں شارح ابن میثم فرماتے ہیں وفیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المنافسۃ فی ھذا الامر ھو صلاح حال المسلمین واستقامۃ امورھم وسلامتھم عن الفتن وقد کان لھم من سلف من الخلفاء قبلہ استقامۃ وان کانت لا تبلغ عندہ کمال استقامتھا لو ولی ھو ھذا الامر فلذلک اقسم لیسلمن ذلک الامر ولا ینازع فیہ۔ عاقل جناب امیر کے ارشاد کو دیکھنے بعد اس کے شارح کی عبارت میں غور فرما ہو تو تحقق امامت حقہ اور خلافت راشدہ کا اس سے بین معلوم ہوگا اور پہلے اس سے عنقریب گذشتہ اقوال میں حضرت کی ارشاد سے خلفاء کی اطاعت کی تسلیم گزارش کر چکا ہوں تو اس سے عصمت خلفاء بخوبی ہمارے مجیب مستنبط کر سکتے ہیں اگرچہ مخرف تاویل اس ارشاد میں ہم بسط کے ساتھ بحث نہیں کر سکتے لیکن تاہم اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس ارشاد سے وہ الزامات کہ جن سے شیعہ خلفاء ثلثہ کے دامن کے پاک کو ملوث کرتے ہیں وہ بشہادت جناب امیر باطل اور لغو ہیں نہ جناب سیدہ پر کوئی ظلم ہوا نہ معاذ اللہ بنات نبیات غصب ہوئیں نہ قرآنین تحریف ہوا نہ صحابہ پر غلو وزیادتی ہوئی یہ سب جنایتیں وزرہ و بوبصیر وغیرہ کے جاہلان اور ابن بابویہ ومجلسی وغیرہ کے انبان کا ذخیرہ ہے جو ہر موقع میں مہیا

ف اس کا ترجمہ سابق میں گزر چکا ہے اس کا ترجمہ سابق میں گزر چکا

رنگ پکڑتا ہے اور کسی طرح ٹھیک نہیں بیٹھتا خود جناب امیر کا کلام اس کا مکذب ہو رہا ہے۔

قول: اور وجہ چہارم کی تقریر یہ ہے کہ اگر امام گناہ کرے تو مستوجب ایذا وادانت وعقوبت ہو وقد قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا اس آیت کے تحت میں نیشاپوری لکھتے ہیں۔ قیل نزلت فی المنافقین کالذین یوذون علیا کرم اللہ وجہہ اور نیز احادیث سے ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی ایذا رسول خدا کی ایذا ہے من اذا علیا فقد اذانی اور جب ایک الم میں یہ بات ثابت ہو تو کل میں ثابت ہوگی

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی چوتھی دلیل ماخوذہ تحفہ کا ابطال

اقول: یہ وجہ بھی ثبوت عصمت ائمہ میں غلط اور پوچ ہے اور نہ یہ دلیل وہ دلیل ہے جس کو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عصمت انبیاء میں بیان فرمایا ہے بلکہ یہ صرف ہمارے مجیب لبیب کا ایجاد بندہ ہے شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ دلیل شاہ صاحب کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ انبیاء کے حق میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا	جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو خدا نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے خواری کا عذاب تیار کیا ہے۔

اس میں حق تعالیٰ نے رسول کے ایذاء کو اپنی ایذاء فرمایا اور مطلق ایذاء کو سبب لعن وعذاب کا قرار دیا۔ اور جب مطلق ایذاء سبب لعن وعذاب کے ہوئی تو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ ان سے معصیت کا صدور ممکن نہیں ورنہ وہ مستوجب ایذاء کے ہوتے اور ان کی مطلق ایذاء سبب لعن وعذاب کا نہ ہوتی اور یہ دلیل ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے کیونکہ جو دلیل عصمت ائمہ میں جاری کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مومنین کی شان میں فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا	اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں ایمان والوں اور ایمان والیوں کو بدون کئے کسی کام کے تو تحقیق اٹھایا انہوں نے بہتان کو اور گناہ صریح کو۔

اول تو حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت میں عام مومنین اور مومنات کی نسبت یہ حکم فرمایا اور عموم جمع معرف باللام سے مستفاد ہے اور نیز حکم علی المشتق علیہ ماخذ پر دلیل ہے سو جس جگہ علت پائی جائے گی یہ حکم پایا جائے گا سلمنا کہ نزول خاص جناب امیر کی ہی نسبت ہو لیکن العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب قاعدہ مسلمہ فریقین ہے ورنہ اکثر آیات قرآنیہ ہی لغو ہو جائے گا کیونکہ اکثر آیات خاص مواقع اور خاص لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں اگر خوف تعلیل نہ ہوتا تو ہم اس کو فریقین کی تفاسیر سے ثابت کرتے۔ الحوس کہ ہمارے مجیب کو اتنی بھی خبر نہیں۔ دوسری یہ کہ مومنین کے ایذاء کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنی ایذاء نہیں فرمایا جیسا کہ رسول کے ایذاء کو اپنی ایذاء فرمایا اور اس صورت میں ذکر خلاف بطور توطیہ و تمہید کے واقع ہوا ہے تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس طرح ایذاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایذاء خدا تعالیٰ ہے اس طرح ایذاء مومنین ایذاء خدا تعالیٰ نہیں پس اس میں مادہ الفرق اگر پیدا ہو گا تو یہ ہی ہو گا کہ رسول معصوم ہے اس لئے اس کی ایذاء میں حق تعالیٰ نے اپنی ایذاء کو شامل فرمایا اور اس کی ایذاء کو اپنی ایذاء قرار دیا اور مومنین و مومنات معصوم نہیں تو ان کی ایذاء کے ساتھ اپنی ایذاء کو شامل نہ فرمایا بلکہ بغیر ما اکتسبوا کی قید کے ساتھ مقید فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے الگ ہے ایسے افعال کا جن پر مستحق ایذاء کے ہوں ممکن ہے۔ تیسری یہ کہ اگر مومنین سے سرزد افعال کو قرار دیا تو لفظ مومنات کو کہاں لے جا کر ڈالیں گے اور کس محل پر محمول کریں گے۔ پھر حق تعالیٰ نے ایذاء مومنین کو بغیر ما اکتسبوا کی قید کے ساتھ مقید فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ ناحق بدون پاداش کسی برے کے مومنین و مومنات کو ایذاء دیتے ہیں وہ احمال الزور بہتان اور آثام بین اور جو لوگ کہ کسی فعل کے بدلہ میں ایذاء دیتے ہیں وہ اس وعید سے خارج ہیں تو اس سے مثل زید زانی صحیح ہوا کہ مومنین و مومنات عموماً مصدر ایسے افعال کے ہو سکتے ہیں جس کی پاداش میں مستوجب ایذاء کے ہوں بخلاف رسول کے کہ حق تعالیٰ نے اس کی ایذاء کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا بلکہ اس کو مطلقاً بسبب لعن و عذاب کافروں کے فرما دیا جس سے صاف اس کی عصمت ثابت ہوتی ہے اور غیر کی عصمت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ پانچویں یہ کہ جب نص قرآنی سے ثابت ہو گیا کہ مستحق ایذاء مومنین حرجاً نہیں تو یہ جو حدیث میں وارد ہوا کہ من اذی قد فقد آذانی اس کو کچھ عجب نہیں اور ہوئے تعجب کے مقابلہ سے کیونکہ یہ بھی جناب امیر جس کو اپنی ایذاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہی ایذاء ہے جو بغیر ما اکتسبوا ہو نہ مطلق ایذاء۔ معہذا اگر بجائے

مجیب بسبب ایسی ہی مطلق ایذاء جناب امیر کو ایذاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں اور رسول کی ایذاء خدا کی ایذاء ہے اور خدا کی ایذاء کفر ہے تو پھر ان کلمات موذیہ کی نسبت جن کا جناب سیدہؓ کی زبان مبارک سے نکلنا نسبت جناب امیرؓ کی علماء طائفہ شیعہ بیان فرماتے ہیں کیا فرمائیں گے۔ مانند جنین پردہ نشین شدہ الخ ظاہر ہے کہ ایسے کلمات ناسزا اگر بجا کہتا ہیں تو عصمت سنجا لیے اور اگر بغیر ما اکتسبوا ہیں تو حسب روایت خود جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کے ایمان سے معاذ اللہ ہاتھ دھو لیجئے کیونکہ ایسے کلمات جگر خراش ممکن نہیں کہ باعث کوفتہ قلب و سوزش دل نہ ہوں۔ علی الخصوص بے وجہ ناحق اور ایسی ضیق کی حالت میں چنانچہ روایت حضال ابن بابویہ سے جو ایک یہودی کے جواب میں جناب امیرؓ نے اپنی مواضع اتہلا ذکر فرمائی ظاہر ہے اور نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حسب روایت سابق جب کہ بصرہ کے بیت المال کا مال غبن کر کے مکہ آ بیٹھے۔ یہ بھی جناب کے ایذاء کا باعث ہے۔ چنانچہ جیسا کچھ درد انگیز خط آپ نے ان کو لکھا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہم سابق میں بیچ البلاغۃ سے اس کی نقل کر آئے ہیں نیز ابن عباسؓ نے بھی جب کہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے بجبر خلاف رضا جناب امیرؓ بطلع نفسانی کیا کچھ جناب کو ایذاء پہنچائی علیٰ ہذا خلاف امیر معاویہ سے طلاق یہ بھی آپ کی ایذاء کا باعث تھا صحابہ مقبولینؓ نے سو سے مقلد کے آپ کو مخذول کیا اور تحقیق اس واقعہ میں اضافت نہ کی یہ بھی آپ کی ایذاء کا سبب تھا۔ امام حسینؓ نے بیت المال کے عمل میں بلا اجازت تصرف فرمایا جس سے آپ یہاں تک ناخوش ہوئے کہ ریحان رسول کے جس کو آپ دوش مبارک پر سوار کرتے تھے مارنے کا قصد کیا۔ اور ظاہر ہے یہ ہر ایک کا فعل دوسرے کے حق میں ایذاء کا باعث ہوا امام حسنؓ نے خلافت امیر معاویہ کے سپرد فرمائی۔ یہ بھی آپ کے ایذاء کا سبب تھا اگر آپ بقید حیات ہوتے تو قطعاً متاذی ہوتے۔ قطع نظر اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بقید حیات ہوتے تو قطعاً متاذی ہوتے۔ قطع نظر اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایذاء کا سبب ہوا یہاں تک کہ آپ نے اس کو اپنی ناک مبارک کے کٹنے سے بدتر سمجھا۔ معاویہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمہ ہی وصیت سے تاخیر و تعاقد کیا یہ کس قدر آپ کے ایذاء کا باعث ہوا۔ بعد حسن رضی اللہ عنہ کے امام سجاد سے امامت کی بابت تنازع کیا یہاں تک کہ فوت حاجت کی نوبت آ پہنچی یہ بھی یقینی ہے جناب امام سجاد کی ایذاء کا باعث ہے کہاں تک شمار کروں۔ آپ کے کافر ہونے اللہ تعالیٰ کسی کے ایمان کو بھی سلامت باقی نہیں چھوڑتے۔ اگر آپ بسعی جمہور خلق تعالیٰ ہیں تو ان بزرگوں کے ایمانوں کا فکر فرمائیے جنہوں اگر بلکہ ما ہیں طعنت

ثابت ہوئی تو پھر کل اماموں میں اس کا ثبوت یا بطریق قیاس ہوگا، اور وہ باب اعتقادات میں مفید نہیں یا کسی دوسرے طریق سے ہوگا اس کو بیان کرنا چاہیئے کہ وہ کیا ہے اور دیکھنا چاہیئے کہ وہ شرعاً باب اعتقادات میں کارآمد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بزعم خود اہل انصاف روزگار اس دلیل کو دیکھ کر ہمارے مجیب کے فہم و انصاف کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ ہم اس سے زیادہ کیا عرض کریں۔

قولہ: وجہ پنجم کا بیان ظاہر ہے کہ اگر ائمہ کے گناہ امت پر ظاہر ہوں تو اطاعت سے استنکاف کریں اور ان کی نظروں سے گر جائیں اور ان کے احکام وغیرہ کی تصدیق و تعمیل نہ کریں بلکہ تکذیب کریں کہ اگر یہ مواعید وغیرہ کے بیان میں سچے ہوتے تو خود کیوں ان کاموں کے مرتکب ہوتے۔

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی پانچویں دلیل ماخوذہ تحفہ کا ابطال

اقول: عصمت ائمہ میں اس کا ذکر ہنسی کے قابل ہے۔ بل انصاف سمجھ گئے ہوں گے کہ عصمت ائمہ میں اس کا بیان مصداق اس شعر کا ہے بیت

پرخوش گفت است سعدی در زلیخا — الایا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

بداہۃً اس دلیل کا مبنیٰ اس امر پر ہے کہ ائمہ بالاستقلال مبلغ شریعت ہیں پس اگر ہے تو یہ مسئلہ علماء شیعہ کے مسلمات سے ہے کہ تمام امور شریعت کے مثلاً تحلیل و تحریم وغیرہ سب ائمہ کو سپرد کر رکھے ہیں، ان حق ہرگز اس کو تسلیم نہیں کرتے وہ انبیاء کو مبلغ سمجھتے ہیں اور ائمہ کو ائمہ اصل کو اصل، و تابع کو تابع پھر اپنے مسلمات سے خصم کو الزام دینا ہمارے مجیب جیسے عاقل و انصاف پرست کا ہی کام ہے۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات میں دین تکمیل ہو چکا ہے اور الیوم اکملت لکم دینکم نزول اجلال پا چکا تھا اور امام صرف مروج شرع ہے، اور اس کا کام یہ ہے کہ امت کو شریعت محکمہ پر چلا دے تو وہ اگر مرتکب معصیت ہو تو اس کی اطاعت سے استنکاف کے کچھ معنی نہیں ہیں اور نہ ان کے احکام جو مطابق شرع ہوں عدم تصدیق و تعمیل کی کوئی صورت ہے اور جو احکام کہ شریعت کے موافق نہ ہوں وہ خود بلس واجب الاطاعت نہیں تو امام کی اطاعت میں من حیث انہ مبلغ الشرع ہے نہ بحیثیت متبع تو مزدور ان امور میں متبع نہ ہوگا، معہذا حق تعالیٰ شانہ نے امم کی اطاعت کے

بیان میں صاف ارشاد فرما دیا: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی امر میں امت و اولوالامر باہم تنازع کریں اس کو کتاب و سنت کی طرف لوٹا دیں اگر موافق ہو قبول کریں ورنہ رد کریں تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ امام کا قول و فعل موافق شرع ہی ہو اور یہ ہی عدم عصمت ہے پس جب کہ ہمت کے ہاتھ میں میزان مستقیم شرع موجود ہے تو ان کو امام کے غیر معصوم ہونے سے کیا ڈر، اور کسی حکم میں امام کی تصدیق کرنے سے کیا خوف مخالف نبی کے کہ اگر اس سے استنکاف کریں اور اس کی تصدیق نہ کریں بلکہ تکذیب کریں۔ تو دین و شریعت ہی درہم برہم ہو جائے پس اس دلیل سے عصمت ائمہ میں استدلال کرنا ایک تعجب انگیز قصہ ہے۔ علاوہ اس بحث کے باقی نقوض و اعتراضات جو اس استدلال پر وارد ہوتے ہیں، وہ ان اعتراضات سے جو ہم دلائل سابقہ کے ابطال میں بیان کر آئے ہیں معلوم ہو سکتے ہیں لہٰذا خوف طوالت ہم ان کو ترک کرتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز کے معاملہ میں شیعہ کی مغالطہ انگیزی کا جواب

قولہ: الحمد للہ کہ آپ کے خاتم المحدثین کی ہی تقریر سے عصمت ائمہ ثابت ہے شاید اب تو آپ بھی مان لیں۔

اقول: پیارے مجیب یہ آپ کا محض زعم و توہم ہے۔ جو مقتضا حبک الشیء یعمی و یصم آپ کا سدراہ تعلیق ہے ورنہ فی الحقیقت جو امر کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو بلکہ عقل و حق کے خلاف ہو اس کا ثبوت خاتم المحدثین کی تقریر سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ بنظر انصاف و تحقیق حق اس مسئلہ میں غور فرمائیں گے تو آپ کو بھی معلوم ہو جائے گا۔ واقعی یہ امر خلاف عقل و نقل ہے بلکہ آپ کی روایات مذہب کے بھی مخالف ہے۔ علامہ مجلسی نے جلد دوم بحار الانوار کے باب کتمان العلوم میں چند روایات تخریج فرمائی ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آیت إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ کا مصداق ائمہ علیہم السلام ہیں

عن محمد بن علی بن جعفر علیہ السلام قولہ — امام محمد باقر سے تفسیر قول حق جو لوگ چھپاتے
اللہ یلعنہم اللاعنون قال ہم — ہیں جو کچھ کہ ہم نے نازل کیا درحالیکہ

البینات والھدیٰ من بعد ما بینّاہ للناس فی الکتاب یعنی بذلک نحن واللہ المستعان۔

بعد اس کے کہ بیان کر دیا ہم نے اس کو لوگوں کے لئے کتاب میں، میں مروی ہے کہ اس سے ہم مراد ہیں اور اللہ سے مدد چاہتے ہیں۔

عنہ عن ابن ابی عمیر عن ذکرہ عن ابی عبداللہ علیہ السلام ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ فی علی علیہ السلام۔

امام ابو عبداللہ سے مروی ہے کہ آیت ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ حضرت علی کے بارے میں نازل ہے۔

عنہ عن عبداللہ بن بکیر عن حدثہ عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی قول اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون قال نحن ھم وقد قالوا ھم الائمۃ عن بعض اصحابنا۔

امام ابو عبداللہ سے تفسیر قول تعالیٰ اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون میں مروی ہے فرمایا وہ ہم ہیں، اور کہا ہے کہ حضرات ائمہ ہیں۔

عنہ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قلت لہ اخبرنی عن قولہ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب قال نحن نعنی بھا واللہ المستعان ان الرجل منا اذا صارت الیہ لم یکتمہ او لم یسعہ ان یبثہ للناس من یکون بعدنا وروی محمد بن مسلم قال ھم اھل الکتاب۔

امام ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے راوی نے آپ سے سوال کیا مجھ کو خبر دیجئے ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب۔ سے فرمایا اس سے ہم مراد ہیں اور اللہ سے مدد مطلوب ہے۔

ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ تمام تر لعنات خدا کے دین کے چھپانے والے اور معاذ اللہ توبہ توبہ ہیں کہ جس کفر کو لعنت خدا کے اور لعنت کرنے والوں کے لعنوں میں پیش اور دوسری روایت سے بخوبی یہ ثابت ہے چوتھی روایت اس صراحت کے ثبات کے لئے بہت بڑی قوی دلیل ہے تو جب حضرات شیعہ نے بمقتضائے عناد و دشمنی ان کے دشمنوں کو اللہ کی آیتیں چھپانے والے اور لعنوں لعنہ یافتوں کے غیر معصوم ہونے کو

ثابت نہیں کیا بلکہ کفار سے بھی بُرائی میں بڑھا دیا، حضرت علامہ باقر مجلسی نے اس صریح کفر کو اس طرح چھپانا چاہا ہے کہ وہ صرف تیسری روایت کی تفسیر میں جو عبداللہ بن بکیر سے مروی ہے فرماتے ہیں:

بیان ضمیرھم راجع الی اللاعنین۔ بیان ضمیر ہم لفظ لاعنین کی طرف پھرتے ہیں۔

بھلا کوئی عاقل متدین علامہ کی اس پوچ توجیہ سے اس کفر صریح کو جو ان روایات سے مثل آفتاب روشن ہے پوشیدہ سمجھ سکتا ہے۔ اگرچہ ہم کو علامہ کی اس تاویل بلکہ تحریف کے ابطال کی کچھ ضرورت نہ تھی کیونکہ اہل فہم و انصاف سیاق عبارات سے خود سمجھ سکتے ہیں لیکن بنظر تسکین خاطر مجیب لبیب کے ہم مختصر بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلی اور دوسری روایت میں جس قدر آیت لکھ کر فرمایا ہے کہ اس سے ہم مراد ہیں۔ ان میں لاعنین کا ہرگز ذکر نہیں کیا بلکہ اس میں صرف کاتمین کا ہی ذکر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کاتمین ہیں نہ لاعنین۔ علاوہ ازیں لفظ واللہ المستعان فرمانا خود اس کے ثبوت کی دلیل ہے کہ آپ کاتمین ہیں کیونکہ اس کا اطلاق مشقت اور تکلیف کے وقت ہوتا ہے چنانچہ واللہ المستعان علی ما تصفون۔ جو تیسری روایت اس کے ثبوت میں نص صریح ہے کیونکہ اس سے صاف ثابت ہے کہ یا مراد ائمہ ہیں یا اہل کتاب اور ظاہر ہے کہ لاعنین میں یہ دونوں احتمال جاری نہیں ہو سکتے کیونکہ اہل کتاب لاعنین نہیں۔ ہاں ان میں بعض کاتمین حق ہیں جو ملعونین ہیں نہ لاعنین تو یہ دونوں احتمال کو مراد یا ائمہ ہوں یا اہل کتاب اسی صورت میں صحیح ہو جب کہ ضمیر ہم کی راجع لفظ الذین یکتمون یا اولئک کی طرف ہو قطع نظر اس سے اس روایت میں حضرت امام نے بعد اس بیان کے کہ اس سے ہم مراد ہیں اس کی تائید میں یہ بھی فرمایا کہ ہر امام سابق پر واجب ہے کہ وہ خلافت خلیفہ لاحق پر نص فرما دے اور اس کو ہرگز جائز نہیں کہ وہ نص نہ کرے اور اس کو چھپا دے تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقصود اس آیت سے بیان تعدد ائمہ ہے۔ لیکن اس میں کوئی ایسا لفظ جو عدم وقوع کتمان یا وقوع کتمان محتمل ہونے پر دلالت کرے وارد نہیں بلکہ یہ کلام صریح وقوع کتمان پر دال ہے چنانچہ اہل کتاب اسی وجہ سے اس کے مصداق ہیں تو اس سے معاذ اللہ ائمہ کے دشمنوں کا بروایات حضرات شیعہ کاتمین حق ہونا ثابت ہوا اور علامہ مجلسی کو یہ دھوکا شاید تیسری روایت سے پڑ گیا ہوگا کہ اس میں وقد قالوا ھم الائمۃ ذکر ہے تو اس کے تقابل سے سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ تفسیر لاعنون کی ہے نہ کاتمین کی مگر یہ اس وقت ہے کہ سبب کہ یہ مقولہ ائمہ کا تفسیر ہو۔ مگر اس کو مانع

کرے اور کہے کہ یہ جملہ بعض روایت شیعہ کا اپنی ناموس مذہب کی حفاظت کے لئے تراشا ہوا ہے تو اس وقت علامہ کا یہ توہم بھی باطل ہوگا۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ علامہ مجلسی کو خود بھی اس جملہ کی نسبت یقین نہیں کہ یہ جملہ ائمہ کا مقولہ ہے بلکہ علامہ کے نزدیک احتمال ہے کہ یہ جملہ ائمہ کا ارشاد ہو اور احتمال ہے کہ مولف کے جس سے علامہ نے نقل کی ہے کلام ہو اور احتمال ہے کہ بعض روات کا اضافہ ہو پھر جب اس قدر احتمالات قائم ہیں تو استدلال نہیں ہو سکتا ہے علامہ مجلسی فرماتا ہے۔

قوله وقد قالوا اما كلامه عليه السلام فضمير الجمع راجع الى الائمة او كلام المولف او الرواة فيحتمل ارجاعه الى اهل البيت عليهم السلام ہیٹا۔

وقد قالوا اگر امام علیہ السلام کا کلام ہے تو اس صورت میں جمع کی ضمیر امام اور اہل سنت و غیرہ کی طرف پھرے گی یا یہ کہ مولف کتاب اصفر ہیاتی کا ہے یا دوسرے راویوں کا کلام ہے تو اس صورت میں احتمال یہ بھی ہے کہ ضمیر اہل بیت کی طرف راجع ہو۔

چلو بفرض محال مان لیتا کہ ضمیر ہم لاعنین کی طرف ہی راجع ہے اور حضرات ائمہ ہی لعنون علیہ ہیں شیعہ کے لاعنین ہیں لیکن ہم کہتے ہیں یہ بھی برائی سے خالی نہیں کیونکہ جناب امیر نے اپنے شیعہ کے سباب اور لعان ہونے کو مکروہ اور ناپسند فرمایا ہے تو جو امر ادنیٰ امت کے لئے ناپسندیدہ ہو ائمہ کی جناب میں کیونکر نسبت کیا جا سکتا ہے۔

ومن كلام له وقد سمع قوما يسبون اهل الشام ايام حربه بصفين اني اكره لكم ان تكونوا سابين۔

آپکا کلام جبکہ آپ نے ایک گروہ کو اہل شام کو سب کرتے ہوئے دیکھا جنگ صفین کے ایام میں تم سے کراہت رکھتا ہوں کہ سب کرنے والے ہو۔ اور ناپسند سمجھتا ہوں کہ تم سب کرنے والے ہو۔

تعجب ہے اپنے شیعہ کے لئے تو لعان و سباب ہونا ناپسند فرماتیں اور خود اس قدر لعانہ ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو اس وصف سے ذکر فرما دے یہ صرف حضرات مدعیان وداد و تمسک کی زبانی وادار کا مقتضا نہیں تو اور کیا ہے۔

بحث نص

قول: اب نص کا بیان سنئے گو آپ نے بہ تقلید اپنے خاتم المحدثین کی ان شاء اللہ کی نسبت فرمایا ہے کہ باوجود یکہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں مستدرد ہیں مگر نص کا وجوب

اقوال صحابہ و علماء کرام اہلسنت سے ثابت ہے صحیح مسلم کی کتاب الامارت میں باب الاستخلاف ملاحظہ فرمائیے کہ جناب ابن عمر ترک استخلاف کو ضیاع و فساد مردم کا سبب جانتے تھے چنانچہ اپنے اس عقیدہ میں ایسے راسخ تھے کہ جب سنا کہ ان کے پدر بزرگوار بدوں استخلاف دنیا سے انتقال فرمانا چاہتے ہیں تو نہایت ہی تمین و تورع سے اپنے باپ اور امام وقت کو نصیحت فرمائی بخوف طوالت نقل عبارت نہیں کرتے آپ دیکھ لیں کہ وہ استخلاف کو نہایت ہی ضروری سمجھتے ہیں اور اس کے ترک کو عین تضیع و افساد مردم جانتے تھے اور اس کے تارک کو اس راعی سے مشابہت دی ہے کہ مشترد غنم کو مہمل چھوڑ کر کہیں چلا جائے غور فرمائیے کہ آپ کے خاتم المحدثین جو اس عقیدہ کو مخالف عقل و نقل فرماتے ہیں کیا حضرت ابن عمر کی شان میں بھی ایسا ہی فرمائیں گے یا خاتم المحدثین صاحب نے صحیح مسلم ملاحظہ نہیں فرمائی تھی۔

شیعہ سنی نزاع پر مسئلہ عصمت ائمہ کی دلیل

اقول: بحول اللہ و قوتہ جب کہ ہم دلائل عصمت کا ابطال و استیصال کر چکے تو ہم کو کچھ ضرورت نہ تھی کہ ہم ابطال دلائل نص و افضلیت میں اپنا وقت گراں بہا ضائع کریں کیونکہ جب عصمت ہی باطل ہو گئی تو تمام امامت ہی اصولاً و فروعاً باطل ہو گئی تو پھر اشتراط افضلیت و نص باطلہ کے ابطال کی کچھ حاجت نہ رہی لیکن ناظرین مناظرہ کے رفع طغیان اور اپنے مجیب لبیب کے مزید اطمینان کے لئے ہم اس طرف بھی متوجہ ہوتے ہیں اور مختصراً گذارش کرتے ہیں چونکہ ہمارے مجیب کی عادت ہے کہ استدلال کے وقت اپنے دعوے کو جلا دیتے ہیں مدعا کچھ ہوتا ہے اور دلائل کچھ لاتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ مابہ النزاع مسئلہ مجملاً بیان کریں اور ناظرین اور اپنے مجیب کو یاد دلائیں کہ آپ کا یہ دعویٰ ہے اگر دلائل اس کے مطابق ہوتے تو البتہ قابل التفات ہوں گے ورنہ لائق توجہ بھی نہیں سمجھے جائیں گے پس واضح ہو کہ اس جگہ مابہ النزاع اہل سنت و شیعہ میں مسئلہ اشتراط نص و افضلیت ہے شیعہ معتقد ہیں کہ امام کے لئے نص و افضلیت مثل عصمت کے شرط ہے اگر نص و افضلیت نہ ہو تو امامت باطل ہے اور اہل سنت کہتے ہیں کہ جیسے امام کے واسطے عصمت شرط نہیں اسی طرح نص و افضلیت بھی شرط نہیں ہے عصمت سوائے انبیاء کے کسی بشر میں نہیں پائی جاتی نص و افضلیت کا تحقق ہو سکتا ہے لیکن اگر ان کا تحقق نہ ہو تو بھی امامت متحقق ہو

سکتی ہے ہمارے مجیب اس جگہ اس امر کے اثبات کے درپے ہیں کہ اشتراط نص کو ثابت فرمائیں اور اس کے اثبات کے لئے چونکہ مسئلہ اعتقادی ہے دلائل قطعیہ بہم پہنچائیں تو بس خلاصہ دعوی مجیب لبیب یہ ہے کہ امامت کے لئے شرط غالب نص جلی خداوند متعالی کی طرف سے شرط ہے اگر نص نہ پائی جائے گی تو امامت و خلافت منعقد نہ ہوگی پس مدعا کو اپنے حافظہ میں محفوظ رکھ کر ہماری گذارش سنیں کہ جب یہ مسئلہ آپ کے نزدیک اصول بلکہ اصل اصول دین میں سے ہے تو اول واجب تھا کہ اس کے اثبات کے واسطے دلائل قطعیہ پیش کرتے۔ اس مقام میں جس قدر آپ نے دلائل ذکر فرمائے ہیں اگر ان کی قلعیوں اور مفاسد سے جو مسلمہ متناظرین فیما بین جاری کرنے سے لازم آتی ہے چشم پوشی کی جاوے اور بفرض محال ان کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تاہم آپ کے مدعا کی ثبت نہیں ہو سکتی، کیونکہ قطعی مدعا دلائل ظنیہ سے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے مع ہذا قطع نظر اس سے کہ آپ کا مدعا قطعی ہو یا ظنی اس قدر تو ضرور ہے کہ دلیل اس امر کو ثابت کرے کہ درصورت عدم تحقق نص کے عدم تحقق امامت ہوگا۔ اب آپ فرمائیے کہ آپ کی کونسی دلیل سے بدلالت مطابقی یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ الخ نص نہ ہو تو امامت متحقق نہ ہوگی۔

اثبات اشتراط نص کی پہلی دلیل کا ابطال

اب میں تفصیل وار پر دلیل دلیل پر بحث کرتا ہوں بغور و انصاف سنیے۔ دلیل اول صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ سے جو ابن عمرؓ کے قول کا ماحصل نقل کر کے اس سے اس مدعا پر استدلال کیا ہے بالکل غیر مفید مدعا ہے اور غلط کیونکہ ابن عمرؓ کے قول سے آپ کا مدعا اس وقت ثابت ہوگا جب کہ آپ یہ ثابت فرمائیں گے کہ جو خلافت و امامت بلا نص و استخلاف واقع ہوئی وہ ان کے نزدیک باطل ہے اور ظاہر ہے کہ خلافت عثمانیہ اور خلافت رابعہ ابن عمر کے نزدیک بلا نص واقع ہوئی بلکہ اول کی بعض ابن عمر کے نزدیک بہ بیعت کیونکہ یہ بھی کیفیت ہے کیونکہ جناب علیہ ثانی کے اس قول کے جواب میں کہ ان کو استخلاف فرمایا۔ اور رد نہیں کیا اور ثانیہ فرع اولی کے ہے تو مدعا مجیب لبیب اس وقت ثابت ہوتا ہے کہ ابن عمرؓ کے قول سے بطلان خلافت راجدہ لبیب عدم ورود نص کے ثابت ہو جاوے اور یہ محال ہے، نہیں اس روایت سے استدلال کرنا اس پر مبنی ہے کہ ہمارے مجیب لبیب اپنے مدعا سے متغافل ہیں۔ ابن عمرؓ کے اس قول سے اگر بفرض محال وجوب نص ثابت ہو بھی تاہم مستلزم اشتراط نہیں کو مفید مدعا ہو آپ نے دیکھا ہوگا کہ امام نووی نے

اس حدیث کی شرح میں عدم وجوب نص پر اجماع لکھا ہے تو ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نص کو اولی و مستحسن سمجھتے ہوں۔ لیکن علماء اسلام مستحبات کو بھی عمل میں مثل واجب کے سمجھتے ہیں اور نیز قاعدہ ہے کہ ہر شخص اپنے مدعا کو حتی الوسع مدلل و مبرہن بیان کیا کرتا ہے تو اس لئے انھوں نے اس کو اس مدلل پیرایہ میں ظاہر فرمایا۔ لیکن جب جواب سن لیا تو چونکہ امر ضروری نہ تھا اس لئے سکوت فرمایا اور مکرر اس باب میں لب کشائی نہ ہوئی کیونکہ جو دلیل حضرت عمرؓ نے ذکر فرمائی وہ بداہتہ اس امر پر دال ہے کہ استخلاف و عدم استخلاف ہر دو جائز ہیں واجب نہیں اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ ابتداء میں دفعۃً حضرت ابن عمرؓ کے ذہن میں لزوم نص آیا ہو لیکن جب کہ حضرت امیر المومنین فاروق رضی اللہ عنہ کی زبانی دلائل قاطعہ سے عدم لزوم معلوم ہو گیا تو اپنے قول سے رجوع فرمایا۔ مع ہذا جب کہ خلیفہ ثانی نے ان کے جواب میں عدم وجوب نص بیان فرمایا اور حضرات میں سے کسی نے اس کا رد و انکار نہیں فرمایا تو اجماع سکوتی ہو گیا۔ پس خاتمہ دلیل پر جو کچھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ہمارے مجیب نے تحریر کیا وہ کمال وقاحت کی دلیل ہے مدعا کو دلیل سے ثبوت کی تو بھی نہیں پہنچی اور زبان درازی شروع کر دی۔ حضرت ابن عمرؓ کا عقیدہ اشتراط نص کا جو مستلزم عدم انعقاد خلافت غیر منصوصہ کو ہی پہلے ثابت فرمایا ہوتا اور اس کے بعد کچھ کہا ہوتا لیکن جب دیدہ بصیرت کل فہم و انصاف سے خالی ہو تو بجز سکوت کے کیا جواب دیا جاوے۔

قولہ، جناب ابن عمرؓ ہی پر منحصر نہیں ہے اور صحابہ کا بھی یہ ہی اعتقاد تھا۔ چنانچہ مواہب کابلی صواقع میں جس کا ترجمہ آپ کے خاتم المحدثین نے فرما کر اور تھوڑا سا تغیر و تبدل کر کے تحفہ لکھا ہے۔ ذیل قول جناب امیر علیہ السلام یعنی القوم الذین الخ یعنی ابا بکر و عمر و عثمان مطلب ثانی مقصد رابع امامت میں فرماتے ہیں وذھب بعضھم الی ان الامام یجب ان یکون منصوصا علیہ نصا جلیا او خفیا والیہ ذھب عبد اللہ بن مسعود وابو ذر الغفاری وحذیفۃ ابن الیمان وانس بن مالک وابو ھریرۃ وغیرھم وجعفر من المعتزلین وشرذمۃ من الاصولیین وطائفۃ من المتکلمین وحکاہ عن الفقہاء انتہی حیرت و تعجب ہے کہ آپ کے خاتم المحدثین نے باوجود یکہ اس کتاب کے اکثر بلکہ کل مضامین ترجمہ کئے ہیں اس مقام کو حذف نہ فرمایا۔ نہ اس جرأت سے اس عقیدہ کی نسبت نہ فرمائے کہ یہ عقیدہ عقل و نقل کے خلاف ہے۔

اثبات اشتراط النص کی دوسری دلیل کا ابطال

اقول: یہ دلیل بھی زبان حال سے چلا کر کہہ رہی ہے کہ ہمارے مجیب کو اپنے مدعا کی خبر نہیں رہی اور نیز اس دلیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے مجیب نے یا اپنے مجیب کے اس بزرگ نے جس سے وہ اس کو نقل فرماتے ہیں نقل عبارت صواقع میں کمال دیانت فرمائی ہے اور جو جملہ کہ اپنے مذہب کے مخالف اور اس عبارت کے مابعد بہت ہی قریب مذکور ہے اور گویا تتمہ اس عبارت کا ہے اس کو حذف کر دیا سمجھا ہوگا کہ صواقع عزیز الوجود کتاب ہے کہاں دستیاب ہوتی ہے جو کوئی معاتبہ کر کے غلطی نکالے گا۔ لیکن خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے اس عاجز کو یہ کتاب بلا دقت میسر ہو گئی اس لئے اصل کتاب سے پوری عبارت اہل انصاف کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اہل انصاف ملاحظہ فرما دیں اور یہ بھی دیکھیں کہ ہمارے مجیب لبیب کے مدعا سے اس دلیل کو کچھ تعلق ہے یا نہیں۔

ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوصا عليه نصا جليا وخفيا واليه ذهب عبد الله بن مسعود وابو الدرداء وحذيفة بن اليمان وانس بن مالك وابو هريرة وغيرهم وجم غفير من المحدثين وشرذمة من الاصوليين وقالت من المتكلمين وجماعة من الفقهاء وتمسكوا بالاحاديث الواردة فى خلافة الخلفاء الاربعة واختلفوا فى النص والجمهور على انه جلى وجمع على انه خفى واليه ذهب الحسن البصرى واتفقوا على انها ثبتت بالاجماع ان لم يتعين الا فضل ولم يوجد النص متلقى.	بعض اس طرف گئے ہیں کہ امام کا منصوص ہونا خواہ جلی ہو یا خفی واجب ہے اور اسی طرف گئے ہیں عبد اللہ بن مسعود اور ابو درداء اور حذیفہ بن الیمان اور انس بن مالک اور ابو ہریرہ اور محدثین کی ایک بڑی جماعت اور اصولیین کا ایک گروہ اور متکلمین میں کا ایک فرقہ اور فقہاء میں سے ایک جماعت اور ان احادیث سے دلیل پکڑی ہے جو خلفاء اربعہ کی خلافت کے بارہ میں واقع ہوئی ہیں اور نص کے باب میں اختلاف ہے جمہور اس پر ہیں کہ نص جلی ہے اور ایک جماعت اس پر ہے کہ وہ نص خفی ہے حسن بصری اسی طرف گئے ہیں اور اس پر سب متفق ہیں کہ اگر افضل متعین نہ ہو اور نص نہ پائی جاوے تو خلافت اجماع کے ساتھ منعقد ہو جاتی ہے۔

اس عبارت کے آخر کا جملہ واتفقوا سے جو بہ بتہ مدعا کی نقیض کو ثابت کر رہا ہے قصداً ترک فرمایا

تاکہ استدلال بوجہ اتم راست ہو پس اگر یہ نقل میں خیانت نہیں تو کیا ہے۔ لیکن اگر اس جملہ سے قطع نظر کی جاوے تاہم یہ عبارت ہمارے مجیب کے ثبوت مدعا میں کچھ فائدہ بخش نہیں ہے کیونکہ نص عام ہے جلی ہو یا خفی اور آپ کا دعویٰ اثبات نص جلی کا ہے تو اس صورت میں آپ کا دعویٰ خاص ہے اور دلیل عام ہے اور دلیل عام سے خاص مدعا کا ثبوت ناممکن ہے اور اگر بنور تامل دیکھا جاوے تو دلیل و مدعا میں باہم عموم وخصوص نہیں بلکہ تغائر و تباین ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ آپ کے نزدیک العقاد امامت کے لئے یہ شرط ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس طرح نص وارد ہوئی ہو کہ فلاں شخص بعد فلاں نبی یا فلاں امام کے اس کا خلیفہ ہے اگر اس طرح نص نہ ہوگی تو امامت وخلافت منعقد نہ ہوگی اور صحابہ میں سے کوئی اس کے لزوم واشتراط کا قائل نہیں اور کسی نے اس کو ضروری نہیں سمجھا اور نص جلی سے بھی یہ مراد نہیں ہے کہ جو معتقد علیہ سامی ہے۔ چنانچہ جملہ وتمسکوا بالاحادیث الواردة فى خلافة الخلفاء الاربعة اس مدعا پر ظاہر دلیل ہے تو بس دلیل و مدعا باہم متغائر ہوئی پس ایسی پوچ اور غلط دلیل پر اس قدر ناز و افتخار۔ اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت صواقع میں اس مقام کے نہ دیکھنے کا الزام بالکل لغو اور ناجائز ہے علی الخصوص جب کہ شاہ صاحب کی عبارت کو جو تحفہ میں مذکور ہے دیکھا جاوے وہ فرماتے ہیں۔ وامامیہ میگویند کہ نصب امام بر خدا واجب است پس میباید کہ منصوص بود از جانب خدا و این عقیدہ مخالف عقل و نقل است۔ معلوم نہیں یہ مدعا جو مجسموعہ امرین کا ہے اور جس کو شاہ صاحب مخالف عقل و نقل فرما رہے ہیں اس کو ہمارے مجیب نے کیونکر موافق عقل و نقل کے ثابت کیا ذرا تو انصاف فرمائیں اپنی دلیل کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور جس کی نسبت شاہ صاحب نے فرمایا کہ خلاف عقل و نقل ہے اس کو بھی دیکھیں اور سوچیں بعد اس کے اپنے طعن کو میزان انصاف میں رکھ کر تولیں تو صاف معلوم کر لیں گے کہ آپ نہ عبارت صواقع کو سمجھے اور نہ تحفہ کو سمجھے اور نہ خود اپنا مدعا ہی ضبط فرمایا۔ خدا تعالیٰ توفیق انصاف و راہ راست عطا فرما دے۔

خاندان شاہ ولی اللہؒ کے معاملہ میں شیعہ حضرات کی بدزبانی اور تعریض کا جواب

قولہ: اگرچہ اس مقام میں ہم بہت کچھ گفتگو کر سکتے ہیں مگر بنظر اختصار ترک کر کے

اب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی نص کے باب میں شہادت لکھتے ہیں کہ یہ حضرت بنابر مشہور آپ کے خاتم المحدثین کے والد ماجد ہیں اگرچہ تحذیر میں ان کے الثبوت ہیں تو یہ فرمایا ہے مگر نہایت ہی درجہ کی تعریف وستائش فرمائی ہے حتیٰ کہ آپ نے از آیات الٰہی و معجزہ از معجزات جناب رسالت پناہی ان کی شان میں لکھا ہے جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔

اقول: نہایت افسوس رہا کہ اس مقام پر آپ نے بہت کچھ گفتگو نہ فرمائی جس قدر اس مقام پر گفتگو واقع ہوئی ہے اس سے آپ کے علم وفہم و انصاف کی کیفیت اور استدلال کی حالت بخوبی منکشف ہو گئی ہے اور اگر اور کچھ گفتگو فرماتے تو اور زیادہ اغلاط فاضحہ ثابت ہو کر اس دعویٰ کو باطل کرتے جو آپ نے ابتداء جواب میں فرمایا ہے۔ بہتر ہوا کہ آپ نے انتقاد کے پیرایہ میں اس کو ترک فرمایا۔ اور جو کچھ حضرت شاہ صاحبؒ کی نسبت لفظ بنابر مشہور لکھ کر تعریض فرمائی اور باوجود ادعاء تہذیب واخلاق کے بدتہذیبی کا جامہ پہنا اس کے جواب میں ایسی تعریضیں بلکہ اس سے بڑھ کر ہم بھی بہت سے مجتہدین حال و ماضی کی نسبت عرض کر سکتے تھے لیکن ہم بجز سکوت و صبر کے اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔ اس کے بعد جو شہادتیں کہ نص کے ثبوت کی بابت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمائی ان کی کیفیت بھی ملاحظہ ہو

اقول: آپ بنظر غور و انصاف ملاحظہ فرمایئے کہ جو تحریریں ہم نص کے باب میں کرتے ہیں بعینہٖ وہی حضرت شاہ صاحب ازالۃ الخفاء میں رقم فرماتے ہیں مقصد اول فصل دوم لوازم خلافت خاصہ کے نکتہ سوم میں جو صفحہ ۱۱ میں واقع ہے یہ عبارت تحریر ہے۔ نکتہ سوم آنکہ خلافت امیر شیطیر است و نفوس بنی آدم مجبول بر اتباع ہوا و شیطان در بنی آدم جاری مجری آلام چوں خلافت برائے شخصی مستقر شود احتمال دارد کہ جور پیش گیرد و در مقاصد خلافت تعاون صریح بعمل کردہ و ضرر این خلیفہ در امت مرحومہ اشد باشد از ضرر ترک استخلاف وی و این احتمال کثیر الوقوع است لہٰذا بود شائان ہمہ ارباب حل و عقد درین مسلک مرفوع شدہ اند و میشود و قتیکہ این احتمال برانداختہ نشود بوجہ دالی یا بوجہ صافی کہ نزدیک حصول آنہا جور و تعاون ممنع عادی گردد، وحسن قوی بعدل و قیام خلیفہ بامر ملت بظہور رسد استخلاف چنین شخصی غیر محض نباشد و نفوس بنی آدم باقامت او اطمینان پیدا نکنند و کیکہ مرشد خلق گردد و در نفوس ایشان در ظاہر و باطن محل کرد علم و حال خود غلبہ کردہ باشد و دیگران بعض قرائن متمسک شدہ بمکان فطرۃ رواج دادہ باشند و ما احسن ما قیل، بیت

ای روبا بلیس آدم روی ہست پس بہر دستے نشاید داد دست

تا اعتماد بر علم و حال شخصی بحدیث مستفیض صادق و مصدوق و اشارات او حاصل نشود کار تمام است پس خلافت کاملہ جامعہ نزد صاحب آن داشتہ ہاشم بنص شارع و اشارات او انتہی بقدر الحاجۃ۔ اس عبارت کو تامل و انصاف سے ملاحظہ کیجئے جیسے کہ اس سے نص کا وجوب ثابت ہوتا ہے ویسے ہی عصمت خلیفہ بھی ثابت ہے بباعث خوف طوالت ہم اس کے الفاظ پر بسط و نشاط سے بحث نہیں کرتے اسی قدر اشارہ کافی سمجھتے ہیں۔

اشتراط نص کی تیسری دلیل کا ابطال

اقول: اس دلیل کو بھی مدعا سے کچھ ربط نہیں ہے۔ اور یہاں بھی اپنا مدعا بطور جواب نص کے عبارت منقولہ ازالۃ الخفاء سے مفہوم و مستنبط ہوتی ہے اگر وہی نص مستقد علیہ جناب مجیب اور ان کے ہم مذہبوں کی ہے تو مرحبا بالوفاق لیکن یہ نص وہی نص ہے جو آیت سورہ نور وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ اور حدیث ان قوما و اباباکر اور اس کے امثال سے ثابت ہوتی ہے اور نیز یہ وہی وعدہ خداوندی ہے جس نے احتمال اتباع ہوا کا استیصال کر دیا اور وقوع جور و تعاون کو ممتنع عادی بنا دیا اور یہ نص و اشارات متعددہ اشخاص سے صرف استحقاق خلافت مستخرج ہوتا ہے نہ انعقاد اور یہ نص و اشارات متعددہ اشخاص کے واسطے بھی ایک وقت میں بلا تعیین تقدم و تاخر ممتنع نہیں ہیں پس اگر آپ اس کے قائل ہوں تو لیجئے ہماری آپ کی کچھ نزاع نہیں اور اگر نص مستقد علیہ سامی جس کے اثبات کا دعویٰ کیا گیا ہے یہ نہیں ہے بلکہ وہ نص جلی ہے کہ جو طلاقوم ائمہ اثنا عشر کے واسطے دعویٰ کرتے چلے آئے ہیں تو اس کے اشتراط کو اس دلیل سے یا کسی دلیل سے ثابت فرمایئے۔ میں اس استدلال پر ہمہ تن حیرت ہوں کہ مجیب لبیب نے اپنے آپ کو کم از کم فارسی خوان تو ضرور ہی تسلیم کیا تھا لیکن اس استدلال سے تو اس دعویٰ کے بھی ثبوت میں تردد قوی ہے کیونکر اگر فارسی خوان ہوتے تو کیا اس عبارت کا بھی مطلب نہیں سمجھ سکتے تھے کہ جس کا سہل المأخذ ہونا مثل روز روشن ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے کسی نے یہ عبارت پڑھ کر سنا دی ہوگی آپ نے لفظ نص کا سن کر گمان دانشمندی سے سمجھ لیا کہ بس ثبوت نص میں حجت قاطعہ مل گئی اور خصم کے سامنے پیش بھی کر دیا۔ افسوس کہ آپ نے بسط و نشاط سے اس عبارت کے

الفاظ پر بحث نہیں فرمائی۔ پھر جب کہ آپ اس عبارت سے نص کو جو اسکا موضوع لہ تھا ثابت نہیں کر سکے تو عصمت کو تو کیا ثابت کریں گے

قولہ: اور نیز مقصد اول کی فصل ہفتم کے مقصد دوم مقدمہ نخستین صفحہ ۲۶۸ مطبوعہ مطبع مذکورہ میں یہ فرماتے ہیں دلیل اول استشہاد احادیث کثیر در باب نقل روایت میکنند دلالت ظاہرہ دارد بر انکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وقائع آئیہ تقریر فرمودہ است و بر ادا لفظی ادا کردہ کہ رضائے خدا تعالیٰ یا سخط بآن از ان معلوم شود چون این مقدمہ را بشناسیم بحد س قوی یقین می نمائیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ اول و ثانی و ثالث کہ بر نزدیک بو دند در اختلاف قود در استخلاف ایشان فتنہ برپا شد و کارہائے عظیم مثل فتح فارس و روم برہم میخورد البتہ تبیین فرمودہ اند عاقل نتواند تجویز کرد کہ اہم مہمات را گذارند و در میان امور جزئیہ اہتمام نمایند سبحانک ھذا بہتان عظیم انتہی بقدر الحاجۃ۔ یہ دلیل بعینہ وہی تقریر ہے کہ اہل حق خلیفہ کے منصوص ہونے میں بیان کرتے ہیں اور حضرت شاہ صاحب نے اصل اس دلیل کی ہماری ہی تقریر سے اخذ کر کے بعض الفاظ اپنے اپنے حرف سے زائد کئے ہیں اور بجائے مطلق خلیفہ و امام کے خلفاء ثلثہ کا بالخصوص ذکر کیا ہے۔ اور ماحصل یہ ہے جو ہم کہتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت پر بڑی شفقت و عطوفت رکھتے تھے کہ احکام جزئیہ و مسائل فروعیہ نہایت تشریح و تفصیل سے بیان فرمائی حتی کہ آپس کی مصاحبت و معاشرت سے متعلق امور تک کے آداب پر واقف فرمایا۔ کوئی مسلمان کب تجویز کر سکتا ہے کہ آنحضرت باین ہمہ شفقت و رافت ایسی اہم مہمات کو کہ امت کے جمیع مصالح دینی و دنیوی اس سے وابستہ ہیں مہمل چھوڑ دیں اور اس پر نص نہ فرما دیں اور امت کو معاذ اللہ عمداً اختلاف و تنازع و تشاجر میں ڈال دیں۔

اشتراط نص کی چوتھی دلیل کا ابطال

اقول: ہمارے علامہ مجیب نے جو اس جگہ عبارت ازالہ سے نقل کی وہ بالکل بے سود ہے کیونکہ ثبوت مدعا مجیب سے اس کو کچھ تعلق نہیں بالخصوص حضرت صاحب ازالۃ الخفاء مبدل۔ اس بحث میں تصریح فرما چکے ہیں و پیش از تصریح در تقریر آن نکتہ ایست مہم کہ ترتیب و تالیف و تقریب آن مسائل بہ معرفت او موقوف است و آن نکتہ ایست کہ مراد از

تعین خلیفہ کہ بموجب ولزوم آن زبان میکشائیم نہ آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک بوفات خود مسلمانان را جمع فرمایند و بہ بیعت آن خلیفہ امر نمایند از اس سے صاف واضح ہے کہ وہ نص جس کا دعوی کیا گیا ہے وہ مراد نہیں اور وجہ اس کی بجز اطمینان کے اور کوئی نہیں اور ظاہر ہے کہ جب وقائع آئیہ کی تقریر فرمائی جس سے رضا یا سخط خداوندی اس کے ساتھ معلوم ہوتی تو وہ خلافت حقہ جس میں اختلاف کے سبب فتنہ کا اندیشہ نہ تھا اور بڑے بڑے اعلیٰ درجہ کے کاموں کے درہم برہم ہونے کا خوف تھا اولیٰ و احق بالبیان ہے بہ نسبت اس خلافت کے کہ جس میں یہ اندیشہ نہ تھا بلکہ اس میں خود اختلاف واقع ہونے والا تھا اور اس اختلاف پر بھی مطلع فرمایا اور یہ تقریر و اطلاع بطور کشف واقعہ اور بطور اخبار بالغیب واقع ہوئی تو یہ غلط ہے کہ بجائے مطلق خلیفہ کے خلفاء ثلثہ کو ذکر کیا کیونکہ حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کی ذوات مقدسہ کے ساتھ وقائع عظیمہ متعلق تھی کہ جس میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے اس لئے بالخصوص ان کا ذکر کیا نہ کسی دوسری وجہ سے باقی رہا یہ کہ یہ دلیل حضرات شیعہ کی تقریر سے اخذ کی گئی ہے اور کچھ الفاظ کو دخیل کے گئے ہیں۔ سو اہل انصاف جملوں نے اول سے آخر تک کتاب ازالۃ الخفاء کا مطالعہ کیا ہے اور حضرات شیعہ کی تقاریر علمیہ ان کے پیش نظر ہیں معلوم کر سکتے ہیں کہ اب سے حدوث مذہب تشیع سے یا جس روز سے کہ اس مذہب کے علماء نے محجاب تقیہ کا چہرہ مذہب سے اٹھا کر طریق کلام کو جاری کیا آج تک کسی شخص نے علماء شیعہ میں سے بیان معانی کتاب و سنت میں اس طریق و اسلوب کی کوئی تقریر دیکھی ہے اگر کوئی ہو تو مجیب نہیں ہی نام لیں۔ علاوہ اس کے ابتداء زمانہ خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم میں جناب ان ہی کے ہم مشرب رہے ان ہی کے موالی مساعی نشر و اشاعت کرتے رہے۔ اپنا قرآن جو تمسک اعظم و ثقل اکبر ہے ہر دو تقیہ میں بنا چھپایا کہ بجز ائمہ کے اس کو کسی نے پڑھا نہ کسی نے دیکھا اپنے زمانہ خلافت میں بھی تقیہ کو ہی حالت رہی اور جس کے تمام امر کے بعد دیگرے حضرات ان کے قدم بقدم چلے آئے اور جمیع تقاریر علمیہ اور مساعی دینیہ موافق اس سنت کے بیان کرتے چلے آئے پھر اگر یہ کابر اہل سنت سے اخذ نہیں کیا تو کہاں سے آیا اپنے معتبرین کو دیکھئے کہ عموماً علوم مختلفہ کے بیان میں خوشہ چین خرمن فیوض اہلسنت ہیں۔ تفسیر صافی کو دیکھئے کہ اس کے مصنف نے اس بارہ میں اپنے معتبرین کی تبیین تشیع فرمائی تفسیر مجمع البیان جو نہایت معتبر تفاسیر میں سے ہے ایک صفحہ اس کا آپ پڑھ لیں قرینہ سے قول کی تصدیق ہو جائے۔ اگر زیادہ تکلیف گوارا طبع سامی نہ ہو تو رسالہ

المکاتیب ہی دیکھ لیجیے کہ فاضل اجل مولوی نور الدین حسین اس بارہ میں کس دردانگیز افسوس کے ساتھ فرماتے ہیں صـ۱۵۶ پر یہ عبارت مکتوب ہے، متاخرین بسبب عدم مہارت فن حدیث حقیقت الامر را ادراک نکردہ بکاسہ لیسی عامہ پرداختہ اند و دشنام این امر غیر از قلت استعداد درفن حدیث شریف چیزی دیگر ملحوظ نیست جب کہ علماء اہل تشیع باعتراف خود ہمیشہ کاسہ لیس اہلسنت رہے تو بڑی شرم کی بات ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹا الزام اور غلط دلیل کا لگاتے ہیں اور کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے اور اپنے علماء کے حالات کو لحاظ نہیں فرماتے بے شک نمک حلالی اسی کا نام ہے لیکن جو دلیل کہ مجیب لبیب نے ثبوت نص میں بیان فرمائی اور ان کے اکابر بڑے افتخار کے ساتھ ثبوت اس مدعا میں بیان فرماتے چلے آئے ہیں البتہ اس کی تردید اور اس کا جواب ضرور ہے پس واضح ہو کہ حضرات شیعہ کو مثل مشہور

الغریق یتشبث بکل حشیش ۔ ڈوبتا ہر ایک گھاس چھوس پر سہارا پکڑتا ہے

جب کوئی دلیل ثبوت مدعا میں ہم نہیں پہنچی تو ایسی ایسی واہی دلیلوں سے ہی اپنا دل خوش کر لیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جیسا مدعا ہوتا ہے اس کے لئے ویسی ہی دلیلوں کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ امامت اور اس کی شرائط موقوف علیہ اور اصل اصول دین سے ہیں تو کیا ان کا ثبوت ایسی ایسی دلیلوں سے ہو جو محض خیالی ہیں اور جن کی تائید کسی کتاب و سنت سے نہیں ہوتی بلکہ بالعکس کتاب و سنت سے ان کی تکذیب ہوتی ہے ہو سکتا ہے ہرگز نہیں قطع نظر اس سے یہ دلیل خود مستقل پر منقلب ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے کلام مجید میں جس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور اکمال دین کا مژدہ سنایا اور اصول دین میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جس کو حق تعالیٰ نے بیان نہ فرمایا ہو بلکہ فروعات فقہیہ عبادات و معاملات میں سے صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ نکاح و طلاق بیع و شراء اعتکاف وغیرہ تک بیان فرمائی تو باوجود اس رافت و رحمت کے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ ہے کوئی مسلمان کیونکر تجویز کر سکتا ہے کہ حق تعالیٰ فروعات کو تو باین اہتمام مکرر سہ کرر بیان فرماوے اور کسی ایسے اصل اصول دین اور اہم مہمات کو مہمل چھوڑ دے جس کے ساتھ عباد کے تمام مصالح دینی و دنیوی منوط ہوں اور عمداً عباد کو تنازع و تشاجر میں ڈال دے بلکہ علاوہ فروع دین کے مشتبہ اور پراگندہ قصے بلکہ تشابہات تک فرماوے اور اصول دین کو چھپا رکھے اور نص نہ فرماوے اور تارک واجب ہو، سبحانک ہذا بہتان عظیم، تعجب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت در رسالت کی کتب سماویہ میں

خداوند تعالیٰ نے خبر دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توصاف نام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اور خوشخبری دینے والا رسول کے جو آتے ہے میرے

اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۔ پیچھے نام اس کا احمد ہے۔

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ راشد جو انبیاء و رسل سابقہ سے افضل ہے اس کا کہیں ذکر نہیں فرمایا حالانکہ عباد کا ایمان اسی پر موقوف تھا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اصول دین ہی میں سے نہیں ورنہ خود خداوند تعالیٰ ہی اپنے کلام میں نص فرماتا، مستدام کہ کب کہتے ہیں کہ امر امامت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمل چھوڑ دیا اور عمداً امت کو باین ہمہ شفقت و رافت اختلاف و تشاجر میں ڈال دیا اور یہ کچھ اسی پر منحصر نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نام بنام نص فرماتے اور کہتے کہ میرے بعد فلاں اور اس کے بعد فلاں خلیفہ و امام ہے بلکہ ہرگاہ خداوند تعالیٰ اس امر کا متکفل ہوا اور تمکین دین کا وعدہ فرمایا اور حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ حسب وعدہ خداوندی جو خلافت واقع ہو گی وہ حق ہو گی اور منہاج نبوت پر ہو گی تو آپ کو کچھ حاجت نہ رہی کہ آپ خلافت پر تنصیص خاص فرماویں لیکن آپ نے خلفاء اور ان کے اوصاف اور مدت خلافت کو صراحۃً اور اشارۃً بیان فرما دیا اور سب سے آخر میں بطور تتمیہ تنبیہ یہ کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے قائم مقام امام صلوات مقرر فرمایا بعد وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے وعدہ صادقہ خداوندی نے جلوہ ظہور پکڑا اور خلافت موعودہ ہر روئے کار آئی اور تمکین دین مرضیہ حاصل ہوئی تو اب اس سے جس کو ذرا سی بھی عقل ہے معلوم کر سکتا ہے کہ نص نہ ہونے کی صورت میں کس امر کا احتمال باقی رہا اور کون سا تخالف و تشاجر ہے کہ جس میں امت کو ڈال دیا تنازع و تشاجر کے اندیشہ کو تو خود خداوند تعالیٰ کے بھی وعدہ صادقہ نے بیخ دین سے اکھاڑ دیا تھا بلکہ اگر بقول شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نص فرمائی تو باوجود اس شفقت و عطوفت و رافت و رحمت کے جو امت مرحومہ کی ضلالت پر ممدول تھی تمام امت کو جس کو سالہا سال کی محنت و مشقت میں صدہا طرح کی اذیتیں اٹھا کر مسلمان کیا تھا اس نص کی بدولت ورطہ ضلالت میں اوندھا ڈال دیا، اگر یہ نص نہ ہوتی تو کیوں لاکھوں آدمی کفر میں مبتلا ہوتے، کیا توحید و نبوت و معاد کا اعتراف کافی نہ تھا، غرض جس قدر مغالطہ کریں یہ نص متضمن ہے ترک نص ہرگز نہیں باین ہمہ نص یہ ہی ہے یوم غدیر خم فرمائی یا کوئی اور اس کا نص ہونا تو ظاہر ہے اور اگر کوئی اور ہو تو اسے پیش کیجیے، علاوہ ازیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باین ہمہ رافت و رحمت نص فرمائی بھی سہی لیکن کیا فائدہ ہوا جبکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو تمکین نہ دی اور اپنے واجب کو جو لطف تھا اپنے ذمہ سے نہ اتارا تو جملہ امور دینی و دنیوی اس کے ساتھ وابستہ تھے وہ کیونکر حاصل ہوتے اور نیز نص سے کیا فائدہ ہوا جبکہ امام نے غائب ہو کر باوجود یکہ تمام منافع دینی و دنیوی اس کے ساتھ وابستہ تھے سب کو خاک میں ملا دیا اور امت کو عمداً اختلاف و تنازع و تشاجر میں ڈال دیا کیا کوئی شخص جس کو ذرا دین اسلام کا لحاظ ہوگا وہ ایسا کہہ سکتا ہے۔ علاوہ ان سب کے ہمارے عجیب مکے نزدیک اگر قطع عرق تنازع نص ہی پر منحصر تھا تو یہ بھی بداہۃً غلط ہے کیونکہ جو تنازع و تشاجر و تکاذب و تجاحد درباره نص فرق شیعہ میں عموماً اور امامیہ میں خصوصاً واقع ہو رہا ہے اس کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر آتی ہے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ مزبان پر جاری ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر واقعی نص ہوتی تو یہ اختلاف و تنازع جو فرقوں کے بیچ اختلاف و تنازع سے بدرجہا بڑھ کر ہے واقع نہ ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ باتیں تراشی ہوئی ہیں ولیس۔ اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو اس اختلاف کو مفصل بیان کرتا لیکن چونکہ صواعق و تحفہ و سیف مسلول وغیرہ میں بشرح و بسط مذکور ہے جس کا دل چاہے وہاں دیکھ لیوے۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور خلیفہ رابع رضی اللہ عنہم

قولہ۔ اگرچہ اس عبارت پر بہت کچھ گفتگو ہو سکتی ہے مگر بخیال اختصار بس قطع کرکے اس قدر گذارش ہے کہ باوجود یکہ خلیفہ رابع بھی خلفاء ثلاثہ کے خلفاء راشدین سے ہیں اور ان کی خلافت بھی حدیث خلافت میں داخل ہوئی مگر حضرت شاہ صاحب نے کیا توقع اور تدین سے محض قطعہ خلفاء کا ہی ذکر کیا ہے یہ بھی قابل غور ہے تمسک بمثبت و دوام اہمیت کے یہی معنی ہیں۔

اقول۔ یہ تو آپ سے ہے ہم تو میں بہت اچھا کیا کہ اس عبارت پر بہت گفتگو نہیں فرمائی کیونکہ جس قدر زیادہ گفتگو فرماتے اسی قدر آپ کی مستعد دلیاقت کی زیادہ قلعی کھلتی سوائے کسی پر کچھ احسان نہیں۔ باقی رہا شاہ صاحب پر خلیفہ رابع کے ذکر نہ کرنے کا تو یہ محض عدم ذکر ہے دوسرے کا۔ اور ہے کہ خلافت رابعہ کی حقیت متفق علیہ بین الفریقین ہے تھے بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ثانیاً اگر خلافت رابعہ کا ذکر نہ کرنا دلیل ہے عدم خلافت کا تو

ہیں سوان کا بیان کرنا ضروریات سے ہے اگر ایسے مواقع میں خلافت رابعہ کا ذکر نہ کیا جاوے تو جب کہ اس کو خلافت حقہ تسلیم کر لیا ہے تو ہماری تمسک و دلالہ میں کچھ قصور واقع نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ مدعی ہیں تو وجوب ذکر کو کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت کیجئے وہمیات سے مرفع استدلال میں کام نہیں چلتا۔ اور نیز بیان کرنا اس امر کا مقصود تھا کہ ان خلافتوں میں اختلاف واقع ہوا تو جن مہمات دینی و دنیوی کو یہ خلافتیں متضمن تھیں مثل فتح روم و فارس وغیرہ ممالک اور شیوع اسلام کے وہ سب درہم برہم ہو جاتے کیونکہ یہ حصہ خاص خلافت باے ثلثہ ہی کا ہے۔ اس لئے وہ اس بیان کے لئے مخصوص ہیں تو انھیں کا ذکر کیا گیا۔ علاوہ ازیں ہم آپ کی روایات میں بہت زیادہ دیکھتے ہیں کہ صرف جناب امیر کا ذکر ہوتا ہے اور باقی ائمہ کا نہیں ہوتا تو کیا اس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ حضرات کو ان باقیہ سے بغض تھا۔ قرآن شریف میں حق تعالیٰ شانہ نے بعض مواقع میں بعض انبیاء کا ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں فرمایا۔ اسی طرح بعض انبیاء کا ذکر فرمایا اور بعض کا ذکر ترک فرمایا چنانچہ ارشاد ہے

مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ	بعض ان میں سے وہ ہیں جن کا ہم نے قصہ بیان کر دیا
مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ	ہے اور بعض ان میں سے وہ ہیں جن کا قصہ نہیں بیان کیا

حالانکہ وہ بھی انبیاء تھے اور نیز کتاب تمسک کا ذکر کیا تو اس سے حسب قاعدہ خود کیا سمجھیں گے یہ حضرت ہی کی مناظر دانی ہے کہ ترک ذکر کو دلیل بغض کی قرار دیتے ہیں اور بلا دلیل خلاف ولاء و تمسک کہتے ہیں

امامت کے متعلق سنی شیعہ نقطہ نظر کی تفصیل

قولہ۔ اور نیز امامت کا امر مہمات ہونا بھی اس عبارت سے ثابت ہے جس کا شیعہ آپ کو انکار ہے

اقول۔ جب کہ آپ میرے اشارات میں شاک و متردد ہیں تو کچھ ضرور نہیں تھی کہ اس کا جواب لکھا جاوے جس چیز کا شک نہیں محض تجاہل ہے اس سے مدعی آپ کو آپ کی قلعی پر متنبہ کرتے ہیں ورنہ ہم کو اور آپ کے معاصرین کو اس میں یا اختلاف ہے کہ آپ اس کو اصول دین میں سے مثل توحید و نبوت کے سمجھتے ہیں اور جو فروع دین میں سمجھتے ہیں ان کے اصول دین ہونے کا انکار ہے تو یہ عبارت سے

اس کا ہرگز اصول دین میں سے ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر آپ اس عبارت یا کسی عبارت سے امامت کا اصول میں سے ہونا ثابت فرماتے تو بجائے خود تھا اور نہ صرف یہ فرماتا کہ اس عبارت سے امامت کا اہم المہمات ہونا ثابت ہے اس پر بس ہے کہ آپ نے محل نزاع سے تجاہل فرما رکھا ہے۔

قولہ: اور پھر اسی فصل و مقصد و مقدمہ میں بلفصلہ یہ عبارت مرقوم ہے۔ دلیل ثانی ہر کتاب فضائل الصحابہ را زد اصول خواندہ باشد و فن معرفت الصحابہ را تابع خود دانستہ باشد البتہ امید اند کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حق ہر یکی از اصحاب خود کرشمہ و غمزہ بخشیدہ و ہر کدام بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دلبستگی خاص رعائی فرمودہ است و اگر کرامت حاصل نمودہ باشد ہر زبان شہادت دادہ و ہر دہن ثنا خوانی کردہ و این قصص ہر دو ان دشمنان است کہ بگاہ بگاہ بر کسی کمر دشمنی بستہ است بر کتاب اصحاب خود در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ در زیر دامن او بودند و بعد وفات صلی اللہ علیہ وسلم تمام عباد خلافت خواندہ بر نفس رعائی نمودہ باشد اخلاقاً بیان از دو حال بیرون نیست یا ایشان را دشمن داشتہ است یا نداشتہ است بدیہی ترین صحیح بدیہیات است کہ من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا و اجر من عمل بہا الی یوم القیامۃ۔ حسن بدیہی از کردار نفس اجور متعددہ موجود ہیں وجہ بآنکہ بانی ایشان امتدادی شدہ اند حاصل است و اگر نشدہ است بدترین شر است بر کردار نفس اشرار ہم زیادہ از مقصود و از نیت بد ہم بقدر نیت بد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں وجہ آنکہ بانی ایشان امتدادی نش

خلفاء ثلاثہ کے معاملہ میں شاہ عبدالعزیزؒ کی عبارات سے مغالطہ انگیزی کی شرمناک مثال اور اس کا جواب

اور بجز سود کا مگر بنا بالصاف انہیں سے کہ عادت مشہورہ نہیں ورنہ کیا محمد بن حنفیہ پر بھی مخفی ہوتا
جو جناب امیر کا متصل بازو کے تھا اور گرد بن حنفیہ کو معلوم تھا تو نہایت مستبعد ہے کہ نفی خداوندی
و رسالت پناہی میں تو چوں و چرا فرمائی اور بجز سود کے ذیلہ کو از قسم گریہ بجز سود کے فیصلہ کی
نسبت اتنا اور بھی یاد رکھنے کا گر اس میں بھی باہم اختلاف سے جعل کہتے ہیں کہ بجز سود نے زمانہ
جاہلیت کی عادت کی تصدیق کی اور جعل کہتے ہیں کہ عادت کہ بن حنفیہ کی شہادت دو عدد ان
کے درجہ دو کامل ہیں جو جہت وقت ان کے نقل کی ضرورت نہیں ویسے ان سے اس پر کہ
کرتا ہوں

تحقیق اس کے بعد ہیں حضرات شاہدوں نے صاحب کی تعریف کی ویسے ہی ہے
واقعی و حقیقی ہیں مگر صاحب ہیں تحریر فرماتے ہیں اور ثبوت ہوا کہ ہمارے مدعا میں ہر گز
ہیں بلکہ مدعا ہمارا یہ ہے کہ عادت کے سبب سے ہر ایک مدعا میں ہر گز
ہیں بلکہ مدعا ہمارا یہ ہے کہ عادت کے سبب سے ہر ایک مدعا میں ہر گز

اشتراط نقص کی چھٹی دلیل کا ابطال

ہوں گے کہ قطعی اور غیر قطعی سے مرکب قطعی نہیں ہو سکتا پھر معلوم نہیں کہ اس استدراک سے آپ کو کیا فائدہ دیا اور بفرض محال اگر قیاس بالاولویت ثابت بھی ہو تو آپ کو کیا مفید ہے اس کے بعد اس قدر اور گذارش ہے کہ یہ بھی واضح رہے کہ قیاس بالاولویت کو قیاس کہنا صرف علامہ موصوف کے نزدیک ہے ورنہ آپ کے بیان محقق وفیہ سے اس کے قیاس ہونے سے انکار کیا ہے۔ معاذ الدھوں ہوشت قیاس میں مذکور ہے

ذهب الجمهور الى ان الخطاب يتناول العبيد كما يتناول الاحرار

من سلمة بن الاكوع قال

لحديث ابي هريرة ان رسول الله

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

استدل ابو حنيفة على ان

ورجوع کرنے سے آپ نے لکھا ہے کہ ہم کو مسلم ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ جناب والا نے تسلیم کرتے ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ ہر چہ خصوص کے دوسری جگہ ہو سکتا ہے عموم کی نفی ہو سکتا ہے۔ فاش غریب ہے یہاں ہر جگہ اصل بیت کہیں تک ہے اصل و فروع کی بھی خبر نہیں ہے۔ کہاں کی خصوصیت کو یہاں ہو سکتا ہے عموم کی نفی ہو سکتا ہے۔ اس جگہ عموم کی ہو سکتا ہے یہاں

پر محمول ہے جو مدعا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یا اس نفی پر حمل کیجئے گا جو ہمارے فاضل مجیب کا مقصود بالاثبات ہے اگر بفرض محال وہی نفی مراد ہو جس کے اثبات کے مجیب درپے ہیں تاہم ان کو گنجائش ہے کہ وہ اس استدلال کو منع کرے اور وہ یہ ہے کہ محتمل ہے کہ وہ نفی مراد ہو کہ جو مدعا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور قاعدہ ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تو یہ استدلال جب تک کہ یہ احتمال نہ کیا جاوے باطل ہوگا اور اس احتمال کا رفع ہونا محال ہے اور ظاہر ہے کہ اگر اس نفی کو اس پر حمول کیا جاوے جو شاہ صاحب کا مدعا ہے تو بروئے عقل و نقل اس پر محمول ہے تو اس صورت میں اس دلیل سے عبارت مجیب کے مدعا کی ثبوت کی کوئی سبیل نہیں باقی رہا یہ جواب فرماتے ہیں کہ اس دلیل سے چار دن بعد اصول افتاء و ہدایت کے اصول حل ہو جائیں گے مشہور ہوگئی سو یہ جواب فاضل مجیب کی خوش فہمی سے نشاء اس کا یہ ہے کہ قول اصل سے وہ نفی سمجھے ہوئے ہیں اور اپنا مدعا خاتمہ بحث کا سمجھے کہ یہ نفی لفظ کے لئے کافی ہے کہ وہ مراد ہو اور یہ مدعا ہمارے مخالف سے وہ نفی مراد ہے جو مجیب نے سمجھی ہے اور ہمارا مدعا نفی اعتقاد کے لئے کافی ہے کیونکہ یہ نفی محض کاشف واقع اور تعلق سے متعلق ہے پس بطلان اصول کا دعوی محض غلط نفی سے ناشی ہے اور یہ خاتمہ بحث ہے

قولہ اسی صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں وہ خاص مجیب ہے جمیع اذہان میں بدیہات حضرت علی اللہ علیہ وسلم منطوی ہوا کہ قال اللہ تعالیٰ ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ الخ اور قال اللہ تعالیٰ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ الخ اور قال اللہ تعالیٰ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ الخ اور قال اللہ تعالیٰ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ الخ

اسلام را بہتر از خود و مسلمانان را بہتر از خود نداند و مسلمانان را بہتر از خود نداند سوائی نصب خلیفہ راشد ممکن نیست و نصب خلیفہ باشد بلکہ شخصی عزیز القدر می کہ بندہ بغیر عظیم تعین فرماید و دفع ضرر واجب است و حقیقت تحریف عَلَیْکُمْ بِالْکُتُبِ الْمُتَدَاوَلَةِ بغیر تعریف بخیر و تبعید از نظر محقق نمی شود قال اللہ تعالیٰ اِنَّ قَوْلَ الْحَقِّ الخ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ سبیل اللہ اگر دین نیست فرمودہ کار دنیا شوی ہدایۃ کہ تو ہدایۃ ابتدا و وقایہ نصب خلیفہ مکان نیست و بر خلیفہ آن قادر نمی تواند شد بر صحابہ و صحابہ و تبعین دین و علماء از عقول عامہ خارج است پیغامبری با یدکہ از ملک غیب تعین آن فرماید و فقہ اختلاف خاصہ دین در تعین خلیفہ فرو نشاند و کشش شغب قدح کنندگان اجل مطالب عالیہ و مہمات آنست دین و معارف حقہ حضرت او اگر تاریخ ملوک را بکول عامہ مردم کہ در شش دین بدانست و عرض و ناموس خود بر دین نہ نہد و بر تعین آن بادشاہ گاہی نیز کہ خود تملک پیشہ کردہ بود و استیلا کردہ بود بغلبہ شمشیر کہ ہر کہ ملت و دین او را شناسد و بہر حیات این [illegible] و اگر دیدہ ہوی گرفتہ نہ زبان بس دستان بعد تمثل خود را گفتی ہ بیت

نہ بیند بہ چشم چشمہ نابینا ۔۔۔ نہ بیند بہ گوش پند ناشنوا

کہ باشد کہ مردہ دل بیدار شود ۔۔۔ چو بشنود ز گفتہ ما بگذری

و در آخر کہ بیرون دہ ہا بہ آب تاق نرود و قصر خلافت سلطنت بجوانی و رفاقت پیری و خواب دیدن گوید کہ صحت سلطنت و رسم بجائی خلافت کہ خود را خود بودہ گیرد فرستادن پیری تو دن کہ خیر و راستی می تو دن بنی کہ ہدایت دہد۔ اقول اگر چہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارا مذہب نہیں کہ ہم ان کلمات سے جو ہمارے مخالف نے ہمارے مذہب کے مخالف کہے ہیں ہمارے مذہب کے مخالف ہونے کے مدعی ہوں اور ہمارا مذہب ان کلمات سے ثابت کریں بلکہ ہمارا مذہب ان کلمات سے ثابت ہوتا ہے جو ہمارے مذہب کے موافق ہیں اور ہمارا مذہب ان کلمات سے ثابت ہوتا ہے جو ہمارے مذہب کے موافق ہیں اور ہمارا مذہب ان کلمات سے ثابت ہوتا ہے جو ہمارے مذہب کے موافق ہیں اور ہمارا مذہب ان کلمات سے ثابت ہوتا ہے جو ہمارے مذہب کے موافق ہیں

اشتہ الطرفین کی آٹھویں دلیل کا ابطال

اقول یہ دلیل بھی مثل دلیل گذشتہ کے مرکب ہے مقدمات ممنوعہ سے اور مرکب جب ہو ممنوعہ مقدمات سے تو ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے ہیں اور ان مقدمات ممنوعہ کو رد کرتے ہیں

لیکن فی الحقیقت اگر آپ نظر غور سے ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کو واضح معلوم ہو جائے گا کہ یہ دلیل آپ کے خرمن مطالب کے لئے صاعقۂ آتش بار ہے کہ جس نے اصول مطالب کا بیخ و بن سے استیصال کر دیا۔ قطع نظر مفاسد استدلالات سابقہ کے جو یہاں بھی لازم آتی ہیں۔ اس اجمال کی شرح ذرا گوش انصاف و ہوش سے سنیئے واضح ہو کہ مختصراً خلاصہ مطالب کی دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ شانہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دین اسلام کا جمیع ادیان پر غالب کرنا مقصود تھا چنانچہ لیظہرہ علی الدین کلہ ارشاد ہوا اور نیز وعدہ تھا کہ دین اسلام کو تمکین کامل دیں گے اور خوف کو زائل کر دیں گے اور اس کی جگہ امن تمام عطا فرمائیں گے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اور یہ امور حجاب قوۃ سے منصہ فعلیت پر جلوہ گر نہ ہوتے کیونکہ خود دو سلطنتیں عظیمہ پہلو بہ پہلو تھے وہ اس وقت تک اس قوت و شوکت پر تھے کہ جن کو ہر طرح غلبہ تھا اور ان سے مامون ہونا عقل سلیم ہرگز تجویز نہیں کر سکتے تھے تو لامحالہ ایسے شخص کی ضرورت ہوئی جو نبی کے قائم مقام ہو اور اس کا فعل بمنزلہ فعل رسول ہو اور مراد خداوند تعالیٰ کے ظہور کا حامل بنی ہو دو سلطنتیں پاش پاش ہوں مرتدین نے جو اس وقت سر اٹھایا تھا ان کی سرکوبی فرمادی اور مانعین معاندین کو اب تدبیر حسنہ سے فرو کرے اور جس قدر امور داخلی و خارجی میں تشتت ہو اس کو منتظم فرمادے اور ایسے شخص کا دریافت ہونا عقول عامہ سے خارج ہے تو اس لئے ضرور ہے کہ ایسے عزیز الوجود کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے تلقی فرما کر متعین فرمادے کہ جس کے ہاتھ پر یہ مہمات سرانجام ہوں اب ہم اس کے بعد اس دلیل کے مطالب کو آپ کے امور کے حالات سے مطابقت کر کے دیکھتے ہیں تو مثل روز روشن صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے ہاتھوں سے روم فتح ہوا نہ فارس فتح ہوا نہ مرتدین کی بیخ کنی ہوئی نہ اسلام غالب و شائع ہوا نہ دین کی تمکین ہوئی نہ خوف زائل ہوا نہ امن حاصل ہوا بلکہ برخلاف اس کے ہمیشہ خائف و ملحق و غیر مامون رہے دین ہمیشہ مغلوب رہا کفار و منافقین کے خوف سے ہمیشہ جھوٹ بولتے رہے اور خلط مسائل امت کو تبلا تے رہے نقل متصل آج تک یہ دو سو برس گذر گئے ہیں محرف اور خلط امت میں مروج رہا کبھی اس کو نہ سنبھالا نقل صحیح کے ساتھ کیا کچھ ملوک ہوئے اور کچھ اس کا چارہ نہ ہو سکا بلکہ خلعت خلافت حقہ اپنے بدن سے جدا کر کے ایک ایسے غیر مستحق کو عطا فرمادیا کہ جس سے کیا کچھ دین و اسلام میں فتن پھیلے کہ جن کی نظیر شاید عالم میں نہ ہو پھر کیا ایسے ہی اشخاص غیب سے الہام مہمات کے لئے متعین ہوتے ہیں اور ایسے ہی حضرت معاذ اللہ جہلوں

آپ کے جو انحطاط دولت دین کے جاری ہوئی بسبب غلبہ دین کے ہو سکتے ہیں ہمالک ہذا بستان عظیم ہم کہاں تک عرض کریں دریا نہ اگر کس است یک حرف بس است پس اگر بفرض محال اس دلیل سے وجوب نص مدعا ثابت ہو جاوے تو اس کا مصداق کون سے ائمہ کو قرار دیجئے گا اور ثبوت اشتراط النص محال ہے وجوہات گذشتہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قولہ: اگرچہ کسی قدر طول ہو گیا مگر شاہ صاحب کا ایک دقیقہ اور سن لیجئے پھر افضلیت کے دلائل گوش توجہ سے اصغا فرمایئے انصاف کرنا آپ کا کام ہے عبارت مسطورہ کے متصل ہی فرماتے ہیں: و اینجا دقیقہ ایست اگر فہم کنی اکثر مضلات آسان شود سنۃ اللہ جاری است برآن کہ چون اکثر خلق بشدتی در ماندند مدبر السموات والارض العالم بالتقدیر می فرستد تا اصلاح حال آن تدبیر و رفع شدت صورت گیرد بعثت رسل و نصب مجددین ہر سر مائۃ و چیزہائے بسیار متفرع ہر ہمین اصل است سری کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت غلبہ کفر در آفاق تقاضا کردہ است۔ کما جائی۔ الحدیث۔ انتہی۔ ان اللہ بعث من یجدد الخ بقایا من اہل الکتاب والی اردت ان اتلیک بلغوا ان ابتلیہ ویبتلیک الحدیث۔ ہمان سر چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم اولی بعالم اعلیٰ انتقال فرمود و ہنوز ظہور دین حق چنانکہ می بایست نشدہ و اسباب اختلال دین حق بسمر سیدہ بارگر برقع از روئے خود کشاد و تعیین خلیفہ ثم خلیفہ نمود تا آنکہ مراد حق تمام شد و موعود او منجر گشت و چنانکہ معرفت شخص کہ متحمل اعباء نبوت مشہود از طور بشر خارج است ولہذا جاء ان گفتند لولا نزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم۔ ہمچنان معرفت شخصی کہ اعباء خلافت حمل نماید و آن مراد حق بکمال رسانہ مقدور بشر نیست این ہمہ تدبیر غیب است کہ از پس پردہ کار میکند و راست کہ بیقا میر بآن شخص معین ارشاد فرمایند انتہی بقدر الحاجۃ۔ یہ کلام بلاغت نظام اہل حق کے مطلب کو نہایت ہی صراحت سے ثابت کرتی ہے اور طالب حق کو ہدایت کی منزل پر پہنچاتی ہے کیونکہ اس سے بذریعہ وحی یزدانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا بہ اولی و اعلیٰ بہ الوجوب ثابت ہے اور یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ انسان کا مقتدر نہیں کہ متحمل اعباء خلافت و لوازم سنہ امامت کو پہچان سکے

اشتراط نص کی نویں دلیل کا ابطال

اقول: اس کلام بلاغت نظام کی نسبت جس قدر تعریف وتوصیف ومدح وثنا فرمائی بجا ودرست ہے وہ اسی کے قابل ہے لیکن میں اس تعریف کی نسبت وہ اور کہتا ہوں جو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر فرمایا تھا، کلمۃ حق ارید بہا باطل اگرچہ دلائل سابقہ کے جوابات میں آپ کے تمام استدلالات کا بکلی ابطال ہوچکا ہے لیکن یہاں بھی اس قدر گفتگو ضرور ہے کہ جو آپ فرماتے ہیں کہ اس سے بمدلالت وبرہان واضح وارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا بالوجوب ثابت ہے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ وجوب سے مراد حسب قاعدہ وجوب علی اللہ ہے اور اس دلیل سے وجوب علی اللہ کا عدم ثبوت اصل بدیہیات سے بھی زیادہ واضح ہے بلکہ وجوب علی اللہ کا بطلان جا بجا قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ اور اقوال ائمہ سے ثابت ہے۔ معہذا اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ پر بعثت رسل و استخلاف امم واجب ہے تو اس کی علت غائی یہ ہے کہ امور کی اصلاح ہو اور وہ ثابت کردیں گے کہ جس میں لوگ مبتلا ہوں مرفع ہوجائے تو اصلاح عالم کی پیشتر واجب ہوئی اور جب صلاح عالم کی تمام شانوں پر واجب ہوئی تو کچھ وقوع فساد بحد اس کے کیونکر ممکن ہے کہ خدا سے تعالیٰ تارک واجب ہو تو جب وقوع فساد ممکن نہ ہو تو بعثت رسل کی کیا ضرورت رہی اور اس کا وجوب جس طرح ثابت ہوا تو وجوب نص خود اسی دلیل سے باطل ہوگیا علاوہ ازیں جو عبارات کہ بعد منقش اس عبارات منقولہ کی نقل کردہ ہے درحقیقت نواب فاضل مجیب نے اپنے تئیں مصنف سمجھ کر نہیں لکھی ہیں خود اس کے ثبوت کی تفتیش نہیں کی بلکہ صرف شاہ صاحب مرحوم کی عبارت منقولہ کے جملہ بین قوسین کو اگر قوسین سے نکال دیا جائے تو

لفظ معصمت کے ہونے نہ ہونے میں ہے ورنہ مطلب ایک ہے۔

عصمت ائمہ کے شیعی تخیل سے خاندان ولی اللہی کا کوئی تعلق نہیں

اقول: اول تو یہ ہی غلط کہ بجز عصمت کے آپ کی تقریر میں اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر میں درباب نص کچھ فرق نہیں کیونکہ اولاً آپ اس کے وجوب علی اللہ کے قائل ہیں اور حضرت شاہ صاحبؒ اس کے قائل نہیں اور نہ کوئی عاقل مومن اس کا قائل ہو سکتا ہے اور ثانیاً آپ ایک نص کے فرد خاص کے مثبت ہیں جس کا اثبات نہ عقل سے ہو سکتا ہے نہ نقل سے اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے ہرگز اس کا اثبات نہیں ہوتا معہذا یہ فرق جو عصمت کے ہونے نہ ہونے کا ہے کہ جو فرق ضیاء و ظلام کے فرق سے بھی زیادہ ہے کیا آپ کے نزدیک کچھ فرق نہیں ہے، اس کے اوپر تو دلیل کی صحت و غلط ہونے کا مدار ہے چونکہ عصمت خود باطل ہے چنانچہ گذارش ہو چکا اس لئے جو اس پر مبنی ہے وہ بھی از قبیل بناء فاسد علی الفاسد اور باطل ہے اور حضرت شاہ صاحب کی دلیل ایک ایسے امر حق پر متفرع ہے جس میں مخالفین کو بھی چوں کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پس اس فرق کو کچھ فرق نہ سمجھنا اور اس دلیل کو بعینہٖ اپنی دلیل سمجھنا اور یہ کہنا کہ فرق مطلب ایک ہے ہمارے مجیب صاحب جیسے مدعی انصاف کے سوا کسی دوسرے عاقل کا کام نہیں۔

قول: اگر حضرات اہل سنت ہماری تقریر لفظ عصمت کے سبب پسند نہ فرماویں اور اس سے گھبرائیں اور انکار کے لئے آمادہ ہوں تو حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارتیں جو اوپر مذکور ہوئیں پیش نظر رکھیں اور ہمارے لفظوں کا خیال نہ فرما کر تنازع لفظی نہ فرماویں بلکہ مطلب کے اتحاد پر نظر کر کے اس کو تسلیم کریں اگر ہم عبارت منقولہ ازالۃ الخفاء پر بسط سے گفتگو کرتے تو ایک کتاب ہو جاتی اور بہت طول ہوتا محض اسی خیال سے صرف اشارات ہی پر اکتفا کیا گیا حضرت مجیب صاحب بغور ان کو ملاحظہ فرمائیں انشاء عبارت سے عصمت بھی بخوبی ثابت ہے بلکہ اگر نکتہ دقیق سے دیکھا جائے تو عصمت ہی کے لئے ان امور کی ضرورت ہے جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں مگر چونکہ خلفاء ثلثہ میں عصمت مفقود ہے ان معانی کو اور الفاظ سے بیان کیا ہے۔ انصاف کے یہ ہی معنی ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارات شیعہ سمجھ نہیں سکتے

اقول: بفضل اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارتیں اہلسنت کے پیش نظر ہیں اور وہ ان کے مطلب و مدعا سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں اور کسی قدر آپ بھی سمجھتے ہیں چنانچہ آپ ہی فرما چکے اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ان فصیح کلموں اور شگفتہ عبارتوں سے حضرت شاہ صاحبؒ کا کیا مطلب ہے، لیکن آپ کیا کریں اپنے انصاف کے ہاتھ سے لاچار ہیں اگر ان عبارتوں کو اپنے مدعا کی طرف نہ کھینچیں تو اور کیا کریں۔ کتاب و سنت سے تو دلائل کا میسر ہونا معلوم تو اب ایسی مجبوری کی حالت میں اپنا دل یوں ہی خوش کر لیں پھر اس کا نام جواب رکھ چھوڑا ہے اور اس پر یہ جوش و خروش ہاں شاید عوام کالانعام تو دھوکا کھا جائیں گے اور کہہ دیں گے کہ جناب میر صاحب نے دلائل نص تحریر فرمائے اور نہ اہل علم و انصاف اپنے جواب سے سکوت بہتر سمجھتے ہیں۔ جب نص کا یہ حال ہے جو مسوق لاثبات دلائل کا ہے تو رہا ثبوت عصمت کہ جس کی طرف اشارہ ہی اشارہ ہے اور تیز عصمت جب کہ ان دلائل سے ہی ثابت نہ ہو سکی جن پر کیا کیا کچھ ناز و افتخار تھا تو ان دلائل سے آپ کیا ثابت کر سکیں گے مشتی نمونہ از خروارے قطرہ انموذج کار حضرت کے اشارات ہی سے بسط گفتگو کا حال معلوم ہو گیا اور بخوبی صحیح صحیح اندازہ کر لیا فی الحقیقت آپ نے دانش مندی کو کام فرمایا کہ کلام میں بسط نہیں کیا اور اشارات ہی پر اکتفا فرمایا کہ بندہ نے بھی بجواب اس کے محض اشارات پر ہی اکتفا کیا اور مجملاً و مختصراً آپ کو آپ کی غلطیوں پر متنبہ کر دیا اگر جناب بسط و تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے تو اسی سے آپ بھی اندازہ فرما لیتے کہ بندہ بھی بجواب اس کے کیا کیا کچھ آپ کے استدلالات کے ساتھ سلوک کرتا اور آپ کے ذخیرہ دلائل پر کیسے کیسے اعتراضات نازل ہوتے باقی رہا خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم میں عصمت کا مفقود ہونا سو یہ اہل سنت کے نزدیک کچھ خلفاء ثلثہ کے ہی ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اہل بیت و صحابہ بلکہ سوائے انبیاء تمام افراد انسانی اس میں شامل ہیں لیکن اگر فرضاً بخواستہ اہل سنت بھی معاذ اللہ خلاف کتاب و سنت مثل حضرات شیعہ کے خلفاء کے لئے مدعی عصمت ہوتے اور ان کی عصمت کے لئے ایسے ہی دلائل جیسے حضرات شیعہ ائمہ کے لئے پیش کرتے ہیں، پیش کرتے تو آپ کے دلائل سے کچھ زیادہ ہی مضبوط ہوتے مگر اہل سنت کا امام و مقتدا تو کتاب و سنت ہے جو اس سے ثابت نہ ہو وہ معتبر نہیں بخلاف حضرات شیعہ کے کہ باوجودیکہ عصمت کتاب سے یا کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں پھر اس کے ایسے معتقد ہیں کہ

اصول دین میں سے سمجھ رکھا ہے اور اسی پر کیا منحصر ہے بہت مسائل فروعی و اعتقادی میں بھی میں یہی حال ہے۔ کتاب اللہ کے معانی کو پھیر پھیر کر اس طرف کھینچتے ہیں اور نہیں کھینچتے تاویلات بعیدہ رکیکہ کرتے ہیں اور کسی کل سیدھے نہیں بیٹھتے واقعی انصاف کے یہی معنی ہیں۔ اہل سنت کو حاشا نشہ یہ انصاف کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔

بحث افضلیت

قول ۱۲: اب اس بات کو ذکر کرتے ہیں اور افضلیت کو شروع کرتے ہیں اس کے دلائل سے یہ بھی عقل و نقل سے ثابت ہے اول یک دو عقلی دلیلیں عرض کرتے ہیں تو سنئے خلافت ریاست عامہ دین و دنیا ہے مراد ہے اور غرض اس سے مشروع امیر و معلم و بانیہ کی ترویج اور مسائل دینیہ و احکام شرعیہ کا پھیلانا اور حدود و تغور کا محفوظ رکھنا اور فوج سے مقصود کا انصاف لینا وغیرہ ہے اور یہ سب کام اس طرح ہونے چاہئیں کہ رعایا خوش ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص علم و اتقی و ادرع و اعقل و افضل ہوگا بہ نسبت اس کے کہ جو علم و ورع و تقوی وغیرہ میں کم ہے اس کے کہ جو خلافت کے امور معظمہ کو جس طرح بجا لائے گا اور حصول مرضی حق تعالیٰ جس طرح اس سے ہوگا مفضول سے نہ گزرے گا اور یہ بھی ہے کہ ایسے شخص سے خلافت کے معاملے جس طرح سے بجا لائے گا مفضول کو وہ امور اس سے ویسے نہ بجا لا سکیں گے۔ مفضول کو ان امور کے بجا لانے میں کوشش بلیغ و سعی جمیل کرنا ہے۔

اثنتہ اذا افضلیت کی پہلی دلیل کا بیان

اقول: یہ شروع جس شخص نے خلافت علی و افضلیت علی ثابت کی ہے اور جس قدر دلائل ذکر کئے ہیں دو سرے ہیں وہ سب کے سب ان میں کچھ خلافت کے متعلق ہے جو چار سے مجیب نے بحوالہ ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ دلائل میں خریف افضلیت ہیں اس تحریر سے ہیں وہ بھی خلافت نظر یات جاہ، تو ان میں سے معلوم ہوا کہ دلائل مجیب کے جو عقلی خلافت سے متعلق ہیں اس کے جواب ہیں کہ ان دلائل سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی اور اس کے جواب ہیں کہ ان دلائل سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی اور اس کے جواب ہیں کہ ان دلائل سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی

ہمارے فاضل مجیب نے یہ فرمانی الفضلیت کے یہ معنی ہیں کہ کل امت سے جس کا امر ہو صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ میں افضل ہو۔ اس جگہ سردار افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ پر رکھا کہ ملکات فاضلہ ہیں اور اس دلیل کے ضمن میں فرمایا جو شخص اعلم و اتقی و ادرع و اعقل و افضل ہوگا۔ گویا اس جگہ فاضل مجیب نے صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ کی تفصیل بیان کر دی قطع نظر اس سے کہ اجمال تفصیل ہو موقوف ہیں یا نہیں جب ہم علماء و فور کی تصریحات کو اس بارہ میں دیکھتے ہیں تو خلاف معلوم ہوتا ہے۔ فاضل مجیب کا افضلیت کی نسبت یہ اعتقاد بالغ جا ہے اور عدم افضل کا ان پر ہرگز نہیں آپ کے شیخ مفید صاحب اپنے رسالہ افضلیت میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے تحریر فرماتے ہیں

فصل فاما الدلیل العقلی علی ان الفاضل
افضل من المفضول فهو
الاجماع والذی یدل علی ذلک
الوجه فی ذلک ان المفضول
ان ذلک بالاجماع
الفاضل بخلاف ذلک

کہ آپ ان کے موافق ہیں یا مخالف۔ لہٰذا اگر افضلیت کا مدار اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ پر ہو تو لازم آوے کہ حضرت فاروق حضرت موسیٰ سے افضل ہوں کیونکہ جب ہم تفاسیر شیعہ سے حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے حالات دریافت کرتے ہیں تو آپ کے اخلاق کی نسبت معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں بجائے اخلاق حمیدہ کے معاذ اللہ اخلاق ناپسندیدہ تھے۔ تفسیر صافی سورۂ کہف میں جو معاملہ حضرت موسیٰ کا اپنے استاد خضرؑ کے ساتھ واقع ہوا قابل دید ہے۔

القمی عن ابیہ قال لما اخبر رسول اللہ قریشا بخبر اصحاب الکہف قالوا اخبرنا عن اعلم انبی اعلم اللہ موسیٰ ان یتبعہ و ما قصتہ فانزل اللہ عز و جل و اذ قال موسیٰ لفتاہ قال و کان سبب ذلک ان اللہ لما کلم اللہ موسیٰ تکلیما و انزل علیہ الالواح و فیہا کما قال و کتبنا لہ فی الالواح من کل شیٔ موعظۃ و تفصیلا لکل شیٔ رجع موسیٰ الی بنی اسرائیل فقعد امامہم فاخبرہم ان اللہ قد انزل علیہ التوراۃ و کلمہ و قال فی نفسہ ما خلق اللہ خلقا اعلم منی و انزل اللہ الی جبرئیل اد ان موسیٰ قد ھمت و اعلمہ ان عند ملتقی البحرین عبدا للخضر و رجل اعلم منک فعجب ربہ و تعلم من علمہ فانزل جبرئیل علی موسیٰ و اخبرہ و قال موسیٰ و غلامہ یوشع بن نون فخطا و دخلہ العجب و قال موسیٰ یوشع ان اللہ عز و جل امرنی ان اتبع رجلا عند ملتقی البحرین و اخذ منہ فتزود یوشع حوتا مملوحا و خرجا۔

قمی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جب حضرت نے قریش کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا انھوں نے کہا ہمارے اس بڑے عالم کا قصہ سناؤ جس کی اتباع کا خدا نے موسیٰ کو حکم فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت واذ قال موسیٰ لفتاہ نازل کی فرمایا اس کا سبب یہ ہوا جب خدا نے موسیٰ سے کلام کیا اور تختیاں اتاریں اور ان میں حسب ارشاد ہر شے سے نصیحت اور ہر شے کی تفصیل لکھی موسیٰ بنی اسرائیل کی طرف لوٹے اور ان کو خبر دی کہ خدا نے اس پر توراۃ اتاری اور کلام کیا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ خدا نے کسی مخلوق میں مجھ سے زیادہ علم والا نہیں پیدا کیا خدا نے جبرئیل کی طرف وحی کی کہ موسیٰ کی خبر دے کہ وہ غلط ہوا اور اس کو خبر دو کہ مجمع البحرین میں خضر کے پاس ایک شخص ہے وہ تجھ سے زیادہ جانتا ہے اور اس کی صفت بتا اور اس کے پاس سے کیونکر جائے موسیٰ کے پاس آئے اور خبر دی اور موسیٰ کو رستہ بتایا۔ موسیٰ نے کہا کہ میں نے خضر کی تلاش کرنی ہے اور اپنے وصی یوشع کو ساتھ لیا اور مچھلی کو ایک ٹوکرے میں رکھ لیا اور چلے یہاں تک کہ مجمع البحرین کے قریب پہنچے تو یوشع نے کہا نہیں معلوم ہوا کہ مچھلی کہاں گئی۔

اگرچہ اس روایت میں بہت سے فوائد منطوی ہیں لیکن بخیال تطویل قلم ناظرین پر چھوڑ کے صرف بیان مقصود پر اکتفا کیا جاتا ہے وہ یہ کہ جس خدا تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اعلم تھے اور بحکم خداوندی حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم اور ان کی اتباع کے مامور ہوئے اور بارشاد خداوند تعالیٰ بقصہ فاشیہ مبرداری تلمذ و استرشاد اپنے استاد کی تلاش میں اپنے وصی کو لے کر بیابان نورد و دشت غربت ہوئے اور پھر بعد ملاقات کے ایسی کس عہد و پیمان سے ہمراہ ہوئے کہ میں کسی مسئلہ میں چون و چرا نہ کروں گا۔ چنانچہ بصراحت تمام نص قرآنی میں مذکور ہے۔ اس کے بعد کا قصہ سنیئے غلام کے قتل پر حضرت موسیٰ کو کیسا کچھ جوش آیا اور اپنے عہد و پیمان کو یک لخت توڑ ڈالا اور اپنے استاد کی کیسی بے حرمتی فرمائی۔

فی العلل عن الصادق فغضب موسیٰ و اخذ بتلبیبہ و قال قتلت نفسا زاکیۃ بغیر نفس قال الخضر ان العقول لا تحکم علی اللہ بل اللہ یحکم علیہا فسلونی عما تری و اصبر علیہا فقد کنت علمت انک لن تستطیع معی صبرا۔

علل میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ موسیٰ غصہ ہوئے اور خضر کا گریبان پکڑا اور کہا تو نے ناحق بے گناہ کا خون کیا خضر نے کہا کہ عقلوں پر حکم نہیں کیا جاتا کہ اللہ کا حکم عقلوں پر حاکم ہے پس جو کچھ تو دیکھ رہا ہے اس کو تسلیم کر اور اس پر صبر کر میں تو تجھ سے پہلے کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا

اس سے یہ بھی یاد رکھیے گا کہ عقلوں پر امر اللہ حاکم ہے نہ بالعکس جیسا کہ حضرات شیعہ معتقد ہیں اور اس کے کچھ آگے مذکور ہے۔ القمی عن الرضا فی تتمۃ الحدیث السابق فعمد الی السفینۃ فخرقہا حتی استوی علی سطح البحر و قد شحنت سفینۃ وھی تزید لغیر ثقال و باب السفینۃ تحت الماء و الثلثۃ لغرقانہم قوم من النجارین فخرقوہا من تلقاء وجوہہم فلما جنحت السفینۃ فی البحر قام الخضر فی جوانب السفینۃ فکسرہا و حشاہا بالخرق و الطین فغضب موسیٰ غضبا شدیدا و قال للخضر اخرقتہا لتغرق اہلہا لقد جئت شیئا امرا فقال لہ الخضر الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا قال لا تؤاخذنی بما نسیت و لا ترہقنی من امری عسرا فخرج من السفینۃ ینتظر الخضر فی غلمان یلعبون بین یدی القریۃ حسان الوجوہ کانہ قمر فی لیلۃ دجن فی لیلۃ ظلماء فاخذ الخضر فاقتلع رأسہ بیدہ فقتلہ فغضب موسیٰ علی الخضر و وجد بہ الاوجد فقال اقتلت نفسا زاکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا فقال الخضر الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ

مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہے اور غیر مدرک بالعقل چنانچہ بیان تعریف افضلیت میں ہم اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اب بعد اس کے گذارش ہے کہ اعقل ہونے کی قید بھی ایجاد و اختراع ہے قطع نظر اس سے عقلاً اعقلیت کا جاننا اس پر موقوف ہے کہ حروب و قلاع وغیرہ معاملات میں اس سے تدابیر حسنہ ظاہر ہوں اور مثمر نتائج محمودہ کو ہوں اور اپنے ناظمین تدابیر صائبہ سے بصیرہ و محافظت کی گل بھڑیوں کو عمدہ طور پر سلجھاوے اور جب ائمہ کے تاریخی حالات کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اعقل تھے اور نہیں تو قصہ تحکیم کو ہی ملاحظہ فرما لیجئے یا خلع اپنے خلیفہ ثانی کو ہی دیکھ لیجئے غرض کہ ایام خلافت میں جس قدر معاملات پیش آئے ان میں سے کوئی بھی سلجھا اور کوئی بھی رو براہ ہوا اور خلافت سے جو غرض حق تعالیٰ کی تھی کہ تمکین شرائع السیہ و معاملہ بالبینہ ہو اور مسائل دینیہ و احکام شرعیہ پھیلیں کچھ بھی حاصل ہوئی اور جب کچھ حاصل نہ ہوئی تو آپ کو قاعدہ کلیہ معلوم نہ ہوگا اذا خلا الشیء عن مقصودہ فلا فائدۃ فی وجودہ پس اعقلیت کی ضرورت تو اس وقت ہے جب کہ معصوم نہ ہوں اور جب معصوم ہوں اور سہواً و عمداً خطاً کا صادر ہونا ان سے محال ہو تو پس یہ قید محض لغو ہوئی۔ اعلم ہونے کی قید بھی غلط ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جب امامت ثانی نبوت ہے تو اوصاف مقتدر میں بھی فرعیہ ہوگی نبوت کو جب نظر تامل سے دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مدار محض اصطفاء و اجتباء خداوند تعالیٰ شانہ پر ہے حق تعالیٰ اپنی عباد میں سے جس کو چاہے برگزیدہ فرما دے کسی کو کچھ زور خداوند تعالیٰ پر نہیں اور نہ کچھ اعتراض لایسئل عما یفعل اس کی شان ہے اور نہ یہ ہے کہ جو علوم اہل زمان ہو وہی نبوت کے واسطے برگزیدہ ہونا ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمی پیدا ہوئے اور بعثت تک اُمی رہے کسی قسم کی ظاہری تعلیم نہیں پائی اور مسلم فریقین ہے صدہا علماء و احبار دین موسوی و عیسوی کے موجود تھے جن کو کتب سماوی ازبر تھے و مسائل شرعیہ مستحضر لیکن نعمت رسالت حضور پیغمبر ذی الی صلوات اللہ علیہ السلام کو ہی عطا ہوا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ گو بعد نبوت کے حق تعالیٰ شانہ جتنے ان کے سینہ نور سے لوح محفوظ بنا دے اور اس سے قلب کو گنجینہ علوم و معارف فرما دے اسی طرح امامت کا حال ہونا چاہیے کہ جو اوصاف ہو وہ محض اصطفاء خداوندی سے ہو جنانچہ اشعری اس پر ہے اور قبل از امامت اس کا اعراض از زمان ہونا ضرور نہیں نہ ہو مگر با اتباع رسول اُمی ہو۔ گو بعد امامت اب محل شبہ ہے کہ یہ خلاف علم سے ظاہر ہو جاوے لیکن پہلے سے اس کے عصمۃ

کا یہی ہونا خطا ہے اور آپ کو اس بحث میں حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ یاد ہوگا باوجود یکہ خضر کا علم تھا تو بھی حضرت موسیٰ ان سے افضل تھے۔ باقی رہا یہ کہ خلافت فاضل سے لے کر مفضلوں کو دینا استظاہر نہایت قبیح ہے اس میں یہ تو فرمائیے کہ فاضل سے خلافت لینے کے کیا معنی ہیں لینا فرع استخلاف کی ہے اور جب استخلاف نہیں تو لینا کیونکر متحقق ہوگا اگر اس کے معنی یہ ہیں کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضلوں کو خلافت دیتا ہے تو صحیح ہے مگر اس کی نسبت گذارش ہے کہ ہم اس کے قبح کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ بلکہ قرآن ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے فاضل کو چھوڑ کر مفضولوں کو امامت عطا فرمائی حضرت شمویل علیہ السلام جو اپنے زمانہ میں نبی اور اوتیہ اور فضل اور اعلم اور اتقی تھے حق تعالیٰ نے ان کو چھوڑ کر طالوت کو امام بنایا جو ان سے کوتاہ تھے تو اس سے ثابت ہوا کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضلوں کو امام بنانے کا قبح محض آپ کی حکم کا ہمیں عقل سے ناشی ہے ورنہ فی حقیقت حضرت حق تعالیٰ کچھ قبیح نہیں سمجھتا قبح ہمیں ہوتا ہے قبح و شناعت بصیرہ تعین تو اب دعال میں بھی جاری ہے کیونکہ جیسے امامت ثانی نبوت سے نیابت ثانی امامت ہے اور عقلاً قبیح ہے کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو کسی ملک پر نائب اور حاکم مقرر کر کے بھیجا جائے اور اس سے زیادہ قبیح و شنیع یہ ہے کہ خلافت اس شخص سے لے کر جو عصمۃ سے اس کے فرائض بجا لاتا ہو کسی دوسرے ایسے کو دے دیں جس کا حال بھی کما حقہ تجربہ میں نہ آچکا ہو اس کے بعد آپ شرح نہج البلاغۃ یا محسن بن کو کھولیے اور جناب امیر کے خلافت کو ملاحظہ فرمایئے کہ آپ نے کس کس کو حاکم بنایا اور کس کس کو معزول فرمایا اور کہاں تک اس شرع کی رعایت رکھی تاکہ آپ کو اس کے اختیار کی بابت بندہ کے قول کی تصدیق ہو جائے اور ہم بھی کسی موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو متنبہ کریں گے۔

قولہ: اور نیز افضل کے ہوتے مفضول کی خلافت کے بعد ان پر عقل اور نقل بھی دلالت کرتی ہے اور وہ یہ کہ اگر مفضول افضل کے ہوتے خلیفہ ہو تو لازم آئے افضل مفضول کا محکوم ہو اور شرف دین کی تضیع کا موجب ہو جو کہ فضل مفضول کی رعایت میں سے ہوگا اور رعایت مفضول کی تو ضیع کے لئے ملزوم ہے اور یہ بات عقلاً نہایت قبیح ہے اور اگر آپ ہماری عائد قبول نہیں کرتے تو فخر الدین رازی صاحب کی تو قبول کیجئے وہ سورہ البقرہ کی تفسیر میں اس مقام پر کہ ان لوگوں کے دلائل بیان کئے ہیں کہ جو امیر کو طالوت پر تفضیل دیتے ہیں یہ فرماتے ہیں واحتج من قال بفضل طالوت علی الملائکۃ بامور احدھا ان اللہ تعالیٰ امر الملائکۃ بالسجود لآدم وقد ثبت

اشتراکیت کی دوسری دلیل کا بیان

زیاد کا مختصر تاریخی حال

اشارہ کرکے کہا کہ اس سے ڈرتا ہوں کہ میرے بدن پر میری کھال بھی جلا دے گا چونکہ اس کے باپ کا تعین نہیں اس لئے اس کو زیاد ابن سمیہ اور زیاد بن ابی سفیان اور زیاد بن ابیہ کہتے ہیں جناب امیرؑ نے اپنے زمانہ امارت میں اس کو فارس کا حاکم مقرر فرمایا بعد اس کے حضرت کو معلوم ہوا کہ امیر معویہ اس کو تحریص و ترغیب دے رہا ہے اور اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے تو آپ نے زیاد کو خط لکھا جو نہج البلاغۃ میں مروی ہے۔ اس خط کو پڑھ کر قسم کھا کر کہا کہ حضرت نے بھی ابوسفیان کے دعوے کے صدق کی شہادت دی۔ قد شھد بھا ورب الکعبہ۔ انجام یہ ہوا کہ حضرت امیرالمومنین کو چھوڑ کر امیر معویہ سے جا ملا اور اس کا جو کچھ نتیجہ نکلا وہ سب کو معلوم ہے۔ مؤلف کہ ایسے شخص کو جس پر ولد الزنا ہونے کا ظن غالب تھا آپ نے فارس پر حاکم مقرر فرمایا حالانکہ ولد الزنا نجس عین ہے اور اس کا جھوٹا نمک نجس ہے۔ من لایحضرہ میں ہے۔

ولا یجوز الوضوء بسور الیھودی والنصرانی وولد الزنا والمشرک۔	یہودی، نصرانی، ولد الزنا، مشرک کے جھوٹے پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔

اور ہرگز ولد الزنا مومن نہیں ہوتا۔ ابن بابویہ قمی نے خصال میں روایت کی ہے۔

عن ابی عبداللہ لا یدخل حلاوۃ الایمان قلب سندی ولا خوزی ولا زنجی ولا کردی ولا بوبری ولا تیلک ولا من خلقہ اللہ من الزنا۔	امام ابوعبداللہ سے مروی ہے کہ ایمان کی شیرینی سندی اور خوزی اور زنگی اور گردی اور بربری اور تیلک زنا کے دل میں داخل نہیں ہوتے اور نہ وہ لوگ جو کہ زنا سے پیدا ہوئے ہیں۔

شریح بن حارث کو جو علی کے زمانہ سے قاضی تھا اپنا قاضی مقرر فرمایا۔ ان حالات کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے تعین میں افضلیت کو ملحوظ خاطر نہیں فرمایا پس اس سے عدم اشتراط افضلیت امر میں بھی ثابت ہوا۔ خامساً امام رازیؒ کی دلیل کو جو افضلیت انبیاء میں بیان کی ہے اپنا مستدل قرار دینا غلط ہے اور اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ امام کی دلیل کے استدلال کا مدار سجود پر ہے جو نہایت تواضع ہے اور غیر سجود بھی اس طرح کہ بالاستقلال حضرت آدمؑ کو کی تھا یہ نہیں تھا کہ سجود فی الحقیقت خدا تعالیٰ کو تھا اور حضرت آدمؑ محض واسطہ تھے اور فاضل مجیب کی دلیل میں نہایت تواضع ہے کہ امت امام کی اطاعت کے لئے مامور ہے بشرطیکہ حکم موافق شرع ہو اور یہ اطاعت ہرگز نہایت تواضع نہیں نہایت تواضع جب ہو کہ جب امت امام کو سجدہ کرنے کے لئے مامور ہو پس یہ کہنا کہ سجدہ یا فضیلت

تواضع کے لئے مامور بہ غلط ہے اور نہ تواضع یا اطاعت بالاستقلال ہے بلکہ امام کی اطاعت فی حقیقت سے ہے کہ وہ واسطہ اطاعت خدا و رسول ہے آپ خود فرما چکے ہیں کہ مقصود امامت سے ترویج شرائع النبیہ و سلم و غیرہ ہے اور اگر آپ کو دعویٰ ہو کہ امام کے لئے امت مامور بہ نہایت تواضع ہے اور امام بالاستقلال مشروع و مطاع ہے تو ثابت کیجئے اور دلیل دیجئے۔ سادساً اس دلیل کا ذکر کرنا اور اس کا جواب جو امام رازیؒ نے ان لوگوں کی طرف سے دیا ہے جو ملائکہ کی تفضیل کے قائل ہیں ذکر کرنا کس قدر انصاف سے بعید ہے ہم اس جواب کو نقل کرتے ہیں اور جواب استدلال کو اس پر حمل کرتے ہیں۔

اجاب القائلون بتفضیل الملائکۃ عن الحجۃ الاولی وقد سبق بیان ان من الناس من قال المراد من السجود ھو التواضع لا وضع الجبھۃ علی الارض ومنھم من قال انہ عبارۃ عن وضع الجبھۃ علی الارض لکنہ قال السجود للہ تعالیٰ والآدم قبلۃ السجود علی ھذین التقریرین لا اشکال اب۔ اذا سلمنا ان السجود کان لآدم فلم قلتم ان ذلک لا یجوز ان یشرف فی حق الشریف وذلک لان الحکمۃ قد تقتضی ذلک کثیرا من حب الاشراف واظھار شانھا یرفی الدنیا فان فلسفۃ ان یجلس الخ سید وقی الصدارۃ وامر الناس ان یقوموا لہ اذا دخل علیھم لیعلموا منزلتہ عندہ فکذا ھھنا۔	جو لوگ فرشتوں کی تفضیل کے قائل ہوئے ہیں انھوں نے پہلی حجت کا جواب دیا ہے کہ پہلے گزر چکا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سجود سے مراد تواضع ہے نہ پیشانی رکھنا اور بعض کہتے ہیں کہ سجدہ اتھا رکھنا ہی ہے لیکن سجدہ اللہ تعالیٰ کو تھا اور آدمؑ قبلہ کے لئے بعد ترتیل کے تھے اور ان دونوں قول پر کچھ اشکال نہیں لیکن جب یہ تسلیم کیا کہ سجدہ آدمؑ کو تھا تو یہ کیوں نہ کہتے ہو کہ یہ شرف سے شریف کے حق میں جائز ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ بسا اوقات حکمت اس کی مقتضی ہوتی ہے کہ اشرف کی محبت اور اس کی نہایت عظمت ظاہر کی جائے بادشاہ کو دیکھتے ہو کہ کرسی نشان کو مسند میں بٹھاتا ہے اور سب کو حکم کرتا ہے کہ اس کی تعظیم کو کھڑے ہوں تاکہ اس کی عظمت کا شکر کریں اور اس کی فرمانبرداری میں اطاعت کو تمام

تفسیر بیضاوی سے مغالطہ انگیزی کی شرمناک مثال اور اس کا جواب

اشتراکِ فضیلت کی تعمیری دلیل کا ابطال

شخصیت کی چوتھی دلیل کا ابطال

کیا ہے اور ہر گوار کا بازار کا شارہ تک نہیں کیا۔ اور آپ کے علاوہ میں نے کسی کو اس مسئلہ کے
اللہ سکوت تسلیم کی دلیل ہے۔ اور روایت شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمۃ سے جو
شیخ صدوق و مفید و قاضی جمہور روایت سے ہیں جو

اشتراطِ افضلیت کی پانچویں دلیل کا بیان

اقول

ترکو ضرورت رہتی کہ بجواب اس روایت کے ابوالجعفر رازی کے مناقب و تصنیف اور روایت کی تائید اور تزئیف کی طرف متوجہ ہوتے کیونکہ بحول اللہ و قوتہ ہمارے پاس اس کا جواب باصواب بیان مستند دس اوراق جامع جواق مشتمل موجود ہے جس کو ہم آئندہ گذارش و پیش کش کریں گے لیکن جبکہ ہمارے طبیب صاحب نے بجواب ولی اس مقدمہ کے فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ہم کو یہ بات ثابت کرنا کافی ہے کہ اس کی تکذیب ممکن ہے اور یہ روایت کی تعلیط ہو سکتی ہے تو ضرور ہوا کہ ہم بجواب طبیب صاحب اس کی فصلی پر تعرض کریں اور ثابت کریں کہ صحت و صدق صحت و کذب و صدق روایت متعلق نہیں صحت و صدق و کذب و صدق راوی کے اور ہم کہتے ہیں کہ اس کا جواب ہم نے اپنے شیخ اعظم مدظلہ العالی سے سنا ہے اور ہم نے اس کو

توثیق سمجھنا بالکل غلط اور انتہائی مرتاب یا الممتن مرتاب ہے کیونکہ یہ توثیق نہیں بلکہ حکایت علماء توثیق ہے بلکہ حکایت در حکایت کیونکہ خواجہ انساب سمعانی سے حکایت کرتے ہیں اور صاحب انساب بخاری سے اور ہر ایک کی ہے کہ صحت حکایت محکی عنہ کی موافقت پر موقوف ہے اگر حکایت محکی عنہ کے مطابق ہے تو حکایت صحیح اور قابل اعتبار ہوگی اور اگر محکی عنہ کے مطابق نہیں ہے تو ہرگز قابل التفات نہیں اور یہ تمہید حکایت ہر دو محکی عنہ کے مطابق نہیں بخاری کے استشہاد کا حال تو واضح ہو ہی چکا ہے دوسری حکایت انساب کی نسبت عقرب واضح قدمت کہاں سے کا باقی رہا خواجہ صاحب کا خلاف واقع حکایت کرنا اگر فی الواقع صحیح ہو اور یہ جسمہ الخاقانیہ ہو جہاں بخاری سے ان کے ملاق پر دال ہیں اور ہم عن عدم ثبوت کریں گے باعث کسی برے ظنوف کا نہیں ہے کیونکہ ہم نے کب دعوی کیا ہے کہ خواجہ صاحب معصوم خطا سے معصوم ہیں اگر بعض سے بسا اوقات ان سے خطا ہوئی ہو تو مذہب اہلسنت الیا مجرم بیضاء ہے کہ اس میں کسی کی تعرض نہیں ہے ہاں غلطی ہے اور غلطی کا اتباع کیا جا سکتا ہے کیونکہ اصل امام کتاب وسنت کو قرار دے رکھا ہے ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ اللہ علی ذلک لیکن جب ہو قرائن میں غور کرتے ہیں تو ظن قریب بیقین کے ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کی کتاب فضل اعتماب میں یہ عبارت اخافی ہے۔

استشهد صاحب البخاري في كتابه في	بخاری نے اپنی کتاب کی کتاب نعت میں اس کے
كتاب الطب فقال في حديث الشفاء	ساتھ استشہاد کیا ہے اور اس حدیث میں جس کا
في شرطة محجم وشربة عسل	حاصل یہ ہے تعالج میں دو چیزوں میں پچھنے لگوانے والے
وكية نار وما اريد على امتي عن	شہد دوا دینے میں جلد کرنے کا کہ روایت کیا ہے
مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنه	اس حدیث کو قتادہ نے اور اس سے مجاہد نے اور اس
كذا في كتاب الانساب لابو سعد عبد	سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح ہے انساب میں
الكريم بن محمد السمعاني	عبد کریم بن محمد سمعانی کی کتاب نقل کیا ہے

کیونکہ ہم جو نہیں کہ اس عبارت سے پہلے فصل مذکور ہے وہاں من شیوخ استشہاد و مستشہد بہ کے باہمی مخالفت و منافی ہے کیونکہ وہاں تو یہ کہا گیا ہے کہ یہ شخص شیوخ شیعہ سے ہے اور یہاں ان کی ہے ہے تو قابل رد و انکار ہے غالباً ہوں گے کہ حدیث کے اصل حدیث کے رسائل ہیں ہی خصوص شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تحریر میں جناب نے مقدمہ لکھا ہو

گا یہ شخص متہم بدعت ہو وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے علی الخصوص بدعت تشیع میں غلو ہو تو اس کو اہل حق رفض سے تعبیر فرماتے ہیں اس کا ادنی شعبہ سقوط اعتبار ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ روایت کی صحت کا مدار صدق راوی پر ہے اور ان حضرات کے نزدیک کذب تشیع جائز بلکہ فرض قطعی ہے جس کے تارک کو دین سے خارج فرماتے ہیں تو ان کے صدق و کذب کی حالت ایسی ملتبس و مشتبہ ہو گئی کہ جس میں امتیاز احد ہاعن الآخر فرحان و ممتنع ہو گیا تو جس شخص کی نسبت یہ کہا گیا کہ یہ مبتلا بدعت رفض ہے تو گویا اس سے یہ مراد ہوئی کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے تو جس شخص کے لئے ذاعن دلیل کے ساتھ یہ کہا گیا ہو کہ یہ شخص اس جماعت کا سرگروہ اور ہوا ہے اور سرتاپا تشیع مصطلح میں غلو ہے تو اس پر کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا سقوط اعتبار کس درجہ میں ہوگا درجہ اس کا سقوط جو عدم اعتبار کے درجہ پر پہنچا یا گیا ہو کہ اس کا سقوط اعتبار کس درجہ میں ہوگا درجہ اس کا سقوط جو عدم اعتبار کے درجہ پر پہنچا یا گیا ہو

اب یہ جملہ استشهد به البخاري ... جو فی الجملہ قوی اعتبار بیان ہے گویا جواز احتجاج تقیضین کا مکرت عدد ہے بخاری اور اس کی شروح عزیزہ موجود ہیں اور ہر زمانہ میں اس کی یہ ہی تدریس و کثرت رہی ہے چنانچہ حوالہ سے اس کی روایت آنے کے درجہ کو پہنچی تھی اور غیر خواجہ بھی اپنی کتاب میں بخاری سے روایت نقل فرماتے ہیں اور اس کی بعض شروح سے بھی نقل کرتے ہیں تو ایسی حالت میں بغض سیر جو کہ بعض شیعہ میں پائی جاتی ہے علی الخصوص جب کہ ایک شیعہ سے دوسرے شیعہ کے بغض کے نقل پر اس کو اس درجہ مصر اور یقین سمجھیں کہ اس کو اپنی کتاب میں بھی اس کو نقل کرنا سیاق و سباق کو دیکھ کر اس جملہ کا اضافی ہونے کا قوی شبہ ہو سکتا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ روایت کے نقل کے عدم ثبوت پر اور ہر گز دلیل انکار اس کو نہیں ہو سکتا جب کہ اس کا بیان ہو چکا تھا کہ اس روایت کو فلاں شیعہ نے اور فلاں شیعہ سے روایت کیا ہے اس کے بعد انکار کی باقی نہیں رہی کیونکہ اس سے مصرح ہو چکا تھا کہ اس راوی کے حق میں یہ متقرر ہو گا کہ وہ ان کی روایت قابل اعتبار ہوں گی تو اس میں اس روایت پر بھی رد و انکار ہو جاتا تھا اور اپنے معتبر روایت جب سے نقل یہ ہو دعا میں کیا کرتے تھے۔

...	...

اب یہ صریح رد و انکار نہیں تو کیا ہے پھر تعجب ہے کہ آپ یہ فرماتے ہیں کہ رد و انکار

عبارات متعلقہ من ادعائی کو فرداً فرداً نقل کرتا ہوں اور ناظرین سے اس کی خدمت میں عموماً
اور اپنے مجیب کی خدمت میں خصوصاً گذارش کرتا ہوں کہ وہ ملاحظہ فرماویں اگرچہ نقل تمام عبارت
خالی از اطناب و تکرار نہیں لیکن چونکہ مدعا نقل عبارت پر ہے اس لئے آپ مجھ کو معاف فرمائیں گے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

الا یسیرة یعدی اثنی عشر او نیف هو انت یا علی
و اخرهم المهدی الذی یفتح الله سبحانه
علی یدیه مشارق الارض و مغاربها و فی حدیث
ابی عبد الله جعفر الصادق رضی الله عنه عن
ابائه عن علی رضی الله عنهم انه قال قال
رسول صلی الله علیه وسلم انا اشرف
اهل بیتی اعطانی الله عز و جل فهمی و
حکمتی و خلقنی من بعدی من ولدی فهم
علیهم بعدی و عن وکیع رحمة الله باسناده
عن سید الشهداء الحسین بن علی رضی الله عنهما
انه قال سمعت ابی یحدث عن ابیه علی بن
ابی طالب رضی الله عنهم و اخرهم المهدی
یأتی یا نحن یعطی الله تعالی له الاربعین بعد
موتها و یظهر به دین الحق علی الدین کله و لو
کره المشرکون و عن ابی عبد الله جعفر الصادق
رضی الله عنه انه قال منا اثنا عشر مهدیا
سبقوا و بقی منا و یصلح الله تعالی فی لیلة
ما اصلح فی لیلة اخرجه الحافظ ابو نعیم
بعضه محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن
بابویه القمی و کان من شیوخ الشیعة و ثقاتهم
یستشهد به البخاری رحمه الله فی کتابه
فی کتاب اصحابه تعالی فی حدیث الشفاعة فی الدنیا
شرقی مغاربه و سهله و حزنه و بره و
بحره من جبل من محمد بن عبد الله
رضی الله عنه انه قال لا تذهب الایام

ابی سعد عبد الکریم بن محمد السمعانی
رحمه الله و قد اخرج ابو جعفر العقیلی هذا
باسناده عن جابر بن سمرة رضی الله عنه
انه قال اتیت النبی صلی الله علیه وسلم فسمعته
یقول ان هذا الامر لن ینقضی حتی یملک امتی
اثنی عشر خلیفة کلهم قال کلمة خفیت علی فقلت
لابی ما قال قال قال کلهم من قریش و فی روایة کلهم
یعمل بالهدی و دین الحق و فی روایة
و لیس بعزیز ان یجمع الله تعالی هذه الامة
یرضاها و نصف یوم و ان یوما عند ربک کالف
سنة مما تعدون و حدیث جابر بن سمرة
رضی الله عنهما اخرجه البخاری و مسلم
و الترمذی و ابو داود رحمهم الله و قد
مضی عن قریب روایات هذا الحدیث و
تاویلاته و عن ابی جعفر العقیلی هذا باسناده
عن علی رضی الله عنه انه قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم ابشروا ابشروا انتم ابشروا
ثلاث مرات انا مثل امتی کمثل غیث لا
یدری اول خیر ام آخره او کبیر بهتک امة
انا و انا اثنا عشر خلیفة من بعدی
و المسیح عیسی بن مریم یحیی فی کتاب
الواحد و الاربعین فی سبعة اخبار الرسول
صلی الله علیه وسلم تالیف الشیخ الامام
العارف [illegible] صلی الله تعالی علی ابی محمد

اسی طرح امام ابی سعد عبد الکریم بن محمد سمعانی کی کتاب الانساب
میں ہے اور اس ابو جعفر قرقی نے اپنی اسناد سے جابر بن
عبد اللہ سے تخریج کی ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سنا آپ
فرماتے تھے یہ امر تمام نہ ہوگا یہاں تک کہ بارہ خلیفہ ملک
ہوں گے اور سب کے سب قریش سے ہوں گے
اور ایک روایت میں ہے سب کے سب ہدیٰ
و دین حق پر عمل کریں گے اور ایک
روایت میں ہے کچھ دشوار نہیں ہے
کہ خدا تعالیٰ اس امت کو ایک دن یا آدھا دن
اکٹھا کر دے اور ایک دن تیرے پروردگار کے
نزدیک تمہاری گنتی کے حساب سے ہزار برس کے برابر ہے
اور جابر بن سمرہ کی حدیث بخاری و مسلم و ترمذی
و ابو داؤد نے تخریج کی ہے اور عنقریب اس کی
روایات و تاویلات گذر چکی ہیں اور اسے ابو جعفر قرقی
سے بواسطہ اس کی سند کے جناب امیر سے مروی
ہے کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
تم کو مژدہ ہو پھر مژدہ ہو پھر مژدہ ہو تین مرتبہ فرمایا
میری امت کی مثال بارش جیسی ہے کہ معلوم نہیں
ہوتا اس کا اول بہتر ہے یا آخر اور روایت
کیونکر ملک ہوگی کہ جس کے اول میں میں اور
میرا اہل بیت پیچھے اور مسیح ابن مریم اس کے
آخر میں ہے اور کتاب الواحد والاربعون فی سبعة اخبار من رسول
صلی اللہ علیہ وسلم تالیف الشیخ امام
العارف [illegible] صلی اللہ تعالیٰ علی ابی محمد
الحسن بن علی حکیر ترمذی قدس سرہ

القرشي قدس الله تعالى روحه ونور
ضريحه في الاصل الرابع والعشرين والمائة
حدثنا الحسين بن عمر بن شقيق البصري
قال حدثنا سليمان بن طرخان عن مكحول عن
ابي الدرداء رضي الله عنه انه قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم خير امتي اولها واخرها
وفي وسطها الكذب حدثنا صالح بن عبد الله
قال حدثنا عيسى بن ميمون البصري عن بكر
بن عبد الله المزني عن ابن عمر رضي الله عنهما
انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل
امتي مثل المطر لا يدري اول خير او اخره
اخبرنا صالح بن حماد الواسطي عن ثابت البناني
عن انس رضي الله عنه عن رسول الله صلى
الله عليه وسلم بمثله حدثنا الفضل بن محمد
حدثنا ابراهيم بن الوليد بن سلمة الدمشقي
ثنا ابي ثنا عبد الملك بن عتبة الاذرعي
الواسطي عن ابي يونس مولى ابي هريرة رضي
الله عنه عن عبد الرحمن بن سمرة قال
بعثني خالد بن الوليد بشيرا الى رسول الله
صلى الله عليه وسلم بصوبة فلما دخلت
عليه قلت يا رسول الله فعال على رسلك
يا عبد الرحمن اخذ اللواء زيد بن حارثة
فقاتل زيد حتى قتل رحمه الله زيد اخذ
اللواء جعفر فقاتل جعفر حتى قتل رحمه الله
جعفر اخذ اللواء عبد الله فقاتل فقتل

روحہ و نور ضریحہ کی ایک سو چوبیسویں اصل
میں ہے ابو درداء سے بسند مذکورہ روایت
ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے میری بہتر امت
اول اور آخر اس کا ہے اور اس
کے درمیان میں جھوٹ ہے اور ابن
عمر سے بسند مذکورہ روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا میری امت کی مثال مثل بارش
کے ہے کہ یہ نہیں جانا جاتا کہ اس کا
اول بہتر ہے یا آخر اور بواسطہ انس
کے بسند مذکور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے مثل اس کے مروی
ہے اور عبد الرحمن بن سمرہ
سے بسند مذکور روایت ہے وہ
کہتے ہے کہ مجھ کو جنگ موتہ کے روز
خالد بن ولید نے فتح کی
خوشخبری سنانے کے
لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں بھیجا جب میں حاضر
ہوا عرض کیا یا رسول اللہ تو فرمایا اے عبد الرحمن
ذرا صبر کر زید بن حارثہ نے جھنڈا لیا اور قتال
کیا یہاں تک کہ مقتول ہوا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے
پھر جعفر نے جھنڈا لیا اور لڑا یہاں تک کہ مقتول ہوا اللہ
تعالیٰ جعفر پر رحمت کرے پھر عبد اللہ نے جھنڈا لیا اور لڑا

رحمه الله عبد الله ثم اخذ اللواء خالد ففتح
الله لخالد فخالد سيف من سيوف الله تلك
اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم
حوله فقال ما يبكيكم فقالوا وما لنا لا نبكي و
قد قتل خيارنا واشرافنا واهل الفضل منا قال
لا تبكوا فاما مثل امتي مثل حديقة قام عليها
صاحبها فاحاط جنباتها وهيأ مساكنها
وخلق سعفها فاطعمت عاما فوجا ثم عاما فوجا
ثم عاما فوجا فلعل اخرها طعما ان يكون اجودها
قنوانا واطولها شمراخا والذي بعثني
بالحق لتجدن ابن مريم في امتي خلفا من
حواريه حدثنا علي بن سعيد بن مسروق
الكندي قال حدثنا عيسى بن يونس عن صفوان
بن عمرو السكسكي عن عبد الرحمن بن جبير
بن نفير الحضرمي قال لما اشتد جزع اصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم على ما اصاب
مع زيد بن حارثة يوم مؤتة قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ليد ولكن المسيح من هذه
الامة اقي امرهم لشاكم او خيركم ثلاث
مرات ولن يخزي الله تعالى امة ان هو فيها
والمسيح آخرهم قال ابو عبد الله احمد الله
لمن الله سبحانه على هذه الامة خصوصا
على آخر امة قال كنت خيمة
الناس وكذلك جعلت آخر امة
شهداء الى ان ... وسطها

رحمہ اللہ عبد اللہ پھر جھنڈا لیا
جھنڈا لیا پس اللہ نے خالد کو فتح دی اور خالد اللہ کی
تلواروں میں کی ایک تلوار ہے اس پر اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے روپڑے اور وہ آپ کے گرد تھے
آپ نے پوچھا تم کیوں روتے ہو ہم نے کیا ہم کیوں نہ روئیں
حالانکہ ہمارے بہتر اشراف اور بزرگی والے مقتول ہوئے
فرمایا مت روؤ کیونکہ میری امت کی مثال مثل اس باغ
کے ہے کہ اس کا مالک اس کے لئے کھڑا ہوا اور اس کی کھجور
کے تانبے سے دوسری کھجور نکلی ہوئی کو اکھاڑا اور اس
کے رہنے کی جگہ کو تیار کیا اور اس کی شاخوں کو برابر کیا پس
اس نے ایک سال ایک جماعت کو پھل دیا پھر دوسرے
سال اور جماعت کو پھر تیسرے برس اور جماعت کو پس
شاید پچھلے پھل والا سب خوشوں والا اور لمبے شاخوں والا
ہو پس اس ذات کی قسم جس نے مجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے
ابن مریم میری امت میں اپنے حواریین کے جانشین پائے
گا عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہے جب جنگ
موتہ کے دن ان پر جو زید بن حارثہ کے ساتھ شہید
ہوئے تھے اصحاب کا واویلا سخت ہوا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا اس امت کے
بعض لوگ عیسیٰ بن مریم کو ملیں گے وہ تم میں سے یا تم سے
بہتر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اس امت کو ہوا نہیں کرے گا
جس کا اول میں اور آخر میں مسیح ہوگا ابو عبد اللہ احمد
کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خصوصاً اس کے پچھلوں پر
اور فرمایا امت مرحومہ کے لئے نکالی گئی ہے
میں نے کہا ہم نے تو سنا ہے اس کے درمیان

الموصوف بالعدل لا يميل الى الافراط
ولا الى التفصان فالميزان لسانه في وسطه
وباستواء الطرفين والكفتين يستوي لسان
الميزان ويقوم الوزن فجعلت اوائل هذه الامة
وآخرها ممن يهتدون بالحق وبه يعدلون
فجعل اولها وآخرها كالكفتي الميزان ليستويا
وما بينهما من الكدر والقبح والخروج كلسان
الميزان ليستقيم ولا يميل هكذا وهكذا باستواء
الكفتين فمعناه ان يجعل هذه الامة وسطا بين
الكفتين فانه ان مال الوسط الى احدى الجهتين
مال اي ركن وثيق فغير استواء هاتين الكفتين
فهو اعوج هذا الوسط وضجعة الاعرابي
انه عليه فقال وكذلك جعلناكم امة وسطا
قد عدلوا في وسط الامة فهو اعوج فكما كان
في استقامة الكفتين استقامة اللسان فكذلك
في استقامة اوائل هذه الامة واواخرها يقوم
الوسط كذا فيهلك وقد جاء في الخبر انه
سيظهر الصغير في آخر الزمان ويقبل الناس
على الله سبحانه حتى يترجح بهم على
عباده وقد اخرج ابو جعفر محمد الباقر في
علامات الامام وذكر فضل الامام عن ابي
رضي الله عنه انه قال لقد امام علامات يكون
اعلم الناس واحكم الناس واعلم الناس واتقى
الناس واسخى الناس وشجع الناس وانصر
الناس واعلم بما يكون مضى ابو علي بن

الله جو وسط ہونے کے ساتھ موصوف ہے وہی عدل کیساتھ
موصوف ہے جو افراط وتفریط کی طرف مائل ہو پس ترازو کا کانٹا
ان کے بیچ میں ہوتا ہے اور دونوں پلوں کی برابری سے
کانٹا بھی برابر رہتا ہے اور وزن بھی برابر رہتا ہے اس لئے
امت کے پہلے اور پچھلے وہ لوگ کہے گئے جو سچائی راہ بتلاتے
ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں پس اس کے اول و آخر
کو مثل ترازو کے دو پلوں کے کیا جو برابر رہتے ہیں اور ان
کے درمیان میں کہ امت اول و پچھلے ترازو کا کانٹا مستقیم
بنا رہے اور پلوں کی برابری کے سبب اور ٹیڑھ پن سے محفوظ
تو ضرور ہے کہ ان دونوں کے درمیان کی
نجات پا جائے گا کیونکہ اگر درمیان ان دونوں جانبوں میں سے
کسی طرف مائل ہوگا تو مضبوط رکن کی طرف مائل ہوگا تو ان دونوں
پلوں کی برابری کا اور درمیان کی کجی کے کہ کجی کو صورتیں
ہیں کہ حق تعالیٰ نے تمام امور پر اپنا بندہ بنایا ہے جس طرح کہ اپنے اول
حمد کرنے والا کہ وسط امت میں کی ہے پس جس طرح پلوں
کی برابری میں کانٹے کی ہمواری حاصل ہوتی ہے اس طرح
اس امت کے پہلوں اور پچھلوں کی ہدایت سے امت
کا قیام بہتر طور ہو جائے گا اور حدیث میں آیا ہے کہ آخر
زمانہ میں مہدی ظاہر ہوگا اور لوگ اللہ کے دین کی طرف فوج در فوج
یہاں تک کہ امت کی کثرت اس کے سبب پر بھی ہو اور ابو
جعفر نے ذکر کرنے علامات مہدی میں فرمایا کہ ہے علامہ
ان جو کہ ذکر کرنے علامات مہدی میں فرمایا کہ ہے علامہ
ہے اور کہ کہا ہے کہ مہدی علامات ہوں گی
علم میں لوگوں سے زیادہ
ہوں گے اور لوگوں سے زیادہ

خلقه كما يرى من بين يديه وإذا وقع
على الارض من بين امامه وقع على راحلته
وإذا صوته بالشهادتين ولا يحتلم
وينام عينه ولا ينام قلبه ويكون محدثا
ويستوي عليه درع رسول الله صلى
الله عليه وسلم ويكون عنده سلاح
رسول الله صلى الله عليه وسلم وسيفه
ذو الفقار ويكون عنده مصحف فاطمة وما ولدت
فيها ويكون عنده صحيفة فيها اسماء من يقاتله
الى يوم القيمة ويرى ما يريد بوزن وان غيظ لون الله
تعالى قلبه وكل الارض يأتيه بما يخرج عنده و
يبايعه اهل مصره خير من نحلة المسلمين
ويكون من اشدهم بالمسلمين واشفقهم
عليهم من آبائهم وامهاتهم ويكون اشد
الناس تفقدا لحال الناس عند نفسه ويكون رؤوفا
يا مرهم واكف الناس عنهم بنفسه ويكون رؤوفا
مستجابا حتى انه ليدعو على صخرة بالمتنات
بقضيبين ويكون موئيا برويح الناس و
بقيته وبين الله تعالى محمود من نوره يرى فيه
اعمال العباد وكل ما يحتاج اليه يبسط له فيطوي
ويقبض عنه فلا يعدو ما يريده ويناله
يسمع ويبصر على ويأتي ويذهب ويضحك
ويخرج ويحزن ويضحك ويبكي ويعدل
ويقسم ويرى ويجتهد ويوقف ويجزل ويبكي
ويكلم ويسمع ويدخل في حضيض ويخلفه

زیادہ نجباء اور سب سے زیادہ عالم ہو اور لوگوں سے زیادہ
بینا ہو اور جیسا سامنے سے دیکھے ویسا ہی پیچھے سے دیکھے
اور جب ان کے پیٹ سے نکلے گویا تین پکار کر کہتا ہوا
ہتھیلیوں کے بل زمین پر آوے اور محتلم نہ ہو اس کی آنکھیں
سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا اس سے کلام کرتا ہوا اور سوں اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ اس کے بدن پر برابر آتی ہو اور اس کے
پاس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار ہوں اور اس کی تلوار
ذوالفقار ہو اور اس کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا صحف
ہو اور اس کے پاس ایک ایسا صحیفہ ہو جس میں اس کے قاتلوں
کے نام ہوں قیامت تک ہونگے اور اس کا پیمانہ ہو جانتا
ہو کہ کیونکہ کیا گیا کہ اس کے غصہ کے نکلنے پر ہی ہو
ہے اور اس کی خوشی خشک سے بھی ہو اور لوگوں کا ان کی
جانوں سے زیادہ والی ہو اور ان کے ماں باپ سے زیادہ
ان پر رحیم ہو اور ان کے حق سے سب سے زیادہ حق
والا ہو اور جس کا حکم کرے خود اس پر سب سے زیادہ عمل
کرنے والا ہو اور جن باتوں سے منع کرے خود سب سے زیادہ
ان سے بچنے والا ہو اور اس کی زبان پر کے مستجاب ہو اگر
پتھر پر بد دعا کرے تو پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے اور اللہ تعالیٰ
کے ساتھ موصوف ہو اور اس کے اور اللہ تعالیٰ کے بیچ نور
ایک ستون ہو جس میں بندوں کے اعمال دیکھے جاتے ہیں
دیکھ لیتا ہے جو اس کے لئے بسط ہوتا ہے پس جانتا
ہے اور کبھی قبض ہوتا ہے پس نہیں جانتا ہے اور پیدا ہوتا ہے
اس سے ارادہ جس سے اور قدرت پاتا ہے اور ہوتا ہے
اور کھاتا ہے اور پیتا ہے اور نکاح کرتا ہے اور سوتا ہے اور خوش
ہوتا ہے اور غمگین ہوتا ہے اور ہنستا ہے اور روتا ہے اور

غفر الله تعالى له ما تقدم من ذنبه وما تاخر
عن الرضا رضي الله عنه من زارني في غربتي
كان معي في درجتي يوم القيمة مغفورا له وعن
علي بن محمد بن الرضا رضي الله عنهما انه قال
زوار الرضا عليه في الطريق قطرة من السعار
حرم الله تعالى جسده على النار وعن
علي بن محمد الرضا رضي الله عنهما انه
قال من كانت له الى الله حاجة فليزر قبر
جدنا الرضا رضي الله عنه وهو على غسل
وليصل عند رأسه ركعتين وليسأل الله تعالى
حاجته فانه يستجاب له ما لم يسأل في مأثم
او قطيعة رحم وان موضع قبره لبقعة من
بقاع الجنة لا يزورها المؤمنون الا اعتقه الله
تعالى من النار وادخله دار القرار وعن نصر
رضي الله عنه انه قال من زار واحدا من
الائمة كان كمن زار رسول الله صلى الله عليه وسلم
وقال عليه رضي الله عنه صلى قبر الحسين كمن
زار الله فوق عرشه اذا صليت فقل اذا صليت
عند قبر فقف وتشهد التشهد تين واثن على
الله وان دخلت الروضة فقف وقل الله
اكبر الله اكبر تسعين مرة فانه صلى تسعين ركعة
سبحانه وتعالى وقال عليه السلام من زار قبر
الحسين عارفا بحقه غفر الله له ما تقدم من ذنبه
وما تاخر وكتب له عتق اربعين نسمة وقضى له مائة
حاجة اسرعها عليكم بأهل بيت الرسالة

پیدا ہونے کے دن تعالیٰ اللہ عنہ سے مروی ہے جو شخص میری قبر
کی میری زیارت کرے گا اس کے پہلے پچھلے گناہ خدا تعالیٰ
بخشے گا امام رضا سے مروی ہے جو شخص میری غربت میں میری
زیارت کرے گا قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں
ہوگا امام علی بن محمد رضا رضی اللہ عنہم سے مروی ہے
جس شخص نے امام رضا کی زیارت کی اور راستہ میں اس کو آسمان
سے یا شکار کو چھوڑ گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن کو آگ پر حرام
کر دے گا علی بن محمد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
فرمایا جس کو خدا کی طرف کوئی حاجت ہو جو چاہیے کہ رضا
رضا کی قبر کی زیارت کرے اور سر کے متصل دو رکعت نماز پڑھے
اور اللہ سے حاجت مانگے تو اس کی دعا قبول ہوگی بیشک
ان کو اللہ نے قطع رحم کر دعا کرنے اور اس کی قبر جنت
کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے جو مومن اس کی زیارت
کرے گا تو اس کو آگ سے آزاد کرے گا اور اس کو جنت
میں داخل کرے گا امام صادق سے مروی ہے فرمایا جس نے کسی
امام کی زیارت کی گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
زیارت کی اور فرمایا کسی نے کہ کہ مجھ کو کوئی بیع کا کلمہ
سکھا دیجئے کہ میں آپ کی زیارت کو جاؤں فرمایا جب دو رکعت
پڑھے تو تشہد یعنی التحیات پڑھ اور قنوت پڑھ جب سجدہ
سے اٹھے تو پھر تکبیر پڑھے اور قنوت پڑھے

القائم من ذريتك فقال صلى الله عليه وسلم
مثله مثل الساعة لا يجليها لوقتها الا هو
ثقلت في السموت والارض لا تاتيكم الا
بغتة وبرواية اهل البيت في صفة بعلمه
رضي الله عنه يحكم بالعدل ويامر به يخرج
من تهامة ليصدق الله عز وجل تحج الله تعالى له من
اقصى البلاد على عدة بعل بدر ثلثمائة وثلثة
عشر رجلا معه صحيفة مختومة فيها عدد
اصحابه باسمائهم وبلادهم وحلاهم فيقيم
ذا حين وقت خروجه فيشرد ذلك فيعلم
الله عز وجل ذلك فيامر المنادي فينادي
فيخرج وقيم حذاه الله ويحكم بحكم
عز وجل جبريل عليه السلام عن يمينه و
ميكائيل عليه السلام عن يساره فمن قبله
منه ومن جاهده قاتله وهو على اثر الله
بعد انتظار من الله عز وجل بنصره
على يديه ويمهد له ويمكن له
عز وجل في الارض ويظهر على يديه
عليه

آپ کی اولاد سے قائم کب ظہور فرمائے گا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی مثل قیامت
کی ہے وہ ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مجالی
ہے آسمانوں میں اور زمینوں میں تمہارے پاس نہیں آئے
گی مگر اچانک اہل بیت کی روایت سے ہے صدوق رضی
اللہ عنہ کی صفت میں کہ وہ انصاف کے ساتھ حکم کرے
گا۔ تہامہ کی زمین سے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس کے قول کی
تصدیق کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے گا
اللہ تعالیٰ اس کے لئے اقصی بلاد سے تین سو تیرہ
آدمی لائے گا۔ تعداد اہل بدر کے اکٹھے کرے گا اور
اصحاب کے پاس ایک صحیفہ مختوم ہوگا جس میں اس
کے اصحاب کی تعداد اور ان کے نام اور ان کے شہر
اور ان کے علاقے اور جن کا حلیہ ہوگا جب اس کے
خروج کا وقت قریب آئے گا تو یہ خبر مشتہر ہوگا اور تعالیٰ
تعالیٰ اس کو گویا کرے گا اور پکارے گا کہ اے فلاں اللہ
تعالیٰ اور اس کی قہر رحمان ہے جب اس کے خروج
کا وقت قریب ہوگا وہ تہامہ اپنی سیاہ سے نکلے گا
اور اس کے ساتھ اس کو گویا کرے گا اور تمام اس کو پکارے گا
اے فلاں تو نکل پھر نکلے گا اور اصحاب کی تعداد کے موافق
کا اور اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ حکم کرے گا جبرئیل علیہ
السلام اس کے دائیں اور میکائیل علیہ السلام اس کے بائیں
ہوں گے اور جو اس سے جنگ کرے گا اس سے جنگ کرے گا
اور جو اس کا مخالف ہوگا اس کا مخالف ہوگا اور جو اس

استعانت

قبر بلوس به اقام امام حتم اليه زيارة
ولمام. قبر سنا انوار لا يجلوا العمى
وبقربه قد يدفع الا سقام. قبر اذا حل
الوفود بربعة. رحلوا وحفت عنهم
الاثام. اروا حكم موجبة اعبائها. ان
عن عيون غيبت اجسام. تربة الرضا
رضي الله عنه بطوس مباركة كان يستشفي
بها الناس ومن البعض وزرا الحوار زم. انه
صابه النبرس فى عافاه الله تعالى عند ذا استشفاء
الى سبحانه فعفر فمات. اوزير فيها عمارة
الفق فيها قريبا من عشرة الاف دينار. وعن
بعض كبار اهل البيت انه كان يقول فى دعائه
اللهم العن. لر افضة فانهم
يبغضونا. وعن زين العابدين على
بن الحسين رضي الله عنهما انه قال لابي رضي
كيف رايت منزلة ابي بكر وعمر رضي الله عنهما
من النبي صلى الله عليه وسلم قال كمنزلتهما
اليوم وعن زين العابدين رضي الله عنه
انه قال اقرب ما يكون العبد من غضب الله
عز وجل ان غضب ومن فاطمة رضي الله عنها
العائذة بالله حق ومن كلامه اتقوا الله
من ذلك ومن رايته رضي الله عنه يقول
الله عز وجل ذ غضبي من خلقي من يبغضني
سلطت عليه من خلقي من يبغضني ومن

مرثد طوس میں قبر ہے جس میں امام مقیم ہے اس کی زیارت
اور اس کی طرف قرب واجب ہے قبر ہے جس کے انوار کی
روشنی اندھوں کو دور کرتی ہے اور اس کی مٹی سے بیماریاں
دور ہوتی ہیں۔ یہ وہی قبر ہے جس جماعتیں اس کے لئے سفر کرتی
ہیں کوچ کرتی ہیں اللہ گناہ ان سے دور ہوتے ہیں تمام
ارواح باقیاں موجود ہیں اگر ظلمت اجسام آنکھوں کے
سامنے سے غائب ہو گئے ہیں۔ مقابر قبر کی مٹی ہوس میں
مبارک ہے لوگ اس سے شفا طلب کرتے تھے جو درد خوار
سے شکایت کرتا ہے اس کو برص کی بیماری ہوئی اس نے اللہ
تعالیٰ سے اس بیماری دعا کی پس اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دی
اس نے اس پر دس ہزار دینار خرچ کئے ایک روایت بیان
بعض اہل بیت سے مروی ہے وہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے
اے اللہ رافضیوں پر لعنت فرما کہ وہ ہم سے بغض رکھتے ہیں
اور امام زین العابدین علی بن حسین سے مروی ہے کسی
شخص نے ان سے کہا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مرتبہ کیسا دیکھا فرمایا جیسا
آج ان کا مرتبہ ہے۔ امام زین العابدین سے مروی ہے
فرمایا غضب کے وقت بندہ اللہ کے غضب سے زیادہ قریب
ہوتا ہے اور آپ کے کلام میں سے ہے حاضرین پر شفقت
رکھتے تھے آپ کے کلام میں سے ہے حسین تیرے
گناہ سے بڑی ہے اللہ آپ کی رداء ہے اللہ سے ڈر
جو میرے فرزند سے جب میری مخلوق میں سے میری
نافرمانی کرتا ہے جو مجھ کو پہچانتا ہے اس پر اپنی
مخلوق میں سے اس کو مسلط کرتا ہوں جو مجھ کو پہچانتا

کلامہ رضی اللہ عنہ یا اھل العراق لیحبونا حب الاسلام فما زال یحکو بالحق حتی صار علینا عارا الخ شیعتنا انا لا نغنی عنھم من اللہ سبحانہ شیئا ولا ینالنا الا ما نال الرجل بالورع۔ انتھی بلفظہ۔

ہو اور آپ کے کلام سے ہے اے عراق والو ہم کو دوست رکھو جیسے اسلام کی محبت کے تمہاری محبت تو ہم پر عار ہو گئی ہماری شیعہ کو پہنچا دی کہ ہم ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے کچھ کفایت نہیں کر سکتے اور ہماری ولایت و محبت بجز پرہیزگاری کے حاصل نہیں ہو سکتی۔

اب اہل علم و انصاف اس عبارت میں نظر تامل ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اول خواجہ پارسا نے مذہب شیعہ ائمہ اثنا عشر کی نسبت امام رازی سے نقل فرمایا اس کے بعد ان کی روایات خمسہ نقل فرمائی کہ جن سے ائمہ اثنا عشر کی امامت کا ثبوت پایا جاتا ہے اور ان روایات کے مخرج کے مذہب کو بیان کر دیا تاکہ لوگ اس کی ان روایات سے دھوکا نہ کھا دیں جو متضمن بیان مذہب کو ہوں۔ اور اگر الحاق نہیں ہے تو غلطی سے استشہاد بہاری نقلا عن الانساب نقل کر دیا۔ بعد اس کے اسی قمی راوی سے چھٹی روایت جو کتاب الخصال میں مروی ہے۔ اور مطابق روایات اہل حق ہے نقل کی اور اس کی تخریج اہل سنت کی روایات سے کر کے اس کی تاویلات سابقہ کی طرف اشارہ کیا اور ان کو باطل دلایا اور اس روایت کی نقل سے اس امر کی طرف ایما کیا ہے کہ روایات خمسہ سابقہ حضرت ابو جعفر کی موضوعہ و مختر عہ ہیں اور صحیح یہ ہی ہے جو مؤید بروایات اہل حق ہے۔ بعد اس کے ساتویں روایت اسی سے نقل کی جو کتاب الخصال میں مذکور ہے اور اس میں بطور بشارت کے دو امر ارشاد ہوئے ہیں ایک یہ کہ امت کی مثل باران جیسی ہے جس کے اول و آخر کی تمیز خیریت و نفع رسانی میں دشوار ہے دوسری یہ کہ بعض امت کے اول میں ہیں اور ائمہ اثنا عشر ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں اور کیونکر ملاک ہو سکتی ہے چونکہ فی الجملہ یہ روایت بھی روایات اہل حق کے مطابق تھی جز اول پورا مطابق ہے جز دوم میں ذکر ائمہ اثنا عشر حضرت قمی نے اپنی طرف سے تراش کر بڑھا دیا حالانکہ اپنے مذہب کے بھی خلاف تھا کیونکہ ائمہ اثنا عشر کو اولی امت میں شمار کرنا خلاف ہے امام قائم بالامر اواخر امت میں متصل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں نہ اوائل امت میں پس حضرت صدوق کو حسب قاعدہ کلیہ اس کا خیال نہ رہا اور نہ یوں فرماتے انا اول اثنا عشر خلیفۃ من بعدی اولہا والامام القائم بالامر عیسیٰ بن مریم آخرہا۔ اور اگر ترکیب عبارت اس طرح ہے۔ انا اول اثنا عشر خلیفۃ من بعدی والمسیح بن مریم آخرھا کہ مسیح کا عطف اثنا عشر پر ہے تو اول سے بھی نیا نہ نکلتا چنانچہ خود بدیہی ہے کہ ائمہ اثنا عشر کو جناب امیر سے لے کر آخر تک جانب آخر امت

میں کہنا بدیہی البطلان اور خلاف واقع ہے تو اس لئے خواجہ پارسا علیہ الرحمۃ نے اپنی روایات سے جو فی الجملہ اس روایت کے مطابق تھی ذکر و اشارہ کر دیا کہ اس روایت میں لفظ و اثنا عشر خلیفۃ من بعدی حضرت قمی کا افترا و اختراع ہے پھر یہ روایات نقل کر کے اصل مقصود کی طرف جو ائمہ کی بابت مذہب شیعہ کا بیان کرنا تھا رجوع کیا اور اسی ابو جعفر قمی کی روایت علامات امام میں نقل فرمائی جس کو ہمارے فاضل مجیب نے اپنے استدلال میں پیش کیا اور اپنی کمال دانش مندی سے یہ سمجھ گئے کہ یہ روایت خواجہ پارسا کی مغبوط ہے اور اس پر یہ قرینہ قرار دیا کہ چونکہ بعد نقل روایت سکوت کیا تو سکوت دلیل قبول و تسلیم روایت ہے اور یہ نہ سمجھے کہ مقصود اس روایت کے نقل سے صرف حکایت مذہب شیعہ ہے اس کو قبول و عدم قبول روایت سے کچھ تعلق نہیں اس کے بعد اور روایتیں شیعہ کے متعلق فضائل ائمہ نقل فرمائی اور خاتمہ روایات پر تمام مرویات شیعہ کی جو ائمہ کے حق میں مبالغہ آمیز روایتیں کرتی ہیں اور ان کے مناقب و مدائح میں غلو و اغراق فرماتے ہیں یہاں تک کہ انبیاء کے رتبہ سے بھی بڑھا دیتی ہیں جس پر جناب امیر کی پیشین گوئی خوب صادق آئی ہے سیھلک فی صنفان محب مفرط بما روایات اہل بیت سے تکذیب فرماتی اور کبار اہل بیت سے نقل فرمایا کہ وہ اپنی دعا میں بجناب باری عرضداشت عرض کیا کرتے تھے اللھم العن الرافضۃ فانھم یتھمونی بنفوس کہ اس پر بھی آپ یہ ہی فرماتے ہیں کہ خواجہ پارسا نے بعد نقل روایت سکوت کیا اور اسی کو آپ تسلیم کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ بحث کسی قدر طویل ہو گئی ہے لیکن ایک گنجائش باقی رہ گئی ہے ذرا گوشش انصاف و ہوش اس طرف متوجہ فرما کر سن لیجئے وہ یہ کہ کمال تعجب اور نہایت افسوس ہے کہ آپ نے باوجود یکہ من نمیرم سے ہی آپ کو مناظرہ میں توغل و انہماک رہا اور بہت کچھ کتابیں دیکھ ڈالیں اور بہت لوگوں سے مباحثہ کیا گویا اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اس میں صرف کیا اور مسائل خلافیہ وغیرہ میں حق الیقین کا مرتبہ بھی بزعم خود حاصل کر لیا اور گویا اپنے مجتہدین سے بھی کوئی سبقت لے گئے باین ہمہ دعائی سمدانی تحفہ کو بھی ملاحظہ نہ فرمایا جو اس دبستان کے لٹکان کا پہلا سبق ہے کہ جس کے مصنف خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اس شبہ کا کیسا استیصال کیا ہے مجھے امید ہے کہ اگر آپ اس کو ملاحظہ فرماتے تو اس دلیل کا نام بھی نہ لیتے لیجئے اب میں تحفہ کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ تحفہ کے باب سیوم در ذکر حوال سلاطین شیعہ ذوات میں۔ محمد بن علی بن بابویہ اقلی و بن قمی خیر ان قمی است کہ بخاری بوی استشہاد کردہ است در روایت حدیث الثقلین وفی ثلث شرطۃ محجم وشربۃ عسل وکیۃ بنار۔ در کتاب

[illegible] من بيت من مجاهد [illegible] ابن ماجه في [illegible] عن ابن عباس [illegible] وهذا [illegible] ابن ماجه [illegible] وهذا [illegible] ابن ماجه [illegible] وهذا [illegible] ابن ماجه [illegible]

[

شیعہ مذہب کی خرابی ظاہر و باہر ہے

لیکن یہ ہی روایت کہ جس کے ذخیرہ کا بارہ امامیہ اثنا عشریہ وضع و افترا ظاہر و باہر ہے حضرات شیوخ کے مذہب پر خوبی ڈالنے کے واسطے کافی ہے۔ اس لئے اس حال کی مختصر تحقیق کرنے کے بعد اس روایت پر بحث چلے گی۔ جو دوسری روایات کے معارض و مناقض ہیں۔ ذیل میں ہم اس کا ترجمہ لکھتے ہیں

کیا ائمہ شجاع تھے؟

اور اس روایت میں مذکور ہے کہ شجاعت ہی تو ہے جو ائمہ میں ہونی چاہیئے۔ اور اسی سے امامت ثابت ہوتی ہے

ثم ذکر ما یدل علی ان الشجاعۃ من صفات الامام

باب ذکر النص علی الحسین بن علی علیہما السلام

۱۔ عن علی بن الحسین قال سمعتہ یقول ان اللہ تبارک و تعالیٰ لما قبض نبیہ قال ما شاء اللہ ثم ان اللہ عز و جل اختار علیا علیہ السلام فجعلہ علما و جعل علی بن ابی طالب علیہ السلام علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ فلما مضی علی بن ابی طالب علیہ السلام اختار اللہ عز و جل الحسن علیہ السلام فجعلہ علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ فلما مضی الحسن علیہ السلام اختار اللہ عز و جل الحسین علیہ السلام فجعلہ علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ فلما مضی الحسین علیہ السلام اختار اللہ عز و جل علی بن الحسین علیہ السلام فجعلہ علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ فلما مضی علی بن الحسین علیہ السلام اختار اللہ عز و جل محمد بن علی علیہ السلام فجعلہ علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ فلما مضی محمد بن علی علیہ السلام اختار اللہ عز و جل جعفر بن محمد علیہ السلام فجعلہ علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ فلما مضی جعفر بن محمد علیہ السلام اختار اللہ عز و جل موسیٰ بن جعفر علیہ السلام فجعلہ علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ فلما مضی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اختار اللہ عز و جل علی بن موسیٰ علیہ السلام فجعلہ علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ فلما مضی علی بن موسیٰ علیہ السلام اختار اللہ عز و جل محمد بن علی علیہ السلام فجعلہ علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ فلما مضی محمد بن علی علیہ السلام اختار اللہ عز و جل علی بن محمد علیہ السلام فجعلہ علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ فلما مضی علی بن محمد علیہ السلام اختار اللہ عز و جل الحسن بن علی علیہ السلام فجعلہ علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ فلما مضی الحسن بن علی علیہ السلام اختار اللہ عز و جل القائم محمد علیہ السلام فجعلہ علما و امر الخلق ان یلجأوا الیہ و امر الخلق ان یسألوہ و امر الخلق ان یطیعوہ

قف ہمارا اس سے اس روایت سے اور اس کے ترجمہ سے فارغ ہو کر ہم اس روایت کی تحقیق کرتے ہیں جس سے ہم نے اس روایت کو لیا ہے۔ اور جس کی تحقیق ہم نے اوپر کی ہے۔ اور جس کی تحقیق ہم نے اوپر کی ہے۔ اور جس کی تحقیق ہم نے اوپر کی

ائمہ کے علم کی گفتگو

(۹) درمیان اور خدا عمودی پوزا زور کر بہ بتید دروی اعمال بندگان و ہر چہ بدان فتاح بود یہ جلد
اور وہ جز جو اس کے بعد متصل مذکور ہے باہم متعارض ہیں اور وہ جملہ یہ ہے وگاہی بسط کردہ شود
برای اولیں جاندوگاہی قبض کردہ شود از وحی پس فرماند جملہ اول دلالت کرتا ہے کہ ہر شے کو ہر
وقت معلوم کر سکتے ہیں تو ہر وقت بدون تخصیص شی دون شی وزمان دون زمان ہر ایک شی جس کی
حاجت ہو معلوم کر سکتے ہیں اور جملہ دوسرا اس کا مدعا یہ ہے کہ ائمہ پر دو حالتیں طاری ہوتی ہیں ایک
حالت قبض کی اور دوسری حالت بسط کی۔ حالت بسط میں منبعثات کو جانتے ہیں اور حالت قبض
میں منبعثات کے ساتھ علم متصل نہیں ہوتا اور نیز چونکہ ثانیہ اس کے بھی منافی جواب کے علماء محدثین و
فضلاء متحرین نے جناب امیر سے جو علم کائن و مایکون ایسی روایات سے ثابت کیا ہے کہ شاید
بعض مراتب میں درجہ تواتر کو پہنچتی ہوں۔ پس چونکہ جواب کے امام رضی نے کافی میں اور ابن بابویہ نے خصال
اخیر میں ثابت کیا ہے لہٰذا مناسب انتصاب اس جگہ صرف ایک روایت خصال پر اکتفا کرتا ہوں

حدثنا ابی و محمد بن الحسن رضی اللہ عنہما قال
حدثنا سعد بن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن
عیسی بن عبید و ابراہیم بن اسحق بن ابراہیم
عن عبد اللہ بن حماد الانصاری عن صباح الازرق
عن الحارث بن حصیرۃ عن ابی صباح عن ابی بکر
الحضرمی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنی الف باب
من الحلال و الحرام و ما کان الی الیوم
القیامۃ کل باب منہا یفتح الف باب فذلک
الف الف باب حتی علمت علم المنایا و البلایا
و فصل الخصومات

ابی صباح بن ابی بکر حضرمی سے روایت کرتا ہے کہ
اس نے جناب امیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ مجھ کو رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حلال و حرام سے ہزار باب تعلیم کیے ہیں
اور جو کچھ ہوا ہے گا روز قیامت تک ہر باب سے ہزار باب
اور ہر باب سے کھولے ہیں پس ہزار ضرب ہزار
تک میں موت و بلا اور فیصلوں کے فیصلہ
کرنے کا علم دیا ہے

اس روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور اس جملہ سے اس بحث دیکھئے کہ اس روایت سے یہ
بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کو جس قدر وہ کچھ تھا وہ اس تعبیر کے ساتھ تھا جو حضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے مرض کی حالت میں سرگوشی فرما کر تعلیم فرمایا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ علوم نوری محض حضرات کا
اختراع ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تعلیم ائمہ باقیہ تک نہیں پہنچی تو چاہیئے کہ ان کو علم ما کان و مایکون نہ ہو
علاوہ ازیں کتاب اللہ کی بھی مخالفت سے حق تعالیٰ شانہ فرماتا ہے۔

و ما تدری نفس ماذا تکسب غدا

اور کوئی نفس نہیں جانتا ہے کہ کل کو کیا کمائے گا۔

التمی عن الصادق ھذہ الخمسۃ اشیاء
لم یطلع علیہا ملک مقرب و لا نبی مرسل
و ھی من صفات اللہ تعالیٰ

امام صادق سے روایت ہے ان پانچ چیزوں پر نہ
مقرب فرشتہ اور نہ نبی مرسل مطلع ہے اور یہ اللہ
کی صفات سے ہیں

اور فرمایا ہے۔

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا
الا من ارتضی من رسول

عالم الغیب ہے پس نہیں ظاہر کرتا اپنے بھید کو کسی پر
مگر جو پسند کرلیا گیا ہو رسول کو

ابن بابویہ قمی نے جو روایت خصال میں بیان علامات امام میں لکھی ہے جس کو نقل کر کے
بعض فوائد بیان کرتے ہیں

عشر خصال من علامات الامام علیہ السلام من
ابی عبد اللہ جعفر بن محمد علیہما السلام قال
خصال من صفات الامام حصانۃ الفرج و ان یکون
اعلم الناس بانتقمہ للہ و علمہ بکتاب ربہ
ان یکون صاحب الوصیۃ الفاھرۃ و یکون
ذا المعجزۃ و ذا ذیل و ھی وصیۃ و امامۃ
قلب و ان یکون ان قیل و یری من خلفہ کما یری
من بین یدیہ فان ھذہ خصلۃ لا یکون
ذو عاھۃ و یکون
ما یکون
و یکون
و یکون
و

امام وصیته من خلفه کما بین هی من بعینه
بیده فذلك لما اوحی الی من امة محمد
والقدوس فی روحه اقال الله عز وجل ان فی
ذلك لذکری لمن کان له قلب او القی السمع
وهو شهید

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ روایت کیسی ہے اور دیکھئے کہ آپ کے صادق صاحب نے اس روایت میں جو روایت بیان کی ہے وہ کس قدر خرافات سے بھری ہوئی ثابت کر دیا ہے ہم نے صادق صاحب کی ان باتوں پر کہ جو تحریف کا بھی معاملہ کرنے والے تھے انہوں نے ہمارے کو جو کچھ سے بھی مخلوص دلایا اور اختیار خورشید کا تو ہو سکتے خود ان کیا اس کی نسبت فرمایا کہ تم کو جاننا چاہیے معصومین کے اصول سے تو ان سے معلوم ہوا کہ جو وہ ہونا چاہیئے جو پانا خاندان ہو اور کسی سے نہ ہو آپ نے حضرت صادق سے جو کچھ حضرت سے میرے کو خاندان کچھ اور بیان کیا کہ یہ ہیں معصوم یہ معصومین کے اصول نہیں سے جانا کہ اس نے اپنی کتاب اخفش کی روایت جو بھی خصائص سے نقل کی ہے اس کی صحت باب خود ہی ہے معصوم روایت فرمائی سے حضرت کو وہ دیا نہ ہی علاوہ اس کے جب ہے جو خورشید معصوم نہیں سے وہ معصوم فرمائی جو روایت سابقین میں بتایا ہے وہ محض دعوی و تحقیق سے ورنہ قصہ قبیل اسے کچھ بھی نہیں ہے۔

قولہ: معصوم یہ کہ فرمائی شیخ مفید علیہ الرحمۃ صاحب وجوہی کی تالیف میں کتاب یعنی مقام میں کہ ہے کہ آپ نے معصوم علیہ السلام سے روایت فرمائی اس سند صاحب وجوہ کی کتاب اخفش کی روایت آپ نے صادق صاحب کی روایت ہے اس سند کے ساتھ ہے جو کہ آپ نے بیان کی ہے اور اس کتاب کی روایت کو آپ نے اپنی کتاب میں لکھا

قولہ: چہارم یہ کہ اگر یہ روایت ہو خواجہ پارسا و شیخ عبدالحق سے علامات اندر میں نقل کی ہے موضوع و مفتری ہے اور ہو جاتے ہیں کہ آخر حضرت اہل سنت کو شاید مجبوراً یہ ہی کہنا پڑے سولازم آئے گا کہ حضرت خواجہ پارسا و شیخ عبدالحق صاحب نہایت ہی صاحب حیا و غیرت ہیں کہ خود ہی ایسی حدیث میں ان حق پر اس گمان دوم سے کہ روایتیں موضوعہ نقل کرکے جناب امیر کی افضلیت ثابت کرتے ہیں نہایت ہی نشیبات تشنیع و تفریعات قبیح وارد کی ہیں یہ کیا ہے۔ لتجوا سے تامون الناس ۔ بالبر وتنسون انفسکم تمام اپنے نفاذات کو پس پشت ڈال کر اوروں کے خواہ مخواہ عیب ہونے کو جن کا بعض اہل حق پر کرتے تھے بھی ایسی حدیث موضوع و روایت مجعول کہ ان کے اکثر میں بعض کذب و افترا ہے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا گرویدہ ہے کہ اس کو دینی کتاب میں بوجہ افضلیت بیان کیا اور سنت کہتے ہے افضلیت کی ہے بعض اور کچھ بھی اس کا رد و انکار نہ کیا بلکہ برعکس ان کے روایتی کی توثیق و بخاری کا علامات کی یا اسکی مضمون کو جو افضلیت کی ایسی خرافات سے پاک ہیں گمراہ کیا کیونکر جب وہ دیکھیں گے کہ بعد اتنا دعیں اعتقادت اس حدیث کو اپنی اپنی کتاب میں لکھ چکے اور ہم نے رد و انکار کیے اس کے راوی کی توثیق کی ہے تو کب تک اس کو حق سمجھیں گے اور تصدیق کریں گے۔

اقول: یہ جوش و خروش ہمارے طبیب کا بعض اپنی اور اپنے کا بہت نوش طبعی کے سبب سے ہے کہ عبارت نفس خطب و رسالہ مناقب جس میں ترجمہ نفس خطاب مذکور ہے نہیں سمجھے ورنہ فی الحقیقت نہ اس روایت کی ان میں توثیق ہے بلکہ رد و انکار ثابت ہے اور نہ کسی کو رد کیا کوئی ہی کو قبول کیا ہے مگر وہ ہوس کا نہ زبان کے زور نہیں ہو سکتا یا اپنی معانی قرآن کے نہ سمجھنے کی وجہ سے مزہ ہو گئے معاذ اللہ ضلالت پر ہیں کا مزاج آپ کے نزدیک نہیں عادم وجوب بعلت کے بھی آپ قائل ہیں تو نہیں کچھ بعثہ لعقول سائی سنی مسلمان سب بھی ہی فرمات ہے پاک و منزہ ویں اور اہل سنت کی تشنیعات دتوبیخات کچھ مخاطب نہیں ہی ثابت ہیں ہم اور ہیات و نہیات و قعدات و اعلمیات کی نسبت ہیں آپ شعوری ہی بھی تحقیقات اپنی اور یات و رد شکوک آپ پر بھی ظاہر ہو گئے ہوں مشتبہ ہے اور مشتبہ مرجوب نہیں ہیں ہاں بعلت تعصب ہیں گمراہ ہیں ہے آپ واضح ہو گیا کہ آپ کو کچھ نہیں ہوس ہیں ہیں ہاں ہو ہیں یا ہو ہیں کوئی حقیقت و معرفت کی ہے ہیں ہے اور اس سے اپنی خلافت ہیں

قولہ: باب افضلیت کے باب میں حضرت خلیفہ اول کی شہادت لیجیے۔ کنز العمال کی فرع اول خلافت ابوبکر باب ثالث کی فصل ثانی کتاب امامت حرف ہمزہ میں لکھا ہے عن ابی فضوۃ قتال لفظ ابا بکر ما کان اللہ لیطلع علی سرہ احدا الا من ارضی۔ الست من صلی الست الست فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ خلیفہ اول کی یہ کلمہ صریح اس پر دال ہے کہ بعثت اسلامیہ و عنان شرعیہ مرحومہ ہی کو اپنی خلافت کی افضلیت پر دلیل لاتے اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک بھی احق خلافت وہی ہے جو افضل ہو۔

اشتراط افضلیت کی جھوٹی دلیل کا ابطال

اقول: اجی یہ صاحب ہم نے یہ کب کہا ہے کہ افضل احق بالخلافت نہیں ہے ہم نے تو آپ فرمانے لگے۔ اس مدعا جس کے اثبات کا آپ نے بیڑا اٹھایا ہے وہ ہی آپ کے حافظہ سے نکل گیا ہے پہلے اس کو سوچ کر یاد کر لیجیے پھر اس روایت سے اس مدعا پر استدلال کیجیے۔ افسوس کہ جناب نے یہ خیال نہ فرمایا کہ ثبوت حقیقۃ ثبت اشتراط افضلیت نہیں ہے بلکہ اگر آپ بلذا تامل ملاحظہ اس دلیل کا کریں تو اس آپ کی ہی دلیل سے اثبات عدم اشتراط افضلیت ہوتا ہے کیونکہ جس وقت ایک فرد کے لیے افضلیت اور اعلمیت ثابت ہوتی اور ظاہر ہے کہ افضلیت میں اولویت نسبی ہوتی ہے جس کو اس کی وصف مقتضی ہے تو اولویت باقیہ کے لیے بھی فی الجملہ افضل و حقیق بالخلافت ہونا ثابت ہوا پھر اگر خلافت حق کسی وجہ سے نہ پہنچے اور حقیق کو پہنچ جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ مستحق نہ ہو کیونکہ جب حقیق بالخلافت ہونا اس کے لیے پایا گیا تو وہ خود بالبداہۃ مستلزم صحت، کوب اور نہ حقیق ہونا باطل ہوگا دونوں صورت سے ثابت ہوا کہ افضلیت شرط انعقاد خلافت نہیں ہوا مطلوب

قولہ: چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں اعتراف کرتے ہیں کہ اثبات خلافت خاصہ میں افضلیت کو دخل ہے مسلمہ فی کہ فضل بر حق مقصد اول مراتب عشرہ میں یہ عبارت بھی ہے اما اثبات صریح خلافت حضرت فاروق بہ افضلیت الی آخر الفصل۔

اقول: [illegible]

ان ابابکر حین حضرہ الموت ارسل الی عمر لیستخلفہ فقال الناس تستخلف علینا فاظ علینا ولو قلولیتنا کان اذنا واغلظ فما اقول لربك اذا لقیتہ و استخلفت علینا عمر قال ابوبکر ابلی تخوفنی اقول اللھم استخلفت علیھم خیر خلقك الحدیث و اخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ عن محمد عن رجل من بنی زریق قال ۔۔۔ طویلۃ قال ابوبکر لعمر انت اقوی منی فقال عمر انت افضل منی ۔۔۔ کلام منصف و بین ۔۔۔ حضرات مشہود و اکثر ان اوصاف روحی ہست در ثبوت خلافت خاصہ کردہ طبقہ اولی اور دہ و ذکر ان کلمات در بحث اثبات خلافت خارج از حق من بحث باشد انتہی۔ دیکھئے حضرت خلیفہ اول کے ۔۔۔ یک افضلیت ثلاثہ کے لئے ایسی ضروری تھی کہ باوجود یکہ اصحاب کرام خلیفہ ثانی کو خلیفہ بنا سکتے تھے ان کے خلیفہ کرنے سے خدا وند تعالیٰ سے ڈراتے رہے مگر جونکہ خلیفہ اول کے نزدیک وہ افضل تھے کچھ بھی خیال نہ کیا اور خلیفہ کر ہی دیا

اشتراط افضلیت کی ساتویں دلیل کا ابطال

قولہ ۔۔۔ یہ دلیل بھی مثل دلیل سابق کے موقوف ہے ۔۔۔ اس سے بھی افضلیت ثابت نہیں ہوتا جو حسب اقرار فاضل مجیب ۔۔۔ سے ثابت ہوتا ہے افضلیت کو ثابت فرمانا خاص ہیں ۔۔۔ سے زیادہ ہونا کیا ۔۔۔ کہ ۔۔۔ سے ۔۔۔ ہو جاوے مستحق اور مستحق کو ۔۔۔ استحقاق کے لئے ۔۔۔ دلیل ہونا ۔۔۔ اور جب افضلیت کا ثابت ہونا مستلزم استحقاق خلافت اس کو محفوظ رکھنا ۔۔۔ افضل حق بخلافت ہوگا لیکن اس سے ۔۔۔ افضلیت کیسا ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

اقول: یہ آپ کی حیرت و تعجب خود قابل حیرت و تعجب ہے کیونکہ اس قول سے اگر بسبب افضل وغیرہ ہونے خلیفہ اول کے مشورہ و تامل کے بھی احتیاج نہیں) ہرگز اشتراط افضلیت پر دلالت نہیں بلکہ اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ افضل احق بالمخالفت ہے۔ پس اس سے اشتراط سمجھنا آپ جیسے منصف و مناظر دان روزگار ہی سے البتہ لائق سخت حیرت و تعجب کے ہوگا پھر اس پر اصرار حیرت و تعجب باعث مزید حیرت و تعجب اضعاف مضاعفہ ہے۔ آپ کے دل میں افضلیت کچھ ایسی سمائی ہے کہ آپ کی عادت ہو گئی ہے کہ جس جگہ آپ نے لفظ افضلیت دیکھا سمجھا کہ اشتراط افضلیت کی دلیل ہے اور جھٹ پیش کر دیا ہے

لبکہ در حبان فگار و چشم ہیدا میشود ۔۔۔ ہر کہ پیدا میشود از دور پسند ارم توئی

اور یہ نہیں خیال فرماتے کہ بقاعدہ حکم ایسے دلائل پیش کرنے سے بجز ندامت و شرمندگی کچھ حاصل نہیں۔

قول: اس اجماع جو حضرات سنیہ نے محض اس خلافت کے لئے وقف کی تھی اور اس پر جزا دینے اس کا بھی کچھ خیال نہ فرمایا۔

اقول: اے بل والش والصاف خدا کے لئے ذرا اس بحث کے مطلب کو فرمایا اور اس تعارض و تخالف کو جو فیما بین فعلہ اور اجماع کے ہمارے فاضل مجیب نے واقع کیا ہے دیکھا اور ہمارے مجیب نجیب کے فکر کو داد دیا کہ اس اعتراض طبیعی کا سے بجا دفرمایا۔ سبحان اللہ ہے حضرت مشورہ و تامل کو اجماع کے ساتھ تضاد و تخالف نہیں ہے مگر مشورہ و تامل رفع ہو تو اجماع بھی رفع ہو جائے ہو سکتا ہے کہ مشورہ و تامل ہو اور اجماع نہ ہو یا مشورہ و تامل نہ ہو اور اجماع ہو جائے اس میں کوئی مستبعد نہیں ذرا تامل فرمائیے تو سوجھے۔

قولہ: افسوس ہے کہ آپ کے نزدیک محققین اپنا قول بھی یاد نہیں رکھتے اور یہ بھول گئے اس مقدار پر منحصر نہیں بلکہ تحفہ میں لکھا جا چکا ہے اور اب اس کا آپ ہوتے ہیں تو کیا عرض کریں

شاہ عبدالعزیزؒ کے تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق شیعہ کا اضطراب

اقول: ابھی تک تو کچھ اور ہی ۔۔۔

کا حال بھی اسی پر قیاس فرمالیجئے گا۔ پس آپ کا یہ افسوس لائق افسوس کے ہے کہ مطلب خود نہ سمجھیں اور الزام قائل کے ذمہ لگائیں۔ علاوہ ازیں آپ کو معلوم ہے کہ زبان عناد سے خدا تعالیٰ اور اس کی کتاب پاک اور رسول بھی نہیں بچے تو بمقابلہ ان کے تحفہ و صاحب تحفہ کی کیا حقیقت ہے بایں ہمہ صاحب تحفہ کو سہو و نسیان سے معصوم بھی نہیں سمجھتے۔

قول: علاوہ اس کے اور بہت سے اقوال خلیفہ ثانی کی شرط افضلیت پر دلالت کرتے ہیں بخوف طوالت ان کو ترک کیا جاتا ہے۔

اقول: جب کہ آپ نے ان اقوال سے تعرض نہیں فرمایا تو ہم بھی ان سے اغماض کرتے ہیں اگر آپ ان اقوال کو ذکر فرماتے تو ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ ویسے ہی استیصال استدلال کے ہوتے

قولہ: مگر اس قدر گذارش کرنا ضرور ہے کہ خلیفہ ثانی کا افضلیت کو شرط خلافت جاننا ایسا ہے جیسا کہ محققین اہلسنت نے اس کا اقرار کیا ہے چنانچہ صواعق المحرقہ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کتاب الاحکام فی اواخر کتاب باب کیف یبایع الامام میں حدیث شوریٰ کی شرح میں ابن بطال سے نقل کرتے ہیں فان قیل بعض ھولاء الستۃ افضل من بعض وکان الرای تعیین الاحق بالخلافۃ ارضاھم دینا و انہ لا یصح رضا المفضول مع وجود الفاضل فالجواب انہ لا یسوغ ان یظن بالمختار منھم ان قد نظر علی استخلافہ وھو یعتقد ان غیرہ احق منہ بل یسوغ ان یقال لعلہ تحری فی ذلک ما جعلہ فی سنۃ مختارین فی الشوریٰ ان المفضول منھم لا یتقدم علی الفاضل ولا یکلف فی مقام رضا بما لیس بحق بل یصدع بالحق ویرضی بہ الستۃ الخ یہی اس سے صاف ثابت ہے کہ صحابہ خلیفہ ثانی کے کل صحابہ کے نزدیک افضلیت خلافت کی ایسی شرط تھی کہ دو مفضولوں کی خلافت کو بھی جائز جانتے تھے

اشتراط افضلیت کی نویں دلیل کا ابطال

اقول: یہ استدلال بھی ہمارے فاضل مجیب کے لئے مثبت مدعا نہیں کیونکہ جب ان کا ۔۔۔ فی عصرہ احق بالخلافۃ ارضاھم دینا بصدد اس امر کو بیان کرنا ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ احق۔ خلافت وہ شخص ہے جو زیادہ دیندار ہو اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اشتراط افضلیت بمعنے کہ جو شخص جس کی صفت ہو اس کے لئے ثبوت فضل میں زیادت پر دلالت تو یہ ہرگز اس کو لازم نہیں ہے نفس فعل میں زیادت کسی کے لئے ثابت

ہو بلکہ باعتبار اقتضاء اصل وضع تفضیل کے وجود ہے ذرکا ہونا چاہئے جس کی نسبت زیادتی ثابت ہو
ورنہ مبالغہ اور تفضیل میں کچھ فرق باعتبار معنی کے نہ رہے گا جب کہ اس جملہ کا مطلب ذہن نشین ہو چکا تو
دوسرا جملہ اس جملے سے مستفاد اور مستدرج ہے جس کے مطابق ہونا چاہئے اور اس کا بھی مطلب
واضح ہے کہ وہ بت کے معنی تو ہوتے ہیں اور ربانیت کے معنی لاہوتیت کے حاصل مصادر عبادت یہ ہوگا کہ
اہل حجاز کو یہ مغلوں میں وجود فاضل یعنی فاضل کے ہوتے مفضول کو معقول اور جائز نہیں اب
اس صورت میں یہ جملہ اور جملہ سابقہ متحد ہو گئے کہ دونوں کا حاصل حقیقۃً باطلانت افضل کے لئے ہے
اور اگر اس جملہ کو باوجود اس جملے کے فرق سے اس کی جانب راجع مانا جائے تو حاصل واقعہ یہ
متعارض ہیں کہ اس کے بعد بتلانے کو خاص جواب کی علامات سے جو دعوائے تحقق سے آخر تک مذکور ہیں
یہ سمجھا کہ ان کے نزدیک افضلیت خلافت کی ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کی خلافت صحیح نہ ہونے کے
سراسر غلط ہے کیونکہ وہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کو مگر مفضول ہیں ذکر نہیں کیا بلکہ بعد صاف
چھ شخصوں میں منحصر کر دیا تھا جن کا عبارت مذکور سے خاص قدماء مہاجرین کے اس عبارت
میں مذکور ہیں وہ سب بر حق بطریق سنت مقدمہ ہیں فضل میں تو کسی سے ہوسکے فاضل مجیب کا
یہ سمجھ لینا کہ ان کے نزدیک افضلیت خلافت کی ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کی خلافت صحیح نہ ہونے کے
سراسر غلط ہے کیونکہ وہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کو مگر مفضول میں ذکر نہیں کیا بلکہ بعد صاف
چھ شخصوں میں منحصر کر دیا تھا جن کا عبارت مذکور سے خاص قدماء مہاجرین کے اس عبارت
میں مذکور ہیں وہ سب بر حق بطریق سنت مقدمہ ہیں فضل میں تو کسی سے ہوسکے فاضل مجیب کا
یہ سمجھ لینا کہ ان کے نزدیک افضلیت خلافت کی ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کی خلافت صحیح نہ ہونے کے
سراسر غلط ہے کیونکہ وہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کو مگر مفضول میں ذکر نہیں کیا بلکہ بعد صاف
چھ شخصوں میں منحصر کر دیا تھا جن کا عبارت مذکور سے خاص قدماء مہاجرین کے اس عبارت
میں مذکور ہیں وہ سب بر حق بطریق سنت مقدمہ ہیں فضل میں تو کسی سے ہوسکے فاضل مجیب کا
یہ سمجھ لینا کہ ان کے نزدیک افضلیت خلافت کی ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کی خلافت صحیح نہ ہونے کے
سراسر غلط ہے کیونکہ وہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کو مگر مفضول میں ذکر نہیں کیا بلکہ بعد صاف
چھ شخصوں میں منحصر کر دیا تھا جن کا عبارت مذکور سے خاص قدماء مہاجرین کے اس عبارت
میں مذکور ہیں وہ سب بر حق بطریق سنت مقدمہ ہیں فضل میں تو کسی سے ہوسکے فاضل مجیب کا
یہ سمجھ لینا کہ ان کے نزدیک افضلیت خلافت کی ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کی خلافت صحیح نہ ہونے کے
سراسر غلط ہے کیونکہ وہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کو مگر مفضول میں ذکر نہیں کیا بلکہ بعد صاف

قاعدہ ہے علی ہذا القیاس جس قدر شرائط ثبوت کے دعوائی فرمائے سب کی یہی حالت ہے
کیونکہ حضرت مجیب کا گمان یہ ہے کہ انہوں نے جو ابات واستدراکات کافی ہوں گے چنانچہ فرد سابات
سے ابتداء بحث میں ایک ربانی بھی زیب جواب فرمائی تھی جس کا اول مصرعہ یہ تھا خواہی کہ شود مخصم
تو عاجز و سخن، حالانکہ یہ غایت درجہ کی بے ہودہ غلطی ہے، مگر بفرض محال ان دلائل سے یہ مدعا ثابت ہوا
تاہم مفید مذہب شیعہ نہیں ہوسکتا اور خصوصاً جو نتیجہ نشئی ہے کہ اس کو صرف اس وجہ سے رد کرتے
کہ چونکہ ہر دو مدعا اہل سنت رکھتے ہیں ان کا ان کے فرق ہے ان کے نزدیک مستحق ثواب اخروی
فروعی اور ان کے نزدیک اصولی ہے تو یہ ضرور ہے کہ دلیل مدعیہ سے یہ شبہ کا ثبوت اہل سنت
کے نزدیک ہوتا ہو تو قطعی ہو، ہر چند ہے اگر سب مدعا اہل تشیع سو بھی سب دلیل مدعیہ ہیں تو ثابت
مدعا قطعی کو نہیں ہوسکتا، بلکہ باوجود ان میں سے اول اور فاضل علیہ کے جواب فاضل مجیب سے
سزاوار ہیں یہ دعوی کیونکر صحیح ہوا کہ ہمارے مدعا پر سوال قائم نہ ہوا، ہم سوال قائم ہونے کو بھی کب
لیا ہے ہاں اس کا زائل ہونا دعوی کیا اور اس کا ثبوت کہیں ہمارا دعوی کچھ اس کے کہ ان کو معصوم ثابت
پر تحکم کر کے ثابت دیا ہو ہے ہیں تو ہم جو ہیں نہیں کرتے قائل خود ہی چشم ما نے کھول کر ملاحظہ
فرمائیں علاوہ ازیں ترجیحات میں جو مرجحات ہیں حق سوا ہیں ان کو اور کوئے تعصب ترک کرتے ہیں

قولہ: مجیب وہبیت سے آپ کے خاکہ محمد ثمین نے ان جوابات کو بھی دیکھا ہوگا
دیکھا ہوگا باوجود خلیفہ ثمانی ہونے کے ان کی افضلیت و استحقاق خلافت جانتے ہے اس شرط کو ان جوابات
اور نہیں تو خلیفہ ثمانی کی تعلیمہ تو ان جوابات میں ہوگی

اقول: یہ مجیب وہبیت سابق اس سے ثابت ہے کہ ان جوابات ہوئے ہوں گے آپ نے
فتح سبابی کی سبابت کا مطالعہ نہیں فرمایا ہے کیونکہ اس سے بھی پہلی بحث پر یہ کچھ ثابت
کہ خلافہ ثمین رضی اللہ عنہم کی ثابت فتح سبابی کے ذمہ لینے کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ خود ہی علماء
کتب ہی تشریح ہیں ہیچ ذمہ لینے کے الزام کے جواب میں فرماتے ہیں کہ کچھ علاوہ اس کے کہ علماء نے شرح
وضعی ہو یا نہ ہو ہی ہو اور اس کا مطلب مستلزم ان ہو الزام کے ہیں اگر ہی غلط فہمی کا خیال ہے تو
تو کیا وہ صفحہ بھی محو خاطر سامی ہو گیا تھا

قولہ: آپ نے جو تشبیہ اپنے خاکہ محمد ثمین نے ان شرائط کو ان شرائط علیہ کے خلاف فرمایا ہے
ممنون ہوئے ہے، اب تو آپ بھی اس شرط کو ہمیں میں کیونکر قدح نے صفحہ صفحہ اصلیہ قبول
آپ کو ناگوار ہے

حضرت عمر فاروق کے حوالہ سے مغالطہ دہی اور اس کا جواب

اقول: جو کچھ میں نے ان دلائل کی نسبت گذارش خدمت کیا تھا وہ محض تقلیداً ہی نہیں تھا چنانچہ ابحاث سابقہ سے جناب کو معلوم ہو ہی گیا ہوگا پس مجھ کو امید ہے کہ جناب میری معروضات کو نظر انصاف و تامل سے خالی الذہن ملاحظہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ خود ان شرائط سے دست بردار ہو جائیں گے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

قولہ: اور نیز خلیفہ ثانی اور اور صحابہ کی یہ رائے کہ افضلیت کو شرط خلافت جانتے تھے اگرچہ اس روایت سے بخوبی واضح ہے مگر تو ضیحاً اس قدر اور گذارش ہے کہ بخاری کی کتاب الفضائل میں حدیث سقیفہ ملاحظہ فرمائیے کہ خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے جواب میں فرمایا، بل نبایعک انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اور خلیفہ ثانی کی یہ کلام صریح دلیل اس کی ہے کہ جو شخص بہتر و افضل ہو وہ خلافت کا احق ہے۔

اشتراط افضلیت کی دسویں دلیل کا ابطال

اقول: ہم بھی کہتے ہیں کہ بے شک وہ شخص جو افضل ہو احق بالخلافت ہے لیکن اس سے آپ کو مدعا کیا حاصل ہوا بلکہ وہ ہی غلطی ہے جو اکثر استدلالات میں آپ کو واقع ہوئی ہے پس اس کا بھی پیش کرنا حضرت کی کمال فہم پر دلالت کرتا ہے افسوس فہم کا یہ حال ہے اور من ترانیوں کا وہ حال۔

قولہ: اور یہ بھی ثابت ہے احب الی الرسول بھی احق بالخلافت ہے اس کو یاد رکھیے گا اگر آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو پھر کس کام آئے گا۔

اقول: تسلیم شکر گذار ہوں گو بندہ کو پہلے سے بھی یاد ہے لیکن تعیین حکم یاد کر لیا ہے اور اس وقت کا بھی منتظر ہوں جس وقت یہ لفظ کام آئے گا۔

قولہ: فرض کر اس وقت صحابہ نے خلیفہ ثانی کے اس قول کو تسلیم کر لیا اور یہ نہیں کہا کہ افضلیت کو خلافت میں کیا دخل ہے شرط خلافت افضلیت نہیں تو معلوم ہو کہ صحابہ کے نزدیک افضلیت شرط تھی۔

اقول: اے حضرات اہل انصاف ہمارے فاضل مجیب کی اس دلیل کی خوبی و متانت و برجستگی و رصانت کو تو ذرا ملاحظہ فرمائیے گا کہ کس طرح اس دلیل سے کل صحابہ کے نزدیک اشتراط افضلیت ثابت فرمایا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ ثابت ہوا ہے کہ افضلیت کو خلافت میں دخل ہے

اچھا مسلم لیکن دخل ہونے سے یہ کیونکر لازم آیا کہ افضلیت شرط خلافت بھی ہو گئی علاوہ ازیں بجواب اس قول کے سکوت صحابہ کا کیونکر اشتراط کے واسطے حجت ہو گیا ممکن ہے کہ یہ سکوت اس وجہ سے ہو کہ جب ہر ایک کے نزدیک اس خلافت کا تحقق ہو گیا تو کسی نے اس کی حقیت پر کسی دلیل سے استدلال کر کے حق جانا ہو اور کسی نے کسی دلیل سے مثلاً بعض نے نص قرآنی سے اس کی حقیت سمجھی ہو اور بعض نے احادیث سے، اور بعض نے ان کے ساتھ دلائل قیاسیہ بھی منضم کئے ہوں۔ تو چونکہ مدعا اور مطلوب ہر ایک کا متحد تھا تو کیا ضرورت تھی کہ ان دلائل میں الجھتے جو اپنے ہی مدعا کو مؤید تھے اور نسبۃً باعتبار نفس الامر کے صحیح تھے اور مطابق واقع کے تھے۔ پس اس سکوت کو حجت سمجھنا البتہ باعث استعجاب ہے۔ معہذا اس سکوت کو تو آپ دلیل تسلیم کی تسلیم فرماتے ہیں اور تعجب ہے کہ جناب امیرؓ کے سکوت کو جو برزمان خلافۃ فرمایا بلکہ مسائل بھی ان ہی کے موافق بتلاتے رہے اور سامنے ہو کر یہ بھی نہ فرمایا کہ اہل بیت کے سوا کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا ہے تسلیم کی دلیل تسلیم نہیں فرماتے علی ہذا القیاس جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کے سکوت بلکہ تسلیم کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور اسی طرح ائمہ باقیہ میں سے جنھوں نے سکوت فرمایا اور سب کچھ دیکھتے رہے اور کچھ دبلوے تو اس کو بھی تسلیم تصور کیجئے گا، خوف کی وجہ سے تقیہ کا جانگداز، وہ خود ایک عجیب بات ہے کہ اصول شیعہ کے موافق بھی کوئی اس کو تسلیم نہیں کر سکتا بہرصورت اس سے عرض کیا ہے کہ آپ نے سکوت کی حجیت کو تسلیم کر کے استدلال فرمایا اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول قالت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی باعتبار سکوت کے اس اعتبار سے بھی تسلیم تھا کہ باعتبار واقع کے صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ اوصاف حاصل تھے اور اس اعتبار سے بھی تسلیم تھا کہ ان اوصاف کو خلافت میں دخل ہے۔

قولہ: اگرچہ بعض صحابہ جلیل القدر مثل ابن عباس و ابن عمر وغیرہ کے بہ سند کتب معتبرہ بلفظ افضل از بخاری وغیرہ میں منصوص درج ہے اور وہ تھا گذارش ہو مگر ثبوت الکتاب باخبار الآحاد اگر حضرت مجیب چاہیں تو ان الفاظ کو حذف فرمادیں کیونکہ اہلسنت کا یہی مذہب ہے کہ افضل امام ہوتا ہے چنانچہ شرح مقاصد کے مبحث سادس کے ختم پر تحریر ہے: ذهب معظم اهل السنة وكثير من الفرق الى انه يتعين للامامة افضل وقت العصر۔

اشتراط افضلیت کی گیارہویں دلیل کا ابطال

اقول: ظاہر ہے کہ جن دلائل سے جناب نے اشتراط افضلیت پر استدلال فرمایا تھا ان

دلائل بہ نسبت ان دلائل کے جو ترک فرماتے اوضح واقوی ہوں گے تو جب میں دلائل مذکورہ کو جو اوضح واقوی تھے دیکھ چکا اور ان کو باطل کر چکا تو متروکہ دلائل کے دیکھنے کی کیا حاجت باقی رہی ہر کیف جن کو ترک فرمایا ہے وہ دلائل مذکورہ سے کچھ کم درجہ کے ہی ہوں گے تو جو ان کا جواب ہے وہی جواب تقریر بنا ان کا بھی سمجھ لیجئے بشرح مقاصد کی عبارت آپ کے مثبت مدعا نہیں اور اس کے مطلب کو آپ نے نہیں سمجھا افضل اہل العصر کی امامت کے لئے متعین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر اہل حل وعقد بیعت خلافت کے لئے امام کو منتخب کریں تو چونکہ افضل احق ہے اس سے تجاوز کر کے کسی دوسرے کو امام بنانا یا افضل کے ہوتے فاضل یا مفضول امام بنانا نہیں چاہیئے اور اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ افضل بدون بیعت اہل حل وعقد کے امام ہو جائے گا اور اس کے انعقاد خلافت کے لئے بیعت اہل حل وعقد کی حاجت نہ ہوگی اور اگر افضل کے ہوتے فاضل یا مفضول امام ہو گیا تو اس کا انعقاد نہ ہوگا اور اس کی اطاعت لازم نہ ہوگی۔ پس اس سے بھی اشتراط کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

قولہ: تعجب ہے وحیرت کا مقام ہے کہ آپ کے خاتم المحدثین باوجود ہمہ دانی ان اپنی کتابوں میں احادیث واقوال صحابہ وعلماء ملاحظہ نہ فرما کر اس شرط کو مخصوص رد الفقر سے فرماتے ہیں اور اس کی مخالفت کتاب اللہ سے اپنے زعم میں ثابت کرتے ہیں۔

اقول: یہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ عبائر کے مطالب تک ذہن رسائے رسائی نہیں فرمائی ورنہ اگر نظر انصاف سے ان دلائل کو ملاحظہ فرمائیں گے اور معروضات فقیر کو بنظر انصاف دیکھیں گے تو خود اپنے قلم پر تعجب فرمائیں گے اور اسی کو حیرت کا مقام سمجھیں گے چنانچہ پیشتر بھی عرض کیا جا چکا ہے۔

قولہ: اگرچہ ادلہ سے دلائل اس کے ثبوت میں ہیں مگر بخوف طوالت ان سب سے قطع نظر کر کے اب کچھ شہادتیں آپ کے خاتم المحدثین کے والد بزرگوار کی پیش کرتے ہیں وہ کتاب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں کہ این سخن حق است کہ تا اعتماد افضلیت بمثل قرآن وسنت وبیین معانی ہر دو نکند حاصل نشود الخ شرح آں جمع گردد اور یہ بھی اس میں لکھا ہے شیعہ قائل شدہ اند بآنکہ امام باید کہ افضل امت باشد وعصمہ وامفترض الطاعت ومنصوب من عند اللہ ورسول واین قول متضمن حق وباطل ہر دو شدہ است قول محقق آنست کہ افضلیت از امت بہ نسبت اہل خلافت ونبوت کہ متضمن قوانین ومبلغ شرائع ومروج دین ایشانند لازم است والا اعتماد کلی حاصل نشود وبجائے عصمت حفظ الٰہی وتائید ربانی بحسب عادت اللہ می باید اثبات نمودہ بجائے افتراض طاعت ونصب من عند اللہ ورسول استخلاف بنص واشارت می باید ذکر کردہ الملت وجماعت ہمیں قول محقق ومنقح در شیخین بکر در خلفاء اربعہ اثبات نمودند تفصیل این اجمال آنکہ افضلیت کہ میگوئید در طبقہ اولی می باید کہ ہنگام احکام دین وترویج شریعت وتفحص قوانین آن بودہ در ملک عطوفش زیرا کہ در ملک غضوض حاصل عمر دگیر شدہ واصحاب دولت دگیر چنانکہ فتوی موقوف بود بر علم کثیر الحال این ہمہ متوہم وبر امنقح کردہ نوشتہ اند الحال عبارت وافی می باید ولیس المنتقی۔ اس عبارت میں فقط اہل خلافت نبوت ہر تکیب اضافی واقع ہے اور عبارت مجیب بصیب کی عبارت منقولہ میں واو عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت ونبوت منتقل ہوا ہے فرق ظاہر ہی صرف اطلاق وتقیید ہے اور عجب نہیں کہ اصل نسخہ منقول عنہ میں یہ فصل کاتب سے ہوئی ہو غرض کہ ہم کو اس سے چنداں تعرض نہیں ہے اس کے بعد گذارش ہے کہ جو کچھ افضلیت کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے نہ وہ آپ کے مدعا کو مثبت ہے اور نہ اس کے معارض ومخالف ہے جو حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں عبارت ازالۃ الخفا وغیرہ سے واقع ہوئی ہیں رفع ہو جائیں اور اس دلیل میں قرۃ العینین سے دو جگہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں۔ لیکن ہم صرف دوسری عبارت کو جس کو ہمارے مجیب صاحب نے مثبت مدعا زیادہ سمجھ رکھا ہے تمام نقل کرتے ہیں اس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ بعض مواضع میں نقل عبارت میں شاید سہو واخطاء واقع ہوئی ہے۔ ونیز این سخن بدان ماند کہ شیعہ قائل شدہ اند بآنکہ امام می باید کہ افضل امت باشد وعصمہ ومفترض الطاعت ومنصوب من عند اللہ ورسول واین قول متضمن حق وباطل ہر دو شدہ است قول محقق آنست کہ افضلیت از امت بہ نسبت اہل خلافت ونبوت کہ متضمن قوانین ومبلغ شرائع ومروج دین ایشانند لازم است والا اعتماد کلی حاصل نشود وبجائے عصمت حفظ الٰہی وتائید ربانی بحسب عادت اللہ می باید اثبات نمودہ بجائے افتراض طاعت ونصب من عند اللہ ورسول استخلاف بنص واشارت می باید ذکر کردہ الملت وجماعت ہمیں قول محقق ومنقح در شیخین بکر در خلفاء اربعہ اثبات نمودند تفصیل این اجمال آنکہ افضلیت کہ میگوئید در طبقہ اولی می باید کہ ہنگام احکام دین وترویج شریعت وتفحص قوانین آن بودہ در ملک عطوفش زیرا کہ در ملک غضوض حاصل عمر دگیر شدہ واصحاب دولت دگیر چنانکہ فتوی موقوف بود بر علم کثیر الحال این ہمہ متوہم وبر امنقح کردہ نوشتہ اند الحال عبارت وافی می باید ولیس المنتقی۔ اس عبارت میں فقط اہل خلافت نبوت ہر تکیب اضافی واقع ہے اور عبارت مجیب بصیب کی عبارت منقولہ میں واو عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت ونبوت منتقل ہوا ہے فرق ظاہر ہی صرف اطلاق وتقیید ہے اور عجب نہیں کہ اصل نسخہ منقول عنہ میں یہ فصل کاتب سے ہوئی ہو غرض کہ ہم کو اس سے چنداں تعرض نہیں ہے اس کے بعد گذارش ہے کہ جو کچھ افضلیت کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے نہ وہ آپ کے مدعا کو مثبت ہے اور نہ اس کے معارض ومخالف ہے جو حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں عبارت ازالۃ الخفا وغیرہ سے واقع ہوئی ہیں رفع ہو

جائیں اور اس دلیل میں قرۃ العینین سے دو جگہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں۔ لیکن ہم صرف دوسری عبارت کو جس کو ہمارے مجیب صاحب نے مثبت مدعا زیادہ سمجھ رکھا ہے تمام نقل کرتے ہیں اس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ بعض مواضع میں نقل عبارت میں شاید سہو واخطاء واقع ہوئی ہے۔ ونیز این سخن بدان ماند کہ شیعہ قائل شدہ اند بآنکہ امام می باید کہ افضل امت باشد وعصمہ ومفترض الطاعت ومنصوب من عند اللہ ورسول واین قول متضمن حق وباطل ہر دو شدہ است قول محقق آنست کہ افضلیت از امت بہ نسبت اہل خلافت ونبوت کہ متضمن قوانین ومبلغ شرائع ومروج دین ایشانند لازم است والا اعتماد کلی حاصل نشود وبجائے عصمت حفظ الٰہی وتائید ربانی بحسب عادت اللہ می باید اثبات نمودہ بجائے افتراض طاعت ونصب من عند اللہ ورسول استخلاف بنص واشارت می باید ذکر کردہ الملت وجماعت ہمیں قول محقق ومنقح در شیخین بکر در خلفاء اربعہ اثبات نمودند تفصیل این اجمال آنکہ افضلیت کہ میگوئید در طبقہ اولی می باید کہ ہنگام احکام دین وترویج شریعت وتفحص قوانین آن بودہ در ملک عطوفش زیرا کہ در ملک غضوض حاصل عمر دگیر شدہ واصحاب دولت دگیر چنانکہ فتوی موقوف بود بر علم کثیر الحال این ہمہ متوہم وبر امنقح کردہ نوشتہ اند الحال عبارت وافی می باید ولیس المنتقی۔ اس عبارت میں فقط اہل خلافت نبوت ہر تکیب اضافی واقع ہے اور عبارت مجیب بصیب کی عبارت منقولہ میں واو عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت ونبوت منتقل ہوا ہے فرق ظاہر ہی صرف اطلاق وتقیید ہے اور عجب نہیں کہ اصل نسخہ منقول عنہ میں یہ فصل کاتب سے ہوئی ہو غرض کہ ہم کو اس سے چنداں تعرض نہیں ہے اس کے بعد گذارش ہے کہ جو کچھ افضلیت کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے نہ وہ آپ کے مدعا کو مثبت ہے اور نہ اس کے معارض ومخالف ہے جو حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں عبارت ازالۃ الخفا وغیرہ سے واقع ہوئی ہیں رفع ہو جائیں اور اس دلیل میں قرۃ العینین سے دو جگہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں۔ لیکن ہم صرف دوسری عبارت کو جس کو ہمارے مجیب صاحب نے مثبت مدعا زیادہ سمجھ رکھا ہے تمام نقل کرتے ہیں اس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ بعض مواضع میں نقل عبارت میں شاید سہو واخطاء واقع ہوئی ہے۔ ونیز این سخن بدان ماند کہ شیعہ قائل شدہ اند بآنکہ امام می باید کہ افضل امت باشد وعصمہ ومفترض الطاعت ومنصوب من عند اللہ ورسول واین قول متضمن حق وباطل ہر دو شدہ است قول محقق آنست کہ افضلیت از امت بہ نسبت اہل خلافت ونبوت کہ متضمن قوانین ومبلغ شرائع ومروج دین ایشانند لازم است والا اعتماد کلی حاصل نشود وبجائے عصمت حفظ الٰہی وتائید ربانی بحسب عادت اللہ می باید اثبات نمودہ بجائے افتراض طاعت ونصب من عند اللہ ورسول استخلاف بنص واشارت می باید ذکر کردہ الملت وجماعت ہمیں قول محقق ومنقح در شیخین بکر در خلفاء اربعہ اثبات نمودند تفصیل این اجمال آنکہ افضلیت کہ میگوئید در طبقہ اولی می باید کہ ہنگام احکام دین وترویج شریعت وتفحص قوانین آن بودہ در ملک عطوفش زیرا کہ در ملک غضوض حاصل عمر دگیر شدہ واصحاب دولت دگیر چنانکہ فتوی موقوف بود بر علم کثیر الحال این ہمہ متوہم وبر امنقح کردہ نوشتہ اند الحال عبارت وافی می باید ولیس المنتقی۔ اس عبارت میں فقط اہل خلافت نبوت ہر تکیب اضافی واقع ہے اور عبارت مجیب بصیب کی عبارت منقولہ میں واو عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت ونبوت منتقل ہوا ہے فرق ظاہر ہی صرف اطلاق وتقیید ہے اور عجب نہیں کہ اصل نسخہ منقول عنہ میں یہ فصل کاتب سے ہوئی ہو غرض کہ ہم کو اس سے چنداں تعرض نہیں ہے اس کے بعد گذارش ہے کہ جو کچھ افضلیت کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے نہ وہ آپ کے مدعا کو مثبت ہے اور نہ اس کے معارض ومخالف ہے جو حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں عبارت ازالۃ الخفا وغیرہ سے واقع ہوئی ہیں رفع ہو

بچانے کے لئے شاہ صاحب نے یہ تاویل علیل بدون دلیل فرمائی ہے اور خود ان کے اسی قول سے رد ہو سکتی ہے اور ہمارا دعوی ثابت ہے مگر چونکہ یہ محل صرف افضلیت کے ثبوت کا ہے اس لئے ہم اس سے تعرض نہیں کرتے اور افضلیت اس عبارت سے بخوبی ثابت ہے کہ افضلیت ازامت کو لازم رکھتے ہیں۔

اشتراط افضلیت کی بارہویں دلیل کا ابطال۔

اقول: چونکہ ہمارے مجیب لبیب نے اس جگہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کلاموں سے استدلال فرمایا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر بسط وتفصیل کے ساتھ جواب گذارش کریں تاکہ وہ شبہات جو ہمارے فاضل مجیب کو عبارت ازالۃ الخفا وغیرہ سے واقع ہوئی ہیں رفع ہو جائیں اور اس دلیل میں قرۃ العینین سے دو جگہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں۔ لیکن ہم صرف دوسری عبارت کو جس کو ہمارے مجیب صاحب نے مثبت مدعا زیادہ سمجھ رکھا ہے تمام نقل کرتے ہیں اس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ بعض مواضع میں نقل عبارت میں شاید سہو واخطاء واقع ہوئی ہے۔ ونیز این سخن بدان ماند کہ شیعہ قائل شدہ اند بآنکہ امام می باید کہ افضل امت باشد وعصمہ ومفترض الطاعت ومنصوب من عند اللہ ورسول واین قول متضمن حق وباطل ہر دو شدہ است قول محقق آنست کہ افضلیت از امت بہ نسبت اہل خلافت ونبوت کہ متضمن قوانین ومبلغ شرائع ومروج دین ایشانند لازم است والا اعتماد کلی حاصل نشود وبجائے عصمت حفظ الٰہی وتائید ربانی بحسب عادت اللہ می باید اثبات نمودہ بجائے افتراض طاعت ونصب من عند اللہ ورسول استخلاف بنص واشارت می باید ذکر کردہ الملت وجماعت ہمیں قول محقق ومنقح در شیخین بکر در خلفاء اربعہ اثبات نمودند تفصیل این اجمال آنکہ افضلیت کہ میگوئید در طبقہ اولی می باید کہ ہنگام احکام دین وترویج شریعت وتفحص قوانین آن بودہ در ملک عطوفش زیرا کہ در ملک غضوض حاصل عمر دگیر شدہ واصحاب دولت دگیر چنانکہ فتوی موقوف بود بر علم کثیر الحال این ہمہ متوہم وبر امنقح کردہ نوشتہ اند الحال عبارت وافی می باید ولیس المنتقی۔ اس عبارت میں فقط اہل خلافت نبوت ہر تکیب اضافی واقع ہے اور عبارت مجیب بصیب کی عبارت منقولہ میں واو عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت ونبوت منتقل ہوا ہے فرق ظاہر ہی صرف اطلاق وتقیید ہے اور عجب نہیں کہ اصل نسخہ منقول عنہ میں یہ فصل کاتب سے ہوئی ہو غرض کہ ہم کو اس سے چنداں تعرض نہیں ہے اس کے بعد گذارش ہے کہ جو کچھ افضلیت کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے نہ وہ آپ کے مدعا کو مثبت ہے اور نہ اس کے معارض ومخالف ہے جو حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں عبارت ازالۃ الخفا وغیرہ سے واقع ہوئی ہیں رفع ہو

کا خلاصہ مخلص عبارات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مواقع متشابہ میں بیان فرماتی ہیں یہ ہے کہ خلافت ایک کلی ہے جس کے نیچے افراد مختلفہ ہیں اور ان کے عوارض جدا گانہ اور ہر کل کا اپنے افراد پر صدق بطور تشکیک کے ہے پس حاصل مدعا یہ ہے کہ خلافت جو طبقہ اولیٰ میں پائی جاتی ہے وہ حسب تقریر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدت متعین تک ہے اور متصف بہ سنت خلافت ہوتا ہے اور افراد خلافت میں کمی بیشی اس لئے ہے کہ ان میں سے چند امور میں منشاء اول لازم ہے کہ عصبیۃ مہاجرین و انصار اور حاضرین حدیبیہ اور حاضران نزول سورہ فتح اور حاضرین مشاہد عظیم شل جنگ یرموک سے ہو دوسرا یہ کہ عشرہ مبشرہ ہونا کیونکہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایسا معاملہ فرمایا جو جیسا کہ یہ منشور دولت کے ساتھ معاملہ کیا کرتے ہیں جو اپنی یہ کہ جن امور کے ضمن میں وعدہ حق خلق شاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فسخ ہو جاتا ہے ان میں سے اس کے اخذ پر بھی قادر ہوں جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ قول دین ہی حجت ہو جیسے تقریر حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی یہ کہ افضل صحابہ میں سے صاف ظاہر ہے افضلیت کو یا تو وصف ہو ذات سابقہ کا ہے اور وہ خلافت ثابت ہو طبقہ اولیٰ میں پائی جاتی ہے اور خصوصاً ہجرت ہی ہے اور خصوص افضلیت کی دلالت مقابلہ کے ساتھ ہے اس کے بعد جیسے کہ جو لوگ خلافت خاصہ کے مرتکز ہوئے اگر ان میں سے کسی کا تحقق فضیلت میں پایا جاوے منشاء افضلیت ہی متعلق ہو تو اس خلافت کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ خلافت منعقد تو ہو جاتی ہے لیکن مرتبہ کمال سے اس کا انعقاد ہوگا اور مرتبہ ہدایت سے نکل کر رحمت میں مستقر ہوگی لیکن اس کے خلیفہ کی خلافت و ہدایت ہوگی اس کے ثابت کرنے میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب عام واقعات دلالت کرتا ہے کہ صدقات جمیع ہوگا معجزات شہود فرماتے ہیں افضلیت میں ثابت ہونے سے گا گروہ ثابت ہو جانے کو متعلق خلافت ہدایت ہو جانے کی وجہ ان کی خلافت ان کے ساتھ ہو کر ہدایت ہوگا ایسی منشاء خلافت ثابت ہو جانے کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے فضیلت فرمایا کہ شرط کی تشریح ہو جانے سے خلافت فوت نہیں ہو جاتی اور حضرت شیخ نے اس کو شرط خلافت فرمایا ہے جس کے فوت ہو جانے سے خلافت فوت ہو جاتی ہے حضرت شیخ نے اس کو شرط خلافت اس لئے فرمایا ہے جس کے فوت ہو جانے سے خلافت فوت ہو جاتی ہے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں جب شیعہ کے استدلال بر افضلیت کا انکار کیا ہے تو اس کا مدار صحابہ رضی اللہ عنہم کے سنیں سے ابو بکر حضرت صاحب تحفہ

نے جس اشتراط کا انکار کیا ہے وہ اشتراط وہ ہے جس کے شیعہ قائل ہوتے ہیں وہ یہ کہ افضلیت کو شرط نفس خلافت قرار دیا ہے اور حضرت شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ نے جس اشتراط کا اثبات فرمایا ہے وہ اشتراط ہے کہ جس کے شیعہ ثابت ہیں اور صاحب تحفہ کی بلکہ وہ اشتراط اس سے جدا ہے اور وہ اشتراط راجح الی الکمال ہے نہ نفس خلافت کی طرف پس نفی و اثبات امر ان متعلقین کی طرف راجع ہیں اور آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ ان تقریر میں آٹھ وجہیں مانعہ مفیدہ ہیں جب ان میں سے کوئی فوت ہو جاتے گی تناقض رفع ہو جائے گا اور اجتماع جائز ہوگا اب اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جس قدر عبارتیں مذکورہ مخلصین پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اشتراط تحریر ہیں ہمارے مجیب لبیب کا ان سے استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ان کے مرعا کے موافق نہیں ان کا مدعا اثبات نفس خلافت کا ہے نہ کہ خلافت کے واسطے اور ان عبارتوں کا مدعا ثبوت اشتراط افضلیت کے واسطے حصول خلافت کے نہیں ہے بلکہ کمالیت خلافت کے واسطے ہے پس اگر یہ باریک فرق اگرچہ وہ بات میں تامل کرنے سے واضح ہے تاہم اگر وہ مجیب لبیب پر پوشیدہ رہا تو ہم معذور سمجھتے ہیں اعادہ اس ہم سے گذارش کرتے ہیں کہ جب کہ مدعا جو اصول دین میں ثبوت قطعی کو مقتضی ہے اور ہمارے دعوے اس کے ثبوت کے لئے دلائل قطعیہ کی ہیں تھے ضرورت نہیں کہ ان کو ہم نہیں سمجھتے تو ہمکو دلائل قطعیہ کافی ہوں گے لیکن آپ کو ہمارے مقابلہ میں اپنے مدعا کے ثبوت میں کیونکر مطمئن کر سکتے ہیں اور وہ آپ کے مدعا کو کیونکر ثابت کر سکتے ہیں پس ان دلائل کا اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کرنا صحیح ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے دعوی کو ثابت ہو جاتے ہیں اور ہمیشہ کو دعوی کا ثابت ہونا محال ہے

قول: اب ذرا ان عبارات کو جو کہ ہمارے مدعا کے موافق ہیں ملاحظہ فرمائیے مقصد اول کی فصل دوم و فصل چہارم کو دیکھئے یہ عبارت تحریر ہے ولو خلافت خاصہ امت کہ عبارۃ النص امت باشد در بیان خلافت خود علیحدہ و النقل از ایں جہت کہ دلالت اول نقلیہ میکند در کہ چوں خلافت خاصہ بعد دست خلافت حقیقیہ است وضع شی در محل خود ثابت گردد لیکن اینجا ایں نکتہ باید شناخت و غیر ظاہر خواص ریاست خواص بر عوام ثبوت پس خلافت و مطلق ریاست مطلب غیر النفس حکم ثبوت دارد و بالثبوت و ہیئت اصلی اطلاق ثابت و اول بعد مطلق ثانی و ازیں جہت کہ خلافت خاصہ تکمیل ایں مرحلہ میکند کہ اول بآں مطلوب است و ازیں جہت کہ خلافت خاصہ تکمیل ایں مرحلہ میکند کہ اول بآں مطلوب است و ازیں جہت کہ خلافت خاصہ

علی خیر هذه الامة بعد نبیها کہ بخلاف خلافت عامہ کہ آنجا تمکین دین مرتضی من وجہ دون وجہ مطلوب است، من کل الوجوہ ازاں جہت کہ خلافت خاصہ متقیس است بر نبوت زیرا کہ در حدیث آمدہ خلافة علی منہاج النبوة و نیز آمدہ تکون نبوة و رحمة ثم خلافة و رحمة و جامع ہر دو ریاست عامہ است در دین و دنیا ظاہرا و باطنا پس چنانکہ استنباط شخصی دلالت میکند بر افضلیت وی بر امامت تابع از مستنبط جل ذکرہ مرتفع گردد ہمچنان استخلاف شخصی بر امامت دلالت می نماید بر افضلیت وی بر امامت و ازاں جہت کہ عامل ساختن شخص مفضول خیانت است من ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استعمل رجلا من عصابة و فی تلک العصابة من هو ارضی اللہ منه فقد خان اللہ و خان رسوله و خان المومنین و عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من ولی من امور المسلمین شیئا فامر علیهم احدا محاباة فعلیه لعنة اللہ لا یقبل اللہ منه صرفا و لا عدلا حتی یدخله جهنم و خرجها ان حاکم۔ از ینجا میتواند۔ لست کہ خوفت کبری چہ خواہد بود آری نزد یک تزاحم امور و اختلاط خیر و شر و عدم انتظام امر علی ما ہو حقه میتوان را مرخص پیش گرفت و ازاں جہت کہ در وقت مشاورت صحابہ بدار استخلاف افضلیت را اساس ندادند لعل احق بهذا الامر گفتند و جمیع را قسمت داشتند در استخلاف صدیق اکبر چوں خطاء رائی خود بریشان ظاہر شد قائل شدند بافضلیت او و این بمنزلہ است بر آثر استخلاف بافضلیت مسارق باشد و افضلیت ظاہر۔ رابعا ثابت است بترتیب خلافت بہ اول بسیار بیخ بر صد مسلک۔ کذا فی نسیم مسلک و بر آثر استخلاف این بزرگوار ان بلص و بجماع ثابت شد و استخلاف کذا لازم است افضلیت را کما تقرر۔ انتہی بقدرہ۔ الحاجہ اس عبارت کو بنظر غور و انصاف ملاحظہ فرمایئے کہ عقلاً و نقلاً افضلیت کے قائل ہیں اور جس حدیث کا ہر دعدہ کر آئے تھے وہ بھی اس میں مذکور ہے۔

اشتراط افضلیت کی تیرہویں دلیل کا ابطال

اقول: قول سابق کے جواب میں جو تحریر مطعم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی سہو ت کی گر تیا ہوں بصراحت بیان ہو چکی ہے باوجود اس کے آپ نے باوجود اس وضوح مرام و ظہور مطعب کی عبارت کو نہ سمجھا اور مثل ناقوں بالصبوح کے استدلال فرمایا ہیں خشہ انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا۔ باقی رہا یہاں عظمت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو خدا نے تعالیٰ نبوت کے بعد مرتبہ ولایت اور خلافت

ہے اس کے لئے افضلیت خلیفہ لازم ہے جس جگہ یہ خلافت پائی جائے گی افضلیت بھی ضرور پائی جائے گی اور جس جگہ افضلیت فوت ہوگی یہ خلافت باعتبار اپنے اس مرتبہ کے فوت ہو جائے گی دلیل اس کی خود شاہ صاحب کی اسی عبارت سے ظاہر ہے فرماتے ہیں ارتصب غیر افضل حکم رخصت دارد۔ بہ نسبت عزیمت و رخصت خالی از ضعفی نیست و مورد مدح مطلق نتواند شد اس سے صاف ظاہر ہے کہ غیر افضل کی امامت و خلافت منعقد ہو جاتی ہے۔ لیکن مرتبہ عزیمت میں نہیں رہتی اور مطلق مورد مدح کے نہیں رہتی تو افضلیت شرط اکملیت خلافت ہوئی نہ شرط نفس خلافت۔ اور اس سے آگے فرماتے ہیں، آری نزدیک تزاحم امور و اختلاط خیر و شر و عدم انتظام امر علی ما ہو حقه میتوان راہ ترخص پیش گرفت۔ تعجب ہے کہ آپ نے اس عبارت کو نقل کیا اور اس سے استدلال فرمایا اور ان جملوں کو نہ دیکھا اور نہ ان کے مطلب کو سمجھا اے کاش کچھ بھی فہم و انصاف سے کام لیتے اب ملاحظہ فرمایئے کہ آپ کا استدلال ان عبارتوں سے اور جو ان کے قائل ہیں کیونکر صحیح ہوگا اور حدیث موعود کیا کار آمد ہوگی

شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز میں اختلاف کا افسانہ اور اسکا جواب

قول: حیرت ہے کہ حضرت شاہ صاحب تو اس مشرب کے عقلاً و نقلاً قائل ہوں اور ان کے خلف رشید یعنی آپ کے خاتم المحدثین اس عقیدہ کو مخصوص بروافض جانیں اور کتاب اللہ سے اس کی مخالفت بزعم خود ثابت کریں، ہر کتب احادیث وغیرہ تو خیر کاش یہ کتاب اپنے بزرگوار کی ہی جس کا حوالہ خود فرماتے ہیں مطالعہ کرتے۔

اقول: اس افسوس کا مورد ہمارے حضرت فاضل مجیب کی فہم شریف ہی ہے اور یہ اور عبارت ازالۃ الخفاء وغیرہ کو دیکھ کر اور بندہ کی گذارش سن کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس کے عقلاً و نقلاً قائل ہیں حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ اس کے برگشتہ و مخالف نہیں یہ معارضہ فاضل مجیب کی خوش فہمی سے ناشی ہے حضرت خاتم المحدثین نے اس کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا وہ صرف اتنا صحیح ہے یہ عقیدہ مخصوص شیعہ کے ساتھ ہے اور مخالف منقول کے ہے نہ اس کو کتاب اللہ معاند ہے اور نہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مزید توضیح للعلم تحریر

قول: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس عقیدہ صحیحہ کی تقریر اسی مقام میں نہیں فرمائی بلکہ ازالۃ الخفاء میں ایک جگہ اور بھی اسی کتاب و سنت والوں کی حجت

دلائل دیر ہیں لائے ہیں چونکہ وہ عبارت طویل ہے اور اس تحریر میں طول نہ ہونا چاہیئے لہذا ہم نہیں لکھتے اگر حضرت مجیب نہیں چاہیں تو زالہ الخ کا ملاحظہ فرماویں ہر فشان التقید فضل و مقصد و صفوگذارش کرتے ہیں مسلک راجح در اثبات افضلیت شیخین کے مقدمہ اولی واقع صفحہ ۳۲۸ کو بنظر غور ملاحظہ فرمائیں مشروح ہیں کا بیان فدا مت درمیان خلافت خاصہ و افضلیت شخصی کردیں خلافت گذارش سابقہ اندر ختم پس افضلیت زروخلافت خاصہ گشت واضح عبارت

اقول : تمہارے ذہن میں یہ مقدمہ بھی ایک عالم دوں کے بہت مواضع میں افضلیت کی بحث میں نازل کیا ہے فاضل مجیب نہیں کے مقدمہ عالیہ اور اس سے شواہد افضلیت مطلق خلافت کے لئے ثابت نہیں ہوتا جس سے اثبات کے ہوئے فاضل مجیب در پے ہیں ۔ حاصل مطلب دلائل وہی ہے جو پیشتر گذارش ہوا کہ ثابت نہیں کرتے

قولہ : اگرچہ افضلیت کے ثبوت میں جس قدر گذارش ہوا مصنف کے لئے قوی دلائل سے ہر کسی فاضل بھی ہوگی مگر اس مسئلہ کا ثبوت مختصر صاحب کے نزدیک محدثین کی تقریر سے بھی ہیں ہوتے ہیں وہ دوسرے پیچھے پھر اپنے قول باقر کا جواب بگوش ہوش سنیئے اور وہ یہ کہ آپ کے نزدیک ثبوت خلافت کے لئے ثبوت افضلیت ضرور ہے اور اسی لئے آپ دلائل افضلیت کو خلافت پر پیش کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ دلائل افضلیت سے خلافت ثابت نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی تو ظنی ہوگی اور ظنی دلائل سے خلافت ثابت نہیں ہوتی

رہا یہ کہ ہمارے نزدیک افضلیت بھی مروجی منصوص ہے جس پر ہمارے دعوی خلافت کی بنا ہے تو یہ ہمارا دعوی نہیں ہے ہمارا دعوی تو یہ ہے کہ

کب تسلیم کرتے ہیں کہ امام آخر دنیا ہی علی الاطلاق و حاکم علی الاطلاق ہے یہ تو صرف حضرات شیعہ ہی سے خلاف عقل و نقل تسلیم قرار پا گیا ہے پس اپنے مسلمات سے صرف نظر کو اختیار دینا ہمارے مجیب سے کی کیا دانشمندی اور مناظرہ دانی ہے ہم امام کو آخر دنیا ہی و حاکم علی الاطلاق نہیں سکتے بلکہ علی التقیید سکتے ہیں کیونکہ وہ متبع قانون شرع ہے بخلاف نبی کے کہ اس کے اور خود ہی خود اشرع ہیں جو کچھ وہ فرمائے وہ قطعاً حکم خدا وند تعالیٰ ہے اس میں دوسرا احتمال نہیں اور نہ کوئی دوسرا قانون اس کے سامنے ہے کہ جس کی مطابقت و عدم مطابقت سے اس کی صحت و غلطی پر مطلع ہو سکیں وہ دوسروں کے اور دوسروں کے لئے میزان و معیار ہے (رہا یہ امر اس حکم کا مستلزم ہو ہی تجھ میں نہیں آتا معلوم نہیں یہ کیا چیز ہے اور کیا ہے اور کا متبوع ہونا اس کی معصومیت کو موجب ہے ہمارے مجیب فرمائیں تو سہی کہ حضرت نے کس جگہ میں معصوم رکھا ہے یا نہیں ہمارے خیال میں تو یہ آتا ہے کہ متبوع کو معصوم کا ہونا چاہئے تو نہیں کیا ہو گا کہ اس کے لئے کوئی صیغہ امر خاص یا افعل تو مناسب نہیں (رہا متبوع ہونے کے بھی ہو کا اس کے لئے کر بھی ہو گا تو جس معصوم کے واسطے معصوم کا ہی صیغہ ہو گا اس سے معصوم ہونا کا

اطلاق کر دینا سبحان شیخ بریں عروہ نشیں ہمارا یہ کہنا ہے نہ ہمارا یہ کہنا ہے اس لئے وہ تمام پر یہ عنوان پر چم ہمدردی کی شمع شمولہ ہے اس بحث پر تمام پانی

شیعہ کی سینہ زوری اور اس کا جواب

قولہ ۔ اب رہا یہ کہ کوئی بھی پر ہو گیا ہو ہمارے مجیب سے کوئی دلیل اس مدعا پر نہ ہو اس میں شک ہے کہ ہمارے مجیب کو ہو گا ہو مگر ہو نے عقل و نقل کتاب و سنت حق کا قول شیخین عمر و حضرت اصحاب و سنت و در حدیث بعد کے لئے محدثین کے قول سے اس مدعا کو بخوبی ثابت کر دیا و ہو نے علی و کہ

قولہ ۔ جس طرح آپ نے افضلیت بکر شہ نقطہ کے ثبوت میں دلیل پیش کی ہے اور ہو اس طرح ہو ہمارے مجیب نے قول شیخین اصحاب و حضرات اصحاب سے ثابت کیا و علی افضلیت کے ثبوت میں ہو ہمارے مجیب نے ہو ہو ہو

یہ شرائط ہیں خواہ بلاواسطہ خواہ بالواسطہ اسی اصل کی طرف راجع ہوں گی۔ لیکن وجوب لطف کا نام کیونکر لیں اس لئے نہ اس کی اصالت کا اقرار کرتے ہیں اور نہ اس سے انکار ہی فرماتے ہیں اگر اقرار کریں تو اس کا ثبوت کہاں سے لاویں اور انکار کریں تو یہ ڈر ہے کہ کل کو خصم دست بگریبان ہوگا۔ اس لئے آپ نے وجوب نفس کا مدار وجوب عصمت کو ٹھہرایا اور اصل سوال کو کہ وجوب نفس کا مدار اس اصل پر کہ لطف علی اللہ واجب ہے یا نہیں، کے وجوب میں دونوں کچھ نہ فرمایا۔ یہ مناظرہ ہیں اور اگر خصم سے بچنے کے منطقہ سے نہیں تو کیا ہیں۔ لیکن آپ کا خصم لجوج کب پیچھا چھوڑنے والا ہے اور خیر وجوب لطف کو بھی رہنے دیا اگر وجوب عصمت پر ہی کچھ ناز ہے تو ہم نے اس کے دلائل پر بھی مختصر اور کچھ جرح و قدح کی ہے جو آپ جانیں گے اور حضرت شاہ صاحبؒ نے اگر عصمت کو نہیں لکھا تو بیاس خوف خلقاً نہیں بلکہ بیاس کتاب سنت نہیں لکھا کہ خلاف کتاب دست بگریبان لکھے گئے تھے

قولہ اور لطف علی اللہ کا جو ذکر کیا ہے اور اس کا ثبوت چاہا ہے اگرچہ یہ اس بھی اپنے محل پر ثابت کی گئی ہے مگر چونکہ یہ بحث آیات سے متعلق ہے لہٰذا اس کے ثبوت کی چنداں ضرورت نہیں۔

اقول جناب میر صاحب یوں تو آپ کا جو دل چاہے فرماویں نہ آپ کو ثبوت آیات کی ضرورت نہ ثبوت کی صرف ایک امامت ہے امامت کافی ہے لیکن پہلے آپ اپنے خصوص گذارش سنیئے اس کے بعد فرمایئے کہ آپ کو وجوب لطف کے ثبوت کی ضرورت ہے یا نہیں نہ یہ گذارش خدمت والا کرتا ہے کہ وجوب عصمت نفس وغیرہ بلکہ قاعدہ مبحث امامت کے لئے وجوب لطف علی اللہ اصل سے یا نہیں اگر ہے اور فی الواقع آپ کے نزدیک اس کی اصالت مسلم ہے تو یہ اصل فاسد ہے کیونکہ مستدرک محال کو ہے تو وہ فرع جو اس اصل پر متفرع ہوگی وہ بھی فاسد و باطل ہوگی تو گویا آپ کے خصم نے اس صورت میں آپ کے مسئلہ امامت کو صدر اس کے لوحق تک بعد مبحث ہی میں باطل کرنا چاہا اور خیال کیا کہ بطلان دعویٰ میں زیادہ بحث سے کیا ضرورت مگر بڑی ہی جناب والا کا یہ فرمانا کہ چونکہ یہ بحث آیات سے متعلق ہے لہٰذا اس کے ثبوت کی چنداں ضرورت نہیں آپ ہی انصاف سے فرماویں کہ مدعی اب مناظرہ کے صحیح ہے یا نہ ہے آپ کو بحث امامت ہی میں اس کے ثبوت و عدم ثبوت کی ضرورت ہے یا نہیں اور نہ یہ بحث کہ آیات سے متعلق ہوئی ہے اگر یہ حاصل ہے کہ اس کا امامت سے کچھ تعلق نہیں تو بحث سے چارہ نہیں ہوسکتا ہے اور اگر کچھ تعلق امامت سے مقصود ہے تو پھر یہ ارشاد فرمانا کہ

کے ثبوت کی چنداں ضرورت نہیں میدان مناظرہ سے صریح گریز ہے۔ بیت

حرف مطلب کو میرے سن کے بصد ناز کہا ہم سمجھتے نہیں بکتا ہے یہ سودائی کیا

شاید لفظ چنداں اس لئے بڑھایا ہوگا کہ کچھ البتہ ضرورت تو ہے لیکن بمقابلہ اکثر مشائخ انظار کے کلام کہ یہ بھی گئی۔

قال الفاضل المجیب تو، اور اختلاف نفس کی صورت میں کس کو امام سمجھا جائے گا۔ اقول اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا جب کہ نفس کی ضرورت ہم نے ثابت کردی اختلاف نفس کے کیا معنی اگر نفس میں اختلاف ہے تو نفس ہی کہاں ثابت ہوئی۔

امامت کی بابت ائمہ سے اختلاف نص کا ثبوت

یقول الجہد الفقیر ال مولا والغنی حضرت میر صاحب واقعی اس کا مطلب جناب کی فہم شریف میں نہ آیا ہوگا کیونکہ باوجود یکہ جملہ اوقات تحریر آپ کو اپنے مذہب کی روایت و نقل کی خبر نہیں ہے۔ پھر بھی ہر ہی خدمت سامی میں گذارش کرتے ہیں کہ حضرت امام موصوف رضی اللہ عنہ کے جو دو فرزند تھے ایک اسمٰعیل دوسرے حضرت موسیٰ کاظم ان میں سے آپ کے فرزند کلاں اسمٰعیل تھے جن کو آپ حسب تصریح صاحب تذکرہ الائمہ سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے اور بہت پیار کرتے تھے اور قدر و منزلت میں تمام اولاد سے زیادہ برگزیدہ و ممتاز سمجھتے تھے۔ اس حضرت نے امامت کو ان کی نامزد فرمایا اور ان کے سے امامت کی نص فرمائی یہ ہی وجہ ہوئی کہ جب اسمٰعیل کی امامت کا باطل ہوا جو فوت صغیر کے زمانہ حیات میں بعد ان کے حسب روایت حضرات شیعہ دروغ برگردن راوی جب اسمٰعیل مصدر افعال قبیحہ و مرتکب قبائح کا ہوا تو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے امامت کو امام موسیٰ کاظم کے مخصوص فرمایا اور اپنے خصم کے جواب میں جو اثبات اختلاف نص صادر ہوا بعد کا عذر فرمایا۔ آپ کے رئیس متکلمین نے اکثر محققین اپنے پیشوایان دین سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے اسمٰعیل پسر خود کی نسبت ارشاد فرمایا تھا جو شیخ فرمودہ و ہمراہ مقبول نقل فرمودہ چون عمر اسمٰعیل بسنہ رسید و وقت امامت و ہنگام موسیٰ کاظم در رسید و جواب صحیح ظہور نیافت از اینجا ظاہر شد کہ امامت او بداء بود۔ یعنی جب اسمٰعیل کی عمر سنہ بلوغ کو پہنچی اور ان کی امامت کی تائید و تقویت کسی کی رائے سے ہوئی جس کو بعض از متکلمین حشویہ رحمۃ اللہ علیہ نے رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے

[illegible] ہو جھڑکی کیجیے ہو گھڑی تو کو جواب کے لئے زور
[illegible] پیدا ہو گیا ہو گیا ہے اس کے گدا نے کہ
[illegible] ہو جاتی ہیں ہوتی

[illegible] روایت کیجیے ہے اس کتاب کے علاوہ دوسری [illegible] بھی معلوم ہوتی ہے پس ان روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو مناسب لکھنے اور ان کتاب کی کو دیکھتے ہوئے گمان ہوتا ہے کہ [illegible] ان کتابوں سے ہو سکتی ہے اس کتاب کا نام [illegible] اور [illegible] ہے

حسب روایات ائمہ معاذات خدا تعالیٰ کو بداء واقع ہوتا ہے

قولہ [illegible] ان میں [illegible] کی [illegible] ہوتا ہے۔

اقول: جناب [illegible] ہیں [illegible] روایت حضرت [illegible] کا [illegible] ان [illegible] ہوتا ہے [illegible] ان [illegible] ہوتا ہے [illegible] روایت [illegible] ان [illegible] ہوتا ہے [illegible] ان [illegible] ہوتا ہے [illegible] ان [illegible] ہوتا ہے

الا سر ما ا ر لیکن ظاہرا اور بدا میں نادانستگی اور خلاف مسلمات ہونی ہے بخلاف نسخ کے کہ نسخ میں بیان
اتمام مدت ہوتا ہے ولیں قرض کیا دانسخ ہر دو متناقض و متبائن ہیں ان میں اتحاد نہیں

قول ۱: اس کو مفصل تحریر فرما کر بھائیں تاکہ جواب گذارش ہو

اقول: ہم نے مفصل گذارش کر کے بخوبی سمجھا دیا حسب وعدہ جواب عنایت ہو۔

قال الفاضل المجیب۔ قول: اور زمان فترت سے میں کیا مراد ہے گا۔ اقول: وہی جو زمان فترت ہونے میں ہوتا ہے

یقول العبد الفقیر الی مولاہ: یہ جواب محل بحث و تامل ہے کیونکہ فترت کا رسل کے معنی حسب تصریح صاحب تفسیر صافی فتور، ضعف اور انقطاع الوحی کے ہیں جس سے مراد زمانہ ہے جس میں رسالت بند ہو جاوے اور وحی منقطع ہو جاوے تو جناب سے فاضل نے جو فترت امامت کو فترت رسالت پر قیاس کیا وہ قیاس مع الفارق اور غلط ہے کیونکہ شرائع سابقہ کی نسبت خدا وند تعالیٰ سے لوگوں کی طرف سے حفظ و بقا کا وعدہ نہیں تھا یہی وجہ ہوئی ہے کہ توفیق الٰہی نے ان کو منسوخ کرا دیئے تھے اور کتاب اللہ کا تحریف کرانا تھا بعد اس کے جب کوئی نبی مبعوث ہوتا تھا تو اس کی تکذیب کرتا تھا اور جو کچھ اس میں تحریف ہوئی تھی رفع فرماتا تھا کوئی مستقل شریعت نہ ہوگا وہ سے رکھا جاتا تھا جب ہمارے نبی کو پیدا فرمایا تو ان کی شریعت حسب تصریح اہل السیر کو قرآن عرب و الفاظ معجزہ مبعوث ہوئے اور خدا وند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ کتاب اللہ کو تحریف سے محفوظ رکھوں گا قرآن کی حفظ و صیانت کا وعدہ فرمایا تو اس بیان پر اس حدیث کے مضمون کو ملاحظہ کرو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شریعت میں تغیر و تبدل نہ ہوگا اور اس کتاب محرف نہ ہوگی تو شریعت میں فترت کا ہونا اور اس کا وقت ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا ہے تو اس کو ہمیں شریعت کی فترت رسالت پر قیاس کرنا جو حسب وعدہ اس میں نہ ہوگی ہو درست نہیں کہ جناب باقی ہوں اس کے منکر ہے ہیں پیشانی سے ہوں لعنت ہو یہی وجہ ہے کہ تمام علمائے اسلام سے زمانہ فترت کو قبول کیا ہے اور وقوع ہوا ہے تو جناب کے نزدیک غلط ہوا ہے گویا اگر ان صعوبات و فرودت سے امت محمدیہ کو تو جناب کے نزدیک غلط ہوا ہے گویا اگر ان صعوبات و فرودت سے امت محمدیہ کو تو جناب کے نزدیک غلط ہوا ہے گویا اگر ان صعوبات و فرودت سے امت محمدیہ کو

زمان فترت کے منکر ہیں لیکن ہمارے فاضل مجیب نے انصاف فرمایا اور فترت کو قبول فرمایا مگر قیاس میں غلطی کھائی سو خیر ہم اس کو بھی غلطیت سمجھتے ہیں۔

قال الفاضل المجیب۔ قول: اور بعد تحقق امامت نزع و خلع جائز ہے یا نہیں۔ اقول: اس سوال سے بھی تعجب ہے جب کہ ثابت کر چکے کہ امت کا کام ہی امام بنانا نہیں ہے بلکہ منصوص من اللہ و من الرسول ہونا چاہیے تو بعد تحقق امامت نزع و خلع امامت کے کیا معنی۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلع خلافت فرمایا

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: یہ شبہ اس سوں سے جناب کو عجب ہوگا لیکن شاید تعجب اس وجہ سے ہوگا کہ اپنے ضمیر اردو میں جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کا قصہ مصالحت محفوظ خاطر شریف نہ رہا ہوگا اور مختصر بیان کرنا ضروری معلوم ہوا تو مختصر بیان کرتی ہوں تو امید ہے اس سوں سے زیادہ متعجب نہ ہوگا لیکن جناب اس قصہ مصالحت کو دیکھیں و مصالحت نامہ کو پڑھیں کہ کتابوں میں پڑھیں تو پھر یہ تعجب ہوں سے دفع ہو جائے گا گرچہ دوسری حیرت واقع ہو جائے گی اس مصالحت نامہ کی نقل کرتا ہوں جسے صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر مکی نے جس کا نقل ان کی تاریخ سے کیا ہے اور جسے علامہ حبیب السیر نے جلد دوم صفحہ ۵۱ پر مصالحت نامہ ابن اثاذ کھا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما صالح علیہ
الحسن بن علی بن ابی طالب معاویۃ بن
وسعیہ صالحہ علی
علی ان فیھا کتاب
وسنۃ رسولہ وسیرۃ
وعلی ان معاویۃ
فلان وعلی
وعلی ان
وعلی ان
وعلی ان
وعلی ان
وعلی ان

امور سے اپنے لئے امامت کا حق اور دوسروں کی امامت کی نفی ہے اگرچہ یہ حق قبل از وقوع بیعت
اہل حل و عقد ہوا لیکن آپ کے نزدیک بیعت کے وقوع اور عقد وقوع کو عقد و فسخ میں کچھ دن
نہیں سے بعد اس کے حضرت عمر ثانی شئے بیعت اہل حل و عقد کے بعد اور باقی بار بار میر عقد رضا
کے بعد امیر معویہ کے ساتھ اس عہد مصالحت کی کہ ولایت امور خلائق کی جو خدا اور رسول سے لئے کو مفوض
و منصوص تھے ہیں سے جدا کی اور میر معویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی اور خدا تعالیٰ کو اس پر گواہ کیا اور اس
کے ہاتھ پر بیعت کرنی پس جب امر میں نزاع اور نفع کا ابو دیا جاتا ہے اور ایسا ہیں کہیں ہیں ہو گیا
آپ اس قسم کے جواب دیا ہیں کہ امامت اور ولایت کو خدا کرتا ہے اور وہ گاہ کہ اس سے جان
چھوڑا جیسا کہ اس بحث میں جو کچھ جواب بعد انتظار اللہ ارشاد ہوتے ہیں سب کی کیفیت ایسی ہے
ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ سے عاصل مجیب کو ان باتوں میں سوا فرار تنگ نظر امامت اور اس کی
مدعا سے دین اور امت میں مناص

قال الفاضل المجیب اولا در صورت تخصیص احد ہو از کہ کو صواب پر سمجھو ہے گا اور
اس کو خطا پر اقول یہ سوال بھی حیرت انگیز ہے جب کہ عصمت ثابت ہو ہے اور وہ ہیں اور واقعی
حضور ثابت ہیں ان کے آپس میں تخصیص کے کیا معنی عصمت اور خطا بھی جمع نہیں ہو تخصیص کیسی ہیں

باہم ائمہ میں ایک دوسرے کی تخطیہ کا ثبوت

اقول احمد حقیقتاً ان امور داخلی اور ہب ہے کہ ہر ہیں حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے کہ ہیں باہر
اس پر سے خوف خلق و خلق اور کی عصمت ہیں اور خوان ہیں سے آپ کو اس تخصیص کی خبر ہو ہوں
ہو ہے اور اس کی ثبت خبر ہو اور آپ کی آپ ہیں ہیں ہو آپ دیتے ہیں آپ ہو ہو
جو ہے ہیں معلوم ہو ہو آپ ہے ہے کہ آپ کو ہیں ہو دعوے تجو اول تخصیص کے ہیں ہیں
ہے آپ ہے ہو ہیں ہو کرتے ہیں کہ ہو آپ گفت خود خیال ہو ہے ہے کہ آپ ہے ہو ہے
ہو ہیں ہو ہیں ہو ہیں

جاوے تو چونکہ عصمت انبیاء قبل ابعثہ بھی بخصوص صغائر سے مختلف فیہ ہیں اس لئے ہم سے کہا جا سکتا ہے کہ نبی بالفعل کا تکفیر کرنا نبی بالقوہ کی نسبت صحیح ہے۔ اور جب آپ کے حکم کے بموجب اس جواب کو آپ کی طرف سے اگر میں بھی تصور فرض کر لیا تو ثابت ہوا کہ جو تکفیر ہم میں واقع ہو گا اس میں ہم بالفعل صواب پر ہوں گے اور وہ بالقوہ خطا پر تو عمل کے قصد میں جناب امیر رضی اللہ عنہ صواب پر تھے اور مقاطع صفین میں جناب امام حسن رضی اللہ عنہ صواب پر تھے۔ پھر بطلان عصمت کو یہاں تو خود آپ نے فرما دیا۔

قال الفاضل المجیب قولہ اور نیز عصمت کا تحقق جمیع عمر میں ہے یا بعض میں الخ۔ جواب یہ ہے کہ زمانہ عدم عصمت متحقق ہے۔

یقول العبد الفقیر فی مولاہ اور چونکہ عصمت کی نسبت سابق میں بہت کچھ بحث ہو چکی ہے جو کافی ہے اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں یہاں صرف اسی قدر کہنا کافی ہے کہ قطع نظر اس سے کہ بعد خاتمہ از منہ صحیحہ کے یا نہیں کیونکہ شاید آپ کو معلوم نہیں ہوگا کہ اس میں بھی ہم مختلف ہے اس سے ہمارا مذہب برحق ثابت ہے اور بحث ثبات عصمت میں جس قدر دلائل ذکر فرمودہ ہیں ان میں سے کوئی دلیل بھی عصمت از صدور سہو پر دلالت نہیں کرتی کما ثبت فی محلہ بھی یہ دعوی خود ثابت نہ ہو سکا۔

قال الفاضل المجیب قولہ پس جب جناب نے جواب اپنی شہر بند کو دلیل کے ساتھ بیان فرما دیا کہ اس پر رد و قدح کی اس میں کوئی گنجائش نہ رہی آپ کی کتاب سے پیشتر ہم نہیں جانتے کہ آپ رد و قدح کی اپنے علماء سے تاکید و ہدایت کے قائل ہو کر لکھتے ہیں تو سب نے لکھے ہوں گے الخ۔

یقول العبد الفقیر فی مولاہ اس سے جو ہوا ہے فاضل مجیب کی فراوانی دماغ پر دلالت کرتا ہے کہ ہم نے تو صرف ایک ہی جواب لکھا ہے اور یہ بزرگوار متعدد جواب لکھتے ہیں پھر ان میں سے [illegible]

اسی ابجدی سے ڈر کر اپنی استدلالات کے ابطال و رد و قدح سے باز رکھیں گے۔ قطع نظر اس سے کہ ایسی غلط و رواہی باتیں آپ کے لئے ثبوت فضل و کمال میں مفید و قادح ہیں آپ کے خصوص کو ہرگز رد و قدح سے باز رکھنے والے نہیں اور نہ آپ کا خصوصاً آپ کی ایسی باتوں پر کان نہ رکھنا پس آپ کا اس میں کسی طرح کچھ فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہے۔ چنانچہ جب ہمارے رد و قدح سے آپ کو دلسیا نظر آئے گا تو معلوم ہو گا کہ آپ کی قدر و شان ہے۔

قال الفاضل المجیب قولہ اور اسی طرح جناب نے دعوی کیا کہ [illegible] عقیدہ ثابت ہے اور کوئی دلیل ذکر نہیں فرمائی الخ۔ دعوی بدیہی کے واسطے تو محل دلیل نہیں ہی جواب ہے بلکہ نظر کی بھی حاجت نہیں کیونکہ دعوی بداہۃ خود ہی غیر منقسم ہے ان میں جواب کے واسطے تنگ نہ ہونے دل کے ساتھ منتظر رہیں قولہ [illegible] کے جواب میں بھی کچھ گفتگو نہیں ہوا اور کسی قدر شروح میں ساتھ یہ گیا ہے مگر چونکہ کوئی مسلک کی بات نہیں ہے صرف اسی قدر گفتگو رہی ہے کہ ہوتے آپ کے [illegible] نہیں کرائی اب ہر حسب وعدہ مختصر

یقول العبد الفقیر فی مولاہ اور بھی اس جگہ صرف اسی قدر گفتگو رہی کافی سمجھتے ہیں کہ ہوتے اپنا دعوی کیا اور آپ کے سامنے رہتے کہ دلیل جواب آپ کے دل کے ساتھ گفتگو رہی کرتے آپ کا ساتھ رفیع کر دیا اب ہر حسب وعدہ اختصار کے ضمن میں

قال الفاضل المجیب قولہ مصنف قولہ مختصر اس قدر گفتگو رہی ہے کہ جس شہرہ کی نسبت دلوں فرمودہ ہے کہ وہ تو حقیقۃ اغلبیہ سے ثابت ہیں ان کے مذہب خود کہ امیر مومنین علی رضی اللہ عنہ سے جس کو شریف [illegible] نے [illegible] میں [illegible] کیا ہے [illegible] ان [illegible] [illegible] [illegible]

بحث نفیس

خطبہ نہج البلاغہ انہ لا یفی الموتہ الا بین یابعوا ابابکر کی دیوبندی تحقیق یا مزاق ہونے کی بابت جس سے تکذیب شرح ثمانیہ بلکہ بطلان مذہب تشیع حاصل ہے

سے کی جائے اور بعد اس کے اس کے حقوں سے ثابت کیا جائے کہ یہ ناروا نہیں بلکہ تحسین ہے اس خط کی شرح میں جس کا شروع یہ ہے:

ومن کلام له علیه السلام وقد استبار الی اصحابه بالانصراف من مغرب اهل الشام بعد رسالة ابی معویة جریر بن عبد الله البجلی

تمام ابن عثم تحریر فرماتا ہے:

ثم کتب معه اما بعد فان یعنی بالمدینة فلیست بدار مقام ولا مقامه یعنی القوم الذین بایعوه بها وهم اهل الشام وعلی ما بایعوه علیه لم یکن لهم مفارقته الا بحدث ولا لی عنهم حید الا ذلک فاقبل حتی اذا کنت بالسویداء من حوران لقیک جریر بن عبد الله البجلی فی جمع من اصحابه فقال له علی ما فارقت القوم فقال له جریر ان عثمان قتل فقال علی انا لله وانا الیه راجعون فقال جریر فما تقول فی امرک وامرهم فقال علی امری وامرهم ان القوم لم یفارقونی عن رضا بی ولا عن رضا بهم ولکنهم فارقونی لاختلافهم علی وعصیانهم لی وانی لعلی بینة من ربی ومنهاج من امری وانی لعلی الطریق الواضح الذی ما زلت علیه حتی لحقت بی ضلالتهم وجورهم فی حکم الله وفی حکم من حکم بالقرآن فان یردوا علی ما فارقونی علیه فانی اول من رجع الیه وان ابوا فما ابعدهم من الحق وما احقنی بالمسیر الیهم بعد الاعذار والانذار فقال له جریر فان ابوا علیک ما تصنع بهم فقال علی ان ابوا علی ما فارقونی علیه فانی اول من رجع الیه وان ابوا فما ابعدهم من الحق وما احقنی بالمسیر الیهم بعد الاعذار والانذار

یہ آپ کے اس کلام میں سے ہے جب آپ نے صحابہ کے اس خط کی بڑی کے بعد مغرب کا مشورہ جریر بن عبد اللہ بجلی کے بھیجے کے بعد دیا

پھر اس کے ساتھ لکھا کہ یعنی مدینہ میں کہ یہ دار اقامت نہیں ہے اور نہ آپ کا مقام ہے یعنی ان لوگوں کے لیے جنہوں نے آپ کی بیعت کی ہے جو اہل شام ہیں اور جس پر انہوں نے آپ کی بیعت کی ہے اس پر ان کو مفارقت کا حق نہیں ہے مگر کسی حادثہ سے اور آپ کے لیے بھی ان سے روگردانی نہیں ہے مگر اس سبب سے کہ ان لوگوں نے آپ کی مخالفت کی ہے اور آپ کی نافرمانی کی ہے اور میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور میں اپنے امر کے روشن راستہ پر ہوں اور میں ہمیشہ اس راستہ پر رہا ہوں یہاں تک کہ ان کی ضلالت اور ان کا جور حکم خدا میں اور حکم کرنے والے کے حکم میں جو قرآن کے موافق حکم کرے مجھ سے آملا پس اگر یہ لوگ میری طرف رجوع کریں جس سے یہ مجھ سے جدا ہوئے ہیں تو میں پہلا شخص ہوں گا جو میری طرف رجوع کرے گا اور اگر یہ لوگ انکار کریں تو یہ لوگ حق سے کتنے دور ہیں اور میں کتنا اس کا حق دار ہوں کہ ان کی طرف چلوں بعد اس کے کہ ان پر حجت قائم کر چکا ہوں اور ان کو ڈرا چکا ہوں جریر نے کہا اگر یہ لوگ آپ کی بات نہ مانیں تو آپ ان کے ساتھ کیا کریں گے علی نے کہا اگر یہ لوگ انکار کریں تو یہ لوگ حق سے کتنے دور ہیں اور میں کتنا اس کا حق دار ہوں کہ ان کی طرف چلوں بعد اس کے کہ ان پر حجت قائم کر چکا ہوں اور ان کو ڈرا چکا ہوں

فانظر هل کتاب الله فاما ملک انتی تدیدهب وتخدعة الصبی عن اللبن والعباس وان نظرت بعقلک دون هواک لتجدنی ابرأ قریش من دم عثمان وهلم الملک من اطلاقه لذین یرتعا لهم الخلافة وهم یتعرض من تسلیمهم الشوری وقد درست جریر بن عبد الله وهو من اهل الایمان والهجرة فبایع خلافة الله الحق

امامت پاؤں گا اور قریش عثمان کے قاتلوں پر بہت گمشدہ ہیں تو جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں تو بھی داخل ہو پھر تو سے میرا حال خوب ظاہر ہو جائے گا اور تو کتاب اللہ پر اختلاف کو دور موجود پائے گا اور تو دیکھے گا کہ قریب ہے کہ قریش عثمان کے خون سے بہت زیادہ بری ہو جائے اور اس کی قسم اگر تو اپنے دل کو ہوا و ہوس سے الگ کر کے دیکھے تو مجھ کو قریش سے زیادہ عثمان کے خون سے بری پائے گا اور تو دیکھے گا کہ ملک کو ان لوگوں سے لے کر جن کے ہاتھ میں خلافت کا زیور ہے اور جو شوریٰ سے روگردانی کر رہے ہیں ان کے حوالہ کرنا ہے جریر بن عبد اللہ مومنین سے ہے اور ہجرت کرنے والوں سے ہے پس وہ خلافت حق کی بیعت کرے

عاقل منصف جب اس نامہ خط کی عبارت کو اجمالی نظر سے دیکھے گا تو بجز کوئی حرف دشمنی اس خط کے لازمی ہونے پر دلالت کرتا ہے ہرگز نہیں تو اس سے صاف ثابت ہو گا کہ یہ خط از حمل نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نہ فی الحقیقت حکومت ہوئی ہے اور نہ اس کا کوئی عمدہ یا تو خاں واقع ہوتا ہے یا خود مدعی بلکہ اعتقاد و مشرع کا کوئی عمدہ ہوا ہے اسی وجہ سے معتبر ہے کہ مخبر اپنے اعتقاد کو مطابق واقع کے سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ صدق اکذب کا مدار تصور کے نزدیک مطابق اور عدم مطابق واقع پر ہوتا ہے پس جب کوئی متکلم کسی خبر کے ساتھ اخبار کرنے کا قصد کرے تو ساتھ بجود اجتماع شرائط یہ سمجھے گا کہ مخبر کے حال واقع پر اپنے خبر کی حکایت کی ہے اور اس قدر سمجھنے میں کسی قرینہ حالیہ یا مقالیہ کا محتاج نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ تو اس علم و یقین حقیقت کی ہے بعد موضوع کے صدق کے بعد جو معنی کہ مدعا صحیح قرینہ صادق ہیں اس سے حسن حقیقی سمجھ جانے کا اور جو معنی کہ کسی قرینہ سے سمجھے جاتے ہیں ان سے قریب کی طرف ہوں گے اس کو حقیقت نہیں کہا جائے گا بعد اس کو تو جانتا ہے کہ اس خط کے مضمون کو حقیقی سمجھنے والا وہ عبارت اپنے معنی حقیقی پر محمول ہوئی اور سب تابعین ہوئے کسی قرینہ کی کہ اس کو اس سے پھیر دے گا اور اس کے سبب یہ بعض مضامین جو اس خط میں ہیں ان کو حقیقی سمجھا جائے گا اور بعض مضامین جو اس خط میں ہیں ان کو مجازی سمجھا جائے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنا اس خط کے مضمون کا خلاف ہے

الزامی ہونا سمجھا جائے یا نہیں اور واضح رہے کہ قرینہ خارجیہ جو کلام کو معنی حقیقی پر محمول ہونے سے مانع ہو وہ ہوتا ہے جو عام طور پر عباد کے ذہن ہو اور ہر شخص اس سے سمجھ سکے کہ یہ کلام مصروف عن الظاہر ہے اور ظاہر فی قرینہ میں ایسا قرینہ متصور ہے اور جس کی نسبت ادعا ہے وہ بداہیں ہے اور غیر مسلم اس جملہ کا نہ یا یھا القوم الذین یا ایھا یا بکر وعمر وعثمان علی ما یدعونہ علیہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جملہ خاص واقع کی حکایت ہے اور اپنے محکی عنہ کے مطابق ہے اور یہ اخبار باعتبار واقع کے صحیح ہے کیونکہ جن لوگوں نے خلفاء ثلثہ سے بیعت کی تھی وہ اہل حل وعقد تھے انہوں ہی نے حضرت سے بھی بیعت کی اور اس بنا پر لم یکن للشاھد ان یحتج او یدعی للغائب ان یرید ہے اس جملہ میں کوئی قرینہ دلالت نہیں کرتا کہ خطاب واقع کے صرف مخاطب کے اعتقاد پر ہے اور اس کے معنی فاذا عقدہ لیس للشاھد ان یختار الخ ہیں اور جب کوئی قرینہ موجود نہیں تو یہ جملہ اس معنی خلاف ظاہر و خلاف واقع پر محمول نہ ہوگا بلکہ اپنے معنی حقیقی پر جو ظاہر اور اس لفظ عند صدور خبر قرینہ حالیہ سے محمول ہوگا اور وہ یہ کہ بیعت اہل حل وعقد کی صورت میں باعتبار واقع و نفس امر کے نہ شاہد اختیار کر سکتا ہے نہ غائب، وکر سکتا ہے جب بیعت اہل حل وعقد کی واقع ہو گئی تو پھر کسی کو چون وچرا کی گنجائش نہ رہی فلیس للشاھد ان یختار الخ

و ایضاً یہ اس تقدیر میں بھی کوئی قرینہ نہیں جو اس کے ارادہ ہونے پر دلالت کرے بلکہ اگر اس عبارت میں تامل کیا جاوے تو صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد تحقیق ہے ارادہ نہیں کیونکہ لفظ فاما شہید حصر کو ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ شوریٰ صرف مہاجرین و انصار ہی میں منحصر ہے اور کسی دوسرے کو اس میں دخل نہیں تو گویا حضرت نے جگہ یہ بتلایا کہ مخاطب کو جو خلافت میں سے ہے شوریٰ میں بھی کچھ دخل نہیں تو خلافت کا مستحق کیوں کر ہو سکتا ہے اور اس حصر کے بموجب یہ تقریر اس وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اس کو تحقیق پر محمول کیا جاوے اور اگر اس کو ارادہ پر محمول کیا جاوے تو باطل ہے کیونکہ غیر معویہ اس کے قائل نہیں کہ شوریٰ صرف مہاجرین و انصار میں ہے بلکہ ان کے نزدیک شوریٰ میں تمام مسلمین کو دخل ہے چنانچہ اس خط کے جواب میں جو خود معویہ نے جناب امیر کی خدمت میں بھیجا ہے اس سے ظاہر ہے اور اس خط کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ کریں گے اس جگہ چونکہ موقع نہیں ہے مگر جب وہ خط نقل ہو چکے گا تو اس میں شارحین نہج البلاغہ کی عبارت جو اس مقام پر نقل کی ہے نقل کریں گے اس سے صاف واضح ہو جاوے گا کہ یہ عبارت بھی تحقیق پر محمول ہے ارادہ پر نہیں۔

[illegible]	شوریٰ صرف مہاجرین و انصار میں منحصر
[illegible]	فرمایا کیونکہ وہ امت محمد میں سے ہیں

والعقد من امۃ محمد فاذا اتفقت کلمتھم علی	وعقد میں جس وہ جب احکام میں سے کسی حکم پر متفق
حکم من الاحکام کا جتماعھم علی بیعتہ وتسمیتہ	ہونا جائیں جیسا کہ جناب امیر کی بیعت پر اور آپ کا امام
اماما کان ذلک اجماعا حقا تنقی لہ الحاجۃ	نام رکھنے پر ہوئے تو یہ اجماع واقعی حق ہوگا

چوتھا جملہ فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی ہے اس میں بھی کوئی قرینہ نہیں جس سے سمجھا جاوے کہ مراد فی الواقع نہیں بلکہ عند المخاطب ہے اور صارف عن الحقیقۃ ہو تو اس عبارت کا خلاف واقع اور کذب پر محمول کرنا بلا قرینہ کیونکر جائز سمجھا جائے گا کیونکہ بلا ضرورت معیر الی المجاز جائز نہیں تو پس یہ عبارت محمول اپنے معنی حقیقی پر ہوگی اور حاصل معنی یہ ہوگا کہ اگر لوگ یعنی اہل حل وعقد مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بنا دیں تو وہ شخص فی الواقع عند اللہ امام ہو جائے گا اور اس کی امامت تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوگی، پانچواں جملہ فان خرج عنھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ سے اس جملہ میں بھی کوئی حرف نہیں جو صارف عن الحقیقۃ ہو اور ملتزم ہو اس پر دلالت کرے تو اپنے معنی حقیقی پر محمول ہوگا اور نسبتہ صدق واقع نفس الامر کے متصور ہوگی، چھٹا جملہ فان ابی قاتلوہ اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ ما تولی ویصلیہ جہنم وساءت مصیرا ہے اس عبارت میں بھی کوئی لفظ نہیں جو اس کے الزام ہونے پر دلالت کرے بلکہ یہ عبارت بعینہ اس امر پر دال ہے کہ مراد تحقیق ہے الزام کیونکر یہ عبارت متضمن التباس کے کلام نہ سے ارشاد ہوتی ہے اور اس آیت شریفہ کی طرف مشیر ہے جو سورہ نساء میں ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا اور اس آیت سے استدلال فرمانا معویہ کو تنبیہ کیا کہ یہ استدلال گویا نص قرآنی کے ساتھ استدلال ہے اور اس میں کچھ شک و شبہ کی نہیں ہے کیونکہ جس امر کا منشی عدد اجماع کے نفس قطعی پر ہونے میں شک و شبہ کو دخل نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ اتباع غیر سبیل کی مذمت حق تعالیٰ شانہ نے بطور ارشاد نہیں فرمائی بلکہ بسبیل تحقیق فرمائی ہے اور اس آیت شریفہ سے کسی کو انکار نہیں لہٰذا جو واقع اور نفس امر کے اعتبار سے فرمایا ہے ہیں جناب امیر نے اسی آیت شریفہ سے اس کو اپنے اوپر صادق ہونا ثابت فرمایا تو کیونکر ممکن ہے کہ اس کو الزام پر محمول کیا جائے کیونکہ اگر اس کو الزام پر محمول کیا جاوے تو یہ ثابت ہوگا کہ جناب امیر اس آیت شریفہ کے مضمون کے منکر تھے اور یہ بات خلاف ہے اس اس بحث سے منشی ہندی کے وہ شبہ جو کہ انہوں نے واقع پر حمل کرنے سے پیدا کیا تھا رفع ہو گیا اور حقانیت حضرت امیر علیہ السلام کی خوش نصیبی سے کہ اس عبارت کو الزام پر محمول کرنے کے معنوی تحریف ہوتے ہیں

جناب امیہ کے خصوص میں شرائف رضی کی تحریف

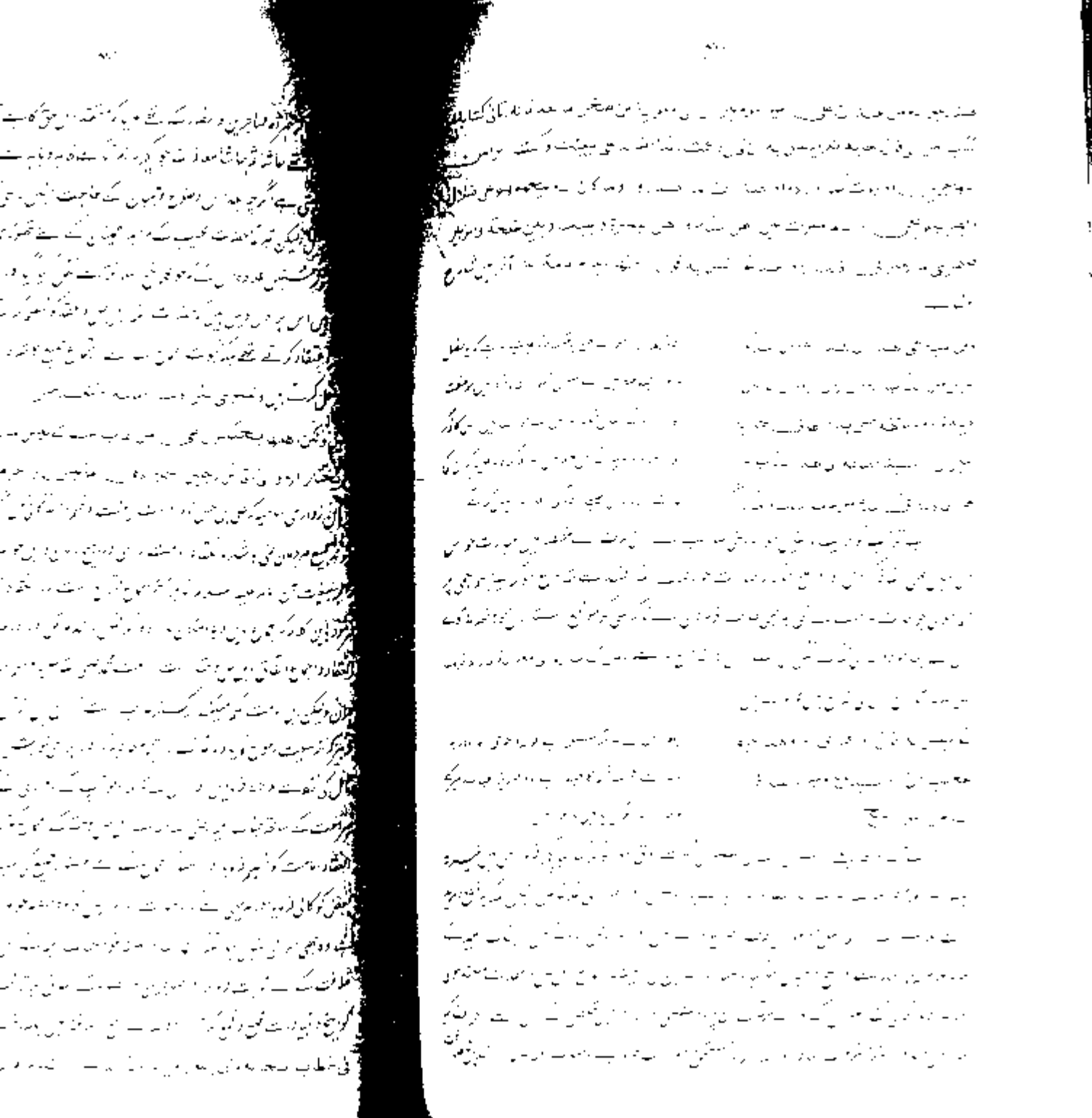

فائدہ رجحان واقع ہوگا تو اب اس صورت میں مرجع نفی بیعت اول کا ہوگا روایت بخاری میں ام المومنین کہتی ہے یا تو عمداً اور اطلاع کی طرف سے کہ آپ کو بیعت سابقہ کی اطلاع نہیں ہوئی اور یا زیادہ بیعت سے جس کے بعد کچھ عذر و شکر بجا نہ رہی ہو جو کہ بیعت اول کے بعد بھی فی الجملہ ملال رہا تھا اور معاذ اللہ کدورت اس کا تغیر ہو کر اور باعث کشیدگی ہو گیا ہو اور دل جوئی و تیمارداری حضرت زہرا اور بھی مشغولی اور عدم حاضری مجالس خلیفہ برحق کا سبب ہوا اس کے بعد جب آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلوا کر تصفیہ مظلمت فدک اور فضیلت کا اقرار کیا اور کہ بیعت کی تو قلب شریف ان کی طرف سے بالکل صاف ہو گیا اور معاملہ پر کچھ گیا کہ آپ نے بیعت فرمائی ہر کیف جہاں تک روایت میں دیکھا جاتا ہے تو آپ کا نہ تو فریضہ بیعت و صدمت تھا نہ صریح رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں تھا جو قادح یا مضر امور ہو کہیں روایت سے اس کو صراحۃً یا دلالۃً کیا ہو علیحدگی اور ناخوشی معلوم ہوتی ہو اور کہیں کسی نے روایت کیا اور کہ

ولکنک استاثرت علینا وکان الامر

اور یہ بھی ہو جاتے تھے کہ کہ کوئی اس میں ہمارا حصہ ہے

اور غایہ ہے کہ بقرینہ سیاق عبارت بلکہ بقرینہ تعجب سے مراد قصور ہے کیونکہ اس عبارت کا یہ ہے

وعرفت فضیلتک وما اصبت من الخیر

اور یہ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو فضیلت کے

فلم ننفس علیک خیرا ساقہ اللہ الیک

اور ہم آپ پر اس خیر کے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے

اور جملہ جس کو راوی نے بعد تعجب کے ذکر کیا ہے اس کے قبل اور بعد کے قرائن سے جو کچھ معنی معلوم ہوتے ہیں ہو سکتا ہے کہ سائل یا مخاطب سے اور اس استحقاق کی صداقت ہو کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہوں ارشاد ہو جاتے تھے کہ خلافت ہو رہی ہے یا حضرت شیخین کی خوش فہمی ہے اور دونوں کو کی وجہ سے جو اثر بیعت پر ان سے ہو سکتا ہے کہ شرح بخاری نے سبب عدم استمرار بیعت کی تعلیل کی ہے واللہ اعلم تحریر میں کہتے ہیں

قال المہلب وانما لم یبایع علیا الخ فی الصحیح

ابو صہیب من لم یبایع علیہ وعلی

یعنی کسی نے علی پر بیعت نہیں کی

قال ابن التین وانما لم یبایع علیا لانہ

ابن التین نے کہا کہ علی نے بیعت نہیں کی

قال الداودی لعل علیا لم یبایع

داودی نے کہا کہ شاید علی نے

اور ان میں سے بعض نے یہ بھی

مقدمہ فتح الباری لابن حجر

قال عبد الرحمن بن عوف قال لی عمر

عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ عمر نے

یحدث رجالا بعد مقالتہ

بعد اپنی بات کے لوگوں سے

فقلت یا امیر المومنین لا تفعل

میں نے کہا اے امیر المومنین ایسا نہ کیجئے

فانہ موسم یجمع رعاع الناس

کیونکہ یہ موسم ہے جس میں رذیل لوگ

فامہل حتی اقدم المدینۃ

پس عمر نے مہلت دی یہاں تک کہ میں مدینہ

فان دار الہجرۃ والسنۃ

کیونکہ دار الہجرت اور سنت

فاخلص بہا فتقول ما قلت

پس وہاں خالص ہو کر کہیں آپ کہیں

فاعی مقالتی

پس میں اپنی بات

فقدم المدینۃ فی عقب ذی الحجۃ

پس مدینہ آئے ذی الحجہ کے

فلما کان یوم الجمعۃ عجلت

پس جب جمعہ کا دن ہوا میں

فلما جلس المؤذن

پس جب مؤذن

فلما رآنی جالسا

پس جب مجھ کو بیٹھا ہوا

فانکر علی

پس انہوں نے میرا

فلم یلبث ان خرج

پس نہ ٹھہرے کہ نکلے

فانکر علی

پس انہوں نے میرا

فلما جلس المؤذن

پس جب مؤذن

فلما رآنی جالسا

پس جب مجھ کو بیٹھا ہوا

فانکر علی

پس انہوں نے میرا

فلم یلبث ان خرج

پس نہ ٹھہرے کہ نکلے

پس بعد اس تحقیق کے ثابت ہوا کہ استحقاق خلافت خلفاء ثلاثہ سے جناب امیرؑ کو کبھی انکار نہیں ہوا اور روایت تاخیر بیعت کی بروجہ ہے اور اس سے استدلال ہمارے فاضل مجیب کا صحیح نہیں ہے اور ان کے مسئلہ مذکور میں جو فرمایا "لانہ بایعہ المسلمون بعد ایام" یعنی انہوں نے بعد چند روز کے بیعت کی اور وجہ اس کی وہ خوف فتنہ عامہ اور ہرج و مرج سے نزدیک اور تمہارے نزدیک حق تھی اور بیعت اس میں دو عقد سے ثابت ہوئی تھیں اور جس سے وہ بیعت کریں اس کی خلافت حق ہے تو اس جملہ سے اس واسطے استدلال فرمایا کہ اس کی حقیقت میں کسی کو کسی طرح کا شک اور شبہ اور بیعت اور نشستہ میں کا کوئی عذر ہے کہ جیسے ان دونوں سے استدلال کیا کرتے ہیں کہ جن کی حقیقت مثل آفتاب نیمروز روشن ہوا پس یہ دلیل بھی اس قضیہ ناطقہ سے مرکب ہے کہ جس کی حقانیت عقلاء و علماء پر بیّن و مسلم ہے اور فی حقیقت یہ دلیل اسی وقت تام ہو سکتی ہے جبکہ جواب سے جب کہ اس کا تحقق نہیں کی جاوے اور مقدمات خلوت سے مرکب کی جاوے کیونکہ جب واقع و نفس الامر میں ان دونوں مقدمات میں صحت و حقیت خلافت کے بجائے ان میں سے ایک سے ثابت ہوتی ہے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی بھی حقیت خلافت اس طرح پر اسی وجہ سے ثابت کرتے ہیں تو آپ ہی فرمائیے کہ اس دلیل کا جواب سے اور امیر معاویہ اس کی کیونکر تردید کر سکتے ہیں اگر اس کے جواب میں یہ کہیں کہ صحت و حقیت خلافت ہمارے ان میں اعتقاد پر اس وقت مترتب ہوتی ہے جب کہ ثابت ہو ان میں دعوت سامع خلافت کے واسطے واقع ہو چہ جائیکہ اس کے واسطے مولیٰ تھی اور اگر غیر سامع کے واسطے واقع ہوگی جیسا کہ جناب کے حق میں تو وہ بیعت ثابت نہ ہوگی تو ظاہر ہے کہ یہ تردید بالکل مردود ہے اور اس کا جواب خود جناب امیرؑ نے ان لفظوں جو اس کے جواب میں لکھا تحریر فرمایا وہ یہ کہ جب خدا و نبی نے صحت خلافت ہمارے میں اور وجہ پر کہ ان سے ہے تو جس کو وہ ظاہر بنا دیں گے وہ بھی ظاہر ہو جائے گا اور بیعت کریں گے اور اس کی خلافت حق ہوگی اس سے اس کی خلافت حق ہوگی کیونکہ خدا و نبی ان کو سرگرمی پر تحقیق نہیں فرماوے گا اور اگر ان کی بیعت خلافت ماقبل خدا کی طرف سے حق ہونے کے واقع پر واقع ہو جاتے تو جب کہ ان پر دلیل قائم ہو گئی اور تمام لوگوں نے بیعت کر لی اور ہمارے سے ان میں سے کسی شخص کو بھی بیعت سے انکار نہ رہا خود ان کی بیعت بیعت نہ ہوتی اور اس جواب کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا اور معلوم ہوا کہ جواب اسے ہو سکتے ہیں اگر بیعت ہو تو آپ ان کی طرف سے اس کی تردید کر دیں کہ ہم نے تو بیعت نہیں کی وغیرہ وغیرہ اور ہرگز ثابت نہ ہوگی اور اس سے جناب امیرؑ کا مختار ہونا ان میں ثابت ہوا کیونکہ جب امیر معاویہ نے تحریر اس کے ان میں دعوت

پر مترتب حقیت کے ہے صلاحیت و عدم صلاحیت کا فرق کیا تو اب فرمائیے از اول تا آخر جناب امیرؑ کو مرحلہ ثبوت صلاحیت و اہلیت کا پیش آیا تو اس کو خود اس بیعت ہی میں دعوت سے ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ واقعی اور نفس الامری نہیں تو دوسری کسی دلیل کی طرف مثل نص و عصمت کے رجوع فرماویں گے اور یہ دلیل ایسے ہیں کہ بعد امور متوقع و مرحلے پیش آئے لیکن کبھی ظاہر نہیں کی گئیں پس ان کی نسبت امیر معاویہ کو اس کے بعد میں اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ حضرت یہ دلیل خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں بھی پیش ہوئیں جو تابع میراث مقابلہ پیش کی جاتی ہیں اور جب انھوں نے تسلیم نہیں کی تو میں کیونکر تسلیم کروں آپ ہی فرمائیں کہ حضرات امیر کے پاس اس کا کیا جواب ہے اور اس مرحلے سے کیونکر خلاصی ممکن ہے بجز اس کے کہ آپ خروج اختیار فرمائیں

مجیب لبیب کی تجر علمی کا ثبوت اور اس الزام کا جواب جو صاحب تحفہ رحمہ اللہ پر کیا ہے

اور اگر جناب سے کوئی امر اس دقت نظر کا نہ بھی ہو تو اس جواب کا خود ناظر رکھنا ضرور ہوا اس کے جواب میں خود حضرات نے تحریر فرمایا وہ بالکل لغو ہوگا اور اس قول میں جو آپ نے بطور تحریر فرمایا اور خصوص وہ فقرہ جواب کے نقل میں اپنی تجر علمی سے اس کو لکھ گئے ہیں یہ بھی مرتکب وقت ہوا ہے اور اس قول کی تردید پر اس سے کیونکر جواب فرمائیں ہمتے کہ کیونکر جواب فرمائیں ہمتے کہ کیونکر ان مسامحات کو ہم کہ کہ ہم بھی بزرگوں سے روایت کرتے ہیں معذور نہیں سمجھتے ہیں ہم جو قرار دیں وہ ہمارے ہی ہیں ہم جو قرار دیں وہ ہمارے ہی ہیں کے حق میں ہے اور اس کی نسبت ہے ہم کہتے ہیں کہ حضرت خود اس کی نسبت اور تحریر فرما چکے ہیں کہ حق شناسی و سنت دانی ہمارے ہی تجر علمی سے اس سمجھ گئے ہیں مگر اس الزام سے کیونکر خلاصی ہو اور یہاں اصل سے کیا ہے اور اس کے اس جواب کی کیا وجہ ہے خلاصہ اور یہاں جناب امیرؑ نے اس دعوی کو کہ وہ اور ان کے اصحاب بیعت کی وجہ سے خلافت کے مستحق ہیں اور اس کی دلیل میں جو ہے بیعت

پتا نہیں ہمارے فاضل مجیب بھی اسی جگہ سے اس خط کو نقل فرماتے ہیں ورنہ اس جملہ کا کچھ مذکور نہیں ہے اور مدعا اس کی اصالت وعدم اصالت سے تعرض فرمایا ہے اور اس جملہ سے تعرض کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ یہ محض دعوئی ہی دعوئی ہے اگر بحث ومناظرہ واقع ہوتی ہے تو دلیل کی نسبت ہے کہ دلیل مقدمات الزامیہ مسلم خصم سے استدلال فرمایا ہے یا مقدمات حقہ ثابتہ فی نفس الامر سے اور اس جملہ کی اصالت وعدم اصالت کو دلیل کے تحقیقی والزامی ہونے سے کیا تعلق غرض نہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اصالت سے تعرض فرمایا اور اگر ہو بھی تو اس کی اصالت میں کچھ تردد نہیں مدعی اصل ہونا ہی کرتا ہے۔ پس یہ الزام محض لغو اور پوچ ہے جس کا مدار ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی پر ہی تکلف کے جوابات میں کہیں کچھ مضمون دیکھا ہوگا سمجھ سمجھا اس کو کچھ سے کچھ نقل وترجمہ کر دیا اس کے بعد یہ سمجھا کر یہ جملہ الزامی تحریر ہونے پر دال ہے سراسر غلط اور واہیات محض ہے مدعا کو دلیل کے الزامی یا تحقیقی ہونے پر دلالت سے کیا علاقہ اس کے لئے خود دلیل الزامی ہو خواہ تحقیقی ہو وہ ہر حرف اپنا مسلم ہے اور خصم کا غیر مسلم اگر اس کا ثبوت صحت وحقیت نفس الامری وعند الخصم مطلوب ہوگا تو دلیل تحقیقی ذکر کی جاوے گی ورنہ اگر صرف الزامات وارد خصم مقصود ہوگا تو دلیل الزامی ذکر کی جاوے گی پس یہ لکھنا کہ یہ تحریر کے الزامی ہونے پر دال ہے حضرت کی نکتہ سنجی پر دال ہے ہاں حضرت کی تبحر علمی سے کچھ بعید نہیں کہ اس جملہ میں جو لفظ نہ مسلک کا واقع ہو جو کہ وارد الزام کا تھا تو اس سے جناب نے اپنی قصہ علمی کی بدولت سمجھا ہو کہ یہ وارد الزام اس تحریر کے الزامی ہونے پر دال ہے اس کے بعد اس کی دلیل ارشاد ہوئی کیونکہ یہ دب تحریر نہیں ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کر کے خصم پر کوئی بات الزام کریں مسلمات تو یہ ہیں اور یہی حضرت کی تبحر علمی خصوصاً مناظرہ دل پر اوضح دلیل ہے کیوں حضرت یہ دیں جو جملہ لوصتہ مخالف یا شاگرد کے الزام ہونے پر دال فرماتے ہیں اس کو کیوں کر مثبت ہے ذرا بھائیے تو سہی کہ آپ کے ان ارشادات کا ذکر کوئی منصف بصیر دیکھے اور آپ کو آپ کے علوم اور فہم اور مناظرہ دل کی داد دے ان عبارات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ جیسے نہایت وثبات ہم کو بھی آپ مسلمات خصم سمجھے ہوئے ہیں ہاں مانا کہ یہ مسلم ہے یہ کہ مسلم خصم ہو تو وہ خصم ہی کیوں نہ ہو اور دلیل سے اس کے اثبات کی کیا ضرورت پڑی ہے حضرت یہ دعوی ہی جو صرف اپنے مسلمات اور خصوص کے ہے اس دعوی کا دلیل سے اثبات کرنا معلوم ہے قطع نظر اس سے ہم پوچھتے ہیں اس قول سے کہ یہ دب تحریر نہیں کہ اپنی مسلمات سے خصم پر کوئی بات الزام کریں کیا یہ دب ہے اگر یہ دب ہے تو اس سے جناب اپنی ان مسلمات میں اور خصم ان کو کب مسلم ہیں کر الزام قطع وقمع نام

کے اعتبار سے مسلم ہیں خصم پر کوئی بات لازم کرنا دب تحریر نہیں تو صحیح وسلم لیکن آپ کو مفید نہیں کیونکہ اس دلیل کی نسبت ہم کہہ چکے ہیں کہ صرف جناب امیر کی ہی مسلم ہے اور باعتبار واقع کے غیر مسلم ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اپنی مسلمات سے گو وہ حقہ واقعہ اور مسلم خصم ہی کیوں نہ ہوں ان سے خصم پر کسی امر کا لازم کرنا خلاف دب تحریر ہے تو غلط ہے اور اس کی غلطی ایسی بدیہی ہے کہ اس پر حاجت دلیل پیش کرنے کی بھی نہیں اور ہم اس دلیل کو ایسا ہی کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص اہل اسلام میں سے کسی مسلمان پر قرآن کی آیت پیش کرے یا حدیث پیش کرے یا اجماع پیش کرے تو اس کو کوئی الزامی دلیل نہیں کہے گا حالانکہ اس نے اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا چاہا ہے غرض کہ یہ بڑا عجیب وغریب ہے جو حضرت کی تبحر علمی کو بڑا کام دے رہا ہے اور عناد وتعنت وتعاند دانی کا پورا پورا مزا دے رہا ہے

قولہ: جناب امیر علیہ السلام چونکہ حجت خاص خصم پر ہی حجت ختم فرماتے تھے کچھ جواب کا موقع نہ رہے

اقول: اس دلیل کا یہ حجت ہونا جس کے بعد جواب کا موقع نہ رہے اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس کو بتوجیہ ان سنت دلیل تحقیقی قرار دیا جاوے اور اسی کے بموجب حضرت امیر کا حجت خدا ہونا بھی بطور شیعہ ثابت ہو جاوے گا اور اگر ان دلیل کو حسب تقریر علماء شیعہ دلیل الزامی کہا جاوے تو پھر دلیل ہی تمام نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ بعد جواب ہو اور حضرت کا حجت ہونا ثابت ہو تو دلیل الزامی ہونا لازم آئے گا چنانچہ مفصل ہو جس کو ذیل کرتے ہیں

شیعی الزام اور اس کے جوابات

قولہ: جیسا کہ بعد ثبوت حجیت وخلافت خلیفہ اول جب حضرت کو ہدایت کے واسطے بولا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے تو حضرت رسول کے ذریعے سے نصب سے خلافت پائی ہے تب ان کو ثابت کرنا تھا کہ خلافت حضرت علی علیہ السلام کے کون سے نص سے ہے حالانکہ تمام فریقین کی کتب میں اس کا جواب بڑا تفصیل وتشریح سے مذکور ہے خود خلیفہ ثانی کے کہنے سے ابن عباس نے جواب دیا ہے جو ان کتب معتبرہ تواریخ مثل واقعات طبری وغیرہ میں مفصل ومشروح ومسطور ہے

امامت کے بارہ میں عجیب وغریب استدلال شیعہ کا جناب امیر کی طرف نسبت کرنا

اقول: اس عذر میں وجوہ چند بحث وکلام ہے اول اس قصہ کو اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ثابت کیجئے اس کے بعد جواب دیجئے ورنہ کتب معتبرہ کے مقابلہ کی نسبت جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا، مناسب نہیں اگر آپ ہر بحث میں ایسا ہی عذر کرنے لگیں تو ہم ہر بحث نہیں ادا کر سکتے ہیں آپ کے عذر کا معتبر ہونا علیحدہ رہا اس کا معتبر ہونا علیحدہ ہے شاید خود آپ کی ہی کتب معتبرہ میں اس حدیث کی تصحیح نکل آئے جو نہایت معتبر کتاب سے آپ نے لکھا ہے

[illegible]

[illegible]

مطابق اس عبارت کے کیجئے اور اپنے مدعا کو بھی مطابق کیجئے اور انصاف سے دیکھئے کہ کون سا ہجر مطابق عبارت کے ہے پھر آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ الزام دے یا تحقیق واللہ الموفق

قولہ: آپ کے شاذ المحدثین جو یہ فرماتے ہیں کہ دوہرہ میں ہے کہ بیعت مہاجرین انصار پر گز بر معاویہ پوشیدہ و خود اگر بھی تم و چرا در حیات حضرت امیر در عباس و مکاتیب خود دیدہ کہ کما یظہر للناظر الخ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دروغ بیفروغ گر ہر قول افعل میں ہمیشہ صواب ہی ہو اور اس کے افعال و اقوال میں کبھی تخلف نہ ہو بلکہ کل ہو و اصحاب دنیا کا یہ حال ہے کہ ہیں ہیں یا نفع دیکھتے ہیں وہ اختیار کرتے ہیں جب خلاف اس کی خلافت میں اپنا دنیوی فائدہ دیکھا ان کی صحت و حقیقت خلافت کا قائل ہو گیا اور جب تک جناب امیر علیہ السلام کی صحت خلافت میں دنیوی فائدہ دیکھا انکار ہی کرتا رہا آپ ہی دیکھ لیں کہ آپ کے حضرت شیخ کی صحت خلافت پر مہاجرین و انصار کی بیعت کا قائل ہونا تو ان کی مخالفت اس کے منافی کیوں کر ہوئی جس سے ثابت ہوتا کہ یہ بیعت جو بیان احادیث اور سیر و تواریخ سے ثابت ہے اس کا قائل ہونا حضرت امیر کی صحت خلافت کا قائل ہونا ہے اور یہی مثل رد نص ہے حضرت و نسبت کا قائل ہونا اس کے نزدیک مخالفت کی دلیل نہیں اگر ہوا سے تب بھی جو بیعت مہاجرین کی مخالفت ہو جو بیعت سے ہی ثابت ہے اور یہی سنت کو اس بیعت سے نسبت ہے

امیر معاویہؓ جناب امیرؑ کی خلافت کو کیوں تسلیم نہ کرتے تھے اور ان کے نزدیک کون سا امر شرط انعقاد خلافت تھا

قولہ: اگر اس کو جواب سے کلام سابق سے ربط ہے یعنی جو کہ صحت بیعت صحت خلافت کی دلیل ہوتی ہے مگر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کے مقدمات مسلم نہ تھے اور امیر معاویہ کے نزدیک مقدمات کب مسلم تھے اس کا مذہب تو اس کے خطوط سے جو حضرت امیر کے خطوط کے جواب میں لکھے اور امیر و زیاد کی گناہوں میں مذکور ہیں ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جو مسلمان قریشی کی صحت امامت کو مدار کر کے اور تحقیق کا کار واجب و انکار واجب سمجھتا اور تحقیق جو شی در سقیفہ پر قادر ہو اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں خود وہ جماعت اہل مدینہ اور مکہ ہوں یا اہل بادیہ و دیہات اور جس کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی وہ صحت خلافت میں شک نہ کرے اور نہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کرے اور اس کے نزدیک صحت خلافت کے لئے بیعت مہاجرین و انصار شرط نہیں بیعت کی ہو اور نہ ہو اور اس کے ہاتھ پر بیعت مہاجرین و انصار سے ہو اگر چہ اس کے ہاتھ پر بیعت مہاجرین و انصار سے بیعت کی ہو وہ صحت خلافت میں شک نہ کرے اور نہ بیعت سے انکار کرے اور یہ معاویہ کے نزدیک صحت خلافت کے لئے شرط نہیں ہو سکتا پس جناب امیر علیہ السلام کی خلافت امیر معاویہ کے نزدیک اس واسطے صحیح نہیں ہے کہ ان کے نزدیک جناب امیر علیہ السلام مستحق خلافت نہ تھے کیونکہ وہ ان کے نزدیک اس کے مستحق نہ تھے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا صحت خلافت کے لئے شرط نہ تھا اور اس کے نزدیک شرط صحت خلافت کی یہ تھی کہ جو شخص قریشی ہو اور تحقیق جو شی در سقیفہ پر قادر ہو اور

خدا اور رسول سے بھی ڈر کر گمان تائید و تشدید اشجع الناس و اطلق الناس کر فرمایا کہ تو ان کے مقابلہ میں چونچ
چرا کچھ نہ کہیو اور بھولے سے بھی کبھی اپنے حق کا نام نہ لیجیو اور ان سے بیعت بھی کر لیجیو اور جس طرح
گزرے تقیہ کے پردہ میں اس اہانت و خشتی سے گزر جائیں جب ان کے اندر یہ کمالات و جوہر تھے
تو جب انہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو معویہ کو اس میں کیا چون و چرا کی گنجائش تھی اور کسی
مسلمان عاقل کو اس میں چون و چرا نہیں ہو سکتی ہے اس پر آپ کا یہ فرمانا کہ اگر معویہ صحت خلافت
پر بیعت مہاجرین و انصار کا قائل نہ تھا تو ان کی مخالفت میں کے نزدیک کیوں کر درست ہوئی اور کس دلیل سے ثابت
ہوئی حق بالکل خوار ہو گیا مشار اس کا یہ تھا کہ مصنف عبارت کو نہیں سمجھے اور جو اس کے پیرایہ
میں کیفیت دقیق و لطیف کا قائل تھا اس کے نزدیک [illegible] یہ بھی نہ سمجھے کہ اس سے بھی زیادہ الجھاؤ ہے
[illegible] کرتے ہیں کوئی ہر تقدیر خلافت جناب امیر سے انکار اور وہاں [illegible] موجود ہے یا مفقود اس کے
نزدیک خلافت ثابت شرط صحت خلافت تھی نہ کوئی اور شرط تھی مگر بیعت ان سب کے ساتھ موجود تھی پھر وہ
ضرور خلافت کیوں نہ تھا جو اس کے لوازم میں جناب امیر میں مستقل تھی اور خلافت میں موجود ہیں پھر وہ
ان کے مذہب کے خلاف شرط کی صحت خلافت میں کیوں نہ ہوئی اور نہ ہونے کی وجہ سے جناب امیر
کب کم خلافت ثابت کی خلافت میں پھر معویہ کو کیا ان کی حقیت خلافت کا قائل نہ ہونا درجہ بھی
جناب امیر کی خلافت میں وہ فاسد ہو رہے گا مشکر ہی ہوگا بہر حال جناب امیر کے نزدیک
امیر معویہ بھی مثل جناب امیر کے خلیفہ برحق تھے اور وہ ان کی تحریر کہ حضرت کی خلافت میں
داخل نہ ہونے کا یہ امیر معویہ کی [illegible] سے بھی ہو سکتا تھا آپ نے اس کو اپنی نظر [illegible]
امیر معویہ کو [illegible] ہیں اگر آپ کے نزدیک یہ امر صحیح ہے تو آپ کے حضرت فخر [illegible]
نے جناب امیر کی خلافت [illegible] کی [illegible] کی خلافت [illegible] کا [illegible]
دشمنی پر محمول کیا آپ کے صحابہ مقبولین نے جناب امیر کی خلافت چھوڑ کر خلافت کا [illegible]
ان آپ کے نزدیک گمراہ حضرات معصوم [illegible] امیر معویہ بھی [illegible] ہوا قول فیصلہ
[illegible]

قولہ واقعی یہ بڑی بحث جناب المستفتی میں ہی بڑی خرابی تھی [illegible] کا جواب دیا
[illegible] یہ جناب [illegible] امیر معویہ [illegible]

[illegible] نے جریر بن عبد اللہ بجلی سے ایک طویل روایت کے ضمن میں روایت کی ہے۔ [illegible]
[illegible] وصل بین [illegible] فوطوا بهما وكتب عنوانهما من معوية بن
[illegible] الى علي بن ابي طالب ومن معه اما بعد فاني لا اعلم ما قتلتما ولا خذلتما وجدتما
[illegible] من عباس زادوري ما معه فخرجت حتى قدمت الكوفة واحتبست في
[illegible] المسجد الاعظم [illegible] فلما فتح علي الكتاب ورجعه شيئا فشيئا۔ پس جو
مذہب اس کا آپ کے فاضل محدثین نے لکھا ہے اگر وہی ہو تو اس خط کے جواب میں کیوں نہ اس کو
لکھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حجت ان کی اس پر ایسی ختم ہو چکی تھی کہ پھر وہ کچھ جواب نہ
دے سکا کیونکہ ایسی مجبوری کی حجت تو میں ہو سکتی ہے ورنہ ظالم کا جواب تو ہر شخص اپنی عقل
موافق دے سکتا ہے

امیر معاویہ نے جناب امیر کے خط کا ایسا جواب دیا کہ اگر اہلسنت کے موافق نہ دیکھا جائے تو پھر جناب امیر کی طرف سے کچھ جواب نہیں ہو سکتا

اقول امیر معویہ کے جواب نہ دینے اور [illegible] کا لکھ بھیجنے کی نسبت جو کچھ حضرت
کی [illegible] ہمارے ان کے کس قدر صحیح پر وضاحت کرتا ہے اور اس کی تکذیب ہمارے پہلے قول
سے جس میں ہم نے ان [illegible] جواب [illegible] کا لکھا ہوئی ہے اور ان کی تعدیل
باوجود مستند ہونے کے کہ [illegible] کے نزدیک فی الجملہ صحیح ہے لیکن [illegible] اس کا قول
ہرگز قوی نہیں ہو سکتا ہے اور [illegible] ان کے قول و روایت سے حجت [illegible]
فاضل لبیب جیسے [illegible] کی کار سے [illegible] آپ [illegible] کی [illegible]
روایت کی صحت معلوم ہو جائے گی [illegible] امیر معویہ سے جواب [illegible] کریم [illegible]
ہوتا آپ [illegible] اور [illegible] کا [illegible] لبیب [illegible] کے [illegible]
لبیب [illegible] کا یہ عذر [illegible] ہو کر [illegible] سکتا [illegible] کا [illegible]
بلکہ [illegible] کہ [illegible] کر [illegible] بھی ہو کر [illegible] شاہد ہو جاوے
کہ آپ کا [illegible] [illegible] جو کہ آپ سے [illegible] کے [illegible]
[illegible]

مخالف کے نزدیک ان کی قدر و منزلت ہو اور یہ بدون بسط کلام و تحریر دلنشاد ہو نہیں سکتا۔

اقول: جو کچھ آپ نے بزعم خود ثابت کیا تھا کہ یہ شعر نرانا لکھا گیا ہے وہ محض غلط تھا اس پر بندہ نے جو کچھ گذارش کیا اس سے مثل روز روشن واضح ہو گیا کہ اس خط کا نرانا ہونا غلط اور باطل ہے بلکہ تحقیقی ہونا ثابت ہے خاتمۃ الحدیث آپ کی تحریر سے اگر آپ کو کوئی تعجب نہ ہوتا تو کچھ تعجب نہیں تھا لیکن ہوتا ہے کچھ تعجب نہیں عموماً آپ کا طریقہ بحث میں یہی حال ہے کہ سہل عبارتوں میں غلطی پر ہوتے ہیں اور نہیں سمجھتے اگر اس عبارت کو بھی نہ سمجھے تو کچھ تعجب نہیں اس کلام میں قدر اشارہ سے جس قدر زیادہ بیان کیا ہے وہ صاف طور پر اس کی تحقیق ہونے پر دلالت کرتا ہے تو جب یہ بھی بڑھا دیئے جائیں گے جو نرانی ہونے کا باطل کریں گے تو یہ کہنا کہ مخالف کے نزدیک باوجود قدر و منزلت دلیل کے ہوں گے تو شاید صاحب انصاف نہ قبول فرمائیں گے پھر حرف پشتی گرانا حرف وجوب کا کام دیتا ہے جو زائد ہے از روئے انصاف جس قدر سے حاصل ہوتا تھا کہ ذکر بہت فرما دیتے اور بیان عبارت کو زائد سے زائد حد تک طول دیتے آخر تک اس کا ذکر نہیں کیا دل نہیں سے ترک کرتے اور مضمون بیان کیا کیوں جھوٹ ہوتے اور وہ بھی جھوٹ افترا پر کہ کذب و افترا و تلبیس و تدلیس آپ کی عادت ہے آپ کا یہ دعویٰ کہ مخالف کے نزدیک قدر و منزلت دلیل کے ہوں گے تو شاید صاحب انصاف نہ قبول فرمائیں گے۔ دیکھو مخالف کے نزدیک تو ہر ایک بات قدر و منزلت دلیل کے ہوتی ہے جو اس کے مذہب کی تائید کرے اور جو اس کے مذہب کی تردید کرے اس کی قدر و منزلت کچھ نہیں ہوتی اور نہ وہ اس کو دلیل سمجھتا ہے پھر آپ کا یہ کہنا کہ مخالف کے نزدیک ہوں گے تو شاید صاحب انصاف نہ قبول فرمائیں گے کیا معنی رکھتا ہے اور کیا فائدہ دیتا ہے اور کیا علاقہ رکھتا ہے اور کیا ربط ہے اس کو کیا تعلق ہے اس سے کیا مناسبت ہے اس کو کیا لگاؤ ہے اس کو کیا جوڑ ہے اس کو کیا واسطہ ہے اس کو کیا ضرورت ہے اس کو کیا حاجت ہے اس کو کیا لزوم ہے اس کو کیا ملزومیت ہے اس کو کیا ملازمت ہے اس کو کیا مناسبت ہے اس کو کیا ربط ہے اس کو کیا تعلق

لے کیا میرے ایام بھلے آئیں گے جب ۔۔۔ بن بلائے میرے گھر آپ چلے آئیں گے

مجیب لبیب نے خطا انہ بایعنی القوم الذین الخ کو تحقیقی تسلیم فرما کر مذہب تشیع کو باطل کر دیا

ہمارے فاضل مجیب فرماتے ہیں گو یہ کلام بطور الزام کے ہے لیکن واقع میں عین صدق اور محض حق ہے اور ہم تحقیقی اسی کو کہتے ہیں کہ جو واقع اور نفس الامر کے عین صدق اور محض حق ہو جب یہ کلام باعتبار واقع کے عین صدق و محض حق ہے تو ہر ایک مقدار اس کا من حیث واقع کے ہے اور صغریٰ کبریٰ قیاس کے حقہ سے حق ہیں تو صغریٰ قیاس اقترانی کا جو اس دلیل سے مستنبط ہوتا ہے یہ ہے کہ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان فی ما بایعوہ علیہ اور اس کا کبریٰ یہ ہوگا کہ وکل من بایعہ ھو لاء فعلیہ ان یتبعھم ان یحذو حذوھم و ان یذاکب عثمان ان یرد ھا اور یہ ہر دو صغریٰ کبریٰ حسب اقرار فاضل مجیب عین صدق و محض حق ہیں تو نتیجہ اس کا بھی حق ہوگا دو یہ کہ انہ لیس لاحد ممن حضر او غاب ان یرد ھا حضرت شیخین کی خلافت کا ثبوت ہو گیا کیونکہ جب عثمان کی خلافت حق ہوئی تو کسی کو حق نہیں کہ اس سے پھر جائے اور بیعت توڑ دے پس حضرت شیخین کی خلافت حقہ ثابت ہو گئی اور شیعہ کا مذہب باطل ہو گیا۔ اب ہم اس عبارت شریف ان ہؤلاء کی اس کی مؤید عرض کرتے ہیں۔

قولہ انا بعد ما ثبت بالنص صورۃ بیعۃ ابی بکر و عمر و عثمان و قولہ انا بایعنی ان قولہ علیہ السلام ان ھؤلاء بایعونی فصار ھذا الکلام بصورۃ ان یقال انا بایعنا ابا بکر و عمر و عثمان فی ما بایعوہ علیہ و کل من بایع علی شیء فعلیہ ان یتبعھم ان یحذو حذوھم و ان یذاکب عثمان ان یرد ھا فعلیہ ان یتبعھم ان یرد ھا و ھذا ھو المطلوب۔

اقول اولا ھذا کلام مبنی علی تسلیم ان ما ذکرہ الشیعۃ من النص علی خلافۃ ابی بکر و عمر و عثمان لیس بصحیح و ھو ممنوع عندنا و عند الشیعۃ و ثانیا سلمنا ان ما ذکرہ الشیعۃ من النص علی خلافۃ ابی بکر و عمر و عثمان صحیح و ھو مسلم عندنا و عند الشیعۃ لکن لا نسلم ان ھذا النص یدل علی ان ھؤلاء بایعوا علیا و ان علیا بایعھم علی ما بایعوہ علیہ و ان کل من بایع علیا فعلیہ ان یتبعھم ان یحذو حذوھم و ان یذاکب عثمان ان یرد ھا و ھذا ھو المطلوب۔

گو ہے کہ بیعت حاضر اور غائب کو لازم ہو جاتے اور یہ حق فوراً نہیں سے لوٹ پر ڈنک ہے اور فوراً نا سے فوراً تک کبریٰ قیاس کی تقریر ہے اور شوریٰ اور اجماع کو مہاجرین اور انصار میں حصر کیا کیونکہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اہل حل و عقد یہی جب واقع ہو کہ کسی حکم پر فقہاء میں سے ہو جائیں جیسا آپ کی بیعت اور آپ کے جانشین پر تو یہ اجماع صحیح اور شرعاً پسندیدہ اور موجب ثواب ہے اور جو اس کے اتباع واجب ہی ہو گا پھر اگر کوئی ان کے امر کی مخالفت کرے اور ان میں سے نہ پھرے کہ کہ لگے جیسا کہ حضرت نے حق کیا واجب ہے قتل عثمان کا حضرت شیخین کے کسی شخص مدعت کرکے لگے جیسا صحابہ میں سے کسی نے عثمان پر مدعت نہیں کی تو کوئی جس جگہ سے نکلے ہیں اور کفر کرے تو وہ مسلمانوں کے سو واللہ اعلم کہ جو کوئی کرے ہیں کہ مدعت ہیں ہوتے اور ہو گا کہ ہے اور واجب ہے اور ہیں ہے کہ وہ فرمائے۔

اور اقول میں کہتا ہے

گرچہ اس عبارت سے اس دعویٰ کا تحقیقی ہونا صاف و صریح معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اعتراف سابق اس عبارت سے اس کے تحقیقی ہونے پر کسی شاہد برہان کی ضرورت نہیں تو یہ عبارت صرف بصورت تنبیہ و تشریح جواب دلیل ہونے کی کی سے ترتیب اس کلام کا حسب اعتراف فاضل مجیب عین صدق اور محض حق ہونا ثابت ہوا تو اس کلام میں بھی کہ وہ ترا عثمان کی حقیت خلافت کے مناقض اپنی خلافت کی حقیت پر استدلال کیا ہے گویا ان کی خلافت کی صحت و حقیت کسی دلیل سے باطل ہو تو اب کی خلافت بھی ثابت نہ ہوگی اور گویا ان کی خلافت حق ہوں گی تو جو کہ یہ خلافت بھی ان ہی پر منحصر ہوں ان ہی کی تو ثابت ہوئی اور ان کی خلافت پر بھی حق ہونے کا حکم کرنے کے عین صدق و محض حق ہونے کی صورت میں ثبوت حقیت خلافت عثمان ثابت ہوا اور ثبوت حقیت خلافت جب ثابت ہو گیا تو اجماع و بیعت ان پر واجب ہوئی جس سے ثابت ہوئی جس سے ثابت ہوئی حقیت خلافت ثابت ہوئی

اس کے بعد حضرت کی خلافت کی حقیت ثابت ہوتی اس پر ہمارے فاضل طبیب کا یہ ارشاد کہ اسی سے بطلان خلافت خلیفۂ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا اجماع نہیں ہوا جو کہ اہل تناشائے مسلمان ہو وہ گناہ گار ہوا انصار سے کیونکہ اس قول میں کہاں ہے کہ انصار خلافت کے لئے تمام مہاجرین و انصار کی بیعت کی ضرورت ہے اور اس کتاب میں کس جگہ مشترط اجتماع جمیع اہل حل و عقد حقیت خلافت کے لئے کتاب ہے اس میں تو صاف و صریح مثل آفتاب روشن ہے کہ اکثر پر بیعت ان لوگوں نے کی جنھوں نے ہو کر و غلبہ و شان کے دھکے پر کی تھی خود وہ قلیل مہاجرین و انصار تھے اور خود وہ جنھوں نے بیعت کی وہ کون تھے اور کیا چیز تھے یا ہزار تھے یا دس ہزار تھے اس کا ذکر نہیں کہ ان کی بیعت کرنے سے خلافت ثابت ہو اور حقیت خلافت متحقق ہو خواہ جناب امیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ شریک تھے یا نہیں تھے حضرت امیر نے اس قول عمر صادق اور جس کی تصدیق فرمائی جنھوں نے صاف صاف سے بیعت کی وہ کون تھے اور کیا چیز تھے غرض وہ مہاجرین بھی نہیں تھے کیونکہ معرفت خلافت کی جو ضرورت ہجرت علی و انصار میں مفقود تھی تاہم ان کا بیعت کرنا موجب حقیت خلافت تھا پھر اس پر اکتفا سے عدم ثبوت خلافت خلفا کو ذرا سوچئے دور ہیں ہے حضرت شیخ وفات حضرت اشیاء خواص خود کا ہو جانا ضرور تھا لیکن اس بحث کو بھی بعد میں ہم ان کا قول

لیس من خلیفۃ بعقد عمر ... (عبارت)

اور یہ قول

(عبارت)

اور یہ قول

(عبارت)

جناب امیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ پر ناراض ہو گئی تھی پس جب کہ حسب اعتراف سائل یہ کلام عین صدق اور محض حق ہوئی اور واقع ایسی ہی ہے اور اس سے جو آپ نے اپنی خوش فہمی سے بطلان خلافت خلفا کی تھا اور بالبداہت باطل ہوا تو اس سے ملازمہ فرمایئے کہ آپ کی مشارالیہ شرارت بلکہ تمام امت بلکہ تمام عموں و فروع کا کیا حال ہو سب پر یک لخت پانی پھر گیا اور مٹی پلید ہو گئی اور آپ کے بھکر جانے کے اعتراف سے صحت و حقیت مذہب ہم میں ثابت ہوئی و خلافت علی و خلافت علی کو تک مضمون آیت ... (عبارت) ... حق ... (عبارت) ... اور ... (عبارت) ... کی کل صادق آ گئی اور آپ کے تکلف کی نسبت گذارش ہے کہ جناب امیر و حضرات ائمہ کے تکلف کی نسبت سے مفصل و مدلل ہو چکا ہے سعد بن عبادہ کا بیعت سے تخلف کرنا ہم ثابت کر چکے اور ضعیف ہے جناب امیر و بنی ہاشم کا بیعت سے تخلف کرنا بھی ثابت کر چکے اور حضرت امیر کے اس قول سے کہ ... (عبارت) ... معلوم ہوتا ہے اور ابن عبدالبر نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس کی تائید کی ہے شاہ نے کہا ہے

وقد سعد بن عبادہ ... (عبارت) ...

وقیل بایع مکرھا ... (عبارت) ...

بعد ان فی طریق الشام ... (عبارت) ...

علاوہ ازیں حسب اقرار سائل گو جناب امیر نے بیعت نہ کی ہو لیکن بعد میں اور بعد چھ ماہ کے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے انتقال کے بعد جب آپ نے دیکھا کہ اب تو ہم کو بیعت کئے بغیر چارہ نہیں اور بعد چھ ماہ کے آپ نے بیعت کر لی پھر آپ کا بعد چھ ماہ کے خلافت کو حق تسلیم کر لینا آپ کے حق میں دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک بھی خلافت ثابت ہو گئی پھر آپ کا اس کے بعد اس کی مخالفت کرنا اور اس کے خلاف کرن

فرمانا صرف حضرت مجیب کی مناظرہ دانی کی اوچھی دلیل ہے ہم نے یہ جملہ صرف آپ کے دعوی مناظرہ دانی کی ہی وجہ سے ذکر کر دیا ہے ولیں۔

قولہ: اور نیز صبح اسی صفحہ میں اس صفحہ سے چند ورق پہلے ایک خطبہ موجود ہے جس میں یہ عبارت ہے لو یقع اسم الحجۃ علی احد الا بعد معرفۃ الحجۃ فمن عرفہا وقر بہا فقد صحت حجۃ اللہ علیہ الخ۔ اور اسی کی شرح میں کہا ہے (یصح ان یعد ذلک من معجزاتہ) اور یعرف کونہ حجۃ فی زمانہ وھو معنی قولہ وقر بہا فمن عرفہا وقر بہا فقد صحت حجۃ اللہ علیہ۔ جناب میر صاحب العلام کے اس فرمان کے موجب خلیفہ ان کی سمجھ کرنے والے ہیں جو ہیں بھی مہاجر ہے کیونکہ اس وقت تو سب کے سب جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ تھے کوئی ان میں سے مدینہ کو واپس نہیں گیا تھا جب آپ جناب امیر کی طرف سے جنگ میں گئے تھے جس سے آپ کی واپسی کے بعد ہی آپ کی بیعت کی تھی اور آپ کے ساتھ ہی رہے تھے جس سے

شیعہ کی کج فہمی

ماتحت پشاور میں گذرا ہے کہ آپ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اس عبارت کے فہم میں بھی مشکل اور بیجا مطالب نکالے اس سے مختصر شرح ان بیجا تحریر کی یہ ہے اس کے متعلق تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ شیخ محمد عابد سندھی تحریر فرماتے ہیں

اسے خلافِ اجماع قرار دیا ہے اور اس کے قول کو قولِ ملائکہ کے مقابلہ میں ساقط الاعتبار ہونا تسلیم کیا ہے۔

اب آپ اس گزارش کو بھی ملاحظہ فرمائیے اور پھر اپنے استدلالات کو بھی دیکھئے۔

قولِ ۱: جناب امیر علیہ السلام حجت نہ تھے اور میں کہتا ہوں کہ جناب امیر علیہ السلام حجت تھے کہ ملائکہ کو جو دعویٰ تھا اس کی تائید فرمائی تھی۔

قولِ ۲: یہ تو حضرات کا محض زبانی دعویٰ ہی دعویٰ ہے جس کے ثبوت میں کسی قسم کی دلیل پیش نہیں فرمائی وہ فی الحقیقت اس دعویٰ کو ثابت نہیں کہتے اس لئے اس کی تردید کی ضرورت نہیں چنانچہ جو کچھ مجملاً و مفصلاً گزارش ہو چکا مصنف بہیب کے لئے وہ بھی کافی و وافی ہے

قولِ ۳: انما الشوریٰ الخ میں ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے بیعت اور نہ کرنے میں ان کے مذہب کے موافق سے سوائے حجت اس کے اور کچھ نہیں کیا۔

حسبِ اعتراف مجیب جناب امیرؑ کا کلام ظاہر میں خلفا کے موافق ہونا

قولِ ۴: مولانا نے تو بہ حوالہ شیخ مفید اس کا جواب دیا ہے اور اس میں کچھ ہو اور نہ ہو مگر اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ یہ کلام ظاہر میں خلفا کے مذہب کے موافق ہے اور اسی میں ہمارا مدعا ہے کیونکہ جب ہم نے ظاہر ہی کا حاضر اور پابند فرمایا ہے اور یہ حکم نہیں کیا کہ لوگوں کے دل چیر کر دیکھیں تو جب ظاہر کے اعتبار سے حسبِ اعتراف سامی ہماری مؤید ہے تو ہمارے استدلال کی حقیت کے لئے بس ہے خدا و خدا تعالیٰ کے یہاں بھی جواب سے یہ ہی آپ کی تسلی بھی کا قول سند کافی ہوگا اور واضح رہے کہ ظاہر میں اس خود کا خلفا کے مذہب کے مؤید ہونا اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس کو دلیل تحقیقی قرار دیا جاوے الا صدر وجہ ان جماع سے بطلان خلافت پر حجت نہ دیا جاوے اور اگر اس کو دلیل تحقیقی قرار دیں جیسا کہ مفید نے تو ہر قرار رکھا ہے تو پھر بنا بر مؤید ہونا بھی خلفا ہوگا تو اس صورت میں آپ نے اس کے تحقیقی ہونے کا اعتراف فرمایا ہوا ہے۔ باقی رہا اس قول کا فی حقیقت قابلِ بیان خلافت خلفا ہونا سو ہم حق تعالیٰ و قوتِ بازوئے حق سے اس کا بیان کر چکے ہیں ضرورت اعادہ نہیں

فرمایا کہ یہ کلام ظاہر خلفا کے مذہب کے موافق ہے اور اسی میں ہمارا مدعا ہے کیونکہ جب ہم نے ظاہر ہی کا حاضر اور پابند فرمایا ہے اور یہ حکم نہیں کیا کہ لوگوں کے دل چیر کر دیکھیں تو جب ظاہر کے اعتبار سے حسبِ اعترافِ سامی ہماری مؤید ہے تو ہمارے استدلال کی حقیت کے لئے بس ہے خدا و خدا تعالیٰ کے یہاں بھی جواب سے یہ ہی آپ کی تسلی بھی کا قول سند کافی ہوگا اور واضح رہے کہ ظاہر میں اس خود کا خلفا کے مذہب کے مؤید ہونا اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس کو دلیل تحقیقی قرار دیا جاوے الا صدر وجہ ان جماع سے بطلان خلافت پر حجت نہ دیا جاوے اور اگر اس کو دلیل تحقیقی قرار دیں جیسا کہ مفید نے تو ہر قرار رکھا ہے تو پھر بنا بر مؤید ہونا بھی خلفا ہوگا تو اس صورت میں آپ نے اس کے تحقیقی ہونے کا اعتراف فرمایا ہوا ہے۔ باقی رہا اس قول کا فی حقیقت قابلِ بیان خلافت خلفا ہونا سو ہم حق تعالیٰ و قوتِ بازوئے حق سے اس کا بیان کر چکے ہیں ضرورت اعادہ نہیں

اہلسنت پر لایعنی اعتراض کا نمونہ اور اس کا جواب

قال الناقض المجیب اور دوسری جگہ مذکور ہے

اور یہ کہنا دوسرے کو جس کے لئے یہ خود دلیل نہیں ہو سکتی

ہوں اس کی وجہ سے حکم کرنا اور کوئی ہی فیصلہ

اقول حضرات اہلسنت کی طرف سے مجیب نے اصل مطلب کو نہیں سمجھا نہ سمجھنے کی وجہ کلام کو نہیں سمجھتے قابل دید کا پورا نہیں کرتے بلکہ خلفا کو دیکھا اور فوراً سند ماننا قرار دیا اور اپنے زعم میں اس حق کو جواب دے دیا اور کوئی کچھ تو عقل و انصاف سے بھی کام لینا چاہیئے انصاف ہے کہ

یقول العبد الفقیر فی مورد النقض اس کے جواب میں ہم کچھ نہیں عرض کرتے صرف اس قدر جواب گذارش کرتے ہیں کہ اہل انصاف فریقین سے کہ مذہب کی تحقیق کا مدار زور و شور اور ہاؤ ہو پر ہے یا دلائل و براہین پر اگر دلائل و براہین پر ہے تو ہمارے مجیب کی تقریر کا مقصود ہونا ذکر کر کے دیکھیں اور جو کچھ ہم نے اس پر تحریر کیا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں

قولِ ۱: انصاف فرمائیں کہ جناب امیر کا یہ قول صحیح ہوا تو اس پر ہمارے مدعا کے موافق جناب امیر علیہ السلام کے فرمانے کے بعد بھی شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی تائید کس طرح ہوئی اور آپ نے اس کو کیونکر تسلیم فرمایا ہے

ہماری خوش قسمتی کی بات ہے کہ یہ حوالہ جناب امیر نے خاکسار کی عدم موجودگی میں پیش فرمایا ورنہ خاکسار
معصوم نہیں مگر یہ بات امر واقعہ ہے کہ باوجود ادعائے مالک ہونے کے ان بیت حضرات نے اس سلسلہ عدالت کی
قریباً کوئی وقت نصب ہی نہیں ہونے دیا پھر آپ کے خاکسار کی نسبت یہ کہنا کہ میں نے فرمائشیں کر کر
کر وقت نصب ہی کرایا کہاں تک درست ہے یہ آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں

قول: ہمارا فرمانا ہے کہ ہمارے قانون کی رو سے یہ استدلال کہاں تک درست ہے کہ اصل مدعا علیہ کے
بعد اس کے نمائندہ کی گواہی کو نامنظور کر دیا جائے کہ مدعا علیہ کو اپنے منصب کا بھی ہوش نہیں رہا تھا اور اس
نمائندہ کی شہادت کے بعد ازاں اس کی گواہی کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اس کا جواب تحقیق طلب ہے کہ
شہادت کے بعد عدالت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ گواہ کی شہادت کو رد کر دے یا نہیں اس کے علاوہ
جناب امیر نے اس کے متعلق کوئی دلیل پیش نہیں کی اور نہ ہی ہمارے علم میں ہے کہ کوئی ایسا قانون
موجود ہے

المعصوم۔ واذا مرة فليس من الطبع في شيء وما الطبع قال القتل والكذب طلب
عمر ابن مسعود استفتی اب فرمائیے کہ اگر کوئی ان روایتوں سے دلیل لائے کہ جناب امیر
علیہ السلام و جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجار کی امارت و خلافت جائز فرمائی اور ترجمہ الت
کی قید کا وقت نصب ہی ہو گیوں نہ لگتے ہو تو آپ کیا جواب فرمائیں گے کیونکہ یہاں باب تاویل
خود جناب نے ہی بند کر دیا ہے باوجود جو جواب اب عدالت کی شرط قائم رکھنے کے واسطے فرمائیں گے
ہماری طرف سے عصمت میں قبول فرمائیں۔

حسب ارشاد مجیب جو جواب ہم عدالت کی طرف سے دیتے ہیں وہی عصمت کی طرف سے قبول کر کے مذہب شیعہ باطل کریں گے

القول: الفقہ محمد باقر شیخ کرخانہ میرٹھ سے ۔ آمدہ خط پر پس پردہ اعتراض پیدا ہوئے۔

ہمیں تو ہوسکتا فاضل مجیب نے اپنی شرط عصمت کی خود اپنے ہاتھ سے جڑ کاٹ دی کیونکہ
ان کی یہ بات کہ ہمیں عصمت پر دلیل قرآن مجید یا حدیث سے ثابت کرنے کو کہتے ہیں کیونکہ
عصمت کے بانی ہے وہی ہی عصمت کے قائل ہے جو مقتضی علیہ السلام سے اپنی جو جواب عدالت
کی طرف سے اہلسنت دیویں وہی جواب شیعہ کی طرف سے عصمت کے دیویں قبول فرمائیں۔ اس
سے معلوم ہوا کہ ہمارا ہی جواب جو سے فاضل مجیب کو عصمت کے باب میں تسلیم ہوگا خود اس جواب
سے عصمت ثابت ہو جائے گی اور مذہب اہل سنت کا اشتراط عدالت کی نسبت
ہے اس کی ضرورت ہرگز نہیں ہے ان روایت کے ساتھ ان کو کرنا چاہیئے اور ہر مذہب
اہلسنت کو تجھ اس سے متعلق کرنا چاہیئے روایت کے اعتماد سے صاف ظاہر ہے کہ عدالت ضرور
ہے خواہ وہ ہو یا فاجر اور ہمیں چاہیئے خواہ وہ ہو یا فاجر اور وقت خلافت اور حقیقی اگر میں
ہو گئے تو ان ہو جائے شل کوئی شخص فاجر چلے خلافت کی دعوت کیا ہو گیا وہ اس
ہو گیا کسی کو امیر بنا دیا ہو گیا وہ امیر ہو گیا اور جو چاہے وہ کرے
ہو گیا اس کی امارت میں ہو گیا اور جو چاہے وہ کرے
ہو گیا اس کی امارت میں ہو گیا اور جو چاہے وہ کرے

ل کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اشتراط عدالت ان سنت کے نزدیک اس وقت کے ساتھ مخصوص
ہے جب کہ اہل حل وعقد باختیار خود فاسق کسی شخص کو امیر بنا دیں اور اگر یہ صورت نہ ہو تو انعقاد امامت
کے لیے اشتراط عدالت نہیں ہے بلکہ وہ امارت قاہرہ سے منعقد ہو جائے گی اور اتباع زکوٰۃ و
عشر و خراج اس کو ادا کرنے سے واجب ہو جائے گا اس کے ساتھ ہو کر جہاد جہاد کہلائے گا اس کے علم
و اموال فی و سبی وغیرہ سب حلال ہوں گے فاضل مجیب کی تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مذہب ان
حق کے مذہب اشتراط عدالت منافی نہیں ہیں اور نہ ان حق کے نزدیک اشتراط عدالت ہمیشہ
بلکہ ضرورت وقتی ہی شرط عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور امارت غیر عادل منعقد ہو جاتی ہے
چنانچہ اشتراط قرشیت کے بارہ میں یاد آیا ہے کہ ماوردی نے تشریح صحیح مسلم میں یہ بھی لکھا ہے
پس حسب الگو جناب مجیب جب ہم اس جواب کو جو انہوں نے اشتراط عدالت کے بارہ میں اہل سنت کی
طرف سے دیا ہے حضرت مجیب کی عصمت سے قبول کرتے ہیں تو اس کا حل یہ نکلتا ہے کہ ہمارے
فاضل مجیب بلکہ تمام شیعہ عصمت کے مسئلہ میں اس پر متفق ہیں کہ شرط عصمت ہمیشہ کے لیے ضروری ثابت
نہیں بلکہ اگر کوئی شخص بغیر عصمت کے بھی بذریعہ اختیار اہل حل وعقد امام ہو تو وہ معصوم ہو گا اور اگر کوئی شخص زبان
قہر یا بیعت اضطراری اہل حل وعقد سے امامت اور امارت پر متمکن ہو جائے تو وہ معصوم نہ ہو گا اور اگر ایسا شخص
اس کی امارت یا امامت عدم عصمت کے بھی منعقد ہو جائے گی اور وجوب عصمت کے اس کی امارت
منعقد ہو کر اس کو منصب عمال و قضات و ائمہ جمعہ و اخراج و صدقات و اخذ خراج و عشر و جہاد حلال ہو گا
اور ظاہر ہے کہ عصمت کے نہ ہونے سے جب شرط عصمت مرتفع ہو گئی تو فسق بھی
مرتفع ہو گیا پس حسب ارشاد فاضل مجیب حکم اشتراط عصمت میں اس جواب کو ہمارے
ان کی طرف سے ہدیۂ شکر گزاری کے ساتھ قبول کریں اور کہہ دیں کہ ہم نے اس قول پر مستقیم ہو گئے اور
اس سے نہیں پھرتے تو مذہب تشیع سے ہمارے نکل گیا اور اس کو اصل اور خلاصہ تسلیم کر چکے اور اب تیرا
مذہب اس کے خلاف نہ ہونا چاہیئے

قول: یہ جواب تو ہمارے فاضل مجیب کا ہوا جو حل و عقد کو ہوتے ہیں یہ کہ عدالت فقط ضروری
ہونے کے معتقد ہیں اور ہم کہتے تھے [illegible]

نے جب اس کا یہ قول لا حکم الا للہ سنا تو فرمایا کہ یہ کلمہ حق ہے مگر اس سے باطل مراد لی گئی ہے خوارج نے اس کے اصل معنی ہی نہیں سمجھے اور باطل معنی سمجھ کر گمان کیا ہے کہ ہم کو رئیس کی مطالبت درکار نہیں اس کے جواب میں فرمایا لابد للناس الا غرض اس سے یہ ہے کہ چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور بدون مشارکت ہی نوع اس کے کام تمام نہیں ہوتے اور مشارکت و اجتماع بدون سیاست منجر بفساد و افساد ہوتا ہے اور جانوں مالوں کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے پس انسان کی جبلی یہ بات ہے کہ بدون رئیس و امیر کے خواہ نیک ہو خواہ بد زندگی بسر نہیں کر سکتا اور متعلق امارت سے ان کا انکار بدیہی امور کا انکار ہے چنانچہ یہی سبب تھا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عہد نبوت میں اصحاب کو اپنا امیر کر لیا اور بدون امیر ان کا کار منتظم نہ ہوا چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے انهم كانوا في بدو امرهم يقولون ويذهبون الى انه لا حاجة الى الامامة بل الرجوع الى ذلك مقول لهذا امر واجد الله وهب الواسطي الخ۔

ارشاد جناب امیر ؑ بد للناس من امیر بر و فاجر سے ابطال عصمت کی تقریر

اقول: سب حواس جن کی بھی تعلق کھوئے دیتے ہیں ذرا گوش توجہ سے سنیے کہ شیعہ کے نزدیک حسن و قبح عقلی ہیں عقل جس کے حسن کی شہادت دے وہ حسن ہے اور جس کے قبح کی شہادت دے وہ قبیح ہے چونکہ آپ کو اس کا اعتراف ہے کہ شروع رسالہ میں ابن حق پر حسن و قبح شرعی ہونے کی بنیت طعن فرمایا ہے تو اس لئے حاجت نقل روایات و تصریحات علمائے شیعہ سے اب متعلق امامت کو دیکھتے ہیں تو ہمارے عقل نہایت ضروری معلوم ہوتی ہے اور چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اس کے امور کا انتظام و اجتماع بدون مشارکت بنی نوع کے ممکن نہیں اور مشارکت و اجتماع جو مختلف طبائع مختلفہ سے ہے تو سیاست لازمی ہے جو بدون امارت حاصل نہیں ہو سکتی تو امارت خواہ جابر ہو یا عادل انسان کے لئے لابد اور ضروری ہے اور جب عقل انسان حسن ہے اور حسن سے بھی قسم حسن میں سے اعلیٰ قسم کا جو اس کی اقسام میں سے مصالح دنیویہ بھی ہیں پس جب امارت متعلقہ خواہ عادل ہو یا فاجر حسن ہوئی تو حسن میں بھی اسی درجہ کی ہیں و جب ہوئی تو بھر خلاف عقل کے حکم بشرعیات و قبیح ہونا اور حرام ہونا کیسے ہو سکتی اور کہ حکم شرع بتبعیت حکم عقل کے ہوا ہے سب لوگ تو مسلم ہو سکتا

ہے ان پر بھی چونکہ مرتبہ تشکیک کو بہت گنجائش ہے تو اس کی اعتبار سے یہ ممکن ہے کہ بعض میں ہر دو قسم امارت یعنی عادلہ و فاجرہ کی تشکیک ہو اور امارت عادلہ امارت فاجرہ سے اولیٰ و احق ہو چنانچہ عقل اس کے استحسان کی بھی بابداہت شہادت دیتی ہے جس کا کسی عاقل کو انکار نہیں اور اگر خاص مجیب یا ان کے کسی ہم مذہب کو یہ شبہ ہو کہ امام برحق کے ہوتے امام جائر کی ضرورت اور اس کا لابدی ہونا کیسے ہے اور جب ضروری نہ ہوئی تو قبیح ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس صورت میں یہ عبارت خصم کی خود اوڑھی ہو جائے گی کیونکہ ہم پوچھتے ہیں امارت مطلقہ خواہ عادلہ یا فاجرہ ضروری ہے یا غیر ضروری ہے اگر ضروری ہے تو مدعا حاصل اور اس کی ضرورت سے انکار باطل اور اگر غیر ضروری ہے تو خطبہ میں متعلق امارت برہ یا فاجرہ کو ضروری کہنا غلط اور کذب ہو اور نیز اس کی ضرورت کا بھی اعتراف کر چکے ہیں اس کے مناقض ہوگا۔ دوسری یہ کہ امارت کی قبیحت میں علی الخصوص جب کہ یہ طبیعت کبریٰ حاصل ہو تو اس وقت مذاہبہ عباد امام برحق کی بیعت کرنے میں عاجز ہیں اور اس کو کسی تدبیر و حیلہ سے حاصل نہیں کر سکتے چنانچہ اس زمانہ امن و بدو میں مکہ کھا مدینہ میں عاکفان دار الایمان ایمان میں اس کے منتظر ہیں اور امارت ایسی لوہری سے مہیا اس کی مدت تو بھی گذرا دشوار ہے تو اگر امارت فاجرہ کی ایسے وقت میں بھی ضرورت نہ ہو گی تو کس وقت ہو گی البتہ ہو گا کہ متعلق امارت و سیاست کی کچھ ضرورت نہیں علاوہ ازیں اگر بالفرض امارت بھی ہو جب بھی کوئی شخص کسی سبیل اتدبیر سے لوگوں کو اپنی طرف جمع کر کے امیر بن بیٹھے اور استقلال امارت پر لیا استیلا پیدا کر لے اگر اس کے زمانہ کا امام بھی لیا جائے تو میں فتن و شرور حوادث و مفاسد کو جنہیں ہوں تو ایسے وقت میں کوئی معلم اس کے ضروری ہونے کا انکار نہیں کر سکتا تو جب امارت متعلقہ عادلہ کی ضرورت ثابت ہوئی تو فاجرہ بدرجہ اولیٰ ثابت ہوئی کیونکہ برخلاف حکم عقل شارع قبیح نہیں ہو سکتی و جب عقل و شرع بہ ضرورت ہونی تو کہ کہ تنا تو ضرور ہوگا کہ ضرورت کے وقت میں منعقد ہو جاوے اور شرائط و متعلقہ اس پر احکام امامت کے جاری ہوں اور جبار و قہرمان مخالف ہیں اس کا مکفر شرعاً فاسد ہو اور شرعاً اس کی اطاعت واجب ہو اور بغاوت اور اس پر خروج حرام ہو چنانچہ مذہب اہل سنت کا بھی اس پر ہے کہ یہی امارتیں ضروریہ منعقد ہو جاتی ہیں اور ان پر شرعاً احکام امارت جاری ہوتے ہیں اور ان کی اطاعت واجب ہوتی ہے اور گو خود ان ہی فاسقین جو متغلب ہو گئے ہیں کیا جاوے تو مطلوب ہوتا ہے کہ مذہب اہل سنت اس کے خلاف ہیں [illegible] میں ہیں [illegible] حضرت مصنف نے اس کا فرمایا مسلم ہے کہ اس انتہائی مذاہب ہونے میں امارت متعلقہ اور کافر اور ظالم ہیں جب سیاست ان سے حاصل ہونے سے کافر سے حاصل ہوتی ہے

تو ضرور حاصل ہوں گی۔ غرض انسان کو باعتبار مدنی الطبع ہونے کے جب امیر نیک یا فاجر سے چارہ نہیں تو جناب امیر کا یہ ارشاد اگرچہ تعیش انسان کے بیان میں ہو لیکن تاہم مستلزم حکم تشریعی کر ہوگا اور تشریع اس امر کی جو بردے عقل انسان کو لازم و حتم ہے مخالف عقل نہ ہوگی چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہے کہ تشریع اس کے خلاف واقع نہیں ہوتی بلکہ جابجا روایات سے اس کی تائید و تقویت ثابت ہوتی ہے اس وقت صرف ایک ہی روایت پر کفایت کرتا ہوں ابن بابویہ قمی نے خصال میں روایت کی ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ثلثۃ یدخلھم اللہ الجنۃ بغیر حساب وثلثۃ یدخلھم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلھم الجنۃ بغیر حساب فامام عادل وتاجر صدوق و شیخ افنی عمرہ فی طاعۃ اللہ عزوجل و اما الثلثۃ الذین یدخلھم اللہ النار بغیر حساب فامام جائر وتاجر کذوب و شیخ زان۔

امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا تین شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بلا حساب جنت میں داخل کرے گا اور تین ہیں جن کو دوزخ میں بلا حساب داخل کرے گا۔ جن کو جنت میں بلا حساب داخل کرے گا وہ ایک امام عادل دوسرا سوداگر سچا تیسرا بوڑھا جس نے اپنی عمر اللہ کی اطاعت میں فنا کر دی ہو اور جن تینوں کو بلا حساب دوزخ میں داخل کرے گا وہ امام ظالم اور جھوٹا سوداگر اور بوڑھا زانی ہے۔

اس روایت سے صاف واضح ہے کہ اس میں جزا و سزا کو عدل و جور کے ساتھ جو بعد امامت کے فصل خصومات وغیرہ میں پیش آتے ہیں منوط و مربوط فرمایا ہے اور اصل بنا رفتا و یعنی اعتقاد امامت جائرہ کی نسبت کچھ نہیں فرمایا حالانکہ واجب تھا کہ اسی کی نسبت عدم انعقاد بیان فرماتے اور لوگوں کو ہدایت کرتے کہ اس سے نزاع و فتنہ کریں اور امام جائر پر خروج کریں جب یہ نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ امامت جائرہ جیسی کچھ بھی ضرورۃ منعقد تو ہو گئی اب اس کے مفاسد سے جو آئندہ محتمل ہیں کرا امام جائر سے صادر ہوں اس کو تخویف و ترہیب ضروری ہوتی علاوہ ازیں یہ جو حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ جہاں کہیں لفظ امام کا اپنے مذہب کے مخالف دیکھا اس کے معنی لغوی لینے پر تیار ہو گئے اس حدیث سے وہ بھی باطل ہو گیا اور ثابت ہوا کہ امام فاجر بھی امامت عامہ و امامہ خاصہ رشدہ لفظ امام اصطلاحی کا مصداق ہے کیونکہ لفظ امام اپنے معنی اصطلاحی شرعی میں حقیقۃ مشترکہ ہے درمعنوں حقیقۃ سے تاوقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو جائز نہیں قاعدہ ہے کہ حتی الامکان نصوص اپنے ظواہر ہی پر محمول ہوتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ اس جگہ باستثناء دو لفظ امام عادل اور امام جائر وقع میں ہیں ان دونوں لفظوں سے یا ہر دو جگہ معنی لغوی مراد ہیں اور یہ ظاہر ہے کیونکہ ان دونوں قرینہ نہیں جو حقیقت شرعیہ سے صارف ہو علاوہ ازیں

انتظام و اجتماع و دفع فساد و فساد جیسے اس سے متصور ہے اس سے بھی متصور ہے باوجود اس کے حضرت امیر نے کافر نہیں فرمایا کیونکہ کافر کی امامت کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا۔ اور اللہ ہرگز نہیں کرے گا کافروں کے لئے ایمان داروں پر راہ۔

ارشاد ہے اور مسلم کی امامت گو فاجر ہو ضرورۃ منعقد ہو جاتی ہے اور یہ ہی مذہب اہل سنت کا ہے جو موافق ارشاد جناب امیر کے ہے بخلاف مذہب تشیع کے کہ ان کے نزدیک کسی مومن کی امامت کیسا ہی متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو اس کی امامت علاوہ ائمہ اثنا عشر کے ہرگز صحیح نہیں اور کہیں ہی ضرورت کے وقت میں ہو منعقد نہیں ہو سکتی سوائے ائمہ اثنا عشر کے کوئی شخص واجب الطاعۃ نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے ساتھ جہاد جائز ہے اور جو سوا یا دعوی کفار کر اس کے جہاد سے حاصل ہوں وہ حلال ہیں اس سے صفحہ وغیرہ وغیرہ کی بحث علمائے شیعہ سے تشویش ہیں بہرحال اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہ مذہب حضرت کے ارشاد کے سراسر منافی و مخالف ہے اور جناب امیر کے اس ارشاد سے بطلان حصت واضح طور پر ثابت ہے مگر اس سے سمجھنے کے لئے بھی عقل بینا چاہیئے دیانۃ التوفیق

قولہ: بالجملہ اس قول سے جناب امیر کی غرض یہ ہے کہ انسان کو باعتبار اس کے مدنی الطبع ہونے کے امیر نیک ہو یا فاجر اس سے چارہ نہیں لیکن ہو یا فاجر اس سے یہ تباس نہیں کر سکتے کہ امام مصطفیٰ تشریع جو جناب رسول سے ضرورۃ وہ بھی ظاہر ہو سکے پس یہ کلام بوقت مقام جناب امیر تعیش انسان کے بیان میں ہے دلکو متعلق بیت ہیں

امام خلیفہ معصوم نہیں ہوتا

قولہ: بالجملہ اسی غرض سے جو جناب امیر کے اس کلام سے ہی حاصل ہے کیونکہ جب حق خلافت و امامت میں سے یہ ثابت ہوئی کہ باوجود عدم عصمت کے بھی منعقد ہوتی تو آپ کا دعوی عصمت باطل ہوا اور بھی ثابت ہوا کہ خلیفہ راشد و امام مصطفیٰ کا فاجر و فاسق کے ہوتے ہی منعقد ہو جانا ثابت ہوا باقی رہا خلیفہ راشد و امام مصطفیٰ کا فاجر و فاسق کے ہوتے ہی منعقد ہو جانا کہ حق و واجب ہونا ثابت ہوا تو یہ اس کو مستلزم نہیں کہ معصوم ہو کر گناہ سے اجتناب و پرہیز کرے ہیں ہم کہتے ہیں اور خلیفہ راشد کا فاجر نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ معصوم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ امامت عامہ نہ ہو سکے کیونکہ بہت سے ایسے شخص ہزار ہا ان کی امامت منعقد ہو [illegible]

جو سلاطین و خلفاء گزرے ہیں جن کا اب تک عدل ضرب المثل ہے مثل کسریٰ نوشیروان و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ سب برخلاف مزعومہ امامیہ اس وعدہ کے مستحق ہوں گے اور اگر ایک جگہ معنی اصطلاحی اور دوسری جگہ معنی لغوی مراد لئے جائیں تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ وجود قرینہ جو صارف عن الحقیقت ہو غیر مسلم ہے علاوہ ازیں تعارض بھی صحیح نہیں ہوگا بلکہ خود وقت ہی قرینہ ہے اور اس امر پر دلیل ہے کہ جو معنی لفظ امام والوں کے ہوں گے وہی ثانی کے ہوں گے اور تعارض کے لئے ان سے کم از کم درجہ اصحاب سے ہی نہیں گرنے گا بلکہ کامل ہو جانے کا تو اب متعین ہوا کہ مراد بلکہ معنی اصطلاحی ہی مراد ہیں چونکہ دوسرا کوئی محمل باقی نہیں اور اس میں مراد بہ معنی اصطلاحی ہونے پر جو اتفاق خلافت مذہب کے جو کچھ کہ بصیرت واقف مذاہب تشیع پر واقع ہے محتاج بیان نہیں چنانچہ اس تحریر میں خطاب ہوتا جاتا ہے اس سلسلہ میں ہر ایک کی تشریح دائرہ کو کسی دوسرے وقت پر ملتوی کرتے ہیں۔

قولہ: اور اگر یہ بات معاذ اللہ جائز ہوتی تو فرمائیے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید پر کیوں نہ خروج کیا اور کیوں شہید ہوئے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انسان کو حکام سے چارہ نہیں اور معصوم کو جب علیہ بر بنائے اصلاح میں تعیین نہ ہوئی اور اس سے مفارقت کرنے کی اس مقام سے ممانعت کی تو اس صورت میں حفظ جان و حصول مقصد امر کے لئے کوئی راہ میرے کو دکھائی نہ دی۔

ائمہ کے معصوم ہونے کے لغو عقیدہ کے سلسلہ میں شیعہ کا اپنے جال میں خود پھنسنا

قولہ: کیوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر بات جائز ہوتی تو اس زمانہ کے لشکر میں لفظ امام کے ساتھ ہر بیعت توڑ دیتے وغیرہ وغیرہ۔ اس سے مثل دیگر مواقع حق اللہ کے ترک کرنے کا کام لیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اپنے اوپر سے اس الزام کو ہٹانے کی کوشش کی ہے جو اس پر عائد ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم نے تو یہ کہا ہی نہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ پر خروج جائز تھا بلکہ ہم نے تو یہ کہا ہے کہ ان کا خروج اس لئے جائز تھا کہ ان کی امامت ثابت نہیں تھی اور جب امامت ثابت نہیں تھی تو ان کے خروج کے جائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کا خروج اس لئے بھی جائز تھا کہ ان کے پاس اس کے جواز کی دلیل موجود تھی اور وہ دلیل یہ تھی کہ ان کے نانا نے ان کو اس کی اجازت دی تھی اور ان کے نانا نے ان کو اس کی اجازت اس لئے دی تھی کہ ان کے نانا کو یہ علم تھا کہ ان کے نواسے کی امامت ثابت نہیں ہے اور جب امامت ثابت نہیں ہے تو ان کے خروج کے جائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کا خروج اس لئے بھی جائز تھا کہ ان کے پاس اس کے جواز کی دلیل موجود تھی اور وہ دلیل یہ تھی کہ ان کے نانا نے ان کو اس کی اجازت دی تھی اور ان کے نانا نے ان کو اس کی اجازت اس لئے دی تھی کہ ان کے نانا کو یہ علم تھا کہ ان کے نواسے کی امامت ثابت نہیں ہے اور جب امامت ثابت نہیں ہے تو ان کے خروج کے جائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

امام اول و ثانی کا فراموش ہو گیا ہے ہم ہی نے آپ کو یاد دلایا ہے [illegible] علاوہ ازیں جبکہ دلائل و بینات و نصوص سے اس بات کا ضرور جائز ہونا ہم نے حسب اصول امامیہ ثابت کر دیا تو اب اس کے بھی جواب دہ ہیں تشیع ہی ہیں لگے معہذا حاصل اس دلیل کا جو ہمارے فاضل محیب نے عدم انعقاد بیعت امام جائر کی نسبت بیان فرمائی ہے یہ ہے کہ معاذ اللہ اگر امامت جائرہ منعقد ہوتی تو امام حسین رضی اللہ عنہ ضرور بیعت فرماتے اور شہید نہ ہوتے اور جب انہوں نے بیعت نہ فرمائی اور یہاں تک کہ شہید ہو گئے تو اس سے معلوم ہوا کہ امامت یزید جو امامت جائرہ حقہ صحیحہ نہ ہوئی تو کوئی امامت جائر منعقدہ نہ ہوئی صدر الفاضل فیما بندہ و اخوانہ کرتا ہے کہ خود اس دلیل سے بالبداہت یہ امر ثابت ہے کہ امامت میں بھی منافشہ کرنا اور منصور کا دیں اور قریب اس کے بغداد اور انعقاد کعبہ اسی طرح تسلیم امامت اور مناقشہ مذکورہ دلیل اس کی آیت کی ہے ہی فاضلوں ہیں عداوت میں ترک منافشہ کرنا کہ عداوت عدم تعرض اور خوف کے جواب ہوا ہے کہ عداوت کو دو باب اور دو تسلیم مخالفت کی نظر تعلیمی سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر نے فرمایا تھا مخالفت میں ان کی عداوتوں کو تسلیم کیا اور یہ تسلیم و انقیاد اسی سبب جزو دیوانگی و خوف کے نہیں تھا جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ یہ خلافتیں معاذ اللہ خلاف رضائے خدا و رسول تھیں چنانچہ یہ امر آپ کے ان خاص خصوص پیروؤں سے جو ان سے خلافتوں میں شریک رضی رہے ہیں بالصراحۃ و بوضاحت دریافت کیا جا سکتا ہے۔

[illegible]

[illegible]

اس عبارت میں جناب رشید نے کہا ہے کہ جناب امیر نے باوجود اپنے کو حق حقیت پر جاننے کے [illegible] جناب امیر علیہ السلام کے اس فعل پر ہے کہ خلافت غیر حق کی تسلیم فرمائی اور [illegible] کی حکومت کو برداشت فرمایا جس سے کہ معاویہ کے کام درست رہیں اور جو ہمیشہ ان کے [illegible] کے وقت ختم عداوت کو ظاہر کریں گے اور اس میں جو ان کو ہر مرتبہ کی [illegible]

سے صاف جو آپ کا منشا ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے اوپر اس خلافت میں جور ہوا اور ان کی حق تلفی ہوئی تو اس وقت مناقشہ کروں گا اب دیکھنا چاہیئے کہ جناب امیر کے اس ارشاد سے مذہب تشیع پر کیسی کچھ آفت و بلا نازل ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب امیر نے اخیر زمانہ خلافت تک اس میں مناقشہ اور منافسہ نہیں فرمایا اور کچھ چون و چرا نہیں کی اور پہلی دونوں خلافتوں میں تو اعتقاد کا بھی نام نہیں لیا اور بمنزلہ سر تسلیم خم رکھا اور یہ تسلیم کچھ جبر اور بیچارگی اور تقیہ کی وجہ سے نہ تھی کیونکہ اگر جبر اور بیچارگی کی وجہ سے ہوئی تو مصلحت امور المسلمین ولم یکن (یا) بالکل مختل ہو جائے گا بلکہ یہ سکوت و تسلیم بمقتضیٰ خلافت کی وجہ سے تھا اور اس وجہ سے تھا کہ خدا و رسول کی طرف سے حکم سکوت و تسلیم تھا چنانچہ فاضل بحرانی نے اپنی شرح میں دوسری جگہ لکھا ہے۔ ان ہذا کان معلوما عندہ علیہ ان لا یتنازع فی امور الخلافۃ۔ پھر اگر ان خلافتوں میں کسی پر جور ہوتا تو ضرور جناب امیر مناقشہ فرماتے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تک خلافت تسلیم ہے جب تک کسی پر جور نہ ہو تو جناب امیر کی تسلیم و عدم مناقشہ کی وجہ سے ثابت ہوا کہ یہ خلافتیں منعقد تھیں بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا جو کچھ تودہ روایات مشتمل بر بیان ظلم و جور کے جو خلفاء کے ہاتھوں اہلبیت پر یا صحابہ مقبولین پر ہوئے بشہادت جناب امیر کے کذب و زور و افترا و بہتان ہیں چنانچہ ابن میثم شرح کبیر ابن میثم سے مختصراً احداثات عثمان نقل کرتے ہیں۔

واما الاحداث المنقولۃ منہ فالمشہور منہا اعشرۃ الاول تولیۃ امور المسلمین من لیس اھلا من الفساق مرۃ بعد اخری حمایۃ الاسلام کالولید بن عقبۃ وسعید بن العاص وعبداللہ بن سعد بن ابی السرح الذی ردہ رسول اللہ صلعم بن ابی العاص انہ کان یعارض الرسول بالزیادۃ والنقیصۃ فی الوحی حتی نزلت فیہ الایۃ ومنہا ضربہ عمارا حتی صار فتقا وغیرھا من قصۃ ابن مسعود وقتلہ بعد ان جمع الناس علی قراءۃ زید بن ثابت وحرق المصاحف التی کتبت علی القراءۃ الاولی	اور جو احداث منقول ہوئے ان میں مشہور دس ہیں اول ان کا خلافت کو سپرد کرنا امور مسلمین کا ان لوگوں کے ہاتھ میں جو بار بار فاسق تھے جیسے ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کہ جس کو رسول خدا صلعم نے ابن ابی العاص کے ہاتھ واپس کر دیا تھا کیونکہ یہ رسول خدا کے ساتھ معارضہ کرتے تھے چنانچہ اس کے حق میں آیت نازل ہوئی دوسرے عمار کو مارنا جس سے وہ فتق میں مبتلا ہو گئے تیسرے ابن مسعود کو مارنا یہاں تک کہ وہ مر گئے چوتھے لوگوں کو زید بن ثابت کی قرأت پر جمع کرنا پانچویں ان مصاحف کو جلانا

بالضرب الشدید امہ علی ابی ذر حتی لقد ادی الی تربذۃ العاشرۃ تغریبہ الحمی فمات بہا وحیدا ومنہا حبس عبداللہ بن عمر فانہ قتل الہرمزان مستامنا	نویں ابوذر کو تازیانہ کی ضرب لگانا کہ جس سے وہ فوت ہو گئے دسویں عبداللہ بن عمر کو حبس کرنا ہرمزان مسلمان کے قتل کے وجہ ہونے کی تحقیق کرنا

اب ان احداثات کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ احداثات ظلم اور جور ہیں بعض ان میں سے عموماً حقوق اہل اسلام پر جور و تعدی ہے اور بعض خاص کر کے بعض خاص پر لیکن حضرت امیر کی ذات خاص کے متعلق ان میں سے کوئی نہیں ہے اگر کوئی واقعہ ایسا واقع ہوتا تو ضرور تھا کہ حضرت مناقشہ فرماتے اور جب آپ نے تسلیم میں آخر تک چون و چرا نہیں کی تو معلوم ہوا کہ یہ احداثات محض ان جیسے حضرت کے محدثہ و مخترعہ ہیں جو ملعون و اس لعنہ ہیں اور جن کے منہ پر کتی نے پیشاب کیا تھا اور فی الواقع یہی کذابت کی بادشاہی ہونی چاہیے اور شارح ابن میثم نے بیگ کی تحریف کیا اور بعد بیان احداثات محدثہ کہا۔

وقد حاب اعداء الحق ان یطعنوا علی ھذا الاحداث بامور مستحسنۃ فی انفسہا مما کان یفعلہ الخلفاء	اور تحقیق ان بدعتوں کے طعن کرنے سے حاسد لوگ نے حسنہ و مستحسنہ امور سے جو بڑے بڑے خلفاء کرتے تھے

اب پھر جو اس مدعا کی طرف رجوع کرتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں کہ ابن میثم بحرانی دوسرے مقصد کی شرح میں جس کا عنوان یہ ہے۔ وھل کلام زید قبل البیعۃ بعد قتل عثمان وبعدھا وغیرہ۔ فرماتے ہیں۔

قولہ ان ترکتونا فانا کاحدکم الخ	تو ہم تم میں کے ایک کی طرح ہیں
اشعر کلامہ بالطعن فیما امر بہ	یہ کلام دلالت کرتا ہے اس امر پر
انہ کنت کاحدکم فی الانقیاد	کہ میں تم میں سے ایک کی طرح
بل لعلی کون الخلیفۃ کغیرہ	بلکہ شاید خلیفہ کا ہونا
لوجوب طاعتہ الخ	واجب اطاعت ہونے کے

ناظرین کے لئے کوئی عاقل منصف ان فضولیات کو دیکھ کر جناب امیر جس تحریر و تقریر میں ان تمام احداثات کے ساتھ مشغول رہے ہیں کہ مجھ کو چھوڑ کر جس کو تم خلیفہ بناؤ میں تم میں کا ایک ہوں جیسی تم پر میری اطاعت واجب ہوگی ویسی ہی مجھ پر بھی واجب ہوگی بلکہ یہ کہنے کی بہ نسبت قبل بیعت

علی ذالک اس بحث کی تفصیل میں ہم کو اور بھی گنجائش ہے اور مضامین ذہن میں ہیں لیکن خوف تطویل اجازت نہیں دیتی اگر موقع ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقع پر عرض کریں گے یار باقی وصحبت باقی۔

قول: جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کی مثال یہ ہے کہ لا بد للناس من قوت اور قوت عام ہے حلال اور حرام سے اگرچہ شرع حرام کی اجازت نہیں دیتی مگر انسان کو قوت لابدی ہے اگرچہ وجہ حلال سے حاصل کرے شرع کی پابندی کی ہو اور اگر وجہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے اسی طرح امام شرعی کی عصمت وغیرہ شرائط جو دلائل شرعیہ وعقلیہ ثابت ہیں اگر ایسے امام کی اطاعت کریں اور اس کو امام مانیں تو شرع کی پابندی کی ہو ورنہ چونکہ حاکم سے چارہ نہیں کسی نہ کسی کو ضرور حاکم وامیر کریں گے جیسا کہ خوارج لئام نے باوجود انکار زبانی آخر کو حاکم کیا۔

امامت فاجرہ حسب اعتراف مجیب بمنزلہ قوت کی ضروری ہے

اقول: اس موقع پر ہمارے فاضل مجیب نے مثال قوت کی تحریر فرمائی اور قوت کو مقتضی علیہ قرار دیا یہ بعینہ ہماری مدعا کی موید ہے اور فاضل مجیب اس کی نقل میں مصداق مثل مشہور کالباحث عن حتفہ بظلفہ کے ہیں مقتضی اس اجمال کی یہ ہے کہ امام مطلق کا لابدی ہونا جناب میر کی شہادت اور جناب مجیب کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہے کہ لوگوں کے واسطے امام لابد ہے نیک ہو اگر نیک میسر نہ ہو سکے تو فاجر بھی ضرور ہے کیونکہ اعدام سے گریز اور جب اس کا لابد ہونا ثابت ہوا تو اجازت بھی اضطرار وضرورت کے وقت میں اس کا انعقاد بشرائط خصوصیت بلکہ حسب روایات امامیہ اس کی صحت اور اس کا جواز انعقاد بطور وجوب وعزیمت کے ہوگا کیونکہ مقتضی علیہ اس کا قوت ہے کہ لابد للناس من قوت من حلال کان او حرام پس اگر انسان کو قوت حلال سے میسر نہ ہو اور منحصر ہو قوت حرام کی طرف تو بشہادت نص صریح قرآنی جو جا بجا کلام مجید میں ارشاد ہے تناول حرام اس کے لئے رخص ہو گا چنانچہ ارشاد ہے

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔	پھر جو شخص مضطر ہو نہ بے حکمی کرتا ہے نہ زیادتی تو اس پر گناہ نہیں
فمن اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم ان اللہ غفور رحیم۔	پھر جو شخص لاچار ہو بھوک میں نہ گناہ پر جھکنے والا تو اللہ بخشنے والا ہے مہربان

کہ حسب تصریح روایات مستفیضہ امیہ وحسب تصریح علمائے امامیہ اس پر فرض ہے کہ حرام کو قوت بنا دے اور اگر

اس نے حرام سمجھ کر ترک کیا اور مر گیا تو کافر مرا کیونکہ حق تعالیٰ نے جس چیز کو اس کے حق میں حلال فرما دیا تھا اس کو اس نے حرام سمجھا تفسیر صافی میں تحت تفسیر قولہ تعالیٰ فمن اضطر جو روایت لکھی ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں

فی الفقیہ عن الصادق فمن اضطر الی المیتۃ والدم ولحم الخنزیر فلم یاکل شیئا من ذالک حتی یموت فھو کافر۔	فقیہ میں امام صادق سے مروی ہے جو مردار اور خون اور خنزیر کے گوشت کی طرف مضطر ہو اور اس میں سے کچھ نہ کھائے یہاں تک کہ وہ مر جائے وہ کافر ہے۔

اب ہم اسی حکم کو جو مقتضی علیہ میں موجود ہے مقتضی یعنی امامت میں جاری کرتے ہیں تو یہ حاصل ہوتا ہے۔

وکذلک من اضطر الی زمان الحاجۃ فلم یقبلھا او لم یعتقد لھا حتی مات فھو کافر۔	اسی طرح جو امامت فاجرہ کی طرف مضطر ہو اور اس کو قبول نہ کرے اور اعتقاد نہ رکھے یہاں تک کہ وہ مر جاوے وہ کافر ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص امامت فاجرہ کی طرف مضطر ہو اور اس کو حرام سمجھ کر اس کا معتقد نہ ہو اور نہ مانے یہاں تک کہ مر جاوے تو وہ شخص کافر ہے کیونکہ جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے اس کے لئے حلال فرما دیا اس کو اس نے حرام سمجھا اور بمقابلہ حکم خداوندی اپنی عقل کو دخل دیا تو مستحق کفر ہوا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ ضرورت واضطرار کے وقت میں شرعاً تناول قوت حرام کے عصمت واجازت دیتی ہے بلکہ فرض فرماتی ہے اور اس کے تارک ومنکر کو کافر کہتی ہے تو اس نے جب یہ ثابت کیا کہ قوت میں قوت حرام سے کیا تو عین اتباع شرع کیا اور اگر حلال کے انتظار وتلاش میں رہا اور اس کو ترک کیا تو سراسر مخالفت شریعت کی اور کافر مرا اور ظاہر ہے کہ حکم امامت بہ نسبت اکل کے اگر زیادہ ہے تو امامت کے اضطرار کی صورت میں اس کا انکار بدرجہ اولیٰ بتحقیق ہوگا پھر ہمارے مجیب کا یہ ارشاد کہ اگر وجہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے بالکل غیر مسموع ہے فضلاً اس کا یہ ہے کہ آپ کو بایں ہمہ دعائے ہمدانی اپنے گھر کی بھی خبر نہیں ہے۔ علامہ کو جو مثال آپ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش کی تھی وہی اس کے مکذب اور خود جناب پر منقلب ہو گئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قال الفاضل المجیب: فرمائیے بتحقیق ہو تو صحیح بلوغ کلمہ لکھ کر دیکھ چکے ہیں آپ کو اختیار ہے جو چاہیے فرمائیے۔

شیعہ غریب تو منہج البلاغہ بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے

قول ... ہے تک یہ منہج البلاغہ ... اور جناب امیر علیہ السلام کا یہ ... اور سر ... شاہ ... صاحب ... کہ آپ اس کے مخاطب نہیں تھے ... مضمون ... بکہ ... ہے

یقول ... فقیر ... الغنی ... ہے ... شاہ ... جناب امیر ... البلاغہ میں ... ہے ... اس ... ہے ... تو ... کہ ... آپ ... ہے ... کا ... ہے ... ہے ... ہے

نقوش کا بطلان تو ایسا بین ہے کہ کسی عاقل پر مخفی نہیں رہ سکتا خصوص جناب نے جس قدر شوت لکھا وہ تو سنایت ہی پوچ تھا بندہ نے جو کچھ اس پر گذارش کیا ہے اگر اس کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں گے و انصاف فرما کر کہیں گے تو خود ہی جواب ملیں گے۔ اور اگر بعد ملاحظہ موصوف بندہ پھر بھی دل میں شبہات خطور کریں تو پھر بھی تقریر و تحریر باحضور ہیں واللہ سبحانہ الموفق۔

قولہ: آپ چاہتے ہیں کہ جو امر ہوئے سوں میں دریافت کیا ہے وہ موجب ہی پوچھیں اور اس سے خوض آپ کی معلوم ہوتی ہے کہ کسی طرح بحث میں حوصلہ ہو اور آپ غیر طائل و شبہات کرتے رہیں الخ میں سوال کی جواب دہی سے بچ جاویں

اقول: جب ہوئے جناب امیر کے ارشاد سے موجب سوال سے آپ کی نکالنے اور مستدل امامت ابابکر کا کر دیا تو وہ سوال آپ ہوئے کرتے تھے آپ ہی نے منتخب ہوا اور آپ کو یہی سوال کا جواب دینا لازم ہوا پھر گریز ہوئے آپ سے اور یہ کہا کہ حضرت نے کس واسطے اور کس وجہ سے یہ بات ہیں کیا ہے؟ فرمایا تو آپ اس سے کیوں گھبراتے ہیں اور اگر آپ غیر طائل و شبہات کرتے ہیں اور حوصلہ پست ہیں تو امامت کو قطع نظر کیجئے اور زوال بادشاہ کو گفتگو کر جیسے جانبین سے کہ اور جب ہوئے آپ کی نظر اس کا یہ ہی مثل تھا جب فیروز نہ کر سکے اور مستدل امامت کا حضرت ابابکر کا ہوئے تو آپ سے سوال کی جواب دہی کیا نہ درست رہی اور جواب دہی سے بچنے کی حاجت اگر پھر تو کہا سبب یہ تھا جو آپ نے سوں کا جواب اس وقت کہتے کہ جب آپ سے سوال مستدل امامت ابابکر کی شرعاً ثابت ہوتا اور آپ اس کے ابطال پر قادر ہوتے تو اس وقت تک جس تک آپ سے سوال مستدل امامت ابابکر کا نہ ہوا تھا تحریر فرمانے میں اور اس تقریر سے کہ آپ کے سوں کی جواب نہیں ثابت ہوتا امامت ابابکر کی ثبوت نہیں ہوتا تھا لیکن جب مستدل آپ سے امامت ابابکر کا ثبوت عقلی و نقلی دلیلوں سے ثابت ہوا تو آپ کو سوال کی جواب دہی کی حاجت پڑی کہ اس سے کوئی حجت ثابت ہوتا ہے یا نہ ہوتا ہے فاستفسر و تدبر۔

قولہ: تحریر جواب سوں کا جواب جس مفصل و مدلل سے لکھتے ہیں اور جب موقع ملے گا ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو واضح معلوم ہو جائے گا اور آپ پڑھ کر انصاف و غور کریں گے تو سمجھ جاویں گے کہ ہمارا یہ دعویٰ کہ جواب سوں کا نہیں ہوا ہے بالکل صحیح ہے اور ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے اگر آپ سے انصاف و غور نہ ہو سکے تو ہم کو کیا ہے۔

اقول: جس تقریر جناب سے تحریر ہوا ہے اور بندہ نے اس کا جواب لکھا ہے اس سے ہم کو

اور پایہ علم معلوم ہو سکتے ہیں یہ ہی وجہ ہوئی کہ جب اس بے انصاف نے آپ کے علم و فہم کا اندازہ کر لیا تو آپ کے جواب کے لیے بکر بہت تھوڑا اشیاء اور نکما دلیلوں کو [illegible] کا لقمہ تمس بالاساس کا مصداق کر دیا بلکہ اس تحریر کو قابل جواب اور جناب سامی کو اس حیثیت سے لائق خطاب سمجھا جا سکتا ہے یہ ہی اور بھی کہ آپ کی تحریر کا دوسرے حضرات نے جواب تحریر فرمایا جس سے دماغ سامی میں یہ ہوا کہ ہم بھی دیگر نیست اگر وہ حضرات پہلوتہی نہ فرماتے تو جناب کو یہ خیال کبھی نہ ہوتا پس میں نے جہاں تک انصاف سے دیکھا اور غور کیا مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہنوز ضروریات دین اور اصول مذہب کو بھی ثابت نہیں کر سکے تو آپ کا یہ دعویٰ محض لاطائی اور تقلیدی ہے جس قدر موقع آئے گا جس میں آپ نے بہت کچھ زور لگایا جب ان میں ہی آپ سے کچھ نہ ہو سکا تو اور کون سا موقع ہے کہ جس میں آپ کچھ کر کے دکھا دیں گے آپ کس مصلحت سے اور کس نیت سے جواب میں تامل کیجئے اور جان بچائیے لیکن جب کبھی آپ کچھ فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ بندہ بھی تحریر جواب میں لگا جائیں گے اور فیصلہ ہو گا جس حق پر ہو [illegible]

بحث اثبات خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم

قولہ: آپ کے ارشاد کی ہوئے تھیں کہ ہر دو فریق اپنی اپنی جگہ ہی ہوں عامل بنص قرآن ہیں

اقول: آپ نے تو کیا ہوں کا بالکل برعکس فرمایا اور یہ قبیح فرو کہتے تھے کہ ہمیں نہ آپ سے تکرار کی تمنا کرتے ہیں اور نہ خلافت خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو دلائل تحقیقیہ پر ثابت کرتے ہیں ہم تو صرف ضروریات دین سے ان کی خلافت کو ثابت کرتے ہیں اور یہ بھی تنبیہ کر دیتے ہیں کہ آپ سے اگر انصاف ہو سکے تو آپ ہی ان کی خلافت کو ضروریات دین سے ثابت کر دیں گے اور ہم کو کچھ کہنا نہ ہوگا اور ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے اور آپ کے تحریر فرمودہ دلیلوں کا [illegible] ہے تو ہم نے [illegible] آپ سے [illegible] زیادہ [illegible] نہیں رکھتے فضل ذلک و جعلہ علیہ [illegible] آپ نے [illegible] کس کو [illegible] خلافت [illegible] حدیث [illegible] جس قدر [illegible] ہوئے [illegible] جس قدر [illegible] ہوئے [illegible] ہوئے [illegible] ہوئے

جناب امیر و خلفاء رضی اللہ عنہم کے باہم اتحاد و محبت کا ثبوت

پس سنئے کہ جو لوگ معاملات فیما بین جناب امیر و خلفاء ثلثہ کو دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں تو ان معاملات آپ کی ذاتی محبت و عداوت کبھی اہلسنت کہتے ہیں کہ یہ حضرات باہم یک جان و دل و شیر و شکر تھے نہایت محبت و الفت فی مابین اور تواضع تحقیر رکھتے تھے اور ہمیشہ فضائل و محامد بیان فرماتے تھے ہر ایک دوسرے کا خیر خواہ و دل تھا اور اگر بمقتضائے بشریت کبھی کسی معاملہ میں دوستانہ مشکر رکی ہو جاتی تھی تو وہ زائل ہو جاتی تھی اور اس کو قلوب میں ہرگز قرار نہ ہوتا تھا اور کبھی اختلاف محض چونکہ ہوتا تھا نیت اختلاف اجتہاد سے ناشی ہوتا تھا جو ان کے مراتب عالیہ کو مذکر تا تھا حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ جناب امیر کے ساتھ ان کو کمال عداوت تھی جو کفار غیبت نبوت کے ساتھ بھی جائز نہ تھا آپ کا حق منصوص خلافت غصب کیا اور کوئی دقیقہ تکلیف رسانی اور توہین کا اٹھا نہیں رکھا یہاں تک کہ قتل کا بھی قصد کیا تو ظاہر جناب کو بھی ان سے ویسے ہی بغض و عداوت تھی لیکن جناب امیر منصور و مختار ہونے پر اور قدرت رکھنے کے اس سے جلیلہ تقیہ کے پردہ میں ان کے ساتھ خلوص رکھتے تھے تقیہ کے طور پر بھی ان کی تعریفیں بھی فرماتے تھے اور خطبہ و شادی بھی ان کے ساتھ کرتے تھے اور ان کو اپنے شامل رکھتے تھے اور ظاہری عبادت و طاعت سے دریغ نہیں کرتے تھے لیکن جب مرگ آپ کو آ لیتے ہیں اور روایت دو فقہات میں آ کر گرتی ہیں تو دعوی ان سنت کا حق اور دعوی شیعہ کا باطل ہوتا ہے پس فاضل معاصر صاحب سحاب کو خیر ہو فرماتا ہے اور اخیر سے ان تک جو اپنی معاندت سے باز نہیں ہیں کہ حضرات شیعہ کو مورد لکھتے ہیں جو کہ جناب امیر کی موجودگی میں نزول آیت کو عداوت ان کی کرم اللہ وجہہ سے فرماتے تھے اور جس کے سبب وہ ان کے قتل کا قصد کرتے تھے اور ان کے قتل کے درپے ہوتے تھے اور ان کے قتل کے درپے ہوتے تھے اور ان کے قتل کے درپے ہوتے تھے اور ان کے قتل کے درپے ہوتے تھے

اگرچہ بحقیقت نزول یہ آیت مخصوص بالنساء ہو لیکن حسب قاعدہ

العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب۔ لفظ کے عموم کا ہی اعتبار ہے نہ سبب کے خاص ہونے کا۔

تمام صحابہ کو عام ہے اور ارکان مدح و امتنان کو بھی زیادہ مناسب اور چسپاں یہ ہی ہے علاوہ بریں عقل سلیم کب قبول کرتی ہے کہ خداوند تعالیٰ عطاء کرے تو کیسا دہ پر یہ کو رسول کی اعانت کے واسطے انکار نے اور قریش میں جو باوجود اس قدر محاربت سخت کے رسول کے تحذیر کرنے کے واسطے بغض و عداوت کی جگہ بھر کا ہی تک نہ بستان عقیم تو جب خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی تو اب یہ کیسا کلمات اور عنقریب جاہلیہ کے ان کے دلوں میں کامن تھے خود قوت غضب خلافت بروئے کار آئی سر اسر خلاف اور خدا تعالیٰ کو جھٹلانا ہے اور اس پر علماء کرام بین ابن میثم بحرانی نے شرح نہج البلاغہ میں بحیثیت تنفیر کے بارہ میں جو یہ لکھا ہے۔

ان من یشقی بین سعد بخاریق وکان یجعل	بیشک میں سعد اشقاد و سعد بن عبادہ کا قصہ یاد کرتا تھا۔
سعد بن عبادہ ان یصل الیہ هذا الامر	سعد بن عبادہ کہ ان کی خلافت پہنچ جائے۔

اجرتا قبل و حقد اہل روم و دیانت سے ہے شاہ حق تعالیٰ شاہ سورہ حجرات میں فرماتا ہے۔

واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم	جب نبی تمہارے پیچھے میں بچ اور ان کی اطاعت
فی کثیر من الامر لعنتم ولکن اللہ حبب	اور اللہ نے ڈالی تمہارے جی میں اس پر اور
الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ	مسلمان ہونا اور بھلا دکھایا تمہارے جی میں
الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک	تھا اس کے برعکس اور جو چیز تھی برا سب
ہم الراشدون۔	سے تمہارے۔

اس آیت شریفہ میں خداوند تعالیٰ نے مدح صحابہ میں جس طرح فرمائی کہ جب کفار نے حیثیت جاہلیت شیعوں کا عقد نے رسول پر اور مومنین پر آخری زمانہ میں فرمائی وہ کفار شیعی ان کو زائل کر دیا اور ان سے ان کا حق اور ان کے لئے ثابت کر دیا کہ جب وہ ایسے اوصاف کے ساتھ متصف تھے تو ان میں البتہ جاہلیہ موجود ہو مخالفانہ کوشش حضرات شیعہ کی اس خوض میں ہے کہ کیسی کلمات ان خصوص کے مخصوص اور میں ہو اور جملہ مقبولین عند ہیں لیکن چونکہ ہے آیات جو اشتمال ان خیر دنیا پر ایک خلق میں پیدا ہو سکتی ہیں اور خواص بھی باقتضاء بشریت اختلال پیدا کر سکتے ہیں اور خود خصوص کے ثبوت ہیں کہ روکتے ہیں عدالت کو ان کے ابطال کی طرف توجہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اور روایت ہیں واسطے ان ہونے کے ہیں جو قول مطلب بعد قول خاص ہیں مدد یت کرتے ہیں

حضرات شیخین اور حضرت علی کی باہمی محبت کا منہ بولتا ثبوت

حدثنا ابی و محمد بن الحسن بن احمد بن
الولید بن محمد بن یحیی العطار رضی اللہ
عنہم قالوا حدثنا سعد بن عبد اللہ بن
محمد بن الحسن بن الخطاب بن الحسن
بن علی بن فضال عن علی بن عقبۃ عن یحیی
بن المغلاۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
قال حج ابوبکر و عمر و عثمان و علی
و [illegible] المؤمنین علیہم السلام معہم و قال
فاطمۃ علیہا السلام فی حدیث طویل ان
[illegible] ما ذکرت انی [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ و [illegible]
[illegible]

[illegible] ہوئے دیکھے گئے ہیں اور یہ روایت طویل ہے تاہم اس کی نقل فائدہ سے خالی نہ ہوگی اس لئے ہم اصل روایت
حصار سے نقل کرتے ہیں

[illegible] ابوبکر [illegible]
[illegible] علیہ السلام [illegible]
[illegible] جب کہ [illegible]
[illegible] حضرت [illegible]
[illegible] جناب [illegible]
[illegible] کہ میں نے [illegible]
[illegible] حضرت [illegible]
[illegible] ان [illegible]
[illegible] ہوئے [illegible]
[illegible] ہوئے [illegible]
[illegible] ہوئے

حقك وانت اولى بازمر منه فكرهت ان
تفزله دون مشورتك فقال لنبو على
عليه السلام لو فعلتم ذلك ما كنتم الا
حربا للهو ولكنتم كالكحل فى العين
وكالملح فى العين وكالملح فى الزاد وقد
اتفقت عليه الامة ان الله تعالى يحب
ان تكاد بالله على ربها عز وجل وتقد
مشاورات فى ذلك اهل بيتى فان رأ
ان يكون ما يخلصان من وهن وعار يلحق
القوم راحتهم فى ذلك وجدى وهن بيت
نبيه عليهم السلام يعلمون بمشاورات
الله عليه وآله فلو فعلتم ذلك لتشهر
سيوفهم مستعدين مجتهدين فى قتال كل
من ابت حتى قتلهم او ادخلهم فى طاعتى
طائعين او اقروا لى بالعبودية وانى
بالخيار ان شئت قتلتهم وان شئت
استرققتهم وان شئت فاديتهم
فقال له الحسن عليه السلام
يا ابت قد علمت ان الله
تعالى قد اباح لك
ما ذكرت
ولكن
[illegible]

عليه السلام ولى اشبهة فى امره ليكون
ذلك اعظم الحجة عليه وابلغ فى عقوبته
اذا آتى ربه وقد عصى نبيه وخالف امره قال
فانطلقوا حتى جاءوا منزل رسول الله صلى
الله عليه وآله فجعل المهاجرون
والانصار ان الله عز وجل جعل لكم فى القرآن
فقال تعالى الله على النبى والمهاجرين
[illegible]
وقام خطباء المهاجرين والانصار
[illegible]
[illegible]
[illegible]

یعنی واحرمه الحیة التی عرضها السموات
والارض فقال عمر بن الخطاب اسکت یا خالد
فلست من اهل الشوری ... وروی عن یونس
بن بکیر قال خالد بن ولید اسکت یا ابن الخطاب
فما انت تکلمنا وانما تتکلم بغیر لسانک
وتستشهد بغیرک کانک ... قریشا تعلم ذلک
ولم یکن حسبا واقلها ... واخملها ذکرا واقلها
من الله عزوجل ومن رسوله ولذلک یجبان
عند الحرب یجبن ... ویحجبن عن الحسب
لذلک فی قریش صفحة ... لیست لاحد من العرب
ثم قام فاتی رحله فاخذ سیفه ... وقال

حاصل یہ ہے کہ اس بیت میں میری بڑی فضیلت کی گئی ہے جس
کی وسعت سے عرض و طول جس کی چوڑی آسمان و زمین ہیں
عمر بن خطاب نے کہا اے خالد چپ رہو تم شوریٰ میں
سے نہیں ہو اور تم ہماری طرف سے نہیں بول رہے ہو تم
خاموش ہو جاؤ یا کہ تم جس چیز سے ہم کو شرم دلاتے
تو جانتے ہو تو خود بھی اس سے شرم کرو اور غیر سے
اس کے یہ کہ قریش تم کو کمتر جانتے ہیں کہ تم بہت
ذلت کے ساتھ ذکر ہو اور تم کو اللہ عزوجل اور اس کے رسول
سے امان نہیں ہے اور تم لڑائی کے وقت بزدل ہو
عورتوں کی طرح تم سے حجاب کیا جاتا ہے اور قریش
کے لئے ایک صفحہ ہے جو عرب کے کسی اور کے لئے نہیں ہے
پھر وہ اٹھا اور اپنے خیمہ کی طرف گیا اور اپنی تلوار لے کر

آیا ... اور واضح قبل من تاکل الخبیث الخبیث اس روایت
سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و ثنا بیان کرنے گئے ہیں بارہ ہزار تھے اب ہم پوچھتے ہیں کہ
جس وقت بیعت سقیفہ واقع ہوئی اور خلافت غصب ہوئی اس وقت یہ حضرات کہاں تشریف رکھتے
تھے کیا معاذ اللہ یہ حضرات بھی ان ہی میں سے ہیں جو بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے
مرتد ہو گئے تھے اور سوائے ابوذر اور سلمان اور عمار اور مقداد کے ردت سے کوئی نہیں بچا تھا حکموں
مقداد کے کوئی بھی ایسا نہیں رہا کہ جس کو شک نہ ہو اور اس کے دل میں کچھ شبہ نہ پڑا ہو پس اگر
یہ حضرات بھی ان سے ہیں تو یہ لوگ ان فضائل مناقب (العیاذ باللہ) کے مستحق نہیں ہو سکتے جب انہوں نے امام حق
سے انحراف کیا اور امام باطل کی اعانت و تائید کی تو ان کے تمام اعمال حبط اکارت ہو گئے اور غصب
خلافت کی اور ان کو غصب کرنے والے پر راضی رہے اور حق کو نہ پہچانا اور اس کی اعانت و
تائید کرتے تو حق اپنے مرکز سے کیسے منتقل ہوتا تو جب اور مصلحت کی زبان ہو تا ہو اور باطل حق تھا ان کی
اس قدر مدح و ثنا ہوئی تو لامحالہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ وہ ہیں جو کہ صحابہ میں سے ہیں اور جو کاذبین فی الجنان
ہیں تو یہ حضرات موصوفین بالصدق والیقین کی نسبت ہی ہیں کہ وہ اہل بیت نبوت کے دشمن ہوں اور
امام حق کو نہ مانیں یا خلافت غصب ہونے میں یا تو خاموش رہیں یا غصب کرنے والے کے گرویدہ ہوں
رضی اللہ عنہم اجمعین ... اس سے کہ تعریف و توصیف حضرت جو صحابہ بیت کے ساتھ زبانی و طبع
موافق کریں ان کو اعمال صالحہ میں داخل فرمایا اور کسی نیکی کی عظمت سلام میں بیان فرمائی اور کبھی پیغمبر
نے کتاب سے ملحقین کی تکذیب فرمائی کہ ان میں داخل ہیں تو ہم ... سے اور اگر فرمائی
شیخین ان بارہ ہزار میں داخل نہیں ہیں تو اور ہو ... مطلب اس سے کیا ہے بیشتر یہ چاہیے تھا
ان کے حال اس سے ہے ... ان کی اعانت پر جو بیعت غصب کرنے کے وہ بھی ... کا کلمہ پڑھ رہے ہیں
تو چاہیے تھا کہ ... موصوفین ان کی نسبت بروئے نص سریح خیال کریں جیسا چاہیے کہ ان کو اہل
بیت کے ... اور آشنا کس قدر ہے اور ان بیت کون کے ساتھ ان کو کیا نسبت و محبت کس درجہ ہو
گی تا کہ جب کہ خلافت غاصبوں نے ... اور ان میں خود داخل نہیں جانے کا قسم یاد دلا کر
کیا تو آپ نے یہ ... جو ... موجود ہیں ... کلمہ ... ہیں ... ہیں ... ہیں

فتشکب لو یکن للمسلمین کالفۃ دون نفسی ... یزودھم ولیس بعدک مرجع یرجعون
الیہ فابعث الیھم رجلا مجربا واحضر صفۃ اھل البلاء والنصیحۃ فان اظھر اللہ فذالک
ما تحب وان تکن الاخری کنت ردءا للناس ومثابۃ للمسلمین ۔ انتھی

اب اس شوریٰ کے الفاظ سے غور کرنا چاہیئے اور اس سے اندازہ کرنا چاہیئے کہ یہ کس درجہ کا اور کیا نفع تھا اور جناب امیر جناب فاروق کو کافۃ المسلمین اور ردءا للناس اور مثابۃ للمسلمین کہتے تھے اور آپ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ اگر حضرت فاروق شہید ہوگئے تو بعد آپ کے فوج اسلام کا کوئی مرجع و ملجا نہ ہوگا اس غرض جب حضرت فاروق نے خود بنفس نفیس فارس پر فوج کشی کا قصد کیا اور جناب امیر سے مشورہ فرمایا تو جناب امیر نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا بلاغت سے نقل کرتا ہوں

وممن کلموہ وقد استشارھم عمر بن ... ورجوع آپ کی گفتگو کے جواب میں جناب
الخطاب فی الشخوص لقتال اھل فارس ... فارس کی لڑائی کے لیئے خود جانے کا مشورہ دیا میں
بنفسہ ان ھذا الامر لم یکن نصرہ ... دین کی فتح و شکست کچھ کثرت و قلت پر نہیں ہے
خذلانہ بکثرۃ ولا نصرہ بقلۃ وھو دین ... امر ہے کہ اللہ نے اس کو ظاہر کیا اور اس
الذی اظھرہ وجندہ الذی اعدہ ومدہ ... وشکر ہے جس کو بڑھایا یہاں تک کہ جہاں تک
حتی بلغ ما بلغ وطلع حیثما طلع ونحن ... پہنچا اور جس قدر ہے ظاہر ہوا ہم اللہ
علی موعود من اللہ والله تعالی ناصر جندہ ... کے وعدہ پر ہیں اور اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے
ومکان القیم بالامر مکان النظام من ... اور اپنے لشکر کا نگہبان ہے اور موتی رکھنے کے
الخرز یجمعہ ویضمہ فان انقطع النظام ... تاگہ کی طرح امر دین کا نگہبان ہے تاگہ ٹوٹ جاتا ہے
تفرق وذھب ثم لم یجتمع بحذافیرہ ... اور گر پڑتا ہے تو پھر نہیں ملتا اور جمع ہوتا
ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فھم ... ہے اور عرب اگرچہ اس وقت کم ہیں لیکن
کثیرون بالاسلام معزون بالایمان ... اسلام کی بدولت عزیز ہیں اور ایمان کی
وبالاجتماع ... بدولت ... اور اتفاق
... بالغلبہ ... کی
... من ... بعد

ان الاھاجم ان ینظروا الیک عند القول ... چیز میں چھوڑے گا وہ زیادہ مستحق ہوگا ان
ھذا اھل العرب فاذا اقتطعتموا استجلبتم ... میں سے کہ جو عرب تیرے سامنے ہے اور اگر کل کو تم
فیکون ذلک اشد لکلبھم علیک وطمعھم ... کو دیکھیں گے تو کہیں گے یہ عرب کی ہے جب
فیک فاما ما ذکرت من مسیر القوم الی ... اس کو اس کی جماعت سے قطع کر دیں گے تو جتنے رہ گئے
قتال المسلمین فان اللہ سبحانہ ھو کرہ ... ان سے تجھ پر ان کا شر اور ان کی طمع تجھ سے زیادہ ہوگی
لمسیرھم ھو ان یمدھم بمدد ... رہ گئے جن کا مسلمان کی لڑائی کے لیئے چلنا تو کیا تو سمجھتا
فیکونوا شرا علیک من مقامھم ... ہے کہ ان کے چلنے سے تجھ سے زیادہ مکروہ ہے وہ جس کو وہ
وما ذکرت من عدد ھذا الجمع الذی ... تیرہ کھتا ہے اس کے بڑھنے پر زیادہ قادر ہے اور جس
سمی بالکثرۃ فانا کنا نقاتل بالنصر والمعونۃ

کو تو نے ذکر کیا ہے اس جمع کا کہ جس کو کثرت سے اور ہم لڑتے تھے نصرت اور اعانت پر

جناب امیر کے اس کلام سے جس قدر کلیات فن سنت کے لئے حاصل ہوتے اور جس قدر دروں ثبوت حقیت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے پیدا ہوتے ان کے بیان تفصیلی کے لئے تو ایک دفتر چاہیئے یہ مختصر اس کی گنجائش نہیں رکھتا یہاں اس قدر گذارش کرنا ہے کہ اس کلام سے اندازہ کرنا چاہیئے کہ یہ ہیں جناب امیر جناب فاروق کس درجہ اتحاد اور ربط و ضبط تھا اور یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ جناب امیر اس وقت کے سواد کو بڑھ شہر خود اور دار الخلافہ کو اور تمام فوج و لشکر کو خصیان اور دون فروست سمجھتے تھے جس کے غلبہ کا وہ دین پر اندیشہ کرتے اپنے سوا کر رضی اللہ عنہم اجمعین کو ہرگز نہ سمجھتے تھے اور غلبہ دین کا ان کو ذمہ دار نہ ٹھہراتے تھے

آیت غلبہ دین

ھو الذی ... رسولہ بالھدی ... دین الحق لیظھرہ علی ... کل ... ہو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ... اس آیت کے بہت سے معنی ہیں اور ان معنی میں سے بہت سے معنی ایسے ہیں کہ جن کے لحاظ سے یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے اور اس دین کو جس پر وہ تھے اور جس کی وہ ہدایت و خصوصیت رکھتے تھے جناب امیر نے خدا کا دین قرار دیا اور جناب امیر نے اس وقت کے دین مسلم کو خود اور تمام صحابہ کو اور تابعین کو یا تو فرقہ ضالہ یا کافر خود ٹھہراتے تھے اور ان کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد فی سبیل اللہ اور ان کے مقتولوں کو شہید اور ان کے اموال کو غنیمت سمجھتے تھے اور یہ آیت ان کے حق میں ہے جو خدا کا لشکر ہیں اور خدا کے دین کو غالب کرنے والے ہیں اور خدا کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے والے ہیں اور جن کے ہاتھ سے خدا نے اپنے دین کو غلبہ دیا ہے اور جن کی شان سے اپنے پیغمبر کی مدد

آیت تمکین فی الارض

ہم آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اس موقع پر عرض کریں گے، سردست حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو بمنزلہ سمع و بصر کے فرمایا صاحب آیات بینات سلم فرماتے ہیں شیخ ابن ابوبکر قرشی نے کتاب مسانی الاخبار میں بروایت موسیٰ رضا سے روایت کی ہے عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر منی بمنزلۃ السمع و انا منہ بمنزلۃ البصر و ان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد و انا منہ، اور تفسیر برحن عسکری سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے تجرت کی شب میں ابوبکر بصدیق سے کہا کہ جبرئیل منی بمنزلۃ السمع و البصر و انا من الجسد و بمنزلۃ الرأس منہ۔ اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کلمات عالیات سے صاف واضح ہے کہ شیخین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا درجہ تھا اور اس سے قیاس کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کی کیا قدر و منزلت ہوگی اور جب ان کا یہ رتبہ ہے تو ان کی محبت کو ان کے ساتھ کس قدر محبت ہوگی اور ان کی محبت کے ساتھ کیسی نعمت ہوگی جس سے ثابت ہوا کہ جو کچھ فضائل و مناقب ایک دوسرے کی نسبت فرمائیں گے وہ حق اور واقعی اور نفس الامر میں ہوں گے نہ از روئے تقیہ کہ جب از روئے اعتقاد باطل ہیں تو اس سے ایمان میں کیا خلل آسکتا ہے اور اس کا جواب ہم نے اس اعتراض کے ضمن میں بھی دیا ہے۔

حضرات شیخین کی فضیلت

ما نقل عن علی علیہ السلام انہ قال لسبطین ... سید اولاد انبیاء و فضیلہ ... و شیخین ... و بکر فضیلہ قال قوم ... و ابن ... شیخین ... ما یقرب ... ما نقل ... بہ الصحابۃ قال عمر ... ، الجمع ... و ضرب ... فضیلہ ... نظر ... و ... عثمان ... و ... ما ... و ... ما نقل ... ما ... ما ... ما

دلیل اول: اثبات نبوت خاتم الانبیاء ﷺ کی حقانیت

نہ ہوا الا اطلاق اسم جموت سو یہ ایک لفظی امر ہے کہ جو راجع الی الاصطلاح ہے ورنہ لغۃ یہ اطلاق بھی صحیح ہے اور لفظ امام تو قطعاً عام ہے جس کا اطلاق لسان شرع میں انبیاء پر بھی کیا گیا ہے اور دوری نزول وحی کا جو حسب ادعا حضرت شہید ثالث انبیاء کے ساتھ مختص ہے ائمہ میں نہیں پایا جاتا ہے ہے لیکن حضرت شہید ثالث کا یہ زعم باطل ہے کیونکہ ائمہ کو خصوصاً جناب امیر کو آخر محدث تو فرماتے ہی ہیں اور محدثیت حسب تصریح محمد بن یعقوب الکلینی اسی کا نام ہے کہ نزول فرشتہ کا ہو اور اس کی آواز سنے لیکن اس کے جثہ کو نہ دیکھے پس اگر اس کا نام وحی نہیں ہے تو یہ امر بھی راجع الی اصطلاح ہے اور نزاع لفظی، غرض ہر کیف یہ دو وصف ایسے ہیں کہ جن میں انبیاء سوائے ائمہ کے شعر ہیں اور جب اتحاد و اشتراک فی الاوصاف ثابت ہو تو ہم کہتے ہیں کہ منجملہ اوصاف نبی کے ایک یہ بھی وصف ہے کہ انبیاء کے ساتھ عادت اللہ جاری ہے کہ نبی کے مقابلہ میں متنبی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہرگز اپنے دعویٰ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہے بمقابلہ معجزات نبوی کے اس کے سب استدراجات منقلب اور منعکس ہو جاتے ہیں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہمیشہ خوار و مخذول اور مقہور ہوتا ہے اور ہرگز فروغ نہیں پا سکتا حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک کوئی نظیر ایسی نہیں ملے گی کہ کسی شخص نے بمقابلہ کسی نبی کے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو اور وہ اپنے دعویٰ میں کامیاب ہوا ہو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور سجاح وغیرہ کے قصص و حکایات تاریخ کے واقعوں پر مخفی نہیں اور کیونکر ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ بمقابلہ اپنے نبی مرسل کے جھوٹے مدعی کو غالب اور کامیاب کرے اگر ایسا ہو تو محض تلبیس ہے خداوند تعالیٰ شانہ سورہ مومن میں ارشاد فرماتا ہے۔

ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ و ان یک	اور گر وہ جھوٹا ہو گا تو پڑے گا اس پر اس کا جھوٹ
صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم	اور گر وہ سچا ہو گا تو تم پر پڑے گا کوئی وعدہ جو وہ کہتا
ان اللہ لا یہدی من ہو مسرف کذاب	ہے بے شک اللہ نہیں راہ رکھتا اس کو جو ہو حد سے گذرنے والا

جس کا حاصل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹے مدعی کی برہانی بینات اور معجزات کی صرف نہیں کرتا کہ نبوت کا جھوٹا دعوے کرکے کامیاب ہو جاوے تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کا دعویٰ کذب نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر یہ دعوے کذب ہوتا تو یہ معجزات اس کے لئے اور بینات ظاہر نہ ہوتے اور خدا تعالیٰ ان پر قدرت نہ دیتا صاحب تفسیر صافی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قیل احتجاج ثالث ذوی جہلہم علی	کہتے ہیں کہ یہ تیسرا استدلال ہے ان لوگوں پر جو نبوت
انہ لو کان صادقا لما ایدہ اللہ	پر کہ اگر موسیٰ سچا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو

البینات و لما عضدہ بتلک المعجزات۔ بینات کیلئے پابند نہ کرتا اور ان معجزات سے اس کو تقویت نہ دیتا

اور جب نبوت اس وصف کے ساتھ متصف ہے اور نبی کے ساتھ عادت اللہ جاری ہے کہ متنبی ہمیشہ مخذول ہوتا ہے تو چونکہ امامت بھی جمیع اوصاف مہمہ میں نبوت کے ساتھ متحد ہے اور مقاصد میں اس کی مشارک ہے تو امامت بھی لامحالہ اس صفت کے ساتھ متصف ہوگی اور امام کے ساتھ بھی یہ ہی عادت اللہ جاری ہوگی کہ اگر کوئی شخص نیابت رسول اور امامت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہرگز اپنے دعویٰ میں کامیاب نہ ہوگا اور مخذول و مقہور ہوگا اگر ایسا نہ ہو تو قطع نظر ان مفاسد بے شمار اور قبائح غیر متناہی کے جو اس تلبیس سے لازم آتی ہیں اشتراک فی الاوصاف اور اتحاد فی الخواص جو نبوت کے ساتھ ہے وہ فوت ہو جاوے گا تو ضرور ہوا کہ امامت کے لئے بھی یہ وصف لازم ہو اور امام میں بھی یہ خاصہ پایا جاوے بعد اس کے ہر جناب رسالت مآب صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے خلفاء میں بموجب اس قاعدہ کے تامل کی نظر سے دیکھتے ہیں بعد اس امر کے کہ ہم فرضاً حسب مزعوم شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین امام برحق اور خلیفہ راشد جناب امیر تھے تو بداہۃ یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ حسب قاعدہ مرقومہ جناب امیر جانشین نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوں تو جو لوگ بالمقابل کذاباً و عداوتاً مدعی خلافت ہوئے وہ مخذول و مطرود ہوں اور ان کی خلافت ہرگز مستقر نہ رہی بلکہ ان کا انجام خواری و خرابی و تباہی و بربادی ہو لیکن جب ہم واقعات میں نظر کرتے ہیں تو معاملہ بالعکس پاتے ہیں اور قضیہ منقلب دیکھتے ہیں اور وہ یہ کہ بعد وفات جناب سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل التحیات والتسلیمات جناب امیر کے سامنے اور آپ کی موجودگی میں تین شخص یکے بعد دیگرے مدعی خلافت ہوئے اور امامت کا دعوے کیا اول ان میں سے ابوبکر صدیق ہیں دوسرے عمر بن الخطاب تیسرے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پس دو حال سے خالی نہیں کہ یا یہ تینوں حضرات اپنے دعوے میں کاذب تھے یا صادق اگر کاذب تھے تو واجب تھا کہ وہ اپنے دعویٰ میں کامیاب نہ ہوتے بلکہ مخذول ہوتے لیکن ہر عقل و رائے دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے دعویٰ امامت میں ایسے کامیاب ہوئے کہ امام برحق سے بھی فی الجملہ فروتر گئے اور انھوں نے اپنے اس دعویٰ کی تصدیق اسلام کی کایا پلٹ ترقی کرکے ایسی طرح دکھلائی کہ اپنے دعوے کو جمیع دعاوی پر غالب کر دیا اور خدا تعالیٰ نے ان کو وہ قدرت دی کہ دنیا کی دنیا اپنے رسول کی جانشین ہوئے تھیں اس کی یہ ہے کہ اسلام کی دو شاخیں اور دو جہتیں ہیں ایک جہت دین کی ترقیات اور دوسری جہت دنیاوی ترقیات، ترقیات جہت دین تو اس صورت سے ہے کہ

مثلاً شریعت کا شیوع اور رواج ہو، حدود و قصاص جاری ہوں، عالم میں کتاب الٰہی کا درس ہو
کفر و کفار نگوسار ہوں، اور کلمۃ اللہ ہی العلیا صادق آوے شعائر اسلام کا زور و شور ہو اور علی ہذا امیال
اور ترقیات جہت دنیاویہ کی یہ صورت ہے کہ شمال و دولت کی اہل اسلام میں کثرت ہو، اور بہادر
ملوک عرش اداں اہل اسلام ہوں سلاطین باجگذار اسلام ہوں قری و امصار و ولایات اور قطع میدا
جاگیرات اہل اسلام کے بکثرت متصل و تصرف میں ہوں وغیرذلک اب ہر دو قسم اسلامی خلافتوں کی
کو جو زمانہ خلفاء ثلثہ میں ہوئی نظر عمیق سے دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام کی ادنیٰ
حالتوں کی ترقی زمانہ خلفاء ثلثہ میں اوج کمال پر پہنچ گئی تھی پھر جب ہر دو دعویٰ خلافت کے سب تو
وجود خلافت میں غور کرتے ہیں تو تین طرح سے پاتے ہیں اول تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان خلفاء کے
واسطے سے گویا تمام عالم میں شعائر اسلام کو پھیلایا اور دین اسلام کو ان کے ذریعہ سے تمام ادیان پر
غالب کیا کثرت جہاد سے کفر و کفار نگوسار ہو کر کلمۃ اللہ ہی العلیا کا مصداق ان ہی خلافتوں کا زمانہ اور
ان ہی کی سعی کا نتیجہ ہے غرض جو اصلی غرض ارسال رسل اور نصب خلفاء سے تھی کہ دین اسلام کو
شیوع و رواج ہو وہ بخوبی خلفاء ثلثہ کی خلافتوں سے حاصل ہوا، اور خدا تعالیٰ نے ان کو ان امانت
کی تمکین عطا فرمائی اگرچہ یہ حضرات اپنے دعوے خلافت میں کاذب ہوتے تو ممکن تھا کہ وہ مقابلہ
خلیفہ و امام برحق کے اپنے دعوے میں کامیاب ہوتے اور حق تعالیٰ ان کو مقابلہ خلافت کے حصول
پر تمکین دیتا دوسرے یہ کہ اسلام کی مثل دنیاوی کی ترقی بھی خلفاء کے ذریعہ کمال کو پہنچ گئی اور خزائن
کسریٰ و قیصر جن کا وعدہ حصول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے کھودنے کے وقت
زجت و بشارت کے ساتھ فرمایا تھا ان ہی خلافتوں کی بدولت اہل اسلام کے ہاتھ آئے بلکہ ہر چہار
طرف سے اموال ٹوٹ پڑے اور خزائن کے منہ کھولے گئے اگرچہ صرف دنیاوی ترقی حقیقت کی حجت
دین نہیں ہو سکتی لیکن چونکہ حصول وعدہ خداوندی کو متضمن ہے جو رسول کی زبانی ہوا، اور نیز
باعتبار ترقی دینوی بمنزلہ ثبوت حقیت خلافت کی دلیل ہو سکتی ہے تیسرے یہ کہ ان کے زمانہ
خلافت میں ان کی خلافتوں کو تمام قاصی و دانی نے اپنا مقتدر عزیز و اولیٰ دین سب نے حق تسلیم کر لیا
جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو وہ قدرت و تمکین دینی کہ تمام روئے زمین کے طبع
و منقاد ہو گئے اور یہ تسخیر و انقیاد اگرچہ بھی کمی و بیشی حصول مہمات خلافت آخر تک بنگ یا تمکین
حق تعالیٰ ہی ہمیشہ رہا، اور یہ تسخیر جماعت عامہ مسلمان کی جن کی شان میں صلح سبط نے فرمایا ہے

وانا ابید انہ ما بلغ ہذا الامر بکم ولا بنا ولکنہ شیء ادخرہ اللہ لہذہ الامۃ لیبتلی بہ ولاۃ امورہا

ان الشاذ من الناس للشیطان۔ باجمع ہو کر کہ جدا ہونے والا ان میں شیطان کا شکار ہوتا ہے

اور سواد اعظم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جس کی شان میں ہے ثلاثۃ معہم السواد الاعظم
سوائے چند مدعی تشیعین کے حسب خلافت خلفاء ثلثہ کے معتقد اور قائل رہیں گے پس اس سے زیادہ
خداوند تعالیٰ کی طرف سے اور کیا تمکین و عطائے قدرت ہو سکتی ہے تو اس سے مثل آفتاب کے
ظاہر و باہر ہوا کہ یہ حضرات خلفاء اپنے دعوی خلافت میں ایسے صادق تھے کہ اس سے زیادہ کسی کو
حاصل نہیں ہوتا اور غالب کے لئے دعویٰ کیا جاتا ہے اور مثل جدیت ادیہ کے ثابت ہو
کہ یہ دعوے جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر شخص جناب
امیر تھے اور ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہم غاصب خلافت تھے کہ حق جناب امیر کا بزور غصب
کر کے متقلد خلافت ہو گئے کذب اور باطل اور موجب زوال ہے کیونکہ اگر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ابوبکر فضل جناب امیر ہوتے اور خلفاء ثلثہ جائر و غاصب اور پھر بھی مدعی خلافت حقہ پر
خلیفہ برحق ہوتے تو ہرگز اپنے دعوے میں کامیاب نہ ہوتے اور وہی سنت اللہ جو عیان ثبوت
میں جاری ہوئی ہے ان مدعیان خلافت میں بھی جاری ہوتی تو اس سے مثل آفتاب فیروز ثابت ہو
کہ حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم اور برحق اور خلیفہ راشد تھے اب مجھ کو یہ بیان ہوتا ہے کہ بعض کو غلط
کس وجہ سے کہ ان کو مقدمات دینیہ کی پورے طور پر واقفیت نہ ہوئی شاید یہ اعتراض کریں کہ
بہت سے علوم مسلمہ مثل ہیئت و ہندسہ کے ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے بتقاضائے حکمت کے
فرمایا ان کو تمکین دینی اور نصرت اقرانی و اعصار ان کی سعی و کوشش سے مفتوح ہوئے تو اس دین
کے اقتضاء سے کہ بھی برحق اور خلیفہ راشد کہنا چاہیے حالانکہ وہ سلاطین باتفاق فریقین
خلفاء راشدین میں سے نہیں ہیں تو اس کا جواب اول یہ ہے کہ اس دین کے مقدمات کو بھی صرف
مذہب حصر پہنچے گر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے تو اصول شیعہ پر بھی وارد ہوتا ہے اس کا جواب
بھی وہی دیویں تو جواب ہمارا بھی ہو سکتا ہے کہ نبوت و امامت مشارک فی الاوصاف والخواص ہیں ہم کب
قائل ہیں کہ ہر قائد و ذی سیاست و ہر جب یہ مقدمات مسلم خصم ہیں تو جو ان پر امیر ہو اس
کا جواب وہ خصم سے مطالبہ کرے ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ بعد خلفاء کے ترقیات اسلامی مرد حیثیت
دینی اور دنیاوی میں کامل ہوئی کسی کو تمکین نہیں ہوئی اور اگر قدرت و تمکین ہوئی ہے تو صرف
دنیاوی ترقی میں جو حق سبحانہ سے بمنزلہ استدراج ہوئی ہے اور دینی ترقی جو مقابلہ خلافت سے
ہے ہرگز کسی خلیفہ جائر کو بھی ہرگز نہیں حق تعالیٰ نے کتاب معتبر و ثابت کر سکتے

میں علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی منہج البلاغۃ کی اپنی شرح کبیر مسمّٰی بمصباح السالکین میں اس خطبہ کی شرح میں جس کا عنوان یہ ہے ومن کلام لہ ؑ لما بویع بعثمان بعد مقتل عمر انی احتل بھا من غیری و للہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیھا جور الا علی خاصۃ، فرماتے ہیں۔

فان قلت اسئلک من وجھین ۔ اول	اگر تو سوال کرے کہ میں دو وجہ سے ہے
ما وجہ مبالغتہ فی ھذا الامر ۔	اول تو یہ کہ امامت میں آپ کی بیعت کی کیا
ثانی کیف سلموھا مع علمھم	وجہ ہے دوسرے یہ کہ یہاں تو وقت حوف
بتقدمہ وھم یسلموا لعلی یہ المفاضلۃ	فتنہ کے تھا پھر کیا وجہ ہے کہ علی ؑ کے
ویزیحوہ مع انہ اعظم فی حربھم	باوجود یہ امر فتنہ کے شمشیر کیا ہیں کہ
قلت اجیب عن الاول ان الامر	پہلے بعد قتل عمر کے بیعت کی ہے
الثانی ان الذین بایعوا ابابکر	دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جنہوں
بایعوا معاویۃ فی کرۃ بعد کرۃ	نے ابوبکر کی بیعت کی ہے انہوں نے معاویہ
بمقتضی ما ھو مرکوز فی طباعھم	کی بھی کرتے ہیں وہ اس کے امور دنیا کے
انتھی ملخصا۔	طلب کرنے میں مرتکز ہے۔

مضمون سابقہ ایک نئے انداز سے

شیخ مفید ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ عوامی امت کی کامیابی کے لئے پہلے عوامی امت میں جس کی خصوصیات اسلامی ہیں یہ دو شق ہیں قدرت ہے اس چیز کی کہ وہ اپنے رجحانات کو امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منتقل کرتے ہیں دوسرا وہ اختیارات جو ان کے ان کو حق تسلیم کرنا ہے اگر امت کا انتخاب جس پر وہ متفق ہے وہ ان کی شان میں وہ ان کے صاحب حوصلہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور وہ ان کی خلافت کی اہلیت کی وجہ سے ہے پس جب یہ دونوں باتیں ان میں پائی جائیں تو ان کی امامت ثابت ہو جائے گی اور ان کی بیعت واجب ہو جائے گی اور ان کی مخالفت حرام ہو جائے گی اور ان کی اطاعت فرض ہو جائے گی اور ان کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہو جائے گی اور ان کی اطاعت کرنا ان کی رعیت پر واجب ہو جائے گا۔ اور ان کی مخالفت کرنا ان کی رعیت پر حرام ہو جائے گا۔ اور ان کی نافرمانی کرنا ان کی رعیت پر کبیرہ گناہ ہو جائے گا۔ اور ان کی اطاعت کرنا ان کی رعیت پر واجب ہو جائے گا۔ اور ان کی مخالفت کرنا ان کی رعیت پر حرام ہو جائے گا۔ اور ان کی نافرمانی کرنا ان کی رعیت پر کبیرہ گناہ ہو جائے گا۔

خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہے۔

خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے اثبات کی دوسری دلیل آیت سورہ نور سے

وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ضرور ان کے لئے ان کے اس دین کو جو پسند فرمایا ہے ان کے لئے اس کو قوت و تمکن عطا فرمائے گا اور ضرور ان کے خوف کے بعد ان کو امن عطا فرمائے گا وہ میری پرستش کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وہی نافرمان ہیں۔

آیت ہذا سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں اول تو یہ کہ حق تعالیٰ نے محض مومنین فاضلین کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص مومن ہے تو وہ ضرور ہی نیک ہے تو وہ ضرور ہی فاضل ہے خواہ اس کو اس کی فضیلت معلوم ہو یا نہ ہو۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ الذین کی اضافت ہوئی ہے کہ جس کے ساتھ تمام جنس کا استغراق ہو سکتا ہے اور اگر ایسا ہو تو پھر اس کے ساتھ ان لوگوں کا بھی استغراق ہو جائے گا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان کے ساتھ ان لوگوں کا بھی استغراق ہو جائے گا جو ان کے بعد آئیں گے اور اگر ایسا ہو تو پھر اس

کہ حواسین شہید نے تصریح فرمائی ہے کہ جو کلام کہ خطاب مشافہ کے لئے موضوع ہے وہ حاضرین کے ساتھ ہی مختص ہوتی ہے۔

شیعہ کے شہید ثانی کیا کہتے ہیں؟

آپ کے علامہ شہید ثانی معالم الاصول میں تحت عنوان پر فرماتے ہیں

و ما وضع لخطاب المشافهة نحو یا ایها الناس و یا ایها الذین صنو و یعم بصیغة من تاخر عن زمن الخطاب و انما ثبت حکمه للمعدوبین لدلیل اخر و هو قول الصحابة و اکثر اهل الخلاف۔	اور جو الفاظ خطاب مشافہ کے لئے موضوع ہیں مثل یا ایہا الناس و یا ایہا الذین صنو کے اپنے صیغہ کے ساتھ ان کو شامل نہیں ہوتے جو زمانہ خطاب سے پیچھے ہیں اور ان کا حکم ان کے لئے صرف دوسری دلیل سے ثابت ہوتا ہے اور وہ صحابہ کا اور اکثر اہل خلاف کا قول ہے

اور خلاصہ کریہ عبارت موضوع لمشافہ ہونے تو حاضرین کے ساتھ مختص ہونے کی دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تم میں سے بعض کو خلیفہ بنائیں گے اور اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہیں ہو۔ اور خلف عن سلف ہے لازمی ہے یہ وعدہ واقع ہوگا ورنہ خلف وعدہ لازم آئے گا جو محال ہے اور جو امر مستلزم محال کو ہے خود محال ہے اب واقع ہونا استخلاف موعود کے دو حال میں ہے یا تو استخلاف سے یہ مراد ہو کہ ہر امتی یا مستخلاف کریں گے اور جب نفس یا مستخلف فوت ہو گیا دوسری پر کہ موجود ہے کہ وہ خلیفہ بنا دیں گے تو نفس استخلاف واقع کریں گے یہ محال ہے اس لئے کہ وجود باطل ہے اور معنی استخلاف یہ ہیں فعل خلافت ہے اور یہ معنی ہے کہ وہ نفس معین نہیں ہوتے اور نفس یا مستخلف معین مستخلف نہیں ہوتا اس صورت میں لازم آتا ہے کہ وعدہ کچھ فائدہ نہ دے اور کہ جس کچھ اور یہ ہی خلف وعدہ ہے اور یہ بھی محال ہے۔ اور یہ بھی خارج ہے کہ استخلاف سے نفس یا مستخلف ہیں مراد ہے اور یہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ استخلاف کے جو امور اللہ تعالیٰ نے بندہ کی طرف استخلاف کی نسبت فرمائی ہیں مثل تبدیل امن و خوف سے امن سے اور ہوا ہے کہ وعدہ استخلاف سے نفس استخلاف ہے نفس یا استخلاف کیا کہ وہ آپ ان سے کہ استخلاف ہی وقت فوت ہوا ہے اس سے بعد استخلاف نہیں ہوا اور نفس استخلاف ہوا تو نفس یا استخلاف ہوا تو فوت ہوا ہے اس سے بعد استخلاف نہیں کیا کہ جب نفس یا استخلاف واقع ہوا ہے

کیونکر مستلزم ہوگی کیونکہ اگر حق تعالیٰ استخلاف پر نفس فرمائے تو یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ واقع ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ عباد اس کو نہ مانیں اور اس پر عمل نہ کریں چنانچہ حسب مزعوم شیعہ ایسا واقع ہوا تو پھر ترتب ان ثمرات و نتائج کا کیونکر ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ثمرات و نتائج بھی داخل وعدہ ہیں تو خلف وعدہ وان میں لازم آیا اور یہ محال ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ احتمال ثانی متعین ہے۔

آیت تمکین سے بقول شیعہ مہدی مراد ہیں؟ اس کے جوابات

ثانیاً حق تعالیٰ شانہ نے اس موعود کو اس نص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو گذشتہ لوگوں کے لئے ہو چکا اور ظاہر ہے کہ پہلے لوگوں میں صرف نص بالاستخلاف نہیں تھا بلکہ نص استخلاف تھا تیسرے پارہ میں ہے

وعد الله الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدونني لا یشرکون بی شیئا۔	وعدہ دیا اللہ نے تم میں سے جو یقین لائے اور نیک کام کئے البتہ خلیفہ بنائے گا ان کو ملک میں جیسا کہ خلیفہ بنائے گا ان کو جو تم سے پہلے ہیں البتہ جما دے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کیا ان کے لئے اور البتہ بدل دے گا ان کو بعد ان کے ڈر کے امن سے عبادت کریں گے میری کسی کو شریک نہ کریں گے میرا

بلکہ مراد وہ خلافت و ریاست راشدہ و دائمہ و سلطنت حقہ ہے جو اہل حق کے مشرق و مغرب دنیا میں اسلام کے لیے ہو اور جس سے غلبہ دین حنیف اسلام پایا جائے اور اس پر ہمارا چلہ (رسالت) کرتی ہیں اور یہ کہ جب حضرات شیعہ کے مفسرین نے اس آیت شریفہ کو حسب روایت خود حضرت امام مہدی کے استخلاف پر محمول فرمایا ہے چنانچہ محمد بن مرتضیٰ صاحب تفسیر صافی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

وانتقی نزلت فی القائم من آل محمد
و یملأ الارض من اھل البیت فقط
فی جمیلی عن ابی محمد قال سمعت ابی
فی شی یسأل عن علی بن الحسین
انہ قال ذاک ھو القائم الذی تنتظر ولادتہ
یملأ ذات الله یدی رجل منا وھو یلی
ھذا الامر وھو الذی قال رسول الله لو لم
یبق من الدنیا الا یوم لطول الله ذلک الیوم
حتی یلی رجل من عترتی اسمہ کاسمی
یملأ الارض عدلا وقسطا کما ملئت ظلما و
جورا قال وھو الذی یشک فی ولادتہ من
بعدی فمن شک فیہ فقد شک فی یوم من
ایام الله ومن انکر شیئا مما یقول فقد
انکرنی وقد کفر لان الخلف من الائمة
بعد السلف منہم ومن ولدہ ابنی
ھذا الذی اسمہ اسمی وکنیتہ کنیتی
یشبہ فی غیبتہ الحجج فی طول اعمارھم
حتی یظھر بقدرۃ الله تعالی فی صورۃ
شاب دون اربعین سنۃ ذلک لیعلم
ان الله علی کل شی قدیر

ترجمہ: قرآن میں ہے کہ زمین قائم آل محمد سے بھر جائے گی اور یہ کہ اہل بیت ہی زمین کو بھریں گے جمیلی نے امام محمد سے روایت کی کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ وہ امام زین العابدین سے کسی شے کے بارے میں سوال کرتے تھے تو فرمایا کہ وہ قائم ہے جس کی ولادت کا انتظار ہے خدا اس کے ہاتھ پر پوری زمین کو بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اور یہ وہی ہے جس کے بارے میں رسول خدا نے فرمایا کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے تو خدا اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص کے ہاتھ پر پوری زمین عدل و قسط سے بھر جائے گی جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اور یہ وہی ہے جس کے بارے میں لوگ شک کریں گے اور جس نے اس میں شک کیا اس نے خدا کے ایک دن میں شک کیا اور جس نے اس کے کسی قول کا انکار کیا اس نے مجھ کو جھٹلایا اور کافر ہو گیا کیونکہ میرے بعد ائمہ میں سے ہر امام کا جانشین اور اس کے بعد اس کی اولاد ہے اور یہ میرا بیٹا جو میرا ہم نام اور ہم کنیت ہے حجج کی طرح طول عمر پائے گا یہاں تک کہ خدا کی قدرت سے ظاہر ہوگا اور چالیس سال سے کم عمر کے جوان کی صورت میں ہوگا تاکہ لوگ جان لیں کہ خدا ہر شے پر قادر ہے

وانما امتنع فی عھد نفسہ
الی غیر ذلک من الروایات

اور یہ امر اس لیے ممتنع ہوا کہ ان کا زمانہ نہ تھا
اور اس طرح کی اور بہت سی روایات ہیں

تو ظاہر ہے کہ ان کی خلافت و حضرات شیعہ کے نزدیک منصوص راشدہ ہے تو اگر اس آیت سے استخلاف حق مراد نہیں تھیں اور خلافت راشدہ پر یہ آیت دلیل نہیں تو اس کا نزول ائمہ اثنا عشر کے لیے جن کی خلافت راشدہ ہے کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ سب روایات جن میں نزول آیت کا امام غائب عجل اللہ فرجہ الشریف کے لیے بیان کیا گیا ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس سے استخلاف موعود سے مراد استخلاف امام مہدی ہے سب موضوع ثابت ہوئیں کیونکہ جب کہ اس آیت سے استخلاف حق اور خلافت و امامت راشدہ مراد ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا بفضل روایات ہیں جو حضرات شیعہ امامیہ نقل کرتے ہیں کہ امام مہدی سے استخلاف تمکین دین حق مراد ہے اور آیت قرآنی میں نص کیا ہے

ولی بکال عن عبد الله بن عطاء قال
لقد حدثنا جابر بن یزید
کتابہ وما سمعت منہ شیئا قط اکذب
امیون یقول حدثنی وصی الاوصیاء
وحامل علومھم وما ذبح لی ولا لاھل بیتی
ذبیحۃ منذ کذا وکذا سنۃ یعنی منذ کذا
وکذا یوما وما وطئت لی ولا لاھل بیتی
وطاء منذ کذا وکذا سنۃ یعنی یوما
وما لبسنا ثوبا غلیظا منذ کذا وکذا
سنۃ یعنی یوما وما لبسنا ثوبا رقیقا
منذ کذا وکذا سنۃ یعنی یوما
وما لبسنا ثوبا قطنا منذ کذا وکذا
سنۃ یعنی یوما وما لبسنا ثوبا
وما لبسنا ثوبا
وما لبسنا ثوبا
وما لبسنا ثوبا
وما لبسنا ثوبا
وما لبسنا ثوبا
وما لبسنا ثوبا
وما لبسنا ثوبا
وما لبسنا ثوبا
وما لبسنا ثوبا
وما لبسنا ثوبا

اور کلینی نے کے نے روایت کیا ہے اور مرتضیٰ میر
قارئ کے زمانہ میں ہوگا

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا وعدہ تمکین کس زمانہ میں پورا ہوا

دونوں احتمالوں کو غلط پاتے ہیں اور تیسرے احتمال کو متعین دیکھتے ہیں اگرچہ ابطال احتمال اول پر کسی کو کچھ چنداں تجشم استدلال کی ضرورت نہ تھی کیونکہ مفسرین و محدثین شیعہ نے اس کو امام مہدی پر محمول کرکے اور اس کے نزول کا مورد متعین کرکے خود اس احتمال کو باطل کر دیا لیکن چونکہ بعض شیعہ جب شکنجۂ انتظار علماء اہلسنت میں گرفتار ہو کر میدان فرار تنگ دیکھتے ہیں تو ایسی پوچ احتمال اور واہی توجیہ پیش کرنے لگتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ مختصراً اس احتمال کے ابطال کی طرف بھی اشارہ کیا جائے اور ضمناً بتعاً اس کا ابطال بھی معرض اثبات میں لایا جاوے پس واضح ہو کہ ہر دو احتمالات کا بطلان ایسا واضح اور بدیہی ہے کہ اگر ذرا آیت میں تامل کیا جاوے تو ان کا بطلان بے تکلف فہم میں آسکتا ہے، احتمال اول کے ابطال کے لئے پس یہ ہی وجوہ کافی ہیں کہ اولاً حق تعالیٰ شانہ نے یہ وعدہ مومنین کے ساتھ فرمایا ہے، اگر مراد اس سے فتح مکہ ہوتا تو یہ وعدہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا اور تبعاً مومنین بھی اس میں داخل ہوتے۔

انبیاء کے خواب کی حقیقت

ثانیاً یہ کہ خداوند تعالیٰ نے فتح مکہ کو بصورت رویا کے دکھلایا تھا اور چونکہ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتی ہے تو اس لئے اس کا وقوع حتمی ہوتا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ امنین محلقین رؤسکم و مقصرین لا تخافون، اور نیز اس کو فتح کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے وجعل من دون ذلک فتحا قریبا، اور اذا جاء نصر اللہ والفتح، تو اس سے بشرہ ذوق سلیم صاف سمجھ میں آتا ہے کہ یہ واقعہ دوسرا ہے۔ ثالثاً ممکن ہے کہ اس آیت کا نزول بعد فتح مکہ کے ہو۔ رابعاً سلمنا کہ نزول اس آیت کا قبل فتح مکہ کے ہے تاہم عند الشیعہ فتح مکہ پر حمل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سورت میں وعدہ استخلاف کو الذین امنوا وعملوا الصالحات کے ساتھ مشیہ کرنا اور تخصیص موعود لہم کی اہل ایمان و صلاح کے ساتھ کرنا بالکل لغو ہوگا، اور قبہ الذین امنوا وعملوا الصالحات کی برابر فضول ہوگی کیونکہ حسب تصریحات قومیہ یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ بعد کفار مکہ کے استخلاف جیسا کہ کاملین فی الایمان اور عاملین صالحات کو نصیب ہوا اس سے زیادہ ان صحابہ کو نصیب ہوا کہ بزعم خود ہر تر از کفار تھے نعوذ باللہ من ذلک اور اگر سب مومنین اور عاملین صالحات تھے تو ہم جبا بالوفاق ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں خاص ممکن نہیں کہ اس آیت کا مورد فتح مکہ ہو سکے کیونکہ اس آیت میں بعد استخلاف

کی جو دو صفتیں ذکر فرمائی ہیں ان کا مصداق ہرگز فتح مکہ کا زمانہ نہیں ہو سکتا، اول ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ ان کے لئے دین پسندیدہ کو متمکن اور راسخ کرے گا اور دوسرے فرمایا کہ ان کے مطلق خوف کو امن سے بدل دے گا اور امن تام حاصل ہو جاوے گا اور یہ دونوں امر فتح مکہ کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوئے کیونکہ جب دو سلطنتیں عظیم کسریٰ و قیصر کی جو بالکل مخالف اسلام کے حتی پہلو بہ پہلو لگی ہوئی تھیں جن کی ظاہری قوت و شوکت اور عدد و عدد کے مقابلہ میں اہل اسلام کو کچھ نسبت نہ تھی تو ایسے دشمنوں کے محاصرہ میں جب تک وہ مغلوب نہ ہوں اور ان کی شوکت و شفت نہ ٹوٹی کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ دین کو تمکین و استقرار حاصل ہو گیا اور خوف امن سے بدل کر امن تام حاصل ہو گیا بلکہ تمام عرب میں بھی اسلام شائع نہیں ہوا تھا بلکہ علی زعم حضرت کے اصحاب اکثر منافقین و کفار و فساق تھے تو ایسی حالت میں کیونکر تمکین دین اور امن تام حاصل ہو سکتا ہے تو اس سے بداہتہً معلوم ہوا کہ اس آیت کا مورد فتح مکہ نہیں ہو سکتا، شاید اس جگہ تمہارے فاضل مخاطب کو یہ شبہ واقع ہو کہ حق تعالیٰ شانہ فتح مکہ کے بیان میں بھی فرماتا ہے امنین محلقین رؤسکم و مقصرین لا تخافون جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایام فتح مکہ میں امن حاصل ہو گیا اور خوف زائل ہو گیا تو اس صورت میں مصداق و لیبدلنہم من بعد خوفہم امنا کا بھی واقعہ فتح مکہ ہو گا جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ شبہ عدم تدبر اطراف و جوانب کلام اور نظم کے ماقبل و مابعد میں غور نہ کرنے سے ناشی ہوا ہے ورنہ فی الحقیقت اس میں اور اس میں فرق زمین و آسمان کا ہے کیونکہ آیت سورہ فتح میں اس طرح واقع ہے۔ لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ امنین محلقین رؤسکم و مقصرین لا تخافون جس سے صاف واضح ہے کہ اس جگہ امن و عدم خوف دخول مسجد کی قید واقع ہو رہی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو خوف تم کو دخول مسجد کے وقت کفار مکہ سے بسبب اپنے ضعف و قلت اور کفار کے شوکت و کثرت کے ہوتا وہ خوف تم کو دخول مسجد حرام کے وقت نہ ہوگا، اور اس خوف سے تم امن ہو گے نہ یہ مراد ہے کہ تم کو اس وقت امن تام اور عدم خوف کامل حاصل ہو جائے گا یہ تو سراسر واقع کے اور عقل کے خلاف ہے جب تک دو سلطنتیں مخالف ذات قوت و شوکت برابر موجود ہیں ہرگز خوف زائل نہیں ہو سکتا اور امن تام حاصل نہیں ہو سکتا تو بقرینہ سیاق نظم ماقبل میں ادنیٰ تامل سے مفہوم ہو سکتا ہے کہ اس جگہ امن و عدم خوف سے وہی مراد ہے جو کفار مکہ کے لئے حاصل ہوا اور آیت سورہ نور میں ارشاد فرمایا ہے۔ لیستخلفنہم فی الارض و لیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم

ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ اس نظم کے سیاق سے بداہۃً واضح ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو جانشین فرمائے گا جس کے سبب سے تمہارا دین تمام ادیان پر غالب ہوگا اور تمہارے دین کو مستقر و متمکن فرمائے گا اور جس قدر کفر و کفار کی شوکت ہے سب ٹوٹ جائے گی اور تم کو خوف کے بدلے امن مطلق اور زوال فرمائے گا جس کو معمولی سی بھی فہم ہو وہ اس نظم کے سیاق سے اور اطراف و جوانب میں تدبر کرنے سے سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے حصول امن اور زوال خوف کی نسبت ارشاد فرمایا ہے وہ امن تام اور خوف کامل سے جو بعد زوال سلطنت کسریٰ و قیصر کے ہوگا چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا و یبلغ ملک امتی ما زوی لی منہا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حصول امن اور زوال خوف دوسرا ہے اور وہ امن اور عدم خوف دوسرا اس کو اس پر محمول نہیں کر سکتے تو اس موعود کا وقوع مکہ پر حمل کرنا باطل ہوا اور احتمال ثانی کا بطلان بھی نظم کلام سے صاف واضح ہے کیونکہ اول حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ وعدہ الذین امنوا کے ساتھ فرمایا ہے جو حقیقۃً جمع ہے اور باعتبار معنی حقیقی جمع کے کم سے کم اس کے صدق کے لئے تین فرد کا ہونا ضرور ہے تا کہ معنی حقیقی جمع کے صادق آویں صاحب معالم الاصول نے لکھا ہے۔

لان اقل مراتب صیغۃ الجمع ثلثۃ علی الاصح وقیل اثنان۔	کیونکہ صیغہ جمع کے مراتب کا اقل درجہ تین ہیں اور بعض کہتے ہیں دو ہیں

بہرکیف اقل مراتب صیغہ جمع کے لئے ایک فرد ہونے کا کوئی قائل نہیں پس اگر ایک فرد پر حمل کیا جاوے گا تو معنی مجازی پر محمول ہوگا اور حمل علی المجاز جب تک حمل علی الحقیقۃ متعذر نہ ہو جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی قرینہ قائمہ نہیں ہے کہ جو معنی حقیقی سے صارف ہو جو صیرورت الی المجاز کو مقتضی ہو تو اس کا حمل کرنا امام صدیق رضی اللہ عنہ پر جو ایک فرد ہیں جائز نہ ہوا ثانیاً یہ وعدہ حق تعالیٰ شانہٗ نے حاضرین عند نزول آیۃ کے ساتھ فرمایا چنانچہ ارشاد وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم یعنی خدا نے وعدہ فرمایا ہے تم میں بعض ان لوگوں کے ساتھ جو مومنین اور عاملین صالحات ہیں کہ ان کو اپنے رسول کا جانشین و خلیفہ بنا دے گا تو یہ خطاب حاضرین کو ہے اور سابق میں معلوم سے گزارش ہو چکا ہے کہ صاحب المشافہۃ لا یعم بصیغۃ من تاخر عن المخاطب اور بدیہی ہے کہ ما بعد کے حاضرین عند نزول السورۃ نہیں ہیں اور ان کی خلافت کے حمل کرنے پر کوئی دلیل دلالت کرتی ہے تو یہ

آیت ان کی خلافت پر بحسب قاعدہ محمول نہیں ہو سکتی ثالثاً خداوند کریم جل و علا شانہٗ نے اس استخلاف کو اس استخلاف کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو انبیاء سابقین کے زمانہ میں سنت اللہ جاری تھی کہ بعد انبیاء کے ان کے خلفاء ان کے جانشین ہوتے تھے اور ان کی شریعت کی ترویج کرتے تھے اور امور باقی ماندہ نبوت حق تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر پوری فرماتا تھا اور ظاہر ہے کہ جب انبیاء سابقین کے جانشین ان کے بعد خلیفہ ہوتے تھے اور مہمات خلافت کو سرانجام فرماتے تھے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع ان کے خلیفہ اور جانشین ہوئے پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت آپ کے بعد گذرے دو ہزار سال کے ہو تو قبح نظر اس سے کہ مستلزم نقصان مرتبہ رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت انبیاء سابقین ہے تشبیہ ناقص و ناتمام ہوگی کیونکہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جب خلافت راشدہ متمکن نہ ہوئی اور آخر تک نفاق و فجار کا غلبہ رہا حالانکہ انبیاء سابقین کے خلفاء ان کے بعد ہی متمکن کئے گئے تو اس سے بداہۃً معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نبوت و مرتبہ رسالت بہ نسبت انبیاء گذشتہ کے کم ہے اگر دس پانچ سال امام مہدی نے خلافت فرمائی اور ایسے رسول کا جو افضل مرسل ہے تمام زمانہ امتداد نبوت میں معدودی چند سال کے واسطے ایک خلیفہ کو تمکین عطا ہوئی اور باقی تمام زمانہ نفاق و شقاق و کفر و فسق سے معمور رہا تو وہ استخلاف کیا وقعت رکھ سکتا ہے اور ان انبیاء کے کیونکر ہم پلہ ہو سکتا ہے کہ جن کے خلفاء و اوصیاء ان کے متتابع پیدا ہوئے اور وقتاً فوقتاً مجددین احیائے شریعت کرتے رہے اور یہ تشبیہ کیونکر تشبیہ تام ہو سکتی ہے اور باقی مراتب ان کو تمکین ہی عطا نہیں ہوئی اور ہمیشہ خائف و مختفی رہی وہ خود بخود اس سے ساقط ہو گئی کیونکہ ان کا وجود عدم برابر ہو گیا تو اس تشبیہ سے صاف بداہۃً ثابت ہوا کہ اس استخلاف سے استخلاف صدیقی مراد نہیں ہے بلکہ وہ استخلاف مراد ہے جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متسلسلاً متتابعاً ہوا اور خدا تعالیٰ نے اس کو تسلط اور تمکن عطا فرمایا اور اس سے عالم میں دین شیوع پذیر ہوا اور وہ استخلاف بجز استخلاف خلفاء اربعہ کے اور کوئی نہیں اور اس کے اتصال و قرب پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جو صافی میں اسی آیت کی تفسیر میں مذکور ہے

آیت تمکین پر مزید بحث اور اس کے ثبوت میں شیعی کتب میں مندرج اقوال

وفی مجمع عن الباقر علیہ السلام

تفسیر مجمع میں باقر علیہ السلام سے مروی ہے

قال فزویت لی الارض فاریت مشارقها ومغاربها وسیبلغ ملک امتی ما زوی لی منها۔

فرمایا پھر سمیٹی گئی میرے لئے زمین مدینہ کے مشرقی و مغربی کنارے دکھایا گیا اور عنقریب میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا جہاں تک میرے لئے سمیٹا گیا۔

آپ نے نحو کے چھوٹے چھوٹے رسائل میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ سین استقبال قریب کا فائدہ دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب اسلام شائع ہونے والا ہے اور یہ تمام مشارق و مغارب زمین کے جو حضرت کو دکھلائے گئے ہیں وہ عنقریب ممالک اسلام میں داخل ہوں گے اور دوسری روایت جو صافی میں مروی ہے وہ بھی اسی کا گویا مصداق ہے۔

قال وروی المقتدا عنه انه قال لا یبقی علی الارض بیت مدر ولا وبر الا دخله اللہ الاسلام بعز عزیز او ذل ذلیل اما ان یعزهم اللہ فیجعلهم من اهلها او اما ان یذلهم فیدینون لها۔

مقتدا نے روایت کی ہے کہ فرمایا میں نے کہ کوئی گھر مٹی اور اینٹ کا باقی نہیں رہے گا مگر اس میں خدا تعالیٰ اسلام کو داخل کرے گا کسی عزیز کی عزت کے ساتھ یا کسی ذلیل کی خواری کے ساتھ یا ان کو عزت دے گا کہ وہ اس کے اہل میں سے کرے گا اور یا ان کو ذلیل کرے گا کہ وہ اس کے مطیع ہو جائیں گے

غرض کہ اس تشبیہ سے اس آیت کا امام مہدی کی خلافت پر حمل کرنا صحیح نہ ہوا۔ بفاحق تعالیٰ شانہ اس آیت کے خاتمہ پر بعد بیان اس نعمت کے ارشاد فرماتا ہے وہن کفر بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون۔ یعنی بعد تمام اس نعمت کے جو لوگ اس کی ناشکری کریں گے وہ فاسق ہیں اور اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ بعد حصول استخلاف بعض اہل ایمان و صلاح من الصحابۃ الحاضرین عند نزول الآیۃ جن کی تعداد وعدہ جمع تک پہنچے گی اور تمکین و استقرار دین اور بعد تبدیل خوف از امن اس نعمت کا کفران واقع ہوگا تو خداوند تعالیٰ شانہ نے بطور تخویف اور بصورت تحذیر ان لوگوں کے وصف کی خبر دی کہ جو مصداق اس کفران نعمت کے ہوں گے اور چونکہ خلافت امام مہدی میں اس طرح نہیں پایا جاتا ہے گا۔ تو اس واسطے اس آیت کو خلافت مہدوی پر محمول نہیں کر سکتے اور ظاہر ہے کہ یہ کفران مجربہ زمانہ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جس طرح جناب رسالت مآب صلعم نے خبر دی تھی کہ اس استخلاف ہوگا۔ پھر تمکین دین اور تبدیل خوف ہوگا پھر کفران کے وقوع کی خبر دی یہ فرمایا تھا سو بوقوع واقع ہوا۔ اس استخلاف ہو کر تمکین دین اور تبدیل خوف و قوع ہوئی بعد کے کفران نعمت کا تعین عثمان رضی اللہ عنہ سے وقوع ہوا تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ مصداق اس آیت کا خلافت مہدویہ نہیں ہو سکتی بلکہ خلافت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہے۔

حسب ارشاد جناب امیر وعدہ استخلاف کے پورا ہونے کا وقت خلفاء کا زمانہ خلافت ہے

غرضا ہم کو اس پر ان دلائل کے بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ یہ آیت سوائے خلافت خلفاء اربعہ کے کسی دوسری خلافت پر محمول نہیں کیونکہ جناب امیر نے خود اس کا فیصلہ فرما دیا اور اس کا تعین بھی کر دیا آپ نے فرمایا کہ اس وعدہ کا زمانہ وہی ہے جو خلافت خلفاء کا زمانہ ہے اور اس کے موعود لہم وہی حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ وہ مصداق تمام اوصاف مذکورہ فی الآیت کے ہیں اور طرفہ یہ کہ اس کو شریف رضی نے نہج البلاغۃ میں نقل فرمایا ہے چنانچہ بعینہ ہم وہ خطبہ شرح نہج البلاغۃ سے نقل کرتے ہیں اور جو چند جگر شارح ابن میثم نے اپنی شرح میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اس کو نقل کریں گے خطبہ یہ ہے۔ ومن کلام له وقد استشاره عمر بن الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس بنفسه ان هذا الامر لم یکن نصره ولا خذلانه بکثرة ولا بقلة وهو دین الله الذی اظهره وجنده الذی اعده وامده حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونحن علی موعود من الله والله منجز وعده وناصر جنده ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز یجمعه ویضمه فان انقطع النظام تفرق وذهب ثم لم یجتمع بحذافیره ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فهم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحی بالعرب واصلهم دونک نار الحرب فانک ان شخصت من هذه الارض انقضت علیک العرب من اطرافها واقطارها حتی یکون ما تدع وراءک من العورات اهم الیک مما بین یدیک من الاعاجم ان ینظروا الیک غدا یقولوا هذا اصل العرب فاذا اقتطعتموه استرحتم فیکون ذلک اشد لکلبهم علیک وطمعهم فیک فاما ما ذکرت من مسیر القوم الی قتال المسلمین فان الله سبحانه هو اکره لمسیرهم منک وهو اقدر علی تغییر ما یکره وما ذکرت من عددهم فانا لم نکن نقاتل فیما مضی بالکثرة وانما کنا نقاتل بالنصر والمعونة۔

اگرچہ اس ارشاد سے تم کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ ہم خود محسوس ہوتے ہیں لیکن بسبب خوف تحویل نعمت اور زوال اس کے اپنے معاصی کے خوف جس کے ہر وقت ہیں رجوع کرتے ہیں وہ یہ کہ جناب امیر نے اس خطبہ

ہیں زمانہ خصوص موعود آیت مسز بادہ ہدایت کو زمانہ خلفاء کا قرار دیا۔ اور اس دین کو وہ دین قرار دیا جس کا غلبہ موعود ہے اور اس لشکر کو وہ لشکر قرار دیا جو اللہ کا لشکر ہے اگرچہ اس خطبہ سے بھی یہ مضمون واضح ہے لیکن عمدہ ابن میثم کی شرح کبیر سے یہ مدعا اشکارا طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ہم جو کچھ شارح ابن میثم اس خطبہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں لکھتے ہیں

وقوله ان هذا الامر الى قوله للاجتماع
صدر الكلام مرتبي عليه لزاي يقول في
ان هذا الامر اعني الاسلام
ليس بشيء مكثرة ولا خذلان لانه الفئة التي
قد جعل الله لها الغلبة على دين
الله الذي ظهر وجنوده هي جنده
الذين اعدهم من الملائكة والناس
حتى يبلغ هذا المبلغ وهو في ان البلاد
حيث بلغ ولو بعد ذلك بعد طويل هو لنصر
الفئة التي استخلفت في الارض كما
قال الله الذين امنوا منكم وعملوا
الصالحات ليستخلفنهم في الارض
كما استخلف الذين من قبلهم الايه وقول
احد من تلك الفئة منحرف بعد ما استخلف
في حياة الرسول صلى الله عليه وآله وبعده
فهم مؤمنون ثابتون على ما
هم عليه من ذلك ليس فيهم من
فيه شبهة ولا كان لله بكتاب ناطق من
فيه شبهة هو الذي يجعلهم الله
قوله ان

قول امام سے قول علیہ تک کلام کا مصدر
ہے تاکہ اس پر شے کا ذکر کرے۔ تو کہے یہ ثابت کیا
کہ میں مرتبی ہوں اسلام کی فتح کو کچھ شرت پر ہے
اور نہ اس کی شکست کچھ ذلت پر ہے اور اس لئے
کہ اس پر یہ شرح متفرع کی کہ وہ اللہ کا دین ہے جس
کو غالب کیا اور اس کے لشکر اللہ کا لشکر ہے جس کو تیار کیا
اور ان کی فرشتوں اور آدمیوں سے مدد کی یہاں تک کہ اس
مرتبہ میں پہنچ اور شہروں کے کنارہ میں تھا پہنچے
اور قریب اور بعید اور قلیل اور کثیر میں غالب
کرنے کے چاہا جو فرمایا وہ حق ہے اور
اس کا وعدہ سچا ہے اور اس کے لشکر
فی الارض کا مستخلف کرنا ان سے پہلے لوگوں
اور ان کا جو اس کے بعد ہوئے
اور یہ کہ کہ اس کی امت کے
ثابت قدم ہیں اور قول ہر چہ کہ کسی
سے نہ پھرا اس کے رسول کے اپنے
شہر کی حیاتی سے اور اس کے انتقال میں
تو وہ اس پر ہیں جس پر خود تھے ان پر
پھر نہ کوئی ان سے ہٹا اور نہ کسی
نے قدم پھیرا۔

آخر شرح تک جو نہایت طویل و عریض ہے اور اس خطبہ کی شرح کے آخر میں پھر تحریر فرمایا

واما ما ذكرت من عدوهم الذي طاولوا عمر
ذكر كثرة القوم وعددهم وما جاء به من ذكرهم
قتال المسلمين في صدر الاسلام وانه كان
من غير كثرة لو شاء كان منصر الله ومعونته
فيهم ان يكون بحال دون ذلك فهو
يجري مجرى التنبيه كما اشرنا اليه في مقدمة
الشرح وبعد فالله تعالى اعلم بما يستحق به
في ارضه وتمكينه ومنهم الذي اتخذ لهم
وتبديلهم بعد خوفهم امنا هو مقتضى ما يليق
بعقد الرسالة

اور باقی رہا تمہارا ذکر ان کے عدد اور ان کے طاقتور ہونے کا تو
قوم کی کثرت تعداد و سامان کا ذکر کیا تھا تو آپ نے
صدر اسلام میں مسلمانوں کا قتال یاد دلا کر جواب
دیا کہ وہ کثرت پر نہیں تھا بلکہ نصرت الٰہی اور
اعانت پر تھا اب بھی اسی حال پر ہوتا اگر آپ
کو یہ زیادہ قلیل کی ہے بنا بر اس کے پیچھے شروع
اشارہ کیا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ نے ملکوں میں
تمکین اور ان کے دین کے لئے جو ان کے لئے پسندیدہ
ہے جو امن ان کے خوف کے بدلے میں عطا فرمایا وہ
اس کو واجب ہے جو آیت کا مقتضی ہے

اس فقرہ کے الفاظ سے اور شہادت و بیان شارح سے ثبوت حقیت خلافت ایسا بیان ہے کہ جس کے بیان کی حاجت نہیں علاوہ ازیں دوسرا خطبہ جو نہج البلاغہ میں منقول ہے۔ وہ ان کلام یہ وقد مشاورہ مصر فی نہج البلاغہ بلی عزاروہ بنفسہ وقل لو کان الله راضی هذا الدین یا عزاز محبوب از استقرار و استوای نصرهم وهم قلیل لا یتصورون ویجتمعون ویهم قلیل لا یتصورون ویجتمعون ویهم تکثیر ویجوبون الارض من قبل ان یتفرقون ویتفرق

من الذل والقهر لو احبوا لظن ذلك سبحٰ
ستردذلك باقامة النصر عليهم وهذا الحكم
من قوله تعالیٰ وعد الله الذين امنوا
منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم في
الارض كما استخلف الذين من
قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى
لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا الآية
انتهى بقدر الحاجة

کیا اور احتمال ہے کہ یہ اس کے لئے ستارہ ہو جو ذلت
اور شکی ان کے پیچھے لگی اگر مغلوب ہوں تو فوراً فنا ہو گی
پردہ پوشی کا خاص ہوا اپنی مدد کے بھیجنے کے
ساتھ اور یہ حکم قرآن کے وعدہ سے ہے
امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض
کما استخلف الذین من
قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی
لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا سے، خواہ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مصداق اس آیت کا زمانہ خلفاء راشدین سے عظیم تر اور اس وعدہ کے موعود لہم خلفاء ہیں در انجام اس وعدہ کا زمانہ خلفاء راشدین ہوا۔ و مثل آفتاب تابندہ روشن ہے کہ جناب امیر خلافت خلفاء حق اعتقاد فرماتے تھے اور آپ کو یقین تھا کہ جو کچھ وعدہ خداوند تعالیٰ نے مؤمنین کے ساتھ تمکین دین اور تبدیل خوف و حفظ و حمایت و رفعہ و صیانت کی فرمائی ہیں ان سب کے انجاز کا وقت یہی زمانہ خلفاء کا ہے اور جو کچھ مفسرین و محدثین نے اس کے خلاف مصداق پر حمل کرنے کی کوشش کی ہے وہ بالکل اس کے خلاف ہے اور جب قدر تحقیق حقانیت اس آیت کے خلافت موعود پر کرنے ہیں کی ہیں وہ سب کی سب مشکوک ہو گئیں کہ یہ بھی ثابت ہو گیا اور سب قوی تر وہ روایت ہیں جو جناب امیر سے در باب شکایت غصب خلافت خلفاء کے ثابت کی گئی ہیں وہ سب محض افترا و اختلاق ہیں اور خلافت خلفاء ثلاثہ حقہ اور خلافت راشدہ ہے و حقیقت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہیں جناب امیر کے ان ارشادات سے شکوک و شبہات دفعتہً و تمامتہً رفع ہو گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک دیں ثابت ثبوت حقیت خلافت خلفاء راشدین

خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے ثبوت حقیت کی تیسری دلیل منہج البلاغت سے

لزمك وانت بالشام لانه بايعني القوم الذين بايعوا ابابكر وعمر وعثمان على
ما بايعوه عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد وانما الشورى للمهاجرين
والانصار فان اجتمعوا على رجل وسموه اماما كان ذلك رضى فان خرج من
امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الى ما خرج منه فان ابى قاتلوه على اتباعه غير سبيل
المؤمنين وولاه الله ما تولى ويصله جهنم وساءت مصيرا وان طلحة والزبير
بايعاني ثم نقضا بيعتي فكان نقضهما كردتهما الى ان قال فان عاد عاد الى ذلك حتى جاء
بحق يعرف او منكر يعتذر منه ولعمري لئن لم يكن شورى الا عن رضا العامة
فيه الحاضية فما لفلان ولا لغائب ان يعترض ولا للشاهد ان يختار وان خرج
الى آخر ما قال

اس سے ظاہر ہے کہ مصداق اس آیت کا زمانہ خلفاء راشدین سے عظیم تر اور اس وعدہ کے موعود لہم خلفاء ہیں در انجام اس وعدہ کا زمانہ خلفاء راشدین ہوا۔ و مثل آفتاب تابندہ روشن ہے کہ جناب امیر خلافت خلفاء حق اعتقاد فرماتے تھے اور آپ کو یقین تھا کہ جو کچھ وعدہ خداوند تعالیٰ نے مؤمنین کے ساتھ تمکین دین اور تبدیل خوف و حفظ و حمایت و رفعہ و صیانت کی فرمائی ہیں ان سب کے انجاز کا وقت یہی زمانہ خلفاء کا ہے اور جو کچھ مفسرین و محدثین نے اس کے خلاف مصداق پر حمل کرنے کی کوشش کی ہے وہ بالکل اس کے خلاف ہے اور جب قدر تحقیق حقانیت اس آیت کے خلافت موعود پر کرنے ہیں کی ہیں وہ سب کی سب مشکوک ہو گئیں کہ یہ بھی ثابت ہو گیا اور سب قوی تر وہ روایت ہیں جو جناب امیر سے در باب شکایت غصب خلافت خلفاء کے ثابت کی گئی ہیں وہ سب محض افترا و اختلاق ہیں اور خلافت خلفاء ثلاثہ حقہ اور خلافت راشدہ ہے و حقیقت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہیں جناب امیر کے ان ارشادات سے شکوک و شبہات دفعتہً و تمامتہً رفع ہو گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک دیں ثابت ثبوت حقیت خلافت خلفاء راشدین

اثبات حقیت خلافت خلفاء کی چوتھی دلیل منہج البلاغت سے

اس مرجع اہل سنت میں ایک خط آپ نے معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا ہے جس کا مضمون یہ ہے [illegible] اس خط کے [illegible]

فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذا الیشاق فی عنقی غیری۔

میں نے اپنے امر میں سوچا تو کیا دیکھا کہ میری طاعت میری بیعت سے سابق ہو چکی تھی اور غیر کا میثاق میری گردن میں تھا۔

عاقل ان جملوں کو نظر غور سے دیکھے اور عجیب قدرت خداوندی کا تماشا مشاہدہ کرے اب سنئے کہ شارح ابن میثم اس سے واضح تر اور صاف فرمارہے ہیں ان کی عبارت نقل کرتا ہوں۔

قولہ فنظرت فی امری اوفیہ احتمالات حدھا قال بعض الشارحین انہ مقطوع من کلام یذکر فیہ ما یدل علی ان بعد وفات الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقبل ان یعلم بوفاتہ کان معذورا فیہ لانہ لم یعلم بعد ان حصل لہ بالمشاہدۃ او بالتواتر او بالظنیات القویۃ فی امری وھو انی قد سبقت بیعتی ای فی علم اللہ سبحانہ وتعالی بوفاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل بیعتی للقوم وانا حینئذ لم اکن مطلوبا بالبیعۃ لانتفاء شرطہ وھو العلم بالوفاۃ وانتفاء المشروط بانتفاء شرطہ وقولہ والبیعۃ فی عنقی لغیری ای علی تقدیر ان یکون بیعتی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھی بیعۃ الخلافۃ قد سبقت بیعۃ غیری وھو ابوبکر فلا یکون لی بیعتہ من بعدہ وقد بایعت بعد ذلک لغیری وھو عثمان ثم لما قتل عثمان بایعت علیا وھذا الوجہ یقتضی ان یکون ھذا الکلام قالہ بعد قتل عثمان وھو بعید لان الفصل یقتضی ان یکون قالہ عقیب وفاۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقبل ان یعلم بوفاتہ وقیل ان ھذا الکلام قالہ بعد ان بایع لابی بکر وھو ایضا بعید لان الفصل یقتضی ان یکون قالہ عقیب وفاۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقبل ان یعلم بوفاتہ وقیل ان ھذا الکلام قالہ بعد ان بایع لابی بکر وھو ایضا بعید لان الفصل یقتضی ان یکون قالہ عقیب وفاۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقبل ان یعلم بوفاتہ

قولہ فنظرت فی امری اوفیہ احتمالات حدھا قال بعض الشارحین انہ مقطوع من کلام یذکر فیہ ما یدل علی ان بعد وفات الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقبل ان یعلم بوفاتہ کان معذورا فیہ لانہ لم یعلم بعد ان حصل لہ بالمشاہدۃ او بالتواتر او بالظنیات القویۃ فی امری وھو انی قد سبقت بیعتی ای فی علم اللہ سبحانہ وتعالی بوفاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل بیعتی للقوم وانا حینئذ لم اکن مطلوبا بالبیعۃ لانتفاء شرطہ وھو العلم بالوفاۃ وانتفاء المشروط بانتفاء شرطہ وقولہ والبیعۃ فی عنقی لغیری ای علی تقدیر ان یکون بیعتی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھی بیعۃ الخلافۃ قد سبقت بیعۃ غیری وھو ابوبکر فلا یکون لی بیعتہ من بعدہ وقد بایعت بعد ذلک لغیری وھو عثمان ثم لما قتل عثمان بایعت علیا وھذا الوجہ یقتضی ان یکون ھذا الکلام قالہ بعد قتل عثمان وھو بعید لان الفصل یقتضی ان یکون قالہ عقیب وفاۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقبل ان یعلم بوفاتہ وقیل ان ھذا الکلام قالہ بعد ان بایع لابی بکر وھو ایضا بعید لان الفصل یقتضی ان یکون قالہ عقیب وفاۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقبل ان یعلم بوفاتہ

قولہ فنظرت فی امری اوفیہ احتمالات حدھا قال بعض الشارحین انہ مقطوع من کلام یذکر فیہ ما یدل علی ان بعد وفات الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقبل ان یعلم بوفاتہ کان معذورا فیہ لانہ لم یعلم بعد ان حصل لہ بالمشاہدۃ او بالتواتر او بالظنیات القویۃ فی امری وھو انی قد سبقت بیعتی ای فی علم اللہ سبحانہ وتعالی بوفاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل بیعتی للقوم وانا حینئذ لم اکن مطلوبا بالبیعۃ لانتفاء شرطہ وھو العلم بالوفاۃ وانتفاء المشروط بانتفاء شرطہ وقولہ والبیعۃ فی عنقی لغیری ای علی تقدیر ان یکون بیعتی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھی بیعۃ الخلافۃ قد سبقت بیعۃ غیری وھو ابوبکر فلا یکون لی بیعتہ من بعدہ وقد بایعت بعد ذلک لغیری وھو عثمان ثم لما قتل عثمان بایعت علیا وھذا الوجہ یقتضی ان یکون ھذا الکلام قالہ بعد قتل عثمان وھو بعید لان الفصل یقتضی ان یکون قالہ عقیب وفاۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقبل ان یعلم بوفاتہ وقیل ان ھذا الکلام قالہ بعد ان بایع لابی بکر وھو ایضا بعید لان الفصل یقتضی ان یکون قالہ عقیب وفاۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقبل ان یعلم بوفاتہ

فلو عہد الیہ من المقام بامرھم ولم یرجع عند اللہ الا الشھود علی بامرھم۔

اور بجز ان کے مرکے، خاص مجھ کو اس کے نزدیک کچھ نہیں ہوا۔

اور اس کے آخر میں لکھا۔

واما دون المشھور بین الشارحین۔

اور جو احتمال شارحین میں زیادہ مشہور ہے۔

عاقل جناب امیر کے کلام میں تامل کرے اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کرے اور دیکھے کہ خلافت صدیقیہ کا ثبوت حقیقت اس کلام سے کس وضوح و صراحت و ظہور و بداہت کے ساتھ ہو رہا ہے بنا بر اس کو مختصراً عرض کرتا ہے کہ شارح کے بیان سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ کلام اس کلام سے مقطوع ہے جس میں بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی وفات کے پہلے جس وقت آپ سے علم یقینی حاصل ہوا اور خلافت میں مجھ کو یا دیگر مسلمانوں کو طلب بیعت نہ ہوئی اس وقت میں نے اپنے امر میں سوچا تو کیا دیکھا کہ میری بیعت سے سابق ہو چکی تھی اور غیر کا میثاق میری گردن میں تھا۔ پس یہ کلام ارشاد فرمایا ہے کہ میری بیعت سے پہلے اور اس بیان کو سنے ہوئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میری بیعت سے پہلے ہو چکی تھی یعنی اس وقت جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بموجب میری بیعت سے پہلے ہو چکی تھی اور اس کے بعد غیر کی بیعت کر چکا تھا اور ان کا میثاق میری گردن میں تھا یعنی اس وقت جب کہ ان کے مرکے قیام سے کچھ نہ ہوا تھا اور بجز ان کے مرکے، خاص مجھ کو اس کے نزدیک کچھ نہیں ہوا۔

اور اس کے آخر میں لکھا۔

واما دون المشھور بین الشارحین۔

اور جو احتمال شارحین میں زیادہ مشہور ہے۔

عاقل جناب امیر کے کلام میں تامل کرے اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کرے اور دیکھے کہ خلافت صدیقیہ کا ثبوت حقیقت اس کلام سے کس وضوح و صراحت و ظہور و بداہت کے ساتھ ہو رہا ہے بنا بر اس کو مختصراً عرض کرتا ہے کہ شارح کے بیان سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ کلام اس کلام سے مقطوع ہے جس میں بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی وفات کے پہلے جس وقت آپ سے علم یقینی حاصل ہوا اور خلافت میں مجھ کو یا دیگر مسلمانوں کو طلب بیعت نہ ہوئی اس وقت میں نے اپنے امر میں سوچا تو کیا دیکھا کہ میری بیعت سے سابق ہو چکی تھی اور غیر کا میثاق میری گردن میں تھا۔ پس یہ کلام ارشاد فرمایا ہے کہ میری بیعت سے پہلے اور اس بیان کو سنے ہوئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میری بیعت سے پہلے ہو چکی تھی یعنی اس وقت جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بموجب میری بیعت سے پہلے ہو چکی تھی اور اس کے بعد غیر کی بیعت کر چکا تھا اور ان کا میثاق میری گردن میں تھا یعنی اس وقت جب کہ ان کے مرکے قیام سے کچھ نہ ہوا تھا اور بجز ان کے مرکے، خاص مجھ کو اس کے نزدیک کچھ نہیں ہوا۔

اور اس کے آخر میں لکھا۔

واما دون المشھور بین الشارحین۔

اور جو احتمال شارحین میں زیادہ مشہور ہے۔

عاقل جناب امیر کے کلام میں تامل کرے اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کرے اور دیکھے کہ خلافت صدیقیہ کا ثبوت حقیقت اس کلام سے کس وضوح و صراحت و ظہور و بداہت کے ساتھ ہو رہا ہے بنا بر اس کو مختصراً عرض کرتا ہے کہ شارح کے بیان سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ کلام اس کلام سے مقطوع ہے جس میں بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی وفات کے پہلے جس وقت آپ سے علم یقینی حاصل ہوا اور خلافت میں مجھ کو یا دیگر مسلمانوں کو طلب بیعت نہ ہوئی اس وقت میں نے اپنے امر میں سوچا تو کیا دیکھا کہ میری بیعت سے سابق ہو چکی تھی اور غیر کا میثاق میری گردن میں تھا۔ پس یہ کلام ارشاد فرمایا ہے کہ میری بیعت سے پہلے اور اس بیان کو سنے ہوئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میری بیعت سے پہلے ہو چکی تھی یعنی اس وقت جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بموجب میری بیعت سے پہلے ہو چکی تھی اور اس کے بعد غیر کی بیعت کر چکا تھا اور ان کا میثاق میری گردن میں تھا یعنی اس وقت جب کہ ان کے مرکے قیام سے کچھ نہ ہوا تھا اور بجز ان کے مرکے، خاص مجھ کو اس کے نزدیک کچھ نہیں ہوا۔

ادعاہ و ما رضیا لہ

کی وجہ سے۔

تو اس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کو خلافت و استشراف الی امارت تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے عہد لیا تھا کہ اگر خلافت کسی دوسرے کو حاصل ہو تو منازعہ نہ کرنا کیونکہ جس کو حاصل ہوگی وہ بن للخلافت ہوگا اور صحابہ غیر ان کو خلافت کے لئے ہرگز تسلیم نہ کریں گے پس جب وہ خلافت فقد اور امامت راشدہ ہوئی تو اس کے ساتھ منازعت ممنوع ہوئی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ علیہ وسلم ان الحق بھم ... غیر ہی ... والیہ یہ مسلمین ... سلامت ہو مسلمین ... شارح اس کی شرح میں لکھتا ہے۔

فیہ اشارۃ الی ان غرضہ من ...	اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی غرض خلافت
فی ... ہو صلاح حال مسلمین	میں خلافت سے مسلمانوں کے حال کی درستی ہو
واستقامۃ امورھم وسلامتھم من ...	ان کے کاموں کی استقامت اور ان کے فتنوں سے
وانما کان ھذا من ... لخلفاء	سلامتی اور یہ خلفاء کے ... کی استقامت اور
استقامۃ امر ...	درستی امر کی وجہ سے تھی

تو آپ نے خلافت کو اسی شرط کے ساتھ تسلیم کیا جو شرط خلافت ... شدہ کی ہے گویہ فرمایا کہ اگر یہ خلافت راشدہ ہوگی تو تسلیم کروں گا ورنہ نہیں اور اگر ملک عضوض کی امارت کا عہد ہوگا تو میں آپ کو اس دعوے میں حق پر نہ سمجھوں گا اور خلاف وعدہ اس کے ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے ... خلافت میں ... قتل ... نہیں فرمایا اور ... امیر معاویہ کے ساتھ خلافت اور فتنہ کا پورا خوف تھا اور خلافت عدم منازعت مطلوب تھی تو آپ کو یہ فتنہ امیر معاویہ کے ساتھ ... امر خلاف مطلوب ہے اور ... فتنہ تو اگر خوف فتنہ کی وجہ سے خلفاء کے ساتھ ترک منازعت کی تو یہاں کیسے وقوع فتنہ تھا مطلوب ہوا کہ آپ نے عدم منازعت اس وجہ سے نہیں فرمائی کہ وہ خلافت ... تھی اور خلافت ... ہیں اور ... سکتی کی بات تو گو مشروط ہو اس شرط کے ساتھ تھا کہ اگر ... مسلمین ... ان کا عدم منازعت مطلوب ہے یعنی اگر خلافت ... شدہ ہو تو عدم منازعت واجب ہے اس پر آپ کے استشراف کی وجہ سے ... عدم منازعت ... گیا تھا اور اس سے جو خوف فتنہ تھا اس کی وجہ سے ... عدم منازعت ... ہوئی تو اس کے ساتھ منازعت کرنا اور اس کے قتل کی تدبیر کرنا ... مسلمین ... ہوا اور ... خلافت ... ہوئی ... مسلمین ... ہوا ... شارح اس کی شرح میں لکھتا ہے۔

وانما کان ھذا من ... لخلفاء	سلامتی اور یہ خلفاء کے ... کی استقامت اور
فی ... ہو صلاح حال مسلمین	میں خلافت سے مسلمانوں کے حال کی درستی ہو
واستقامۃ امورھم وسلامتھم من ...	ان کے کاموں کی استقامت اور ان کے فتنوں سے
وانما کان ھذا من ... لخلفاء	سلامتی اور یہ خلفاء کے ... کی استقامت اور
استقامۃ امر ...	درستی امر کی وجہ سے تھی

پر منازعت سے باز رہنا چاہیئے اور اس عبارت سے یہ بھی صریح مستفاد ہے کہ اس وقت تک خلافت کا حصول جناب امیر کو نہیں ہوا تھا ظاہر ہے کہ مشیر چھل کے امر خلافت کی طرف راجع ہے اور یہ جملہ مدخول ان شرطیہ کا ہے جو باعتبار اپنی اصل وضع کے مشکوک پر دائر ہوتا ہے معنی یہ ہوئے کہ اگر تمہارے لئے حصول امر خلافت ممنوع ہو سکے تو فبہا اور اگر حصول نہ ہو تو منازعت سے باز رہنا چاہیئے خواہ حصول امر خلافت حضرت کے لئے مشکوک ہے اور موقوف اس پر ہے کہ ... ترجیحات اس حق واقعہ کی آپ کے ساتھ واقع ہوں گی تو حصول خلافت ہوگا ورنہ نہیں تو اس سے صاف مفہوم ہوا کہ خلافت جناب باطل ہوگی اور حصول خلافت کو ... رعایت ... حل و عقد پر جو غیر یہ ایک جمع معتد بہا تھی ہو دو یا ... میں منحصر ہو ... اس عبارت سے ... خطبہ ثانیہ ... مسلمین ... مثل آفتاب روشن ہے کہ عہد عدم منازعت اس وجہ سے تھا کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ خلافت ... شدہ ... امامت ... ہوگی اور اس کے ثبوت سے ہوا کہ ... خلافت پر ... اصل ہے ... اور اس کے بیان ... ہو سکتا ہے اس کے بعد ... جو جناب امیر کے کلام سے ... نہ غلط ... ہے ... فی ... اس ... بیعت ... یعنی بعد وفات ... اس خاص امیر اسوکے میں نے اپنے اوپر آپ کی ... اور سوچا تو ... کہ امیر کی دعوت مبنی بیعت سے سبقت کر چکی تھی ... جس کی ترکیب کے ... سے ... اور ... مصدر مضاف فاعل اور ... مفعول ہو ... اور اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ مصدر مضاف ... مفعول ہو اور ... کا فاعل محذوف ہو ... اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر مضاف ... فاعل ہو اور مفعول محذوف ہو ... احتمال اول چند وجوہ سے باطل ہے اور یہ کہ اضافت ... مفعول خود قلیل ہے چنانچہ رسائل میں مذکور ہے شرح جامی میں ہے

واضافۃ ... مصدر ... مفعول	بھی مصدر مفعول کی طرف مضاف ہوتا ہے
... ان مفعول ... مصدر ...	... مفعول ... مصدر ...
قلیلۃ ...	قلیل ہوتا ہے

اور ... شرح ... میں لکھتا ہے

... مضاف ... مفعول ...	... مضاف ... مفعول ...
... ہو مفعول ...	... ہو مفعول ...

جاء علی الجمل نحو اعجبنی ضرب زید الکریم او یعجبنی الفاعل بعده مرفوع نحو قول امرئ القیس من ذکری حبیب و منزل الخ او یعجبنی المفعول بعده منصوب نحو اعجبنی اکل الخبز.

پیا یا مجھے مضروب زید اکرم یا فاعل اس کے بعد مرفوع واقع ہو جائے جیسا کہ امرئ القیس شاعر نے کہا کوئی قسم ہے معشوق کی ہو جیسا مجھے اکل الخبز۔

تو جب یہ تمہید ہے تو اس کو کثیر ان متقدمین پر بھی ضرورت داعیہ بلا قرینہ ترجیح دینا باطل ہے ثانیاً بر حسب تصریح شارح جب اس کلام کو اس حال کے بیان پر محمول کیا جاوے جو بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو بکل وجوہ کے اور سیاق کلام کے مخالف ہوگا کیونکہ بعد وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت خاصۃ الناس یا عامۃ الناس اصلاً بیعت واقع ہوئی ہی نہیں اور خلیفہ اول عند اللہ وعند الرسول کا خود خلاف ظاہر و خلاف واقع ہے ثانیاً یہ چاہیے کہ یہ کلام بیعت بالتخیر کے بعد ارشاد ہوئی ہو یہ بھی سہو ہے کہ خلفاء ان مضمون کی صورت میں تخییر و تحزن کی کوئی وجہ نہیں کیا کہ جناب کو معلوم ہوئے ہیں جس کی طرف کوئی مائل و مشرف تھا یا تحیر لازم ہو سکتا ہے ان جہت کہ خلافت ان کا حق ہو اور آپ مطیع ہوں تو اس وقت تحیر کا کیا کام ہے اور شایان ہے رہا یہ کہ جس عبارت کو جناب امیر نے اس تحیر پر محمول کیا جاوے یہ معنی تحمل نہیں کا ہے کہ آپ نے اپنے زعم خلافت میں اعلان خلافت کے نفس سے دن تک ہو کر یہ فرمایا تو باوجود یکہ اس سے بھی زیادہ وہی ہے جس کا ہمیں اشارہ ہوا پھر بھی باوجود مکرر ثابت ہونے خلافت حق اور ہمیں ہے خلافت مسلمہ کے ان خلاف ہے اور خلافت ان مضمون نہیں ہے چنانچہ شارح بن مرزوق بھی کہ قائل ہوئے کہ مصدر مضاف ہی اسم فاعل ہے اور مضمون محذوف ہے لیکن اب گفتگو میں ہیں ہے کہ دونوں مصدروں کے لئے مضمون کیا محذوف ہے سو اس میں تو ہمارا اور شارح بن مرزوق کا تعلق ہے جو حقیقۃ ہمیں کا مضمون محذوف کیا ہے شارح فرماتے ہیں فاذا فاعل فی حقیقت ہے فعل یعنی فاعل فعل ہے (یعنی یا صلی اور اصلی ہو سکتے ہیں کہ جب بیعت ہی عامۃ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ اور امور ہو چکے تھے اور ہو چکے تھے بیعت کی خلق اور جس سے ظہور ہی تھی تو ہم بصدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی خلافت و وجوب وزارت کو آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان نے اپنے دعوے میں کیا کیا تو معلوم ہوا ان سے پہلے ان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کر دیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کا اعلان کر چکے تھے حضرت عمر سے فرمانے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

[illegible] لفظ بیعت اس قدر فرق ہے کہ شارح صاحب کون مول لفظ قوم کا فرماتے ہیں اور صاف لفظ بیعت نہیں کہتے اور ظاہر ہے کہ مراد شارح کی لفظ قوم سے ابوبکر ہی ہے چنانچہ جملہ آئندہ کی شرح میں بھی اگرچہ لفظ قوم کا فرمایا لیکن ابوبکر کا نام بھی لیا جس سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ قوم سے مراد ابوبکر ہیں کیونکہ مطلق قوم کے بیعت کرنے کے کچھ معنی نہیں اگر تھی تو بیعت ابوبکر کی تھی اور شارح بیچارہ معذور ہے ابوبکر کا نام لے کر بیعت کرنے جاتا ہے کہ تمام مذہب کا استیصال ہو جاتا ہے لیکن ناچار مجبور ہو کر ایسا لفظ کہا جو بمنزلہ انکار کے ہے لیکن لفظ طاعت کے مضمون میں ہو اور شارح صاحب کا بھی فی الجملہ اختلاف ہے شارح صاحب لفظ طاعت کے مضمون کی تقدیر یہ نکالتے ہیں

فاذا طاعتی ترسیس ناصبی علیہ وسلم فیما امرنی بہ من ترک القتال

اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں ہے جو مجھ کو حکم فرمایا قتال کے ترک سے

اور بھی کہتے ہیں

فاذا طاعتی ترسیس ناصبی علیہ وسلم فیما امرنی بہ من ترک القتال

ناگاہ بوبکر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں ہے جو مجھ کو حکم فرمایا قتال کے ترک سے

اس کی تقدیر ہے لیکن ہماری تقدیر صحیح ہے اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہے کیونکہ اور اس تقدیر سے جو شارح نے پیدا کی ہے (جو مضاف الیہ کا کارکن ہے اس سے کہ وہ مضاف ہو کا مدعا تو یہ ہے کہ وہ مجھ جو وہ نوں ذا کا ہے ان کے مضمون کا مضمون بعد حصول مضمون جملہ سابقہ کے بعد ترک اور فی ہو کر تا ہے اس کو مضاف الیہ کہتے ہیں ظرح جامی میں ہے۔

یقال ذہبت الیوم بعد ما مضی یوم

کہتے ہیں گیا میں آج بعد اس کے کہ گزر چکا ایک دن

فجئت فیہ بالخیر و بعد ما مضی یوم

پس لایا میں اس میں خیر اور بعد اس کے کہ گزر چکا ایک دن

او المفعول و حینئذ فالمضاف الیہ فعل

یا مفعول ہو اور تب مضاف الیہ فعل

اس کی مثال ہم نحویوں نے مذکور سے اس سے بخوبی یہ معنی تقدیر میں سمجھ سکتا ہے جب ہم نحوی تقدیر میں کہ دیکھتے ہیں تو لوجب تقدیر شارح کے حصول مضمون جملہ کا جو مضمون ذا کا ہے قبل اور صادق نہیں آتا کیونکہ بیعت ہمیں ہے کہ ہمیں اس کی نسبت خدا و خدا تعالیٰ کی طرف سے اعلام ہو گیا تھا اس ہوئے ہوں اور ہمیں جیسے حصول ہو اور اس سے ان کو اس امور و مشتہ اور موثق ہو گئے ہوں بیعت اور ہمیں اس سے لکھا گیا ہو کہ تب تقدیر جو کہ خلاف ہی مذہب کے ہے نہ آتی ہو اور ہمیں جو ہمیں ہو ہمیں ہو ہمیں ہ

مضمون ایسے جملہ کا جس کا مدلول ایسا موثق و متحکم ہے بطریق اولیٰ فرض ہوتا ہے [illegible]

[illegible] ہوگئی تو جناب امیر نے اس کی نسبت فرمایا کہ میں نے اپنے امر میں سوچا تو یہ تک اطاعت ابوبکر کو جو فرض پیشتر نہ تھی بیعت کرنے سے بھی پہلے اپنے اوپر لازم پایا پس اس صورت میں یہ تقدیر اذا مفاجاتیہ و نہایت چسپاں اور اس کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور بحوالہ اصول مسلمہ جملہ مناسبات کے بیجا ہے علاوہ ازیں جس کو فقہ کا ذوق صحیح ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس جگہ واو حالیہ مع ما دخل کی طرف ہو جو ہمیشہ مقتضی ہے اور وہ غیر منظور کی ہی واقع ہیں اور جو یہ وہ متحقق فکر ہیں کہ دونوں وجوب اطاعت کو مشترک ہیں اور تفاوت فی الحاصل ہیں کہ دونوں کا فاعل مختلف ہے تو اس کو مناسب اور چسپاں نہ جانے کہ مفعول بھی دونوں کا مختلف ہوا اور یہ ہماری تقدیر کی صورت میں ہے نہ شارح صاحب کی تقدیر کی تو اس سے ثابت ہوا کہ تقدیر مرکبہ ہے اذا [illegible] اور اطاعت ابوبکر کا وجوب [illegible] اور وجوب اطاعت بدون صحت و مشیت خلافت متصور نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ جناب امیر کے نزدیک خلافت صدیقیہ حقہ اور خلافت راشدہ واجب اطاعت ہے اور مطلوب قطع نظر اس سے اگر صحت تقدیر شارح کو تسلیم بھی کریں تو اس کا تو اس میں وجوب اور زور اطاعت ابوبکر سے کیونکر شارح کی تقدیر پر ہے اذا [illegible] اور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم فی حرف اذا [illegible] اور اس کے معنی یہ ہیں

فاذا [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ	جب یہی فرمان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم فی طاعۃ ابی بکر	کی اطاعت ابوبکر کی فرمانبرداری میں

اور نہایت معنی ہے کہ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] طاعۃ ابی بکر [illegible]

فاذا [illegible]	جو کہ میری فرمانبرداری ابوبکر کے لئے

[illegible] ایک [illegible] ان دونوں کی تحت میں صرف لفظی فرق ہوا [illegible] باقی تک کہ ہی بات ہے اس کا کوئی کہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کی اطاعت کے ساتھ [illegible] مصلحت عدم [illegible] اطاعت ہو جو حقیقت خلافت ابی بکر صدیق

[illegible] اللہ عنہ کی تھی سو اس کو ہم بعون اللہ تعالیٰ ابھی جملہ سابقہ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ جناب امیر کو خلافت کو تسلیم کرنا اور منازعت نہ کرنا صرف اسی وجہ سے تھا کہ خلافت کو حقہ اور راشدہ سمجھتے تھے

[illegible] بعد اس کے تیسرا جزو جو آخر میں مذکور ہے یہ ہے واذا المیثاق فی عنق [illegible] یہ جملہ [illegible] ثبوت حقیقت خلافت میں گویا نص صریح ہے اور شارح نے بھی اس جزو کی شرح میں اس کو ثابت علانیت تسلیم فرما لیا ہے شارح ابن میثم اس کی شرح میں فرماتے ہیں

قولہ واذا المیثاق فی عنق [illegible] ای	اور نگاہ غیر کا میثاق میری گردن میں تھا یعنی جس نے
میثاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	جس نے میرے لئے رسول کا عہد و میثاق عہد و بیعت
وعہدہ الی بعد مشافہۃ وقیل المیثاق	میں اور بعض کہتے ہیں میثاق وہ ہے جو ابوبکر کی
ما نزلہ من بیعۃ ابی بکر بعد بیعتہ	بیعت کو میثاق میں کہ کے واقع کرنے کے بعد آپ
ای فاذ المیثاق [illegible] قد لزمنی [illegible]	کو لازم ہو گیا یعنی قوم کا میثاق مجھ پر لازم ہو گیا وہ
یمکنی مخالفۃ بعدہ	میں کیونکر سے مخالفت نہ ہو سکی

شارح نے اس جزو کی دو تقدیریں کیں اور دو معنی بیان کئے ہیں ظاہر وہ ہے کہ کسی عبارت کے معنی ثانی جو شارح نے بیان کئے ہیں [illegible] ہوتے ہیں اور اتباع اساس تشبیہ کیونکہ نزاد بیعت ابی بکر رضی اللہ عنہ بکر اس کے لئے نہیں کہ ان کی خلافت حقہ راشدہ ہو کر جب امیر تشبیہ کے کوئی شخص بجز اور جس کے واجب الاطاعت نہیں اور جو شخص واجب الاطاعت ہو اس کی اطاعت اس کی حالت اس کی کیفیت اور اس کی حالت [illegible] اور مرتبہ جب ہو گا اور اس کا خلاف اور اس سے جب ہو گا پس جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت جناب امیر پر لازم ہو گئی اور ان کو اطاعت رسول تھا اور بدون خلافت راشدہ ہونے کی نزاد ہو نہیں سکتا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت حقہ اور خلافت راشدہ تھی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جناب امیر جس وقت خلیفہ تھے اور زندہ تھے اور اس سے شرائط عصمت و افضلیت بھی بالکل باطل ہو گئی اور خود آپ کے عمل سے جو شرعیہ رضی اللہ عنہ خود جناب امیر نے ان دونوں میں مذہب تشیع کا [illegible] بھی مخلوط [illegible] ہو شارح نے [illegible] جب قدرت ہی کا کام دکھایا ہے شارح نے تو یہ نتیجہ جس جو حل سے نکالا ہے وہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن وہ بالکل غلط اور [illegible] ہے محبب جب اس کے [illegible] ہو گئے تو [illegible] تعالیٰ [illegible] اس کے بعض کو ثابت کر کے [illegible] جو [illegible] شریعت مطہرہ [illegible]

ہمارے مناسب کارآمد ہے اور تقدیر اس جملہ کی یہ ہے (اذا میثاق بیعۃ ابی بکر بعد ایقاع القوم ایاھا فی عنقی) اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بیعت کے انعقاد کا دار مدار جمیع اہل حل وعقد پر ہے اور شارح نے باعتبار تقدیر اول کے جو اول معنی بیان فرماتے ہیں وہ غلط ہیں چنانچہ اس سے پہلے جملہ کی بحث سے ان کا بطلان بخوبی ثابت ہوتا ہے علاوہ اس کے جو پہلے گذارش ہوا کہ لفظ اذا مفاجاتیہ اس تقدیر سے ابا کرتا ہے یہ التماس ہے کہ اس جملہ کے لئے مقدر و محذوف کی کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ حذف و تقدیر کا ارتکاب اسی جگہ کیا جاتا ہے جس جگہ بدون حذف و تقدیر کے تصحیح عبارت ممکن نہ ہو اسی وجہ سے حذف خلاف اصل ہے اور یہ جملہ بحمیع اجزاء اللہ کو رہ تمام ہے محتاج کسی خبر کی حذف یا تقدیر کا نہیں ہے کیونکہ اس جملہ کی اصل عبارت اس طرح ہے فاذا میثاق الغیر فی عنقی اور یہ خود جملہ تام ہے جو اپنی تمامی میں محتاج کسی خبر کا نہیں بجز اس کے کہ خبر حرف مستقر ہے جو محتاج متعلق کا ہے سو اس کی تقدیر خارج از بحث ہے پس اس عبارت میں بجز تقدیر و تاخیر کے حذف کا قائل ہونا بالکل بے ضرورت و خلاف اصل و ناجائز ہے تو اس صورت میں معنی صاف واضح ہیں کہ میں نے اپنے امر میں فکر کیا ناگاہ میثاق غیر کا میری گردن میں تھا اور اپنے شارح کی تصریح سے معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ غیر سے مراد قوم ہے جس سے مراد ابو بکرؓ ہیں اور یہاں حذف مضاف الیہ یعنی لفظ رسول کا بطلان ثابت کیا گیا تو اس کے معنی یہ ہوئے۔

فاذا میثاق ابی بکر من نزوہ بیعتہ	ناگاہ ابو بکرؓ کا میثاق اس کی بیعت کے نزدیک
بعد ایقاع القوم ایاھا فی عنقی فلم	میں بعد واقع کرنے قوم کے اس کو میری گردن میں
یمکنی المخالفۃ بعدہ۔	تو بعد اس کے مجھ سے مخالفت نہ ہو سکی۔

اور وہ تقدیر جو شارح نے بیان کی ہے غلط ہو گئی اور دونوں جملے باہم خوب مرتبط ہو گئے اور اذا مفاجائیہ کے بھی مناسب ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات کے بیان حال کے ساتھ بھی نہایت چسپاں ہو گیا اور حاصل عبارت یہ ہو۔ فتفکرت فی امری فاذا طاعتی لابی بکر قد سبقت بیعتی لہ و اذا میثاق الغیر وھو ابو بکر من نزوہ بیعتہ ووجوب طاعتہ علینا بعد ایقاع القوم ایاھا فی عنقی فلا سبیل لی الی امتناع مخالفتہ یمکنی مخالفتہ۔ علاوہ ازیں اگر شارح کی اس تقدیر کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو بھی ہمارے مدعا کی منافی نہیں پہلے جملہ کی تقدیر میں گذارش ہو چکا ہے بلکہ ہمارے مدعا کے موید ہے کیونکہ میثاق رسول اللہ و عہدہ الذی واثقہ کا حاصل اور میثاق رسول اللہ فی لزوم بیعۃ ابی بکر و فی طاعتہ

ایک ہے اور یہ ہم معنی۔ میثاق ابی بکرؓ کی لزوم بیعت و اطاعت کا ہے بلکہ ذکر حضرت صلی اللہ علیہ کے عہد و میثاق کا اور زیادہ مؤکد ہو گیا اور بمنزلہ دعوی الشی بینہ و برہان ہوا الحمد للہ کہ خود جناب کے اعتراف اور آپ کے جناب رضی کے نقل اور جناب شارح ابن میثم کی شرح سے صحت و حقیقی خلافت خلفاء ثابت ہوئی اور جھگڑا چکا۔ بیت۔

کیا لطف جو میر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلاثہ کی پانچویں دلیل

دلیل خامس۔ شریف رضی نے نہج البلاغۃ میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جس میں تمام وہ مناقب و اوصاف بیان فرماتے ہیں جن کا مصداق شیخین کے سوا ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا شخص ہو خطبہ یہ ہے۔

ومن کلام لہ علیہ السلام بلاد فلان فلقد قوم الاود و	فلاں شخص کی آزمائش خدا کی بھی ہے خدا کی قسم اس
داوی العمد اقام السنۃ وخلف الفتنۃ و	نے کجی کو سیدھا کیا اور بیماری کا علاج کیا اور سبب
ذھب نقی الثوب قلیل العیب اصاب	کو برپا کیا اور فتنہ پیچھے چھوڑا اور پاکدامن بے عیب
خیرھا وسبق شرھا ادی الی اللہ طاعتہ	کیا خلافت کی بھلائی کو پہنچا اور برائی سے گذر گیا
واتقاہ بحقہ رجل وتر کھم فی طرق	خدا کی طاعت ادا کی اور حق تقوی ادا کیا لوگوں کو
مشبھۃ لا یھتدی فیھا الضال ولا	
یستیقن المھتدی۔	

بندہ کمترین عرض کرتا ہے کہ ممدوح ان اوصاف و مدائح کے یا ابو بکرؓ یا عمرؓ یا رجل ثالث لیکن جائز نہیں کہ مراد رجل ثالث ہو کیونکہ جو رجل ثالث کو مراد ہے وہ یا ابو بکر و عمر سے پہلے ہے یا پیچھے ظاہر ہے کہ پیچھے بجز عثمان رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت عثمان مراد نہیں اور نہ کوئی اس کا قائل ہوا تو لامحالہ یہ ممدوح وہ رجل ہو گا جو ابو بکر و عمر سے پہلے زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور اسی زمانہ میں وفات پا گیا لیکن چند وجوہ سے ممکن نہیں کہ یہ توصیف ایسے شخص کی ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہے وفات کر گیا ہو کیونکہ اوّلاً بسبب وجود باوجود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موجود ہے وحی نازل ہوتی ہے اور تمام امور وحی خداوندی سے سرانجام پاتے ہیں اور خود جناب امیر بھی موجود ہیں اور بفضلہ تعالیٰ آپ کو بوجہ قرب و منزلت رسول اللہ صلی اللہ

مضمون کو باعتبار پہلی دو حالتوں کے اوصاف عشرہ سابقہ سے مقابلہ و موازنہ کر کے دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف عشرہ میں سے پہلا وصف خلق اللہ کی اصلاح اور ان کی کوشش کا کرنا اور دوسرا وصف اپنے مواعظ بالغہ کے ساتھ امراض نفسانیہ عباد کا معالجہ اور مداوا کرنا تیسرا وصف سنت نبوی کا قائم کرنا جب کہ اس سے مراد ہو کہ خود موافق سنت کے عمل کرنا چوتھا وصف دنیا سے قلیل المیسب رخصت ہونا یعنی معاصی قلیلہ کے ساتھ جانا قلت کا لفظ اسی واسطے فرمایا ہے کہ معصوم نہ تھے آگے اس وصف خداوند تعالیٰ کی پورے طور پر بندگی بجالانا تو ان وصف اتقا کرنا خدا تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ اور اس کے حقوق کو اس کی عظمت کے لحاظ سے بجالانا یہ چھ اوصاف گویا اس جملہ کی شرح اور تفصیل ہیں جو اس خط میں اول مذکور ہوا یعنی ان مکارمنافی الاسلام عظیم جو مجملاً ان سب وصفوں کا جامع ہے اور تیسرا وصف اگر اس سے مراد یہ ہے کہ سنت نبوی کا لوگوں میں جاری کرنا اور لوگوں کو اس کا پابند کرنا اور عامل بالسنۃ بنانا اور چوتھا وصف فتنہ کو پیچھے چھوڑنا پانچواں وصف دنیا سے پاک صاف لوگوں کی مذمتوں سے اپنے حقوق کی نسبت جانا ساتواں خلافت کی بجالائی عدل و انصاف و اقامت دین حاصل کرنا اس کے شر در لیعنی فتن اور خونریزی سے محفوظ رہنا دستوں اس حالت میں دنیا سے رخصت ہونا کہ بعد میں لوگ جہالتوں کی پیچیدہ راستوں میں گمراہ ہو گئے ہوں کہ جن میں گمراہ کو راہ یابی دشوار ہو اور راہ یاب کو اپنی راہ یابی پر پورا اعتماد نہ ہو یہ پانچوں وصف متعلق حقوق العباد کے ہیں اور گویا شرح جملہ ان المناقب الصالحۃ الاسلام یجرح شدید کی ہیں بلکہ چوتھا اور دسواں وصف تو گویا اس جملہ کا ہم معنی اور ہم وصف ہی ہے چنانچہ ظاہر ہے ہم نے بخوف تطویل اجمالاً ذکر کر دیا ہے اور تفصیلاً ہر ایک وصف کو جداگانہ اس کی شرح کر کے جملہ کے اندر داخل کر کے نہیں بیان کیا اگر ایسا کیا جاتا تو زیادہ طوالت ہوتی اہل فہم خود سمجھ لیں بعد اس کے جب ہم اوصاف عشرہ مذکورہ سابقہ کو دونوں جملوں کے ساتھ باعتبار دوسرے دونوں احتمالوں کے مقابلہ کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ جملہ اس خط کا ان مکارم صالحہ ممدوح کے ان اعمال حسنہ کی جو اپنے زمانہ حیات میں بجاآوری حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کی ہے گویا تصویر کھینچی ہوئی ہے اور جو ثانیہ ان المناقب الصالحۃ [illegible] ان حالات اور واقعات کو ظاہر کر رہا ہے جو ممدوح کی وفات کے بعد امت کو پیش آئے اور ان صدموں کی خبر دے رہا ہے جن کے سبب سے مسلمین کے انتظام کے بعد اسلام [illegible] ہو گیا اور یہ ہی دونوں امر ہیں کہ جن کی شرح اور تفصیل اوصاف عشرہ میں مذکور ہے چنانچہ [illegible] اور تیسرا اور چوتھا اور پانچواں اور چھٹا اور ساتواں اور آٹھواں اور نواں جملوں کی

شرح ہے جن میں ان حسنات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ممدوح اپنے زمانہ حیات میں بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کر کے عظمت مرتبہ خدا تعالیٰ کے نزدیک پیدا کر کے لے گیا اور چوتھا اور دسواں وصف جملہ ثانیہ کی شرح ہے اور ان میں ان مصیبتوں کا بیان ہے کہ جو وفات ممدوح کے سبب سے اسلام اور اہل اسلام کو پہنچی۔ غرض یہ تفصیل اور یہ اجمال باہم پورے طور پر مطابق ہیں تو اس تقریر سے ثابت ہوا کہ مدح اثنی کسی تیسرے شخص کی نہیں بلکہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے یا جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔

حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دور خلافت ہر قسم کے فتنوں سے پاک تھا

فاضل علامہ ابن حجر نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے کہ موصوف ان اوصاف کا یا ابوبکرؓ ہے یا عمرؓ مگر اپنی رائے میں حضرت ابوبکرؓ کو بہ نسبت جناب عمرؓ کے ترجیح دیتا ہے ہم علامہ کی کلام اس کی شرح کبیر سے نقل کرتے ہیں اہل عقل و انصاف ملاحظہ فرمائیں۔

واصدق ان المراد بالمناقب المصالح وعن التعب
المراد بالحقوق [illegible] ان الخطاب وجه
فی زمن ابی بکر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و
مات قبل ان یقع الفتن وانتشار ما وقع بعد
فی العهدین فلا صحابة وصاف [illegible]
فی کلام [illegible]
[illegible] فقد [illegible]
[illegible] وقد [illegible]
العهد [illegible] فی [illegible]
[illegible] وکان [illegible]
عمر وقول ان [illegible]
[illegible] فی خلافة عمر و [illegible]

اور صحیح یہ ہے کہ مراد مذکور فتن سے مصر ان خطاب سے اور تعب راوی سے منقول ہے کہ مراد بعض صحابہ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو فتنوں کے واقع ہونے اور پھیلنے سے پیشتر [illegible] زمانہ رسول [illegible] ہو گئے [illegible] ہے اس پر خلاف کا مقتول ہونا جب کہ [illegible] کیا ہے اور [illegible] کی [illegible] اور [illegible] کے سبب سے [illegible] ہونا [illegible] کہ [illegible] خلافت کے [illegible] ہے تو [illegible] خلافت [illegible] اور [illegible]

بالی خطبتها المرونة بالشقشقية كما
سبقت الاشارة اليه انتهى ـ نقد
العجلة.

آپ کا مراد کہنا بہ نسبت عمر کے زیادہ مشابہ بحق ہے کیونکہ خطبہ شقشقیہ میں خلافت عمر کی خدمت کی ہے جیسا اس کی طرف اشارہ گذر چکا۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ شارح کے نزدیک لفظ فلاں سے سوائے ابوبکر و عمر کے شخص ثالث مراد ہونا مرجوح ہے کیونکہ اول بطور نقل کے بیان کیا کہ مراد لفظ فلاں سے عمر ہیں پھر قطب راوندی کا قول نقل کیا ہے۔ اس کے بعد ابن ابی الحدید کے قول سے جس میں عقلی طور پر بطلان قول راوندی کا ثابت کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ قطب راوندی کا قول فحوائے عبارت کے معارضہ مخالف ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مراد حضرت عمر ہیں پھر شارح خود کہتا ہے کہ راشد بحق یہ ہے کہ مراد ابوبکر صدیق ہیں پس شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید متفق ہیں کہ شخص ثالث مراد نہیں اور تیسرا شخص مصداق ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہے یہ تحقق آپ کے قطب صاحب کی دیدہ کا نابی یا قصور مکاشفہ ہی ہے کہ عبارت کو دیکھتے ہیں نہ اس کے مضمون کو سمجھتے ہیں اور اپنی توجیہ کئے چلے جاتے ہیں خود الفاظ سے پیدا ہونا ہو خیر ہر کہ اس سے گریخت خدا تعالیٰ ان کو اس بیان دروغ اور دیانت کی جزا دیوے دروغ گو را حافظہ نباشد۔ جزاہ اللہ یعنی عمری بن حاتم العاری غرض یہ تھی کہ موصوف ان اوصاف کا ابوبکر ہیں یا عمر، وہ ثابت ہو گیا اور بدیہی ہے کہ جو شخص موصوف ان اوصاف کا ہو گا وہ نعیذ راشد اور امام برحق ہو گا نظام دغاصب اور فاسق و فاجر کیونکہ امام یا نبی اور وہ قطعی بالاتفاق شرح مراد نہیں یا ملوک و سلاطین اور ان میں یہ اوصاف قطعاً مفقود ہوتے ہیں یا خلفاء راشدین ہیں اور وہی محل ان اوصاف کے ہیں لیکن تمام اثنا عشر میں سے کوئی مراد نہیں ہے تو ابوبکر یا عمر مراد ہوتے اور ان کا خلیفہ راشد ہونا ثابت ہوا جب ہمارے ان اوصاف عالیہ کو جو غرض عموم نفع مشروح سے لکھتے ہیں۔

وقد وصف باصابر جملة ما قوبه للزود
وهو كناية عن تقويمه لاعوجاج الخلق
من سبيل الله والاستقامة فيها ثانى
مفعولى وانا للعهد واستعار لفظ المضغ
لمعنى الخشاية باعتبار ما
يلزمها من كلوح الوجه وعبس الاسارير

اور تحقیق چند اوصاف کے ساتھ اس کو موصوف کیا جن اس کا کل کہنا دفع کنایہ سے اس سے کہ اس نے خلق کی کجی کو دور کرنے سے استقامت اور سیدھا کرنے کی طرف سبیل اللہ کی پھیر دیا اس کو کجی کا علاج کرنا اور سیدھا کرنا عمر کو امر الٰہی سنانے کے بعد چونکہ وہ بیں شکل عمر کے بگڑنے کو مستلزم ہے استعارہ کیا اور چبانے کی ہیئتوں اور

تلك الاصابة بمواعظ البالغة والزواجر القرآنية
القولية والفعلية الثالث اقامة للسنة
ولزومها الواقع تخليته لفتنة اى مونة
قبلها ووجه كون ذلك مدحا له هو اعتبار
عدمه وقوعها البتة وفى وضعه بحسن تدبيره
الخامس ذهابه فى الثوب واستعار لفظ التوى
لعرضه ولعاه بسلامته عن دنس لمذاهب
السادس قلة عيوبه التى اصابت غيره او
سبق شرها والضمير فى موضعين يشبه ان
يرجع الى المعهود وهو فيه من الخلافة اى
اصاب بها من اتجه مطلوبه وحصل له
اقامة دين الله الذى به يكون الاشراف
العز الحقيقى فى الاخرة والشرف الجليل فى الدنيا
وسبق شرها اى مات قبل وقوع الفتنة فيها
سعادة له ما جبلت النفوس على حبه
فاما ان يتابع القائل بجهله فى دعوى
خروجه من العشرة حيث لم يذكر اسمه
فليس من العشرة او يخرج ما كان
ظاهرا فى قرائن مقتضية من البحث
لا يهتدى اليها من ضل عن سبيل الله ولن
يستفتين امهتدى فى سبيل الله الا حيث
لا يختلفون فرق بين ان يكون الاحالة فيه
واقعة فى قول او فعل وقوله لعجل

بڑی دھمکیوں کو یہ اور فعلیہ کے ساتھ امراض کے معالجہ کو عمر کے ساتھ وصف کیا تیسرا اس کی سنت کو قائم کرنا اور اس پر قائم رہنا جو بعض فتنوں کے پہلے پھوٹ نکلنے فتنوں سے پہلے مرجانا اور یہ اس وجہ سے اس کی مدح ہے کہ اس کی حین تدبیر سے امت میں فتنے واقع نہ ہوئے پانچویں اس کا پاک و صاف جانا اور ثوب کو جس کی آبرو کے لئے ہے کیا اور ثوب کی پاکیزگی کو جس کے ساتھ پاکیزہ نسبت رکھتی ہے کنایہ کیا ہے مذاہب کی میل کچیل سے ستعارہ کیا جس کی بیان سے کہ ساتھ سالکین طریقت کی حالت کا پاداں اس کی برائی سے خبردار رہنا اور ضمیر خبرداری کی مشابہ بحق یہ ہے خلافت کی طرف راجع ہے جو معہود ہے یعنی خلافت سے جو چیز حاصل ہوئی اور وہ عمر کا اقامۃ دین اللہ کا ہے جس سے عمدہ بہ آخرت ہیں اور بڑی بزرگی دنیا میں حاصل ہوتی ہے وہ اس نے پائی اور خلافت کے شر سے جو بعض فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے اور خلافت پر خود ان کے ہاتھ پیشتر دولت پائی مخلوق اس کی طرف طبعاً مائل ہے جو اس کی محبت رکھے گا وہ اس کے ساتھ محشور ہوگا اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ اس کے ساتھ محشور ہوگا جس قسم کے یہ لوگ ہیں جن کا ذکر ہوا ہے اس کا حق ہے کہ وہ ان میں سے ہو گا لوگ کو اپنے پیچھے جہالت کے پیچھے گمراہیوں میں ان کی مخالفت کی وجہ سے گمراہ کرتے ہیں اور جو اپنی ہوا و ہوس پر چلتے ہیں ان کی موافقت کی وجہ سے ہدایت پانے والے نہیں ہیں جو شخص ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کو ہدایت کرنے والا نہیں ہو گا تو کہاں سے ہو گا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک حق تعالیٰ کے کہنے سے کہ جب تک تو اس کا حق ادا کرے وہ ہیں اس کا حق ادا کرنے والا ہو گا جو شخص ان کی مخالفت کرے گا وہ اس کا حق ادا کرنے والا نہیں ہو گا اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا وہ اس کا حق ادا کرنے والا نہیں ہو گا اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا وہ اس کا حق ادا کرنے والا نہیں ہو گا

اور جو شخص ان اوصاف عالیہ میں غور کرے اور دیکھے کہ جو کچھ ان کی نسبت بیان ہوا ہے ان میں ہیچ درجہ کی بات ہیں ہے جو صحیح ہے یا جو کچھ قطب راوندی فرماتے ہیں اور ابن ابی الحدید بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ اوصاف کسی خلیفہ

کے کسی میں پائی جا سکتی ہیں حاشا وکلا اور خلفاء میں سے جب ایک کی بھی خلافت راشدہ ثابت ہو گئی تو سب کی ثابت ہو گئی تو اس سے ثابت ہوا کہ خلفاء خلیفہ راشد تھے اور یہ ہی مدعا تھا اور یہ تفکیک قول قطب الدین راوندی کے جو کی گئی ہے بشرط تسلیم اس امر کی ہے کہ راوندی کا مدعا یہ ہی ہو کہ مراد رجل سے وہ رجل ہے کہ جو زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور اسی زمانہ میں قبل از وقوع فتن وفات پا گیا اور علامہ ابن مطہر نے جو عبارت متضمن مضمون مذہب راوندی نقل کی ہے اس سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ رجل سے مراد ایک صحابی ہے جو وقوع اور انتشار فتن سے پہلے فوت ہو گیا اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ مراد رجل سے کوئی شخص ثالث سوائے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ہو بلکہ یہ عبارت صاف دلالت کرتی ہے کہ مراد یا ابوبکر ہے یا عمر کیونکہ اول وہ شخص جو موصوف ان صفات کا ہو یہ کہیں نہیں کہ زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مصداق ان اوصاف کا ہوئے اور نہ یا کہیں ثابت قبل وقوع الفتن وانتشارہا پائے گئے اس پر دلالت نہیں کرتا کہ زمانہ حیات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے وفات پا جانا اس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی زندہ رہا ہو وقوع اور انتشار فتن سے پہلے رحلت کر گیا اور یہ شخص غیر از ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اور کوئی دوسرا نہیں ابن ابی الحدید سے علامہ ابن مطہر نے صاف طور پر نقل کیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ خلافت شیخین شوائب فتن سے بالکل پاک اور صاف ہے زمانہ فتن بعد وفات جناب رسالت مآب شروع ہوا ہے پس حضرات شیخین پر مضمون عبارت راوندی [illegible] صحابیا فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات قبل وقوع الفتنۃ وانتشارہا بجزئی صادق آتا ہے اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ راوندی کے نزدیک بھی مراد رجل سے یا ابوبکر ہیں یا عمر لیکن صاف نہیں کہتا کہ تو نہ کرنے پس کو اپنے مذہب کی پیروی سے رخصت نہیں دیتی کہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے مذہب کا استیصال کرے پس بنا علیہ قول قطب رقطاب شیعہ علامہ ابن مطہر ابن ابی الحدید ثابت ہو گیا کہ مراد ابوبکر ہیں یا عمر [illegible] وھو المطلوب وللہ الحمد۔

اب ہم اس کو ثابت کرتے ہیں کہ جو جواب بھی ضرور رکھتے ہیں جو حضرات شیعہ نے اس کا دیئے جو جواب فرمائے ہیں جواب اول یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ سب ان لوگوں کے حق میں ہو جو صحبت وحیثیت خلافت شیخین کے معتقد تھے اور ہر ہیں ہے جواب ثانیہ ان سے کیونکر تو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ نے یہ مدح ان لوگوں کے حق پر فرمائی تھی لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ یہ [illegible] مدح تھی یا ذم اگر مدح تھی تو کیا وجہ ہے کہ مدح اپنے

لوگوں کی دلجوئی کے واسطے قسم کھا کر دس جھوٹ بولے اور جھوٹ و فریب کے ساتھ لوگوں کا [illegible] کیا جائے اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کے ساتھ لوگوں کی رضا چاہی اور اس جھوٹ کا نتیجہ صرف یہ تھا کہ لوگ شیخین کی مدح و ثنا حضرت کی زبانی خلافت کے بارہ میں سن کر ان کی حقیت خلافت کے معتقد ہوں اور زیادہ گمراہی میں پڑیں پھر اگر بقول ابن مطہر کے اگر آپ کو ایسا ہی جھوٹ بول کر کام نکالنا تھا تو بمقابلہ امیر معویہ کے اسی طرح کیوں جھوٹ بول کر کام نہ نکالا۔ وہاں تو امیر معویہ کی مذمت اور اپنی مدح میں فرماتے ہیں کہ وہ فریب کرتا ہے اور ہم دغا اور فریب نہیں کرتے پس آفرین ہے حضرات شیعہ کے ولا و تمسک پر کہ اس کے پردہ میں کیا کیا خوبیاں حضرات ائمہ کی طرف منسوب فرماتے ہیں اور اگر یہ مدح مطابق واقع کے ہے تو بجا اور ادعا ثابت اور یہ جواب لغو اور باطل ہے۔ دوسرا جواب اس کا یہ فرماتے ہیں کہ یہ مدح بطور طنز و تعریض عثمان اور ان کی توبیخ کے تھی یا یہ معنی کہ بعد اس شخص کے جو ان صفات کے ساتھ متصف تھا جو شخص خلیفہ ہوا وہ ان صفات کے خلاف کے ساتھ متصف تھا اس نے کہ خلافت عثمانی میں فتنہ اٹھے اور انھوں نے بیت المال کو بے جا صرف کیا جس کے سبب سے ان پر ہوا ہوا یہ جواب بھی ویسا ہی ضعیف اور واہی ہے جیسا کہ پہلا جواب تھا کیونکہ اس میں بھی وہی کلام ہے کہ جو اس جواب میں کی گئی ہے۔ علاوہ اس کے اہل انصاف نظر انصاف سے دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی ایسا لفظ مذکور ہے جو طنز و تعریض یا توبیخ پر دلالت کرتا ہو۔ معہذا یہ سب ڈھکوسلا گھڑا ہوا ہے کیونکہ جناب امیر نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا تھا کہ واللہ لو ولیتہ لسلمت امور المسلمین ولوکان فیہا جور الا علی خاصۃ کما سیرہ کہ آپ نے باوجود اس جور و ظلم کے سکوت فرمایا تو بقول شیعہ اپنی یمین میں جو طاعت پر بھی حانث ہوئے اور عاصی۔ علاوہ ازیں یہ جواب خود بھی موید ہے اور صاف دلالت کرتا ہے کہ مراد رجل سے قطعاً ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں یا عمر رضی اللہ عنہ کیونکہ طنز و تعریض جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی تو یہ بہ نسبت کسی خلیفہ سابق کے کی گئی گویا یہ کہا گیا کہ فلاں خلیفہ تو ان محامد و اوصاف کے ساتھ متصف تھا اور یہ خلیفہ ان اوصاف سے متصف نہیں اور ظاہر ہے کہ پہلے کوئی خلیفہ بجز ابوبکر و عمر کے نہیں ہوا کہ وہ ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو اور اگر واقع میں وہ خلیفہ جس کی بہ نسبت عثمان کو تعریض کی گئی ہو ایسا نہ ہو تو طنز و تعریض کے غلط ہونے کے علاوہ عثمان اور ان کے اولیاء کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے غلط فرمایا پہلے ایسا کون ہوا ہے جو موصوف بان صفات ہوا ہے خود معتقد نہیں ہیں کہ پہلے ایسا کوئی ہو تو جھوٹ سے الزام نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ مدح و صفت و ثناء و منقبت ابوبکر کی ہے [illegible] کی اور واقعی اور نفس الامری ہے اور جب یہ ثابت ہوا تو حقیت خلافت کا ثبوت سے [illegible] گیا

فرع ہے وہ بھی ثابت ہوتی باقی اس کی بحث اس جگہ کی جائے گی جس جگہ ہمارے فاضل مجیب نے بہت کچھ جوش و خروش فرمایا ہے۔

ثبوت حقیت خلافت خلفاء کی چھٹی دلیل

دلیل سادس: آپ کے امام الائمہ امام کلینی نے فروع کافی میں باب من یجب علیہ الجہاد و من لا یجب میں ایک صحیح حدیث نقل کی ہے جس کو خاتم المتکلمین مولانا مولوی حبیب احمد رضی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الیقین میں نقل کیا ہے چونکہ وہ حدیث حقیت خلافت خلفاء ثلاثہ پر مشتمل اس سے ہم بھی اس حدیث کو ازالۃ الیقین سے نقل کرتے ہیں۔

علی بن ابراھیم عن ابیہ عن بکر بن صالح عن عبد الرحمن بن سالم عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ قال قلت لہ علی من الدعاء الی اللہ و الجہاد فی سبیلہ صوابا ہو یجب الا ینصرف و یقیم او من کان منہم اذا ھو خاف لکل من دعاہ الی اللہ عز و جل و امن بہ ان یسعہ ان لا یقاتل و لا یجاھد و ان کان کذلک فعلیہ ان یجاھد فی سبیل اللہ لان ذلک بغیر ما یجب الا ینصرف و لا یقیم و ذلک ان من کان منہم قلت من اولئک قال من قام منہم بشرائط اللہ عز و جل فی القتال و الجہاد علی ما یجاھدون لہ فی الدعاء الی اللہ عز و جل و من لم یکن قائما بشرائط اللہ عز و جل فی الجہاد علی ما یجاھدون فلیس یجاھدون و ہو فی الجہاد و الدعاء الی اللہ حتی یحکم اللہ فی نفسہ ما شاء فقلت لہ علیہ من شرائط اللہ یجب و قلت لنبین لی رحمک اللہ قال ان اللہ تبارک و تعالی جعل

ابراہیم بن ہاشم امام ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا حضرت مجھ کو خدا کی طرف بلانے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کی جو کیفیت ہے کیا وہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ جو ان کے کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا اور اس کو جو ان کے کوئی دوسرا بجا نہیں کر سکتا یا وہ ہر شخص کو جو دعوت حق کرتا اور اس راہ میں جہاد کرتا ہے یہ جائز ہے کہ اس کی نیت خالص ہو جائے اور اس کو جہاد کرنا فرض ہو یا نہیں کہ وہ اس

في قوله وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات
ويعلم ما تفعلون يعني الذين من شيعته
على الايمان به والتصديق له وبما جاء به
من عند الله من عند الله وحده لا شريك له
يعني بذلك الذين اتبعوا محمدا
وآمنوا به وصدقوا ما جاء به من عند الله
وعملوا بما امرهم به ونهاهم عنه من
شيعته وشيعة علي عليه السلام
وقوله ويعفو عن السيئات يقول
ويتجاوز عن السيئات
فلا يعاقب عليها
ويعلم ما تفعلون
يقول ويعلم ما تعملون
من خير وشر
ويستجيب الذين آمنوا وعملوا الصالحات
يقول ويجيب الذين آمنوا
بالله ورسوله وعملوا الصالحات
يقول وعملوا بما امرهم الله به
ويزيدهم من فضله
يقول ويزيدهم الله من فضله
على ما سألوه
والكافرون لهم عذاب شديد
يقول والذين جحدوا توحيد الله
وكذبوا رسوله
لهم عذاب شديد
يقول لهم عذاب موجع
ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا في الارض
يقول ولو وسع الله الرزق
لعباده لبغوا في الارض
ولكن ينزل بقدر ما يشاء
يقول ولكن يعطي كل انسان
منهم بقدر ما يشاء
انه بعباده خبير بصير
يقول انه بما يصلح عباده
ذو علم بما يصلحهم
وهو الذي ينزل الغيث من بعد ما قنطوا
يقول وهو الذي ينزل المطر
من بعد ما يئس الناس منه
وينشر رحمته
يقول ويبسط رحمته
وهو الولي الحميد
يقول وهو الذي يتولى
عباده المؤمنين
ومن آياته خلق السماوات والارض
يقول ومن علامات قدرته
خلق السماوات والارض
وما بث فيهما من دابة
يقول وما خلق فيهما
من دابة
وهو على جمعهم اذا يشاء قدير
يقول وهو على
جمعهم اذا شاء
وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم
يقول وما نزل بكم
من بلاء
فبما كسبت ايديكم
يقول فبما عملتم
من الذنوب
ويعفو عن كثير
يقول ويتجاوز عن كثير
من ذنوبكم
فلا يعاقبكم عليها
وما انتم بمعجزين في الارض
يقول وما انتم بفائتين
ربكم في الارض
وما لكم من دون الله من ولي ولا نصير
يقول وما لكم من
دون الله من ناصر
ينصركم
ولا يمنعكم منه
ومن آياته الجوار في البحر كالاعلام
يقول ومن علامات قدرته
السفن الجواري في البحر
كالجبال العظام
ان يشأ يسكن الريح فيظللن رواكد على ظهره
يقول ان يشأ يسكن الريح
فتقف السفن
على ظهر الماء
ان في ذلك لآيات لكل صبار شكور
يقول ان في ذلك
لعلامات لكل
مؤمن بالله
او يوبقهن بما كسبوا ويعف عن كثير
يقول او يهلكهن
بما عمل اهلهن
ويتجاوز عن كثير
من ذنوبهم
فلا يعاقبهم عليها
ويعلم الذين يجادلون في آياتنا ما لهم من محيص
يقول ويعلم الذين
يخاصمون في آياتنا
ما لهم من مهرب
فما اوتيتم من شيء فمتاع الحياة الدنيا
يقول فما اعطيتم
من شيء
فانما هو متاع الحياة الدنيا
وما عند الله خير وابقى للذين آمنوا
يقول وما عند الله
من الثواب
خير وابقى
للذين آمنوا
وعلى ربهم يتوكلون
يقول وعلى ربهم
يثقون
والذين يجتنبون كبائر الاثم والفواحش
يقول والذين
يتجنبون
كبائر الاثم
والفواحش
واذا ما غضبوا هم يغفرون
يقول واذا ما غضبوا
على من ظلمهم
هم يغفرون
والذين استجابوا لربهم واقاموا الصلاة
يقول والذين
اجابوا ربهم
واقاموا الصلاة
وامرهم شورى بينهم
يقول وامرهم
فيما بينهم
شورى
ومما رزقناهم ينفقون
يقول ومما اعطيناهم
يتصدقون
والذين اذا اصابهم البغي هم ينتصرون
يقول والذين
اذا اصابهم
الظلم
هم ينتصرون
وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره على الله
يقول وجزاء
سيئة
سيئة
مثلها
فمن عفا
عن ظالمه
واصلح
فاجره
على الله
انه لا يحب الظالمين
يقول انه لا يحب
من ظلم
ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل
يقول ولمن
انتصر
بعد
ظلمه
فاولئك
ما عليهم
من
سبيل
انما السبيل على الذين يظلمون الناس ويبغون في الارض بغير الحق
يقول انما
السبيل
على
الذين
يظلمون
الناس
ويعتدون
في الارض
بغير الحق
اولئك لهم عذاب اليم
يقول اولئك
لهم
عذاب
موجع
ولمن صبر وغفر ان ذلك لمن عزم الامور
يقول ولمن
صبر
على
الظلم
وغفر
ان ذلك
لمن
عزم
الامور

ان الله على ما يشاء من شيء من امر خلقه
من قبل ان يخلقهم
وهو العلي الكبير
يقول وهو العلي
على خلقه
الكبير
في سلطانه
وما اختلفتم فيه من شيء فحكمه الى الله
يقول وما اختلفتم
فيه
من شيء
من امر دينكم
فحكمه
الى الله
ذلكم الله ربي عليه توكلت واليه انيب
يقول ذلكم
الله
ربي
عليه
توكلت
واليه
انيب
فاطر السماوات والارض
يقول خالق
السماوات
والارض
جعل لكم من انفسكم ازواجا ومن الانعام ازواجا
يقول جعل
لكم
من
انفسكم
ازواجا
ومن
الانعام
ازواجا
يذرؤكم فيه
يقول يخلقكم
في
الازواج
ليس كمثله شيء وهو السميع البصير
يقول ليس
كالله
شيء
وهو
السميع
لقول
عباده
البصير
بما
يعملون
له مقاليد السماوات والارض
يقول له
خزائن
السماوات
والارض
يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر
يقول يوسع
الرزق
لمن
يشاء
ويضيق
على
من
يشاء
انه بكل شيء عليم
يقول انه
بكل
شيء
ذو
علم
شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذي اوحينا اليك وما وصينا به ابراهيم وموسى وعيسى
يقول شرع
لكم
يا
معشر
امة
محمد
من
الدين
ما
وصى
به
نوحا
والذي
اوحينا
اليك
يا
محمد
وما
وصينا
به
ابراهيم
وموسى
وعيسى
ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه
يقول ان
اقيموا
الدين
ولا
تتفرقوا
فيه
كبر على المشركين ما تدعوهم اليه
يقول عظم
على
المشركين
ما
تدعوهم
اليه
من
التوحيد
الله يجتبي اليه من يشاء ويهدي اليه من ينيب
يقول الله
يصطفي
لدينه
من
يشاء
ويوفق
لدينه
من
يرجع
اليه
وما تفرقوا الا من بعد ما جاءهم العلم بغيا بينهم
يقول وما
تفرق
الذين
اوتوا
الكتاب
من
اليهود
والنصارى
الا
من
بعد
ما
جاءهم
العلم
بغيا
بينهم
ولولا كلمة سبقت من ربك الى اجل مسمى لقضي بينهم
يقول ولولا
كلمة
سبقت
من
ربك
بتأخير
العذاب
الى
اجل
مسمى
لقضي
بينهم
بالعذاب
وان الذين اورثوا الكتاب من بعدهم لفي شك منه مريب
يقول وان
الذين
اورثوا
الكتاب
من
بعد
اليهود
لفي
شك
من
امر
محمد
مريب
فلذلك فادع واستقم كما امرت ولا تتبع اهواءهم
يقول فلذلك
فادع
يا
محمد
الى
دينه
واستقم
كما
امرت
ولا
تتبع
اهواءهم
في
الباطل
وقل آمنت بما انزل الله من كتاب
يقول وقل
صدقت
بما
انزل
الله
من
كتاب
وامرت لاعدل بينكم
يقول وامرت
لاقضي
بينكم
بالعدل
الله ربنا وربكم لنا اعمالنا ولكم اعمالكم لا حجة بيننا وبينكم
يقول الله
ربنا
وربكم
لنا
اعمالنا
ولكم
اعمالكم
لا
خصومة
بيننا
وبينكم
الله يجمع بيننا واليه المصير
يقول الله
يجمع
بيننا
يوم
القيامة
واليه
المصير
والذين يحاجون في الله من بعد ما استجيب له حجتهم داحضة عند ربهم وعليهم غضب ولهم عذاب شديد
يقول والذين
يخاصمون
في
دين
الله
من
بعد
ما
استجاب
له
الناس
حجتهم
داحضة
عند
ربهم
وعليهم
غضب
من
الله
ولهم
عذاب
شديد
الله الذي انزل الكتاب بالحق والميزان وما يدريك لعل الساعة قريب
يقول الله
الذي
انزل
الكتاب
بالحق
والميزان
وما
يدريك
لعل
الساعة
قريب
يستعجل بها الذين لا يؤمنون بها والذين آمنوا مشفقون منها ويعلمون انها الحق
يقول يستعجل
بالساعة
الذين
لا
يؤمنون
بها
والذين
آمنوا
مشفقون
منها
ويعلمون
انها
الحق
الا ان الذين يمارون في الساعة لفي ضلال بعيد
يقول الا
ان
الذين
يشكون
في
الساعة
لفي
ضلال
بعيد
الله لطيف بعباده يرزق من يشاء وهو القوي العزيز
يقول الله
لطيف
بعباده
يرزق
من
يشاء
وهو
القوي
العزيز
من كان يريد حرث الآخرة نزد له في حرثه ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته منها وما له في الآخرة من نصيب
يقول من
كان
يريد
بعمله
الآخرة
نزد
له
في
حرثه
ومن
كان
يريد
بعمله
الدنيا
نؤته
منها
وما
له
في
الآخرة
من
نصيب
ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم يأذن به الله ولولا كلمة الفصل لقضي بينهم
يقول ام
لهؤلاء
المشركين
شركاء
شرعوا
لهم
من
الدين
ما
لم
يأذن
به
الله
ولولا
كلمة
الفصل
لقضي
بينهم
بالعذاب
وان الظالمين لهم عذاب اليم
يقول وان
الظالمين
لهم
عذاب
موجع
ترى الظالمين مشفقين مما كسبوا وهو واقع بهم
يقول ترى
الظالمين
مشفقين
مما
كسبوا
من
الذنوب
وهو
واقع
بهم
والذين آمنوا وعملوا الصالحات في روضات الجنات لهم ما يشاءون عند ربهم ذلك هو الفضل الكبير
يقول والذين
آمنوا
وعملوا
الصالحات
في
روضات
الجنات
لهم
ما
يشاءون
عند
ربهم
ذلك
هو
الفضل
الكبير
ذلك الذي يبشر الله عباده الذين آمنوا وعملوا الصالحات
يقول ذلك
الذي
يبشر
الله
عباده
الذين
آمنوا
وعملوا
الصالحات
قل لا اسألكم عليه اجرا الا المودة في القربى
يقول قل
يا
محمد
لا
اسألكم
على
ما
جئتكم
به
من
الهدى
اجرا
الا
المودة
في
القربى
ومن يقترف حسنة نزد له فيها حسنا
يقول ومن
يعمل
حسنة
نزد
له
فيها
حسنا
ان الله غفور شكور
يقول ان
الله
غفور
لذنوب
عباده
شكور
لاعمالهم
ام يقولون افترى على الله كذبا فان يشأ الله يختم على قلبك
يقول ام
يقول
المشركون
افترى
محمد
على
الله
كذبا
فان
يشأ
الله
يختم
على
قلبك
ويمح الله الباطل ويحق الحق بكلماته انه عليم بذات الصدور
يقول ويمح
الله
الباطل
ويحق
الحق
بكلماته
انه
عليم
بذات
الصدور
وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات ويعلم ما تفعلون
يقول وهو
الذي
يقبل
التوبة
عن
عباده
ويعفو
عن
السيئات
ويعلم
ما
تفعلون
ويستجيب الذين آمنوا وعملوا الصالحات ويزيدهم من فضله والكافرون لهم عذاب شديد
يقول ويجيب
الذين
آمنوا
بالله
ورسوله
وعملوا
الصالحات
ويزيدهم
من
فضله
والكافرون
لهم
عذاب
شديد
ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا في الارض ولكن ينزل بقدر ما يشاء انه بعباده خبير بصير
يقول ولو
وسع
الله
الرزق
لعباده
لبغوا
في
الارض
ولكن
ينزل
بقدر
ما
يشاء
انه
بعباده
خبير
بصير
وهو الذي ينزل الغيث من بعد ما قنطوا وينشر رحمته وهو الولي الحميد
يقول وهو
الذي
ينزل
المطر
من
بعد
ما
يئس
الناس
منه
وينشر
رحمته
وهو
الولي
الحميد
ومن آياته خلق السماوات والارض وما بث فيهما من دابة وهو على جمعهم اذا يشاء قدير
يقول ومن
علامات
قدرته
خلق
السماوات
والارض
وما
خلق
فيهما
من
دابة
وهو
على
جمعهم
اذا
شاء
قدير

لعبده والله وبشر المؤمنين ... فنصر
النبي صلى الله عليه وسلم والمجاهدين
من المؤمنين الذين هذه صفتهم
حليتهم بالشهادة والجنة وقال التائبون
من الذنوب العابدون الذين لا يعبدون
الا الله ولا يشركون به شيئا الحامدون الذين
يحمدون الله على كل حال في الشدة
والرخاء الصائمون وهم الساهرون الراكعون
الساجدون الذين يواظبون على الصلوات
الخمس يحافظون لها ويحافظون عليها ركوعها
وسجودها وفي الخشوع فيها والوقت لها
الآمرون بالمعروف بعد ذلك والعاملون به
والناهون عن المنكر والمنتهون عنه قال
فبشر من قتل وهو قاتل بهذه البشرى بالشهادة
والجنة ثم سجد تبارك وتعالى ثم جاهر
بالقتال الا اصحاب هذه البشرى وقتال عز و
جل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا و
ان الله على نصرهم لقدير الذين اخرجوا
من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا الله
ذلك ان لم يجمع مؤمنين اسمه واحد وهم لله عز و
جل ولرسوله وكتابه من المؤمنين من
هم هذه الصفة فيما كان من امر الناس في
ايامي مشركين والكافرون مقاتلة ولا يجاهد
من اهل الخوف ورسول الله صلى الله عليه وسلم
وامره من ذلك فيما كان في ايدي بعض

عہد کی نگہبانی کرنے والے اور خوشخبری دی ایمان والوں
کو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی ان اچھی صفت
والوں سے جن کی یہ صفت اور یہ زیور ہے شہادت
اور جنت کے ساتھ تفسیر فرمائی اور فرمایا گناہوں
سے توبہ کرنے والے جو سوائے خدا کے کسی کی عبادت
نہیں کرتے اور کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے شکر
کرنے والے جو ہر حال سختی اور نرمی میں شکر کرتے
ہیں روزہ رکھنے والے رکوع سجدہ کرنے والے
جو پانچوں نمازوں پر مداومت کرتے ہیں اور
اس کے رکوع سجود کے اور اس کے خشوع اور وقت
کی نگہداشت کرنے والے ہیں جو اچھی باتوں کا حکم
کرنے والے اور خود اس پر عمل کرنے والے اور بری بات
سے روکنے والے اور خود باز رہنے والے فرمایا پس خوشخبری سنا
جو ان شرطوں کے ساتھ قتل ہو کر مقتول ہو شہادت
اور جنت پر خدا تعالیٰ نے خوشخبری کر اس نے بجز ان شرطوں
والوں کے کسی کو قتال کا حکم نہیں فرمایا پھر خدا کے قول
میں کے فرمایا اذن دیا گیا ان کے لئے جن سے لوگ لڑتے
ہیں اس سبب سے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کے
مدد پر قادر ہے جو لوگ نکالے گئے ہیں اپنے گھروں سے ناحق
بجز یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر نہ ہٹاتا
کرتا ہم کو کچھ لوگوں کو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کے ساتھ البتہ گرا دیتے ہم صومعوں کو
کی یہ صفت ہے تو کچھ دنیا میں ہوں صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی لڑے اور اس کے ساتھی مشرکین اور کافروں
اور فاسقوں اور نافرمانوں کے مقابلہ میں ہے میں اس صفت

المؤمنين من اهل هذه الصفات و
... عليه ما انا فيه الله على رسوله فوجدتم
الله عليهم ورده اليهم وانما معنى
... كما مار الى المشركين شوح مما قد كان
عليه او فيه فما رجع الى مكانه من قول
وفعل فقد فارسل قول الله عز وجل فان فاء
فان الله غفور رحيم وهو اشراق و
ان عزموا الطلاق فان الله سميع عليم وقول
ان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا
بينهما فان بغت احداهما على الاخرى
تقاتلوا التي تبغي حتى تفيء الى امر الله فان
فاءت فاصلحوا بينهما بالعدل
واقسطوا ان الله يحب المقسطين يعني بالعدل
التي ترجع فان فاءت فاصلحوا بينهما بالعدل
رجع الى مكان قد كان عليه وفيه ويقال للشمس
اذا زالت قد فاءت الشمس حين تميل
... رجع الشمس الى ذا وانفاؤها كذلك ما انا
الله على المؤمنين من الكفار فانا على حق
المؤمنين رجعت اليهم لعبة فنصرهم بالنصر
وذلك قول الله اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا
ما كان المؤمنين حق به منصور فانا من
المؤمنين الذين قاموا فشرفهم الله بالاسلام
التي رضيتها لنفسي وله لا يكون ما قاموا في
الله حتى يكون مغفورا وليكون مغفورا حتى
يكون مؤمنا وليكون مؤمنا حتى يكون قانتا

کے ایمان والوں پر ظلم کیا ہے اور ان پر غلبہ کر کے لے
لیا جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا تھا کے ایمان کا حق
ہے کہ اللہ نے ان پر لوٹا دیا اور رجوع کرنے کے معنی ہر وہ
شے جو مشرکوں کی طرف چلی جاتی ہے پھر لوٹ آتی ہیں حال پہلی
تو جو چیز اپنے مکان پر لوٹ آئی تو اس کے لئے لفظ
فاء ہے چنانچہ اللہ عزوجل کا قول فان فاءوا یعنی رجعوا
یعنی اگر لوٹیں پھر فرمایا فان عزموا الطلاق
فان اللہ سمیع علیم اور ان طائفتان من المؤمنین
اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احداہما علی الاخری
فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ یعنی
فان فاءت فاصلحوا بینہما بالعدل
واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین یعنی بالعدل
التی ترجع فان فاءت فاصلحوا بینہما بالعدل
رجع الی مکان قد کان علیہ وفیہ ویقال للشمس
اذا زالت قد فاءت الشمس حین تمیل
... رجع الشمس الی ذا وانفاؤہا کذلک ما انا
اللہ علی المؤمنین من الکفار فانا علی حق
المؤمنین رجعت الیہم لعبۃ فنصرہم بالنصر
وذلک قول اللہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا
ما کان المؤمنین حق بہ منصور فانا من
المؤمنین الذین قاموا فشرفہم اللہ بالاسلام
التی رضیتہا لنفسی ولہ لا یکون ما قاموا فی
اللہ حتی یکون مغفورا ولیکون مغفورا حتی
یکون مؤمنا ولیکون مؤمنا حتی یکون قانتا

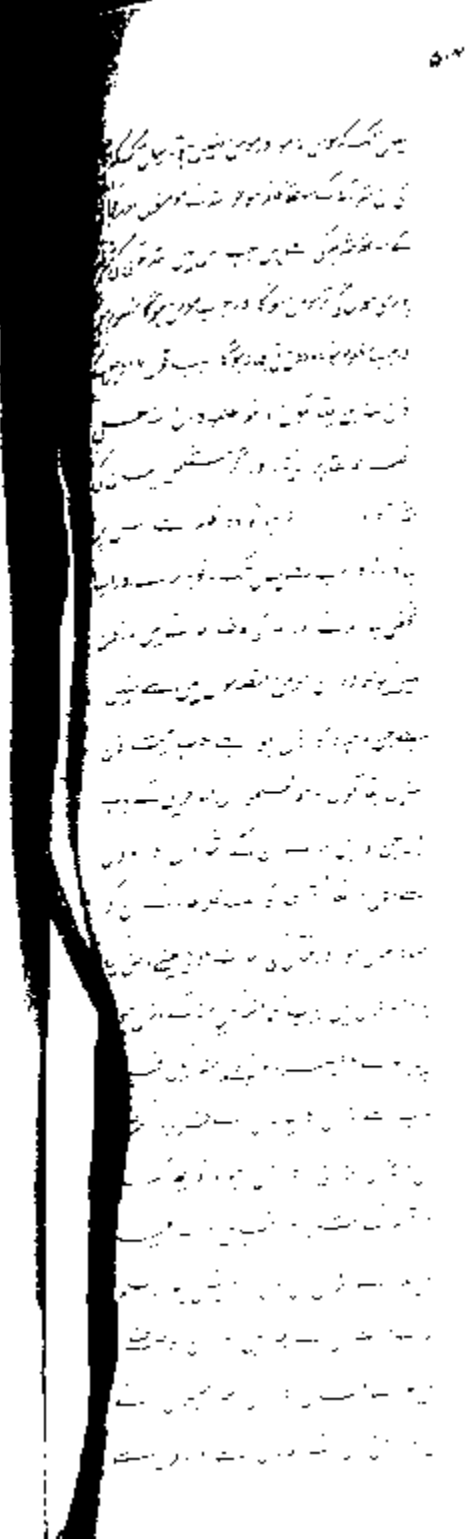

وامره بدعائه ولا يكون مجاهدا من قد
امر المؤمنين بجهاده او حظر الجهاد عليه و
منعه منه ولا يكون داعيا الى الله عز وجل من
امر بدعاء مثله الى التوبة والحق والامر
بالمعروف والنهي عن المنكر والامر بالمعروف
من قد امر ان يؤمر به والنهي عن
المنكر من قد امر ان ينهى عنه فمن
كانت قد تمت فيه شرائط الله عز وجل
التي وصف بها اهلها من اصحاب النبي
صلى الله عليه وسلم وهو مظلوم فهو ماذون له
في الجهاد كما اذن لهم لان حكم الله عز و
جل في الاولين والآخرين واحد وفرائضه
عليهم سواء لا يحدث من علة او حادثة يكون
الاولون والآخرون فيها شرعا واحدا فالحال
الآخرون من اهل الفرائض عما يحال
عنه الاولون ويجاسرون عما يجاسرون
ومن لم يكن على صفته من اذن له في الجهاد
من المؤمنين وليس من اهل الجهاد ليس بما
دون له فيه حتى يؤتي بما شرط الله عز وجل
عليه اذا كانت فيه شرائط الله عز وجل
على المؤمنين والمجاهدين فهو من الماذونين
للمؤمنين بالجهاد فليتق الله عز وجل عبد
ان يغتر بالاماني التي منى الله عز وجل
بها من شاء من خلقه واذا حاديث الكاذبة على الله

لوگوں میں سے جن سے جہاد کرنے اور جس کے
خدا کی طرف بلانے کا حکم ہے اور وہ شخص صحابہ
میں ہو سکتا جس کے جہاد کا مومنوں کو حکم ہو
یا اس کو جہاد ممنوع ہو اور وہ شخص خدا کی
طرف داعی نہیں ہو سکتا جس کو توبہ اور حق اور امر
بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلانے کا حکم
ہوا اور وہ شخص مجاہد کا حکم نہیں کر سکتا جس کو
مجاہد کے حکم کئے جانے کا حکم ہو اور نہی عن منکر
نہیں کر سکتا جس کے خود باز رہنے کا حکم ہو اور جس
شخص میں اللہ کی شرائط پوری ہوں جن کے اہل کا
اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وصف فرمایا اور وہ
مظلوم ہو تو وہ ماذون فی الجہاد ہے جیسا ان کو
اذن تھا کیونکہ حکم اللہ کا حکم اور اس کے فرائض
ہیں پہلے اور پچھلے برابر ہیں مگر یہ کہ کوئی علت یا حادثہ پیش
آوے اور پہلے اور پچھلے ہی حرمت کے منع میں شریک
ہیں اور فرائض میں مختلف ہیں جن فرائض سے پہلے پوچھے
جاتے ہیں پچھلے بھی سوال کئے جائیں گے اور جس کا
ہیں سے حساب ہوگا پچھلوں سے بھی ہوگا اور جو شخص
ان کی صفت پر ہو مومنوں سے جن کو جہاد کی اجازت ہے
تو وہ اہل جہاد سے ہے ماذون ہے یہاں تک کہ اس کی
شرط کو پورا کرے پس جب اس میں اللہ کی شرائط
و مومنوں اور مجاہدوں پر جو ہیں پوری ہوں تو وہ
ان میں سے ہے جن کو جہاد کا اذن ہے تو بندہ خدا
سے ڈرے اور ان جھوٹی باتوں کی امیدوں سے دھوکہ
نہ کھائے جو اللہ عز وجل نے مشتہر کی ہیں
جن کو قرآن محکم ہے اور جو حدیث سے اور جس کے

التي يكذب بها القرآن وتبرء منها ومن
جهلها وروايتها ولا يقتدى في الله عز وجل
بشبيه ولا يقتدى بها فانه ليس ولا
المتعرض للقتل في سبيل الله منزلة يؤتى
الله من قبلها وهي غاية الآمال في عظم
قدرها فليحكم امر نفسه وليرضها
كتاب الله عز وجل وليرضها عليه فانه لا
احد اعرف بامره من نفسه فان وجدها
قائمة بما شرط الله عليه في الجهاد
فليقدم على الجهاد وان علم ان نفسه فيها
وليقمها على ما فرض الله عليها من الجهاد
فليتقدم بها وهي طاهرة مطهرة من
كل دنس يحول بينها وبين جهادها الا ان
لمن اراد الجهاد وصحح على خلوق ما وصفنا
من شرائط الله عز وجل على المؤمنين
والمجاهدين ان لا يجاهدوا ولكن لنقول
قد علمنا كما شرط الله عز وجل على اهل
الجهاد الذين باعوا انفسهم واموالهم بالجنان ليصنع المرء ما
علم من نفسه من التقصير عن ذلك وليرضها
على شرائط الله فان رأى انه قد وفى بجهاد
تكاملت فيه فانه ممن اذن الله عز وجل
في الجهاد وان ابى ان يرضى منها بما يجاهد على
مافيه من ادخال رضى النفس والتجاوز
بالنفس عن جهاد ما يجتهد واحصى

اٹھانے والوں سے اور جن کی روایت سے بیزار ہو
ہے فریب نہ کھاوے اور اللہ عز وجل پر شبہ کے ساتھ
پیش قدمی نہ کرے کیونکہ اللہ کی راہ میں تعرض کرنے
کے سوائے کوئی مرتبہ نہیں ہے کہ اس سے پہلے
اللہ دیوے اور وہ امیدوں کی منتہا ہے اپنی قدر کی
عظمت میں پس چاہیئے کہ کتاب اللہ کو اپنے نفس
کے لئے حکم بناوے اور اس کو خوش کرے کیونکہ اپنے
رب کو اپنے نفس سے زیادہ کون پہچاننے والا ہے پس اگر
اپنے نفس کو اللہ کی شرطوں پر قائم پاوے تو جہاد پر
پیش قدمی کرے اور اگر کوتاہی دیکھے تو اس کی اصلاح کرے
اور ان شرطوں پر قائم کرے جو اللہ نے جہاد میں معتبر
کی ہیں پھر میدان میں جائے جو اس میں اور جب دین
حق تعالیٰ پاک صاف ہو کر پیش قدمی کرے۔ جو لوگ کہ
جہاد کا ارادہ کرنے والے ان اوصاف پر نہیں
ہیں جو مومنین مجاہدین کے ہیں ہم ان کو یہ نہیں کہتے
کہ وہ جہاد نہ کریں لیکن ہم کہتے ہیں کہ جیسے تم کو
حکم دیا ہے جو اللہ نے ان اہل جہاد کے شرط کی
ہے جنہوں نے جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید
لیں آدمی اپنے نفس میں اس سے جو کوتاہی دیکھے
اس کی اصلاح کرے اور اس کو اللہ کی شرائط پر پیش
کرے پھر اگر دیکھے کہ وہ اس میں پوری ہو گئی ہیں تو وہ
ان میں سے ہے جن کو جہاد کا اذن ہے اور اگر باوجود صحیح
اور فرائض پر صبر کرنے کے اور جتنا اور جانتے ہیں
ساتھ جہاد پر قدرت کرنے کے نفسانی اور جھوٹی باتوں کے
ساتھ اللہ عز وجل پر پیش قدمی کی اس کو روا نہ کرے

والتقدیر علی اللہ عزوجل بالجھل والرویات الکاذبۃ لقد عمری مجاہد المؤمنین فعل ھذا الفعل ان اللہ عزوجل ینصر ھذا الدین بالقوم لا خلاق لھم فلیتق اللہ عزوجل امرء ولیحذر ان یکون منھم فقد بینت لکم ولا عذر لکم بعد البیان فی الجھل ولا قوۃ الا باللہ حسبنا اللہ علیہ توکلنا والیہ المصیر نبی علیہ توکلنا والیہ المصیر

مدعا پس مجھ کو اپنی زندگانی کی قسم جو یہ کام کرے اس کے باب میں حدیث وارد ہوئی ہے (تحقیق جلسہ عزوجل اس دین کی ایسی اقوام کے ساتھ مدد کرتا ہے جن کو آخرت میں حصہ نہیں ہے پس تمہی کو چاہیئے کہ خدا سے ڈرے اور خوف کرے کہ کہیں ان میں سے ہو تمہارے واسطے بیان کردیا ہے اور بعد بیان کے جس میں تمہارے لئے کچھ عذر نہیں ہے قوۃ نہیں ہے مگر اللہ

اس طویل حدیث کا مدعا و مفہوم، ماذون فی الجہاد کون لوگ ہیں؟

چونکہ اس حدیث کی عبارت بہت سے مختلف ترجمہ و بیان کا مطلب نہیں اور ہیچ ہر نے بجز طوالت ترجمہ اور حاصل مطلب بیان کرنا ترک کردیا ہے اس لئے ہم ترجمہ اور حاصل مطلب نہیں لکھتے لیکن چند فوائد جو ہمارے اس حدیث سے واضح ہیں بیان کرکے اپنے مدعا کے ثبوت جو اثبات تعریف ہے استدلال کرتے ہیں پس واضح ہو کہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جہاد اور دعوت امت کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر مومن کو حاصل کرسکتا ہے فرمایا کہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز ان کے کسی کو حاصل نہیں میں نے عرض کیا وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ جس کے لئے حضرت ہیں جو لوگ مستحق شرف ہوں وہی ماذون فی الجہاد ہوسکتے ہیں میں نے عرض کیا یہ کیونکر ہے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس کے درجات مقرر فرمائے ہیں (اور ہر درجہ بیان فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو مومنین پر فرمایا اور فرمایا رسول صادق کی بیعت محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی ۔۔۔ فاصلحوا بینکما کے میں پھر ان کے اوصاف مندرجہ آیت قد افلح المؤمنین ۔۔۔ خاشعون ربہ کے ساتھ متصف فرمایا کہ ان میں کوئی کوئی ذکر ان میں سے ہو جن کا وصف آیت ذیل میں ہے

کے ساتھ بیان کیا پھر خبر دی کہ خدا تعالیٰ نے ان کے مالوں اور جانوں کو جنت کے بدلے خرید لیا راہ خدا میں ماریں اور مریں جب یہ آیت نازل ہوئی ان اللہ اشتری ۔۔۔ من المؤمنین انفسھم واموالھم تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ایک شخص اپنی تلوار لے کر مقابلہ کرتا ہے یہاں تک کہ مقتول ہوتا ہے کیا وہ شہید ہے تو یہ آیت نازل ہوئی التائبون العابدون الحامدون (اپنے حضرت نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور فرمایا مژدہ شہادت اور جنت کا اس کو ہے جو ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو کر مقتول ہو پھر خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ خدا تعالیٰ نے کسی کو قتال کا امر نہیں کیا مگر جو لوگ کہ ان شرائط کے ساتھ متصف ہوں چنانچہ ارشاد ہے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا (آیہ الخ) اس سے کہ کفار اشرار ہمیں ایذا دیتے تھے اور ارض خدا و رسول کی اور ان مومنین کے لئے جو ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوں پس جو کچھ کفار کے قبضہ میں ہے وہ سب مومنین موصوفین بالصفات کا ہے لیکن کفار نے مومنین پر فخر کیا اور ان پر غالب ہوگئے اور جب مقہور ہوئے تو ماذون فی الجہاد ہوئے اور مقہور نہیں ہوتا جب تک کہ مومن نہ ہو اور مومن اس وقت ہوگا جب شرائط مذکورہ کے ساتھ متصف ہو پس جو شخص شرائط مذکورہ کے ساتھ متصف ہوگا کہ مومن ہوگا اور جو مومن ہوگا مقہور ہوگا اور جو مقہور ہوگا ماذون فی الجہاد ہوگا پھر قال اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا (آیہ الخ) جب یہ آیت مہاجرین کے لئے نازل ہوئی جن کو کفار مکہ نے ان کے گھروں سے نکال دیا تھا ان کے لئے جب ان کی مظلومی کے جہاد حلال ہوا میں نے عاصم بن کلیب سے سنا تھا وہ اپنے والد سے راوی تھے کہ جب یہ آیت مہاجرین کے لئے نازل ہوئی کہ ان پر ظلم کرنے والوں سے لڑنا حلال کیا گیا تو انصار نے کہا کہ اب ہم کیوں نہ لڑیں جب کہ ہمارے بھائیوں نے ہمارے گھروں سے نکالا ہے اور ان کے مشرکین نے اب سے کیوں نہ لڑیں جنہوں نے ظلم پر ہمارے گھروں سے نکالا فرمایا کہ گرفتن بالتمثال خاص اسی ظلم پر ہے کہ جو پھر وہ قتل کسری و قیصر کی ہو ان قتال کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ فرمایا قتال ان لوگوں سے ہے جو ظلم سے نکالے گئے لیکن اس جگہ نہیں جب تو نے گمان کیا کہ کفار کا ظلم دو حال سے ہے ایک تو یہ ہے کہ مومنین کو ان کے گھروں سے نکالا اور اموال وغیرہ کا ظلم اس صورت سے کہ جو کچھ ان کے قبضہ و تصرف میں ہے وہ مومنین کا حق ہے جس پر کفار غالب ہوگئے تو خدا کے حکم اور اجازت کے موافق مومنین نے کسریٰ و قیصر وغیرہ سے مقابلہ کیا اور ان کی حریم ہرزہ کے موافق اس آیت کی دلیل سے کفار کے ساتھ قتال کریں تب اس حدیث سے مدعا واضح ثابت و محقق ہے کہ جن لوگوں نے کسریٰ و قیصر سے جہاد کیا وہ ماذون فی الجہاد تھے تو مقہور ہوکر مقہور تھے اور منصور نہیں ہوسکتے جب تک مومن کامل نہ ہو اور مومن

کرتے تھے اور جب مومن تھے تو ثابت ہوا کہ متصف بشرائط و اوصاف مذکورہ تھے کہ رسول کے رفقاء و اصحاب حسین کہلائے پر بحالت موقنین کے ساتھ نرم عبادت سے سرگرم بارگاہ خداوندی ہیں اس کے فضل و رضوان کے طالب ان کے خلوص ارادت و حسن عبادت کی وجہ خداوند متعال نے کتب متقدمہ توراۃ و انجیل میں ان کی مدح و توصیف کو بطور مثل کے بیان فرمایا اور ان سے وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا دار آخرت میں فرمایا اور جیسے دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق غمگسار رہے آخرت میں بھی اس کا یقین کریں گے کہ قرآن کے آگے آگے جلوہ میں ہوگا اور دنیا کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور تیسرا طبقہ اب کا ہے الذین خلطوا عملا صالحا و آخر سیئا عسی اللہ ان یتوب علیہ ان اللہ غفور رحیم کہ جنہوں نے ملا دیا ہے نیک عمل کو برے عمل کے ساتھ امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور بغیر عذر شرعی کے جہاد میں شریک نہ ہوئے تھے۔ ان کی تعداد تین تھی ان میں سے دو نے تو فوراً اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے ہاتھ سے نہ کھولیں گے ہم اپنے کو نہ کھولیں گے اور نہ کچھ کھائیں گے نہ پئیں گے یہاں تک کہ مر جائیں یا اللہ ہماری توبہ قبول فرمائے۔ جب آپ نے یہ سنا تو فرمایا کہ میں ان کو نہ کھولوں گا جب تک کہ مجھ کو حکم نہ ہو اور نہ میں ان کو کھانے پینے دوں گا جب تک کہ مجھ کو حکم نہ ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے ان کو کھول دیا۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ مال ہمارا ہے ہم اس کو صدقہ کرتے ہیں اللہ اور رسول کے لئے آپ نے فرمایا کہ میں نہیں لیتا ہوں مگر اس کا ثلث۔ تیسرا شخص ان کے ساتھ نہ بندھا تھا اس نے کہا کہ میں اپنے کو نہ باندھوں گا جب تک کہ میرے حق میں بھی کچھ نہ نازل ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی وآخرون مرجون لامر اللہ اما یعذبھم وامایتوب علیھم کہ کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ کے حکم پر موقوف ہے چاہے ان کو عذاب دے یا ان کی توبہ قبول کرے۔ اس پر اس نے کہا کہ میں اپنے کو نہ کھولوں گا جب تک کہ مجھ کو اللہ کے رسول نہ کھولیں اور نہ میں کچھ کھاؤں پیوں گا جب تک کہ مجھ کو حکم نہ ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے اس کو بھی کھول دیا۔ اس نے کہا کہ میں اپنے کو نہ کھولوں گا جب تک کہ اللہ میری توبہ قبول نہ فرمائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم رؤف رحیم وعلی الثلثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم کہ اللہ نے نبی پر اور مہاجرین و انصار پر جنہوں نے تنگی کے وقت میں آپ کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ بعض کے دل پھر جائیں پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی بیشک وہ ان پر شفیق مہربان ہے اور ان تین شخصوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے پناہ اللہ ہی کی طرف ہے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی تاکہ وہ توبہ کریں بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ ان آیات کا نزول اس وقت ہوا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کے نزدیک صاحب مراتب رفیعہ اور مدارج عالیہ تھے اور ان کی امامت حقہ اور خلافت راشدہ ثابت تھی والحمد للہ علی ذلک اور نیز اس سے بالبداہۃ اس کا بھی بطلان واضح ہو گیا جو آپ کے علامہ رضی نے نہج البلاغۃ میں صابر ہونے کے لئے معرفت حجت یعنی امام کی شرط کی ہے۔

ثبوت حقیت خلافت خلفاء کی ساتویں دلیل

دلیل ہے ساتویں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں باوجودیکہ صحابہ کبار مہاجرین و انصار اس وقت حاضر اور موجود تھے مسجد ہی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جا پر پیشوائے نماز مقرر فرمایا اور تا دم خاتمہ نمازیں مقتدی کیا اور سب کا مان لینا اور ان سے صاف ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ مرتبہ نہ میں پر وصف استحقاق امامت میں فضیلت و تقدم رکھتے تھے پھر اس پر حسب تصریح خاتم المتکلمین مولانا مودودی سید علی رفیع اللہ درجاتہ فی العلیین آپ کے موائے مکتبی وغیرہ نے بخاری و غیرہ میں جس کی روایت نقل فرما کر جواب دیئے ہیں قطع نظر اس سے اگر بجائے بعید کو اس کا انکار ہے تو فرمائیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ آشفتہ و مرض میں جو شب و روز سے کم و بیش دس روز تک رہا جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجز ایک دو بار کے مسجد میں نہیں تشریف لے جا سکے کون اور کب امام ہوا کس نے نماز پڑھائی کا ہے کو ہے کہ بجائے تو نماز میں پڑھائی ہوگی اور ضرور آپ نے کسی کو نامزد فرمایا ہوگا اور مرضوعہ کا حسن بیان پھر ہوگا تو آپ نے کس کو نامزد فرمایا اور یہ واقعہ ہے نہیں ہے کہ کوئی نامزد نہ فرمایا ہو قرب وفات کا وقت ہے ان کو بھول روایت شیعہ نے بخط حفظ مذہب اس سے نسیان یا کسی فراموش ہونا کچھ خوب نہیں لیکن ان تاریخ کو دیکھنا چاہیئے وہ اس قسم کو ہرگز بیان نہیں کرتے ہیں فیلسوف ابن ہاشم حسین صاحب حبیب حسینیہ اپنی کتاب میں کھلا ہے اس سے کہ ابوبکر امام نماز ہوئے آن مقدمہ سے انبیاء اور حسین در وقت آں سوداء یک نوبت مسجد تشریف بردہ شروع نماز فرمودند ہر دو ابوبکر اقتدا کردہ مرحلہ سر ز بیروں نہادند ابوبکر چوں یافت کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امیر نمودن ابوبکر بعلی رضی اللہ عنہ پیش آمدہ بود اس حزن و اندوہ لاحق شد کہ نزدیک بود کہ از جائے خود پس پس شود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک بر شانہ او نہادہ بجائے خود نشانید و خود بجانب راست او بنشست تا آخر نماز ابوبکر اقتدا بحضرت کردہ و حضرت اقتدا بعلی کردہ و مردم اقتدا بابوبکر کردند۔ ابوبکر چوں یافت کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امیر نمودن ابوبکر بعلی رضی اللہ عنہ پیش آمدہ بود اس حزن و اندوہ لاحق شد کہ نزدیک بود کہ از جائے خود پس پس شود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک بر شانہ او نہادہ بجائے خود نشانید و خود بجانب راست او بنشست تا آخر نماز ابوبکر اقتدا بحضرت کردہ و حضرت اقتدا بعلی کردہ و مردم اقتدا بابوبکر کردند۔ ابوبکر چوں یافت کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امیر نمودن ابوبکر بعلی رضی اللہ عنہ پیش آمدہ بود اس حزن و اندوہ لاحق شد کہ نزدیک بود کہ از جائے خود پس پس شود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک بر شانہ او نہادہ بجائے خود نشانید و خود بجانب راست او بنشست تا آخر نماز ابوبکر اقتدا بحضرت کردہ و حضرت اقتدا بعلی کردہ و مردم اقتدا بابوبکر کردند۔ ابوبکر چوں یافت کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امیر نمودن ابوبکر بعلی رضی اللہ عنہ پیش آمدہ بود اس حزن و اندوہ لاحق شد کہ نزدیک بود کہ از جائے خود پس پس شود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک بر شانہ او نہادہ بجائے خود نشانید و خود بجانب راست او بنشست تا آخر نماز ابوبکر اقتدا بحضرت کردہ و حضرت اقتدا بعلی کردہ و مردم اقتدا بابوبکر کردند۔ ابوبکر چوں یافت کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امیر نمودن ابوبکر بعلی رضی اللہ عنہ پیش آمدہ بود اس حزن و اندوہ لاحق شد کہ نزدیک بود کہ از جائے خود پس پس شود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک بر شانہ او نہادہ بجائے خود نشانید و خود بجانب راست او بنشست تا آخر نماز ابوبکر اقتدا بحضرت کردہ و حضرت اقتدا بعلی کردہ و مردم اقتدا بابوبکر کردند۔ ابوبکر چوں یافت کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امیر نمودن ابوبکر بعلی رضی اللہ عنہ پیش آمدہ بود اس حزن و اندوہ لاحق شد کہ نزدیک بود کہ از جائے خود پس پس شود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک بر شانہ او نہادہ بجائے خود نشانید و خود بجانب راست او بنشست تا آخر نماز ابوبکر اقتدا بحضرت کردہ و حضرت اقتدا بعلی کردہ و مردم اقتدا بابوبکر کردند۔

ثبوت حقیت خلافت علی رضی اللہ عنہ کی تیسویں دلیل

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے خلفاء راشدین کی عظمت نیز خلافت معویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ثبوت

کلام میں کذب لازم آوے تو معلوم ہوا کہ وہ فی الواقع خلفاء راشدین اور ائمہ برحق تھے اور جو کچھ رسول نے کیا وہ عدل و قسط تھا چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق فرمائی اور اپنے اس کلام میں حضرت امام حسنؓ کے ارشاد کی گویا شرح کر دی تو اب مطابق وصیت نامہ کے حضرت امام جعفر پر پورے طور سے صادق آیا۔ وصدق ابا ک الصالحین۔ اور واقعی آپ نے مطابق حکم وصیت نامہ کے اپنے آباء صالحین کی پوری تصدیق فرمائی۔ اور علاوہ ازیں چونکہ حضرت امام جعفر مامور باظہار ما ہو الحق تھے اور تقیہ جائز نہ تھا اس لئے جو کچھ ظاہری طور پر آپ نے ارشاد فرمایا وہ قابل قبول ہوگا اور جو کچھ تخلیہ میں خفیہ طور پر اس کے خلاف بیان کرتا جو باعتبار لفظ و معنی کے سراسر غلو اور بے بنیاد ہے اس کے ساتھ متکلم کیا جاتا ہے وہ حضرت کا ایجاد و اختراع بحت ہوگا چنانچہ بعض علماء شیعہ کے بعض کی نسبت یہ امر ثابت ہے۔ باقر مجلسی نے صدوق کی نسبت ایک حدیث میں یہ امر فرمایا ہے وانما فعل ذلک لیوافق اھل العدل۔ خود شریعت رضی نے جناب امیر کے کلام میں کیا کچھ ابتری کی ہے کہ وہ تحریفات یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھ گئی پس ایسی حالت میں ایسی زیادتیوں کو کیونکر غلط یقین نہ کیا جاوے جو باعتبار لفظ و معنی کے غلط ہوں باعتبار حالت قائل کے غلط ہوں باعتبار ناقل کے غلط اور کذب ہوں کوئی قرینہ ان کے صدق پر شاہد نہ ہو ایسی زیادتیوں کو صحیح تسلیم کرنا حضرات شیعہ کا ہی کام ہے اور وہ زیادتی اختراعی یہ ہے راوی اس حدیث کا کہتا ہے۔

فلما انصرف الناس قال له رجل من خاصة یا ابن رسول الله لقد تجبت مما قلت فی ابی بکر وعمر فقال لهما اما انا واهل النار کما قال الله تعالیٰ وجعلنا هم ائمة یدعون الی النار و اما الله وانا فلهما ظهر من الحق کقوله تعالیٰ واندر عشیرتک الاقربین یعنی بهم یعلمون و اما الشیطان فقد قال الله تعالیٰ وما لهم به من علم فکانوا انجم حطب واموات من الحق الذی کانوا یستولین علیه هو امیر المومنین حیث ذیاد عصابا حقه و سواد

جب لوگ چلے گئے تو ایک شخص نے آپ کے خواص میں سے پوچھا کہ اے رسول اللہ کے فرزند تجھے اس سے تعجب ہے جو آپ نے ابوبکر و عمر کے حق میں فرمایا۔ فرمایا ہاں۔ وہ دونوں دوزخیوں کے امام ہیں۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ہم نے ان کو امام بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ حق میں سے تو حق سے صادر کرتا اور پھیرنے کے سبب سے شر تو تعالیٰ جھوٹ نے کہا کہ اپنے پروردگار کے ساتھ شریک کرتے ہیں اور یہ کہ فاسد میں ہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فاسد فلاں دوزخ کا ایندھن ہیں اور حق سے مراد ہیں یہ وہ غائب تھے امیر المومنین سے کہ حق

علی موتهما علیه انهما ماتا علی عداوته من غیر ندامة عن ذلک والمراد من رحمة الله رسول الله فانه کان رحمة العالمین ویکون خصما لهما ساخطا علیهما لتقدمهما علیه یوم القیامة انتهی۔

ایذا دی اور اس کا حق غصب کیا اور اس پر مرنے کے یہ معنے ہے کہ بدون اس ندامت کے اس کی عداوت پر مرے اور رحمت سے مراد رسول مقبول ہیں کہ وہ رحمت العالمین ہیں اور قیامت کے دن ان سے جھگڑنے والے ان پر غصہ ہوں گے اور ان سے بدلہ لیں گے۔

اہل دانش و انصاف اس زیادتی کو جو روات شیعہ نے فرمائی ہے ملاحظہ فرماویں اور حضرات شیعہ کے عقل و فضل و عقل و انصاف و دین و ایمان کی داد دیں۔ اس بحث میں ہم یہ تو بیان کر چکے ہیں کہ اس نص جعفری میں اگر اس کو ظاہر پر محمول کیا جاوے پورے طور پر تصدیق ان کے آباء صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہوتی ہے لیکن اگر اس زیادتی روات کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو اس صورت میں آباء صالحین کی تصدیق نہ ہوگی بلکہ مکذب ہوگی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی صحیح حقیقت اور شیعہ راویوں کی زیادتی کی تکذیب

اب ہم اس زیادتی کی تکذیب پر دلائل قائم کرتے ہیں گو ہماری گذارش سابقہ سے اس کی تکذیب بخوبی ہو چکی ہے۔ اور علماء کی نصوص اس زیادتی کی روایت کو جھوٹا کرتی ہیں واضح ہو کہ اولاً جلد دلہری ان مکاتبانی (اسلام علیکم) اور کلام، صدر بلا و فلان، صریحاً اس کی اور اس کی روات کی تکذیب کرتے ہیں ثانیاً علامہ بحرانی نے جو جواب اس اعتراض کا دیا ہے کیف سمع حسنا ولم یسمع لمعویة وسلطنة والزبیر مع قیادة امته فی حربهم اور وہ یہ ہے۔ ثانی من الفرق بین الطلقاء الثلثة وبین المعویة فی اقامة حدود الله والعمل بمقتضی الواجب وغیرہ ظاہر اس سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ راوی نے جو عادلان قاسطان کے معنی جو ترجمہ فاسدان کے گھڑے ہیں محض دروغ ہے کیونکہ طلقاء ثلثہ کا حدود اللہ کو قائم کرنا اور بموجب امر و نہی خداوندی کے عمل کرنا یہ ایسا امر ہے کہ جس کا شیعہ کو بھی اعتراف ہے اور ظاہر ہے کہ صدر و انصاف اسی کا مقتضی ہے کہ حدود اللہ کو قائم کیا جاوے و بموجب امر و نہی خداوندی کے عمل کیا جاوے اور حق پر ہونا بھی اسی پر منحصر ہے۔ اور استحقاق بعد نعیما رحمۃ اللہ جو القصر کا بھی اسی پر دلیل موقوف ہے اور جب یہ وصف شیخین میں حسب اعتراف

ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلاثہ کی نویں دلیل

دلیل ح تمامی جناب نامدار حسن رضی اللہ عنہ نے جب طوع خلافت فرمایا اور امیر معاویہ سے مصالحت کر کے ان کو تسلیم فرمایا اور صلح نامہ لکھا گیا جو صلح نامہ تاریخ نے نقل کیا ہے اور کتابوں میں اس کی نقل رہ گئی ہے اس میں چند شرائط قرار پائی تھیں چنانچہ وہ شرائط بھی کتاب و سنت و سیرت خلفاء ثلاثہ پر عمل کرنے اور دوسری شرط وہ تھی کہ معاویہ کو یہ استحقاق نہیں ہے کہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کرے بعد اس کے خلافت شوریٰ کے طریق پر ہی مسلمین ہوں گی چنانچہ عبارت صلح نامہ کی یہ ہے [illegible] اس سے ظاہر ہے کہ جناب امیر کا مذہب یہ تھا کہ

شریعت امام صحیح نہ ہو واجب الاطاعت نہیں ہو سکتا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ اہل حل وعقد جس کو امام بنا دیں وہ شخص عند اللہ امام اور واجب الاطاعت ہے اور جناب امیر بھی اس کو واجب الاطاعت اعتقاد فرماتے ہیں اور جب شرعاً امام اور واجب الاطاعت ہوا تو آپ کیسے نہیں اس کو امام سمجھیں گے لیکن شارح بحرانی نے اس قدر قید اور لگا دی کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ لفظ لعل سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ احتمال ہے اہل حل وعقد ایسے شخص کو امام بنا دیں کہ جو مخالف امر اللہ کے ہو تو اس وقت آپ اطاعت نہ کریں گے بلکہ زیادہ مخالف اور نافرمان ہوں گے اگرچہ بحرانی کا یہ فرمانا قصد ہے۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خط وکتابت

کیونکہ اس احتمال کے وقوع کی تکذیب وتغلیط خود جناب امیر بجواب امیر معویہ کے فرما چکے امیر معویہ نے آپ کے اس خط کے جواب میں جس میں آپ نے امیر معویہ سے بیعت طلب کی تھی اور یہ تحریر فرمایا تھا کہ میرے ہاتھ پر ان لوگوں نے بیعت کی ہے جنھوں نے ابوبکر وعمر وعثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو جس طرح ان کو قبول کر رکھا تھا کہ اگر آپ بھی مثل ابوبکر وعمر کے ہوتے تو آپ کی خلافت بیعت اہل حل وعقد سے صحیح ہوتی اور میں آپ سے ہرگز نہ لڑتا لیکن جب آپ مثل ابوبکر وعمر کے نہیں بلکہ سردار قاتلین عثمان کے حامی ہیں تو اس حالت میں بیعت اہل حل وعقد سے آپ کی خلافت منعقد نہیں ہو سکتی اور اہل حل وعقد نے خطا کی جو آپ ایسے شخص سے بیعت خلافت کی جو حالت خلافت کو سرانجام نہیں دے سکتا اس کے جواب میں جناب امیر نے تحریر فرمایا تھا کہ [illegible] بیعت خلیفت فی حضن وکنت امر من [illegible] اور تم نے کہا اور درست کہا صدر [illegible] اللہ یجمعھم علی [illegible] ہیں جس کو اب یہ ہے کہ تو مجھ پر لازم نہ آوے قتل عثمان کا دعویٰ ہے اور اس وجہ سے تجھ کو حق نہیں حاصل ہوتا کہ میں تجھ سے لڑوں اور گمان کرتا ہے کہ اہل حل وعقد نے خطا کی جو غیر اہل کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گویا تو نے کہا کہ خطا اور غلطی کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ اہل حجاز میں سے ہوں جو اس کام میں [illegible] ہیں [illegible] تو اس کے زمانہ سے اس معاملہ میں [illegible] کوئی حاضر اور موجود نہیں ہوتا ہے تو جناب امیر کیا ہیں اگر اہل حل وعقد نے بیعت کی اور [illegible] خلافت تھا تو [illegible] ہیں [illegible] سب کے سب [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

کو امام بنانے میں اس کا مطیع و منقاد ہوں گا اور یہ ثابت ہو چکا کہ آپ کی زیادتی اطاعت و انقیاد اسی وجہ سے ہے کہ آپ کو وجوب اطاعت امام کا حکم زیادہ معلوم و متیقن تھا پس جب کوئی دوسرا شخص امام حق اور واجب الاطاعت ہوا اور آپ اس کے بروئے حکم شرع مطیع ہوئے تو آپ کی امامت منصوص و اصل ہوئی اور اس شخص کی امامت ثابت ہوئی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہے جس کی امامت کو اہل حل و عقد تسلیم کریں اور متفق ہو کر اہل حل و عقد جس کو امام بنائیں۔ اور خلفاء ثلاثہ کو اہل حل و عقد نے امام برحق تسلیم کر لیا تھا اور ان کو امام بنا لیا تھا تو وہ واجب الاطاعت اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوئے۔

حضرت علی نے خلفاء ثلاثہ کے وزیر کے طور پر کام کیا

[illegible] میرے جناب میں نے ارشاد فرمایا کہ [illegible] یعنی تمہارے [illegible] وزیر ہوں بہتر ہے اس سے کہ میں تمہارا امیر ہوں عباس نے کہا کہ میری رائے تمہارے لئے بہتر ہے امارت سے کیونکہ میں تمہارا امیر ہوں گا تو میری اطاعت تم پر واجب ہوگی اور تم میرے حکم کے تابع ہو گے اور وزیر المشیر اور [illegible] رہے گا آپ ہمیشہ مشیر رہے ہمیشہ مشورہ دیا جاتا تھا اور آپ کے مشورہ پر عمل کیا جاتا تھا خود خلیفہ [illegible] وزیر بنانے کے آپ وزیر بنے اور اگر یہ خیر ہوتی تو آپ کی طرف راجع ہوتی آپ کی طرف راجع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی زیادتی اطاعت و انقیاد کی وجہ سے ہوتی اور آپ کی زیادتی اطاعت و انقیاد اس وجہ سے ہوتی کہ آپ کو وجوب اطاعت امام کا حکم زیادہ معلوم و متیقن تھا پس جب کوئی دوسرا شخص امام حق اور واجب الاطاعت ہوا اور آپ اس کے بروئے حکم شرع مطیع ہوئے تو آپ کی امامت منصوص و اصل ہوئی اور اس شخص کی امامت ثابت ہوئی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہے جس کی امامت کو اہل حل و عقد تسلیم کریں اور متفق ہو کر اہل حل و عقد جس کو امام بنائیں۔ اور خلفاء ثلاثہ کو اہل حل و عقد نے امام برحق تسلیم کر لیا تھا اور ان کو امام بنا لیا تھا تو وہ واجب الاطاعت اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوئے۔

[illegible] کا فرمانشیان تھا اور جب کسی امام نے ایسا نہیں کیا اور نہ لوگ اس کے عادی تھے ہمیشہ امام [illegible] رائے و مشورہ سے سرانجام مہمات کرتے رہے تو ایسی حالت میں آپ کا یہ ارشاد صرف سہولت [illegible] کی طرف راجع نہیں ہو سکتا، علاوہ ازیں مطلق خبر سے فاقہ یہ فرد ناقص بلکہ انقص مراد لینا یہ خود خلاف قاعدہ و عرف اور غلط ہے تعجب ہے کہ امام منصوص من اللہ و منصوب من الرسول بالمثل ہو اور وہ کبھی اپنے حق کا نام نہ لے اور اگر لوگ اس کو چاہیں تو مداخلت اور تعقل فرمائے اور فرمادے کہ میری وزارت تمہارے لئے بہتر ہے امارت اس قدر بہتر نہیں، تبصرہ و عرفی [illegible] ایک مسلمہ نکتہ تھا لیکن یہ سراسر منصوصیت خلافت کو باطل کر رہا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ انعقاد خلافت بیعت اہل حل و عقد پر موقوف ہے چنانچہ ان الفاظ سے [illegible] صریح واضح ہے [illegible] ان [illegible] کو [illegible] اس [illegible] اس [illegible] اس میں آپ نے اجابت کو غیر تنظر کی طرف منسوب فرمایا ہے یعنی اگر تمہاری قسم کی بیعت کریں گا تو پھر تم کو اپنی رائے پر چلائیں گا اور تم اپنے علم کے موافق کام نہ کرو گے تو آپ نے اپنے قول [illegible] کو اپنی اجابت پر منحصر فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ جب آپ اہل حل و عقد کے پاس کوئی [illegible] کے خلیفہ بالفعل اس وقت ہوں گے کیونکہ انعقاد خلافت کے لیے جانب دونوں رضا و تسلیم سے موقوف ہے تو معلوم ہوا کہ آپ باعتبار امر و نہی خلیفہ نہ تھے اور نہ خلیفہ کو جو خلافتانی کی طرف سے مقرر ہوا جات کے سوا چارہ نہیں ہے۔ ان [illegible] کچھ معنی نہیں رکھتا اگر جمہور خلافت اس وجہ سے تھا کہ امامت کی طرف سے اجابت و تسلیم میں توقف ہے تو پھر ان [illegible] مناسب تھا یعنی تمہاری طرف سے تقصیر ہے کہ تم اجابت و تسلیم میں توقف کرتے ہو، پس اس سے عدم رضا یہ ثابت کرنا کہ وہ عدم انعقاد خلافت کا بیعت اہل حل و عقد پر ہے اور جناب امیر ہرگز خلیفہ منصوص نہ تھے جیسا کہ حضرات شیعہ کا ادعا ہے پس حاصل مطلب تحقیقی طور پر اس عبارت کا یہ ہے کہ آپ کو معلوم تھا کہ [illegible] خلافت نبوت میں کارہنے والوں اور علمی ترقیات سے پائیں ہونے والوں میں تو جب آپ کی کبھی آپ کی خواہش ہوئی ہو کہ یہ کام میرے ہاتھ سے سرانجام ہو اور یہ خدمت میرے نام کے ساتھ درج ہوں لیکن چونکہ یہ امر منصب تھا اور اس کام کے لئے کارپردازان قضا و قدر نے اور لوگ مقرر کر رکھے تھے تو آپ کی یہ خواہش ان کے اسی سے کو [illegible] خلافت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کو معلوم ہوا کہ [illegible] خلافت [illegible] آپ [illegible] اور [illegible] کا شوق [illegible] ہو گیا اب [illegible] کی [illegible] ہوئی جس [illegible] بیعت [illegible] قول [illegible]

صریح طور پر اس مدعا کو ثابت کرتے ہیں فانما یستقیلون امرالہ وجہ والوان لا یقوم لہ القلوب ولا تثبت لہ العقول وان الاقدام قد اعانت والجی قد تمکنت چنانچہ آپ کے زمانہ خلافت میں ایسا ہی واقع ہوا اور شوائب فتن سے پاک نہ ہوا یہاں تک کہ زمانہ خلافت نبوت منقرض ہوگیا اور ملک عضوض کی نوبت آئی اسی واسطے حسرت کے ساتھ جناب امیر نے فرمایا اہتلیت بقتال اہل القبلۃ۔ غرض ہم کو اس کے مطلب سے کیا غرض اور اس کی غرض سے کیا مطلب ہمارا مدعا جس کے ہم اثبات کے درپے ہیں یعنی ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلاثہ وہ بحول اللہ وقوتہ اس کلام سے بخوبی ثابت ہے۔

ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلاثہ کی گیارہویں دلیل

دلیل حادی عشر: امام ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب اغانی میں روایت درج کی ہے۔

عن ابی الاسود الدؤلی قال جاء ابوسفیان الی علی بن ابی طالب فقال یا ابا الحسن ما ابال ھذا الامر فی ضعف قریش او اقلھا فقال ان شئت لاملانھا علیہ خیلا و رجلا فقال علی بن ابیطالب فان ما عدت اللہ و رسولہ والمسلمین فلا حاجۃ لنا فیہ فذلک شیئا از وجدہ ابابکر لہا اھلا۔	ابوالاسود دیلی سے مروی ہے کہ ابوسفیان علی بن ابی طالب کے پاس آیا اور کہا اے ابوالحسن امر خلافت کا کیا حال ہے کہ قریش میں سے ضعیف اور قلیل ترین میں ہے خدا کی قسم اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے سوار پیادوں سے بھر دوں علی بن ابیطالب نے فرمایا تو جو چیز اللہ کا اور رسول کا اور مسلمانوں کا دشمن ہو اور اس نے ان کو کچھ نقصان نہ پہنچایا ہمارے لئے اس کو ہمراہ خلافت کے سزاوار نہ پایا

اس روایت سے ثبوت حقیت خلافت صدیقی بدلالت مطابقی ثابت ہوتا ہے اور دوسری خلافتیں بھی جو اس پر متفرع ہیں تو جب اس کی حقیت ثابت ہوئی تو اوروں کی بھی صحت و حقیت ثابت ہوگئی اور کچھ شک و شبہ نہ رہا فرمائیں اس قدر تشدد سے کہ جناب اگر صاحب اغانی ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی کے عدم اعتبار کا تصویر پیش کریں تو ہم آپ کو آپ کی روایات و روات کے علماء اور آپ کے علماء کی تحقیقات عرض کرکے ملتزم کریں گے کہ اس صورت میں آپ کے صحاح کی خیر نہیں اور غالب روایات قابل اخراج ہوں گی جن کو معمول بہا و معتمد علیہا قرار دے رکھا ہے چہ جائے اس بحث کی کچھ ضرورت ہی نہ رہی اس لئے اس کو اس جگہ ترک کرتے ہیں اور اقوال آئندہ کا جواب

قولہ: جب کہ ہم نے اپنی شرائط ثلثہ کو آپ کی کتب معتبرہ سے مدلل ثابت کر دیا اور ضمناً اس کا اہم المہمات ہونا بھی ثابت ہوگیا اور کچھ آپ کے قول آئندہ میں ثابت کیا جائے گا تو آپ فرمائیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا۔

اقول: دعوی اثبات شرائط ثلثہ بدلائل محض استیلاء تخیل سے فاشی ہے بڑے خود تخیل کر بیٹھے کہ ہم شرائط ثلثہ دلائل سے ثابت کر چکے ورنہ فی الحقیقت ان کا ثبوت محال ہے کیونکہ جو امور کتاب اللہ و سنت کے خلاف ہوں ان کا ثبوت کتاب و سنت سے کیونکر ممکن ہے چنانچہ آپ کے دلائل کے جواب میں گذارش ہو چکا اور اہم المہمات ہونا جو بار بار آپ کی زبان پر ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی عادت قدیمہ کے موافق یہ بھی یاد نہیں کہ اس مسئلہ میں امر متنازع فیہ کیا ہے چنانچہ ہم آئندہ قول میں جس میں آپ نے اس کی بحث کی ہے گذارش خدمت کریں گے اور جب شرائط ثلثہ کا آپ سے اثبات نہیں ہو سکا تو یہ سوال آپ کا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا اب موقع سے ساقط ہے۔ اور یہ موقع ہمارے سوال کا ہے کہ جب شرائط ثلثہ باطل ہیں تو فرمائیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا۔

قولہ: بہرحال آپ کا یہ قول کہ اگر اس کلام کے موافق ہے تو مرحبا بالوفاق اور جب اس کلام کے اصل معنی بیان کئے گئے اور ثابت کیا گیا کہ جو آپ سمجھے تھے وہ ہرگز اس کا مطلب نہیں ہے تو آپ کا شب مرتفع ہوگیا مؤید جناب نے اس باب میں فرمایا ہوگا ظاہر ہے کہ ہمارے اور اس کلام میں کچھ فرق نہ ہوگا اور ہرگز مخالفت نہ ہوگی اور ہم دو اور شمار بجائے خود حق و درست ہوں گے۔

اقول: بحول اللہ وقوتہ ثابت کرآئے ہیں کہ جو معنی آپ نے اس کلام کے اصل سمجھے تھے وہ محض خلط تھے اور ناتمام اور ذو معنی دوسرے کلام میں کسی قدر ہمارے مؤید تھے پس اس تحقیق سے محقق ہو چکا ہے کہ اس کے اصل معنی اور واقعی مطلب وہی تھا کہ جو آپ سمجھے تھے پس ہمارا جو اصل کسی طرح آپ کے اصول سے مرتفع نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب میں جو کچھ فرمایا وہ اس کے ہرگز موافق نہیں ہوگا

قولہ: تعجب ہے کہ آپ نے کس دلیل سے مسدود کر دیا ہے حالانکہ یہ معنی وہ معنی ہوئے ہیں جو اصل دو اقلی ہیں اور ان کی جو تاویل کی ہے تاویل کی بہت گنجائش تھی کیونکہ باب ہدایت وسیع ہے۔

اقول: بحول اللہ سے ہرگز وہ تاویل کہ اس جگہ بنائی ہے وہ وہ ہیں کہ جن سے ہو

نے آپ کے معانی کو باطل کیا ہے اور ماسبق میں مذکور ہو چکے ہیں اور وہیں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ہر معنی جو آپ نے بیان فرمائے ہیں محض خیالی ہیں اور واقعی ایسے معانی کو کوئی دلیل نہیں کہا جاتا بلکہ یہ تحریف معنوی ہے پس جس جگہ عبارت بجز ایک معنی کے کسی دوسرے معنی کو محتمل ہی نہ ہو اور نہ بجز ایک معنی موضوع لہ کے کسی دوسرے معنی کے ثبوت پر کوئی قرینہ قائم ہو بلکہ کئی مقامات پر قرائن دلالت کرتی ہوں تو ایسی حالت میں باب تاویل مسدود ہو کر رہتا ہے پس اس قاعدہ سے کہ باب تاویل وسیع ہے یہ استدلال کرنا کہ ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے یہ حضرت کے ہی صرف فضل پر مبنی ہے ہمعذا اگر اب بھی باب تاویل وسیع ہے تو فضول ہے کیونکہ جس امر کا اثبات مدعا ہے وہ تو ثابت ہو چکا ہے اور باوجود اس کے غصب خلافت میں کہ بحث سوا اس کے نفس صریح مستلزم ہے سمجھتے ہیں کہ قرائن تاویل نہیں سمجھتے معلوم نہیں وہ کن وجہوں سے باب تاویل مسدود فرماتے ہیں باب تاویل کی وسعت اس کو مقتضی نہیں ہر جگہ جاری ہونے کو

قال الفاضل المجیب قولہ باقی رہا مسئلہ سے پہلوں کی مخالفت ان کے مزعوم کے موافق ہو

اقول میں نہ سمجھا کہ یہاں کیا ضرورت تھی کیونکہ جب آپ اس امر کا ثبوت کر دیں گے کہ ان کے بعض اقوال ان کے قول کے موافق ہیں تو اس کا ثبوت ہو جائے گا کہ مسئلہ کچھ ان کا مذہب ہے اور اس مقدار سے ان کا قول کیوں کر معتبر ہو گا۔ قولہ بعینہ کہ مخالف اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ مسئلہ ان کے نزدیک ثابت نہ تھا

اقول میں نہ سمجھا کہ یہ مسئلہ کیونکر ثابت کیا گیا اور آپ نے کونسا ایسا امر ثابت کیا ہے جو اس مسئلہ خلافت کے ثبوت پر دلالت کرتا ہو ہاں اگر آپ نے کوئی ایسا امر ثابت کیا ہوتا جو اس مسئلہ کے ثبوت پر دلالت کرتا ہو تو اس کی ضرورت تھی کیونکہ جب آپ نے اس امر کا ثبوت کر دیا ہوتا تو اس مسئلہ کا ثبوت ہو جاتا

خلافت کے بارے میں شیعہ حضرات کی غلط فہمی

[illegible]

[illegible] سے ہوا بھی ثابت ہو جائے گا اور جس سے ہوا بھی ثابت ہو جائے گا اس کے جواب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب فریقین امامت و شیعہ بہت فرقہ مختلف ہو امامت میں ہیں تو آپ کے نزدیک بھی مخطوظ فریقین رہتی ہے بحث امامت سے تو اس سوال کی اشد ضرورت تھی اور اس کی وجہ پر رشاد ہوتی ہے کیونکہ جب تک وہ امر ثابت نہ ہو امامت اور اس کی شرائط سے کوئی ثابت نہ ہوگا جب تک یہ مختلف موجب بیعت و طاعت نہ ہوگا پس اس تقریر سے ظاہر ہے کہ جس کا یہ جواب ہو اس پر حجت قائم نہ ہوگی اور جب یہ مستدلات ظاہر ہو چکے ہیں تو اس کا جواب ہو چکا ہے

اہلسنت اور شیعہ میں خلافت کے اہم المہمات ہونے کی نسبت مابہ النزاع کی تحقیق

ہمدردی و مروت پر دال ہے امر خلافت کے اہم المہمات ہونے کی غرض سے تھی یا کسی اور غرض سے مفصل ارشاد ہوا اور یہ حال کل کتب احادیث و تاریخ و سیر میں درج ہے اور سنیں تو مدارج النبوۃ کو بھی ملاحظہ فرمادیں اس میں بعینہ یہ ہی لفظ یعنی اہم المہمات تحریر ہے۔

شیعہ مصنف کا مقصد سے فرار اور محض لفظی کج بحثی

اقول: اس استدلال میں بھی وہی خرابی موجود ہے کہ جناب فاضل مجیب نے امر متنازع فیہ دین کا ثبات مطلوب ہے، بنی عادت تقدیر کے موافق پس پشت ڈال دیا اور اس کو بھول گئے اور صرف لفظ اہم المہمات کے پیچھے ہو لئے اور یہ نہ سمجھا کہ بالفرض یہ ثابت ہو گیا تو اس سے مقصد کا کیا نقصان ہوگا، آفرین ہے اس علم و فہم پر اور شاباش اس حیا و شرم کو مقیمۂ ہی ساعدہ کے قصہ سے جو آپ نے استدلال فرمایا ہے بالکل لاطائل و بیچ ہے کیونکہ خانہ بانی کا باب اگر اس سے زائد آتا ہے تو ہمارا کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امر دین ضروریات دین میں سے ہو یا جو متعارض پیش آئے ایک امر کو جو بارہ مرتبہ دوسرے پر مقدم فرمایا پس اس سے بجز اس کے کہ یہ ثابت ہو کہ امر خلافت اہم اور ضروری امور دین سے ہے اور کیا ثابت ہوتا ہے سو اس کا کوئی منکر نہیں ہے جس قدر فرائض و واجبات عملی ہیں وہ سب اپنے اپنے مرتبہ میں اہم اور ضروری ہیں، بلکہ نزاع اس میں ہے کہ امر خلافت اصول دین سے ہے یا فروع دین سے ہے پس اس دلیل سے صاف ثابت ہے کہ امر خلافت اصول دین سے نہیں ہے بلکہ فروع دین سے ہے کیونکہ جو لوگ شریک بیعت سقیفہ بنی ساعدہ تھے وہ سب علی الخصوص خلیفہ اول و خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما وجوب امر خلافت کو مسلم و معمول بہ اعتقاد کرتے تھے تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ واجب ان کے نزدیک دین فروعات تھا ورنہ اگر امر خلافت کا سا اہتمام تجہیز و تکفین غسل المیت اقامت صلوٰۃ جمعہ و عیدین سے زیادہ تھا یہ خود ظاہر ہے کہ امر خلافت ایسا مستمر ہے کہ اس پر استحکام بنیاد دین و اسلام اور انتظام امور دین موقوف تھا اگر اس میں تزلزل آتا تو ضرور سے ارکان دین ہی درہم برہم ہو جاتے اور تجہیز و تکفین کی تاخیر سے کوئی خرابی لازم نہ آتی تھی اور ہمیشہ قاعدہ ہے کہ امور اہم دین کو دوسروں پر مقدم کیا جاتا ہے مگر مغلوب قوت کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم میں اس خوف سے کہ اگر میں امر خلافت کا مطالبہ کروں اور اس میں مناقشہ کروں تو یہ لوگ ہو جائیں کلمہ گو اور باعث کافر ہیں ظاہری اسلام سے بھی پھر جائیں گے اور اتنے خطرے ہوں گے امر خلافت کا مطالبہ نہ فرمایا اور اس کو ترک فرما دیا

ہو تو مگر مثل توحید و نبوت کے اصول دین میں سے تھا اس کو پیچھے ڈال دیا تو گویا جناب امیر رضی اللہ عنہ نے موافق اصول شیعہ کے کفر و نفاق کو اصل اصول ایمان سے مقدم فرمایا اور کفر و نفاق کو بہ نسبت اصول دین کے اہم المہمات سمجھا تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ آپ کے نزدیک کفر و نفاق اصل اصول دین سے اہم اور ضروری تھا نعوذ باللہ من ذلک، اور یہ ملعن کہ صحابۂ نفس اطہر کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ نہ ہوئے اس کا جواب ہم ابحاث سابقہ میں مفصل گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں، ہیں اگر مدارج النبوۃ وغیرہ میں خلافت کی نسبت لفظ اہم المہمات درج ہو تو وہ ہمارے ہرگز خلاف نہیں ہے اور نہ ہمارے مجیب کے مفید مدعا بلکہ وہ اسی معنی کے اعتبار سے ہے کہ جو ہم گذارش کر چکے ہیں۔

قولہ: شرح عقائد نسفی میں یہ عبارت موجود ہے۔ ولان الامۃ قد جعلوا امر الامامۃ اہم المہمات بعد وفات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حتی قدموہ علی الدفن وکذا بعد موت کل امام ولان کثیرا من الواجبات الشرعیۃ یتوقف علیہ الخ، شرح عقائد نسفی تو شاید اہل سنت میں کتب درسیہ میں سے ہے اور حضرت مجیب عالم فاضل ہیں ظن غالب ہے کہ یہ کتاب تو ہتا پڑھی ہوگی پھر تعجب ہے کہ حضرت امامت کو اہم المہمات نہیں سمجھتے۔

شرح عقائد کی ایک عبارت سے شیعہ مصنف کیا سمجھے اور حقیقت کیا ہے؟

اقول: عبارت مستدلہ شرح عقائد نسفی سے استدلال کا منشا بھی وہی خطا ہے جو ہوا ہے فاضل مجیب کو واقع ہو گئی ہے کہ یہ نزاع کو فراموش فرما دیا ہے اور لفظ اہم المہمات کے پیچھے ہو لئے ہیں جس جگہ یہ لفظ مل گیا فوراً خوشی سے جامہ سے باہر ہو گئے اور آنکھیں بند کر کے بے سمجھے بوجھے نقل کر دیا اور سمجھے کہ میدان مار لیا پھر اس قدر پوچھیں کہ کس قدر وجوہ دین اور کیا کچھ نہ ادا فرما دیا، اس عبارت میں بجز اس کے کہ لفظ اہم المہمات مذکور ہے جو مفید مدعا نہیں، اور کون سا لفظ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امامت اصول دین میں سے ہے اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ لفظ اہم المہمات سے ثبوت اس امر کا محض بے کار ہے کہ یہ اصول میں سے ہے اور فروع میں سے نہیں شرح عقائد سے تو کیا ہر درسی کتاب سے لیکن آپ کو کچھ مفید نہیں بلکہ اس شاخسانہ استدلال کے واسطے تو آیۂ قرآن بھی ہو تو بھی ثبوت مدعا محال ہے اپنی کرتا ہے ہر امامت کو اہم المہمات نہ سمجھنے

کافر اور مشکین امور ہیں مولوی حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے، قول بالتعین اور
خلافت فرع دین ہے تو منکر ترتیب خلافت نماز وغیرہ کی طرح ہے جو ضروریات میں سے ہے
اور بعد ثبوت سنت میں اشتراک کثیر ہے اور ہمارے ہم چاہوں میں کوئی ایک دوسرے کو
مبتدع و فاسق نہیں کہتا

خلافت کے اصلی اعتقادی ہونے کی دلیل کا ابطال

رہا قول بعض فقیہ ان امور و اعتقادی کو تو اپنے مذہب پر کہ خوش فہمی ہے کہ ان
سے بعض مسائل کون حل معلوم نہیں کہ کون سے مسائل اور امور ہیں جن سے انکار سے مستحق تکفیر و
تضلیل ہوتا ہے اور کیا ہوتے ہیں کہ مسائل فروع کی طرح نہیں کہ ہر مجتہد مصیب ہے
تکفیر و تضلیل کی جاتی ہے جب تک اس کا ہونا ضروریات دین سے نہ ہو اور یہ خلافت
یا ہر بات آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اول اول فروعات سے ہے اور مثل وضو اور نماز کے مستحق
تکفیر نہیں ہو سکتے ہے اس لیے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور جو فروع میں کہیں وہ
مذہب ہے تکفیر نہیں ہو سکتا ہے جو چیز ضروری ہے وہ مسئلہ ترتیب خلافت ہے اور
یہاں جو اختلاف ہوا ہے اس سے اصل خلافت کا انکار نہیں ہے مشروعیت خلافت
سے ہیں مستحق تکفیر و تضلیل ہونے کے لیے ضروریات دین میں سے ہونا ضروری ہے
کہ ہر ایک فرد کو معلوم ہو اور یہ خلافت ضروریات دین میں سے نہیں ہے
اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا ہے اور نہ اس کے
ثبوت پر کوئی ایمان لاتا ہے اور نہ اس کے ثبوت سے کوئی مسلمان ہوتا ہے
اور نہ اس کے انکار سے کوئی کافر ہوتا ہے اور نہ اس کے ثبوت پر کوئی ایمان
لاتا ہے اور نہ اس کے ثبوت سے کوئی مسلمان ہوتا ہے اور نہ اس کے انکار سے
کوئی کافر ہوتا ہے اور نہ اس کے ثبوت پر کوئی ایمان لاتا ہے اور نہ اس کے
ثبوت سے کوئی مسلمان ہوتا ہے اور نہ اس کے انکار سے کوئی کافر ہوتا ہے
اور نہ اس کے ثبوت پر کوئی ایمان لاتا ہے اور نہ اس کے ثبوت سے کوئی
مسلمان ہوتا ہے اور نہ اس کے انکار سے کوئی کافر ہوتا ہے اور نہ اس کے
ثبوت پر کوئی ایمان لاتا ہے اور نہ اس کے ثبوت سے کوئی مسلمان ہوتا ہے
اور نہ اس کے انکار سے کوئی کافر ہوتا ہے اور نہ اس کے ثبوت پر کوئی
ایمان لاتا ہے اور نہ اس کے ثبوت سے کوئی مسلمان ہوتا ہے اور نہ اس کے
انکار سے کوئی کافر ہوتا ہے اور نہ اس کے ثبوت پر کوئی ایمان لاتا ہے
اور نہ اس کے ثبوت سے کوئی مسلمان ہوتا ہے اور نہ اس کے انکار سے
کوئی کافر ہوتا ہے اور نہ اس کے ثبوت پر کوئی ایمان لاتا ہے اور نہ اس
کے ثبوت سے کوئی مسلمان ہوتا ہے اور نہ اس کے انکار سے کوئی کافر
ہوتا ہے اور نہ اس کے ثبوت پر کوئی ایمان لاتا ہے اور نہ اس کے ثبوت
سے کوئی مسلمان ہوتا ہے اور نہ اس کے انکار سے کوئی کافر ہوتا ہے
اور نہ اس کے ثبوت پر کوئی ایمان لاتا ہے اور نہ اس کے ثبوت سے

وان الاخر مخطی آثمون لان الله تعالی
کلف فیها بالعلم ونصب علیه دلیلا فالمخطی
له مقصر غیر معذور فی العهدة وخالف فی
ذلك شذوذ من اهل الخلاف وهو بکان
من الضعف واما الاحکام الشرعیة
فان کان علیها دلیل قاطع فالمصیب فیها واحد
والمخطی غیر معذور وان کانت مما
یفتقر الی النظر والاجتهاد فالواجب علی
المجتهد استفراغ الوسع فیها ولا اثم علیه
فیما یؤدی قطعا بغیر خلاف یعلم به۔

خطا پر ہے، اور گنہگار کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس
میں علم کی تکلیف دی ہے اور دلیل قائم کی ہے
پس مخطی اس کے نہ کرنے کی وجہ سے مقصر ہے
اور اس کے ذمہ پر باقی رہے گا اور اس میں اہل خلاف
میں کے چند لوگوں نے خلاف کیا ہے اور وہ ضعف
کے نہایت مرتبہ میں ہے، اور لیکن احکام شرعیہ اگر ان
پر کوئی قطعی دلیل ہو تو اس میں بھی ایک ہی مصیب ہے
اور مخطی معذور نہیں اور اگر وہ ان احکام میں سے ہو جو نظر و
اجتہاد کی طرف محتاج ہیں تو مجتہد پر ان میں کوشش کا خرچ کرنا
ہے اور جس خلاف کے جو قابل اعتبار ہو اس پر قطعاً گناہ نہیں ہے

پس اپنے شبہ ثانی کی شہادت کو ملاحظہ فرمایئے اور اپنے استدلال کو دیکھ کر کچھ تو شرمایئے
لیکن اس قدر گذارش کرنا باقی رہ گیا کہ تمام فرق شیعہ کے علماء جو کچھ اصول دین میں تکاذب و تعاند ہے
خصوصاً فرق شیعہ امامیہ میں جو کچھ در باب امامت اختلاف ہے اس کی نسبت ہم پوچھتے ہیں ہمارے
فاضل مجیب فرمائیں تو سہی، قطع نظر اس سے آپ کے اکابر و اسلاف مثل ہشام الجوالیقی اور عمرو الحلق
جن پر ہشام الحکم نے ان کے رد و ابطال میں کتابیں لکھیں اور جو صریح ضروریات دین کے منکر تھے اور اصول
دین میں جمہور فرق اسلامیہ کے مخالف تھے اور خدا وند تعالیٰ شانہ کا یقوون علوا کبیرا کے جسم کے قائل
تھے ان کی نسبت مفصل ارشاد فرمائیں۔ اچھا فرق شیعہ اور فرق امامیہ کو اور ان کے اختلافات کو رہنے
دو جناب امامین ثانی و ثالث در باب تسلیم خلافت امیر معویہ جو اختلاف ہوا اگر یہ مسئلہ اصول
دین میں سے ہے اور اصولی اختلاف مستوجب تضلیل ہے تو معاذ اللہ اپنے اصول پر کس کی تکفیر و
تضلیل کیجئے گا اور نیز امام رابع شیعہ اور محمد بن حنفیہ میں باہم امامت میں اختلاف ہوا کہ ہر ایک شخص
ان میں سے اپنی امامت کا مدعی اور دوسرے کی امامت کا منکر ہوا تو فرمایئے کہ بنا بر قاعدہ کے
موجب کس کی تکفیر و تضلیل کیجئے گا اور کس کو مبتدع اور ضال کہئے گا اور جو کچھ اختلاف کہ فروعات میں
سے ہے اس کا تو ذکر کریں۔

قولہ: اس فروعی مسئلہ کے سبب آپ کے خیال ثانی نے خلیفہ اول کی بیعت سے تخلف کرنے
والوں کو کہ جناب امیر علیہ السلام و رضی باشم اور آپ کے عشرہ مبشرہ میں سے زبیر بھی تھے گھر میں

کی دھمکی کیوں دی اور ان حضرات کا کچھ پاس لحاظ کیوں نہ کیا فروعی اختلاف میں اس قدر تشدد کے
کیا معنی؟

فروعی اختلافات میں بھی تشدد ہو سکتا ہے

اقول: اگر فروعی اختلافات آپ کے نزدیک مستوجب تشدد نہیں ہے تو جناب امیر نے
جناب امام حسین پر ان کے عمل بیت المال سے بقدر ایک رطل کے لے لینے پر کیوں اس قدر تشدد
اور غضب فرمایا اور کیوں ان کے مارنے کا قصد کیا اور ان کا پاس و لحاظ کیوں نہ کیا آپ ہی فرمایئے
کہ فروعی اختلاف میں اس قدر تشدد کے کیا معنی؟ اور نیز جب کہ شیر خدا بزعم شیعہ مخالفین کے ڈر سے
گھر میں دبک کر بیٹھ گئے اور اپنے حقوق و فدک وغیرہ کا نام تک نہ لیا اور جناب معصومہ حضرت فاطمہ
حضرت کی (بمروایات قوم و العہدۃ علیہم فیما کیا کچھ تذلیل و توہین کی اور کیسے کیسے کلمات ناملائم و مستکر
فرمائے پس اگر فروعات مستوجب تشدد نہیں ہوتی تو آپ نے جناب امیر کی ایسی کیوں تذلیل و
توہین صرف فروعات کے لئے فرمائی اور کیوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور حضرت کی نص جلیت
اور ان کی امامت و عصمت اور افضل الناس ہونے کا کچھ لحاظ و پاس نہ فرمایا فروعات میں اس قدر
تشدد کے کیا معنی، اسے بھی ایک طرف رکھو جناب ابن عم النبی و اقعد الناس ابن عباس جب کہ
بشہادت روایات قوم بیت المال بصرہ سے کچھ مال لے کر مکہ آ بیٹھے اور جناب امیر کو اس امر کی اطلاع
ہوئی اور آپ نے ایک سخت تشدد کا خط لکھا جو نہج البلاغۃ میں درج ہے اور ہم ابحاث سابقہ
میں اس کی نقل کر آئے ہیں اس میں یہاں تک لکھا فان لم تفعل فعلا یمکنی الله لا عذرن
الله فیك ولاضربنك بسیفی۔ پس اگر فروعی اختلاف مستوجب تشدد نہیں تو جناب امیر
نے فروعات میں کیوں اس قدر تشدد کیا اور کیوں پاس و لحاظ کچھ نہ کیا اور یہاں تک فرمایا کہ اگر
حسن و حسین ایسا کام کرتے تو میں ان سے بھی مصالحہ نہ کرتا اور باطل کو ان کے مظلمہ سے دور کرتا
پس اگر فروعی اختلافات مستوجب تشدد نہیں ہوتا تو آپ کے اس تشدد کے کیا معنی اور اس کے
علاوہ جناب امیر نے اپنے عمال پر فروعات میں تشدد رات فرمائے وہ بھی آپ کے نزدیک معاذ اللہ
ناحق ہوں گے۔ قطع نظر اس تقریر سے یہ بھی آپ کے نزدیک پایا گیا کہ حدود و قصاص کا اجراء
اور سیاست و تعزیر کا عمل سب غلط ہے اور ناجائز کیونکہ یہ امور باتفاق فریقین میں اور فروعیات
میں ایسا تشدد جائز نہیں ہے تو یہ بھی جائز نہ ہوں گے پس آپ کے اس قاعدہ نے شریعت کا ایک

حدیث ومن مات لم یعرف امام زمانہ سے خلافت کے اعتقادی ہونے پر استدلال کا ابطال

ڈرایا گیا ہے ترک تقیہ کو خروج دین سے تعبیر کیا گیا ترک متعہ کو فروع اہل جماعت سے بیان کیا گیا ہے
حالانکہ ان میں سے کوئی مسئلہ اصولی اعتقادی نہیں سب فرعیات ہیں تو اسی طرح اس مسئلہ فرعی میں بھی
تغلیظ و تشدید کے طور پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا اس وجہ سے کہ بہت سے فرائض و واجبات کا موقوف
علیہ ہے بلکہ اجرائے شرائع اسلام و شعائر دین اس پر منحصر ہیں اگر اس میں اخلال ہو تو تمام دین میں
ہرج پیدا ہوگا اسی واسطے ہز علم شیر جناب امیر نے بھی سکوت فرمایا تھا تو ایسا مسئلہ فرعی جو موقوف علیہ
تمام دین کا ہو بہت زیادہ مستحق ہے کہ اس کے ترک و اخلال سے سوا عقاب شدید اور زواجر غلیظہ کے
ساتھ عباد کو ڈرایا جاوے۔ پس اس سے جناب محبوب کا خلافت کے اس اعتقادی ہونے پر دلیل
لانا ان کی خوش فہمی کا بہترین ثبوت ہے۔ پانچویں محل حصر و استدلال میں موت جاہلیت سے کیا مراد ہے
اگر موت علی الکفر مراد ہے تو غلط ہے اس کا ثبوت دیجئے اور اگر موت جاہلیت کے ساتھ تشبیہ
مراد ہے کہ جیسے زمانہ جاہلیت میں لوگ خود سر مرتے تھے ان کا کوئی امام نہیں ہوتا تھا ایسے ہی
یہ شخص بھی جو امام زمانہ کو نہ پہچانے اور اس کا مقتدر نہ ہو خود سر مثل موت زمانہ جاہلیت کے مرا تو کوئی
وجہ صحت حصر و استدلال کی نہیں ہے۔

جناب امیر بھی بعض مسائل نہ جانتے تھے

باقی رہا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت یہ حصر کہ جس مسائل نہ جانتے تھے ان کا کیا
جاں ہوگا سو اول تو اس حصر کی بنا ہی فاسد ہے کیونکہ اس پر ثابت کرنا چاہئے کہ جناب امیر کے نزدیک
جملہ مسائل جزئیہ کا علم شرط ہے دوم ہم خرخ القفا اور جناب پر یہ ثابت نہیں تو پھر یہ حصر محل نہ ہوا
علی الخاصہ ہے دوسرے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس مسائل جناب امیر نہ جانتے تھے پیچھے جناب
امیر نے قرائن سے یا الہام سے یا اخبار حضرت سے معلوم کر لئے تھے یا نہیں معلوم کر لئے تھے
مگر ان کا جاننا یا نہ جاننا امور دینیہ پر کچھ اثر نہیں رکھتا اور جناب امیر سے علوم و اخبار
مغیبہ کا ثبوت ہونا اور جناب امیر سے علوم و اخبار کی پرچہ بازی فریق مخالف سے ثابت ہے۔

حالانکہ ابن تسلم عن ثقۃ صریح حدیث متفق علیہ ہے اور نیز جناب امیر نے صدر قرآن
صاف کر دی من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے۔

وجاء رجل الی امیر المومنین علیہ السلام — ایک شخص امیر المومنین کے پاس آیا اور پوری کا قرعہ کیا
فاقرع بالسرقۃ فقال لہ امیر المومنین لقد — اس سے جناب امیر نے فرمایا کہ تو کچھ قرآن بھی پڑھا ہے
شیاس کتاب اللہ عزوجل فقال لا فقطع سورۃ — کہا ان سورہ بقر فرمایا تو تجھ کو کیسے معاف
البقرۃ فقال قد عفیت یدک لسورۃ البقرۃ — سورۃ بقر کی برکت سے تجھ کو چھوڑ دیا۔

حالانکہ یا تیسرا حد دوم ہے یہ شدہ تھا کہ میان پر چوری کی جاتی تھی اور مقطع نہیں کی جاتی تھی
یہ کہ خاص بالغ پر چوری نہ فرمائے اور محل فرمائی اور خلاف شرع ایک قاعدہ گھڑ دیا کہ جب مرتکب
جنایۃ قدر کرت قیمت کو پہنچ جاوے تو ہاتھ کاٹا جاوے ورنہ جب چوتھی بار چوری کرے تو ہاتھ کاٹا جاوے
علاوہ ازیں آپ کے ہاں تو حضرت عمر نے بھی اس کی تصریح کر دی ہے۔

وروی علی بن ابراہیم بن ہاشم عن ابیہ عن — علی بن ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں
صفوان بن یحیی عن ابی بصیر قال سالتہ عن — ان سے ابو بصیر نے بیان کیا کہ میں نے
قطع السارق متی یقطع فقال فی ربع دینار — ان سے چور کے قطع کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ
او قیمتہ فقلت لہ ارایت ان سرق ربع دینار — چوتھائی دینار یا اس کی قیمت پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے
او قیمتہ ثم سرق ربع دینار او قیمتہ ثم سرق — میں نے پوچھا کہ اگر کوئی چوتھائی دینار یا اس کی
ربع دینار او قیمتہ ثم سرق ربع دینار او قیمتہ — قیمت کی چوری کرے پھر چوتھائی دینار یا اس کی
اترید ابعد من قطع یمینہ ورجلہ — قیمت کی چوری کرے پھر چوتھائی دینار یا اس کی
قیمت کی چوری کرے تو کیا تم اس کے بعد بھی
چور کا ہاتھ اور پاؤں کاٹنا چاہتے ہو۔

اور یہی شرح سے معلوم ہو چکا کہ حد دوم کا میان پر قائم ہونا عقل پر خلاف شریعت
اور جملہ و بضع حدود حد دوم اور ثالثہ و غیرہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ محض سیاست اور حدود
نہیں تھی علی ہذا القیاس اور بہت مسائل ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو ان امور کا علم نہ تھا
جو جناب مجید اور دوسرے ائمہ کا ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قولہ: آپ کے زمانہ میں جناب مسیح و جمیع [illegible] ان کی یہ کیفیت ہوگی

قولہ: [illegible] جناب امیر و دیگر ائمہ کی ہوگی

قول ... اس کا حرام ہونا ثابت کیا گیا ہے مگر یہ ذاتی اعتراض ہوا تو حضرت نے وہاں اس سے سبب اس کی ثابت ایسے ... تحریر فرمائی ہوں موجود ہیں

قول ... کہ ... سے علیحدہ ہو گئے ... جگہ ... اس کا ہر ... پر ... ہوئے ... کی ... حضرت ...

قول ... کہ ... ہیں ... ہوئی ... کی ... حضرت ...

ہر ضرورت اعتقادی نہیں ہوتی بلکہ بہت سے فروعات بھی ایسے ہی ہیں

قول ... ہوئی ... حضرت ... سے ... ہوئے ... ہوئے ... ہوئ

ابن عمر حيث اجتمع الناس على
عبد الملك كتب اني اقر بالسمع والطاعة
لعبد الله عبد الملك امير المومنين على
سنة الله وسنة رسوله الله ما استطعت
وان بني قد اقروا مثل ذلك.

خلافت پر مجتمع ہوتے ہیں ابن عمر کے پاس
حاضر ہوا اس نے لکھا کہ میں بقدر اپنی استطاعت کے
اللہ اور رسول کے طریقہ پر امیر المومنین عبد الملک کے
حکم سننے اور اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں اور میرے
بیٹوں نے بھی یہی اقرار کیا ہے۔

اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمر نے عبد الملک کی بیعت بدلیہ خط کی تو ویسی ہی مثل روایت مجیب لبیب کے جو ابن ابی الحدید معتزلی شیعی وغیرہ سے نقل کی ہے ابن عمر حجاج کے گھر پر رات کے وقت بیعت کے واسطے گئے ہوں اور اس نے پاؤں پھیلایا ہو اور اس روایت ہماری سے یہ بھی واضح ہے کہ ابن عمر کی خلعی بیعت بھی عبد الملک کے ساتھ ابتدا خلافت میں نہیں ہوئی بلکہ بعد نزاع و رفع اختلاف اس واقع ہوئی اور جب تک اختلاف رفع نہ ہوا کسی سے بیعت نہیں کی اور نہ بیعت رہے چنانچہ حضرت علی و امیر معویہ کے عہد میں بھی ان کا یہی طریقہ رہا ہے۔ اور یہ بھی نہ حجاج نے بیعت کے لئے پاؤں پھیلا دیا اگر حجاج پر طعن ہے تو اس نے صحابہ کو اصفاوں کو بہت گالیاں قتل کیا وہ کیا کچھ کم ہے اور اگر مقصود طعن ابن عمر ہے تو یہ بھی بے جا ہے کیونکہ اس میں ابن عمر کا کیا قصور ہے جناب امیر کو ابن ملجم نے شہید کیا جناب امام حسین کو یزید پلید نے شہادت پہنچایا تو کیا اس سے ان کی شان میں نقص آ گیا اس لئے اگر حجاج نے بیعت کے واسطے پاؤں پھیلا دیا تو اس سے ابن عمر کا نقصان نہیں ہوتا ہاں حجاج کے خبث پر دلالت واضح ہوتی ہے انتہی۔

قولہ: اور نیز اگرچہ اس مسئلہ کا اہلسنت فروعی کہتے ہیں مگر سب کتب اعتقادیہ کا میں ہی ذکر کرتے ہیں چنانچہ شارح مواقف اس پر متنبہ ہو کر یہ تحریر فرماتے ہیں کہ سبب ذکر ما هو في علم الكلام ما سيجيء فيما ذكر جرت عادة المتكلمين بذكر هاهنا و اخر كثير منهم ذكرها في كتاب الامامة الخ۔ اس عذر کا ضعف فی ہے کیونکہ اس کا یہ ہے کہ حتی الوسع اپنے کو اپنے علم سابقین کے زمرہ لگانے سے دور کرے علم سابقین کے زمرہ لگانے سے وہ فائدہ جس کا خود مصنف کتاب پر دعویٰ ہے۔ فانها ان كانت من فروع الدين فقد ثبت بالاجماع والضرورة من مذهب الشيعة الخ۔ یہ کلام بھی کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ حال سے خالی نہیں یا تو مسئلہ امامت معرفت اعتقادیہ سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں اگر تعلق نہیں رکھتا تو اس کا تعلق علم کلام سے

کرنا فضول ایسے علم سے ہے کہ اس سے عقائد دینیہ ثابت کریں کیوں ہے۔ اور اگر متعلق ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معرفت صدور و شرائط و فضیلت امام و نیز تصدیق و حسن اعتقاد یا طعن و سوء اعتقاد امور علوم کی قسم سے ہے ذوالعقل و افعال جوارح کی قسم سے پھر اس مسئلہ کو فروعی کہنا کس لئے ہے شاید یہی وجہ ہے کہ شارح نے اس توجیہ و تاویل پر اعتماد نہ کر کے تقلید اسلاف کا عذر کیا ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے۔

ثبوت اس کا کہ مسئلہ امامت کتب کلامیہ میں ذکر کرنے سے اعتقادی نہیں ہوتا اور بیان فرق مسائل فرعیہ و اعتقادیہ

اقول: یہ استدلال بھی مثل اور استدلالات کے ہمارے مجیب لبیب کی خوش فہمی سے تراشی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب تک آپ کے فہم میں یہ بھی نہیں آیا کہ فرق بین اہل سنت و شیعہ کی وجہ اس نزاع و اختلاف کی کہ اہل سنت امامت کو فروع میں سے کہتے ہیں اور شیعہ اصول میں قرار دیتے ہیں کیا ہے اگر یہ بات آپ کو معلوم ہوتی تو ہرگز یہ استدلالات جامد بے معنا ہر گز تحریر نہ فرماتے اگرچہ کسی قدر اس سے پہلے بھی عرض کر دیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی ظاہر کر دیں تا کہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کے آپ کے استدلالات بے اصل و بے بنیاد ہیں پس واضح ہو کہ مسائل فرعیہ وہ مسائل عملیہ ہیں جن کا ایقان متعلق اعمال عباد کے ہو اور مسائل اصلیہ و مسائل اعتقادیہ ہیں جن کا ایقان متعلق اعتقاد عباد کے ہو جب مسئلہ امامت کو دیکھتے ہیں اور فریقین کے مذہب کو اس میں جنباں کرتے ہیں تو علماء شیعہ نے اس کو اعتقادات میں داخل کیا ہے اور عمل عباد کو اس میں کچھ دخل نہیں دیا اہلسنت کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ فروع دین سے ہے کیونکہ اس کا ایقان متعلق اعمال عباد کے ہے انتہی اور یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ فروعیات اگرچہ فی حد ذاتہ عملیات ہوتے ہیں لیکن بسبب قوت و ضعف ثبوت کے ان کا اعتقاد وجوب و ندب و اباحت و حرمت و کراہت علی قدر مراتبہا ہوتا ہے اگرچہ کہ وہ مسائل فی حد ذاتہ متعلق اعمال عباد کے ہیں مگر اعتقادی ہونا ان کا بسبب اور باعث سے ہوتا ہے اس لئے وہ مسائل فروع سے خارج نہیں ہوتے اور اصول اعتقادیات میں داخل نہیں کئے جاتے نہ دیکھا ہے کہ صدور سہو و فریضہ تارک عبادات و معاملات فقہیات باتفاق فریقین عملیات ہیں اور کوئی ان کو علم کلام میں داخل نہیں کرتا اگرچہ باوجود اس کے بعض

ایک حکم کا اپنے اپنے مرتبہ کے موافق اعتقاد ضرور ہے اور ترک اس مرتبہ میں اور اعتقاد خلاف میں اسی قدر خرابی و برائی ہے مثلاً اعتقاد عدم فرضیت صلوٰۃ و صوم میں نزدیک تر ہے واجب و علی ہذا القیاس پس جماعت مقابر میں کوئی دلیل جب تک کہ وہ اس امر کو ثابت نہ کرے کہ خدمت کو فعل عبادت سے کچھ تعلق نہیں اور اس کے بیان میں عمل عباد کو کچھ دخل نہیں اور وہ محض اعتقادی ہے مفید نہ ہوگی اب بعد اس تقریر کے واضح فرد ہیں کہ ہمارے فاضل مجیب کا یہ مسئلہ کس قدر وہابی اور ضعیف بلکہ باطل ہوگیا اس مستدل کا مدار اس امر پر ہے کہ چونکہ متکلمین یا مصنف نے مسئلہ امامت کو علم کلام میں جو عبادت مسائل اعتقادیہ سے ہے ذکر کیا ہے تو یہ مستلزم اس امر کو ہے کہ یہ مسئلہ محض اعتقادی ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ مناط استدلال یہ قرینہ ہے جو یہاں صادق آتا ہے یا نہیں آتا اور یہ نہیں فرماتے کہ ذکر کرنا مستلزم اس امر کو نہیں کیا ہم نہیں جانتے کہ کس ذکر کی کوئی علت خاص پھر گانا ہوتا ہے جو خود مناط موقف مسئلہ علت کو خارج کر دیتا ہے اور مناط اگر کوئی بھی علت نہ ہو تو بھی ذکر سبب مثبت استحباب قائم تھا اور صریحاً مصنف نے امامت کے بیان کو متعلق بافعال عباد قرار دیا ہے اور بتصریح اس مسئلہ کو فروع کہا ہے اور اس ذکر کی وجہ واجبہ ذکر بھی کیا کہ جب تک بیان فروع نہ ہو اس وقت تک اس مسئلہ کو صرف اس وجہ سے کہ اصل میں ذکر کیا ہے اعتقادی قرار دینا سراسر غلط تھا اور مناط استحباب یہ امر ہیں کو کہ ذکر ہے

مسئلہ امامت کے فرعی ہونے کی دلیل

اور دلیل اس امر کی کہ یہ مسئلہ فرعی عملی ہے جس علت کی وجہ سے یہ ہے کہ خدا وند کریم نے قرآن مجید میں احکام جملیہ اعتقادیہ کو جو مشتمل جملہ ہیں فرعیات عملیہ اعتقادیہ میں مثل توحید و نبوت و معاد کے جا بجا عبادت مختلفہ اصولیہ شتی کی بیان فرمایا کہ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے اور تمام احتمالات کے دفع کر دینے سے امامت کو بھی اسی طرح کے ساتھ بیان فرمایا اور اس مقام پر بیان نہ فرمایا صرف ایک جگہ کہ وہ بھی امر کی ذکر کا ارشاد فرمایا یہ محض بہت سے احوال و اسباب فرعیات میں سے چند احوال کے بیان فرمانے کے ہیں جس طرح پر اور احوال فرعیہ کے بیان نہ فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اصل ہوں اسی طرح پر اس کا بھی حال ہے اور جو اس کو اصل کہتے ہیں وہ محض جہل و نادانی سے کہتے ہیں اگر تعلق سے پہلے اس کی اصل ہونے کی وجہ دریافت کی جائے تو اس کے سوا کچھ نہ بتا سکیں گے کہ ہمارے علماء نے اس کو اصل لکھا ہے اور اس طور پر جو اصل ہونے کی وجہ بیان کی جاتی ہے وہ بھی ہم نے اوپر بیان کر دی ہے اور اگر تعلق سے پیشتر اس کی اصل ہونے کی وجہ دریافت کی جائے تو اس کے سوا کچھ نہ بتا سکیں گے کہ ہمارے علماء نے اس کو اصل لکھا ہے اور اس طور پر جو اصل ہونے کی وجہ بیان کی جاتی ہے وہ بھی ہم نے اوپر بیان کر دی ہے اور اگر تعلق سے پیشتر اس کی اصل ہونے کی وجہ دریافت کی جائے تو اس کے سوا کچھ نہ بتا سکیں گے کہ ہمارے علماء نے اس کو اصل لکھا ہے اور اس طور پر جو اصل ہونے کی وجہ بیان کی جاتی ہے وہ بھی ہم نے اوپر بیان کر دی ہے

فرمایا اور یہ مسئلہ اس قبیل سے نہیں کہ عقل اس کے ادراک میں مستقل ہو اور ہمارے نزدیک حسن و قبح شرعی ہے تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خداوند کریم کا اس کو ذکر نہ فرمانا اصول فریقین پر صریح دلیل ہے کہ یہ مسئلہ اصلی اعتقادی نہیں ہے اور اگر یہ نہیں تو احوال شیعہ پر نازل آتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند تعالیٰ شانہ عاجز ہے یا تکمیل دین کی جو خبر دی ہے وہ کذب ہے اور فی الحقیقت اب تک تکمیل نہیں ہوئی سبحانہ و تعالیٰ علواً کبیراً مگر یہ کہ ہمارے مقتدر حاکم خداوند تعالیٰ شانہ کو بھی امور باطنیہ کریں تو لہٰذا اس اشکال عضال سے شانہ کچھ خلصی ممکن ہو خلاصہ اس کے اس کے اثبات کے لئے در بھی درکار ہیں لیکن خوف تطویل اور عجلت وقت کے بیان کی حاجت نہیں واضح ہو اصل بحث کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ یہ مسئلہ اپنی ذات کے مستقل مسئلہ فروع دین میں سے ہے اور متعلق باعمال عباد سے تو متکلمین نے اگر اس کو کتب کلامیہ میں ذکر کیا ہے اور محض بنا اعتقاد بات کیا ہے تو ان کا اس کے لئے کوئی علت اور وجہ خاص ہوگی مثلاً جو مؤلف نے اس کو بیان میں کرنے پہلے علت کی پیروی کر کے امامت کو علم کلام میں ذکر کیا ہے اور مخالف نے اس وجہ سے علم کلام میں اس کو ذکر کیا ہے کہ یہ امر ہیں جو امامت کی خرابی سے متاثر ہیں اور ضلالت و گمراہی میں سے واقع ہوئیں پس اس پر ہمارے فاضل مجیب جو یہ فرماتے ہیں کہ اس کا صدف خلاف سے کیونکر ممکن ہے کہ علماء اس کو پہلے سے دور کر کے علم سابقین کے ذمہ لگا دیتے ہیں یہ ضعیف ہے کیونکہ یہ عذر اس وقت ضعیف معلوم ہوتا ہے جب کہ عذر ہیں صرف تقلید سلف ہی کی ہو ان کی جانب اور جب علاوہ اس کے اس کی علت اس بیان نے فرما دی کہ سلف نے دفع خرافات ہی ہو یہ کی جانب اس کو محض بنا اعتقاد بات کر کے علم کلام میں ذکر کیا ہے تو اب اس عذر میں کوئی ضعف باقی نہیں رہا اس کے بعد ہمارے فاضل مجیب جو اس علت کی نسبت اعتراض فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ علت ہی علیہ نہیں ہے کیونکہ اگر امامت کا تعلق اعتقاد سے نہیں ہے تو پھر اعتقاد کے متعلق ہونے کی کیا وجہ ہے اگر تعلق سے پیشتر اس کی اصل ہونے کی وجہ دریافت کی جائے تو اس کے سوا کچھ نہ بتا سکیں گے کہ ہمارے علماء نے اس کو اصل لکھا ہے اور اس طور پر جو اصل ہونے کی وجہ بیان کی جاتی ہے وہ بھی ہم نے اوپر بیان کر دی ہے اور اگر تعلق سے پیشتر اس کی اصل ہونے کی وجہ دریافت کی جائے تو اس کے سوا کچھ نہ بتا سکیں گے کہ ہمارے علماء نے اس کو اصل لکھا ہے اور اس طور پر جو اصل ہونے کی وجہ بیان کی جاتی ہے وہ بھی ہم نے اوپر بیان کر دی ہے

امتحان سے کیا مقصد ہوتا ہے؟

قولہ: امتحان لینے کی درخواست سے ہرگز ادعائے کمال علم نہیں سمجھا جاتا اور نہ امتحان لینے کے لئے بہت علم کی ضرورت ہے، یہ حضرت کے کمال علم کی دلیل ہے غایۃ سے غایۃ یہ ہے کہ بقدر امتحان کے علم کا ہونا کافی ہے، رہا دعوے کا جواب کہ یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی صریح کذب و دروغ سے ظاہر ہے کہ ہم نے کہا تھا کہ مسئلہ امامت فروعی مسائل سے ہے جس کا طور آپ کو معلوم ہے لیکن اس میں جو حوالہ خاتم المتکلمین کا دیا گیا تھا اس کی نسبت یہ طعن سے پھر یہ کہنا اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی جھوٹ ہوا، نہیں یہ مسئلہ کہ امامت حضرت پر منحصر ہے گو کتب عقائد کا حوالہ دیا جائے تو جب علم ہو ورنہ ہوا، اگر اس کا ثبوت آپ ہی دلیل سے کر سکتے ہیں تو بسم اللہ اپنے عقائد مسلمہ کے ہر گو، عقائد حقیقیہ کی ضرورت ہے متکلمین میں سے کسی کی تصریح کرتے ہیں جس کو ہم اس مبحث کا خاتم المتکلمین سمجھتے ہیں اگر کوئی مسئلہ ہم نے اس سے نقل کر دیا کیا فائدہ کیا وہ اس سے نہیں کر سکتا کہ کوئی اس مسئلہ کا قائل نہیں، پس مطلب حضرت کی خوش نصیبی سے ایک اور یہ بھی ہے "این سرا در خانہ حاشقی زانکہ اے عثمانے ذکر"

قال الفاضل المجیب: قولہ: اور کتاب اللہ میں اس کی نسبت وعدہ خیریت ہوچکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی صحت بیان فرمائی اور روایت سے جس کی قوت مشترک کفایت کرتی ہے کہ ہمیں ہے اس کی ترتیب وقوع تک بیان کی تھی اقول: لفظ وعدہ کے آگے جو لفظ لکھا ہے بخوبی پڑھا نہیں گیا معلوم نہیں کہ حضرت نے خیریت جو مقابل شریعت ہے تحریر فرمایا ہے یا جزئیت جو ہمارا مدعا کلیت ہے لکھا ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: ہمارے یہ لفظ خیریت ہوئے یہ لفظ خیریت ہوئے معجم منقولہ بمنقلہ من فوق الیعد وہی منقوطۃ منقطتین من تحت وبعدہ الف، فتعلم مغایرۃ خیریت کھا ہے۔

قولہ: ہمارا مدعا جو دعوے کا جواب گذرا اس سے اگر خیریت مانی گئی ہے تو حضرت مجیب سے نہایت تعجب ہے کہ اس لفظ کا یہ کون موقع تھا کیونکہ خواہ اس لفظ سے لفظی سے خواہ روایت رسول سے وہ دعوے اس کی نسبت فقط خیریت تھے نہ کہ جزئیت رسول تو خیر ہی ہوئی۔

قولہ: یہ عجز اس لئے خلاف منقول سے کیونکہ ہم نے معتبر کر دیا موقع لفظ خیریت

ہو نہیں ہے اور یہاں خیریت صادق نہیں آئی تو ہمارا عدم خیریت جو اس کی نقیض ہے اس کا موقع ہوگا اور وہ صادق آئے گی، استثناء از ارتفاع النقیضین تو لازم آئے گا کہ خلافت راشدہ عدم خیریت کے ساتھ مجامع ہو اور یہ خلاف ہے کیونکہ یہ مسلم فریقین ہے کہ خلافت راشدہ مجامع خیریت اور مبائن شریعت ہے تو ثابت ہوا کہ اس لفظ کا یہ ہی موقع ہے اور یہاں خیریت صادق آئی ہے اور اس لفظ کا اطلاق اس جگہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے قطع نظر اس سے ہم کو اپنے فاضل مجیب کے ادعاء کمال علم سے نہایت تعجب ہے کہ وہ ہم پر ایسا اعتراض فرماتے ہیں باوجودیکہ اس قسم کے الفاظ جن پر ایسے محل اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں کتاب اللہ اور اقوال ائمہ میں بھی بہت موجود ہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ	اور نہیں کوئی چھپا تجھ سے وزن بھر زمین میں اور نہ کوئی چیز ہے چھوٹی اس سے اور نہ بڑی مگر وہ لکھی ہے کتاب روشن میں۔

ظاہر ہے کہ ذرہ اسی کو کہتے ہیں جو دیکھنے میں ارض ہو چنانچہ بچپن کے چھوٹے چھوٹے رسالوں میں اس کو منقول عرفی کی قسم میں لکھا ہے پھر عرض ارض کی نسبت کا آپ کے نزدیک کون موقع تھا اور طائر ہوائی ہے جو ہمارے جہاں سے پرواز کرے پھر پہلے بجانبہ کا لفظ آپ کے قاعدہ کے موافق بالکل لغو اور فضول پھر معاذ اللہ علم کی جناب میں عرض کیجئے کہ حضرت آپ سے نہایت تعجب ہے کہ ان الفاظ کا یہ کون موقع تھا، ابا تو زمین پر چلنا ہی کرتا ہے اور خانہ دونوں بازوؤں سے اڑا ہی کرتا ہے پھر ان الفاظ کے فرمانے کے بعد بھی پھر جو کچھ اس کا جواب ہے اسی قسم کا جواب ہماری طرف سے بھی قبول ہو علاوہ ازیں وہ خلافت جو احادیث فریقین سے متعلق ہے جس کو ہم راشدہ اور جماعت سے فاضل مخاطب جائز و سمجھتے ہیں یعنی خلافت خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہم کہاں کی رشد و خیریت کی طرف اور اس کی دلیل کی طرف اشارہ کرنا مناسب تھا کہ جناب کو متنبہ کر دیں کہ جس خلافت کی ہم راشدہ و خیریت کے مستلزم ہیں وہ خلافت وہ ہے جس کی خیریت کا وعدہ کتاب اللہ میں ہو چکا آپ کا اس کو جائز و سمجھنا مخالف کتاب اللہ ہے پس آپ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس لفظ کا اس جگہ اطلاق کس قدر ٹھوکروں اور بھٹکانے خور ہے۔

قولہ: اور جو کہ اس کی تعیین اللہ و رسول نے فرمائی یہ ہماری مدعا رسول علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ ہمارا لفظ کی عبارت مستفاد سے ظاہر ہے پھر اس کی نسبت کتاب اللہ میں وعدہ خیریت کے کیا معنے۔

اقتی ... چونکہ اس کی تعیین بالقطع بالوحی ہوئی ہو رہبر رسول علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ ... ہے ... اور وہ خبر محفل ہوں ... واقعے کے کتاب اللہ میں مسئلہ کی ... کا اعادہ ہو ... اصل ... کی ہو ... اگر وہ ... ہوں ... ہوتی تو اس ... ان ... ہیں ... ہوئے ... ہے ... ہوئے ... ہے ... ہے ... ہ

اس کے بعد یہ اعتراض کہ اس مدت میں امت ختم نہیں ہو گئی جو بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی
اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے ہم کب کہتے ہیں کہ اس مدت میں امت ختم ہو گئی اور ہم نے کب
کہا ہے کہ خلافت نبوت کی ضرورت نہیں رہی لیکن آں برصر در کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ پر کوئی چیز
واجب نہیں اور اس کو اختیار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جب اس سبحانہ تعالیٰ نے چاہا خلافت
حق منہاج نبوۃ رہی اور جب اس نے چاہا منقطع ہو گئی اور یہ جب نہیں کہ ہر قرن خلیفۃ اللہ کی پائی جائے
اور اس کا وہاں ہونا پھر یہ کہنا کہ امت ختم نہیں ہوئی یا ضرورت باقی نہیں رہی سراسر واہی ہے۔
علاوہ ازیں اگر ہمارے فاضل مخاطب کے اصول کے لحاظ سے ضرورت کو دیکھتے ہیں تو دور حاضر
قیدکی بھی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اول جب ان کو تمکین نہ دی تو ان کا وجود عدم برابر ہو گیا
اور تمکین دینا بھی ایک امر کا مقتضی تھا جو وہ جب تھا اس کو بھی ترک فرمایا اور نیز اکثر زمانہ وجود سے
بسبب غیبت کے خالی رہا تو ایسے امر کے جو محض مقتضی ہو جس تک کوئی نہ پہنچ سکے اس کو
کوئی دریافت کر سکے نہ وہ کسی کے ہاتھ آ سکے کیا ضرورت پس ایسے شخص کو امام بنانا کیا اس نے ہوتے ہے
کہ امت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خالی ختم ہو گئی اس وجہ سے ہے کہ امت کی ضرورت نہیں رہی
اس اور وجہ سے ہے جس کا ادراک تاریخ عقول سے پھر اگر وہ قوی وہ ہی ہے کہ اس کا
ادراک نقل سے خالی ہے تو بقول سامی ملت کے نزدیک یہی امامت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے حد در ہونا ہو عقل کی سمجھ میں معلوم ہوتا ہے پھر اس کے بعد جو یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نائب نہیں چھوڑا جو اس امت میں کام ہو گیا یہ ان دونوں سے فرق
فاحش ہے ترک کہنے میں کہ صحابہ نے حضرت نے دین نائب چھوڑا جس کی اس امت میں تمکین
ہوئی ہم تو خود خلافت ہی کو منہاج نبوۃ کہتے ہیں جس کے صاف یہ معنے ہیں کہ خلافت حقہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو جو حضرت نے ہوتی رہانی فرمائے تھے اور ان
طرق کو جن پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو چلتے ہوئے اپنا ادا رکھتے رہے معلوم یا وجود اس کے
کہ ان میں کمی کی کوئی بات نہیں ہی تھی اور بعد جہات تاریخی میں کا ہو چکا تھا پھر بھی
خلفاء راشدین نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہو کر شروع شروع میں ان
میں ذرا بھی تغیر یا تبدیل نہ ہونے دیا تھا اور ان کے ساتھ ہی تھے وہ بھی تمام تر حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی میں سے برابر سنتے رہے اور ان دونوں کے تحصیل پر خلفاء
راشدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں انتظامات جاری

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب ہوئیں اور گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں
سے ظاہر ہوئیں پھر بعد اس کے جب لوگوں نے اس نعمت عظمیٰ اور عنایت کبریٰ کی ناشکری کی
اور دو خلفاء کو شہید کیے گئے اور ان پر خروج و بغاوت ہوئی تو خداوند تعالیٰ نے بجگو ذلک یہ کتبت
[illegible] اللہ لیس [illegible] للعبید و بقتضاء ذلک بان اللہ [illegible]
[illegible] فوجب [illegible] اپنی اس نعمت کو اٹھا لیا چنانچہ اس
مضمون کو بھی اشارۃً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے
پس اس سے ظاہر ہوا کہ جب نعمت خلافت علی وجہ الکمال اس خلافت کے زمانہ میں حاصل ہوئی تو یہی
خلافت حقہ راشدہ تھی اور اس خلافت سے مقصود سر نجام ان جہات موجودہ کا تھا لیکن حضرات
شیعہ کے حسن پر اتنا یہ لازم آتا ہے کہ وہ ان امور کے جن کی تمکین کے واسطے امامت رسالت
مقرر ہوئی تھی ان میں سے ایک امر بھی نہ ہو سکے واسطے نہ مبعوث ہوئے اور اس سے بڑھ کر اور کیا
آفات ہے کہ حضرات صلی اللہ علیہ وسلم خائب و خاسر نہیں ہیں اور آپ کا دعوت تو سراسر باطل ہے
کیونکہ جو اوصاف نائب کی کے ہوتے ہیں جس حضرت رسالت و خلیفت رسالت کے جب امت کے
ثبوت کے تو گویا امت کی نبوت کے معنی ہوئے اگرچہ اطلاق ہو نبوت در مزاول وحی سے تاہم
کرنے میں یہ ایک محض غلطی ہے کیونکہ صحت نسبت کی جس پر اطلاق کیا وجہ پر پایا جائے
اطلاق ہو اس صحت کی اطلاق سے ان میں رفع ہو سکتا اور مزاول وحی کا انتظار ہونا ضد ہے جب
محمدیہ کے قرن میں مزاول وحی کے ثبوت کو ہے پھر [illegible] کے ثبوت کو ہے
[illegible] اور اس اعتبار سے [illegible] کے ساتھ [illegible] کے باوجود شرکت کی ادعا
کے بہ بنا ثبوت نبوت امت کو [illegible] کے [illegible] پر [illegible] کے
ان کی امت کے انکار سے مصیبتوں میں [illegible] کے واسطے جناب [illegible]
کے مصاحب سے زوال پذیر [illegible] جناب [illegible] ہے جو نبوت سے [illegible]
بڑا کرنے [illegible] ان سب باتوں کے قرین [illegible] کا قول کتاب و سنت کا [illegible]
کرنے میں [illegible] ثبوت نبوت [illegible] کے [illegible]
[illegible] سے [illegible] کے [illegible]
[illegible] کے [illegible] حضرت [illegible]
[illegible] کی [illegible]

شیعہ مجیب کی کم علمی

تلبیس اس کی کہ غنیۃ الطالبین میں امیر معاویہؓ کو خلیفہ راشد لکھا ہے

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خلافت کا اطلاق اور خلافت کی قسمیں

سعد وغیرہ سے یہ مضمون مروی ہے۔

عن جابر بن سمرۃ قال کنت مع ابی بعثہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی قومہ فسمعتہ یقول لکن بعدی اثنا عشر امیرا لم اخرج سوادا

اخلت ابی ساقی قال ثم سارا الی صوت ہیعۃ قال کلمۃ خفیت علی قال فلما رجع ابی سالتہ ما قال لی قال کلہم من قریش وعن اشعث بن

عن جابر بن سمرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال ہذا الدین عزیزا منیعا الی اثنی عشر خلیفۃ کلہم من قریش

عن جابر بن سمرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلہم من قریش

عن جابر بن سمرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکون بعدی اثنا عشر امیرا فقال کلمۃ لم اسمعہا فقال ابی انہ قال کلہم من قریش

عن جابر بن سمرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش

جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا میں نے حضرت سے سنا فرماتے تھے میرے بعد بارہ امیر ہوں گے پھر کوئی بات فرمائی جو میں نہ سمجھا میرے باپ سے پوچھا کہ حضور نے کیا فرمایا کہ سب قریش سے ہوں گے۔

عن جابر بن سمرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیہم اثنا عشر رجلا کلہم من قریش

عن جابر بن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلہم من قریش

عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال الدین قائما حتی یکون اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش

عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال الدین عزیزا الی اثنی

واضح مسئلہ میں جس قدر روایتیں درباب اثنا عشر وارد ہوئی ہیں وہ تمام تر بیان روایت
ہیں سے اصل کے مخالف ہیں لیکن غایۃ ابوداؤد کی روایت میں لفظ کلہم یجتمع علیہ امۃ زیادہ وارد
ہوا ہے اب گنجائش یہ ہے کہ بعض روایت میں کیفیت خلافت کی مثلوی منسلک ساتھ کے وارد ہوئی ہے
وہ منافی خلافت نہ ہوئے جو ہی ہو اتنا اس قدر زائد ہمارے لئے کافی ہوگا چنانچہ اصل روایات
میں صریح خلافت ثابت و وارد ہوئے ہے وزیادۃ ثقہ کو قبول کرنا سے بھی ثابت ہوا ہے۔

ان الخلفاء بعدی اثنا عشر کعدد نقباء بنی اسرائیل	یہ حدیث مشروح ہوئے ہے ثبوت خلافت
شرح مواقف ص ۳۷۲ ج ۳	پر خلافت ائمہ بارہ

ماحصل ان تمام روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خلافت جس کی مدت تیس سال ارشاد
ہوئی ہے خلافت نبوت و سنت ہے اور وہ روایت جو بارہ تک زائد وارد ہوئی ہیں ان کا وصول ہے وہ
خلافت ہے جس سے خلافت نبوت ہوئی ملک و سلطنت ہوئی اتنا ہوئی ہوئے لفظ خلیفہ یا امیر جس قدر
وصاف دوازدہ گانہ کی نسبت ہیں ہوئے ان سب کا حاصل یہ ہے کہ ان خلافت کو قوت و شوکت اور
ہیبت و رعب ہوگا اور ان دوازدہ تن کا وقت تمتع ہوگا وہ اپنے عہد پر غالب رہے گی اور مخالف ہر ان کے
کہ مغلوب و مقہور ہوں گے اور امت ان پر مجتمع ہوگی اور یہ اوصاف کچھ خلافت خاصہ پر ہی منحصر
نہیں ہیں بلکہ یہ علی العموم جو خلافت سے ادنیٰ درجہ میں ہوئے ہوسکتے ہیں خلافت امامیہ
ان کے ساتھ متصف ہوسکتی ہے اور عدت و حصانت کو بھی ان صفات سے مدد نسبت ہے
ان دونوں امر میں کسی قسم کا تعارض نہیں ہے اس پر بات باقی رہی کہ تعین ان خلفاء کا
ہیں جو یہ خلافت وارد ہوئے ہیں مگر جس وقت سے ان کا وجود ہوا ہے خاص تعین کو خلق میں
ڈالیں اور ان کی زبان سے یہ وصف مستلزم خلافت خاصہ کو ظہور میں لاویں کہ ہر ایک اہل حق
کو اس امت میں بھی اس کی تعلیم سے اور ان کے صادق ہونے پر اپنے زمانہ پر اطلاع ہوئی
اور ان کے وصف میں بھی یہ امر تعلیم سے اور ان کے صادق ہونے پر اپنے زمانہ پر اطلاع ہوئی
اور ان کے وصف میں بھی یہ امر تعلیم سے اور ان کے صادق ہونے پر اپنے زمانہ پر اطلاع ہوئی

انصاف پسند قلیل ہوگا مگر اس کو کون روکے کہ نہ کہے انصاف کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے خواہ یہ وصف بھی
شمار دوسرے اوصاف کے علوم عامہ میں سے ہے جو خلافت نبوت اور امارت کو موجود ہے اور
ہر گز مستلزم خلافت خاصہ کو نہیں پس جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ روایتیں دوگانہ خلافت خاصہ سے
ہی تھی اور یہ بشارت دوسرے زمانوں میں ہوگی تو تعارض ہی باقی نہ رہا اس کی توجیہات اور
بھی ہوسکتی ہیں لیکن ہر چند تسویں ان کو ترک کرتے ہیں

روایات متضمن بشارت دوازدہ امام مذہب تشیع کو مسدد رسان ہیں

اب ہم کو یہ بیان ہے کہ معلمت ابن ابوبکر قتی صاحب نے ان روایتوں کو جو بشارت دوازدہ
امام میں وارد ہوئی ہیں اپنے مذہب کی تائید و تقویت میں نقل کیا ہے اور اپنی روایت مذہب کے
موافق بنا لے ہیں اس کے بعد وہ تین طعن کی ہیں جو اپنی رائے سے بشارت دوازدہ امام پر
مشتمل ہوئی ہیں ہم نے ان روایات کو ہر روایت کو ہر روایت کو ہر روایت کو ہر روایت کو ہر روایت کو
روایت خصوصیت طعن کی ہیں اور ان کی تردید کی ہے چنانچہ پہلی روایت کی بعض
طعن لکھتے ہیں اس سے وہی بیہودہ بیان کرتے ہیں لکھتے ہیں

قال معلمت ھذا الحدیث من اوضاع الرافضۃ	ان کہتا ہے کہ یہ حدیث رافضیوں کی گھڑی ہوئی ہے
وھذا ھو الحق الذی لا یمتری فیہ	یہ وہی بات ہے جس میں شک نہیں ہے
ھذا الحدیث لا یعرفہ اھل العلم بالحدیث	یہ حدیث علماء حدیث نہیں جانتے
ان ھذا الحدیث لا یوجد فی شیء من کتب الحدیث	یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہیں ہے
ھذا الحدیث لا یعرفہ احد من اھل العلم	یہ حدیث کسی عالم نے نہیں پہچانی

پس جب ان کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے تو ہمارے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے اور
ہم نے بھی ان روایتوں کو معتمد نہیں کیا ہے روایت صحیح کے نزدیک مقبول و معتمد ہیں ہے کہ
یا تو اصل صحیحین کی ہے یا روایت صحیحین کے طرق صحیحہ سے ہے اور ان کے شواہد و متابعات
قوی ہیں ہوئے ہیں اور ان کے مضمون کی تائید ہوئی ہے اور ان کے شواہد و متابعات
قوی ہیں ہوئے ہیں اور ان کے مضمون کی تائید ہوئی ہے اور ان کے شواہد و متابعات
قوی ہیں ہوئے ہیں اور ان کے مضمون کی تائید ہوئی ہے اور ان کے شواہد و متابعات

قال معلمت ھذا الحدیث من اوضاع الرافضۃ	ان کہتا ہے کہ یہ حدیث رافضیوں کی گھڑی ہوئی ہے
وھذا ھو الحق الذی لا یمتری فیہ	یہ وہی بات ہے جس میں شک نہیں ہے
ھذا الحدیث لا یعرفہ اھل العلم بالحدیث	یہ حدیث علماء حدیث نہیں جانتے
ان ھذا الحدیث لا یوجد فی شیء من کتب الحدیث	یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہیں ہے
ھذا الحدیث لا یعرفہ احد من اھل العلم	یہ حدیث کسی عالم نے نہیں پہچانی

تامل وقال لكل قوم وجارت الحديثان المختلفان فنستعمل في كتاب الله وفي احاديثنا فان شبههما فالحق وان لم يشبههما فليس بحق.

ظاہر ہے تو اسے جو قرآن کے مخالف ہو تو اس کو نہ لے، امام کاظم نے فرمایا جب تیرے پاس دو حدیثیں ایسی آئیں جس کو کتاب اللہ اور ہماری حدیثوں سے مقابلہ کرے اگر وہ ان کے مشابہ ہیں تو وہ حق ہے اور اگر ان کے مشابہ نہ ہو تو باطل ہے۔

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہے کہ جو روایت موافق کتاب اللہ اور مشابہ احادیث اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام ہو وہ حق اور واجب العمل ہے اور یہ روایات المتقوۃ مصداق یہی مشابہ ان روایات کے ہیں جو اہلسنت سے وارد ہوئی تو یہ بھی واجب العمل ہوں گی اور بعض روایات میں اگرچہ روات اہل سنت ہیں اور جو اسناد روات اہلسنت کے منتہی ہوتی ہیں لیکن یہ امر خارج فی امر دیانۃ نہ ہوگا تو اب معلوم نہیں کہ ان روایت کے موافق دو زردہ امر کو جانے فاضل مخالف کیا سمجھیں گے اور ان روایات کے معارضہ سے مذہب کی بنا کی اللہ وحدت عبادت کیوں کر کریں گے۔ ان روایت سے مذہب تشیع کو چہ وجوہات سے معارضہ پہنچتا ہے اول یہ کہ ان روایت سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ امامت کو بمانند نماز شش عشر میں استقامۃ امر اور غلبہ حق وعدہ اور ظہور دین اور صلح عمومیہ ہوگا پس اگر ان کو بمانند شش عشر حقانیت شیعہ پر محمول کیا جاوے تو یہ وعدہ اور مژدہ جھوٹ و کذب ہوگا کیونکہ ائمہ کے زمانہ میں برعکس اس کے اضطراب و ادبار علیہ اہلحق اور استیلا و غلبہ اہل باطل اور ظلم و جور کا دور دورہ شائع رہا ہے گویا محاورہ کی خوبی جیسی بات ہو اور مخاطب بیان نہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ یہ خلاف واقع ہے اور جو بمانند شش عشر میں پہنچا ہے یہ مختصر سی زمانہ تک ہے اس کے بعد ہر چہ ہو اس کو وقت نہیں ہے کہ بعد انقضاء مدت کے ہیں تو حضرت عیسیٰ ہیں اور وہ خود بمانند مہدی کے موجود ہیں تو معلوم نہیں کہ یہ امامت جو بمانند شش عشر ہیں ہے منتظر و منتظر ہوچکی تھی یا بعد اس کے حسب ارشاد فاضل کیب امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم منتظر ہوچکی کہ بعد دو شش عشر کے پھر امامت کی ضرورت نہیں رہی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معاذ اللہ دین ناقص چھوڑا تھا جو زمانہ شش عشر میں مکمل ہوگیا تعیین یہ کہ یہ زمانہ مصداق آیت شریفہ وعد اللہ الذین [illegible] کے کس زمانہ تک ہے کہ زمانہ تک زمانہ جعل نہیں ہے تو وعدہ استخلاف و تمکین دین و امن و خوف وعدہ امن فرمائے گا اور یہ بھی حق تعالیٰ مگر یہ مذہب تشیع سے کسی دلیل سند پر ثابت نہیں ہے۔

قولہ: [illegible] مذہب [illegible] سے سامنے پیش کرنا جیب کی مغالطہ کے کس پر دال ہے

جو روایت موافق قرآن ہو وہ قابل قبول ہوگی

اقول: ہم بھی عرض کر چکے ہیں کہ بشارت امام صادق جو روایت کہ موافق قرآن کے ہو گو کیسے ہی راوی سے ہو واجب القبول ہوگی پس جب ہم اس سے پہلے اشارہ کر چکے تھے کہ یہ خلافت کتاب اللہ سے ثابت ہے تو یہ روایت جو موافق کتاب اللہ کی ہوئی قابل قبول ہوگی نہ اختلاف و اضطراب جو اس روایت کی صحت کو مانع ہو اگر آپ ثابت فرماتے تو جواب بھی گزارش ہوتا البتہ یونہیں بے دلیل دعوے کرنا ہمارے فاضل مجیب کی کمال مناظرہ دانی پر دلیل ہے۔

قال الفاضل المجیب: قولہ اور روایات سے [illegible] آپ کے علم رسمی کا اور حمام کے اقوال و افعال سے اس کا عدم امامت ثابت ہوتا ہے پھر تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصریح کی کہ فرمایا مساق روزہ نماز وضو غسل و تیمم حتیٰ کہ آداب بیت الخلاء وغیرہ الخ تک تو صاف مشرح و مفصل بیان فرمائے اس ہر معاملہ کو ہی کیوں چیستان اہیلی کر دیا کہ اشارہ و کنایہ میں ارشاد فرمایا کچھ غور کیجئے اور انصاف فرمایئے ایسا ہوں کیا۔

اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور رسول اکرم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے مبلغ ہیں

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: جب اہلسنت کا یہ مذہب آپ کو معلوم ہو چکا کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ فرمائے ہیں جو ان پر خدائے تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تو پھر یہ اعتراض بالکل بعید از عقل ہے علاوہ ازیں جب کہ خود ہمارے مجیب کے تسلیم ہو چکا تھا کہ کچھ عبادت باقی نہیں رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تبلیغ کا متکفل ہو چکا تھا تو پھر کچھ عبادت باقی نہیں رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس ہیئت کذائی کے ساتھ بیان فرمائے جس کو حضرت شیخ پسند فرماتے ہیں اور کون سے کہ گزرنے کے ساتھ استخلاف اور وعدہ کا کیا جانا اور اس وقت بلاوت و وجوہ اور قتل فضیلت ہ

بیان فرمادے باوجود یکہ دوسرے فروع کو بیان فرمایا اس اہم مسئلہ کو ہی کیوں چھپایا اور پہیلی کردیا اور جو کتاب اللہ میں سے کہیں بوجھی ہی نہیں جاتی ہم کو تو غور و انصاف کا حکم ہوا ہے جو سر و چشم ہے لیکن یہ کچھ آپ بھی غور و انصاف سے حصہ نہیں دیں۔

قال الفاضل المجیب: قولہ: یہ اس امر باعث ہوا کہ اہل سنت ہیں درباب نص واحد دو نص اختلاف واقع ہو پس یہ دعوت کہ اہل سنت اس باب میں نص کے قائل نہیں علی اطلاقہ صحیح نہیں چنانچہ لفظ واحد لفظ لعوا تق سے یہ امر معلوم ہو سکتا ہے۔ قولہ: اگرچہ اس قول کے جواب میں گفتگو ہو سکتی تھی مگر چونکہ چنداں مفید نہیں بنظر اختصار کچھ عرض نہیں کرتے مگر اس قدر ضرور گذارش ہے کہ آپ کے خاتم المحدثین تحفہ کے باب مطاعن عقیدہ چہارم فرماتے ہیں: غرض کہ ہمارا نزاع ان سنت میں معصوم عنہ منصوص علیہ دو نفسیت ہم بحث ایسا ہے واپس اگر آپ کا یہ قول صحیح ہے تو آپ کے ذمہ واجب کہ ایسا نص صحیح نہ ہوگا اور بظاہر اعتقاد میں کوئی قید معلوم نہیں ہوتی افسوس کہ آپ سے خاتم المحدثین نے موقع کا حفظ نہیں فرمایا ورنہ ایسا دھوکہ جس کا آپ بھی شکار ہوئے ہیں نہ ہوتا۔

تحفہ اثنا عشریہ کی عبارت سے شیعہ مجیب کی جہالت اور مسئلہ خلافت پر گفتگو

بقول العبد الفقیر ابن عبدہ الغنی: جناب میں نے جب تحفہ کی عبارت کے مطلب کو آپ سے کہا تھا نہیں تھا بلکہ اس کی گذارش کو بھی قبول نہ فرمایا اور نہ سمجھ لیتے اب پھر گذارش کی جاتی ہے کہ تحفہ کا مطلب نہیں اور نہیں مسئلہ منصوصیت اور جو فرمایا ہیں اہل سنت و شیعہ مختلف ہے اس میں اچھا چاہیئے کہ محل نزاع کون سا ہے کہ جس کو ہم سنت منع کرتے ہیں اور شیعہ اس کو تسلیم کرتے ہیں جو کہ تحقق نزاع تک سے ضرور ہے کہ وہ مسئلہ آپ میں نزاعی واقع ہو جس سے یا تو اعتبار ثبوت و ایقان کے نزدیک ماخوذ ہو قول اس نص کا جس کا مستند و حضرت شیعہ بتلاتے فرماتے ہیں اس کو حضرات اہل سنت منع کرتے ہیں اور گذارش ہو چکی وہ نص جس کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں پیدا ہو اور جس کو اہل سنت تسلیم نہیں کرتے ہیں اور ہمارے قول سے ہی متحقق ہوگی پس وہ نص جس کو حضرات شیعہ امامت کے لئے [illegible]

مرجع استشہادت فرمایا کہ عام علماء پر سب کو جمع کر کے آپ نے ارشاد فرمایا جو کہ اے لوگو فلاں شخص کو تمہارے اوپر میں اپنا خلیفہ اور امام مقرر کرتا ہوں میرے بعد وہ میرا خلیفہ اور تمہارا امام ہے اس کی اطاعت کیجو اور اس پر ایمان لاجیو اور اس کا اہلسنت انکار کرتے ہیں اسی کی نسبت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ خلافت ثابتہ نزد اہل سنت نہ منصوص اند نہ منصوص علیہ یعنی منصوص علیہ بمعنی خلافت نہیں ہیں چنانچہ اسی عبارت سے قبل اور بعد اس کلام ہے اور یہ مطلق انتفاء نص کو مستلزم نہیں بلکہ ایک دوسری قسم کے نص جو مثل زور و روشن واضح کر دی کہ استخلاف کس طرح واقع ہونے والا ہے بعد اخبار کے جو واقع پر دلالت کرے واقع ہو جن حضرات نے نص کو خاص اسی صورت کے ساتھ مختص کیا خلافت کو غیر منصوص فرمایا اور یہ باعتبار طرف اقرب کے ہے اور جن حضرات نے اخبار اور اس واقعہ کے قدر مشترک کو محمول فرمایا اور ان کو مرتبہ تنصیص کے سمجھا انھوں نے منصوص کہا اور یہ بھی باعتبار دلالت عقل صحیح اور قرائن قویہ کے ہے اور فی الحقیقت یہ نزاع نہیں ہے کیونکہ مرجع نفی و اثبات کا امر ہے متعلق یقین میں۔ فریق اول جس کی نفی کرتا ہے وہ جہت ہے اور فریق ثانی جس کو ثابت کرتا ہے وہ امر آخر ہے بہرکیف اہل سنت میں سے کوئی شخص اس امر کا معترف نہیں ہے کہ خلافت منصوص اس نص کے ساتھ ہیں جو متنازعہ فیہ درمیان اہلسنت و شیعہ ہے بلکہ باتفاق اس علماء سے قدماء اہلسنت خلافت کو غیر منصوص اعتقاد کرتے ہیں پس تحفہ میں جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفی منصوص ہونے کی کی ہے وہ باعتبار اس نص کے ہے جو اہل سنت و شیعہ میں متنازعہ ہے اور بنزدیک جو ثبوت نص کا صحت کے خواستگار ہے وہ وہی نص ہے جو متنازعہ فیہ نہیں لیکن چونکہ بادی النظر فاضل مجیب اپنی خوش فہمی سے یہ سمجھ گئے کہ تحفہ میں منصوصیت سے بالکل انکار ہے اس لئے یہ اعتراض فرمایا ہے ورنہ جو نص کی قید کہ یہ کرتا ہے اس کا تعلق بھی کر دیا تھا لیکن ظاہر نہ ہوا اس سے بھی ظاہر ہو کہ اس میں بھی جو منصوصیت سے انکار تھا وہ علی وجہ تعلق تھا یعنی کسی نص سے نزدیک منحصر فی فرد صدیق اور جب اس کی نفی کر دی تو کل مفتی ہو گئی پس صاحب تحفہ کا دعوی صحیح ہے اور ہمارے اس کی تشریح کر دینے کے بعد بھی فاضل مجیب نے تحفہ کا مطلب سمجھا ہو ناچیز کی سمجھ میں نہیں آتا۔ قولہ: معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک [illegible] کوئی قید نہ ہو اس وقت تک [illegible] نہیں مجیب سے کہ آپ نے [illegible] فرمایا ہیں جس کی [illegible] جگہ [illegible] جو [illegible] قید سے جو اس کی [illegible]

او خذید امیں بظاہر الفاظ میں کہاں قید ہے علی ہذا القیاس ہست جگہ اس کی نظیریں موجود ہیں لیکن کچھ تو فہم و انصاف سے کام لیں۔

قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ اور حدیث تمسک بالثقلین اور قصہ احراق کا ذکر عجب ہے سبحان اللہ اپنے گھر کی تو خبر لیجئے۔ اقول۔ امور دینی میں حدیث تمسک کا ذکر آپ کو کیوں عجب معلوم ہوتا ہے اگر آپ اس قول کو ہی کہ اہل سنت کے نزدیک خلافت فروع دین سے ہے تسلیم کرلیں اور اس کو فروعی مسئلہ اور نہایت خفیف سمجھیں تب بھی حدیث تمسک کا ذکر ضروری ہے تعجب ہے کہ آپ کو کیوں تعجب آتا ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی۔ حدیث تمسک کا ذکر اس واسطے عجب معلوم ہوتا ہے اور اس لئے تعجب آتا ہے کہ اس حدیث کا ذکر بطور طعن و تشنیع کے کیا گیا ہے اور طعن وہ کرسکتا ہے جو پہلے خود عامل بالحدیث ہو اور حدیث پر جب تک عمل ہی نہیں اور خود بھی اس سے بمراحل بعید ہیں تو اس صورت میں بمقتضاء اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ کے ہر ذی عقل و شعور کو اس کا ذکر عجب معلوم ہوگا اور ایسے شخص کے ذکر سے تعجب کرے گا زبانی دعووں سے تمسک نہیں ثابت ہوسکتا حضرات شیعہ نے تو مشابہین اور زرارہ اور ابوبصیر وغیرہ کے ساتھ تمسک کیا ہے جن کے نامہ اعمال ماسبق میں مذکور ہوچکے ہیں اگر اسی کا نام تمسک بالثقلین ہے تو ایسے تمسک کو سلام ہے، ہمارے فاضل مجیب کی اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک جو فروعی مسئلہ ہوتا ہے وہ نہایت خفیف ہوتا ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے فروعیات کے خفیف ہونے کے کیا معنے۔

اقول: آخر آپ کے علماء مامور بہ تمسک تھے یا نہ تھے۔

اقول: علماء رضی اللہ عنہم بحکم حدیث بخور مقتدا اور بموجب آیت اطاعت اولوالامر تھے اور مطاع و راہنما کو جس طرح تمسک کرنا چاہیئے کیا۔

اقول: اگر میں نے یہ سوال کیا کہ بعد وفات آنحضرتؐ یا مقدمہ خلافت کا ہے پیش آیا آپ کے علماء نے اس باب میں اہل بیت سے کیا تمسک کیا تو کون سے تعجب کا محل ہے تعجب اور حیرت تو یہ ہے کہ باوجود ادعائے کمال دینداری اس باب میں تمسک نہ ہوا اور قصہ احراق کیا۔

قصہ احراق بیت کا جواب

اقول: مقدمہ خلافت میں جب کہ ثقل اعظم ان کا متمسک ہے تو لامحالہ ثقل اصغر بھی اسی کا تبع ہے تو یہ سوال کہ علماء نے اس باب میں اہل بیت سے کیا تمسک کیا البتہ محل تعجب ہے پھر اگر ہم نے اس پر حضرات شیعہ کے متمسکات اہل بیت کے ساتھ جبلائے تو ناخوش ہونے کی کون سی بات ہے لیکن ہم اسی مقدمہ میں جو بعد وفات سرور کائنات پیش آیا سوال کرتے ہیں کہ جب یہ حادثہ پیش آیا اور آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئے تو اس وقت تک حضرات شیعہ کا وجود ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا، اگر اس وقت تک ان کو خلعت وجود عطا ہوچکا تھا تو فرمایئے کہ اس وقت ان حضرات نے کیا تمسک بالثقلین فرمایا کیا اس وقت تک آیت

یاایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم۔ — اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر۔

نازل نہیں ہوچکی تھی یا یہ کہ نازل ہوکر پھر منسوخ ہوچکی تھی اور

یاایہا الذین اٰمنوا لاتتولوا قوما غضب اللہ علیہم۔ — اے ایمان والو دوستی نہ کرو ان سے جن پر خدا غضب کیا ہے۔

کا حکم اس وقت باقی نہیں رہا تھا اور اگر ان کا وجود ہی نہیں ہوا تھا تو پھر فرمایئے کہ ان کا وجود کس وقت وقوع ہوا ہے رہا قصہ احراق بیت اس کی بابت ہم پہلے بھی گذارش کرچکے ہیں اور اب بھی نہایت گذارش کرتے ہیں کہ اولاً حضرات شیعہ نے نفس احراق کا دعوے فرمایا چنانچہ آپ کے شیخ محقق طوسی تجرید کے مقاصد صدیق میں تحریر فرماتے ہیں:

وانہ لبعث الی بیت امیرالمومنین علیہ السلام لما امتنع من البیعۃ فاضرم فیہ النار وفیہ فاطمۃ وجماعۃ من بنی ہاشم۔ — اور اس نے امیرالمومنین علیہ السلام کے گھر کی طرف جب اس نے بیعت سے انکار کیا بھیجا تو اس میں آگ لگادی جائے اس میں فاطمہ اور بنی ہاشم کی جماعت تھی

اور علاوہ حضرت طوسی کے دوسرے حضرات نے بھی یہ دعویٰ فرمایا پھر جب دیکھا کہ یہ گانا کی نہ بنتی اور متقدمین کی غلطی پر متنبہ ہوئے تو پچھلوں نے اس دعویٰ کو چھوڑ کر قصہ احراق کا دعوے کیا اور ان میں سے ہمارے فاضل مجیب ہیں اور متمسک اپنا اس روایت کو قرار دیا جو زاد المعاد میں منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

واسع اللہ ماذا بالی ان اجتمع
هؤلاء وانفرعشائر ان آموهم ان
یحرقوا علیهم البیت.

اور خدا کی قسم یہ کچھ کو کچھ بات نہیں سمجھا گر
یہ جماعت تیرے پاس اکٹھی ہوگی اس سے کہ یہ
گھر جلانے کا ان پر حکم کردیں۔

اب عاقل ان الفاظ میں غور کرے اور حضرات شیعہ کے دعوے کو دیکھے کہ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ ان الفاظ سے ہرگز قصد احراق جس کے ہمارے فاضل مجیب مدعی ہیں ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قصد احراق ایک ایسی پختگی عزیمہ کو مقتضی ہے جس میں کچھ شک و تردد نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس روایت میں لفظ اذا کی جانی مذکور ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کچھ کر سکتے ہیں انہیں یہ ہو چکی عزم قصد پر دلالت ہے اور محض تجویز کو مثبت ہے اور نیز اس جگہ لفظ ان شرطیہ مستعمل ہے جو باعتبار اپنے اصل وضع کے مورد اشکوک تحقق کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اور یہ بداہۃً قصد و عزم کے منافی ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کی عبارات عرف عام میں محض تہدید کے واسطے بولے جاتے ہیں اور اس سے مقصود فعل تنبیہ متعلق ہوتی ہے اور ہرگز قصد بتباع فعل نہیں ہوتا چنانچہ جناب امیر نے حضرت ابن عباس کی نسبت جب کہ وہ بصرہ کا بیت المال لوٹ کر مزار حضرت شیوخ کو آ چکے تھے اور جناب امیر خان کو ایک عتاب آمیز خط تحریر فرما رہے ہیں ان الفاظ کو بطریق بلاغت ست فرما چکے ہیں اس میں تحریر فرمایا ہے۔ فوالله لئن رددت ما احدرته او مثله ليهونن علیك ان لم تفعل لتجدنی بها ثم لا اعذرك عند الله فيها ولا ضربنك بسيفی الذی ما ضربت به احدا الا دخل النار سریعا۔ اب ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائیے کہ یہ الفاظ آپ کے زعم کے موافق ابن عباس کے قتل کے قصد پر دلالت کرتے ہیں پھر ہر ہو چکتے ہیں اگر یہ قصد قتل ہے تو قتل کی قسم کھانا۔

الا یا حبذا قتل تقلب بالدما
و تلقیب اقوام و تثکل امهاتها

مگر جب ایک مرتبہ تین دن سے ان پر
ان کے اور غالب آ لی اور ہو

جائز ہے یا نہیں علاوہ اس کے ابن عباس نے اس مال کو واپس نہیں کیا تو پھر کیا تو خود ابن عباس سے جو اس کے جواب میں تحریر کیا الزام کو بیت المال میں پہنچا دیا تو اس سے زیادہ مستحق مواخذہ ہے اور یہ نہیں کہ ان کا ثابت بھی نہیں ہوا اور گرو پس نہیں کیا تو پھر حضرت کو بھی ان پر قدرت حاصل نہ ہوئی کر سکتے ہیں اور پھر ان کے ہمراہ کبھی ایسی سختی نہ کرتے یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت کو بھی کافر و مرتد نہ فرمایا ہے اور نہ کرتے کہ حسب

تحقیق مخالف طوسی تحریر ہیں:

وما علموه فسقة ومحاربوه كفارا۔

اس کے کفار فاسق ہیں اور اس کے محاربین کافر

باشق تو ضرور ہے کبھی ورنہ اور بھاگنے سے ہی ایسا کیا قصور کیا ہے اور یہ تحریر بلا امر چہ کیوں ہے اور اگر قدرت ہوتی تو پھر جناب نے ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اپنا قصد پورا کیا یا نہیں اور اپنی قسم میں بار ہوتے یا حانث مفتی رہا ہو۔

قول: جب نہیں کہ آپ کریں اس کی تعجب ہو ورنہ اور ہے کو کچھ جواب دیتے اور یہی وجہ ہے کہ جب آپ سے بایں ہمہ جرأت جمیع کچھ جواب بن نہ آیا تو خوش ہو کر چھوڑ دیئے

قصد امر قلبی ہے

اقول: قسم کہ آپ نے ہماری گذارش کو نہ سمجھا ہوتے جواب دیتے تو وہ بھی جواب ہوتا اور لکھا تھا کہ قصد امور قلبیہ میں سے ہے جس سے نہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ادراک زید سے الا جو الفاظ سے معلوم ہوتا ہے وہ ہرگز ایسے نہیں کرتا پھر یہ حضرت کی خوش فہمی ہے کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ جواب نہ دیا اور کچھ جواب نہ بن سکا چنانچہ اس جواب میں ہر نے سے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس کیا ہے۔ اب گر آپ اب بھی نہ سمجھیں تو اس میں تو دیئے کہ ہم کیا قصور ہے ہاں خدا دادہ کا ہر جواب نہیں دیتے

قول: ترسے ہے شیعہ اپنے گھر کی خبر لی ہوں ہے آپ کو اس سے کیا بحث کہ اپنے گھر کی خبر لیں یا نہیں اگر آپ کے گھر کی خبر نہیں کیونکر گر آپ کا گھر سلامت ہوتا تو اس کی سلامتی کا بیان کرتے اور اس سوال کا جواب دیتے کہ یہ خبر پہنچی تھی یا نہیں

اقول: چونکہ یہ عبارت محض خوش فہمی سے ناشی ہے کہ آپ نے یہ اس تحریر کو سمجھا ہی نہیں اور اس کا جواب کیا دیں گے اس سے ہماری عبارت کے جواب میں سکوت کرتے ہیں

قول: بفرض محال اگر آپ کا یہ دعوی صحیح ہی ہو تب بھی آپ کو ہو جیسے ہو گئے پھر جس کے یہ معنی

قول: یہ حضرت کی مدافعت ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ آپ نہ دیئے ہوں گے پھر جس کے یہ معنی

محض دروغ ہے حقیقت آپ ہوا کی مار کی طرح بھاگ کر پہنچے آپ نے ہر غیر ممکن بات کیں تیر کر یا اڑ کر پہنچے ہوں گے کہ یہ ہوا کے کارندہ خاص تھے کہ ان کو بھی کافر و مرتد نہ فرمایا ہے اور نہ کرتے کہ حسب

یہ کہنا کہ آپ ہم جیسے ہوگئے سراسر غیر مفید ہوا۔ علاوہ ازیں یہ طعن محض آپ کے طعن کی تردید کے واسطے تھا جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ جو ہم کو قصداً حرق کے ساتھ ملعون فرماتے ہیں اور ہماری طرف عدم تمسک بالثقلین کا الزام لگاتے ہیں آپ خود اس قسم کے مطاعن کے ساتھ ملعون ہیں اور ایسے الزامات کے ساتھ ملزم ہیں تو آپ کا طعن بے جا اور الزام نازیبا ہے کیونکہ جو شخص کسی طعن کے ساتھ ملعون ہو وہ کسی کو بروئے عقل اس طعن کا کیونکر الزام دے سکتا ہے۔ مثلاً شراب خوار، شراب خوار کو اور زانی، زانی کو اور سارق، سارق کو شراب خواری اور زنا اور چوری کے ساتھ ملعون نہیں کر سکتا ہے اور ایسا کرے گا وہ عموماً یہ ہی جواب پاوے گا کہ میاں تو خود مرتکب اس فعل کا ہے پھر تو کس منہ سے ہم کو طعن کر سکتا ہے پھر اگر وہ طاعن اس کے جواب میں کہے کہ آپ ہم جیسے ہوگئے پھر طعن کے کیا معنی تو عقلاً اس کو بالکل خارج از عقل سمجھیں گے، نہایت تعجب ہے کہ آپ ایسے بڑے مناظر و دان و عاقل و فہیم ہو کر ایسی بے ہودہ اور صریح غلطی کریں جس سے عوام کو بھی احتراز ہے

قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ بے شک حضرات شیعہ نے جیسا کتاب اللہ و عترت سے تمسک فرمایا ہے اہل سنت کو وہ تمسک کہاں نصیب ہے۔ اقول۔ واقعی یہ آپ کا فرمانا بہت درست ہے الحمد للہ کہ حق ہر زبان جاری ہو گیا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: کلمہ حق ایدہ بہا بالحل۔ غالباً حضرات شیعہ کی سخن فہمی ایسی ہی ہے اور اکثر مستدلات کا مدار اسی قسم کی فہم عبارات پر ہے چنانچہ ناظرین کتب قوم پر واضح ہے پھر اس پر ناز و افتخار مزید برآں۔

قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ بلکہ اہل سنت ایسے تمسک سے ہزار جان تبری و تحاشی کرتے ہیں۔ اقول۔ اگر ایسا نہ کریں تو خلفاء ثلثہ کی خلافت اور ائمہ اربعہ کی تقلید اور بہت لوگوں سے جن کو اپنے زعم میں مقتدا و پیشوا مان رکھا ہے تبری و تحاشی کرنی پڑے۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: بلکہ اگر ایسا نہ کریں تو خدا تعالیٰ سے اور اس کے تمام انبیاء و رسل سے اور دین و ایمان سے تبری و تحاشی کرنی پڑے اور حضرات صحابیین اور ذریۂ طاہرہ اور اہل بیت غیرہ کا غلو و تقلید گردن میں ہو۔ حضرت مؤمن الثقلین جن کو آپ کے علم شیطان معلق بتاتے ہیں امام و پیشوا ہوں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اللھم لا تخزنا بک من بعد بعدک۔

قول۔ اور حضرات اہل سنت جو محض تمسک کے خیال میں اور بدون دلیل اپنے اسلاف کے تقلید ایسا

بات کب گوارا کر سکتے ہیں۔

اقول: بے شک اہل سنت محض احکام خداوندی تعالیٰ شانہ و سنن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و سیرت صحابہ جن میں اہل بیت بھی شامل ہیں و تابعین لہم باحسان کی لکیر کے فقیر ہیں۔ نہ بجز کتاب اللہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ سوائے سنت رسول اللہ ان کے پاس کوئی حجت اپنے عقول کو تابع اور محکوم ان دونوں کا کر رکھا ہے نہ حاکم پھر وہ کتاب و سنت کے خلاف یہ بات کیونکر گوارا کر سکتے ہیں۔

قول: اس لئے مجبوراً تمسک کتاب اللہ و عترت رسول اللہ سے تبری و تحاشی کرتے ہیں۔

اقول: یہ ہمارے حضرت مجیب کا فرمانا سراسر خلاف واقع اور بداہۃً غلط ہے کتاب اللہ کے ساتھ تمسک حقیقۃً و مجازاً و لفظاً و معنیً بفضل اللہ تعالیٰ اہل سنت کا ہی حصہ ہے شہر شہر گاؤں گاؤں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے علماء حفاظ کلام مجید موجود ہیں حضرات شیعہ چونکہ قرآن سے اور اس کے جامعین سے جن کو عند اللہ کمال قرب و منزلت ہے تبری و تحاشی کرتے ہیں اسی کی پاداش میں خداوند کریم نے ان کو اس نعمت سے محروم فرمایا اور باوجود مرور دہور کے ان کو کلام مجید یاد نہ ہوا اور اپنا قرآن جو ائمہ کے پاس ہے بعد دیگرے چلا آیا وہ خود غار سر چاہ میں رائے ہیں شیعیان پاک سے مخفی و مستتر ہے اور اسی پر مسلمانوں کو بھی قیاس کر لیجئے۔ چنانچہ مفسرین شیعہ ہمیشہ خوشہ چین مفسرین و قراء اہل سنت رہے ذرا تفسیر مجمع البیان طبرسی کو ہی ملاحظہ فرمایئے آری۔ واللازم من کاس انکرام نصیب عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسک اگرچہ حضرات شیعہ اس کے مدعی ہیں مگر فی الحقیقت یہ بھی اہل سنت کو ہی نصیب ہے ظاہر ہے کہ اہل سنت نے تمام عترت کو اعم و عمات اور ان کی اولاد کو اور تمام بنات و زوجات و اعفاد کو اپنا مقتدا و پیشوا اعتقاد کر رکھا ہے بخلاف حضرات شیعہ کے کہ انھوں نے سوائے معدودی چند عترت کے سب کو غلعت کفر و فسوق کے ساتھ تشریف بخش رکھی ہے پس فی الحقیقۃ تمسک منکس اور معنا منقلب ہے کہ حضرات شیعہ مجبور ہو کر کتاب اللہ اور عترت رسول سے تبری اور تحاشی کرتے ہیں نہ اہل سنت حاشاہم عن ذلک

قال الفاضل المجیب: قولہ۔ کیا تمسک کے یہ ہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو جس کا حافظ خود خداوند حقیقی تعالیٰ شانہ ہے محرف و بیاض عثمانی قرار دیں چنانچہ مسلمات شیعہ سے ہے اقول حضرت مجیب کے اس قول سے نہایت ہی تعجب ہے باوجود ادعائے علم و فضل ہمدان و دیلم ایسا لکھنا علماء کی شان کے خلاف ہے آپ نے محض صاحب منتہی المقال وغیرہ کی تقلید فرمائی اور بحث تحقیق سے کام نہ لیا کاش ان کے ہی کلمہ کو جو دیکھا ہوتا مسلمات شیعہ سے تو شاید انھوں نے بھی نہیں لکھا۔

شیعوں کی کتابیں تو آپ کو نہیں ملتی کاش مفتی الکلام و تحفہ وغیرہ کو جن کے اعتماد و بھروسہ پر آپ جواب لکھنے بیٹھے ہیں بامعان نظر ملاحظہ فرماتے۔ کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہے حاشا کہ اس میں کچھ بھی اختلاف ہو حضرات اہل سنت کا عجب حال ہے کہ کبھی تو صاحب مفتی الکلام فرماتے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک بیاض عثمانی یعنی معاذ اللہ قرآن شریف سے کافی کلینی صحیح تر ہے اور دلیل یہ بیان فرماتے ہیں کہ زبان ثقات شیعین سے سنا گیا تھا اور کبھی صاحب تحفہ ادعا کرتے ہیں کہ تاریخ ابن قتیبہ نزد شیعہ معتمد تر از قرآن ست۔ اور کوئی دلیل تحریر نہیں فرماتے۔ یہ علماء حضرات اہلسنت کا حال ہے کہ خود شیعوں کی نسبت ایسے افترا و اتہام اپنی طرف سے منسوب کرتے ہیں اور کوئی دلیل و سند بیان نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو محض سنی سنائی بتلاتے ہیں اور کچھ نہیں شرماتے۔ حیف صد حیف ہمارے حضرت مجیب نے بھی ان کی تقلید سے یہ لکھا ہے۔ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے۔

بحث تحریف قرآن

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: اس تمہید میں بوجوہ چند کلام ہے۔ اول یہ کہ یہ مسئلہ بدیہیات اولیہ سے ہے یہ تو ابھی واضح ہو جائے گا اور بدیہیات محتاج دلیل نہیں ہوتی جس کو مذہب شیعہ کی کچھ بھی واقفیت ہوگی وہ اس مسئلہ سے ضرور واقف ہوگا۔ دوسری یہ کہ ہم نے اس مسئلہ میں صاحب مفتی الکلام کی تقلید نہیں کی بلکہ اپنی تحقیق پر اعتماد کیا ہے چنانچہ عنقریب گذارش ہوگا ہاں اگر تبعاً و استطراداً کوئی روایت صاحب مفتی الکلام وغیرہ سے نقل کریں تو مضائقہ نہیں ہے لیکن یہ مقتضی تقلید کو نہیں ہے پس یہ محض ہمارے مجیب کا وہم و گمان ہے دلیل۔ تیسری یہ کہ صاحب مفتی الکلام اور صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہما کے اعتماد پر جواب لکھنا اگرچہ ہمارا فخر ہے۔ لیکن یہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے فاضل مجیب پر واضح ہو جائے گا کہ ہم نے محض تقلید کی جواب لکھا ہے یا اپنی تحقیق سے بھی کام لیا ہے۔ سمجھا یہ طعن تو اس وقت زیبا تھا جب کہ آپ کے مضامین وجوہات آپ کے خانہ زاد و نتیجہ طبیعت ہوتے اور جب آپ بھی محض ناقل اپنے بزرگوں کے ہیں۔ مگر میں نے اپنے بزرگوں سے نقل کیا ہو تو کیا محل طعن ہے۔ چوتھی یہ کہ یہ بحث قرآن کی تحریف اعدم تحریف میں ہے ہمہ ہماری فہم میں نہیں آتا اگر ہمارے فاضل مخاطب نے یہ پیچ دار الفاظ کیوں تحریر فرمائے کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہے۔ حاشا کہ اس میں کچھ بھی اختلاف ہو۔ بھلا تعظیم و تکریم و تقدیم کا کیا ذکر

اور اس کے لکھنے سے کیا فائدہ صاف لکھنا چاہیئے تھا اگر آپ کے یہاں تحریف معتبر نہیں اور باجماع [illegible] ہے تو لکھنا چاہیئے تھا کہ کتاب اللہ کی عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہے حاشا کہ اس میں کچھ بھی اختلاف ہو۔ سوال از آسمان و جواب از ریسمان۔ کی مثل یہاں صادق ہے کہ گفتگو تحریف و عدم تحریف میں ہو اور ثبوت تعظیم و تکریم و تقدیم کا دلیوں سبحان اللہ ہمارے حضرت فاضل مجیب پر خوش فہمی ختم ہے حالانکہ یہ مستلزم عدم تحریف کو نہیں کیونکہ جائز ہے کہ یہ تعظیم و تکریم علی وجہ التقیہ واجب ہو یا اس وجہ سے ہو کہ اس بافیانہ میں آخر کار اصل ہے الحاق تو کم ہے کیا کتب سماویہ محرفہ کی تعظیم و تکریم اجماعی اہل ایمان نہیں ہے کیا ان کی تحقیر و اہانت اجماعی اہل ایمان ہے لیکن تعجب یہ ہے کہ یہ تعظیم و تکریم خلاف امام معصوم کے اہل ایمان کی کیوں کر اجماعی ہے امام معصوم تو آیت [illegible] من [illegible] اہلہ سن کر تذلیل و اہانت کے طور پر قرآن پھینک دیویں اور لائق اہانت سمجھیں اور ہمارے فاضل مجیب اس کی تکریم و تعظیم کو اہل ایمان کے اجماعی فرماویں معلوم نہیں امام معصوم کو اہل ایمان میں سے سمجھتے ہیں یا نہیں اور ان کی مخالفت خارق اجماع ہے یا نہیں۔ مگر ہاں آپ فرما سکتے ہیں کہ میری مراد کتاب اللہ سے وہ کتاب اللہ ہے جو سرداب سر من رائے میں امام معصوم کے پاس صندوق تقیہ میں محفوظ ہے۔ معہذا سلمنا کہ تعظیم و تکریم اجماعی ہونے سے مراد یہ ہے کہ عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قائل تحریف کے ہوئے ہیں وہ اجماع اہل ایمان سے خارج ہیں اور ان پر وعید غیر سبیل المومنین صادق آتا ہے ذرا اس کو یاد رکھیئے گا۔ اس صورت میں آپ نے صدہا علماء شیعہ متقدمین و متاخرین کو بے ایمان بنا دیا شاباش آفرین بار۔ پانچویں صاحب مفتی الکلام اور صاحب تحفہ نے بھی اس بارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے بے دلیل نہیں چنانچہ بندہ کی گذارش سے کسی قدر واضح ہو جائے گا۔ چھٹی یہ کہ بندہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے۔ معلوم نہیں یہاں کتب معتبرہ حدیث و تفسیر کے ذکر سے کیوں اغماض و اعراض فرمایا حالانکہ اس کا موقع و محل کتب حدیث و تفسیر ہیں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کتب حدیث و تفسیر کا ذکر اسی واسطے نہیں کیا کہ ان میں تحریف قرآن کا ذکر ہے اور روایات اس کے ثبوت کی موجود ہیں لیکن متکلمین نے جب دیکھا کہ خصم بے ڈھب گلوگیر ہوا ہے جس سے رہائی مشکل ہے۔ اس لئے انھوں نے کہیں انکار تحریف کر دیا اور روایات کو توجیہات لائقہ سے مسخ و تحریف فرمایا ورنہ بعض جگہ متکلمین نے خود تحریف کو تسلیم کیا بلکہ دعوے کیا چنانچہ ہم نقل کریں گے

قولہ: بہرحال جواب گذارش ہے یہ جو کچھ آپ نے اس قول میں لکھا ہے محض دروغ بیفروغ

ہے اگر آپ کو دعوے ہے تو ہم سنا کوئی دلیل رکھتے ہے تو آپ نے کمال سے لکھا کہ یہ مسلمات شیعہ سے ہے آپ اپنے اس دعوے میں اگر سچے ہیں تو کوئی چھوٹی موٹی ہی دلیل بیان کیجئے اور جواب لیجئے۔

تحریف قرآن کے دلائل شیعہ کی کتابوں سے

اقول: سے حضرت میر صاحب جو کچھ جواب دینے کا ارشاد کیا ہے وہ حق و مطابق نفس امر و واقع تک ہے اس میں کذب کو دخل نہیں ہے افسوس یہ ہے کہ آپ کو اپنی کتب حدیث و تفسیر کی خبر نہیں ہے اگر آپ ان کتابوں میں سے دیکھتے تو ممکن نہ تھا کہ آپ اس دعوی کا انکار فرماتے یہ چھوٹی موٹی نہیں بلکہ موٹے موٹے اور صاف واضح پیش کرتے ہیں ہم وعدہ پورے فور متوجہ ہو کر ہمیں احادیث معتمد و جو مخلوط ہیں اور بوجہ ثقات کی وجہ سے گویا متواتر ہیں اور درجہ تفسیر کو پہنچ گئی ہیں وہ بعبارت نفس قرآن تحریف کو ثابت ہیں اس وقت میرے سامنے صرف تفسیر صافی ہی ہے جس سے ہم اشتہار ہذا میں چند واقعہ اور چند فقرے کتابوں مجلس اور اقوال علماء شیعہ پر تک کتب اصلیہ سے درج کرتے ہیں

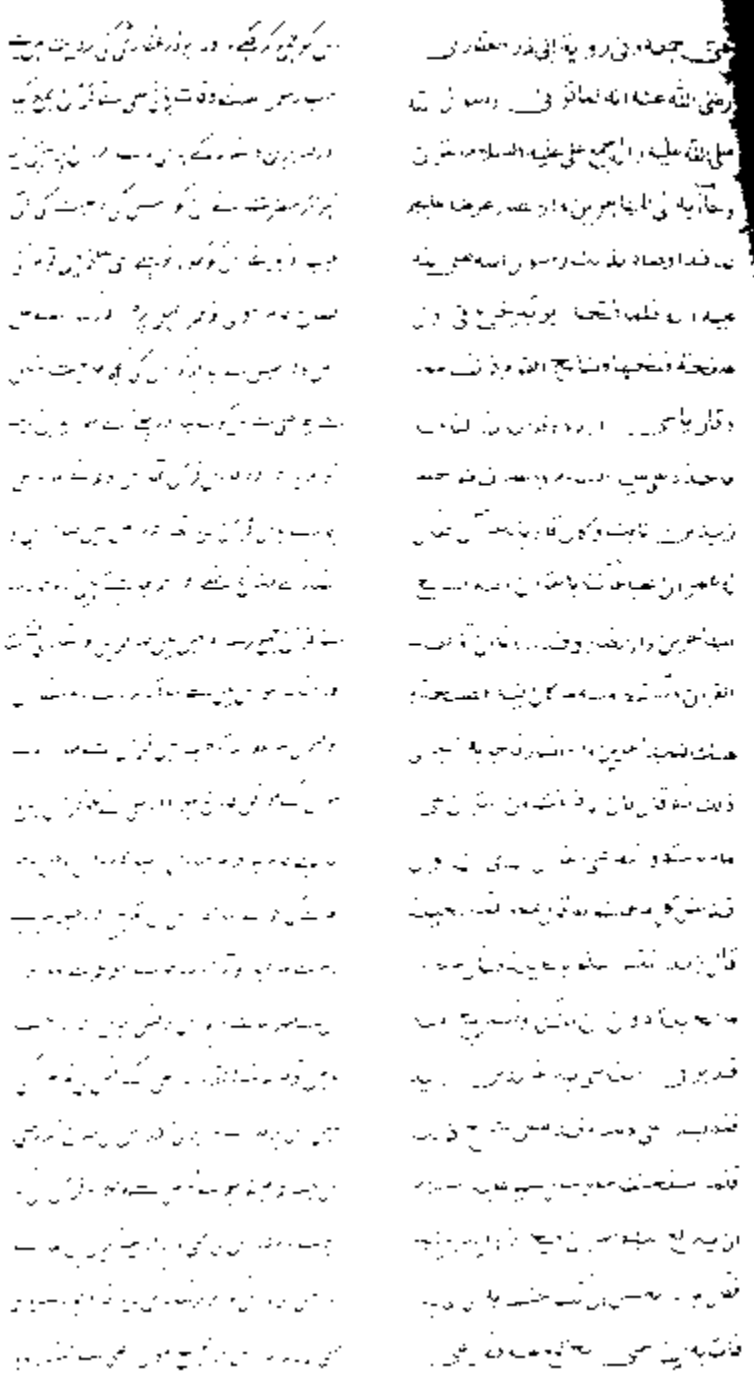

علیہ السلام صبیات لیس ان ذلک سبیلنا
حثت به الی ابی بکر لتقوم الحجة علیکم و لا
تقولوا یوم القیمة انا کنا عن هذا غافلین
او تقولوا انما اشرکنا آبائنا من قبل و کنا
عبدی لا تیسه الا القنطون و الاوصیاء
من ولدی فقال عمر فهل وقت لظهوره
معلوم قال علی علیه السلام نعم اذا قام القائم
من ولدی یظهره و یحمل الناس علیه
فتجری السنة به ۔ منتظار

عاقل مصنف ان دونوں روایتوں میں تامل فرمائیں گے کہ مسند ارشاد مجیب لبیب قرآن موجود میں تحریف نہیں ہوئی تھی تو جناب امیر کو اس قدر سعی و کوشش و محنت و مشقت اتنا بڑا شرکت ماہرین کمالین اکٹھا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور حضرت صدیق کے پاس بغرض اظہار جوت لانے کے کیا معنی اور اس میں فضائل مہاجرین و انصار نکلنا اس سے بھی زیادہ لغو اور کذب و زور اور حضرت فاروق کا رد کرنا اور زہرہ ثابت کو جا کر تحریف کا مشورہ کرنا اور آپ کے قتل کی غائر کے ہاتھ سے تدبیر کرنا اور پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں اس قصہ کا از سر نو تجدید کرنا بالکل واہیات اور خرافات ہوا پس جنھوں نے یہ روایت کی اور جو اس کے قائل ہوئے سب ہمارے فاضل مجیب کے نزدیک دائرہ ایمان سے شاید خارج ہوں گے اور اگر یہ روایت صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ عبارت محض مثبت وقوع تحریف ہے اور البتہ ایسا ہونے سے مجیب کے دعوے کے کذب سے اور بیٹھے

شیعہ کی معتبر کتاب کافی سے تحریف قرآن کا ثبوت

وفی الکافی عن محمد بن یحیی عن حمد
اصحابه عن ابی عبد الله علیه السلام قال قلت
له جعلت فداک فی ایدینا اشیاء من فنون
من فنون الکلام نسمعها و نحسن ان نقول
فاسقه علینا فقال لا قال فیسعنا

وہ بات دور گئی اس کی طرف رستہ نہیں ہے ابوبکر کے
پاس صرف اس لئے لایا تھا تاکہ تم پر حجت قائم ہو جائے اور
قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے یا کہو
کہ تو اس کو ہمارے پاس نہیں لایا تھا جو قرآن میرے
پاس ہے اس کو بجز ہمارے اور میری اولاد وصیا
کے اور کوئی نہیں چھو سکتا تو نے کہا تو کیا اس کے لئے
کوئی وقت معلوم ہے علی نے کہا ہاں جب میری اولاد میں سے
قائم ظہور کرے گا تو اس کو ظاہر کرے گا اور اس پر
لوگوں کو برانگیختہ کرے گا تو اس کے ساتھ سنت جاری ہوگی

یکم من یعلمکم القرآن یعنی به صاحب
علیه السلام و باسناده عن سالم بن سلمة
قال قرأ رجل علی ابی عبد الله و انا اسمع حروفا
من القرآن لیس علی ما یقرأها الناس فقال
ابو عبد الله کف عن هذه القراءة اقرأ کما
یقرأ الناس حتی یقوم القائم فاذا قام قرأ
کتاب الله تعالی علی حده و اخرج المصحف
الذی کتبه علی علیه السلام و قال اخرجه
علی علیه السلام الی الناس حین فرغ منه و کتبه
فقال لهم هذا کتاب الله کما انزله الله علی محمد
و قد جمعته بین اللوحین فقالوا هو ذا عندنا
مصحف جامع فیه القرآن لا حاجة لنا فیه
فقال اما والله ما ترونه بعد یومکم هذا ابدا
انما کان علی ان اخبرکم حین جمعته لتقرأوه
باسناده عن ابی بصیر قال رفع الی بعض
مصحفا و قال لا تنظر فیه فنظرت فیه
لکن الذین کذبوا اذا وجدت فیه اسماء رجال
و رجلا من قریش اسمها لهب و اسماء آبائهم
فعلمت ان لیست ان یکون مصحف و فی تفسیر
العیاشی عن ابی جعفر قال عرفا زید
فی کتاب الله و الف منه حتی من ذی الحجة
و نقص منه کثیر فلم یحذف منه ما نقص و بقیه
عند اهله کما انزل الله و عن ابی عبد الله علیه السلام
کما انزل الله فیه حتمین و فیه منافقین
اثنین و ما علی دینه بضعة و سبعون رجلا

تمہیں فرمایا ہے پڑھو جس طرح تم نے سیکھا ہے پس
عنقریب آئے گا جو تم کو سکھائے گا اور اپنی سند کے ساتھ
سالم بن سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ابو عبد اللہ
پر چند حروف قرآن پڑھے جو لوگوں کی قرأت کے موافق
نہیں تھے اور میں سن رہا تھا ابو عبد اللہ نے فرمایا تو اس
قرأت سے باز رہ اور پڑھ جس طرح لوگ پڑھتے ہیں مہدی
کے ظہور تک پس جب وہ قائم ہوگا کتاب اللہ کو اس
کی ترتیب پر پڑھے گا اور وہ مصحف جو علی نے لکھا تھا نکالے گا اور کہا
علی نے اس کو جب اس کے لکھنے سے فارغ ہوئے تھے لوگوں
کی طرف نکالا تھا اور کہا تھا یہ اللہ کی کتاب ہے جس طرح اس
نے محمد پر اس کو اتارا میں نے اس کو دو جلدوں میں جمع کیا اور
کہا کہ یہ جامع مصحف ہے اس میں قرآن ہے ہم
کو اس کی کچھ حاجت نہیں ہے فرمایا اللہ کی قسم اس دن سے
پیچھے تم اس کو کبھی نہ دیکھو گے مجھ پر ضروری تھا کہ جب میں نے
جمع کیا تھا تو تم کو خبر دوں تاکہ تم اس کو پڑھو اپنی سند کے
ساتھ ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک
نے مصحف
میں نے اس میں دیکھا میں نے اس میں اشتر آدمیوں کے
اور کہا کہ یہ کیا ہے کہا کہ ہمیں ہمارے پاس بھیجا گیا مصحف
میرے پاس بھیجنے والے امیر المومنین ابو جعفر ہے اور وہی ہے فرمایا
کتاب اللہ میں زیادتی اور نقصان نہ کیا جائے تو جائز ہے کہ کسی
حق کی طرف راہنمائی کرے اور ظاہر قرآن کا ہو اور اس میں
نہ ہو اور ابو بصیر سے روایت ہے کہ ابو عبد اللہ نے فرمایا
قرآن کو اس کی قرأت پر پڑھو جس پر لوگوں نے پڑھا ہے
جب قائم ظاہر ہوگا تو اس کو صحیح پڑھے گا اور اس میں اس صحیفہ
سے جو حضرت علی نے لکھا تھا اور اس میں توراۃ

فيه اسماء الرجال فالقيت وانما اسم الواحد
منه في وجوه لا يحصى يعرف ذلك اوصاة و
فيه عنه عليه السلام ان القرآن قد طرح منه
آيٍ كثيرة ولم يزد فيه الا حرف وقد
اخطأت به الكتبة وتوهمها الرجال وروى
الشيخ احمد بن ابي طالب الطبرسي طاب ثراه
في كتاب الاحتجاج في جملة احتجاج امير
المؤمنين على جماعة من المهاجرين
والانصار ان فاطمة قالت لي عليه السلام في
جملة مسايلته يا ابا الحسن شيء اريد
ان مسئلك عنه وانت خير بيت بشوب حتى
قلت بيبا الناس ايي نوار مشغلا برسول الله
صلى الله عليه وآله فاسئله وكفنه ودفنه
ثم اشتغلت بكتاب الله حتى جمعته فيه
كتاب الله سندي مجموعا ومنقولا عن
صحف واحد ولوح واحد فهل انت في كتبت
و حفظت وقد رايت عمر فيك ايك ان البعث
به الي فبهت ان تفعل فيه شيئا من تلقاء
نفسه وتحرفه عن آية كتاب الله وتوليفه
عليه فجاء رجل واحد رجاء فلم يكتب
فلم يعد ولم يتابع الله فقتل يوم اليمامة
فجاء قارئ آخر فقال ما دهاك يا فلان
فاخبر فقال قتل فلان فقال انا لله وانا
اليه راجعون ثم قال من جمع القرآن
فقد قتل يوم اليمامة فجاء قارئ آخر
فقال ما دهاك فاخبر فقال قتل فلان
فقال انا لله وانا اليه راجعون ثم قال
من جمع القرآن فقد قتل يوم اليمامة
فجاء قارئ آخر فقال ما دهاك فاخبر
فقال قتل فلان فقال انا لله وانا اليه
راجعون ثم قال من جمع القرآن فقد
قتل يوم اليمامة فجاء قارئ آخر فقال
ما دهاك فاخبر فقال قتل فلان فقال
انا لله وانا اليه راجعون ثم قال من
جمع القرآن فقد قتل يوم اليمامة
فجاء قارئ آخر فقال ما دهاك فاخبر
فقال قتل فلان فقال انا لله وانا اليه
راجعون ثم قال من جمع القرآن فقد
قتل يوم اليمامة فجاء قارئ آخر
فقال ما دهاك فاخبر فقال قتل فلان
فقال انا لله وانا اليه راجعون ثم قال
من

الیہ مستند دلائلی من القرآن متشابہ
یحتاج الی التاویل وکان من سؤالہ الی
ربہ فقد شہر ھفوات انبیائہ بقولہ و
عصی آدم ربہ فغوی وقولہ فیہ نوحا ما قال
ان ابنی من اھلی ولقولہ انہ لیس من
اھلک وبوصفہ ابراھیم بانہ عبد کوکب
مرۃ وبمرۃ قمر ومرۃ شمس وبنسبہ فی بیت
وقد عصمت بہ ولم یہا لورود ان ذاک بوحی
ربہ وبقولہ موسی حیث قال رب ارنی
انظر الیک قال لن ترانی ولم یہبہ فی
دعوۃ حیث ذہب مذہب مدافعۃ
الی ان اقتصہ بجحدہ یونس فی بطن
الحوت حیث ذہب مذہب مدافعۃ
خطایا انبیاء ولم یشہر قولہ ان ملائکتی
اعلم واعلن حجۃ فضل واحق وکون
سبحانہ فی قولہ ویوم یعضض الظالم
علی یدیہ یقول یا لیتنی اتخذت مع
الرسول سبیلا یا لیتنی لم اتخذ فلانا
خلیلا لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی
فعن ھذا اسألکم لم تعیبونہ کرمی
معاصی کرمی حجۃ (حجتہ)

جو جنہ آیت متشابہات قرآن کے ساتھ جو تاویل کے
محتاج ہے مستدل ہو کر آیا تھا فرمایا اور اس کے سوالات
جو تھا کہ میں پاتا ہوں اللہ نے انبیاء کے ہفوات مشتہر کیے
اپنے قول کے ساتھ اور فرمایا نے اپنے پروردگار کی نافرمانی
کی پس گمراہ ہوا اور نوح کے کہ بیشک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اپنے قول سے
کہ اے پروردگار میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اپنے قول سے
وہ تم سے اہل نہیں ہے اور ابراہیم کے اس کے حق
کے ساتھ کہ انہوں نے کوکب ستارہ کی پرستش کی اور کبھی چاند کی
اور کبھی سورج کی اپنے قول کے ساتھ جو وہ ستارہ تھا
رکھیں قصہ کو یعنی یوسف کا اور یوسف نے نبی کا گمراہ
اپنے بھائی کی دین نہ دیکھنا اور موسیٰ کے بارے کے ساتھ جب کہ
اس نے طلب کیا دیکھنا اپنی طرف اور فرمایا ہرگز نہیں
دیکھ سکتا مجھ کو اور جب کہ دیکھنا پہاڑ کو اور ڈھ کی طرف
پہنچنے کے سبب سے اور جب پڑھائے آخر قصہ کے اور
اس کو کہ پھینکا گیا پیٹ میں قید کرنے کے ساتھ سبب کے قصہ
ان کے گناہ کا جو ہو گیا اور بیان کی سلیمان اور فتنہ کہ پھینکا
پھر توبہ کی اس نے اس میں جنہوں نے قریب کیا اور
قصہ یحییٰ اور اس کی حبس کو پس گرا دیا اور گرا دیا اور کہنا
اس کے کا وہ گرا دیا اپنے قول میں اور اس کا کام
پہنچنا نہ کرنے کا اس بات پر اس رسول کے ساتھ
ساتھ ہونے کے کہ اس نے قرآن میں اس شخص کو دوست
نہیں رکھا جو کہ ہو خیانت کار گناہ گار۔

[illegible] کہ ان کو آیات متشابہات سے لیکن بیشک ان کو ہے [illegible] اور جب کہ قول میں قدر حاجت
[illegible] ان سے [illegible] جو ثابت ہو چکا ہے

[illegible] امیر المؤمنین [illegible] واما ھفوات الانبیاء
[illegible] ما بینہ اللہ فی کتابہ ووقع الکنایۃ عن
[illegible] تسمیۃ من اجترم اعظم مما اجترمتہ الانبیاء
[illegible] من شہد الکتاب بتظلمھم فان ذلک من
[illegible] دل الدلیل علی حکمۃ اللہ الباھرۃ وقدرتہ
[illegible] القاھرۃ وعزتہ الظاھرۃ لانہ علم ان ھؤلاء
[illegible] انبیائہ تکبر فی صدورھم ما ھو
[illegible] من یتخذ بعضھم الٰھا کالذی کان
[illegible] من النصاری فی ابن مریم فوکد حجتہ
[illegible] حتی یتخلصھم من اتھام الذی تفرد
[illegible] بہ عز وجل او توسع الی قولہ فی قصۃ عیسی
[illegible] حیث قال فیہ وفی امہ کانا یاکلان الطعام
یعنی ان من اکل الطعام کان لہ فضلات فھو ابرء
[illegible] مما ادعتہ النصاری۔ لو ان مریم ولم یکن
[illegible] عن احبار الانبیاء تجبرا ولا فخرا بل لقربنا
[illegible] لاھل الاستبصار وان الکنایۃ عن اسماء
[illegible] ذوی الخبر اولی العظیمۃ من الفاظ القرآن فی
[illegible] القرآن التی لیست من فعلہ تعالی وانما ھی من
[illegible] فعل المفترین والمبدلین الذین حذر
[illegible] الرحمٰن عضین وغاضرا الیہ من الذین
[illegible] وقد بین اللہ تعالی نقصھم وغیرھم بقولہ
[illegible] الذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم
[illegible] یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا
[illegible] قلیلا ویقولون ان ھو الا سنرتلوین السنتھم
[illegible] بالکتاب وما ھو من الکتاب ما یعنی من

پس فرمایا امیر المومنین نے لیکن انبیاء کے ہفوات اور جو
کچھ اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا اور وقوع ہوا کنایہ
کا گنگار ہونے کے اس سے زیادہ بڑا ہے بہ نسبت اس
کے کہ انبیاء نے جرم کیا جس کے ظلم کی کتاب اللہ شاہد ہے
تحقیق یہ بخشنہ دلیل ہے اللہ کی روشن حکمت اور
غالبہ قدرت پر کیونکہ اللہ جانتا تھا کہ اس کے بندوں کے
ان کی امتوں کے دلوں میں تکبر ہوں گے اور ان میں
سے بعض کو معبود بنائیں گے جیسے نصاریٰ سے ابن مریم
کے باب میں پس ان کو اس سے ڈر کر گیا تاکہ ان
کے گلے پر اس کمال سے جس کے ساتھ اللہ عز وجل
منفرد ہے درست ہو کیا تو نے نہیں سنا اس کا قول عیسیٰ
کے وصف میں اس کی ماں کے بارے میں فرمایا دونوں
کھانا کھاتے تھے یعنی جو کھانے کا اس کا فضل ہوگا۔
اور جس کے نکلنے ہوگا وہ جیسے ہے اس سے جو نصاریٰ
نے اس مرد میں دعوے کیا ہے اور انبیاء کے
بڑا کبر اور بزرگی کنایہ نہیں کیا مگر اہل استبصار کے
جتانے کے واسطے بڑے گنگار منافقین کے ناموں
سے کنایہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے قول سے نہیں مگر
تحریف و تبدیل کرنے والوں کے فعل سے ہے
جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کیا اور بعضوں دین
کے ٹکڑے کیا اور اللہ تعالیٰ نے محرفین کے حق
بیان کرنے اپنے قول کے ساتھ الذین یکتبون الکتاب
[illegible] اور اپنے قول کے ساتھ [illegible]

تبارک وتعالیٰ فی کتابہ ھذا الرموز
التی لا یعلمھا غیرہ وانبیائہ وحجتہ فی
ارضہ بعلمہ ما یحدثہ فی کتابہ المبدلون
من استتارہ اسمہ وحجبہ منہ وتبدیلھم دینہ
علی امتہ یجعلونھم علی ما علمھم فاثبت فیہ
الیوم ما الی تلوھم وبصرھم علیھم
فی مزکاہ قرنا علیھم من مخالف ابدا علی
ما احدثوہ فیہ وجعل اھل الکتاب الذین
ھم عالمون بما ظھر وبطنہ من شجرۃ
نسبہ ما ثبت وفرعھا فی [illegible]
کتبھم کما وصفہ [illegible]
یظھر مثل ھذا العلم معلنا فی
وقت بعد وقت وجعل علما ثابتا فی
شجرۃ معروفۃ بہ بین حاویہ فی
قرار مکین وھو فرقان فیما بینہ
وبین ما ادعوہ فیہ من الکذب علیھم
من قلب ھذا وزیادۃ حتی یثبت
بان ترجمۃ ما استقر بیدہ مما
یکتب [illegible] بعجزہ
بما ظھر من [illegible] وجعل
[illegible] فی
[illegible] عن [illegible] ذکرہ بعجز
[illegible] ما
[illegible] ھذا
[illegible] ما
[illegible]

اور فرمایا جو سلام نے اس حدیث میں بعد اس کے بیان کیا بعض
تشابہات کے آیات کو اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں
یہ رموز ہیں کہ اس کے اور اس کے نبیاء اور اس کی حجتوں کے جو
جو اس کی زمین میں ہیں کہ ان میں یا حاضرت اس کے کہ کسی کو وہ
اس کو واقف نہ کرے جو تبدیل کرتے ہوئے اس کی کتابوں کے زبان
کے اور دست پس کر خلق کرتے ہوئے بات کریں گے تا کہ اس پر
بات کرے اس پر اس سے اس میں رموز کہ وہ آیت اللہ کے
ہوں اور تحکم کرے خلق کہ ان سے کہ ان پر ہیں کے اور کے
فیصلہ کرنے میں حساب سے جو ان کے لئے ہیں اس حدیث
کے پڑھنے والے ہیں اور کتاب کے ہیں کہ ان کو وہ گمان کرتے ہیں
کہ ہر وہ ایک پر کہ وہ ہے ہیں وہ حق ہے جس کی جڑ ثابت ہے
اور اس کی شاخ آسمان میں ہے وہ ہر وقت پر پھل دیتا ہے
پروردگار کے حکم سے جس کو جانتا ہے پھر مثل اس کے
اس کے ذکر کی شجرہ معروف کے کہ اس میں محفوظ ہے
قرار مکین کے اور وہ فرقان ہے درمیان
اور جو کہ اس پر جھوٹ باندھا ہے اس پر
اور زیادتی کرنا ہے اس میں یہاں تک کہ ثابت ہو
بات کہ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے اس کی
جڑ میں سے جو کچھ اس کے اوپر ظاہر ہے
اور جو کچھ اس کے نیچے ہے
[illegible]
[illegible]
[illegible]

صاحب بعد نقل روایات لکھتے ہیں:

القول المستفاد من مجموع هذه الاخبار
وغيرها من الروايات من طريق
اهل البيت عليهم السلام ان القرآن
الذي بين الفوتين ليس بتمامه كما انزل
على محمد بل منه ما هو خلاف ما انزل الله ومنه
ما هو مغير محرف وانه قد حذف عند الجمع
كثير مما استوعى عليه السلام في كثير
من مواضع وصيانة القرآن محمد خبر
منها اسماء المنافقين في مواضعها منه
ذلك وان ليس يعلم علم القرآن على
حقه الا الاوصياء وما كان حين
ما ذكر من التغيير في جمع القرآن
من الاختلاف بالمعروف والتقديم
من الله والتأخير بالله فقال به عدة
من الصحابة منهم علي بن ابي طالب
عليه السلام وابن مسعود وابي
بن كعب وزيد بن ثابت وغيرهم
من الصحابة والتابعين ما قد
اثبت ذلك في كتاب الحجة من
كتاب الكافي وغيره من كتب
اصحابنا رضوان الله عليهم
وقد روى العامة ايضا
نحو ما رويناه

ہیں کہتا ہوں کہ ان احادیث سے اور سوائے
ان کی ان روایات سے جو طریق اہل بیت
مروی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو قرآن ہمارے
درمیان موجود ہے یہ پورا نہیں ہے اس طرح
کہ محمد پر نازل ہوا تھا بلکہ اس میں سے وہ ہے
جو خلاف ہے اس کے جو اللہ نے نازل کیا اور
اس میں تحریف کیا گیا ہے اور اس میں سے
بہت سی چیزیں نکال دی گئی ہیں جن کا درجہ
بڑے سے بڑا گناہ ہے اور اس میں سے
منافقین کے نام بھی نکالے گئے ویسے ہی
جیسے اور بہت سی چیزیں نکالی گئی ہیں
یہاں تک کہ ان کے نام بھی نکالے گئے
اور اس میں تقدیم و تاخیر بھی کی گئی ہے
تاخیر بالمعروف اور تقدیم بھی اس کے
اور اس میں تغیر بھی کیا گیا ہے اور
بہت سی چیزیں بدل دی گئی ہیں
اور یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے
تاکہ قرآن کو اس طرح جمع کیا جائے
جس طرح اس کو جمع کیا گیا ہے
اور اس کے بعد اس کو اس طرح
محفوظ کیا جائے جس طرح اس کو
محفوظ کیا گیا ہے اور اس کو
اس طرح پڑھا جائے جس طرح
اس کو پڑھا گیا ہے اور اس کو
اس طرح قائم کیا جائے جس طرح
اس کو قائم کیا گیا ہے اور
اس کو اس طرح ظاہر کیا جائے
جس طرح اس کو ظاہر کیا گیا ہے
اور اس کے بعد اس کو اس طرح
محفوظ کیا جائے جس طرح اس کو
محفوظ کیا گیا ہے اور اس کو
اس طرح پڑھا جائے جس طرح
اس کو پڑھا گیا ہے اور اس کو
اس طرح قائم کیا جائے جس طرح
اس کو قائم کیا گیا ہے اور
اس کو اس طرح ظاہر کیا جائے
جس طرح اس کو ظاہر کیا گیا ہے

ابو عبد الله عليه السلام لقد كان الله
عظيما ان يحتجهم للمتقين اما انا فقين له
يا ابن رسول الله كيف نزلت فقال انا نزلت
واجعل لنا من المتقين اماما وقوله
معقبات من بين يديه ومن خلفه يحفظونه
من امر الله قال ابو عبد الله عليه السلام
كيف يحفظ حتى من
الحدث من بين يديه ما ليس به ومن
خلفه يا ابن رسول الله فقال انما نزلت
لا معقبات من خلفه ومن قدامه من بين يديه
يحفظونه مما يأتي من بعد ان يقضى ما
يحفظونه من امر الله ان الله لا يغير
ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم فاما
نزل اليك فيما ذكر من امر
والذين كفروا بشهداء من
بعد ما جاءهم من
قال ابو عبد الله عليه السلام
كذبوا والله سمى الله محمدا
ليس لهم وقوله ولقد جاءهم من
ال محمد
قال ابو عبد الله عليه السلام
قوله
فلذلك في
والتغيير فان
في

امام ابو عبد اللہ نے فرمایا تحقیق جس سے
ڈرے سوا اس کے یہ کہ ان کو متقین کا امام بنادے
عرض کیا گیا اے رسول اللہ کے فرزند تو یہ آیت
کیونکر نازل ہوئی فرمایا یہ اس طرح نازل ہوئی ہے
اور ہمیں متقین کا امام قرار دیا ہے اور قول اللہ
معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ
من امر اللہ امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے
کیف یحفظ حتی من
الحدث من بین یدیہ ما لیس بہ ومن
خلفہ یا ابن رسول اللہ فقال انما نزلت
لا معقبات من خلفہ ومن قدامہ من بین یدیہ
یحفظونہ مما یأتی من بعد ان یقضی ما
یحفظونہ من امر اللہ ان اللہ لا یغیر
ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم فاما
نزل الیک فیما ذکر من امر
والذین کفروا بشہداء من
بعد ما جاءہم من
قال ابو عبد اللہ علیہ السلام
کذبوا واللہ سمی اللہ محمدا
لیس لہم وقولہ ولقد جاءہم من
ال محمد
قال ابو عبد اللہ علیہ السلام
قولہ
فلذلک فی
والتغییر فان
فی

شیعہ کا آج قرآن کی تحریف کی بات کرنا محض ڈھکوسلہ اور تلبیس ہے

ورنہ فی الحقیقت ان کا ایمان قرآن پر نہیں

برابر باقی تقیہ قائم ہوں تو اس صورت میں نہاں دلائل تقیہ کے انعقاد اجماع محال اور خلط ہے اگر اجماع ہوگا تو وہ ایسا ہوگا جیسا نصاریٰ کا اجماع اس پر کہ تین ہیں صریحاً ابن اللہ ہیں۔ اور ہرگز یہ اجماع دلائل شرعیہ سے نہ سمجھا جائے گا اور اگر ان روایات کو جو عنوانات مختلفہ کے ساتھ مختلف اسناد سے مختلف راویات نے روایت کیا ہے کذب اور دروغ اور افترا اور بہتان سمجھا جاوے تو یہ کذب و افترا کس کی طرف ہوگا جناب امام باوجود عصمت کے بسبب تقیہ جھوٹ فرما سکتے ہیں لیکن ان روایات میں تقیہ کی گنجائش نہیں بلکہ ان کا تو ہدف تقیہ سے کوسوں دور ہے کیونکہ مخالفین کے مذہب سے تو ایسی حالت میں یہ کذب افترا کی طرف نسبت کیا جائے گا تقیہ کی گنجائش ہوتی تو حضرات شیعہ اس کذب و افترا سے انھیں کے پاک دامنوں کو ملوث فرماتے اور روایات گو یک دو سو یا بیش و کم ہیں تو کذب و دروغ ہوتی تو اہل مضامین متعارضہ متکاذبہ نہیں کہ ان کے مضامین میں کچھ بات۔ لیکن جب ثقات و معتبر کثیر التعداد اسلاف روایت کی بے بھی خصوص ان میں سے آپ کے نزدیک سعد اور محمد بن یعقوب کلینی ان کے ستاد و علی بن ابراہیم ہیں۔ تمام ستہ جو ثقات و معتبرین میں تخریج کی ہے اور کوئی روایت معارض ان کی نہیں پائی جاتی جس سے ان روایات کو دروغ سمجھا جاوے اور اگر ہے تو محض تقیہ ہو سکتی ہے تو یہی صورت میں کہ کتب مذکورین قیاس نہیں بلکہ ہر ہر مضمون متعلق کے پیش کی ہوں اور اسناد سے بھی ثابت ہو کہ ان سے یہ روایت کی ہیں اگر آپ ان روایات کو جھوٹ سمجھیں تو ہمیں جیسے اس نسبت سے کوئی تقیہ باقی نہیں رہا جو جھوٹ کا رستہ اگر پکڑا تو ہے علی خبر و ثقہ ثقہ رہتے ستہ کے باقی دعوات و دعاوی کی مخالفت پر مشتمل ہو کر بیٹھ جاتا ہے ملاحظہ ہو یہ رشتہ دار اور ہمسایہ جس سے اپنے دین و ایمان کو اپنے مخلوق آپ بڑا کہتا یا روایت شیعہ کا مضمون صادق یا بعض ان میں ہو جیسے بابت [illegible] ان کا قول ہوا ہمیں تحقیق سے ظاہر ہوا کہ روایت مذکورہ کلینی کا خطا و سہو کی طرف واقع ہوا تو ہمیں ثابت ہو گیا اب ہم کو بعد اس کے کوئی حاجت نہیں کہ ہم اپنے فاضل مخالف سے دلیل مانگیں کہ تو نے کیوں کہا کہ یہ روایت کذب ہے کیونکہ ہم نے اس کا کذب ثابت کر دیا ہے اور مستغنی کر دیا ہے اپنے فاضل مخالف کو اس سے کہ وہ ہم سے دلیل مانگے کہ تو نے کیوں تخریج کی ہے ان روایات کی جن کو ہم نے تخریج کیا ہے اور ان سے قرآن کو محرف ثابت کیا ہے ہمیں کچھ حاجت نہیں کیونکہ جب کسی مدعا سے خلل ثابت ہو گیا تو اس پر ترتب دعوے کا باطل ہو گیا اور دعووں کی بنیاد جس پر ہے تو بنیاد کی حقیقت ثابت ہو گئی تو اس سے کسی کو شاید ہو سکے فاضل مخالف کو اس سے

فرماتے ہوں گے لیکن چونکہ ہمارے حضرت مخاطب کو اس کی طرف تعطش زائد الوصف ہے اور نہایت مبالغہ کے ساتھ اس کا انکار ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مستقل مذاہب بیان کر کے قوت و ترجیح اصول و قواعد مسلمہ شیعہ پر تحریر کریں پس اس کے لئے بھی زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔

مشائخ شیعہ کا اعتقاد در باب تحریف قرآن

اسی تفسیر صافی کا مقدمہ رسادسہ آخر سے ملاحظہ فرماویں وہ لکھتے ہیں:

وما اعتقده مشائخنا رحمهم الله في ذلك فانما هو من نقله الاحاد كمحمد بن يعقوب الكليني طاب ثراه وكان يعتقد التحريف والنقصان في القرآن لرواية ذلك في كتابه الكافي وروايات في هذا المعنى في كتاب الحجة من كتاب الاصول وفي كتاب الروضة منه وكذلك استاذه علي بن ابراهيم القمي وروى التفسير المنسوب الى العسكري عليه السلام وكتاب احمد بن ابي طالب الطبرسي قدس سره فانه جمع في كتاب الاحتجاج وما شيخنا ابو علي طاب ثراه في كتاب الاحتجاج وشيخ ابو علي الطبرسي فانه كان في مجمع البيان ما يدل على وقوع الزيادة فيه فصحح بعض ما ذكر وتأول ما تأول وذهب الى ان ما بين الدفتين هو القرآن الذي جمعه امير المؤمنين عليه السلام وهو الموجود الان في ايدي الناس وليس بمزيد فيه ولا منقص منه نقصانا يخل بالنظم والمعنى وهو الصحيح من مذهب اصحابنا ويدل عليه قول الصادق عليه السلام ما ادعى احد من الناس انه جمع القرآن كله كما انزل الا كذاب وما جمعه وحفظه كما نزل الله تعالى الا علي بن ابي طالب والائمة من بعده عليهم السلام وقد روي عن ابي عبد الله عليه السلام انه قرأ القرآن على ما انزل الله تعالى فقرأ الناس اليوم على ما علموه ولو يقرأ الناس كما انزل الله لالفونا كذا في حق اليقين للمحدث المحقق الشيخ محمد المدعو بالمحسن الفيض الكاشاني قدس سره

اور یہی اس بارہ میں جانے مشائخ کا ہمارے [illegible] اعتقاد ہے پس شیخ محمد بن یعقوب کلینی طاب ثراہ قرآن میں تحریف اور نقصان کا معتقد تھا کیونکہ اس نے اپنی کتاب کافی میں اس کی روایتیں روشن کی ہیں اور ان میں قسم سے تعرض نہیں کیا ہے اور جو کہ میں نے شروع کتاب میں ذکر کیا ہے کہ روایتوں کو جو اس میں مذکور کی ہیں اعتبار کرتا ہے اور اسی طرح ہیں کا استاد علی بن ابراہیم قمی ان کی تفسیر اس سے بھری ہوئی ہے اور اس کی روایتیں نہایت کثرت سے اور تفسیر منسوب عسکری علیہ السلام اور کتاب احمد بن ابی طالب طبرسی قدس سرہ [illegible] کتاب احتجاج میں بھی بہت سی روایتیں اس مضمون کی ہیں لیکن شیخ ابو علی طبرسی پس [illegible] ان نے مجمع البیان میں کہا ہے [illegible] قرآن میں زیادتی کا قائل ہوا تو مشکل ہے [illegible] کا ہمارے [illegible] ہے کہ جو [illegible] مشہور ہے کہ [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

في البلدان واستقراره على ما هو عليه الان
والضبط الشديد بنا فما كان بعد ذلك فلا تنا
في بينهما بل لقايل ان يقول انه ما يتغير
في نفسه وانما التغير في ما يجري
اياه وان ما نظهر به فانهم ما حرفوا ما عند
نسخهم من الاصل ولبقي الامر على ما
هو عليه عند اهله وهو المعتمد به فما هو
عند العلماء به ليس بمحرف وانما التحريف
ما ظهر وهو لا تباعهم وما كونه مجموعا في
عهد النبي على ما هو عليه الان فلم يثبت
وكيف كان مجموعا وانما كان يتزل فيحفظه من
كان لا يتفرغ لتمام عمره وانما درسه وختمه
قائما كالذين يرسمون ويختمون ما كان
عندهم منه لا تساهلا

انتهى جس قدر ان کے پاس تھا تمام کر گئے،

اس کے بعد شیخ صدوق و شیخ مفید کی کتاب سے نقل کر کے ان کا ابطال و تغلیط کرتا ہے اس سے اس کو بھی نقل کر دوں تاکہ ناظرین کے دل میں حسرت زیادہ ہو جاوے۔

وقال شيخنا الصدوق ورئيس المحدثين
محمد بن علي بن بابويه القمي طيب الله
ثراه في اعتقاداته ما نصه ان القرآن
الذي انزل الله تعالى على نبيه هو ما بين
دفتي القرآن وما في ايدي الناس ليس باكثر
من ذلك وبلغ ما في ايدي الناس جميع
ما بين الدفتين الى ما يحسن محمد بن
شيخنا رحمه الله عليه في تبيانه واما الكلام في
زيادته ونقصانه فما لا يليق به لان الزيادة
فيه مجمع على بطلانه والنقصان منه
فالظاهر ايضا من مذهب المسلمين خلافه
وهو الليق بالصحيح من مذهبنا وهو الذي
نصره ونرتضيه وهو ظاهر في الروايات
غير انه قد ثبت روايات كثيرة من جهة
الخاصة والعامة بنقصان كثير من اي
القرآن ونقل شيء منه من موضع الى موضع
لطريقها الاحاد التي لا توجب علما لا ولى
برجوع من خلفها وتمسك بما في ايدينا
يمكن تاويلها وصحت لما كان ذلك فعلما
على ما هو موجود بين الدفتين فان ذلك
مصرح بخلافه لا يعترضه احد من الامة
ولا يدفعه وروينا باسنادنا المتقدم
في قرائته ونتمسك بما فيه ورد مما
يرد من اختلاف الاخبار في الشيوع
اليه وعلى جميعها عملنا واعتقاده عمل عليه وما
علمناه يجب ورد ينتهي اليه وقد ورد
عن النبي ﷺ ما لا يدفعها احد انه قال
اني مخلف فيكم الثقلين ما ان تمسكتم بهما
لن تضلوا كتاب الله وعترتي اهل بيتي
وانهما لن يفترقا حتى يردا علي الحوض
وهذا يدل على ان ما هو في ايدي
الناس ليس بخارج عن

اس تحریف واقع ہوئی ہے تو شہروں میں پھیلنے اور جس
ترتیب پر اب ہے۔ اس پر مستقر ہونے سے پیشتر واقع ہوئی
ہے اور ضبط شدید بھی صرف اس کے بعد ہی تھا تو اس میں
باہم کچھ منافات نہیں ہے بلکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس
قرآن میں کچھ تغیر نہیں ہوا تغیر صرف ان کے سمجھنے میں اور
پڑھنے میں ہوا ہے کیونکہ انھوں نے تحریف اصل سے
نقل کرنے کے وقت اس میں کی ہے اور اصل جیسا تھا
ویسا ہی اس کا ان کے پاس موجود ہے اور وہ علماء جن
کو جو معنا کے اس سے وہ تحریف نہیں ہے صرف تغیر ہے
جو علماء نے اپنی تباع کے لئے ظاہر کیا۔ اور اس کے موافق
جیسا کہ سب رسول اللہ صلعم اور صحابہ کے عصر میں مجموعہ نہ
تھا نہیں ہوا اور اس وقت کیونکر مجموع ہو سکتا ہے جبکہ
تحریف ہو کر نازل ہوتا تھا اور حضرت کی عمر شریف کے تھوڑے
ہونے پر اور جو اللہ قرآن کا دین اور نظم تھا اسی قدر

نے اپنے تبیان میں کہا ہے کہ قرآن کی زیادتی اور
کمی میں کلام کرنا لائق نہیں کیونکہ زیادتی کا باطل ہونا
اتفاقی ہے اور کمی ہونا بھی ظاہر تمام مسلمانوں کے مذہب
کے خلاف ہے اور یہی ہمارے صحیح مذہب کے لائق ہے
اور اسی کی مرتضی نے بھی تصریح کی ہے اور روایات سے
بھی یہی ظاہر ہے مگر یہ کہ قرآن میں سے بہت سی آیتیں
کم ہونے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں
شیعہ اور غیر شیعہ کے طریقے سے بہت سی روایات مروی ہوئی
ہیں ان کا طریق احاد ہے جو مفید علم یقین کو نہیں ہو
سکتا قرآن سے اعراض کرنا اور ان میں مشغول
ترک کرنا اولی ہے کیونکہ ان کی تاویل ممکن ہے اور اگر
یہ روایات صحیح ہوں تو یہ طعن اس پر نہیں ہے
جواب میں الفتین موجود ہے کیونکہ اس کی صحت عقلی
ہے امت میں سے اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے
نہ کوئی کہہ سکتا ہے اور ہماری ملاقاتیں اس کی قرات
پر اکٹھا کرنے کے اور اس کے نظم تک کے
اور فروعی اختلاف اعرابات کو اس کی قرات نے
کے اور اس پر پیش کرنے کی بابت بحث کرتے ہیں جبکہ خبر
صحیح اس کے موافق ہوگی اس پر عمل ہوگا اور جو اس کے خلاف
ہوگی اس سے اجتناب ہوگا اور اس کی طرف التفات نہ ہوگا
اور تحقیق نبی سے روایت ہوا ہے جس کو کوئی رد نہیں کرتا
اور ہم ان ثقلین کو چھوڑے ہوئے ہیں کہ قرآن ان کے ساتھ تمسک
کرنے پر کہ ہو سکتے ایک قرآن دوسرے میری عترت میرے اہل بیت
اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس
وارد ہوں گے تو قرآن میں موجود ہے کہ ہم محکم ہیں اور

صدوق اور مفضل وغیرہ کا تکرار سے انکار اور قواعد شیعہ کی رو سے غلط ہے

جس کا انکار آپ جانتے ہیں کر گیا مگر رکھتا ہے ہیں آپ کے شیخ صدوق در رفیقی و راوی سے جو
اس کا انکار کیا وہ انکار انکار نہیں کا ہے اور ہر گز قابل تکذیب اہل بین و روایت میں مطلقین نہیں
ہے بلکہ حق وہی ہے جو آپ کے قول علامہ مجلسی اور ان کے سوا اور بہت سے راویوں سے
کہ یہ روایات اصل میں کمی بیشی کے ہیں جب زخرف اضافہ ہو جاتا ہے اس وقت ہی صحیح سلیمہ ہو جاتی
وہ بھی سے پہلے شیعہ مان کی شہادت سنئے۔

[illegible]

اس کے بعد ان اعتراضات کا جواب دیتے ہیں جو انکار کرنے والوں نے قرآن پر کئے ہیں
اس کا انکار کیا ہے اس کا انکار ہے اس کا انکار ہے اور ہر گز قابل تکذیب ہے اور ہر گز قابل تکذیب ہے
اور ہر گز قابل تکذیب ہے اور ہر گز قابل تکذیب ہے اور ہر گز قابل تکذیب ہے اور ہر گز قابل تکذیب ہے
اور ہر گز قابل تکذیب ہے اور ہر گز قابل تکذیب ہے اور ہر گز قابل تکذیب ہے اور ہر گز قابل تکذیب ہے
اور ہر گز قابل تکذیب ہے اور ہر گز قابل تکذیب ہے اور ہر گز قابل تکذیب ہے اور ہر گز قابل تکذیب ہے

[illegible]

مفسر حسین نے [illegible] اس پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ [illegible]

اس سے صاف ثابت ہے کہ [illegible] کا روایت حدیث کے ثبوت انکار کرنے کی اس کی
غلطی ہے اور [illegible] اس کے [illegible] اور [illegible] [illegible] کرتے ہیں اور [illegible] کرتے ہیں
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

ہے الفریق یتشبث بکل حشیش ۔ رجال شیعہ میں سب سے اول حمد صلواۃ کے بعد لکھا ہے۔

وبعد فهذه رسالة في معرفة مشائخ الشيعة لعلهم الله تعالى بالرحمة منهم الشيخ علي بن أبي عبد الله هاشم صاحب الإمام الحسن العسكري ذو أصفر وازرقان وهو صاحب الخبر الذي في فضل أهل البيت المشتمل على التفسير الإمام المذكور

بعد حمد وصلوۃ کے یہ رسالہ مشائخ شیعہ کی معرفت میں ہے خدا ان کو اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپ لے منجملہ ان کے شیخ علی بن ابی عبداللہ ہاشم صاحب امام حسن عسکری کا ایک بزرگوں والا ہے اور وہ صاحب تفسیر ہے فضل اہل بیت میں جو امام مذکور کی تفسیر سے ماخوذ کی گئی ہے

محمد بن یعقوب کلینی جس کی کتاب کافی مار زمان پر رجحان پائی ہے اور بزعم خود امامیہ کی تصریح و تصحیح ہو چکی ہے تو یہ صدق و ثقاہت کی روایات کی تغلیط و تضعیف اور تردید و تحریف کرنا شیعہ سے اسد بعید معلوم ہوتا ہے پس جن حضرات شیعہ نے تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب رائج و منصوص کے انکار کیا وہ حضرات شیعہ سے خارج ہوئے اور اہل سنت میں شامل ہو جانا چاہئے کیونکہ جس اعتبار سے کہ کوئی شخص مسلمان ہوتا ہے اسی اعتبار سے وہ مذہب کا مخالف ہوتا ہے اور جس پر مدار تشیع تھا یعنی قول امامت و نقابت کے قائل ہونے و جن کو کہ ان کے ائمہ نے ان کے حق میں ثابت کیا تھا اور جو کہ ان کے نزدیک بمنزلہ شہادت تھا اس کو بھی انہوں نے رد کر دیا تو اس صورت میں تمام تشیع اور جو ہر ہو گیا جو کہ ان کی تحصیل پر موقوف تھا اس لئے ان کو دنیا پر کچھ قابو نہیں ہے اور شیعہ مصنفین کی تحریف سے اور ان کی اپنی گمراہی سے ان کی روایات پر کچھ اعتماد نہیں ہے اور اس تحریف سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قرآن مجید میں تحریف کو قبول ہوا ہے اور جو کچھ اس کے قائل ہوتے ہیں محض غلط ہے اور مخصوص ہے بعض حقیقت مذہب شیعہ سے ان کا تعلق ہے اور ان امور سے ہے جو مذہب شیعہ سے ہیں اور اس امر سے ہے جو کہ ان کے نزدیک ثابت ہے اور ان کے ائمہ سے ہے اور

کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کے شیعہ کے نزدیک قرآن سے زیادہ معتبر ہونے کا ثبوت

[illegible] کا لازم ثابت ہو گیا نہ تصریح، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور [illegible] صاحب نے کتاب [illegible] میں تصریح کی ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں اور [illegible] کی نسبت علماء کے قائل کو جب کہ اس نے لازم کے برخلاف تصریح کی ہو جائز نہیں ہے۔ اس کتاب کی یہ عبارت ہے [illegible] کہ [illegible] مذہب [illegible] لیکن [illegible] مذہب نہیں [illegible] مذہب [illegible] جائز ہونا [illegible] جائز ہونا [illegible] مذہب [illegible] مذہب

پس جب ان روایات کی تردید و تکذیب کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے محکم خلاف ظاہر پر محمول کر سکتے ہیں نہ کوئی حجت شرعیہ ان کے پاس موجود ہے تو ایسی حالت میں ان روایات سے کسی طرح عدول ممکن نہیں ہے اور یہ روایات عین مذہب ہوں گی نہ لازم مذہب۔

شیعہ کے اصولی عقائد کی رو سے قرآن میں تحریف کی عقلی دلیل

[illegible] مسلمانوں کو معلوم ہو چکا کہ کتاب اللہ میں یا احادیث صحیحہ مقبولہ میں جو [illegible] علماء امت کے ہو چکا ہے اقوال مرجوحہ ثابت ہوا اس کی حقیقت بحث کا مستفاد و عرف واجب و متحتم ہے اور جو کچھ خلاف قرآن ہو روایت اور مرفوع کہا جائے اس کی تصدیق واجب ہے اور انکار پر گرفت نہیں کیونکہ اس میں کذب کا دخل نہیں جب مرفوع تو ہمارا وقوع تحریف کی خبر دیتی ہیں وہ خبر یا مطابق واقع ہو سکتے ہیں یا نہیں اگر مطابق واقع کے نہیں ہے تو امام معصوم کے کلام ہیں مذہب و غیر مذہب اور یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ مطابق واقع کے ہوں تو اس کا عنوان تحریف اور عقائد و فروع واجب ہو تو وہ مذہب ہے یا لازم مذہب ہے [illegible] شاید یہ کہ آپ کا فرمانا صحیح ہے اور ہم روایت کو نہ مذہب ہے نہ مذہب نہیں اور نہ لازم مذہب مگر جب معصوم سے ثابت ہوتا تو آپ کے قیاد و عہد موسوی و ذمہ رضی نے قالا سلم [illegible] ہماری تحقیق خلق کہاں کہ وقوع تحریف کو بنا بر مقتضاء روایت کے یقینی ہیں قرار دیں کہ اس کے مختلفات کے بیان کی تحریف متوجہ ہوئے جب وقوع تحریف نہ مذہب ہے نہ لازم مذہب ہو کر قرآن جمع ہی نہیں تھا تو اس کے متعلق کیا بحث اور اس کے تفاوت بیان کرنے کی کیا ضرورت خاص کر جب کہ یہ خبر خلاف ہو کی روایات نہ مذہب ہوتا ہے نہ لازم مذہب ہوتا ہے یا یہ نہ جانتے ہوں کہ نہ مذہب قابل تسلیم و بیان تاویلات نہیں ہوتا ہے کیسے یہ بیان خاص ہمارے فاضل محترم ہی کا حصہ ہوگا جو بلا تسلیم کے اس کے صحیح و تحریف کرنے سے حاصل کیا ہے اس کے تحریر میں سے کسی کو نہ ہاتھ دیں جو [illegible] ہیں سے حاصل نہ ہوتی ہوں [illegible] اس قاعدہ کو تو ہم جانتے ہیں سے تو صدہا اختلافات [illegible] تسلیم کے اس قاعدہ کے موافق بھی تحریف سمجھی خود ہی محل ہو جس کے جگہ نہ ہو [illegible] ہو مرجع [illegible] عقائد کا نکار نہ کیا ہے [illegible] واجب [illegible] تو ان [illegible] پر [illegible] [illegible] تسلیم کی [illegible] کے [illegible] نہ مذہب ہے نہ مذہب نہیں [illegible] ان کو جو [illegible] کچھ [illegible] [illegible] [illegible]

تفصیل آپ چاہیں تو استفتاء الاخبار دہلی کے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

پوری شیعہ برادری شرم سے عاری

اخیر میں یہاں تو ہمارے فاضل مخاطب نے انصاف کا دامن ہی چھوڑ دیا اور ذرا سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہ فرمائی اور یہ بھی کیا کریں جب ان کے اسلاف ہی اسی راہ سے گئے ہیں تو ان سے جہلاء کو بھی کیا شکوہ کہ قدم بقدم یہ بھی چلتے ہیں اپنے کریہ محض آپ کی اور آپ کے ہم مسلک کی خوش فہمی ہے کہ اس نے اہل سنت کی طرف اس کذب و افترا کو نسبت کیا ہے حالانکہ یہ سراسر باطل ہے کیونکہ تمام اہل سنت متفق ہیں کہ اصل اور اعلیٰ کتاب اللہ احادیث رسول اللہ ہے اور یہی مذہب ہر دو سے ثابت ہوا۔ اجماع و قیاس سو اس کی حجیت بھی اسی وجہ سے کہ ان کی اساس بھی کتاب و سنت ہے۔ علماء میں سے کسی کا قول اگر حجت ہے تو اسی وقت معتبر ہے کہ اس کا مستند کتاب و سنت کی نص ہو اور اگر معلوم ہو کہ یہ مستند نہیں ہے تو وہ ہمارے مذہب میں حجت نہیں ہے ہمارا مذہب ہے کہ حجت قرآن اگر واضح ہو تو قطعاً ظنی کتاب میں ہمارے کا کلام ہے۔ اجماع سے ظنی قولی عوام کی نہیں خدا تعالیٰ سنت نبی کتاب میں ہمارے کی جگہ ہے۔ [illegible]

[illegible] کہ یہ کتاب [illegible] ہے۔ [illegible] حدیث [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قرآن کی تصدیق کی جو اسے تو کہا ہمارے کہ وہ اپنی احادیث میں کہیں ان کی [illegible] ثابت ہو سکتا ہے تو ہم اس [illegible] کو نہیں مانتے [illegible] ہمارے [illegible] ہوا [illegible] کتابوں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہی

پر آفرین ہے پھر اس پر دعوے کیا کیا کچھ۔ اب سنیے کہ تمام اہلسنت کا فرقہ اس پر متفق ہیں اور اجماع رکھتے ہیں کہ یہ قرآن جو اہلسنت کے پاس موجود ہے اور جس کو حفظ کرتے ہیں حرف بحرف وہی قرآن ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوا اور اسی ترتیب کے ساتھ ہے جس ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ میں ہے۔ اس میں جس قدر آیات کی کمی و بیشی ہوئی وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہے جس قدر نازل ہوتی گئی بیش ہوتی گئی اور جس قدر منسوخ ہوتی یا بھلائی گئی وہ کمی ہوگئی یہانتک کہ آخر میں یہ ہی قرآن جو اہلسنت کے پاس بتمامہ و کمالہ موجود ہے مکمل باقی رہ گیا۔ بعد اس کے نہ اس میں کچھ تغیر و تبدل ہوا نہ کمی و بیشی ہوئی اور نہ یہ ممکن کہ اس میں کوئی شخص کسی قسم کا تغیر و تبدل و مسخ تحریف کر سکے اہلسنت کے نزدیک یہ امر مخطط محالات و ممتنعات کے ہے۔ اور اہلسنت کے نزدیک نسخ تین طرح پر کتاب اللہ میں واقع ہوا ہے، ایک تو یہ کہ حکم منسوخ ہوگیا ہے اور تلاوت باقی رہ گئی، دوسری یہ کہ تلاوت الفاظ منسوخ ہوگئی اور حکم باقی ہے جیسی آیۃ الرجم۔ تیسری یہ کہ لفظ اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے، پس ہمارے فاضل مخاطب نے جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی اس کے ظاہر معنے یہ ہیں، کہ بہت سا قرآن جو نازل ہوا تھا وہ منسوخ ہوگیا اور جاتا رہا تو کوئی یوں نہ کہے کہ میں سب قرآن منزل پر حاوی ہوگیا کیونکہ منسوخ شدہ اس سے خارج رہے گا، اور اس کے ہرگز یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی نے اس میں سے کمر کر دیا یہ حضرت عجیب اور ان کے علماء متکلمین کی خوش فہمی ہے۔

امام سیوطی کی روایت سے شیعہ کا اعتراض اور اس کا جواب

قولہ: اور سنیے آپ کے علامہ سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں: قال ابو عبید حدثنا اسمعیل بن جعفر عن المبارک بن فضالۃ عن عاصم عن ابی النجود عن زر بن حبیش قال قال لی ابن کعب کاین تعدل سورۃ الاحزاب قلت اثنین و سبعین آیۃ قال لقد رأیتھا و انھا لتعدل سورۃ البقرۃ و ان کنا لنقرأ فیھا آیۃ الرجم قال اذا زنی الشیخ والشیخۃ فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ دیکھئے اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سورہ احزاب سورہ البقرہ کے برابر تھی اور اب بہتر تہتر آیتوں سے زیادہ نہیں ہے

قول: اس روایت کا حال بھی مثل سابقہ روایت کے ہے۔ اس میں کہیں تحریف کے ثبوت کا

نام و نشان بھی نہیں ہے یہ ثابت ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شخص نے کبھی اس قسم کی روایات سے یہ مدعا کسی طرح مفہوم نہیں ہوتا بلکہ اس روایت میں جو کچھ ہوا اور وارد ہوا ہے اس کا محل وہ ہی نسخ ہے جو عرض کیا گیا اس سے تحریف سمجھنا حضرت کی اور حضرت کے اسلاف کی خوش فہمی کی دلیل ہے۔

امام راغبؒ کا حوالہ اور اس کا جواب

قولہ: اور راغب اصفہانی محاضرات میں لکھتے ہیں: وقالت عائشۃ کانت الاحزاب تقرأ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مائتی آیۃ فلما کتب عثمان المصاحف لم یقدر الا علی ما ثبت وکان فیھا آیۃ الرجم۔

اقول: یہ روایت صریح آپ کے مدعا کے مخالف ہے مگر افسوس آپ کو اتنی بھی فہم نہیں کہ سمجھ سکیں کہ یہ ہمارے مدعا کے موافق ہے یا مخالف یہ عبارت فلما کتب عثمان المصاحف لم یقدر الا علی ما ثبت صریح دال ہے کہ جب باوجود تلاش و تتبع کے اس سے زیادہ پر قدرت نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرمادیا اور بھلا دیا اور دلوں سے محو کر دیا پھر تعجب ہے کہ ہمارے فاضل مجیب باین ہمہ ادعائے انصاف و علم تحریف صحابہ کی سمجھتے ہیں،

قولہ: آپ کے علامہ سیوطی اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: اخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقرأ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔ اور مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی جن کو فاضل شیعہ اپنے الیناں نظر للمقال میں عظماء فرقہ سے فرماتے ہیں کہ آپ کے خاتم المحققین نے ان الفاظ میں اس سے احتجاج کرتے ہیں یہ لکھتے ہیں: واخرج ای ابن مردویہ عن زر عن عبداللہ قال کنا نقرأ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔ اور بہت ایسی روایتیں آپ کی کتب معتبرہ میں منقول ہیں، جن کو فاضل خیانت نہیں لکھتے۔

قول: اس روایت کا حال بھی مثل روایات سابقہ کے ہے۔ اس میں بھی کہیں وقوع تحریف پر

کسی طرح دلالت نہیں بلکہ اس میں یہ بھی نہیں پایا جاتا کہ یہ الفاظ ان علیا مولی المؤمنین قرآن ہی کے الفاظ ہیں اور خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہیں پس سنیئے کہ اولاً اس روایت کی صحت مسلم نہیں سلمنا لیکن اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ ہم اس طرح پڑھا کرتے تھے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہوں وہ قرآن میں داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور تفسیر کے فرمانے ہوں اور ابن مسعود یہ سمجھ کر کہ یہ قرآن میں داخل ہیں تلاوت کرتے رہے ہوں۔ سلمنا کہ اصل قرآن میں سے تھے لیکن محفوظ ہو گئے لہٰذا ان روایات سے کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک داخل قرآن تھے اور بعد وفات آپ کے جامعین قرآن نے نکال ڈالے اور جب تک یہ ثابت ہو تحریف کا ثبوت خیال محال ہے۔

قولہ: اگر ان ہی دو قسم کی روایتوں کے نتائج پر بحث کریں تو حق ہو جائے گا اور پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ ثابت بعد اور وقت پر منحصر رکھتے ہیں

قول: اگر راوی وقت جس پر نتائج روایات پر بحث کو منحصر رکھا ہے یہ ہی ثابت ہے تو

قولہ: اسے حضرت شبیہ کی روایتوں میں تو صرف کی ہی روایتوں آپ کے بیان کردہ ایسی روایتوں کے جو متضمن کمی و نقصان کثیر کے ہیں۔ قرآن مجید و فرقان حمید جو تصانیف و اجتماعات میں مجموعہ ہے اس کی خلاف پر بھی مشتمل ہے چنانچہ مقام اعتراض میں تحت آیت کریمہ لکن الراسخون فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوٰۃ کھا ہے، حنفی فی وجہ تسمیتھا بالحکمی عن عائشۃ انہ ان من عثمان ان عندھا من مکاتب فلیعلمہ ولیکتب والمقیمون الصلوٰۃ وکذلک قولہ تعالیٰ فی سورۃ المائدۃ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصاریٰ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر الخ ھذا من کتاب عثمان۔ کتاب ابی عثمان فی مصحف نحن وسیقیمہ العرب بالسنتھا وتقرؤہ علی قدر لغاتھا ویضعونہ علی منازل کلامھا انتھی۔ فی مقام بیان ہی اب غور کرنا ہے کہ وہ قرآن ہو نقصانات میں مبتلا ہے اور جس کی شان میں ذکر ہو سورۃ ان علینا جمعہ وقرآنہ جس کا ذمہ آپ کے خدا نے خصوصاً حضرت خلیفۃ ثالث میں لیا ہے اور جس کو ہر طرح کی آفات سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا ہے

قول: اب حضرت آپ اپنی روایات سے حرف کمی کی کیوں تکرار کرتے ہیں زیادتی کو بھی

ہیں قبول کرتے آپ کے طوسی و دہلوی صاحب نے جو زیادتی کو مجمع علیہ باطل فرمایا ہے غلط ہے روایات سے کمی ہی ثابت نہیں بلکہ زیادتی اور تغیر ترتیب اور تقدیم و تاخیر کو یا ہر قسم کی تحریف ثابت ہے پھر عجب ہے کہ آپ صرف کمی کو ہی تسلیم فرماتے ہیں کیا آپ نے روایت میں لفظ زیادتی فی القرآن و نقص نہیں ملاحظہ فرمایا اور علاوہ اس کے بہت سی روایات ہیں پھر عرض کرتا ہوں کہ زیادتی کی کو جو کمی تحریفی ہے ہی سنت کی کمی کے ساتھ جو ملتی ہیں غلط ملط فرماتے ہیں آتا اس جیا ہے اور اس ہیرا پھیری سے اپنا عیب پوشیدہ رہے پس واضح رہے کہ جو کمی اہلسنت کی روایات سے ثابت ہوتی ہے اس کے ساتھ اس کی کچھ ربط نہیں کیونکہ جو آپ کی روایات کا مدلول ہے کیونکہ اہلسنت کی روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو خدا تعالیٰ نے کی اور آپ کی روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو صحابہ نے بعد حضرت ختمی مرتبت علیہ وآلہ کے قرآن میں اپنے دانستہ کی ہے فافہم جیدا من لک۔ علاوہ ازیں باوجود اس فرق و امتیاز کے پھر جس قدر کمی روایات سنی سے مفہوم ہوتی ہے بہ نسبت اس کے وہ کمی ثابت کرتے ہیں جو روایات اہلسنت سے ثابت ہوتی ہے کہ آپ کو ضرور ہو گئی میں ملاحظہ فرمائیں جو بسبب انقطاع سند کے قابل روایات سے معتبر نہیں ہوتے اور یہ اعتراض کہ باوجود روایات کے جو بسبب باوجود معجز ہونے کے قرآن تغیر لفظ پر بھی مشتمل ہے چنانچہ مقیمین اور صابئین اور ان جیسے لفظ تغیر کر سکتے ہو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو یہ روایت ہی معتبر نہیں چنانچہ مفصلہ علی من عائشۃ ان ہی قرآن جمیع قرآن اور اس کے مخالف بزعم تمہارے ثابت ہے اور صریح یہ کہ سلمنا یہ روایت صحیح ہے لیکن قرآن کے نقص اور اس کی صحت پر تو قطعی ثابت ہے تو بقیہ جو اس کی صحت کے ثبوت کی گریہ روایت صحیح ہے بھی تو معتبر نہیں اور لکھی تیسری یہ کہ یہ تغیر لفظ اگر ہے تو صرف اعتبار قرأت اسان کے ہے اور جب کہ ہو صحابہ نے اس کو صحیح تسلیم کر لیا اور اس کی صحت کی توجیہات بیان کر دی تو یہ قول خود ضعیف و رد شدہ ہو گیا چنانچہ وہ عبارت جو مقام میں اس کے بعد میں مذکور ہے اور بعد اس فاضل مخاطب نے ترک فرمایا ہے وہ اس پر صریح دلیل ہے اور وہ عبارت یہ ہے وعامۃ الصحابۃ وکل العرض انہ صحیح چونکہ یہ کہ حضرت عائشہ وغیرہ کو یہ روایت نہ پہنچی ہو اور بفرض ثبوت اس جواب کو خلاف ظاہر کہنا کرنی رہے اور تمہارے ہم مذہب یہ فرما دیا ہو کہ یہ کتاب کی خاصیت ہے اور اس تحقیق میں ان کی راستے سے خطا کی ہو تو ہو سکتے کہ اب رہے یہ کہ وہ پس رائے اور اجتہاد میں خطا سے معصوم ہیں اپنے بچوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس پر کہ تم نے کی خطا کی نسبت ارشاد فرمایا ہے اور فضل سے یہ مراد ہیں سے کہ یہ شاخلہ سے جو مراد ان تحقیقات سے ہے کہ قرآن محفوظ ہیں سے

صرف ... اختیار کر کے اس پر تمام امت کو جمع کرتے اور باقی ... کو جن کی اجازت اور جن کا مرجع ... تحریر تھا ان کو ترک کرا دیتے۔ حاصل یہ کہ ترک مقتضا رسمی امور میں کاموں سے خاکی چھپی پر کوئی ... ہے کہ باعتبار قواعد عربیہ کے اگر یہ والقیمین اور ... ہیں صحیح ہے اور ... کی صحت میں کچھ کلام نہیں لیکن ان کی صحت مع جمیع وجوہ تاویل سے اور القیمون اور ... ہیں اور ... اور ... کے ... ہے اور باعتبار قواعد عربیہ کے اولیٰ ہے تو لوگوں نے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو ... کیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ ... کے خلاف اولیٰ اور خلاف قاعدہ ہے ... کا جواب یہ ہے کہ ... حضرت عثمان سے نقل فرمائی ہے جس کا ... کرنا ... ہیں کہ ... حضرت عثمان سے ... اس روایت کی صحت کو نہیں تسلیم کرتے واقعہ ... ہیں اس وجہ سے ... اور ... نے ... اس روایت کو حضرت عثمان سے روایت کیا ہے اور ... نے ... حضرت عثمان کو ... سے ... تو یہ روایت قابل قبول نہیں ... کے ... ہیں ... اس نے کہا ہے کہ ... حضرت عثمان قرآن کی جمع و ... کے مشکل ہونے اور لغوں سے ... جمع کرنے میں ... کا ... اس میں ... ہے جو ... اور ... حضرت عثمان ... اور ... کیا ... اور ... کے ... اور ... کے ... ہیں ... اور ... کے ... ہیں ... اور ... کے ... ہیں

[illegible] کچھ ہوتی ہے [illegible] کہ [illegible] قرآن کی [illegible] ہے [illegible] سے [illegible] ہیں [illegible]

شیعہ کی پیش کردہ آیت اور اس کا جواب

[illegible] کی [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

نکاح علیؓ آنحضرت ام کلثوم سے ہوا یا نہیں۔ اور اگر ہوا تو ام کلثوم بنت حضرت زہرا علیہا السلام سے ہوا یا اس ام کلثوم سے کہ ہوسکے تو ثابت ہی ہوں ہوا اور اپنا حوصلہ بیماری اور عدم طرفی اسقدر خوں بحسبہ اپنے نہیں لکھتے اور نہ پہلے ہی اس تحریر میں حل ہوگیا مگر حضرت مجیب کو شوق ہوا تو جواب نہ شافیہ ہے وہ اب ایران واقعہ شعر و نثر فرمائیں موقوف فرمائیں

حضرت ام کلثوم بنت حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عثمان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible] جب آپ کو خط ہماری [illegible] کی تحقیق [illegible] کی نسبت [illegible] تو [illegible] سے [illegible] کو [illegible] [illegible] [illegible]

سے کس دعوے کا ثبات مطلوب ہے اگر پہلے دعوے کے ثبوت سے اس کو تعلق نہ دوسرے دعوے سے کچھ زیادہ تیسرے دعوے سے جس بلکہ صریح تقیض دعوے اول پر دال ہے کیونکہ حضرت نادرق رضی اللہ عنہ نے جو خواست گاری کی علت بیان فرمائی وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو نہ ہونا جو قابل الکاح نہیں ہے مدنظر تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرکلثوم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دختر حقیقی کیونکر ہو اگر یہ مرکلثوم دختر حضرت صدیقہ ہوتی تو پھر اس علت کے ساتھ خواستگاری کے کچھ معنی نہیں یہ جو نہ ہونا خواستگاری ہی سے تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ نسبت منقطع ہو جاوے جو بنت سبیہ میں بدرجات اعلیٰ میں بھی جو بنی زہرا سے زہرا منقطع تھا اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ روایت بنت تقیض دعوے اول ہے وہ مبطل بین دعوی ثانی و ثالث۔ پس جواب فاضل مجیب کی خوش فہمی قابل دور ہے کہ وہ اس روایت کو اپنے مطلب اور مدعا کے ثبوت میں پیش کرے سب سے پہلے نصوص متابوعہ پیش کرتے ہیں وہ تو نہیں کچھ سکتے کہ یہ روایت ہمارے مدعا کو مفید ہے یا مضر لیکن ہم کو کچھ شکایت نہیں واقعی یہ واقعہ حال ایسا واضح اور عقیدہ غیر قابل انفصال ہے کہ اس کو ثابت کرنے میں جو قدر اور جس قدر جو اس پریشان ہوں زیبا

اگر اہلسنت کی کتابوں سے فاروقؓ کا نکاح بنت زہرا رضی اللہ عنہا سے ثابت نہ ہو تو ان کے دعوی کو کچھ مضر نہیں

پھر ایک دوسرا تماشا یہ کہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس طرح اہلسنت اس نکاح کو ثابت کرتے ہیں اسی طرح شیعہ ان کا بطلان ثابت کرتے ہیں کہ اس زمانہ سے نہیں ہوا جو حضرات شیعہ کی کتابوں کی مانند خود ان کی روایات سے کوئی حضرات اصحاب سے پہلے کے حضرات کی کتابوں کی فہرست ہیں نکالی گئی ہے اپنی کتابوں کے ذکر کرتے اور ان میں ثابت ہونے سے کوں سبیلو تمی فرماویں تو ان سے کہ حضرات فاروق رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہونے کے ثابت کرنے کے لئے ان ہی حضرات کی جو علوم شیعہ [illegible]

ان کو جھوٹا کرتے ہیں تو اگر بفرض محال اہلسنت کی کتابوں میں یہ نکاح ام کلثوم بنت زہرا سے ثابت نہ ہو بلکہ ام کلثوم بنت صدیقہ سے ہو تو حضرات شیعہ کے اوپر سے یہ الزام جو موجب ان کی روایات کے ان پر چسپاں ہو رہا ہے صرف اتنا کہنے سے کہ یہ نکاح اہل سنت کی کتابوں میں ثابت نہیں ہے کیونکر اٹھ سکتا ہے۔

اہلسنت کی کتابوں سے فاروقؓ کے ساتھ ام کلثوم بنت زہراؓ کے نکاح کا ثبوت

اور اگر یہ بھی غصہ سے کہ اہل سنت کی کتابوں سے یہ ثابت نہیں چنانچہ ارشاد کریں گے پس اس زمانہ کے ہمارے فاضل مجیب نے جس قدر جوابات تحریر فرمائے اور روایات لکھیں وہ سب غور اور بے سوچے ہیں اور حضرت کی کمال مخالفہ دانی اور خوش فہمی پر دال ہیں اگر ذرا بھی سکوت کرتے اور کچھ بھی نہ لکھتے تو یہ ثابت ہو کے آپ کے لئے بہت بہتر تھا کیونکہ کچھ پردہ پوشی ہوتی اب لیجئے ہم اس کا ثبوت ان سنت و اہل تشیع کی کتابوں سے کرتے ہیں اول اہل سنت کی کتب معتبرہ سے مختصر ثبوت سنئے صحیح بخاری صفحہ ۵۰۰ میں مذکور ہے

[illegible]

وکثر تردده الیه فقال علی یا امیر المؤمنین
ما عندی لو سفیر أقل من عمر یا یحسن
علی کل ما تریدی... لیت الا فی سمعت
رسول الله صلی... الله علیه وسلم یقول کل
حسب ونسب وصهر ینقطع یوم
القیمة الا حسبی ونسبی
وصهری... وقد علمت... رضی الله عنه
لعمر یا بنته من... فاضا لذایت و
بدت بها فی عمر حتی... لقد رمته
فلما رأته قد رضیت فداحاوت
به علیه فقال علی یا امیر المؤمنین
قد بلغت فی تلک... فقال عمر
فی حجری وقبلنی... وقد علمت انها
ستفتنی... فان لی قوتی وسلیقة قد رضیت
فاذهب یا فلان فاذا بعین جمیع فاشتر
لی ان رجاء وذهبت

ذکر عمر فی رضیت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

انطلق الی امیرالمومنین فقولی لہ ان ابی یقرئک السلام ویقول لک انا قد قضینا حاجتک التی طلبت فاخذ ما وضعتها الیہ وقال انی خطبتها الی ابیها فابی ان یزوجنیها فقیل یا امیرالمومنین ترید الیہا صبیۃ صغیرۃ فقال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکروا الحدیث بمثل ما تقدم۔

ہے اور مثل گزشتہ حدیث کے آخر حدیث تک ذکر کیا

ابن سمان کی روایت۔

ان عمر قال لعلی انی احب ان یکون عثمانی عضو من اعضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال علی ما عندی او ام کلثوم بنت علی فقال ان لم تکن تکلمہ فقال ان لہا بعلا قال علی فما لہ فرجع الی عمر فقال لہ یا بن علی فقال عمر بیننا وبینکم یا علی فقال علی ارعوا الحسن والحسین فجاء الحسن فاخذ بیدہ وقعد ابین یدی اللہ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال یا بن عم خطب الی عمر اختکما فظننت ان لی بک اعلی العین والی کرامۃ ان ازوجہا ایاہ حتی ذکر لی ما ذکرت الحسین وذکر الحسن فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال یا ابتاہ من بعد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتولی عند رسول اللہ ما تولی فعرفنا فضلہ قال قد کنت ولکن کرہت ان اقطع امر دونکما بلفظہ۔

عمر نے علی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں میرے پاس کوئی عضو جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو علی نے کہا کہ میرے پاس تو جگر ام کلثوم کے دوسری نہیں اور وہ چھوٹی ہے اگر تیری زبان تو بڑی ہی ہو جائے گی حضرت علی نے کہا کہ اس کے ساتھ میرے ساتھ رہو اور بھی امیر میں حضرت عمر نے کہا علی اپنے گھر روانہ آئے اور علم متکلم بھیجے رہے کہ کیا جواب ملتا ہے کہا حسن و حسین کو بلاؤ۔ عمر نے اور ساتھ ہو گئے آپ نے خدا کی حمد و ثنا کی پھر ان سے کہا کہ عمر نے تمہاری بہن کو منگنی کا پیام دیا تھا میں نے اس کو تمہارے ساتھ رہو اور بھی عمر ہیں اور بڑے ہیں اور میں نے پسند نہ کیا کہ تمہارے مشورہ کو قطع کر دوں حسین چپکے رہے اور حسن بولے اور خدا کی حمد و ثنا کی کہا کہ اے باپ عمر کے بعد کون ہے جو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت پایا اور آپ ایسے اعلیٰ درجات پائے پھر حضور شرف سے واقف کیا کہا تم نے ٹھیک کہا لیکن میں نہ چاہتا تھا کہ تم سے میں

دونکما بلفظہ۔

فیصلہ کو پسند نہ کیا۔

علاوہ اس کے وہ روایت ہے جو فاضل مخالب نے بھی صواعق ابن حجر سے نقل کی علاوہ اس کے ابن عبدالبر نے استیعاب میں آثار ترجمہ ام کلثوم میں روایت کی ہے۔

ان عمر بن خطاب خطب الی علی بنتہ ام کلثوم فذکر صغرھا فقیل لہ زوجہ فعاودہ فقال لہ علی انما بعثت بہا الیک فان رضیت فھی من تحت فارسل بہا الیہ فکشف عن ساقھا فقالت لہ لولا انک امیر المومنین لصککت عینک۔

تحقیق عمر نے خطاب نے علی کو آپ کی دختر ام کلثوم کی منگنی کا پیام دیا آپ نے اس کی صغر سنی کا ذکر کیا کسی نے کہا کہ آپ کی درخواست کو لوٹا دیا انہوں نے پھر کر درخواست کی علی نے کہا کہ اس کو میں آپ کے پاس بھیجوں گا اگر آپ کی رضامندی ہو تو وہ آپ کی زوجیت پھر اس کو آپ کے پاس بھیجا عمر نے اس کی پنڈلی کھولی ام کلثوم نے کہا جس خدا کی قسم اگر تو امیر المومنین

(بقیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

علاوہ اس کے شیخ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں بیان کیا ہے۔

ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب امہا فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن سعد حدثنی سفیان بن عیینۃ عن محمد بن علی ان عمر خطب الی علی ابنۃ ام کلثوم فذکر صغرھا فقیل لہ انہ یرید ان یزوجہا فعاودہ فقال لہ علی انما بعثت بہا الیک فان رضیت فھی من تحت فارسل الیہا فکشف عن ساقھا فقالت لہ ولا انک امیر المومنین لصککت عینک وقال ابن سعد عن عبد الرحمن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن جدہ تزوج عمر ام کلثوم بنت علی وامہا فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ام کلثوم دختر علی بن ابی طالب کی بیٹی اس کی والدہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہیں ابن ابی عمر مقدسی نے کہا کہ سفیان نے بروایت زہری کے محمد بن علی سے مجھ سے بیان کیا کہ عمر نے علی کو ان کی بیٹی ام کلثوم کی منگنی کا پیام دیا آپ نے ان کی کم عمری بیان کی کسی نے کہا آپ کی درخواست کو پھیر دیا انہوں نے پھر درخواست کی علی نے کہا کہ اس کو میں آپ کے پاس بھیجوں گا اگر آپ کی مرضی ہوئی تو وہ آپ کی زوجیت پھر اس کو بھیجا آپ نے اس کی پنڈلی کھولی اس نے کہا جس خدا کی قسم اگر تو امیر المومنین نہ ہوتا تو تیری آنکھ پھوڑ دیتا ابن وہب نے روایت کی زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے دادا سے کہا کہ عمر نے ام کلثوم کے ساتھ بیاہ کیا ہے

رقیۃ وماتت ام کلثوم وولد حاف یوم
واحد اصیب زید فی حرب کانت بین
بنی عدی فخرج لیصلح بینهم فنطح رجل
واہ یعرفه فی الظلمۃ فقتله وکانت
کانت اصه مریضۃ فماتا فی یوم واحد
وذکروا ابو نشر الدولابی فی الذریۃ
الطاہرۃ من طریق ابن اسحاق عن الحسن
بن علی قال لما مایت ام کلثوم بنت علی من
عمر دخل علیها حسن وحسین فقالا لها
املکت علیہ لینکحنک بعض ابنائه ولمن
اردت ان تعینی مالا عظیما لتعیینه فدخل
علی کرم اللہ وجہہ فحمد اللہ واثنی علیہ
وقال ای بنیۃ ان اللہ قد جعل امرک بیدک
فایما احب ان تجعلیہ بیدی فقالت
یا ابت انی امرأۃ ارغب فیما یرغب فیہ
النساء واحب ان اصیب من الدنیا فقال
هذا من عمل هذین ثم قام لیقول
واللہ لا اکلمن احدا منهما او لتفعلین
فاخذ ایتا بفاوسا لاها فعلته فقال انی
قد زوجتک من عون بن جعفر فمالت
عون ان هلک فرجع الیها علی رضی اللہ عنه
فسیا بنیۃ اجعلی امرک بیدی فعلت
فزوجها اخوه محمل ثم مات عنها فزوجها اخوه
عبد اللہ بن جعفر فماتت عنده وذکر ابن
سعد نحوه وقال فی آخرہا کانت تقول

رقیہ بنی اور ام کلثوم اور زید اس کا بیٹا ایک دن مرے
زید کو بنی عدی کی ایک خانہ جنگی میں جس کی مصالحت کے
واسطے باہر آیا تھا ایک مدہوش نے پہچانا کسی نے نادانستہ
اندھیرے میں سر پھوڑ دیا چند روز زندہ رہا اس کی والدہ بھی
بیمار تھی دونوں ایک روز فوت ہوئے۔ ابو نشر دولابی
نے ذریت طاہرہ میں ابن اسحاق کے طریق سے حسن بن
علی سے ذکر کیا۔ جب کہ ام کلثوم بنت علی عمر سے بیوہ
ہوگئی تو حسن اور حسین اس کے پاس آئے اور کہا کہ
اگر علی کو اختیار دے گی تو وہ اپنے فرزندوں (بھتیجے)
میں سے کسی کے ساتھ تیرا نکاح کردیں گے۔ اور اگر تو
بڑا مال دولت حاصل کرنا چاہتی ہے تو حاصل کرسکتی ہے
پھر علی کرم اللہ وجہہ آئے اور خدا کی حمد وثنا کی۔ اور کہا
بیٹی خدا نے تیرے کام کا تجھ کو اختیار دیا ہے اور میں چاہتا
ہوں تو مجھ کو دے دے اس نے کہا اے باپ میں ایک
عورت ہوں اس میں رغبت کرتی ہوں جس میں عورتیں رغبت
کیا کرتی ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ کچھ دولت دنیا حاصل
کروں۔ فرمایا یہ ان دونوں کا کام ہے خدا کی قسم میں ان میں
ایک سے بھی نہ بولوں گا جب کہا تو یہ کرے گی پھر تو دونوں
نے اس کے کپڑے پکڑے اور اس سے سوال کیا تو اس
نے قبول کیا علی نے کہا میں نے تیرا نکاح عون بن جعفر کے
ساتھ کردیا عون چند روز بعد مر گیا پھر علی اس کے پاس
آئے اور کہا بیٹی اپنا اختیار مجھ کو دے اس نے دے دیا
پھر اس کا نکاح عون کے بھائی محمد سے کردیا وہ بھی مر
گیا پھر اس کا نکاح محمد کے بھائی عبد اللہ بن جعفر سے کردیا
اور اس کے پاس مر گئی اور ابن سعد نے اس کے قریب قریب

انی لاستحیی من اسماء بنت عمیس
مات ولدها عندنا نخوف علی الثالث
قال فهلکت عنده ولم تلد لاحد منهم وذکر
ابن سعد عن انس بن عیاض عن جعفر عن
محمد عن ابیه ان عمر خطب ام کلثوم الی علی
فقال انما حبست بناتی علی بنی جعفر فقال
زوجنیها فوالله ما علی ظهر الارض رجل
یرصد من کرامتها ما ارصد قال قد فعلت
فجاء عمر الی المهاجرین فقال ردونی فزوجوه
فقالوا ان تزوجت قال بنت علی سمعت
عن ابنی صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مولود
نسب وسبب منقطع یوم القیامۃ الا صهری
ونسبی وسببی وکان لی به علیه السلام
النسب والسبب فاحببت هذا ایضا ومن
طریق عطاء الخراسانی ان عمر ومعه جماعۃ من
المهاجرین اخرج بسند صحیح ان ابن عمر
خطب الی علی ام کلثوم وابنها زید لیجعله
ما یلیه وکبر امرها وساق بسند اخر ان
سعید بن العاص هو الذی ولیها
علیها اشمل بلفظه۔

ذکر کیا اور اس کے آخر میں کہا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھ کو
اسماء بنت عمیس سے شرم آتی ہے کہ اس کے دو فرزند ہمارے
پاس فوت ہوگئے اور تیسرے بچہ کو خوف ہے کہا پس ام
کلثوم اس کے پاس آئیں اور ان میں سے کسی کے پاس نہ جنی اور ابن
سعد نے بروایت انس بن عیاض عن جعفر عن محمد عن ابیہ
ذکر کیا کہ عمر نے ام کلثوم کی علی سے درخواست کی علی
نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکیوں کو جعفر کے بیٹوں کے واسطے
روک رکھا ہے عمر نے کہا مجھ سے بہتر اور کوئی شخص نہیں
اس کی لڑکی کا منتظر ہوں کوئی شخص میری کرامت کی جتنی رعایت
کرے گا میں نے کہا میں نے بیٹا (یعنی عمر) مہاجرین کے پاس گئے
کہا کہ مجھ کو نکاح کی مبارکباد دو انہوں نے کہا کس کے ساتھ نکاح کیا کہا
علی کی بیٹی کے میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ
ہر نسب و سبب منقطع ہوگا قیامت کے دن منقطع نہ
ہوگا میرا نسب اور سبب اور رشتہ قیامت کے دن منقطع نہ
ہوگا مگر میرا نسب اور سبب اور رشتہ۔ اور مجھ کو حضرت علیہ
السلام سے رشتہ اور سبب تھا میں نے چاہا کہ یہ بھی میرا رشتہ
فرزندی کے طریق سے ہے کہ عمر نے اس کا چالیس ہزار مہر مقرر
کیا اور سند صحیح کے ساتھ تخریج کی ہے کہ ابن عمر نے ام کلثوم اور
اس کے فرزند زید پر نماز پڑھی اور اس کو اپنے متصل
رکھا اور چار تکبیریں کہیں اور دوسری سند سے ہے
کہ سعید بن العاص امام ہوا تھا۔

علاوہ ازیں اسد الغابہ میں ترجمہ ام کلثوم میں ہے۔

ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب اجمالہا
بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ولدت قبل وفات رسول اللہ علیہ وآلہ
خطبها عمر بن الخطاب الی ابیها علی

ام کلثوم علی بن ابی طالب کی بیٹی اس کی والدہ فاطمہ
بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے پیدا ہوئی
عمر بن خطاب نے اس کی منگنی اس کے باپ علی

اہل تشیع کی کتابوں سے فاروق کے ساتھ ام کلثوم بنت زہراؓ کے نکاح کا ثبوت

شیعہ کے اس دعویٰ کا ابطال کہ فاروقؓ کا نکاح ام کلثوم بنت صدیقؓ سے ہوا

دلِ حریص روایت فریقین کے اس کے مکذب ہیں روایات سے صاف ثابت ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہؓ سے ہوا۔ اگر یہ نکاح فی الواقع ام کلثوم بنت صدیقؓ سے ہوا تھا تو آپ کے علاوہ کسی اور زبان سے کبھی یہ لفظ تو جہالت کیوں کرتے رہے۔ اجی حضرت اگر واقعی یہ نکاح بنت صدیقؓ سے ہوتا تو آپ کے کہنے پر ایک عالم کو عالم پر نہ لیتے اور ہر مخالف اس کے اپنے حجر کے محتاج ہیں دوسری یہ کہ ہمارے مخاطب خود شیعہ ذی الحیثیت اور ان کی تصانیف دنیا کے سامنے ہیں چنانچہ اہلبیت کے گھر کو جہاں یا اور جس طرح کی آمد و رفت کی ہے اس کا بیان خارج از امکان ہے پس مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ بیت کو بیت رسالت کی چنانچہ تعلقات باہمی سے حسب روایت شیعہ ظاہر ہو جائے یا مقصود تریج خلافت تھی کہ اس بضعۃ الرسول کے گھر کو شرف زوجیت سے وجاہت خواص و عوام میں ہو جائے گی چنانچہ فاضل صاحب شوستری نے اس امر کی تصریح فرمائی اور نہایت بدیہی ہے کہ یہ دونوں امر جب تک ام کلثوم بنت فاطمہؓ نہ ہوں حاصل نہیں ہو سکتے فرمائیے یہ محض جہالت اور افترا ہے یا ام کلثوم بنت صدیقؓ حضرت صدیقہ عائشہ کی بہن جب ہی ہو سکتی ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ سے پیدا ہوئی ہو حالانکہ ان کی والدہ سے ثابت نہ فرمائیں اور ثابت نہیں بلکہ ثابت نہیں کیونکہ جملہ مخالفوں کا اجماع ہے **ھو الواقع و ھو الحق و ھو الصدق** غیر اس کے کہ ان کی طرف نسبت کرنا مخدوش ہو چکا تھا اور نیز ام کلثوم بنت علی کے ساتھ نکاح اس وقت ہوا جب کہ ان کی والدہ ماجدہ کا انتقال

کے ساتھ جیسا شیعیان وقت کا زعم ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا ہے نہ کسی دوسرے عمر یا عمرو کے ساتھ جیسا شاید مجبور ہو کر شیعیان آئندہ دعویٰ کرنے لگیں کیونکہ اس تو متقدمین اور متاخرین علماء شیعہ نے اس کو قبول اور تسلیم فرما لیا ہے چنانچہ روایات سابقہ سے واضح ہو چکا نہیں صرف تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ فقہاء شیعہ نے اس سے استنباط مسائل بھی فرمایا ہے چنانچہ الوافی قاسم فیض شارح شرائع کی تصریح سے واضح ہے، پھر ام کلثوم بنت فاطمہ حضرت مادر حسن حسین زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہم سے حسب تصریح صاحب الامامیہ چھوٹی ہیں اور ۱۷ھ ہجری میں تقریباً پیدا ہوئیں تو ہجرت خلافت فاروقی میں ان کی عمر تقریباً پانچ سال کی ہوگی کیونکہ دو برس اور پانچ چھ ماہ خلافت صدیقی کے بھی گذرے اور صاحب الامامیہ نے جو بعض روایات سے ثابت کیا کہ نکاح کے وقت حضرت عمرؓ کی سن ساٹھ برس کا تھا کچھ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ام کلثوم کی عمر چار سال بھی ارشاد ہے، حضرت عمرؓ کی عمر ۶۳ سال سے متجاوز نہیں تو وفات حضرت عمرؓ کے وقت ام کلثوم سات سال کی ہوئیں اور ان کے بطن مبارک سے دو بچے بھی تولد ہوئے ایک زید دوسری رقیہ تو کیا کوئی عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ سات سال کی عمر میں دو بچے کسی لڑکی کے پیدا ہو جائیں اس پر ہے کہ واقعات سیر جانتے ہیں کہ بزرگوں کی تولد اور وفات اور سن عمر وغیرہ میں اختلاف کثیر ہے کوئی امر ایسا نہیں ان شاء اللہ جس میں اختلاف نہ ہو خود حضرت عمرؓ عمر کو ۶۳ سال بتلاتے ہیں لکھا ہے تو کوئی شخص قطعی طور پر کسی امر کے اس کو متعین نہیں سمجھ سکتا علی الخصوص ایسی حالت میں جب کہ جہالت خلق اس کی تکذیب کرتی ہو اور قرینہ قاطعہ اس کے کذب ہونے پر قائم ہو قطع نظر اس سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اس کی وجہ صحت یہ ہے کہ تمام عرب میں شائع ہے کہ اعداء کی کسرت میں اس شہور کو ساقط کر دیتے ہیں اور بشرت کی کسرات میں اعداد کو گرا دیتے ہیں خاص کر جب کہ قرائن کسر معلوم ہوتا ہو اس روایت میں بھی چونکہ سال نکاح ہی متعین معلوم نہیں لیکن پچاس اور ساٹھ کے تقریباً بین واقع ہوا ہے اس لئے کسرت کو خلاف نہ دانا اور مشرد خلق نہ دانا نقل روایت میں رسالہ الامامیہ کے یہ الفاظ ہیں پھٹی روایت کی کتاب امالی و عمر بن یوں ہے۔

[illegible]

ینقطع بالموت الاسبی ونسبی فزوجها
علی ایاہ بمهر اربعین الف درهم فان
ذلک کلہ عمرو هی ابنة اربع سنین
او ما بین الاربع والخمس وعمر سنین
سنین فاجلسها عمر الی جنبه فرفع
یدیه رأسه وسمع ید علی واسمه محمد
ساقها فرفعت یدها وکادت ان تلطمه
وقالت لولا انك امیر المؤمنین للطمت
علی خدك فقال عمر وعدها فانها هاشمیة
قرشیة۔

رشتہ موت سے منقطع ہو جائے گا مگر میرا واسطہ اور رشتہ قریبی نے چالیس ہزار درہم مہر پر اس کا نکاح عمر کے ساتھ کر دیا۔ عمر نے یہ سب جہیز دلایا اور ام کلثوم چار سال کی اور عمر سات برس کی تو عمر نے اس کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس کے آزار کو اٹھایا اور اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور اس کی پنڈلی کھولی اس نے ہاتھ اٹھایا اور قریب تھی کہ عمر کے طمانچہ مارے اور کہا کہ اگر تو امیر المومنین نہ ہوتا تو میں تجھ کو طمانچہ مارتی عمر نے کہا اس کو جانے دو یہ ہاشمیہ قرشیہ ہے۔

علاوہ ازیں اس روایت کے صریح الفاظ کا مدلول یعنی وسیلہ کا طلب گار ہونا، روایت کل سبب الخ بیان کرنا حضرت علی سے خواستگار ہونا، ہاشمیہ قرشیہ اس کو کفایہ سبب اس کی بنت فاطمہ ہونے کو مستلزم ہیں اور بنت صدیق ہونے کو نافی پھر یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہونا ممکن نہیں کیونکہ اول تو یہ ابتداء خلافت فاروقی میں تو ہوتی ہے تو ہوتی ہے تو ہوتی ہے اس کا باعث ہوا اور دوسرے پیدا ہونا خلافت عمر ہی سے ہے پھر عمر کو اس کی خواستگاری کی کچھ حاجت نہ تھی اہلیت صدیق سے عداوت نہ تھی کہ اس کی تذلیل و توہین مدنظر ہو بلکہ اگر حضرت عمرؓ موافق ہمارے اعتقاد کے لعیذ راشد تھے ان کی غرض اس نکاح سے رسول کے ساتھ قرابت کی تھی چنانچہ ہماری روایات سے ثابت ہے اور اگر حسب مزعوم شیعہ دشمن اہل بیت تھے تو بھی ان کی غرض اس ام کلثوم سے متعلق تھی کیونکہ اسی کے غضب میں تذلیل اہلیت ہے نہ بنت ابوبکر میں، اور اگر بفرض محال ام کلثوم بنت صدیق ہوتی تو حضرت میرے اس کی خواستگاری کے کیا معنی آپ کی ہمت اسد کی روایت سے جس کو علماء شیعہ نے صحیح کہہ کر اپنا مستدل قرار دے رکھا ہے ثابت ہے کہ علی جہاں اور عثمان و عبدالرحمن بن عوف تھا وہ ہے کہ دونوں ام کلثوم کا ہوا نہ حضرت امیر اور عبدالرحمن بن عوف بکر و عرب موالین خاص میں سے تھا ان کی خواستگاری فرماتے تو حضرت امیر اس میں کیا دخل رکھتا نکاح بوریت حسب و قرابت اور عدم کفاءت سے ہو جاتا ہے حضرت امیر ہوں یا ابو عقل کے دخل ہو جب عرض کے مقابلہ میں قدر و منزلت اور مجد و شرف کے اعتبار نہیں بلکہ

محض وسوسہ شیطانی ہیں۔ معاذ اللہ کچھ ہر کلثوم ہی پر اتر محصر نہیں جا لگتا۔ کافی یکسوئی صاف دل سے کر
نسب معاذ اللہ تو بہت سے فروج دشمنان اہلبیت پر واقع ہوا ہوا اس کو اول فسوج
مصیبت منا لیتے ہیں اور روایت اسی وقت متحقق ہوگی جب کہ پہلے بھی یہ سانحہ ہوا ہو۔ واقع
از ہو جانا اس سے آپ کب اور کیونکر کی روایت ہوگی جو حضرت امیر کی بات اور فوت کو حادثہ
فوت کو دیتے تھے چنانچہ حضرت عمر مصنف ابن ابی شیبہ کے الفاظ ہیں تھی یوں بھی فرمایا کہ
کوئی اور مگر کوئی بھی ان کو ہوا ہوا ہوا

صرف تنازع لفظی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ زبردستی بیٹی چھین لی جس سے بادی النظر میں دیکھنے والا یہ سمجھے کہ اس الجاء و اکراہ کی غایت نکاح ہے چنانچہ ہمارے مخاطب لبیب نے اسی مدعا کے ثبوت کے لئے اس روایت کو اس جگہ نقل کیا ہے حالانکہ یہ محض غلط اور فریب دہی ہے بلکہ غایۃ الجاء و اکراہ جو عبارت لاحقہ سے مفہوم ہوتی ہے وہ صرف دکھلانا حضرت ام کلثوم کا تھا چنانچہ حتی الجاء ان پر دلیل ہے اور ظاہر ہے کہ نکاح کے لئے بروایات مسلمہ فریقین دیکھنا مخطوبہ بالغہ کا بھی جائز بلکہ مندوب ہے چہ جائیکہ صغیرہ ہو کر صغیرہ کا جس کی عمر چھ سات سال کی ہو علی الخصوص ایسی حالت میں کہ عرب کی رسم و عادت کے خلاف نہ ہو دیکھنا یا دکھلانا مستلزم کسی محذور کو نہیں ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو بھی تاہم مفید مدعا مجیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات الجاء و اکراہ در باب نکاح ام کلثوم بنت صدیق ہے اور اس روایت سے کسی طرح اس ام کلثوم کا بنت صدیق ہونا ہرگز معلوم نہیں ہوتا تو ام کلثوم بنت صدیق کے نکاح کی نسبت الجاء و اکراہ کیونکر پایۂ ثبوت کو پہنچے گا۔ کیونکہ اس کے نکاح کی نسبت الجاء و اکراہ تو فرع اس کی وجہ کی ہے جب روایت میں اس کی وجہ کا ثبوت ہی نہیں تو اس کے نکاح کی نسبت الجاء و اکراہ کا دعوے کرنا ذوی العقول کا کام نہیں ہے۔

جناب امیر کے تقیہ کرنے اور مجبور و مکرہ ہونے کا روایات متعددہ سے بطلان

رہا یہ کہ مذہب شیعہ میں اگرچہ روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہؓ سے بجبر و اکراہ ہوا چنانچہ روایت کلینی اول فرع عصبیت منا سے یہ امر واضح ہے اور قاضی شوستری وغیرہ کی تصریحات اس پر دال ہیں۔ لیکن ہر امر سراسر لغو اور لاطائل ہے کیونکہ جناب امیر جو اس جبر و اکراہ و اہانت و تذلیل کے متحمل ہوئے دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ یہ صبر و سکوت بوجہ وصیت کے تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد غلطاں و پیچاں جو کچھ اسائات و اعتداءات کریں ہرگز چون و چرا نہ کرنا اور جس قدر توہین و تذلیل کریں صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ دینا اور یا اس وجہ سے تھا کہ آپ بے یار و مددگار تھے آپ کو یہ خوف تھا کہ اگر آپ نے سر گشتی مبادا ان بھی جلتے ہیں سے آپ نے ان کارروائیوں کو جھیلا اور ان میں شریک رہے

لیکن دونوں توجیہیں ایسی خرافات و لچر ہیں جن کا بطلان ہر ایک ذی شعور نظر بدیہہ میں سمجھ سکتا ہے۔ احتمال اول بالکل غلط اور خلاف اصول شیعہ ہے کیونکہ باتفاق تمام اثنا عشریہ یہ لطف خدا پر عقلاً واجب اور خلاف لطف قطعاً حرام اور قبیح۔ پس اگر یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوند تعالیٰ شانہ فرمائی تو معاذ اللہ خدا تعالیٰ اور اس کا رسول آمر بالقبیح ہوتے۔ کیونکہ امام عالم اور نائب رسول کو یہ وصیت کرنا کہ بعد حضرتؐ کے کفار و فجار کے ہم پیالہ و ہم نوالہ رہیں کسی کو راہ ہدایت کی طرف دعوت نہ کریں بلکہ تقیہ کے پردہ میں عوام کو جھوٹے اور غلط مسئلہ بتلا کر راہ حق سے گمراہ کریں اہل کفر و نفاق و بغض و شقاق اگرچہ دین کو برباد کریں شریعت کو بدلیں حلال کو حرام کریں مثلہ کریں جس کے متعدد وقوعہ سے ہر ایک وقوعہ میں عوام کالانعام قتل شہوت بہیمی بھی کریں اور بتدریج ائمہ کے مراتب پر بھی فائز ہوں اور اس کے غسل کے پانی سے جس قدر قطرات ٹپکیں ان سے فرشتے پیدا ہوں ایسی نصیحت بے پایاں کو حرام کریں۔ حقوق کو چھینیں بنات طیبات کو غصب کریں در ردا بریں چون و چرا نہ کریں۔ سراسر خلاف لطف اور قبیح اور حرام ہے اور خلاف اس غرض کے ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتے اور کتاب نازل ہوئی اور جہاد کا حکم سنایا گیا اور گروہ حق اس سے حفظ اور بقا۔ ظاہر ہے جب ایمان حق اور اس وجہ سے اس کو مستحسن سمجھا گیا تو یہ بھی بالکل واضح ہے کہ نفاق کا لبسا اور اس کا حفظ اور اس کی حمایت خلاف تحریر کو اور اس کے رسوخ کو اس درجہ مستحکم بالشان ہو کر اس کے مقابلہ میں اس کا دین حنیف برباد جائے اور اس کی کتاب خراب ہو اور اہلبیت نبوی ذلیل و خوار ہوں۔ پھر بھی اس نفاق کا نقطہ نظر رہے نعوذ باللہ من ذلک اور جب یہ شدید قبیح اور محرم ہے تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایسی قبیح و شنائع کا صادر ہونا مستحیل و ممتنع ہے۔ احتمال ثانی بھی بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ اگر نعوذ باللہ صحابہ الا معدودے آپ کے دشمن تھے تو جنگ جمل و صفین کے وقت میں آپ کے ہمراہ ہو کر ہزارہا صحابہ نے جان بازیاں کیں وہ کہاں سے پیدا ہو گئے تھے پہلے کیوں دشمن تھے اور اب کیوں دوست ہو گئے۔ بلکہ اگر تامل کیا جاوے تو اب زیادہ اسباب عداوت تھے آپ کی اہانت میں خواجگان نفس سے صبر نہ کر سکتے ہوں گے جس پر عدم ناخوشی کا سبب اسی واسطے آپ نے ارشاد فرمایا تھا [illegible] کہ کوئی شخص ایسا [illegible] تو جب اس وقت آپ کے ہمراہ ہوئے اور آپ پر جاں نثار کرنے تک دریغ نہ کیا تو کیا اس وقت ہمراہ ہوتے [illegible] ہوتا تو اس وقت ہوتا کہ آپ مساعدت فرماتے اور کون آپ

روایت فضل اور جوہر شیخ عامل فدک

فانك ان فعلت وجدت عنه غير محمود
فقال له دعني ... يا خالد فسلك به
الى فجاءة مثلا ... فلما رآه
الحسن يا خالد بن الوليد ما لك
امرته ان ... فعرف في
... فقال
قتل ... فغضب
فسل ... المؤمنين ...
... فقال
... ان
... فقال
... فقال
... فقال

اگر باطنی کفر کا اعتبار کریں اور اس وجہ سے اس کا دم مباح اور ہدر سمجھیں تو پھر اس کا خلکر فرمادیں کہ حضرت ام کلثوم کے جواز نکاح کی علت حضرت فاروق کا ظاہری اسلام جو آپ اور آپ کے اسلاف بیان فرماتے ہیں وہ سراسر غلط ہے جب ظاہری اسلام کا اعتبار ہی نہیں تو پھر اس کی وجہ سے منافق کے ساتھ فاطمہؓ کے جگر گوشہ کا عقد نکاح کیونکر صحیح اور مباح ہو سکتا ہے

(۲) تمام صحابہ چھوٹے سے لے کر بڑے تک جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے جیسا موت سے اور آپ کے مقابلہ کو موت کا مقابلہ سمجھتے تھے۔ پس ایسے لوگوں کی اطاعت کے لئے خدا تعالیٰ کا ایسے شجاع کو حکم کرنا سراسر خلاف عقل سلیم ہے۔ اور جناب امیر کا ایسے لوگوں سے جو آپ سے اس قدر خائف و ہراساں ہوں تقیہ کرنا ہرگز عقل تسلیم نہیں کرتی اور ایسے لوگ حضرت امیر سے بجبر و اکراہ معاذ اللہ ان کے بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کو غصب کریں ہرگز فہم میں نہیں آتا جب لوگ آپ سے اس قدر ڈرتے تھے تو یہ سب باتیں لغو اور باطل ہیں (۳) تمام اصحاب مہاجرین و انصار وغیرہ خلیفہ اول کی جناب امیر کے مقابلہ میں اطاعت نہ کرتے تھے کیونکہ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھتے تھے اور جب جناب امیر کے مقابلہ کے لئے دعوت کی جاتی تھی تو ان کی آنکھیں جلد جاتی تھیں دسکرۃ الموت کی حالت پیش آجاتی تھی اور جواب دے دیتے تھے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم کو کس کے مقابلہ میں بھیجتے ہو۔ یہ وہ شخص ہے جس کے مقابلہ کی نسبت موت کے منہ میں جانا آسان ہے جب خلیفہ اول کے ساتھ اصحاب کی یہ حالت تھی تو قطعاً و یقیناً اگر جناب امیر خلافت کے بارہ میں منازعت فرماتے اور آپ کے ساتھ مقابلہ پیش آتا تو سب صحابہ خلیفہ اول کو اکیلا چھوڑ کر اور جناب امیر کے حوالہ کر کے بھاگ جاتے۔ اگرچہ یہ خوف لوگوں میں پہلے سے بھی راسخ تھا لیکن بعد اس واقعہ کے تو مشاہدہ ہو گیا کہ صحابہ میں سے کوئی شخص مقابلہ کے قابل نہ سمجھا گیا اور سوا خالد کے کسی شخص نے اس کام کے لئے اجابت نہ کی اور خالد معہ اپنے پانچ سو رفقاء کے جب سامنے جناب امیر کے گئے اور بات چیت کی پہلے اس سے کہ لڑائی کی نوبت آوے صرف آنکھوں کی اور ذوالفقار کی چمک دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے اور عجز و الحاح کرنے لگے باوجودیکہ جناب امیر نے حضرت خالد کو ابھی تک ان پر ایسا رعب اور خوف غالب ہوا کہ بجز سکوت اور عاجزی کے اور اطاعت و نیاز کے کچھ نہ بن آیا (۴) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب امیر کو معلوم تھا کہ یہ لوگ نہ مجھ کو قتل کر سکتے ہیں اور نہ قتل پر قادر ہیں۔ بلکہ آپ جانتے تھے کہ آپ کا قاتل کوئی اور شخص ہے جس کی حمایت ہو اس پر کوئی کس طرح جبر و اکراہ کر سکتا ہے (۵) جناب امیر کو وہ باتیں بھی معلوم ہو جاتی

تھیں جو صحابہ باہم کرتے تھے چنانچہ جو گفتگو خالد اور حضرت صدیق کی ہوئی تھی آپ نے اس کو ظاہر فرمادیا

حدیث بساط

(دوسری روایت) حدیث بساط جو کتاب امامت و راستانی سے صاحب ارغام نے نقل کی ہے ہم اس کو بیان ارغام سے نقل کرتے ہیں، روایت میکند ابن بابویہ بسند خود از سلمان فارسی کہ گفت نشستہ بودم نزد سیدہ و مولا خود امیر المومنین در آن وقت کہ مردمان بیعت بعمر بن الخطاب کردہ بودند و در خدمت آنحضرت حسین و محمد بن حنفیہ و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر و مقداد بن اسود نیز بودند و از ہر در سخنان میگذشت امام حسن متوجہ پدر بزرگوار شد و گفت یا امیر المومنین حضرت ملک داود و سلیمان بن داود را عجب سلطنتی دادہ بود آیا از آن سلطنت عطیہ ہم اہل بیت را باشد شاہ سریر ولایت تبسم فرمود و گفت آن معبود یکدانہ مشک را در زمین سرسبز میگرداند و آن قادر یکتا آدم را از خاک تیرہ آفریدہ و قسم کہ آن پدر ترا دادہ ہیچک از اولیا را و صیا ما خلیفہ ندادہ و بعد ازین ہیچکس را این امامت فائز نخواہد شد پس امام حسن و حضار التماس نمودند کہ یا امیر المومنین مینخواہیم کہ شما از آنچہ واہب عطیات بشما موہبت نمودہ مشاہدہ کنیم و معاینہ بہ بینیم تا موجب ازدیاد ایمان و باعث تقویت علم و ایقان گردد سید اوصیا علیہ السلام فرمود کہ بجا و کرامت یعنی چنان کنم کہ شما میخواہید و چیزی از چیز ہا کہ حضرت موت بمن کرامت نمودہ برما ظاہر میسازد۔ پس برخاستہ دو رکعت نماز کرد و کلمہ چند بر زبان معجز بیان گذرانید کہ ہیچک از حضار فہم آن نتوانست کرد و آنجا بیان خانہ آمدہ دست مبارک بجانب مغرب دراز کرد و بعد از لحظہ دست را بزیر آورد و در کف دست مبارکش پارچہ ابریشمی دیدہ آنرا گذاشتہ بار دیگر دست دراز کرد پارچہ دیگر بر روی دستش دیدہ سلمان گوید لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ و انک وصی رسولہ کریم من تمسک بک فقد تمسک بحبل النجاۃ یعنی گواہی میدہم کہ خدا یکیست و محمد رسول برگزیدہ اوست و تو وصی و خلیفہ برگزیدہ ہر کہ تمسک آرد و وصایت و خلافت تو را تمسک شود و بر جادہ تقوی و نجات رود چنگ زد بر کنار یا بد پس دیدم کہ آن دو پارچہ چون دو قائمہ پیش شدند و بہم پیچیدند و یک دگر را قبلہ گرفتند چنانچہ گویا بہ ہم دوختہ اند آن ہر یک بوی مشک اذفر میداد پس ایشان را بر بساط پس فرمود کہ ہر چیز و ہر کہ بر بساط نشستید ہمہ برخاستہ بر یک دیگر نشستیم و آنحضرت آنہا

شبہ سے سوال

[illegible]

ہر خاموش شد نہ دہ یکس جواب گفت عمر دیگر بار ہمین سخن را اعادہ کرد از ہیچکس جواب نشنید
پس دیگر بار ہمین معاملہ اعادہ کرد شاہ ولایت فرمود کہ ہر گاہ از تو این حالت مشاہدہ گردد و ترا از دین
مصطفی منحرف یا ہم نائب دیگر طلب کنیم و اگر توبہ کنی توبہ ترا قبول کنیم و اگر نکنی ترا گردن زنیم عمر چون
این سخن از شاہ ولایا شنید گفت در دین ما مردان ہستند کہ اگر منحرف شویم ما را بطریق مستقیم مینیم
و ثابت دارند۔ انتہی بلفظہ۔ اس روایت کے مضمون کو پڑھ کر سوچیں کہ سب جناب امیر علیہ السلام کے
ساتھ یہاں تک صاف گوئی فرماتے تھے اور ان کی زبان باتوں پر ان کے قتل کے مستعدی ظاہر
فرماتے تھے تو اگر معاذ اللہ وہ دین کی تخریب کرتے بنات کو غصب کرتے تو آپ کیوں چپکے
بیٹھے رہتے۔

روایت متضمن خوف خلیفہ ثانی از جناب امیر

چوتھی روایت صاحب آیات بینات نے حیات القلوب ملا باقر مجلسی سے ملخصاً و مختصراً
نقل کی ہے علی بن ابراہیم از ابو ذر رحمۃ اللہ روایت کردہ است کہ گفت روزی با طرین خطاب
برای میر فتم ناگاہ مضطرب او را یافتم و صدای از سینہ او شنیدہ شد مانند کسی کہ از ترس مدہوش شود
گفتم چرا می شود ترا ای عمر گفت گریہ میکنی شیر بیشہ شجاعت را و معدن مردانگی را و کشندہ طاغیان
و باغیان را شمشیر او علمدار صاحب تدبیر را چون نظر کردم دیدم علی بن ابی طالب را دیدم
این قول تا این ساعت ترش آمد زدل من بدر نرفتہ است و ہر گاہ کہ او را می بینم چنین ہراسان میشوم
این روایت کو ملاحظہ کیجئے جب جناب عمر کی جناب امیر کو دیکھ کر یہ حالت ہوتی تھی کہ شدت خوف
و ہیبت سے حواس باختہ ہو جاتے تھے لرزہ ہونے لگتا تھا تو کیونکر قیاس میں آسکتا تھا کہ معاذ اللہ
ایسا بزدل ایسے شیر بیشہ شجاعت کی وختہ نیک اختر کو غصب کرنے جاوے اور وہ چپ بیٹھ رہے
اور چوں و چرا نہ کرے

روایت متضمن خوف خلیفہ ثانی از جناب امیر

پانچویں روایت صاحب راوندی نے خرائج و جرائح میں روایت کی ہے

[illegible] من سلمان الفارسی قال [illegible] ہم جناب رسالت مآب صلعم کے ساتھ جو سلمان فارسی سے
[illegible] فی بعض طرق لسانین المدینہ و فی [illegible] ہے مدینہ کے باغوں کے بعض رستوں میں عمر آپ کے
[illegible] علی قوس فقال یا عمر بلغنی عنک [illegible] ساتھ گیا اور علی کے ساتھ میں کمان تھی فرمایا اے عمر
ذکر شیعتی فقال ایی لعلی ضلعک فقال انک [illegible] میرے شیعہ کے تذکرہ کی تجھ سے مجھ کو خبر پہنچی ہے اس نے
لتھاننا تشور فی بالتوس علی الاین فقال عمر [illegible] کہا تو ہم کو ہماری کمان سے ڈراتا ہے اور اپنی کمان کو زمین پر پھینک دیا اچانک وہ ایک اژدہا ہو گئی
فبان کالبعیر فغوا فاہ و قد اقبل نحو عمر [illegible] اور منہ کھول کر عمر کی طرف اس کے نگلنے کے واسطے متوجہ
لیبتلعہ فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن [illegible] ہوئی عمر چلایا یا اے خدا کے واسطے ابوالحسن میں پھر کبھی کسی امر میں
لاعدت بعد ہا فی شیء و جعل یقضع [illegible] ایسا نہ کروں گا اور عاجزی کرنے لگا آپ نے اژدہا پر ہاتھ
الیہ فضرب بیدہ ای اشار فعاد الثعبان [illegible] مارا تو وہ جیسے پہلے کمان تھا ویسا ہی ہو گیا عمر اپنے گھر خوفزدہ
کما کانت فمشی عمر الی بیتہ مرعوبا فلقیہ [illegible] چلا گیا سلمان نے کہا جب رات ہوئی امیر المومنین نے مجھ کو
سلمان فلما کان اللیل دعانی علی فقال مرانی [illegible] بلا کر فرمایا کہ میرے پاس جا مشرق کی جانب سے اس کے پاس
عمر فاتہ من ہہنا من ناحیۃ المشرق [illegible] جانا ہے اور کسی کو اس کی خبر نہ دینا اور اس کا قصد نہ کرو
فان ولی یعلم بہ احد و قد عزم ان یحتبط [illegible] اس رات کو کسی نے نہیں دیکھا کہ کچھ کرتا ہے جو اس طرف
فقل لی یقال لک ما الخبر ما احس [illegible] کی طرف سے تیرے پاس آوے اس کو نکالنا اور مستعد ہو کر
الیک من اشتری فقم الی من ہو فلہم [illegible] بیٹھ رہنا اور کسی سے مت بولنا میں گھر سے نکلا تو فضیت کمان
و لا تکلمہ و انصرف حتی اتاک سلمان فمضیت [illegible] کا سا میرے کندھے میں اس کو پایا گیا اور بہت ہیبت ناک ہو گیا
الیہ و ادیت الیہ الرسالۃ فقال اخبرنی [illegible] مجھ کو بہت خوف ہوا کہ اس کو کس نے اس کو ان سے
امر صاحبک من این علم بہ فقلت ما علم [illegible] جانے نہ دیا کیا اس سے ایسی باتیں نکلی رہتی ہیں
یطلع علیہ مثل ہذا فقال یا سلمان [illegible] پھر کہا اے سلمان جو میں تجھ سے کہتا ہوں اس کو
اقبل منی ما اقول لک فانہ [illegible] مرد سے مت کہیو میں نے کہا ہوں اور
الی المشرق فمہ و اضرب ان تفارقہ و تفاتلہ [illegible] تو مشرق کی طرف جا اور اس سے جدا نہ ہو
جلنا فاطلت بشرا فتلت لکن [illegible] تو میں اس سے جدا ہوا اور میں تو رب جلیل
من اسرار النبوۃ ما لا [illegible] کی قسم نبوت کے اسرار کا بہت سا حصہ
اکثر ممار ایتہ فقال ارجع [illegible] رکھتا ہوں جو تو نے دیکھا ہے اس سے
لا اسمع [illegible] بہت زیادہ ہے اس نے کہا تو اس کے پاس جا اور
علی فقال اصطنت ما اتوخی [illegible] ہمیشہ تو ہر بات میں صحیح تدبیر کرتا ہے پھر میں

فقلت انت اعلم به منی. فتکلم وتکلم
ثلاثین یمینا ثم قال وجب الثمان فی
قلبه انی ان بصوت اتقی بلفظه۔

نے کہا ہو تمہاری بابت میں تجھ سے بیان کروں
میں نے کہا کہ آپ ان کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں پھر
بھی سب باتیں بتلا دیں۔ پھر فرمایا کہ مرنے تک مدینہ کی
دہشت اس کے دل میں رہے گی

ہمارے فاضل مخاطب اس روایت کو خراج وجراح اپنے قطب الاقطاب کے سفر دوم پر بغور ملاحظہ فرما کر فرمادیں کہ مدلول اس حدیث کا پہلے واقع ہوا ہے یا مدلول حدیث شریف اس نوع خصوصیت کا اگر یہ قصہ اثر ذرا پہلے واقع ہوا ہے تو میرے کیا کسی عاقل کی سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص کسی کے شیعین پاک کے ادبی سے نہ بچنے پر ایسا بڑا معجزہ دکھا چکا ہو، اور مرنے تک اس کے دل میں دہشت باقی ہو اور شیعوں کی اس قدر حمایت اور اعانت دیکھ چکا ہو بھی کے غضب کا تو کیا ذکر وہ خوشی کا بھی نہ سہہ سکے اور اگر بفرض محال نام لے بھی تو اس وقت بھی ایک معجزہ اٹھا کر اس کو ڈال سکتے تھے اور اگر غضب فرج پہلے ہوا تھا تو کیا جو شیعوں کے نام لینے پر کیا وہ غضب دفتر پر نہیں کیا جا سکتا تھا کیا غضب دفتر شیعوں کے صرف نام لینے سے بھی کم ہے۔ حضرت تم کو تمہاری تشیع کی قسم ہے ذرا تو اپنے دین و ایمان اور عقل و انصاف سے فرما دو ہمارے نزدیک تو آپ صاحب طرف اپنے مذہب کے اس سے بہتر دوسری کوئی توجیہ نہیں فرما سکتے کہ جناب امیر جو ہمارے فرمانے کا مکان فرمایا کون تھا کہ آپ کو ہر مکرم کی حیثیت سے معلوم ہو گیا تھا۔ مگر بعد زیارت نوافل سے فارغ ہونے کے بعد میں معتقد حضرت خلوت کر لیا ہو جائے گی تو معاذ اللہ آپ نے بحکم [illegible] اس کو بجوشی [illegible] کر دیا ہے۔ کہ تم بعض اہم جنس پر دار سے حضرت مدینہ میں رہو تو کسک جہاں تم نہ ہو [illegible] حسنیہ و حسینیہ کو کافر فاسق و ناصبی کہتے ہو اگر ایک بیچاری مظلومہ کو جو [illegible] تعصیر میں بھی داخل نہیں ہے بگڑ کر صحیح پر ہوا زیادہ اثر ہوا ہے بڑا بد گمان دوگ تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں [illegible] اصول مذہب کے بھی ذرا خلاف نہ ہوگا بلکہ پورا مطابق ہوگا۔ [illegible] اس کی بھی کسی قدر اس حسن سے زبان بندی ہو جائے گی

روایت میر اب عباس

اچھی روایت جناب آیات بینات نے لکھا ہے تعجب اور [illegible] کہ شیعیان صوری [illegible] نقل کر رہے ہیں چنانچہ جس قصہ کا ترجمہ کیا ہے اس کے [illegible] کہ جس جناب [illegible]

کرتے ہیں، کتب امامیہ میں لکھا ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی اپنے اور علی کے دروازہ کے سوا سب دروازہ مسجد سے بند کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عباس کی درخواست دروازہ کی نسبت تو نامنظور ہوئی مگر پرنالہ کی درخواست منظور ہوئی اور خود حضرت نے پرنالہ لگا دیا۔ عمر فاروق کے عہد خلافت میں تین سال تک جاری رہا۔ ایک روز اس کا پانی عمر کے کپڑوں پر گرا۔ انہوں نے اس کو اکھڑوا دیا اور حکم دیا کہ اگر کوئی پھر اس کو لگائے گا تو اس کی گردن مار دوں گا۔ حضرت عباس حضرت علی کے پاس جا کر شکایت کی اور اپنی مصیبت سنائی۔ انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے گھر جاؤ۔ میں جو تدبیر کرتا ہوں

[illegible]

غضب بات کے ہم نہیں پر نے عقل و انصاف کیونکر دور کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے بعد سکوت فرمایا ہوگا۔ تعجب یہ ہے کہ غضب بات بھی کریں لوگوں اور حاضرین و بیدار و ہی ہوں لوگوں کے مقابلہ میں جناب امیر سے ڈرتے تھے کہ آپ کی زبانی مثلہ ہو دل کی ہر اگلی سے ڈرتے تھے اور اپنے دوستوں سے ڈرتے تھے اپنے لوگ حضرت امیر سے خلافت غضب کریں یا بات چھپائیں مگر ان پر فرمان نبی یہ فرمایا ہوگا کہ خاص عام سے بات کہنے کے غضب پر ہونا اور بیزار ہونا اور بیزار ہونا اور بیزار ہونا معاملوں پر ہی قوت والی ہوتے ہے کہ جو ہر دو کہاں۔ اور جب کہ ان حکمت نامہ کے خدا کے نزدیک غضب غضب اور غضب بات سے ہزار کوسوں زیادہ قبیح ہوگا جس کے ارتکاب سے ہماری عقل قاصر ہیں نظر آیات من ترک قتل و ضرب و غضب سے واضح ہو کہ حضرت کا دعویٰ اکمل نظر و زیر بحث سے مرتفع کی طرف سے وصیت علی کرنے ہمارا ان کی ہیبت کی وجہ سے پہلے پہلے دیکھ کر صرف ظاہر پر ہی رہے اور باطن پر نظر رکھتے تو آپ کو پیغمبر خدا کی شہادت علی و ہدایت حق تک پہنچنے میں کچھ قصور واقع ہوتا ہیں اس لئے کہ ان کی نہایت گمراہی ہوتے وہ حق جیسا کہ ظاہر و تصویر کا ورنہ حق حقیقت بندوں نے جو کچھ ان پر یہ ظلم کیا اس سے انکار کرنا اور قطع پوشیدہ بات نہ رہے اس کا ظاہر ہونا کے یہی معنی ہیں کہ خود ان قوم قریش اس بات کا [illegible] مغضوب علیہ ان ہیں اس عبارت سے صریح عام سے غضب ہونا ہے [illegible] ہیبت سے پہلے [illegible] غضب سے [illegible] ہیبت [illegible] ہیبت [illegible] ہیبت

نکاح اور کفاءت کے متعلق مزید بحث

[illegible]

گر اس روایت کا یہی کا قاضی صاحب دعوے فرماتے ہیں وہاں کہیں پتہ واشگاف نہیں
ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قاضی صاحب کی اپنی غلطی یا غلط فہمی کی تقلید در تقلید ہوئی ہے اس سے قطع
نظر ہے قاضی صاحب نے اس پر اعتراض کیا ہے اس کی شرح صحیح نہیں کی اس کا صحیح مفہوم
جو ہم نے بیان کیا ہے بہتر ہے اس پر روایت کسی ہیں مجرد نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے تاہم جب
متعدد روایات مجہول ہیں تو ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور اس اعتبار سے یہ روایت
قابل اعتبار نہیں ہوتی اور اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] — اس لئے علیحدہ کر دینے کے حکم دیا ہے ہری مت میں ہو

فصلفان من امتی لا نصیب لھم فی الاسلام — تو کہ لوگ ہیں ہیں اسلام میں کچھ حصہ نہیں یک تو

ما صحب زوجی حتی [illegible] — ہری بیبیت کے ساتھ دشمنی رکھنا دوسرا

اس روایت سے ضرورت نکاح کو صحابی ہی نہیں ثابت ہوتی بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ والد صحابی کا ظاہری اسلام اور زبانی کلمہ گوئی ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جو جہل شیعہ مثل قاضی طباطبائی نجفی ہیں گویا وہ کلمہ گو ظاہری اسلام کو معتبر سمجھتے ہیں اس حدیث سے نکاح کو قائم رکھنا تو خیر صحابی کا تو چھوٹا ہے بھی جہل ہے یا تجاہل ہے۔

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

فریقین کے نزدیک ابتدائے اسلام میں مومنہ کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا جو پیچھے منسوخ ہوا تو مرتکتوم کے نکاح کا قیاس اس پر نہیں ہو سکتا

اقول: سبحان اللہ اہل بیت نبوت جس کی شان میں آیت تطہیر نازل ہے اس کے دشمنوں کو صریح زنا اور فحش اور بے حیائی کی تہمت سے ملوث و متہم فرمائیں اور پھر بھی تمسک میں رخنہ نہ پڑے یہ تمسک حضرات شیعہ کا ہی تمسک ہے اور اہلسنت کے تمسک پر جو نکاح ابوالعاص کے ساتھ معارضہ کیا۔ بحمد اللہ اہلسنت کو مؤنت جواب کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ یہ قصہ مشترک الالزام ہے پس اس کا جواب جو کچھ علماء شیعہ نے دے کر فیصلہ کیا ہے چنانچہ اس کی نقول بحوالہ مجمع البیان وخلاصۃ المنہج ماسبق میں مذکور ہو چکے ہیں وہی جواب اہل سنت کی طرف سے قبول فرمادیں کہ اس کا وقوع قبل نسخ کے تھا اور یہ الزام جو شیعہ پر بابت غصب وفحش کے لگایا گیا ہے یہ بعد نسخ وتحریم کے ہے پس اس کی شرمندگی وخجالت رفع کرنے کے لئے قصہ نکاح زینب ذکر کرنا حضرات کے کمال تحیر علمی پر دال ہے جب دیکھا کہ وہ نجات حیات سستہ سے مسدود ہے اور طریق گریز وفرار ہر چہار طرف سے تنگ ہے تو بطور ابوذریبی کے ایک روایت اہل حق کی طرف سے ذکر کر دی آہ کہ نادانستہ بھیس کر حضرت میر صاحب قبلہ نے بھی بہت بڑا الزام دیا۔

قول: وبنیاد وادعیا واہل بیت پر جو علم دستم ہوئے ان کا بیان کرنا تمسک کے برخلاف نہیں ہے ورنہ جو ذمت ورسوائی دے بے عزتی ظاہری کرنا دشنام وغیرہ ہیں ذریعت رسول کی ہوئی آگا بیان کرنا تمسک کے برخلاف ہو پھر حضرات اہل سنت ان وقائع کو کیوں اپنی کتب میں تحریر فرماتے ہیں۔

نکاح ام کلثوم میں بحث تاریخی نہیں بلکہ شیعہ کے مخصوص عقائد کے تحت ہے

اقول: یہ تو آپ اس وقت فرمائیں کہ اگر ہم آپ پر تاریخی واقعات کے بیان کی نسبت الزام دیتے ہیں بیان واقعات تاریخی میں تو جو حالت ہوتی ہے نقل کی جاتی ہے۔ یہاں تو الزام یہ ہے کہ اہل بیت حضرت کی نسبت جن کی وہ، تمسک کے آپ زبانی دعوی میں اپنی کتب دین ودیان میں امام معصوم کی زبان فرماتے ہیں کہ امام معصوم نے فرض کرو کہ نکاح جائز کی نسبت فرمایا اور خرج غصب منا کون یا حیا اس کو جائز کہے گا معاذ اللہ کوئی مسلمان اس کو تجویز نہیں کر سکتا ہے۔ اول تو یہ امر واقع اور نفس الامر کے خلاف دوسرے امام معصوم پر فحش گوئی کی تہمت۔ تیسرے جگر گوشہ

بتول کے دشمنوں کی نسبت شبہ خباثت وفعل حرام کا الزام۔ تعجب ہے کہ آپ اس کو تمسک کے برخلاف نہیں خیال فرماتے معلوم نہیں کہ تمسک کس چیز کا نام رکھ رکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محرم میں نام بنام ہر ایک کی ذلت ورسوائی بیان کر کے واویلا کرنے کا نام واد تمسک رکھا ہے حالانکہ اگر کسی ادنی شخص پر بھی کبھی کوئی مصیبت وذلت اس کے اہل کی نسبت پیش آتی ہے تو بعد اس کے کبھی اس کا نام تک بھی نہیں لیتا چہ جائیکہ اس کا سالانہ ماتم کرے اور یہ حضرات محب اہل بیت ہر سال اہل بیت کی ذلت کی تجدید کرتے ہیں اور ہر سال نئے غم کے پیرایہ میں انکو ذلیل ورسوا کرتے ہیں جس پر غیر مذہب کے لوگ بھی خندہ زنان ہیں بس فی الواقع یہ حضرات محب اہلبیت نہیں بلکہ دشمن اہل بیت ہوتے۔ ہمنے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ محرم میں دار المؤمنین لکھنؤ کے اندر خصوصا حضرت مجتہد صاحب کے امام باڑہ میں اونٹوں پر کجاوے بندھوا کر ان پر سیاہ پوش عورتیں سوار کی جاتی ہیں اور وہ زنان اہلبیت کی نقل ہوتی ہے اور مخلصین ان اونٹوں سے پست پست کر روتے چلاتے ہیں اور ایک ایک کا نام لے کر چیختے ہیں بلبلاتے ہیں غرض کیا کچھ طوفان بے تمیزی ہے جو وہاں نہیں ہوتا پس اس کا نام تمسک ہے اور یہ کچھ واد محبت ہے علاوہ ازیں اہل سنت نے سوائے بیان تاریخی حالات کے اور وہ بھی بقدر ضرورت بلزم الفاظ دیں ثابت کریں اہل بیت کی شان میں کوئی فحش وشنیع لفظ لکھا ہو یا حرام کا الزام اہلبیت کی نسبت لگایا ہو یہ حرف کا مدعیان ولاء تمسک کا ہے واہ۔

قول: ہاں تمسک کے برخلاف یہ ہے کہ حضرت عباس بن کو حضرت مجیب نے اہل بیت متمسک بہ میں داخل فرمایا ہے حضرت خلیفہ اول کی شان میں اعوذ باللہ بنظر انکے فرمادیں۔ اور پھر وہ خلیفہ رسول وامام برحق رہیں کہ ہمارے اعمال ملاحظہ فرمائیے۔

اقول: اے ہیں خدارا انصاف خدارا ذرا تو ہمارے اور ہمارے فاضل مجیب کے اس قول کو دیکھیں اور اس سے ان کی مناظرہ دانی بلکہ ہمہ دانی کا اندازہ کریں۔ اول تو خود ان الفاظ کی ترکیب لفظی بھی ان کے غلط ہونے پر دال ہے۔ لفظ بنظر انکے کو ماقبل سے کچھ تعلق ورابطہ نہیں اور یہ کلام اس موجود عبارت میں ہے جو ہمارے مجیب نے نقل کی ہے اصل کتاب کو دیکھا اب نہیں ہوتی کہ اس عبارت کے غلط اور صحیح ہونے پر مطلع ہوتے۔ دوسری یہ کہ شاید یہ کلمہ اپنی طرف سے کہا ہو تیسری یہ کہ مرکب کہتے ہیں کہ حضرت عباس معصوم ہیں۔ اگر بالفرض انھوں نے یہ کلمہ فرمایا ہو خطاء چوتھے یہ کہ اگر حضرت عباس نے یہ کلمہ فرمایا تو ان سے خلیفہ اول کے خلیفہ رسول

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فیصلہ کن بحث در باب نکاح ام کلثوم

خوانت فاسدہ خود تمزن ۔ ام کلثوم و خرم معہ حضرت امیر لو در اس کی نقل ہم بھی اوپر کر آئے
ہیں اس کے آخر میں مذکور ہے وفاتہ ابواسطہ ان دکانات تفضیل و اشتمال کنحضرت امیر عباس را
مانند دیگر یاران فدائی خود در تاریخ درجہ محبت و اخلاص نمیدانست اس روایت سے صاف ثابت
ہے کہ حضرت عباس نے جناب امیر کے دست جگر کو صرف اپنے ہی نقصان کی وجہ سے کہ مبادا زہر
و تلوار جنگ کا منصب انتظام سے جاتا رہے بزخم شیشہ سرگرد و نوائب و اعدائے ملت کے
سوا روکا جس پر وہ خلل نہ پڑتا ہی وجہ سے جناب امیر عباس کو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں
سمجھتے تھے بلکہ ان کی محبت نقصان آمیز تھی اور شاید یہ عجب نہیں کہ عباس نے جناب امیر سے اس
تدبیر میں دوستوں کا عوض چاہا ہو جو وہ طلاب وغیرہ نے اپنے باپ سے عباس کے بارہ میں جھگڑ
لڑنے کا کیا تھا یہ ہو ۔ انتظار سے کہ کوئی بہانہ ان کو عہدہ کی تولیت سے نکالنے کا ہاتھ آئے
سے آخر تک ان کو اس منصب پر قائم رکھا ۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس وقت جناب امیر علیہ السلام
تک بیٹے موجود ہوں عباس کو اولاد کا ذکر نہیں کرتے تھے اور اس پر اولاد نے اپنے باپ سے کبھی
علاوہ ہونا نہیں چاہا کہ اب کہ کسی نے یہ کلمہ نہیں کہا ۔ اور اس وجہ سے عباس کی اولاد
نے اپنے باپ سے کبھی علاوہ ہونا نہیں چاہا کہ اب کہ کسی نے یہ کلمہ نہیں کہا ۔ اور اس وجہ سے عباس کی اولاد
سے اور اولاد عباس

مثال ہے یہ جعفر بن علی کے معلمات اور امیر خسرو کے انگل کیوں صادر ہونے لگے ان جملوں کا بعینہ یہ مصداق ہے بیت۔

چو خوش گفت سعدی در زیبا — الایا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

کیسا کفر کہاں کا فسق کجا علامہ سیوطی کجا ان کی ہدولت ہمارا آپ کے مقابلہ میں گفتگو کرنا ہوش میں تھے بسبب ملت بندہ کی ایک ہی تحریر میں اور وہ بھی وہ تحریر جو صرف آپ کے مشکیچہ ابحاث میں کھینچنے کے لئے بمنزلہ جال کے تھی ایسے ہوش و حواس رخصت ہوئے ایک بھی نکتہ نہ سوجھے پھر اس پر یہ جوش و خروش اور یہ اعتراض۔

قولہ: رہا ولد الزنا کا اعتراض سو یہ بھی ہو نہیں ہو سکتا کیونکہ مذہب کے مسلمات پر اعتراض ہو کرتا ہے ہمارے نزدیک یہ ہرگز نا نہیں حاشا و کلا کیونکہ شوہر کو اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے کما ورد فی حدیث معصومین۔ وی وضیع انفائدہ فی التہذیب آپ کے میر مہدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کنیز زادگی کی روایت تو بڑے زور سے لکھی اور حدیث تہذیب کا ذکر تک نہ کیا۔ دیانت کے یہ بھی معنے ہیں کنیز زادہ ہونا کچھ عیب نہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی نسبت شیعہ کی فحش بیانی اور مجیب کی تاویل علیل اور ان کی تہذیب

اقول: اے اہل علوم انصاف جانے فاضل مجیب کے عصر قوی کو ملاحظہ فرمائیں باوجود آپ میں کمال تہذیب اور نہایت شائستگی ہے لیکن آپ جواب سے ناجواب ہو گئے گالی گلوچ پر جو شیرہ باز یاں سے آگئے اور شرم دیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائے طاق رکھ کر سب و شتم پر اتر آئے اس کے جواب میں ہم بجز صبر و سکوت کے کچھ نہیں لکھتے اس اثنا میں کہتا ہوں کہ گر یہ اعتراض آپ کے نزدیک مبنی علی الکاسد ہے تو اصل صحت حدیث اور بانی اعتراض پر سے علماء اکابر میں جھوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث کو نقل کیا ہے پس آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کتاب سے جانتے مجیب لکھتے آپ کو اختیارات ہر کچھ ہیں لکھتے ہو بعض باتیں ہیں کہ ان سے ہاں کہ کوئی ہو جائے گا کہ ہے ہوئے

مستلزم کر دیا اگر پھر ایسی تحریر کی تو انشاء اللہ آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ہم اس باب میں بھی کیا کچھ ہیں۔ گو آپ اپنے زعم میں ہم سے باعتبار مشق موروثی و قدیم کے اس باب میں بڑھے ہوئے ہیں اگر آپ کو اس لفظ سے یہ مقصود نہ تھا تو یوں لکھتے (ربا عباس کے ولد الزنا ہونے کا اعتراض پیشتر بھی آپ نے ایک جگہ اپنی اس چالاکی کا استعمال فرمایا۔ مگر ہم نے وہاں اجمالی جواب پر ٹال دیا اور اتہام نہیں لیا لیکن اس جگہ آپ کو خبردار کرنا ضرور ہوا تاکہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری چالاکی کوئی نہیں سمجھتا۔ بعد اس کے ہم اصل روایت کلینی کو منتہی الکلام سے نقل کر کے اس توجیہ کو زیر زبر کریں گے۔ ابو جعفر کلینی کہ معتبر روایت کردہ است از امام صادق علیہ السلام کہ تفضیل مادر عباس کنیز مادر زبیر بن عبد المطلب و ابو طالب و عبد اللہ بود و عبد المطلب با او مقاربت نمودہ عباس از و بہتر سید پس زبیر با عبد المطلب دعوے کرد کہ این کنیز از مادر ما بمیراث رسیدہ است تو بی رخصت او با او مقاربت کردہ و این فرزندی کہ بہتر سیدہ است بندہ ماست پس عبد المطلب اکابر قریش را شفاعت بنزد وی فرستاد تا آنکہ زبیر راضی شد کہ دست از عباس بردارد بر طریقہ نامہ نوشتہ شود کہ عباس و فرزندان او در مجلسی کہ مادر فرزندان او نشستہ باشند در مجلس ننشینند و در ہیچ امری با ما شریک نشوند و حصہ نبرند پس باین مضمون نامہ نوشتند و اکابر قریش مہر کردند و این نامہ نزد امام علیہ السلام بود است حضرت صادق علیہ السلام آن نامہ را برای جواب داد تا در حق عباس ظاہر گردد انتہی ظاہر ہے کہ روایت کلینی کی ہے اور بشارت ملائی مجلسی بسند معتبر مروی ہوئی ہے تو اس روایت کی تکذیب ممکن نہیں باقی رہی اس کی تاویل و توجیہ سو اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس روایت سے چند فوائد حاصل ہوئے۔ اول تو یہ کہ عباس تفضیل لونڈی زوجہ عبد المطلب کے پیٹ سے تھے۔ دوسری یہ کہ زبیر بن عبد المطلب نے دعوے کیا کہ یہ لونڈی بچہ جہاز خانہ ہے کیونکہ ہماری والدہ کی میراث سے تو کو ملا ہے۔ تیسری یہ کہ اس لونڈی کے ساتھ بدون اجازت اس کی مالکہ والدہ زبیر کے مقاربت کی تھی جو حرام ہے اس سے یہ پیدا ہوا۔ چوتھی یہ کہ عبد المطلب نے ان دعووں کی نسبت انکار نہیں کیا کہ میں نے مقاربت بلا اجازت نہیں کی تھی بلکہ با اجازت مقاربت کی اور یہ بھی ظاہر نہیں ہو سکتا آزاد ہے بلکہ برعکس اس کے اکابر قریش کی شہادت کرانے سے یہ کو راضی کیا جو ظاہر ہے اس امر سے کہ عبد المطلب نے زبیر کے دعوے کو تسلیم نہ کیا تھا یا بخیر نہ ہے ہی تھا کہ وقت پر شرعیہ کیوں کر اس شرعیہ پر ہے اس کی حال سے دست ہے

شیعہ کے نزدیک وہابی مرتد ہونے کا فقہی قاعدہ کلیہ

شبہ ہے پس اس کی ولادت کے بارہ میں حضرات شیعہ جو کچھ فرما رہے ہیں ہم سابق میں نقل کر آئے ہیں۔ دوسری روایت ثقۃ الاسلام کی ہے جس کا ترجمہ حیات القلوب میں کیا ہے ہم اس کو ہم خاتم المتکلمین سے نقل کرتے ہیں۔ سدیر از حضرت امام محمد باقر العلوم پرسید کہ کجا بود عزت و کثرت و شوکت بنی ہاشم کہ حضرت امیر المومنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابوبکر و عمر و سائر منافقان مغلوب گردید حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ماندہ بود حمزہ و جعفر کہ در غایت ایمان و یقین و از سابقین اولین بودند بعد لقا رحلت کردہ بودند دو مرد ضعیف الیقین ذلیل النفس تازہ مسلمان شدہ بودند عباس و عقیل و ایشان را در جنگ بدر اسیر کردند و آزاد کردند ایمان چنین قوی نمیدارد و بخدا سوگند کہ اگر حمزہ و جعفر حاضر بودند دران فتنہ ابوبکر و عمر یارای آن نداشتند کہ حق امیر المومنین را غصب کنند و اگر سعی میکردند البتہ ایشانرا می کشتند انتہی۔ اس روایت سے واضح ہے کہ عباس و عقیل مطیع نفس، مارہ و دنیاوی طمع کی وجہ سے غاصبوں کے کاسہ لیسوں میں شریک ہو گئے۔ اسی واسطے جناب امیر نے ان کو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھا اور بعد وفات جناب سرور کائنات کے جب عباس نے آپ سے خلافت پر بیعت کرنا چاہا تو اس پر اعتبار نہ کیا اور بیعت قبول نہ کی پس واضح ہو کہ یہ تمام اوصاف مذمومہ جو حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرات بنی امیہ کی نسبت جن کی نسبت آپ تقیۃً برائی فرمادیں یا وہ فرمادیں کہ عباس کی ایذا میری ہی ایذا ہے اور وہ میرے باپ کی جگہ ہے اور اس کی تعظیم و توقیر کرو بیان کئے جاتے ہیں آپ کی نصب و عداوت اہل بیت نبوت پر واضح دلیل ہے اور جب نصب و عداوت ثابت ہوئی تو مدلول ان روایات کا جو متواتر المعنی ہیں اور قاعدہ کلیہ کے اثبات میں ہم بھی بیان کر آئے ہیں معاذ اللہ آپ پر جاری آیا اور نصب انبیاء و مرسلین بھی بر رسول شیعہ پر ثابت کرتے مگر عجلت وقت اور قصد اختصار مانع ہے اور غالباً بعض روایات متفرع رسالہ میں نقل ہو بھی چکی ہیں اس وقت ہم اس کی تفصیل سے معذور ہیں۔

قولہ: دنیا اور آخرت میں اندھا ہونا جو لکھا ہے اس پر بھی کمال حیف ہے آپ کی دست نبوت کو حضرت امیر نے رشتہ سمجھ گئے ہیں۔

حسب روایات شیعہ آیت من کان فی ہذہ اعمی الخ عباس کے حق میں نازل ہوئی بطور تمسخر نہیں

اقول: اگر یہ جواب آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہیں تو واضح ہو کہ آپ کے علماء نے صرف جواب دہی سے جان بچانے کے واسطے اس کو تمسخر اور مطائبہ فرما کر ٹال دیا ہے افسوس کہ آپ اس کو واقعی سمجھ گئے اور اگر ایجاد بندہ ہے تو بھی غلط ہے مقصد اس کا یہ ہے کہ نہ اپنی کتابوں کی خبر اور نہ غیر کی کتابوں کی واقفیت ہے۔ یا یہ کہ خبر ہو گی لیکن جواب کے خوف سے اس کو ہنسی مذاق کر دیا افسوس کہ یہ جواب پہلے سے آپ کو نہ سوجھا اور نہ بہت کام آتا۔ لیجئے ہم آپ کو مطمئن کرتے ہیں کہ یہ ہزل و مطائبہ نہیں بلکہ سراسر واقعی ہے سبحان اللہ حضرت تو آیت کا شان نزول بیان فرمادیں اور آپ اس کو ہنسی تمسخر میں اڑا دیں سلمنا۔ لیکن کیا جیا آپ اگر کو بعد تقیۃ جھوٹ بولنا درست فرماتے ہیں تو کیا ہنسی مطائبہ میں بھی اگر کو جھوٹ بولنا روا ہے۔ لیجئے ہم اس کے ثبوت میں عبارت فخر المتکلام کی نقل کرتے ہیں۔ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و اگر بر ایں دلیل قناعت نکنی و گوش بر مہمل آن مکابرۃ و مجادلۃ نہی دارین و دیگر بر احدا مات و ناسبیت ایں بزرگان پیش خود دار از انجا کہ روایت اسناد کنیم ست از حضرت سید الساجدین امام زین العابدین کہ در حق عبد اللہ و پدرش عباس ایں آیت نازل شدہ و ہم کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی و اضل سبیلا۔ یعنی ہر کہ در دنیا کور ست در حق راہ حق جنیہ پس او در آخرت کور ست از دیدن راہ بہشت و گمراہ تر است انتہی ترجمہ آیۃ الکریمہ علی لسان صاحب حیات القلوب پس اگر مراد از کوری ایں بدر و پسر صعاذ اللہ ترک رفاقت مفضول و میل بر نیاے خلفاء و مسند نامہیت باشد فذاک حین اصدع و اگر چیز دیگر باشد مثل انکار توحید یا نبوت و معاد یا فسق و فجور پس واجب ست کہ ایں خصوصیت بتقریر و تحریر ایشان بر دارند و مقاد مناخرہ افتخار ایشان ساز ند انتہی۔ ایں عقل و انصاف، ایں عبارت کا ملاحظہ فرمادیں اور دیکھیں کہ یہ بیان شان نزول بطور ہنسی و مطائبہ کے ہے یا واقعی اور نفس الامری اگر واقعی ہے اور روایات شیعہ سے ثابت ہے تو پھر ہمارے ناصف مجیب کا اس کو مطائبہ سمجھنا کیا اسی وجہ سے کہ جواب کی جلد سے نجات پا جاویں یا کسی دوسری وجہ سے افسوس کہ ہر بات

احراق کو جو باعتبار طعن اشد تھا ترک کیا تو معلوم ہوا کہ اگر آپ کے نزدیک معتبر ہوتا تو ضرور آپ اسی کو ذکر کرتے اس سے معلوم ہوا کہ وہ آپ کے نزدیک چنداں قابل اعتبار نہیں۔

قال الفاضل المجیب: قولہ: باقی رہا قصہ احراق جو امور قلبیہ سے ہے اس کا مفصل جواب تحقیق اپنے موقع پر دیا جائے گا یہاں کو محل اجمال ہے اسی قدر کافی ہے۔ اقول: اور کس بات کا آپ نے جواب عطا فرمایا کہ اس کی نسبت باقی رہا الخ فرماتے ہیں آپ نے شروع ہی سے وہ چال اختیار کی ہے کہ جو امور ہم نے دریافت کئے تھے بزعم خود ہم پر بھی منقلب کر دیئے اور اس سے آپ کی غرض صرف اصلی جواب سے پہلو تہی کرنا ہے۔

شیعہ مدعی کی تہی دامنی

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: ہم شروع رسالہ میں گذارش کر چکے ہیں کہ آپ محض سائل نہیں تھے بلکہ مدعی بھی تھے اور آپ نے اپنے دعوے کو بار بار ذکر فرمایا تھا تو ہم نے آپ سے آپ کے دعوے کی نسبت دلیل طلب کی اور آپ کے سوال کا اجمالی جواب دے کر آپ کو متنبہ کر دیا کہ آپ جواب کے اس وقت مستحق ہوں گے جب کہ اپنے دعوے کو بدلائل ثابت کریں گے چنانچہ اس تحریر میں بزعم خود آپ نے اپنے مدعا کو بدلائل ثابت کیا گو باعتبار واقع کے ثابت نہ ہوا ہو پس ہم نے بھی اپنے اس رسالہ میں آپ کے سوال کا جواب کسی قدر بسط و تفصیل کے ساتھ گذارش کیا پھر آپ کا یہ فرمانا کہ اس سے آپ کی اصلی غرض صرف جواب سے پہلو تہی کرنا ہے محض دعوے بے دلیل اور غلط ہوا اور نیز باوجود عدم استحقاق جواب کے یہ اجمالی طرز اس لئے بھی اختیار کیا تھا کہ آپ کو انظار و ابحاث میں پھنسانے کے لئے ایک جال تھا سو بحول اللہ وقوتہ حسب مدعا آپ ایسی ابحاث کے جال میں پھنسے ہیں کہ قیامت تک مخلصی محال ہے۔

قولہ: مدعا سوال میں قصہ احراق ہی ذکر ہوا ہے اور عوار کتاب بھی وہی سے مناسب تھا کہ اس کا جواب تحقیقی یا التزامی تحریر ہوتا مگر اس قدر تعرض کی بھی کیا حاجت تھی جس طرح اصلی سوال کے جواب میں سکوت اختیار فرمایا یہاں بھی خاموش رہتے۔

طعن قصد احراق بیت فاطمہؓ کا جواب

اقول: افسوس کہ بندہ کی گذارش فہم شریف میں مزائی بندہ نے جو عرض کیا تھا کہ قصد امور قلبیہ

سے ہے یہ آپ کے سوال کا اجمالی جواب تھا اور حاصل اس کا یہ تھا کہ آپ نے قصد احراق کا دعوے فرمایا اور جو روایت کہ آپ نے ذکر فرمائی اس کی یہ عبارت ہے۔

و ایم اللہ ماذاك بمانعي ان اجمع علیهم حطبا ثم اقوم الی باب بیوتهم فاحرقها علیهم بعد ان اضرم علیهم النار۔

اور اللہ کی قسم اگر یہ لوگ تیرے پاس مجتمع ہوئے تو یہ مجھ کو اس سے مانع نہ ہوگا کہ میں ان پر گھر جلانے کا حکم کروں۔

اور ان الفاظ سے قصد احراق ثابت نہیں ہوتا بلکہ محض تہدید بصراحۃ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرف میں ایسے کلمات ایسے مواقع میں محض تہدید کہتے ہیں تو دلیل مثبت مدعا نہیں ہوئی اور دعوے ثابت نہ ہوا۔ آپ نے بجز اس ایک روایت کے اور کوئی قرینہ بھی بیان نہ فرمایا تھا جو مثبت تصمیم عزم ہو پس ایسے پوچ استدلال کی بیخ کنی اور قطع عرق کے واسطے یہ ایک جملہ بھی کافی تھا بشرطیکہ فہم سے کام لیتے۔ چونکہ اب آپ اس کی تفصیل کے طالب ہیں اور یہ موقع بھی اس کی تفصیل کا ہے اس لئے ہم اس کی تفصیل کے لئے بھی حاضر ہیں لیجئے ذرا متوجہ ہو کر سنیئے۔ واقعان مناظرہ مذہبی فریقین پر مخفی نہیں ہے کہ حسب عادت قدیمہ خود کہ ہمیشہ مذہب میں نئے نئے تراش و خراش کرتے رہتے ہیں۔ شیعہ کے اس مسئلہ میں بھی رنگ برنگ کے اقوال رہے اول وقوع احراق کا دعوے ہوا چنانچہ علامہ طوسی نے تجرید میں اور ملا باقر مجلسی اور بعض متاخرین نے بھی کہا۔ اور بعض علماء جن میں سے ہمارے فاضل مجیب بھی ہیں جب اس دعوے کی غلطی پر متنبہ ہوئے تو اس دعوے کا انکار کیا اور قصد احراق کا دعوے کیا۔ پھر جب بعضے علماء کشاکشی ابحاث اہل سنت میں گرفتار ہوئے تو انھوں نے اس کو تہدید اور تخویف پر محمول فرمایا چونکہ وقوع احراق کی نسبت ہمارے فاضل مجیب کا دعوے نہیں بلکہ بعض علماء نے خود تکذیب فرمائی اس لئے ہم اس کی تردید کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اور ابطال دعوے قصد احراق کی طرف عنان توجہ منعطف کرتے ہیں پس واضح ہو کہ قصد احراق سے مراد تصمیم عزم احراق ہے کہ معاذ اللہ مقصود دل یہ تھا کہ خانہ اہلبیت کو جلا دیں اور جو تخویف و تہدید مدنظر نہیں تھی۔

شیعہ کے دعوے کے بطلان کی وجوہات

لیکن دعوے تصمیم عزم احراق بھی بوجوہ چند باطل ہے اول یہ کہ جو روایت کہ از راہ طعن سے اس مدعا کے ثبوت میں نقل کی ہے وہ ہرگز اس کو مثبت نہیں اور اس سے استدلال صحیح

نہیں کیونکہ اس میں احتمال مجرد تسدید تخویف کا ہے بلکہ غالب سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے تو استدلال تصمیم عزم احراق پر باطل ہوا، دوسری یہ کہ ان مقامات میں جو روایت المستقر بہا موجود ہیں قسم عدم نافیہ پر واقع ہے نہ احراق پر اور حاصل ترجمہ اس جملہ کا اس طرح ہے کہ خدا کی قسم یہ میرا مانع نہیں اب امر احراق سے۔ تو اس جگہ سے یہ بھی نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت فاروق نے فرمایا ہو کہ اگر مجتمع ہوتے تو میں گھر جلا دوں گا بلکہ یہ کہا ہے کہ اگر مجتمع ہوتے تو مجھ کو یہ امر احراق بہت سے مانع نہ ہوگا اور اس سے تصمیم عزم احراق پر استدلال کرنا سر سے جاتا رہے۔ تیسری یہ کہ جناب بیہقی نے بھی قصہ میں جس کی روایت ہم ابھی اوپر بیان کر آئے ہیں۔ پرنالہ گھومنے کے واسطے آپ تشریف لائے تو تکلم بوصف عادت شریفہ کے ہوئے آئے اور فرمایا لئن قلتھا لاحرقن علیک بیتک۔ غرض یہ کہ اس حدیث سے بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے گھر کے اندر ہونے پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اور اس حدیث کی جناب امیر نے قتل و قتال کا ارادہ فرمایا تھا کہ مسلسل سیوف تھا بکلم خدا اور سوں آپ پر ترحم تھا تو اگر اس کو بھی مجرد تخویف و تسدید پر محمول فرماتے ہوئے ہماری طرف سے بھی یہ ہی فرما دیں۔ اور اگر جناب امیر کی تصمیم عزم قتل و قتال سے قائل ہوتے ہیں تو آپ کی عصمت بلکہ عدالت و فضائل سے ابعد و اجنبی ہے۔ بیہقی قبر فاطمہ کی روایت ابن جوزی سے جو انہوں نے حسن البشر سے نقل کی ہے ہم بھی اس کو نقل کرتے ہیں

خلیفہ ثالث۔ غیر وفات حضرت زہرا سلام اللہ علیہا ہمکاں بزرع و ضاع انجراد صدیق متحقق تحریب نزد امیر المومنین حاضر شدہ شکایت شروع کرد و گفت دعلیک یا امیر المومنین فاطمہ ان قبلہا ست کہ در شب امکنت و روشن نمودی و بحسن تدبیر کردی کہ بابو بکر گفت کہ تراہ منبر پیغمبر چہ کار ست این ہمہ این کہ درست و عبارت حضرت امیر گفت اگر تو شرعی داری تصدیق خواہیم کرد گفت بلی پس در مسجد مستقر داخل شدہ و گفت کہ دو امر اول آن بود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در مرض موت سر بر زانوی من نہاد و بخفتہ بود و من حرکت نمی کردم تا بیدار شود و بعد از ساعتی بیدار شد و بمن التفات کرد و فرمود کہ جبرئیل مرا خبر داد کہ خدا ترا سلام می رساند و می گوید کہ ترا بر ما منتی عظیم ہست و بر دوستان ما و من ترا بر ما منتی عظیم ہست و بر دوستان ما و من ترا بر ما منتی عظیم ہست و بر دوستان ما و من ترا بر ما منتی عظیم ہست و بر دوستان ما و من

کہ بر این تقدیر سر عاروق را از دوش بر دارم بلکہ قبل از نیل مطلب دیرا زندہ نگذارم پس مہاجرین و انصار بہیئت مجموعی در اصلاح اعتماد نمودہ بر ارادہ عاروق تن در ندادند انتہی ملخصہ۔ قلت بہ کہ جناب قاضی باب خیبر قاتل قوم عاد۔ بعد احراق بیت اور استفاء محسن اور ضرب اسواط بضعۃ الرسول سنید کائنات اور انتہاب تہمت زنا کے وقت آپ ماموم بصبر و سکوت ہوں اور سل سیف کے مامور نہ ہوں اور نماز جنازہ کے واسطے بنش قبر پر مامور بجہاد ہوں ع۔ این خیالست و محالست و جنون۔ پس ظاہر ہے کہ یہ سب قصہ تمہید اور تراشیدہ ہے اور ہرگز آپ کا قصد مخالف وصیت قتل و قتال کا نہ ہوگا۔ چوتھی یہ کہ صاحب عماد الاسلام نے بھی اس کو بزد تخویف پر حمل کیا اور تحریر فرماتے ہیں چنانچہ عالم المتکلمین نے نقل فرمایا ہے۔

مقتضی۔ تلک مرویات معول علیہا
مع تجلہ قصد احراق بیت فاطمۃ حاشی
بان حطب وجعل علی۔ بیتہا لیحرقہ وقع
منہ ان حراق لفعل کان فرضنا مجیئہ
لتخویف۔

ان روایت کا مقتضی یہ ہے کہ عمدہ ہے
اپنے قرائن کے ساتھ بیت فاطمہ کے
احراق کا قصد کیا اور کہا کہ میں گھر کے
یہ معنی کہ ان سے احراق واقع ہوا بیشک
اس کی اصل صرف تخویف ہوگی۔

پس جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرما لیا کہ فاروق کا یہ فعل محض لغرض تخویف متحقق آپ کا کہنا کہ ان کی یہ تمام تکذیب ہے ہیں معین احراق کی پانچوں حسب تصریح خاص متکلمین در ازالۃ المخفا کلام ابو حسن قدوری و نقیب نقیبین سے ہوا ہے کہ قول اس کے شروع میں عمر و مہاجرین و انصار کے ظاہری زہد و ورع اور عدل و دیانت اور دنیا سے نفرت کلی کی وجہ سے ان کی حقیت خلافت کے معتقد ہوئے تھے اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ یہ گمان جاسم ہو گیا اور ظاہر ہے کہ ضعفاء کو بھی ان امر کا پاس ہوگا اور خیال کرتے ہوں گے کہ ایسا کوئی فعل ہم سے صادر نہ ہو جو باعث سوء ظن ہو بلکہ جہاں تک ہو سکے لوگوں کو حسن ظن اور خلوص عقیدت کے دام میں پھنسا دیں تو ایسی حالت میں عین خصوص قریب زمانہ وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوات کے کیونکر ممکن ہے کہ احراق بالقصد احراق اہلبیت کیا ہو اور اگر بالفرض ان سے یہ فعل صادر ہوا ہو تو آپ کے ادعا و اخبار کا زمانہ محض کذب ہوگا۔ چنانچہ خود آپ نے کہا ہے کہ خود عاصم شیرویہ سے جو زمانہ سے متاخر ہے بالفرض تسلیم کر لیا جائے میں نے اس کی جس کا مضمون یہ ہے کہ میرے والد نے کہا کہ میرے والد نے کہا کہ میرے والد نے کہا کہ میرے والد نے کہا کہ

از شنیدن این قول متغیر شدند و انکار شدید کردند خلیفہ ثانی گفت شما گمان مبرید کہ من چنین خواہم گفت و حالانکہ مقصود من تہدید بود نہ چیز دیگر پس جناب مرتضوی بواسطہ شخص پیام بسوی عمر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ منزوی شدہ ام و مشغول بتالیف گردیدہ ام و بر زبانم سوگند جاری شدہ کہ تا ازین امر فارغ نشوم از خانہ پای خود بیرون نگذارم و با مور دیگر نہ پردازم قطع نظر این ہست کہ فاروق نے اس کی نسبت یہ فرمایا کہ میرا یہ قول مجرد تہدید ہی کی غرض سے تھا جس پر صحابہ ساکت ہو گئے اس روایت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے بمجرد اس قول خواہ سوخت سننے کے انکار شدید کیا اور موافقت فاروق کی نہیں کی بلکہ الٹے برہم ہو گئے تو یہ نہایت ممکن ہے کہ ان صحابہ نے جو بمجرد اس قول کے متغیر ہو گئے تھے اور انکار شدید کیا تھا گھر جلانے کے واسطے سامان احراق جمع کرنے دیا ہو اور عقل سرسری بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ وہ بساط جو حضرات شیخین دشمنان خلفاء کی طرف منسوب فرماتے ہیں مثل مضرب دشمنان سیدہ و اسقاط محسن و تہمت فاحشہ وغیرہ خرافات کو ایسے صحابہ جان نثاروں نے بلا رد و انکار منظور کیا ہو گا ساتویں علی بن ابراہیم قمی اسناد کلینی کی تفسیر میں مروی ہے

حدثنی ابی عن حسنان بن یحییٰ عن ابی الجارود عن سلیمان بن مہران عن مالک بن حمزۃ عن ابی جعفر رضی اللہ قال لما نزلت ہذہ الآیۃ یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترد امتی یوم القیامۃ علی خمس رایات فرایۃ مع عجل ہذہ الامۃ اسألہم ما فعلتم بالثقلین من بعدی فیقولون اما الاکبر فخرقناہ و خالفناہ و اما الاصغر فعادیناہ و ابغضناہ فظلمناہ فتقول ردوا ہؤلاء مظلمین مسودۃ وجوہہم و ترد رایۃ مع عجل ہذہ الامۃ فاقول لہم ما فعلتم بالثقلین من بعدی فیقولون اما الاکبر فحرقناہ و مزقناہ و خالفناہ و اما الاصغر فعادیناہ و قتلناہ و تناولناہ فاقول ردوا ہؤلاء مظلمین مسودۃ وجوہہم و ترد رایۃ ذی الثدیۃ مع اول الخوارج و آخرہم فاسألہم ما فعلتم بالثقلین من بعدی فیقولون اما الاکبر فخرقناہ و مزقناہ و اما الاصغر فقتلناہ و قاتلناہ فاقول ردوا ہؤلاء مظلمین مسودۃ وجوہہم و ترد رایۃ مع امام المتقین و سید المرسلین و قائد الغر المحجلین وصی رسول رب العالمین فاقول ما ذا فعلتم بالثقلین من بعدی فیقولون اما الاکبر فاتبعناہ و اطعناہ و اما الاصغر فاحییناہ و انصرناہ و آزرناہ و نصرناہ و حق صدیق فیہم دعاؤنا فاقول ردوا ہؤلاء مرویین مبیضۃ وجوہہم و ترد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ فاتی فوالذی نفسی بیدہ لتردن علیہا خاتمون منکم الف الف حتی لقد عن لی بعیر الصافی

ابو جعفر سے روایت ہے کہ جب یہ آیت یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میری امت میرے پاس پانچ جھنڈوں سے کر آئیں گے۔ ایک جھنڈا اس امت کے بچھڑے کے ساتھ ہو گا میں ان سے پوچھوں گا کہ تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے کہ بڑے کو ہم نے پھاڑا اور اس کو پس پشت ڈال دیا اور چھوٹے کے ساتھ ہم نے دشمنی کی اور اس سے لڑے اور قتل کیا میں کہوں گا پیاسے جاؤ آگ میں تمہارے کالے منہ پھر ایک جھنڈا اس امت کے سامری کے ساتھ میرے پاس آئے گا میں کہوں گا کہ تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہیں گے بڑے کو تو ہم نے چھوڑ دیا اور چھوٹے کے ساتھ ہم نے دھوکہ دیا اور مکر برتے ضائع کیا میں کہوں گا جاؤ پیاسے آگ میں تمہارے مکر کالے چہرے والا بچھڑا خوار ج کے ساتھ میرے پاس آئے گا میں پوچھوں گا تو نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہیں گے بڑے کو تو ہم نے پھاڑا اور اس سے لڑے اور اس کو قتل کیا میں کہوں گا جاؤ پیاسے آگ میں تمہارے کالے منہ پھر ایک جھنڈا پرہیزگاروں کی امام رسولوں کی سردار روشن پیشانی اور اجلے پاؤں والوں کی سرگروہ رسول اللہ کے وصی کے ساتھ میرے پاس آئے گا میں کہوں گا تو نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہیں گے بڑے کی پیروی کی اور وہ عزت کی اور چھوٹے کے ساتھ محبت و مودت کی اور مدد و معاونت کی یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے مومن بھی میرے پاس کوثر پر آئیں گے جنت میں پہنچ جائیں گے میں کہوں گا جہنم میں چلے جاؤ پیاسے تمہارے وضو میں سے کچھ حصہ نہ بچا کسی سفید داغ والے منہ پر اور کسی سفید داغ والے ہاتھ پر سے پھر میں دیکھوں گا کہ ثقلین کے ساتھ تم نے کیا کیا وہ کہیں گے بڑے کو ہم نے چھوڑا اور اس سے

بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے بڑے کو ہم نے چھوڑا اور اس کی مخالفت کی اور چھوٹے کے ساتھ دشمنی کی اور اس سے لڑے اور قتل کیا میں کہوں گا پیاسے جاؤ آگ میں تمہارے کالے منہ پھر ایک جھنڈا اس امت کے سامری کے ساتھ میرے پاس آئے گا میں کہوں گا کہ تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہیں گے بڑے کو تو ہم نے چھوڑ دیا اور چھوٹے کے ساتھ ہم نے دھوکہ کیا اور مکر برتے ضائع کیا میں کہوں گا جاؤ پیاسے آگ میں تمہارے مکر کالے چہرے والا بچھڑا خوارج کے ساتھ میرے پاس آئے گا میں پوچھوں گا تو نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہیں گے بڑے کو تو ہم نے پھاڑا اور اس سے لڑے اور اس کو قتل کیا میں کہوں گا جاؤ پیاسے آگ میں تمہارے کالے منہ پھر ایک جھنڈا پرہیزگاروں کی امام رسولوں کی سردار روشن پیشانی اور اجلے پاؤں والوں کی سرگروہ رسول اللہ کے وصی کے ساتھ میرے پاس آئے گا میں کہوں گا تو نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہیں گے بڑے کی پیروی کی اور وہ عزت کی اور چھوٹے کے ساتھ محبت و مودت کی اور مدد و معاونت کی یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے مومن بھی میرے پاس کوثر پر آئیں گے جنت میں پہنچ جائیں گے میں کہوں گا جہنم میں چلے جاؤ پیاسے تمہارے وضو میں سے کچھ حصہ نہ بچا کسی سفید داغ والے منہ پر اور کسی سفید داغ والے ہاتھ پر سے پھر میں دیکھوں گا کہ ثقلین کے ساتھ تم نے کیا کیا وہ کہیں گے

اہل عقل وانصاف اس روایت کو ملاحظہ فرمائیں اور مدعیان تشیع کے دلاوری محبت میں صدق کو ملاحظہ کریں کہ میدان محشر میں بھی رسول خدا کے سامنے جھوٹ بولنے سے نہ چوکے اور اگر احراق بیت کا قصد یا قصد احراق کا معاملہ صحیح ہے اور علاوہ اس کے دوسری تہمتیں جو خلفاء وصحابہ کے ذمہ لگاتے ہیں تو کیا یہ قول واما الذین ضربناھم وآلمناھم ضرباً وایلاماً صحیح اور مطابق واقع کے ہو سکتا ہے۔ کیا یہ ہی موازرت اور نصرت تھی کہ یہ گھر جلانے کا ارادہ کریں ہیزم وغیرہ دروازہ پر جمع کریں اور ضرب تازیانہ یا کہ یا دنبالہ شمشیر یا کارد سی علی اختلاف الروایات ہم استقاط محسن کرادیں بلکہ قتل دو معصومین کا کریں اور علی رؤس الاشہاد انتہام فاحشہ کا نسبت بہ شمنان بکسیدہ کریں اور یہ مدعین نصرت وموالات چپکے بیٹھے دیکھیں اور دم نہ ماریں اور سانس نہ نکالیں اور یہ سوال کچھ خاص شیعیان پاک ہی سے نہیں کیا جائے گا بلکہ خود جناب جو صاحب ذات ہیں وہ بھی اس میں شامل ہوں گے اور خود حضرت امیر بھی جواب دہ ہوں گے تو یہ کذب اصول شیعہ جناب امیر کی طرف بھی منسوب ہوگا اور سوال وارد ہوگا کہ اتباع واطاعت قرآن کی اور محبت وموالات اہل بیت سرور انام کی یہ ہی ہے کہ جس وقت عمر فاروق نے گھر جلایا یا جلانے کا سامان مہیا کیا چون وچرا نہ کی، اور باوجود اس شجاعت کے جس کا بیان خارج امکان ہے بمقابلہ اہلبیت کی اہانت کرنے والوں کے کچھ نہ ہوا پس اس سے زیادہ عداوت ودشمنی اہل بیت کے ساتھ اور کیا ہو سکتی ہے لیکن حیرت وتعجب کا مقام ہے کہ جب حضرت سرور کائنات نے تمام وقائع آیندہ بیان فرما دیئے تھے اور تمام حالات واقعہ وحوادث ووداہی کی خبر دے دی تھی اور فرما دیا تھا کہ صبر وسکوت کرنا اور ہرگز چون وچرا نہ کرنا۔ پس اس سوال کے کیا معنے کہ تم نے تغلبین کے ساتھ کیا کیا۔ اور کسی منہ سے یہ سوال صحیح ہو بھی تو یہ جواب لغو سے جواب صحیح یہ ہے کہ ہم نے آپ کے ارشاد کے موافق صبر وسکوت کیا چون وچرا نہ کی ظلم وستم ہوا کئے کبھی دم نہ مارا نعوذ باللہ تغلبین العیاذ باللہ خراب وخوار ہوتے سر نہ ہلایا ہر گز یہ سوال وجواب معصومین غلط ہوا یا صحیح تم کو کچھ بحث نہیں ہمارا مدعا جو کچھ ہے وہ اس سے ثابت ہے مگر اس قدر گذارش اور باقی ہے کہ تغلیب صاف کی دوسری روایت جو اس روایت سے کچھ اوپر مذکور ہے اس امر کو مقتضی ہے کہ ظلم پر سکوت کرنے والے بھی ظالموں کے ساتھ گرفتار عذاب ہوتے ہیں۔

قال ابو جعفر وروحی انا ذا شعیب	ابو جعفر نے کہا کہ شعیب میں کی طرف خدا نے وحی
اعنی انی معذب من قومی مائتان	کی کہ میں اپنی قوم کے سو میں سے ایک لاکھ

واربعین الفا من شرارھم واربعین	چالیس ہزار کو عذاب کروں گا اور بھلوں میں سے ساٹھ
الفا من خیارھم فقال یا رب ھؤلاء	ہزار کو سزا دی کیا اے پروردگار یہ تو بدمعاشوں کا
الاشرار فما بال الاخیار فاوحی اللہ عزوجل	کیا حال ہے۔ اللہ نے اس کی طرف وحی کی کہ انہوں نے
الیہ انہم داھنوا اھل المعاصی ولم یغضبوا	گناہگاروں کے ساتھ مداہنت کی اور میرے غضب
لغضبی۔	کے سبب وہ غضبناک نہ ہوئے۔

تو اس سے ان کا حال قیاس کرنا چاہیئے۔ جنہوں نے ایسے سخت ظلموں پر سکوت کیا اور مداہنت کی اور غضب ناک نہ ہوتے حالانکہ ان کے ادنیٰ چین برجبین ہونے میں کام نکلتا تھا کہ ان کا کیا حال ہوگا شاید اصول شیعہ پر موافق اس روایت کے مدلول کے وہ خیار بھی ان اشرار کے ساتھ معذب ہوں گے بیت۔

شاور کو از رقیبان دامن کشان گذشتی	گر مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

آٹھویں خود علامہ کنتوری نے بجواب حضرت خاتم المحدثین کہ حضرت فاروق کے اس قول کا مجرد تخویف پر محمول ہونا تسلیم کر لیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ امام۔ پنج گفتہ اگر مراد ایشان از قصد تخویف دتہدید زبانیست گفتہ اینکہ من خواہم سوختہ الخ پس ما میگوئیم کہ فی الواقع مراد علماء شیعہ از قصد احراق بیت نبوت کہ بروایات اہلسنت ثابت میکنند ہمیں ست واگر این قول او بر قصد او دلالت نکند لازم آید کہ در قول خود کاذب بودہ باشد، اور اگر ہمارے فاضل مجیب کو یہ خیال ہو کہ آخر عبارت کنتوری کی اور یہ عبارت سابقہ صریح دلالت کرتی ہے کہ وہ درپے اثبات قصد تحریق کے ہیں سو اس تناقض کے دفع کا آپ ہی فکر فرمائیں، جواب آپ کے منتج صاحب کی عبارت میں واقع ہے کہیں ہی اثبات قصد احراق ہیں اور کہیں مجرد تخویف پر محمول ہونا تسلیم فرماتے ہیں، اور عجب نہیں کہ مقتضا اس کا یہ ہو کہ حضرت منتج صاحب کو درمیان قصد تحریق اور قصد تخویف کی تمیز نہ ہوئی ہو گی کہیں کی دیر سے یہ التباس واختلاط کلام میں واقع ہوا۔

قول: معلوم نہیں کہ قصد کرا مور تغلیبہ کہنے سے آپ کا کیا مطلب ہے بظاہر تو وہی مطلب ہوگا کہ جواب کے طور پر محدثین نے تحفہ میں فرمایا ہے قصد امور تغلیبہ سے بے شک سے مگر جب کہ اسباب وسامان قصد کے ظاہر ہوں تو بے شک کہہ سکتے ہیں کہ اس کام کے لئے یہ ارادہ ہے۔

قصد ایقاع فعل اور صرف تہدید و تخویف میں باعتبار ظاہر کچھ فرق نہیں

کیونکہ آپ کو یاد تھا کہ حضرت ذوالنون مبارک صاحبزادہ کو جو سزا دیتے تھے تو ایسی حالت میں کہ ہم بالجزم مار نے کا کیوں کر کر سکتے تھے، علاوہ ازیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلفین جماعت کے لئے وعید احراق فرمایا جو متعلق علیہ قریقین ہے اور یقیناً وہ معمول اور پر مشتد ید و تخویف کے ہے کیونکہ کوئی شخص علماء میں سے تارک جماعت کے لئے وجوب احراق کا قائل نہیں ہوا اور اگر وجوہ روایت میں شک و شبہ ہو تو اپنے مجتہد سابق کی اتباع مثل مولانا حسین علی صاحب فرمایئے

قولہ: پس ہو سکتا ہے کہ بخاری نے قصہ یزید کی موجودگی میں احراق مثل تحریش و تہدید وغیرہا سمجھ لیا ہو جیسا کہ کتب معتبرہ سے ثابت ہے تو اب اس میں کیا خلل رہا جواب: ہو سکتا ہے کہ جب کوئی شخص آگ لکڑی وغیرہ کسی مکان پر سے جلا دے اور اس کے مالک سے بالتہدید کہے کہ اس گھر کو جلا دوں گا، تو صدہا شہادت ہوگا کہ یہ شخص اس گھر کے جلانے کا قصد رکھتا ہے۔

احراق بیت کے لئے مثل ہیزم وغیرہ جمع کرنا غلط ہے اور ثبوت ایقاع فعل نہیں

اقول: (۱) اس میں بھی آپ ان امور کا ذکر فرماتے تو بجا ہوتا کہ ہاں جواب دینا ہوگا کہ ان امور کا قصد رہا ہو تحریر سے ہے مگر واضح ہوتا اور جب آپ نے یہ امور اس وقت ذکر نہ فرمائے تھے اور صرف روایت ابن ابی شیبہ پر تکیہ فرمایا تھا اور یہ بھی بتصلہ عدم مذکوری وغیرہ فرمایا ہے تو پھر ہمارا جواب کیوں نہ صحیح ہوا جو ہم نے ان امور کا ذکر وغیرہ کا کیا ہے اور اس کا ثبوت کیوں نہ ہوا، آپ کے ذمہ تھا کہ ان امور کے ثبوت تک جواب اعراض فرماتے، تعجب ہے کہ مستدل فرمایا اور ثبوت سے اپنے اس دعوے کے ثبوت تک ذکر نہ کیا، بھلا اگر یہ امور اگ لگانے وغیرہ کے ثبوت سے ہوتے تو آپ نے کس وجہ سے ذکر نہ کئے، کیوں نہ ذکر کئے کیوں نہ ثبوت دیا، آپ نے ان امور کے ثبوت میں کوئی روایت ذکر نہیں کی، ہاں ایک روایت ابن ابی شیبہ کی ذکر کی ہے جس میں ان امور کا ذکر نہیں ہے اور اس سے آپ نے ان امور کا ثبوت نہیں لیا ہے اور نہ لے سکتے ہیں، پھر آپ کا یہ کہنا کہ ان امور کا ثبوت ہے، کیا معنی رکھتا ہے، ہم نے تو ان امور کا ثبوت نہیں پایا ہے، اگر آپ نے پایا ہے تو ثبوت دیجئے، ہم تو ثبوت کے طالب ہیں، آپ کا یہ کہنا کہ ان امور کا ثبوت ہے، ہم کو ثبوت نہیں دیتا ہ

پاس مجتمع ہوئی تو یہ مجھ کو امر باالحرق سے مانع نہ ہوگی۔ پس اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں نہ احراق پر قسم ہے نہ قصد احراق ہے۔ اور اگر کسی روایت میں احراق ہی پر قسم مروی ہو اگرچہ ہم کو بالفعل اس سے کچھ بحث نہیں کیونکہ گفتگو اس میں ہے جو روایت فاضل مجیب نے اپنے استدلال میں تحریر فرمائی ہے تمام ہمارے مدعا کے مخالف نہیں کیونکہ ہم کہہ چکے ہیں کہ تہدیدات بلحاظ قصد کی نسبت زیادہ پختگی اور جد کے ساتھ ظاہر کی جاتی ہیں، اور اگر قسم کے ذکر سے ایما یہ ہے کہ درصورت عدم قصد کے کذب لازم آوے۔ چنانچہ آپ کے حضرت کنتوری نے بھی غالباً یہ فرما کر اپنا تبحر علمی ظاہر فرمایا پس ہم کہتے ہیں کہ اول لفظاً یہ اخبار ہو لیکن حقیقتاً اخبار نہیں بلکہ انشاء تہدید و تخویف مقصود ہے تو اس کو صدق اور کذب سے کچھ علاقہ ہی نہیں۔ کیونکہ وہ حکایت نہ اس کے لئے کوئی محکی عنہ نہ اس کو تطابق و عدم تطابق سے کچھ واسطہ تو اس کو اول اپنی خوش فہمی سے خبر تسلیم کر لیا، پھر آپ ہی اس پر اعتراض کر دیا اور یہ صریح بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ کذب ہو تو وہ قسمیں جو ہم جناب امیر کی اوپر بیان کر چکے ہیں اور وہ تہدیدات جو امیر نے فرمائی ہیں بلکہ وہ تہدید جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعہ کے بارہ میں فرمائی ہیں وہ سب کذب ہوں گی پس جو ان کا جواب آپ دیویں وہی جواب آپ اور آپ کے علامہ کنتوری اس کی طرف سے قبول فرماویں۔

قولہ: یہ جو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائے گا یہاں کہ محل اجمال ہے اسی قدر کافی ہے اس سے سخت حیرت ہے کہ آپ نے اجمالی بھی کون سا جواب دیا جس کو کافی سمجھتے ہیں اور موقع کون سا ہوگا سوال تو اب کیا جاتا ہے آپ اس کے جواب تحقیقی کا موقع نہیں سمجھتے اور صرف اس قدر لکھ کر کہ جو امور قلبیہ سے ہے شاید اس کو اجمالی جواب تصور فرمانے میں بخدا اللہ جواب دہی اسی کو کہتے ہیں۔

شیعہ کی بدفہمی

اقول: منشاء اس حیرت کا یہ ہے کہ آپ نے اپنی فہم سے کام نہیں لیا اگر لے لیتے تو یہ حیرت نہ فرماتے بظاہر ایک چھوٹا سا لفظ دیکھ کر خیال کر لیا کہ یہ کیا جواب ہو سکتا ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ ایک لفظ بہت مشاہیر منصفین کا اجمال ہو سکتا ہے یہ لفظ بظاہر گو چھوٹا سا تھا لیکن اگر آپ تامل فرماتے تو آپ کے استدلال کے واسطے کافی تھا چنانچہ بجواب

اس کے آخر آپ کو جدید دعوے کی ضرورت پڑی اور آپ نے فراہمی سامان مثل آتش و ہیزم وغیرہ کا دعوے کیا اور اس کے اثبات سے پہلوتہی کیا اگر وہ جواب ایسا ہی ناکافی تھا تو اس کے لئے اس جدید دعوے کی کیا ضرورت تھی۔ باقی رہا اجمال سو اجمال کا بھی وہ مقام تھا کہ اول آپ سے آپ کے دعووں کی نسبت جواب طلب تھا اور وہ تفصیل کا موقع نہ تھا اب آپ نے بھی اپنے دعاوی کو بزعم خود بدلائل ثابت کیا تو اب ہمارے لئے بھی تفصیل کا موقع آیا اگرچہ بتحریر طویل ہو گئی تھی مگر تفصیل کا کچھ اندیشہ نہ کیا اور مفصلاً اس کا جواب خدمت میں پیش کر دیا سو اس تفصیل سے آپ اس اجمال کو سمجھ لیجئے گا آپ کی حیرت انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائے گی۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ یہ جواب محل اجمال میں کافی ہے۔

قال الله فضل المجیب: اقول: اور جو صاحب ہدایۃ الشیعہ سمر اللہ تعالیٰ داود برکاتہ کی نسبت تعصب و مخالفت روایات بخاری و مسلم کا ذکر فرمایا ہے سو اس کی نسبت اس قدر گذارش ہے کہ کاش مخالف کو اگر نظر انصاف سے نہیں دیکھا جاتا تو کم از کم کتنی ہی حق کیوں نہ ہو تاہم تعصب محض و عمل ہی نظر آیا کرتی ہے۔ اقول: میں نے صاحب ہدایۃ الشیعہ کی نسبت یہ لکھا تھا اس میں ہدایۃ الشیعہ لکھا ہے شاید الف لفظی سے رہ گیا ہو اور قرینہ بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کی نسبت تعرضہ دوام بر کاتہ تو لکھا ہے حضرت مجیب کی قرض بھی صاحب ہدایۃ الشیعہ سے ہی ہے کیونکہ سنا ہے ہدایۃ الشیعہ والے تو انتقال فرما گئے اور یہ حضرت زندہ و سلامت ہیں خیر ان میں سے کوئی صاحب ہوں ہر دو صاحب کی نسبت یہ اعتراض ہے ہدایۃ الشیعہ والے کی علاوہ وکالت تو تحقق الشرط ہے اس کے جواب میں درج ہیں اگر چاہیں تو حضرت مجیب محفوظ فرمائیں اور ہدایۃ الشیعہ والے حضرت کی اگر ایسی باتیں لکھی جائیں کہ جن کو یہ تحریر بجائے خود اس کا جواب ہو جائے مگر حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل میں کچھ گذارش ہوتا ہے۔

یقول العبد الفقیر ای مؤلفہ عفی: چونکہ اس قول میں کوئی مرتجا جواب نہیں اس لئے اس کے جواب میں کچھ نہیں تحریر ہوتا ہے۔

قال الفاضل المجیب: اقول: کلام مخالف کو اور یہ فرمانا نفس امر میں بجا و درست ہے مگر اس موقع پر یہ ارشاد بجائے خود نہیں ملاحظہ میں مناسب ہے کہ جب تعصب اور اپنے مذہب کی پاسداری پر غالب ہوتی ہے تو کون سی کتاب معتبرہ و مسلمہ ہے کہ جس کی نسبت یہ نہ کہا گیا ہو کہ اس میں بھی کیوں نہ مذکور ہو تو اگر بھی اپنے مذہب کے مخالف پاتا ہے تو صاف انکار کر جاتا ہے یہ کیسی کون سی روایت کتاب ہے کہ اس

کے مذہب کے مطابق ہو

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی بے شک اس کتاب میں بندہ کا اس مرکو حق کہنا بجائے خود اچھا تھا مگر جو بندہ کو کہنا چاہیئے تھا وہ بندہ نے نہیں دیکھا اور جو ہونے والی تحریر ہے اس کے جواب کو شایان تھا وہ آپ نے تحریر فرمایا

قال الاضاعف المجیب اولا اگر اس باب میں کچھ لکھا ہے تو ان امور کو تحریر فرمایا کہ جو مولانا مرحوم کے تحریر کے پاس ہیں اور قدرت خداوندی کا تو آپ بھی قائل ہے اور ہم بھی قائل مگر آپ کو وہم پڑا ہے تو جواب تو دیا جب کہ سمجھ سکے مگر شائد تمہیں میں صرف ایک ہی مرتبہ سمجھ لینے میں زیادت خداوندی کے مانعے کے مستلزم ہے

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ہمیں کہنے کی ضرورت نہیں

قول اگر قدرت خداوندی کا کار حق کو چھپا نہیں

قول آپ کا یہ فرمودہ جس پر ہوسکے مذہب جناب قدرت خداوندی کا ہوں کہ ہے

قول کو چھپا دینے سے مگر میں نے تحریر میں قول مطلق آپ کا اس وقت تک چھپا ہوا ہے قول مطلق کو ظاہر کرنے والا جو شیعہ ہو اور جو بات میں نے اپنی طرف سے نہیں لکھی ہے اور آپ کے قول کو چھپا دینے کا الزام مجھ پر ہے کہ یہ خلاف ہو شیعہ میں خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے منکر ہوتے ہیں تو پھر آپ یہ فرمائیں کہ قدرت خداوندی کا کار حق کو چھپا نہیں ہوتا تب آپ نے اوپر یہ فرمایا تھا شاید

اور اوپر جو شیعہ میں سے کچھ ان صفت خدا تعالیٰ میں ہوا ہے ہیں ان کا قول ان کا

قول اور جو یہ صفت تجرب قدرت خداوندی کو چھپا دینے کے مرادف ہے کہ ہم اس

قول اور جو یہ پہلی تحریر میں اپنی صفت [illegible]

قول اور جو یہ [illegible]

قول اور [illegible]

فرماتے ہیں اور سقیفہ انصار اس بات پر مجتمع ہوئے تھے کہ ایک امیر انصار میں ہو اور ایک مہاجرین میں سے اور حدیث ائمہ من قریش کا ان کو کچھ خیال نہیں رہا تھا کیونکہ وہ معصوم نہیں تھے کہ ایسی باتوں پر ہو سکے اور فی الحقیقت سوائے معصوم کے اور بھی مامون نہیں اور عالم کا ان ہونا کون ہی ان کو نہ تھا کہ عیب کیا جاوے کہ یہ مسئلہ ان کو معلوم کیوں نہ تھا اگر معلوم بھی نہ ہو تو بھی کچھ حرج نہیں جب شیخین اول تشریف لے گئے اور اس حدیث کو پیش کیا اس سے ان کا دعویٰ ثابت ہو گیا اور اب نئے ہونے کی کیا حاجت ہے اگر آپ کہیں کہ ہمارا مدعا تو یہ ہے کہ آپ اس حدیث کو بنا اس کی روایت کے کلام کرتے ہیں فرمایئے ہم بھی آپ کی قدرت خداوندی کے قائل ہوں گے مگر نظر نہیں

جدید اشیعہ مجیب کے اعتراض کا جواب

اقول ان [illegible] صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے وہ تو بعد کی بات ہے جو آپ نے فرمایا ہے کہ ہم نے یہ شیعہ اور یہ شیعہ سے سنا ہے یہ اعتراض نہیں ہوتا ہے آپ صاحب جس کو اعتراض جانتے ہیں وہ اعتراض نہیں ہوتا ہے آپ نے قدرت خداوندی کے منکر ہونے کے مستلزم ہونے کی جو علت پہلے تحریر فرمائی ہے اس میں اور اس میں وہ بات ہے جو آپ نے [illegible] اس کے بعد آپ نے جو [illegible] اور اس میں [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

دو مقدمات مراد ہیں یا تمام حاضرین سقیفہ مراد ہیں یا تمام حاضرین انصار سقیفہ مراد ہیں سیاق عبارت
ان محتملات میں سے کون سے احتمال کے تعین کرتا ہے پھر اگر کوئی شخص بھی آپ کو یہ کہے کہ اس
عبارت سے احتمال اول یا ثانی مفہوم ہوتا ہے تو آپ ہم سے درشت و گریبان ہوں۔ یونہی خوش فہمی
سے اپنے آپ خلاف سیاق ایک محمل اپنے ذہن میں متعین کر لیا اور اس پر اعتراض کر دیا فہم و فراست
دین و دیانت اسی کا نام ہے جناب من سوق عبارت صریح دال ہے کہ جو لوگ ہر سر مخالفت تھے
انھوں نے حدیث الائمہ من قریش سن کر مخالفت کو ترک کیا اور سب نے بیعت کرنی یا غایت
سے غایت یہ مراد ہو سکتی ہے کہ تمام حاضرین سقیفہ نے بیعت کی کوئی مخالفین نے اپنی مخالفت سے
دست بردار ہو کر بیعت کی تو جب انھوں نے بیعت کرنی تو ہم افضلین میں کسی قسم سے نہ تھی
تھی ہی نہیں انھوں نے بادنی بیعت کی ہوگی وہیں اور جانشاد اس بات سے بیعت کرنا انصار
صحابہ کو معلوم ہوتا ہے یا کوئی دلیل سنت سے اس امر کا قائل ہو کر سقیفہ میں تادیر بیعت کی
تھی ہیں محض حضرت کی خوش فہمی تھی کہ جو وقت اعتراض کے اس عبارت پر ہوتے اور نظیر اس
گلہ کی ہے جو اپنی زبان سے مذہبی پیشوا تعصب کے بابت فرمایا تھا رہا یہ سوال کہ سب پر بیعت
عام نہیں ہوئی تھی تو اس بیعت سے متحقق خلافت کیوں کر ہو سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ
بیعت عام نہیں ہوئی تھی یعنی حضرت صدیق کے حقیقی و محقق خلافت کے قائل تھے۔ اگرچہ
بیعت واقع نہیں ہوئی لیکن جب کسی کو مستحق میں تردد و تعاقد ان کا سکوت بمنزلہ بیعت
قبول کے ہو گیا چنانچہ جب بعد ان کے بیعت عام واقع ہوئی تو سب نے بطوع رغبت بیعت کی
چنانچہ ہم اس مضمون کو مفصل بحث گذشتہ میں تحقیق تمام بیان کر آئے ہیں مجملاً اس جگہ تو
فیصلہ خود جناب متکلم کشا ہی فرما گئے ورنہ ہم کو اس خلافت کے ثبوت میں جو حل اعتقاد کا ہو
کچھ ضرور نہیں چنانچہ بخ بخ اسی عبارت کے موقع متعلقہ میں مذکور ہے اور اس کو بھی ہم سابق میں
مفصل بیان کر آئے ہیں تو اس سے ثابت ہو کر جب بعض ان صحابہ نے بیعت کرنی خلافت
منعقد ہو گئی اور حاضر و غائب پر ہو گئی پھر جو اس سے پھرے وہ جناب امیر علیہ السلام
سے منحرف ہوا اور مستوجب انتقام اور مستحق دخول جہنم ہوا ہے اب یہ سوال کہ بیعت کرنا خلافت
کے واسطے کافی ہو دوسری بیعت کی کیا ضرورت تو اس کا جواب ہم نے ابھی دیا ہے
پھر ہر عاقل کو آسان ہے کہ تعین صحابہ میں جو اشخاص مستحقین ہیں ان کی

مواقع میں جہاں حقیقت متعذرہ ہو کلام مجاز پر محمول ہوتی ہے من غیر نکیر اس جگہ ایک روایت
گذارش ہے مفسر صافی نے قمی استاد ابو جعفر کلینی سے نقل کی ہے۔

عن ابی جعفر قال قال امیر المؤمنین
بعد وفات رسول اللہ فی المسجد
والناس مجتمعون بصوت عال ایہا الناس
کنا نقرأ علی عہد رسول اللہ ہذا
اما بعد فقال قال لہ ابن عباس یا
ابا الحسن لو قلت ساعلمت قال قرأت
شیئا من القرآن قال لقد علمت ما
قال نعم ان اللہ یقول فی کتابہ وما
اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ
فانتہوا فلشہد علی رسول اللہ بما سخالف
ابا بکر قال ما سمعت رسول اللہ یقول ذلک
ایک قال فلہذا بالغیظ قال اجتمع الناس
علی ابی بکر فکنت منہم قال امیر المؤمنین
کما اجتمع اہل العجل علی عجلہم فلما فاتنی
مثلکم کنتم ایای اشد قتالا فلما صالحت
ما صالحہ اللہ ورسولہ رجعوا
کما رجعت کواکب اذا خسف بہا

ابو جعفر سے مروی ہے کہ امیر المومنین نے بعد وفات
رسول اللہ کے مسجد میں جب کہ لوگ مجتمع تھے بلند
آواز سے پڑھا جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے
روکا ان کے اعمال برباد کر دیے ابن عباس نے پوچھا
اے ابا الحسن جو کچھ تو نے پڑھا تھا کیوں پڑھا کہ
قرآن میں سے میں نے کچھ پڑھا تھا ابن عباس نے
کہا بالتحقیق کمی دیکھ سے تو آپ نے پڑھا تھا کہا ان
اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے رسول اللہ
جو کچھ تم کو دیں اس کو لو اور جس سے منع کریں اس سے منع
کیا اس سے ظاہر ہو کر جو کچھ کیا تو رسول اللہ پر شہادت
دیتا ہے کہ ابو بکر کو خلیفہ بنایا کہا رسول اللہ سے تو
میں نے کچھ آپ کی وصیت کے نہیں سنا کہا پھر کیونکر
تجھ سے بیعت نہ کی کہا کہ لوگ ابو بکر پر اکٹھے ہو گئے تھے
میں بھی ان میں تھا امیر المومنین نے فرمایا جیسے گوسالہ پرست
گوسالہ پر اکٹھے ہو گئے تھے پس تم فتنہ میں پڑے اور تم نے
مثل اس کے روشن کرنے والے کے ہیں جب اس نے اپنے
گرد آگ کو روشن کیا اللہ نے اس کا نور کھو دیا۔

اس روایت میں ابن عباس کے جواب میں یہ الفاظ ہیں قال اجتمع الناس علی
ابی بکر فکنت منہم اس میں نفع نظر اس سے کہ جمیع معروف باندر مفید علم کو ہوتی ہے
یا نہیں ہوتی سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض ناس مراد نہیں کیونکہ بعض آدمیوں کا
اجتماع خصوصاً ایک ایسے امر پر جو خلاف رسول کے ہو دلیل اس امر کی نہیں کہ ایک مومن کا ایمان
ان کا اتباع کرنے رسول کی مخالفت کرے یہ اس وقت متحقق موجب کہ جمیع افراد جنس ایک امر پر
مجتمع ہوں یا کم از کم اس مرتبہ میں ہو کہ باقی ہر اہلیت ان کے حکم میں عدم اور کالعدم کے ہوں

تو ایسی حالت میں بھی اطلاق کل پر کیا جا سکتا ہے اور اس کل کا تحقق بعض اکثریت کے ہو گا تو معلوم ہوا کہ ابن عباس نے اپنے جواب میں اجمع الناس سے جمیع ناس مراد لیے ہیں جن کا تحقق بعض اکثر ہے۔ علاوہ اس کے یہ اطلاق ایسا شائع ہے کہ اس کی صدہا نظیریں دستیاب ہو سکتی ہیں تیسری یہ کہ ہم نے مانا کہ اس عبارت کے اس جملہ میں لفظ (سب) سے تمام صحابہ ہی مراد ہیں تاہم ہم کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے اس عبارت کو ہرگز تعارض نہیں کیونکہ آپ نے رسائل منطق میں دیکھا ہو گا کہ تحقق تناقض کے لئے متحد وحدات کے ایک اتحاد زمانہ کے بھی شرط ہے اگر دو حکم باعتبار دو زمانہ مختلفہ کے متعارض ہوں گے تو ان میں کوئی عاقل تعارض و تناقض نہیں کہے گا پس ہم کہتے ہیں کہ عبارت ہدایۃ الشیعہ میں یہ مراد ہے کہ سب نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی جو مذکور ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ انصار کا رفقاء وقت سب نے بیعت کر لی جو حاضرین تھے انھوں نے اسی وقت بیعت کر لی اور جو غائبین تھے انھوں نے پیچھے بیعت کر لی اس عبارت میں یہ کہاں مذکور ہے کہ سب حاضرین اور غائبین نے اسی وقت بیعت کر لی یہ ہرگز اس سے ثابت نہیں ہوتا اس کا حاصل بس اس قدر ہے کہ سب کی بیعت متحقق ہو گئی پس غلطی بیان سے واقع ہوئی کہ قید وقت کی اپنی طرف سے تراش کر اس میں بڑھا دی، تو اس صورت میں کچھ تعارض درمیان حدیث بخاری اور اس عبارت کے باقی نہ رہا جو تھی یہ کہ گمان ہے کہ عبارت ہدایۃ الشیعہ کا مدار ان روایات پر ہو جو وارد ہوئی ہیں کہ بیعت کا رصحابہ جو دو جھوں میں ان سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت خاصہ اور دوسرے مسجد نبوی کی بیعت عامہ واقع ہوئی تھی وارد ہوئی جس میں جناب امیر بھی شامل تھے اور چونکہ یہ بیعت ثانیہ ہو اسی روز دوسری دفعہ مسجد میں بیعت اولیٰ کے متصل واقع ہوئی تو گویا منزل اس کے اولیٰ کے گمان کا تحقق ایک ہی وقت میں واقع ہوا اور سب صحابہ نے گویا ایک ہی وقت میں بیعت کی تو اس صورت میں عبارت ہدایۃ الشیعہ کی اگرچہ معارض روایت بخاری کی ہو لیکن اور سری روایات صحیحہ کے جو مثبت واقع ہوئی ہیں موافق ہوئی اور معارضہ روایت بخاری سے اس وقت میں جب کہ ان روایات کے موافق سب چھ اعتراض نہیں ہو سکتا، نہ یہ کہ پھر یہ روایت معارض روایت بخاری کے ہوئی تو کچھ اشکال نہ رہا ان روایات کو جمع (وجہ تطبیق) کے گذشتہ بحاشیہ میں بیان کر چکے ہیں پانچویں عنایت اس لفظ سے جو ہدایۃ الشیعہ میں مذکور ہے کہ سب مسلمان مراد ہیں اور یہ بخاری کی روایت کے مخالف ہے لیکن جب آپ نے اکابر صحابہ کے بھی سب مسلمانوں کا بیعت کرنا ابوبکر کے ساتھ ہونا دیکھا جو دیگر آپ کے اصول مذہب اور نصوص روایات کے صریح مخالف ہے تو

پھر آپ ہدایۃ الشیعہ کے تخالف کو کس منہ سے کہہ سکتے ہیں، آیات بینات صفحہ ۸۴ پر لکھا ہے رہا یہ امر کہ سب مسلمانوں نے جو اس وقت تھے ابوبکر صدیق کی بیعت کی باقرار علماء شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے قول سے ظاہر ہے جو بحار الانوار کی مجلد ثانی میں منقول ہے اور جس کا ترجمہ مجتہد صاحب نے ان الفاظ کیا ہے جمیع مسلمان با ابوبکر بیعت کردند و انصار رضا و خوشنودی باد و سکون دلہائے ایشاں بسوی او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدلست کندہ و خارج از اسلام ست، پس جب آپ کے علماء کے باوجود مماثل ہونے مذہب کے سب مومنین کے بیعت کرنے کو تسلیم کر لیا تو اگر اہلسنت نے ایسا کیا تو کیا لبید ہے کہ ان کا عین مذہب ہے اور تخالف کا جواب جو آپ نے دیا وہی ہماری طرف سے قبول فرمائیں، پھر بطور تنزل کے آپ کے عمل قاعدہ کے موافق ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ الزام اپنی مسلمات مذہب سے ہوا کرتا ہے اور بخاری کی روایت ہمارا نہ مذہب ہے عین مذہب نہیں پس اس تعارض کا الزام ہدایۃ الشیعہ کی عبارت پر نہیں ہو سکتا۔

قال الفاضل المجیب اقول، معہذا بفرض محال کیا جناب قاضی نور اللہ شوستری کا تعصب و تخالف اس سے کچھ کم ہے جو انھوں نے بجواب آیت فاضل [illegible] سکینۃ علیہ کے فرمایا اور اس کی نسبت بکمال افتخار فرمایا ہے کہ چون این سخن برگوش ناصبان شنیدہ باعث حیرت ایشاں گردید و در جیلہ غلامی ازان جان ایشان طلب رسید اور صاحب تعلیب، مکاندنے اپنی کتاب میں اس پر بڑا ناز کیا ہے قاضی صاحب فرماتے ہیں آنچہ کاشف سرت بیان مذکور تو ندانبود آنست کہ مہاجران و انصار رضوان اللہ علیہ افادہ فرمودہ اند کہ خدا تعالیٰ در ہیچ جا کہ یکی از اہل ایمان را بحضرت پیغمبر خود ندانستہ نزول سکینہ نفرمودہ الا آنکہ نزول آن شامل جمیع ایشان و بستہ انتہی منقول از آیات بینات، اب اس عبارت سے ملاحظہ فرمائیے کہ قاضی صاحب نے کیسے افتخار کے ساتھ تعصب میں آکر کیسے بے اصل رموز نے خالف قرآن شریف کے فرمایا ہے اور واضح رہے کہ اس میں صرف قاضی صاحب ہی کی طرف تعصب و تخالف کا الزام نہیں بلکہ قاضی صاحب نے جو فرمایا ہے اپنے بزرگوں کو بھی اس میں شریک فرمایا ہے، فاعتبروا یا اولی الابصار، تو [illegible] جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کے دعوی کو اس سے کیا نسبت، اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہاں وہ امر واقع اور کہاں یہ گول مول بات جو بالکل بخاری وغیرہ کے مخالف ہے، اس ایک ہی روایت سے آپ نے میر صدی صاحب کا مایہ علم و تدین بخوبی واضح ہے، اور وہ یہ ہی تکرار ہے کہ جس کا ہوا بق میں وعدہ کر آئے ہیں ان اعتراضات پر کچھ افسوس نہیں کیا وہ ایک ان علماء سے ہیں مدت [illegible] کہ

سرکاری نوکری میں توغل رہا اور علم کی طرف توجہ نہ رہی، مگر حضرت مجیب پر عنایت تعجب ہے کہ باوجود دعوے علم و فضل اس عبارت مندرجہ آیات بینات کو غور سے ملاحظہ نہ فرمایا، اور اپنے علم و فہم سے کام نہ لیا۔ میر مہدی صاحب کی بھی چپڑی ہوئی باتوں میں آ گئے۔ یہ تو فارسی عبارت ہے اس جملہ حضرت میر مہدی صاحب کی وہ پیاری روایت جو عبارت عربیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں ہندی و فارسی خوان کے سامنے بھی پیش نہ جانے گی۔ حضرت جوش تعصب اس کو کہتے ہیں اور ہٹ دھرمی و حق پوشی اس کا نام ہے، کہ ایک ایسا بے سر و پا دعوے کیا کہ جو عبارت اپنے دعوے کے ثبوت میں نقل فرمائی اس میں اس کا نشان تک نہیں ہے بلکہ اس کے مکذب ہے آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جو خواجہ ان حضرات سے دوستانوں کے دیئے ہیں ان میں کیا کچھ تصرف کیا ہوگا۔ اگرچہ آپ کے دعوے تعصب اتحاف کا نسبت جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی اسی عبارت سے جو آپ نے نقل فرمائی رد و باطل ہے، تعجب و افسوس ہے کہ آپ نے عبارت نقل کرتے وقت ان کے الفاظ کے معنے سمجھنے پر توجہ نہ فرمائی، اور محض جوش تعصب میں آ کر اپنے دعوے کے مخالف عبارت نقل کر دی۔

بقول العبد الفقیر لی مولد الحنفی یہ عبارت جو توحید و تمجید کے معنی گئی ہے، اس کا جس قدر آپ نے من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بخوان، اتحاد حقیقت قول آخر میں بجلی منکشف ہو جائے گی اس سے ہم کو کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے جواب میں تطویل دیں اور تضیع اوقات حاصل کریں، ہاں مسئلہ میر مہدی صاحب کی چالاکی اور خیانت اور ہٹ دھرمی و حق پوشی و جوش تعصب اور یہ عدو تمرین، اور بخار جوش تعصب اور مصنف عبارت کو نہ سمجھنا اور آپ کا اور آپ کے قاضی صاحب کا صدق دعوے اور عدم انصاف اور اس دعوے کا موافق و مخالف کتاب اللہ کے ہونا سب کچھ واضح ہو جائے گا۔

قولہ اگر تو منصف ہو تو ہم آیات بینات کی ہی عبارت سنواتے رہتے ہیں اور حضرت عجیب اور غریب دور کی سوجھنے والوں سے انصاف کے خواہاں ہیں۔ بعد نقل عبارت تقریر میر مہدی صاحب کا نقل کرنا اس وجہ سے گوارش کرتے ہیں، وجہ ہر ذی پرچہ کا کاشف صحت بیان خود تو نہ ہو سکتے کہ خلفاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نزول سکینہ کے قائل ہو گئے ہیں ہو جائے کہ حضرت ہیچمدان

علی صاحب سلمہ نے جو خلاصہ کہ عبارت قاضی صاحب کا بیان کیا ہے اس میں انھوں نے لکھا ہے۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے جہاں کہیں تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہاں اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر تو یہ جو انھوں نے لکھا ہے کہ اول رسول پر اور بعدہ مومنین پر یہ غلط ہے، اور اسی کو جالاکی قرار دیا ہے اور اسی کو جوش تعصب ٹھہرایا ہے اور اسی کو بے دیانتی اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے۔ اب ہم انصاف سے خواہاں ہیں کہ ذرا متوجہ ہو کر دیکھیں اور فرمائیں کہ سید مہدی علی نے یہ امر واقع اور نفس الامر کے موافق لکھا یا مخالف اور یہ ان کی چالاکی اور بددیانتی اور حق پوشی یا ان کی متانت اور دیانت اور حق گوئی۔ اصل یہ ہے کہ ہمارے فاضل مجیب نے یہ خوب سمجھ لیا تھا کہ اصل اعتراض تو جناب قاضی صاحب سے رفع نہیں ہو سکتا تو ایسے ہی جوش و خروش اور گیدڑ بھبکیوں میں کام نکالو۔

آیت غار کے جواب میں قاضی نور اللہ شوستری کی غلطی اور غلطی کی تائید کی تردید

پس اب اس کا جواب سنیے۔ اول ہم اپنے فاضل مجیب ہی کو منصف مقرر کرتے ہیں کہ جہاں رسول اور مومنین پر سب پہ سکینہ نازل ہوا تو وہاں سب کے سب استحقاق نزول سکینہ میں برابر تھے اور سب کے اوپر بالاصالۃ اور بالاستقلال سکینہ نازل ہوا یا یہ کہ نزول سکینہ کا رسول پر اولاً اور بالذات ہے اور مومنین پر ثانیاً و بالعرض ہے۔ اگر امر ثانی ہے تو عین مدعا ہے اور آپ کا داؤ بلا سر بے جا اور اگر اول ہے تو ہذا شیء باطل ہے کیونکہ تشریف فرمائی میں جب رسول اور مومنین سب شامل ہوں تو ظاہر ہے کہ مومنین کو وہ تشریف بواسطہ رسول کے ہوگی کہ رسول کو وہ تشریف اول حاصل ہوگی اور مومنین کو پیچھے اور اگر مومنین کو بھی بالذات حاصل ہو تو مساوات لازم آوے۔ دوسری یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ اولیت و ثانویت خود نظم قرآنی سے بھی مفہوم ہوتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں علی رسولہ وعلی المومنین واقع ہے اور اس میں اول تو رسول کر جو بالاتفاق افضل اور احق ہے مقدم ہے۔ دوسری یہ کہ رسول کو اپنے ضمیر کی طرف مضاف فرمایا جو کمال خصوصیت و تشریف پر دال ہے۔ تیسری یہ کہ سکینہ کو بھی اپنے ضمیر کی طرف مضاف فرمایا اور رسول کو بھی اپنے ضمیر کی طرف مضاف کیا جس سے صاف معلوم

ہوتا ہے کہ اپنے خاص تشریف اولاً اپنے خاص رسول ہی کے واسطے ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ تاخیر مومنین کے باوجود اعادہ لفظ جار کے دال تبعیت پر ہے غرض اس مجموعہ سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ نزول سکینہ کا اولیٰ رسول پر ہے اور ثانیاً مومنین پر جیسا کہ صلوٰۃ میں بھی یہ ہی امر معہود ہے۔ تیسری یہ کہ اس عبارت میں جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمائی ہے لکھا ہے کہ یکی از اہل ایمان باحضرت پیغمبر بودہ اند۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول سکینہ کا مومنین پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ہی میں ہوا ہے کہ لفظ با جو مصاحبت کے واسطے ہے اس پر دال ہے اور ظاہر ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں یہ تشریف و تکریم حاصل ہوئی ہے تو بواسطہ برکات مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی ہوگی تو حق یہ ہے کہ اول رسول کو حاصل ہوئی اور بعد اس کے بالتبع مومنین بھی اس میں شامل ہوں۔ چوتھی یہ کہ اگر یہ اولیت اور ثانویت عبارت قاضی صاحب سے مفہوم نہیں ہوتی اور یہ واقعی صحیح ہے تو اس سے کیا اعتراض کی نقویت ہوئی اور کیا بددیانتی اور حق پوشی اور جوش تعصب ہوا جس پر آپ نے یہ غل شور مچا رکھا ہے۔ اور اگر قطع نظر اولیت اور ثانویت کے یہ اعتراض اس پر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی۔ تو وہاں رسول اور مومنین ہر سب پر تسلی نازل فرمائی۔ اور حاصل اعتراض یہ ہے کہ نزول تسلی کا مومنین پر شمول تسلی کو جو ہم نے استمرار بیان کیا گیا ہے یہ غلط ہے۔ اور قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت نہیں تو یہ خود آپ کی ہی غوش فہمی ہے کہ قاضی صاحب کی عبارت سنیں کچھی شوستری صاحب کی عبارت سے بخوبی یہ مضمون ثابت ہے وہ فرماتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ہرگز در ہیچ جائی نگفتہ کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند نزول سکینہ نہ فرمود۔ اگر نزول آں شامل و تبعیت ایشان داشتہ۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جس جگہ خدا تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمایا اور حضرت کے ساتھ کسی بھی اہل ایمان سے تھا تو وہاں نزول سکینہ میں سب کو شامل فرمایا۔ تو اس سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ ان مواضع مذکورہ میں نزول تسلی مومنین پر مستلزم شمول تسلی کو ہے۔ بلکہ یہ دوسرا تقریر بھی ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ ان مواقع میں نزول تسلی رسول پر مستلزم شمول کو ہے اور حاصل دونوں تقریروں کا یہ ہوا کہ نزول تسلی مومنین پر مستلزم نزول تسلی کو رسول پر ہے۔ اور نزول تسلی رسول پر مستلزم نزول کو ہی مومنین پر اور دلیل ان قضایا کے ثبوت کے یہ ہے کہ ان مواقع میں اگر مشتقبر اوے صادق آوے یعنی نزول تسلی کا مومنین پر ہوا اور رسول پر نہ ہو

تو صریح شمول باطل ہوگا اور اس دعوے قاضی صاحب کے مخالف ہوگا کیونکہ قاضی صاحب کا تو دعوے درمیان تنزیل اور شمول کے ان مواقع میں تعارض کا ہے اور یہاں انفراد ہوگیا۔ لیکن امر بھی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں تنزیل مومنین پر نماز فرمائی وہاں یہ بھی موقع ہے کہ رسول بھی وہاں موجود ہے اور کوئی موقع ایسا یاد نہیں آتا کہ نزول سکینہ کا مومنین پر اس موقع میں بیان فرمایا ہو اور رسول مومنین کے ساتھ نہ ہو تو اس سے ثابت ہے کہ جہاں تنزیل مومنین پر نماز فرمائی تو وہاں رسول پر بھی نماز فرمائی ہے صحیح طور سے ان کے قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت ہونے میں اس قسم کا تردد نہیں ہے اور یہ مضمون جو قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت ہے صحیح طور سے ثابت ہوا قاضی صاحب کی اس عبارت کے نقد و مخالف قرآن ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اس قدر مضمون کو تو آپ بھی تسلیم فرماتے ہیں جہاں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس کا مضمون یہ ہے خدا تعالیٰ نے کبھی کسی جگہ کہا ہے کہ اللہ کو تنزیل سکینہ مومنین پر ہوئی ہے اور رسول کا ذکر نہیں فرمایا مگر یہ اس کے نزول کو سب سے شامل رکھتا ہے الخ

آیات سکینہ پر بحث

قولہ: ہو جب آپ کی تسلیم کے پہنچتے ہیں کہ جہاں موقع ہے [illegible]

[illegible]

اور

[illegible]

[illegible]

[illegible]

موقع کا ہونا کہ جس میں رسول کے ساتھ مومنین بھی ہوں۔ دوسرا نزول سکینہ کا بلا بیان و تعیین منزل علیہ کے، تیسرا شمول سکینہ کا رسول کو اور مومنین کو سب کو پس منزل علیہ سکینہ کا جیسا رسول ہے ویسے ہی مومنین بھی ہیں چنانچہ لفظ شمول سے یہی سمجھ میں آتا ہے تو جب ہر دونوں منزل علیہ ہوئے تو اگر ان کا منزل علیہ کہنا اور یہ کہنا کہ جس جگہ مومنین پر تسلی نازل فرمائی وہاں رسول پر بھی نازل فرمائی صحیح ہے تو رسول کا منزل علیہ کہنا اور یہ کہنا کہ یہاں رسول پر بھی نازل کی وہاں مومنین پر نازل کی صحیح ہوگا اور اگر وہ غلط ہے تو یہ بھی غلط ہوگا۔ رہا کذب اور تعارض عبارت شوستری صاحب کا قرآن سے وہ ظاہر ہے کہ ہر دو سہ اولیں ہر دو آیات سورہ فتح میں موجود ہیں اور شمول نہیں پایا جاتا۔ نزول سکینہ کا مصرح ذکر ہی حاضر ہونا مومنین کا حضرت کے ساتھ سیاق عبارت سے بالبداہۃ معلوم ہوتا ہے اور عدم شمول بھی صریح ثابت ہے پس اس سے زیادہ کذب اور قرآن کے ساتھ صریح تناقض کیا ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ بھی جناب کو رسائل منطق سے معلوم ہوگا منفصلہ لزومیہ کلیہ کے صدق کے لیے واجب ہے کہ کل موادمیں صدق ہو جب اس کا صدق متحقق ہو گا اور اس کے کذب کے لئے یہ کچھ ضرور نہیں کہ جمیع موادمیں کذب متحقق ہو اس وقت قضیہ کاذب ہوگا بلکہ ایک بھی تقدیر پر اگر کذب ہو جائے گا تو قضیہ کاذب ہوگا پس یہ قضیہ کلیہ جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمایا ہے ہرگز درست نہیں جا الا چونکہ ان کے نزدیک اس کی یہی ایک مواد تھے کہ جہاں اس کا تحقق تھا اس لئے انھوں نے حکم کلی فرمادیا اور یہ ان کو معلوم نہ ہوا کہ اس کے علاوہ اور بھی ایسی جہاں یہ حکم متحقق نہیں ہے اگر یہ حکم کیا جاوے گا تو کاذب ہو گا اور معلوم کیونکر ہو اگر کچھ قرآن سے تعلق ہو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف میں ذکر نزول سکینہ کا کہاں کہاں ہے پس اس موقع پر آیت غار کا ذکر کرنا بجائے خود نہیں۔

قول: اور جیسا کہ جناب باری عزاسمہ نے اور جگہ فرمایا ہے۔ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی [illegible] یہاں بھی کہ سوائے رسول کے کسی اور کو نزول سکینہ میں شامل کرنا منظور ہوتا تو فرماتا کہ علیہ وعلی صاحبہ یا علیہ وغیرہ۔ اور جب کہ حق تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا تو جناب قاضی صاحب کا اعتراض نہایت درست و صحیح ہے۔

اقول: اول غلط آپ کے قاضی صاحب اور ان کے تابعین کی یہ تھی کہ اس تقدیر کو جو پہلے مذکور ہوئے ہرگز درست نہ سمجھے جو کلیہ تسلیم کر لیا حالانکہ اس کا کبیر ہونا ظاہر تھا، دوسری غلط یہ ہوئی کہ اس تقدیر کو کیونکر متحقق نہیں سمجھا اور یہ مسئلہ بیان کیے کہ حق تعالیٰ نے یہاں رسول

پر تسلی نازل کی اور وہاں مومنین سے بھی کوئی ہمراہ تھا تو وہاں اس کے نزول کو سب کے شامل فرمایا حالانکہ یہ تعیین غلط تھی کیونکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی اور وہاں رسول بھی تھے تو وہاں اس کے نزول کو سب کے شامل کیا تیسری غلطی یہ ہوئی کہ آیت غار میں اول تو اپنی خوش فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ کی ضمیر حضرت کی طرف راجع ہے اور پھر اس فاسد بنا پر یہ مقدمہ فاسدہ مخترع کیا کہ اگر کوئی رسول کے ہمراہ اہل ایمان سے ہوتا تو اس کو بھی شامل نزول ضرور کیا جاتا اور جب یہ نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مومنین سے آپ کے ہمراہ نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق مومنین سے نہیں تھے اور یہ بالکل غلط اور بنا فاسد سے بھی افاسد ہے۔ آپ کا مقدمہ یہ کہنا ہے کہ آیت غار میں خدا تعالیٰ نے نزول سکینہ کا ذکر فرمایا اس کا منزل علیہ صرف ابوبکر صدیق تھے اور یہ اس تعمیل سے ہمیشہ کہ خدا وند تعالیٰ نے سورہ فتح میں ارشاد فرمایا [illegible] اور وہاں نزول کو مومنین کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور ان کے ساتھ رسول کا ذکر نہیں کیا ایسا ہی آیت غار میں بھی رسول کا ذکر نہیں کیا اور سکینہ کو مخصوص یار غار کے ساتھ فرمایا۔ تعجب نہ اس سے ہم بھی ایک قاعدہ کلیہ بتا دیں کہ آپ کے قاضی صاحب کے لکھنے ہیں اور ان انصاف سے انصاف کے خواہاں ہیں وہی خدا وند تعالیٰ جانتا ہے کہ نزول سکینہ ہر رسول بیان فرمود ہرگز درست نہیں ان کا یہ بیان نہ فرمود مگر از منزل علیہ بودنے رسول را لفظ رسول کہ دال بر کمال بزرگی و تعظیم و نہایت دلطو تحریر درست تعبیر فرمود لیکن جا بجا کہ نزول سکینہ ہر مومنین بیان فرمود گاہی اشارۃ لفظ مومنین تعبیر فرمود چنانچہ در حق مومنین وفی قلوب المومنین و گاہی ہر ضمیر انگاشتہ فرمود چنانچہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایشان را شد [illegible] بیان نزول سکینہ ہر رسول منحصر نمودند بلکہ ہر جا کہ ضمیر انگاشتہ نزول فرمود ہر ضمیر انگاشتہ نزول گفتند خواہ سکینہ شدند کی دیگر چون مقصود بیان نزول سکینہ ابوبکر صدیق بود و در آن گنجائش ضمیر ہم بود لہذا ہر ضمیر انگاشتہ خدا کے تعالیٰ نے از انصاف ان کو آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ یہ قاعدہ صحیح ہے یا وہ قاعدہ جو آپ کے قاضی صاحب نے خلاف کتاب اللہ ایجاد فرمایا ہے۔ جب اس کے مثل آپ کے قاضی صاحب کے ہو بھی سکتے ہیں اور ان کی گوشمالی نامبین خواہد شد انشاء اللہ تعالیٰ ہم نے تبرعاً ان کی غلطی ظاہر کر دی اور سبیل تذکر ان کی جان بخشی کر دی اب آپ سے کہتے ہیں کہ آپ کا یہ قاعدہ کلیہ صحیح و درست ہے یا آپ کے قاضی صاحب کا۔

قول: اور شیعوں سے یہ معدل جدل قاطع ثابت کرنا ہے کہ یہ ضمیر رسول ہی کی طرف

پھرتی ہے نہ کسی غیر کے۔

اپنے اصول مذہب کے معاملہ میں شیعہ کی کمزوری

اقول: سبحان اللہ آج تک حضرات شیعہ سے اپنا اصول مذہب تو دلائل قاطعہ سے ہو ہی نہیں سکا جو موقوف دلائل قاطعہ پر ہے اور مرجع عمیہ کا تو کیا دوائل قاطعہ سے ثابت کریں گے امامت کا اصول دین میں سے ہونا وہ کس قاطعہ سے ثابت کریں ائمہ کی عصمت اور ان کی انبیاء سے فضیلت وغیرہ یہ سب اصول دین میں سے ہیں کسی پر کوئی دلیل قطعی بیان کی ہے۔ مگر یہ ایسا دعوے ہے جیسا کہ آپ کے سید مرتضیٰ کا کردہ فرد حادث نحو کی نسبت بھی مدعی ہیں کہ وہ قطعیات سے ثابت ہیں۔ حالانکہ جمہور علماء شیعہ نے ان کی تکذیب کی ہے ایسا ہی آپ بھی دلائل قاطعہ سے ثبوت کے مدعی ہیں۔ پس ایسے سب دعووں کا جواب جن پر کوئی دلیل قاطع نہ ہو بجز سکوت کے اور کچھ نہیں

قول: پس جناب قاضی صاحب فوراللہ مرقدہ کا یہ دعوے کہ چون این سخن را گوش ناصبیان شنید نہایت ہی بیجا اور بہت ہی بھیانک ہے ورنہ شیعوں کا دعوے اتنی مدت کا بدون جواب باقی نہ رہ جاتا۔ اگر حضرت مجیب کا حوصلہ ہے تو جواب دیں۔

اقول: جناب میر صاحب ایسے مہملات و خرافات کے جواب میں کسی عاقل کو بھی تردد نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ افضلیت کو حیرانی ہو۔ اس اگر جملہ باعث حیرت ایشان گردیدہ عرائی چاہئے کہ ایسا سکوت کو اس سے کیا حیرت ہے کہ یہ بات بھی کیا اس قابل ہے کہ عقل کی زبان سے نکلے اور کیا اس قابل ہے کہ اس پر انار و افتخار کیا جائے تو البتہ بجا ہے پھر بعد اس کے جو جواب نظر دلیل کے تحریر فرمایا ہے اور شیعوں کا یہ دعوے ہے۔ اس قابل ہے کہ اہل عقل و دانش اس پر آفرین کہیں شاید یہ بھی انہیں دلائل قاطعہ سے ہے جن کا ذکر اوپر فرمایا تھا حضرت اگر یہ دعوے بلا عرض بے جواب باقی ہو تو کیا یہ کچھ مستبعد ہے کہ یہ بھی غلط اور واہی ہونے کی وجہ سے اس پر اعتراض نہ کیا ہو۔ رہا یہ کہ ہمارے قاضی صاحب ہوتے ہوئے جواب کے تو اس میں سو بھی اللہ ہے اس کا بطلان اس سخن میں سخن کرچکے کرامت و برات سے تو جواب دے دیں اور اگر اس سے اتنی عاجز ہو اور جی ہوس ہو تو وہی ہے وہ یہ کہ قطع نظر اس کے غلط اور خلاف واقع اور مخالف قرآن ہونے کے یہ دعوے ان کی غلط اور ہے اور اصل سے ان کی بنیاد ہی غلط ہے کیونکہ اگر بالفرض وہ اپنے مجیب کی کرامت سے تسلیم کریں کہ اس عبارت کو اصحاب نے کہا ہے کہ جب خلافت سے رسم پر انار کی تو وہ ان عبارتوں

سے بھی کوئی ہمراہ تعاقب سے شامل کی اور حضرت کو منفرد نہیں کیا اور یہ سوائے دو جگہ کے واقع نہیں ہوا تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ خداوند تعالیٰ کا یہ قاعدہ واجب ہو گیا اور کہیں اس کے خلاف نہیں فرمائے گا سراسر واہیات اور خرافات ہے کیونکہ اس کے لزوم پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں لزوم کرتی یہ محض جناب قاضی صاحب کے وساوس و تخیلات ہیں ہوا و ہوس سے ناشی ہوئے ہیں اگر کوئی دلیل اس پر دلالت کرتی تھی تو اس کے لزوم پر قاضی صاحب ہی بیان فرماتے غیر نہیں نے نہیں بیان فرمائی تو اب اگر کچھ حوصلہ ہے تو آپ ثابت کیجئے۔ اور کوئی دلیل لائیے اور یوں ہی بیک دعوے بے دلیل پر افتخار و نازفرمانا شان عقلا نہیں ہے اور یہ عجب ہے کہ ہم تسلیم کریں کہ جو مطلب ہمارے مجیب صاحب نے اپنے قاضی صاحب کی عبارت سے بیکار و فرہا سے طلبیدہ ہے اور ہم نے بخشش یہ ہیں خدا سے چنانچہ ہو بحمداللہ گزشتہ میں اس کے بطلان کو بخوبی ثابت کرتے ہیں اب ہمیں طرح دی چاہئے ہوسے اُستگو رہیں ہم ہر طرح تحریر تقریر پر اس کے حاضر ہیں

قول: آپ کا یہ فرمانا کہ تعصب میں آکر کیا ہے اس دعوے مخالف قرآن شریف کے فرمایا ہے بجائے خود ہیں بلکہ آپ نے جوش تعصب میں آکر کیا ہے اور ایسا کہا ہے اور اس سے بڑھ کر جوش تعصب و ہٹ دھرمی کیا ہوگی کہ ہمارے عبارت میں مذکور

اقول: ان تعصب و تعنت کو کہتے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب نے جوش تعصب میں آکر مخالف قرآن شریف کے دعوی کیا ہے جوش تعصب سے اس دعوے کی نسبت کیا ہے اور یہ بھی معذور کر سکتے ہیں کہ غلطی ہوئی ہو ان سے نقل کرنے میں یا آپ نے سمجھنے میں کی توجیہہ فرمائی ہے ہم نظر نہیں کرتے کہ اس نے کس کے ساتھ اس تعصب میں سے یہ عبارت لکھ دی ہے اور تماشا دیکھئے۔

قول: حضرت قاضی صاحب ہے مگر جوش تعصب میں نہیں آئے اور نہ اس دعوے مخالف قرآن شریف کو ہیں بلکہ مذہب اور اقوی علماء امامیہ سے نقل فرمایا ہے آپ کا جناب قاضی صاحب کی نسبت ایسا فرمانا سوائے اپنی سے ہے اگر آپ اس پر دعوے رکھتے ہیں تو اسے ثابت کریں۔ ہمیں اور حضرت قاضی صاحب مرحوم سے اس دعوے کو ثابت کرنا ہے کہ یہ دعوے مخالف قرآن ہے۔ حضرت نے تو کتب معتبرہ سے نقل فرمایا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعوے غلط ہے اور اس پر دلائل قاطعہ قائم ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے اور اس کے جو دعوے ہیں ہم ان میں سے ہر ایک کو ثابت کر چکے ہیں اب آپ کو ثابت کرنا ہو

اقول: ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب کا دعوے خلاف واقع مخالف قرآن محض جھوٹ نصب سے ناشی ہے اور اس کا ثبوت دے دیا ہے آپ علاوہ فرماویں بغیر اس کے دشمنے پکڑ ضرور نہیں کہ یکسہ ہی طرح پر کیا جاوے۔ اس جب آپ اس دعوے کو واقعی اور مدعا بآیات قرآنی ثابت فرماتے ہیں تو امید ہے کہ وہ سے اس دعوے کو کہ واقعی اور مدعی بآیات قرآنی ہمیں گے اور اگر آپ اس میں عاجز ہو تو اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (جس بات کا تجھے علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑ) اس صورت میں آپ کو فرض ہوا کہ اس دعوے سے باز آویں۔

قال: یہ حضرات ہمیشہ کہتے ہیں کہ ہم اس دعوے کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کے ثبوت ہیں مگر ہم ان کو پیش نہیں کرتے۔

اقول: یہ حضرات ہمیشہ کہتے ہیں کہ ہم اس دعوے کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کے ثبوت ہیں مگر ہم ان کو پیش نہیں کرتے۔ اس کا جواب ہم نے کئی بار دیا ہے اور اب پھر عرض کرتے ہیں کہ ہم ان کو پیش کرتے ہیں اور ہمیشہ پیش کرتے رہے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ ان کو پیش کیا ہے اور ہمیشہ پیش کرتے رہیں گے۔ ہم نے ان کو پیش کیا ہے اور ہمیشہ پیش کرتے رہیں گے۔ ہم نے ان کو پیش کیا ہے اور ہمیشہ پیش کرتے رہیں گے۔

جواب دوئم

قال: یہ حضرات اپنے مخالفوں کو جواب نہیں دیتے اور اپنی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں کرتے۔

اقول: یہ حضرات اپنے مخالفوں کو جواب نہیں دیتے اور اپنی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں کرتے۔ اس کا جواب ہم نے کئی بار دیا ہے اور اب پھر عرض کرتے ہیں کہ ہم ان کو جواب دیتے ہیں اور اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو جواب دیا ہے اور اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے ان کو جواب دیا ہے اور اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔

قال: یہ حضرات اپنے مخالفوں کو جواب نہیں دیتے اور اپنی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں کرتے۔

اقول: یہ حضرات اپنے مخالفوں کو جواب نہیں دیتے اور اپنی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں کرتے۔ اس کا جواب ہم نے کئی بار دیا ہے اور اب پھر عرض کرتے ہیں کہ ہم ان کو جواب دیتے ہیں اور اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو جواب دیا ہے اور اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے ان کو جواب دیا ہے اور اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔

عماد اسلام وغیرہ کا خیال ہے، اور کتب متقدمین سے رسائل فضل بن شاذان وغیرہ سید بن طاؤس وغیرہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے اگر آپ کو یہ سلسلہ جاری رکھنا منظور ہو اور زر کچھ ضرورت سمجھیں کیونکہ اپنے مذہب کی صحت اور آپ کے مذہب کے فساد میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے ہو گی امر کی تحقیق کی ضرورت ہو

قولہ: یہ حکایت جو لکھی ہے شاید صحیح ہو مگر یہ کیا ضرور ہے کہ وہ اس غرض سے جو حضرت مجیب سمجھے ہیں لکھتے ہوں شاید کوئی اور غرض ہو جیسا کہ اسی شہر میں ایک سید صاحب ہیں اور ان کے پاس دو ایک کتب حاضر ہیں وہ ہم کو بھی گھر لے جانے کو نہیں دیتے اور یہ عذر کرتے ہیں کہ یہ ہی چند کتابیں نہایت عمدہ جو شوق سے فقیر بعض حضرات لے گئے اور پھر واپس نہ دیں آپ سے میں نے عذر کیا ہے کہ خواہ کوئی مانگ لیں کتاب ہرگز نہ دوں گا ان کو یہ ہے کہ مکان پر آکر جو شخص چاہے نقل کرے یا عبارت نقل کرکے لے جائے بلکہ خلاف اس وغیرہ کی خدمت کروں گا تو کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ صاحب بھی جن کا ذکر حضرت مجیب نے کیا ہے ایسا خیال یا مثل اس کسی اور سبب سے نہ دیتے ہوں۔

اقول: چونکہ جناب کی تحریر میں ایک کتاب سے جو ہم کو اپنے مطالعہ فرمانے کی بہت خواہش ہے اس لئے ہم کمال شکر گزاری کے ساتھ لکھتے ہیں اور اسی وسیلے ہم نے فاضل مجیب کے مطالعہ کتاب کا جواب جو ہمیشہ کی قدر ہر کس بقدر ہمت اوست عرض کیا ہم کچھ جواب نہیں لکھتے۔

قولہ: ہمیں فن مناظرہ کے اصول میں دخل نہیں ہے اپنی کتاب ہی کے خلاف کو دیکھ لے مذہب مخالف کا فرض ہے کہ جس طرح ممکن ہو خود یہ ساری باتیں ہم کو بتلائے۔

اقول: بہت درست ہے ہم بھی اس کا انکار نہیں کرتے لیکن یہ ہے کہ تحقیق حق مقدم ہو اور مذہب تحقیق حق منظم ہو جیسا کہ آپ فرماتے ہیں تو پھر یہ لفظ ہے جا نہ ہوا۔

قولہ: ہمیں جس بات کو حضرت لکھتے ہیں وہ ہرگز نہ تھی بلکہ صرف مذہب کا تعصب ہے اگر ہو بھی تو ہو ہمیں اس سے کچھ ضرر نہیں ہے۔

اقول: اگر حضرت کا تحریر فرمودہ جس کتاب میں جناب نے دیکھا یا کہا ہو بعینہ لکھ دیا جائے تو ہم اس کو ثابت کریں گے اور ذمہ لیتے ہیں کہ تحقیقات ظاہر و آشکار خلاف ہو جائیں گی اور خود جناب اس پر حمل نہیں فرمائیں گے کہ ہم نے حضرت کی کتاب کی نسبت یہ دعوے کئے ہیں کہ کتاب میں تحقیق حق فرمائی ہے

رد و بدل کی گنجائش ہے یا یہ کہ قطعی طور پر ہوئی ہے کہ اصل کتاب سے خوب مطابق کرکے جب نہ پایا تو تخلیط کر دی جیسا کچھ ہوئے لفظ مقیمۃ العرب کی تخلیط کی ہے تو البتہ تخلیط قابل اعتبار ہے اور اس میں رد و بدل کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔

قولہ: میدان مناظرہ بفضل الٰہی ہر طرح ہمارے ہاتھ سے خواہ آپ تحفہ وغیرہ سے سب ترک نقل فرمائیے خواہ نور وغیرہ کو لکھئے۔

اقول: بالطبع آنچہ مرضی مولیٰ

قولہ: معہذا ہر مصنف ہیں آپ کا یہ فرمانا کہ کسی وقت سنا ہوں گا سے مذکور ہوں جو درست نہیں ہوا بہت درست ہے اور ہم بسر و چشم قبول کرتے ہیں بلکہ کس لکھنے سے یہی حاصل تھا کہ آپ اس کا اقرار کریں۔

اقول: ع: حضرت در زباد کرین برخلیست ست۔ مگر واضح رہے کہ گزارش ہذا بلا پہلے مذہب کی صیانت کے لئے حق پوشی و مسئلہ روشی کو سے اور ایک بحث حق قبول کرتے تو اس کو مصنف نہیں کہا جا سکتا ہر کہ طاؤس اہل حرفے سیزد ہر چہ چنین و چنان نیز نہیں ہے

قولہ: فاضل مجیب اقول: صاحب تحفہ وغیرہ کے علم و درست نہیں ہے ہاں حضرت کی تحقیقات سے اگر جناب مجیب کو باین معنی اتفاق رائے ہے تو تحقیق سے علاوہ تحقیق خود فضلہ ہیں اقول اس کے جواب میں نہایت ادب سے آپ کا یہ ہی مقولہ ہم بھی عرض کرتے ہیں چنانچہ جناب فاضلی سے طلب فرمائیے کہ مرتد کی نسبت زوجہ کے تعصب و اختلاف قرآن شریف کے بیان میں کس قدر مباحثہ میں بیان ہو چکا ہے اگر حضرت مجیب کچھ بھی انصاف فرمائیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ جن تحقیقات کو جناب سے حضرت سید مرتضیٰ و آقا آقا مہدی طاب ثراہ تحریر فرماتے ہیں وہ تحقیقات ہی واقعی رہی ہے خود نہیں اور جناب سے صاحب مرحوم رضوان اللہ علیہ نے جو تحریر فرمایا ہے بجا و درست ہے جب اس تحقیق کا حال بھی جو جناب نے بسند کتب لکھی ہے غلط ثابت ہو جاتا ہے انصاف شرط ہے۔

یقول العبد الفقیر الی عفو ربہ القدیر: صاحب کے اختلاف کا حال تحقیق ہو چکا تو تحقیقات کا حال بھی معلوم ہو جائے گا اور یہ کیا محتاج ہے جناب کی تحقیقات کا حال معلوم ہو چکا مگر افسوس اس کا ہے کہ جناب فاضل مجیب صاف نہیں فرماتے ہیں کہ تحقیقات مذکورہ کو اختلاف فرماتے ہیں اور خود جناب اس پر حمل نہیں فرماتے تو ہم کس کی تحقیقات کو کس کی تحقیقات سے کہاں تک کاٹیں جب تک جناب مجیب صاف نہ فرمائیں

قال الفاضل المجیب: قولہ مشتی نمونہ خروار ہدیۃ نذرہ میں خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں عبارت نہج البلاغت سے جو حضرت ابوبکر کی مدح میں جناب امیر نے فرمائی ہے استدلال کرکے علما شیعہ کی طرف سے جواب نقل کئے ہیں مخلص ان کے فرمایا ہے عمدہ ان توجیہات نزدیشان آنست کہ جناب گاہ گاہ وصاف ومداح شیخین۔ جواس کے جواب میں علامہ کنتوری نے لکھا ہے کہ این ادعا کذب محض است۔ حیثیت این توجیہات شیعہ وقوفی نیافتہ در کتب شیعہ ہمای لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود نیست ایشان را احتیاج بہیچ یک ازیں توجیہات نیست۔ اقول: حضرت آپ کے خاتم المحدثین اس مقام پر اجتہاد ہی سے زیادہ خلاف واقع کوئی چیز نہیں اور دعوی کیا ہے کہ جمیع البلاغت سے نقل کرتے ہیں اور جو عبارت نقل کی ہے اس میں اپنی طرف سے بجائے لفظ فلان لفظ ابوبکر نقل کیا ہے حالانکہ کتاب مذکور میں ہرگز کسی روایت شیعہ میں بجائے لفظ فلان لفظ ابوبکر نہیں ہے۔ طرفہ یہ کہ پھر خود اقرار کرتے ہیں کہ جمیع البلاغت میں لفظ فلان ہے لیکن سید علیہ الرحمۃ سے تحریف کیا ہے چنانچہ تحفہ کی عبارت بجنسہ نقل کرتے ہیں وہو ہذا

[illegible] بکر فلقد قوم [illegible] الحق [illegible] الثوب فلیس [illegible] وقد کیلوم [illegible]

واین عبارت جناب امیر ہرچند جمیع البلاغت کی ہے لیکن ہرگز لفظ فلان نہیں بلکہ لفظ ابوبکر ہے خواہ نخواہ لفظ ابوبکر حذف نمودہ لفظ فلان آوردہ تا ہنوز تمسک نتوانند نمود باز گفتہ ہیں کہ گرچہ صاحب تحفہ نے لفظ فلان نقل کیا ہے لیکن جمیع البلاغت سے نقل کرتے اور لفظ فلان کی تحریف بالکل نہیں کرتے ہم جو چاہتے فرماتے اب ان کی تحریف تو خود ان ہی زبان سے ثابت ہوئی جناب سید علیہ الرحمۃ کی تحریف پس حسب ارشاد آپ کے کتاب شیعہ سے اس روایت میں لفظ فلان بجائے لفظ ابوبکر نقل کرتے اور پھر جناب سید علیہ الرحمۃ ہی کی کتاب سے ثابت کرتے اس وقت ہدیہ تحریف جناب سید ثابت ہوتی ولیس کذلک اور جو حضرت خاتم المحدثین پر تحریف ہیں وہ ان کی کتابات اپنے دعوے کے ثبوت اور تحریف کے دفع کے لئے کافی ہیں ولا حول ولا قوۃ

خطبہ شد بلا فلان میں حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ کی تحقیق اور علامہ کنتوری کا انکار اور اس کا ابطال

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: اہل دانش وانصاف سے اقتباس ہے کہ شدہ زبردست متوجہ ہو کر اس بحث کو سنیں اور علامہ کنتوری اور ان کے اولیاء وتوابین کا مرتبہ علم وپاس انصاف دریافت فرمائیں کہ اول حضرت کنتوری نے کس قدر تحریر کی اور تدقین ظاہر فرمایا اور جواس کے ان کے توابین فضلاء نے کیا ریاضت وانصاف کا خون کر دیا ہے۔ ہم نے ان علماء شیعہ کی تحقیقات کی تعمیر میں جنہوں نے تحفہ کے جوابات لکھے ہیں بطور تمثیل علامہ کنتوری کی تحقیق پیش کی تھی جس سے جواب بھی حل ہو جاتا تھا تحفہ عرض کیا تھا کہ جو جوابات خطبہ شد بلا فلان کی شیعہ کی طرف سے تحفہ میں نقل ہوئے ہیں صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے عمدہ آن توجیہات نزدیشان آنست کہ جناب گاہ گاہ وصاف ومداح شیخین باشد۔ استحباب مطلوب اس کلام کے جواب میں علامہ کنتوری نے تحریر فرمایا کہ این دعا کذب محض است۔ اب اس دعوے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کنتوری صاحب کے جواب سے صاف واضح ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدعی ہیں کہ یہ توجیہات حضرات شیعہ کرتے ہیں اور علامہ کنتوری اس حرف کی تکذیب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کا یہ دعوی اور یہ جواب کذب محض ہے نہ شیعہ یہ توجیہات کی اور نہ ان کو ان توجیہات کی حاجت ہے۔ وہ کہیں فرماتے ہیں ان هذا الاختلاف [illegible] ہیں کہ ہمارا مدعا ثابت ہو گیا کہ شیعہ یہ توجیہات کرتے ہیں اور علامہ کنتوری کا دعوی باطل ہو گیا یا کسی قائل ہیں [illegible] ثابت ہے اور ہمارا مدعا کہ ہر دو لفظ فلان اور لفظ ابوبکر ہے ثابت ہوا اور کسی قول کے جواب میں کہتے ہیں [illegible] ہیں کہ ہمارا مدعا ثابت ہو گیا فضل ہو گیا یا نمود

باب سے لکھ دیا ہے تو اس کو تحریف کہنا انصاف نہیں ان کا اور ان کے اکابر کا یہی کام ہے صد مذاہب دونوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ علامہ رضی نے اس میں تحریف فرمائی ہے اور اصل عبارت میں یا لفظ ہو کر ہو گیا تو اور محض تشریح کے الفاظ سے ترجیح ہو کر کے نام کرنا ثابت ہوتی ہے تو جب تصریح اس امر کی کر دی جاوے کہ رضی نے لفظ فلان نقل کیا اور اصل خصوصیوں باستعمال اس کے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اصل لفظ ہو کر ہے یا محض تشریح کی ترجیح کی وجہ سے ہو کر کا لفظ لکھ دیا جائے تو اس کو کوئی عاقل تحریف نہیں کہے گا علامہ مکتوری نے یہ جو اس قول کے جواب کا ارشاد فرمایا اور دعوے تحریف کا حضرت شاہ صاحب کی طرف نسبت نہیں کیا بلکہ ان کی خوشی علمی پر ہے کہ وہ اس قول پر اعتماد فرما کر شاہ صاحب کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ جواب سے اس کا بھی تشفی ہو جاتا ہے ہمیں ہر دو صورتوں کی حاجت نہیں۔

قولہ: [illegible] کے ایک نسخہ سے عبارت کی کتابت سے ثابت کیے دیتے ہیں صاحب جو ان رسوں ہی ہو کر مطبوعہ ہیں علماء اہلسنت سے ہیں کتاب ہذا میں لکھتے ہیں وھذا ھو الصحیح [illegible] کسی کتاب اہلسنت میں ہوتے ہوئے نقل سے لفظ ہو کر ہوا کر ہیں یہ کہیں لکھتے کہ عبارت صحیح ہیں ہو کر کے بدلکھتے ہو کر ہے یہ ہوا کر ہے یہ ہوا کر کتاب الخیر۔

اہل سنت کی خدمات حدیث

اقول: [illegible] علماء اہلسنت نے صحاح حدیث میں مختلف طور پر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں [illegible] جس سے خواص اعلام ہوتا ہے اس کتاب میں کتاب اصل اور اس سے خارج تعلیق سے متعلق و جس سے روایتوں کو تعلیق نے خارج کیا اور جس نے صحاح میں سے کوئی کتاب اور جس تصنیف سے خواہ تعلیق اصل روایت ہو یا کوئی اضافہ کی تعلیق صحاح حدیث [illegible] کتاب اہلسنت سے ہو کر ہو کر ہو کر

میر مہدی علی صاحب آیات بینات کی نسبت کم علمی اور نیچریت کا جواب

بقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی، حضرت میر صاحب سید مہدی علی سلمہٗ کی نسبت جس قدر آپ برائی فرمائیں وہ سب اس تعلیم سے ہے جو کہ یہود نے عبد اللہ بن سلام کی نسبت بعد ان کے اسلام لانے کے بطور ہجو کے کہا تھا کہ شر ہمارا دین ہمارا علم ہمارا سید کا سید مہدی علی صاحب سلمہٗ کی نسبت برائی کرنا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ حقانیت اور خالص تمکینات اگر اس وقت جو آپ کے مطالعہ میں توفیق خداوندی ان کی رہبر ہوا اور عقائد کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں اور ایمان کے گروہ میں داخل ہو جائیں تو آپ ان کی نسبت بھی ایسا ہی فرمائیں گے بلکہ اگر توفیق ہو تو حق آپ کی رہبری و دستگیری فرمائے اور آپ کو بانکشاف حق اور معلوم ہو جائے کہ کس بات نے ہم کو پہنچایا ہے اور آپ منصف ہو جاویں تو اور شیعہ آپ کی نسبت بھی وہی فرماویں گے جو آپ سید صاحب کی نسبت فرماتے ہیں مگر مع ہٰذا ہم کو ان کی دیانت و استقامت و علمی اور فہم سے یہ گمان نہیں ہوتا کہ آپ کی نسبت تو بہت زیادہ ہے اور سنی حنفی قریب قریب آپ کے تو سنی اور شیعہ کی وغیرہ سب سے زیادہ ہے تعجب یہ ہے کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ دوسروں سے تو بات سنکر کہتے ہیں اور پھر آپ ہی تحریر فرماتے ہیں کہ ان سنت کی صحبت میں رہ کر آپ کے خیالات ایسے ہو گئے ہیں اور پھر آپ ہی تحریر فرماتے ہیں کہ ان سنت کی صحبت میں رہ کر آپ کے خیالات ایسے ہو گئے ہیں وہ بیچارے جب ان کا یہ حال ہے کہ ان عبارات کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں تو ظاہر ہے کہ ان مشکلین کی کتابیں جن کی فارسی بھی فارسی معلمین نہیں سمجھ سکتے کیونکر سمجھ سکتے ہیں اور اگر یہ سنت کے خیال صحبت سے خلوص سے یہ مطلب حاصل کرنے سے تو پھر یہ بات ہے جو ہے اس پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے پھر ان صورت میں کب صورت پیدا کر سکتا ہے کہ ان سنت کی صحبت میں رہ کر ان کے خیالات فاضل صاحب والا مطلب پر بیان کر سکے یہ بات تو ایسی ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ میں نے بہت سے یہود کی صحبت کی ہے اور ان کو اس سے دیکھا ہے کہ ان میں کوئی قبیح نہیں ہے اور ہم کو یقین ہے کہ ان کی صحبت میں رہ کر آپ کے خیالات ایسے ہو گئے ہیں کہ آپ کو ان میں کوئی قبیح نہیں معلوم ہوتا

نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور ان کی دوسری اس جو متعلق دین و اعتقادات کی ہے اس کی نسبت میں قدر ہم نے تبریہ سنیں اور ان کے اعتقادات کی نسبت تحریرات لوگوں کی دیکھیں کہ سید احمد خان صاحب ضروریات دین کے منکر ہیں اگرچہ یہ صحیح ہیں تو بے شک یہ مخالف اصول اسلام ہے لیکن ہم یقین کرتے ہیں کہ جس قدر لوگ سید احمد خان صاحب کے معتقد اور ان سے گرویدہ ہوتے ہیں اگر ان کی دنیاوی اغراض کی وجہ سے ہوتے ہیں اور بہ گزا اعتقادات میں ان کے پیرو نہیں ہوتے۔ لیکن علاوہ اس عام نظر پر بلا امتیاز اشخاص کے ہر کسی کو جو مدعی اتباع کا عامی ہو گو وہ اعتقادات میں تابع سید احمد خان صاحب کے ہو یا نہ ہو سب کو بیچ کر دیتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ سید صدی علی سب سب ہی صرف اصل اول دنیاوی کی وجہ سے ان کے معاون ہوں اور ان کے متقاربت کے تابع ہوں۔ اگر آپ کو اس امر کا یقین ہے کہ سید صدی ص صاحب کے اعتقادات بھی سید احمد خان صاحب جیسے ہوگئے ہیں تو آپ کس دلیل سے ثابت کیجئے قطع نظر اس سے ہم نے مانا کہ وہ اعتقادات میں بھی سید احمد خان صاحب کے تابع ہو گئے۔ اور قطعی طور پر وہ نیچری ہو گئے تو یہ کتاب ثبوت نبوت تو انھوں نے نیچری ہونے سے پیشتر تالیف فرمائی تھی یہ کیوں ساقط الاعتبار ہوئی۔ اور اگر بالفرض نیچری ہونے کے بعد ہی لکھتے تو بھی جب انھوں نے اہل حق کے نزدیک حق لکھا ہے تو ان کی تحریر حجت ہے اور مذہب سے اور حق کیوں کر ہٹ گیا۔ یہ حضرت کی مناظرانہ دقت اور خوش فہمی ہی نہیں بلکہ جواب دینے سے عاجز ہونا ہے۔

قولہ اول تو آپ کے خاتم المتکلمین نے اپنی رسالہ تبیین میں یہ لکھا ہے اس کا جواب گذارش ہوا ہے اس قول کے جواب میں صرف یہ ہی گزشتہ ہیں کہ جو آیات و بینات والے نے حضرت علامہ میر احمد کی نسبت لکھا ہے وہ ان کی ہی نسبت درست ہے۔

اقول باللہ التوفیق۔

تو کا سی نرسی ر [illegible] کہ ما اسمن میسر پرواغنی

حضرت کا دعوے علم یہاں تک پہنچا کہ سید احمد علی کے جواب سے آپ کو اشکال ہوا اور آپ نے مخالفین کی تحریک کی بنا پر ہے جواب دہی پر کمر باندھی چنانچہ خوش اعتقاد و کاذا تعالیٰ اور دعوے پر گیر بینات لیکن آپ جواب دیکھ کر کسی کے نادرست دیکھنے معلوم ہو جائے گا کہ آپ سے حضرت علامہ سمجھے ہیں یا جواب سید احمد خان ہی سمجھا۔

قال الفاضل المجیب قولہ۔ اس کا ثبوت اس کا ہے گزشتہ عدد ابن ہیثم کہ ان نے

شرح منہج البلاغت میں لکھا ہے ان ارادتہ لا تقف بکر اشبہ من ارادتہ عمر اقول۔ آپ کے خاتم المتکلمین و صاحب آیات و بینات کی خوش فہمی پر کمال تعجب ہے کہ جو عبارت مصدق قول جناب مفتی صاحب اعلاہ اللہ مقامہ کی ہے اسی کو مکذب ان کے قول کا ٹھہراتے ہیں یہ عبارت تو نہایت صاف اور صریح اس بات میں ہے کہ حدیث علی میں لفظ فلان ہے لیکن ارادہ لفظ فلان سے کس کو کیا ہے آیا ابوبکر مراد ہے یا عمر مراد ہے جیسا کہ ابن ہیثم حدیث نقل کیا ہے یا کوئی شخص دیگر مراد ہے جیسا کہ ابن قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے پس خوش فہمی ابن ہیثم علیہ الرحمۃ کی اس نقل کرنے قول قطب الدین سے ہے یا ارادہ لفظ کرنا ابوبکر و عمر مراد ہے اور ثابت ہوا تقدس اگر ابوبکر یا عمر مراد ہے تو ابوبکر مراد ہونا بہتر ہے تبرک مراد لینے سے اور اب اس کی بیان کی ہے پس۔ فرمایا ابن ابی الحدید کے شارح نے وہ کہ واقعی شارح اس قول کے قائل ہیں۔

خطبہ نفلہ عابد و فلان حسب تحقیق ابن ہیثم ابوبکرؓ یا عمرؓ کے حق میں ہے اور شرح کی عبارت اور اس کی تحقیق

یقول العبد الفقیر فی عفو ربہ القوی راسے بن انصاف و دانش نما ناظرین محب کے اس جواب کو دیکھ اور اس بحث کو غور سے سنو سب سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن ہیثم کی شرح کبیر و صغیر سے پوری عبارتیں نقل کر دوں اور بعد اس کے گذارشیں کروں کہ فاضل مجیب نے اس کے موافق فرمایا ہے یا مخالف۔ اور دل منقل خود ہی سمجھ لیں گے علامہ ابن ہیثم اس خطبہ کی شرح کے متعلق اپنی شرح کبیر میں فرماتے ہیں جو مضمون ایران ہے۔

اقول الواو [illegible] و احمد [illegible]
وھذہ الشارح ذا من سنام [illegible]
الحسن وسحر [illegible] و قولہ
ثلہ بلاہ فلان فلفظ فلان [illegible]
اشارح کلفظ لرسولہ [illegible]
ان المعروف [illegible]

ثنا کہتا ہوں اور کی ہے اور حمد [illegible] کی کہ ان کے
[illegible] ہے جو ہر چیز اور [illegible]
ہر [illegible] ہے اور [illegible] جس کو
[illegible] کہتے ہیں اور قولہ [illegible]
[illegible] جیسا کہ [illegible]
[illegible] ہے جب کسی [illegible]

تسبوہ الی اللہ تعالیٰ جہلہ الالفاظ وردی
بہ بلاء فلان ھی عملہ الحسن فی
سبیل اللہ، والمقتول ان اموت بالغلان
عمر وعن القلب الزادی ۔۔۔ انہ کا
راد بعض اصحابہ فی زمن رسول اللہ
من مات قبل وقوع الفتن والانتشار ھاد
قال ابن ابی الحدید یدارہ ان خاص
وصاف استدکور وقوع ۔۔۔ بکلہ سیلان
۔۔۔ اراد در جزوی ۔۔۔ بحدوث
بحلہ شوب ۔۔۔ وہ ۔۔۔ ھی ۔۔۔
بردشمن خلوفہ فی ۔۔۔ فتنۃ و
شعبھا اسبیلہ و ۔۔۔ بکر فتنہ جمدۃ حدیثہ
وجدۃ ھلہ وھی ۔۔۔ احتی فکان ۔۔۔
۔۔۔ واصحابہ ۔۔۔ واقول ۔۔۔ وفی بکر
شعب ۔۔۔ ۔۔۔ ھو بعد فکون فی
حابن اصحابہ ۔۔۔ فی خطبتہ
حرف باشتقاق ۔۔۔ کا سمت ۔۔۔ شاز
بہ رقبہ وصفہ باموہ ۔۔۔ ۔۔۔ القوسہ
بزرد وھو ۔۔۔ بک با ۔۔۔ ۔۔۔ قوب
۔۔۔ وح ۔۔۔ ۔۔۔ عن ۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ فیھا ۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

قد اورد ههنا سؤالا وقال ان هذه المدائح التي ذكرها عليه السلام في حق احد الرجلين تنافي ما اجمعا عليه من تخطئتهما واخذ ما غصب الخلافة فكيف يكون السلام من كما عليه اسئلة واجوبة ان يكون اجماعا خطأ ثم اجاب من وجهين احدهما ان نسلم التنافي منكرا لما ذكر ان يكون ذلك المدح منه عليه السلام على وجه مقصور من يعتقد صحة خلافة الشيخين واستحقاقهما لتولية بقية هذا كلام الثاني انه جاز ان يكون مدحه لهما على معارض توبيخ عثمان لوقوع الفتنة في خلافته وخطابه معه عليه واستبداده بمال المسلمين هو وبنو امية حتى كان ذلك سببا لثوران المسلمين من اقطار البلاد عليه وقتلهم اياه على ذلك بتراب قليل وخلعه خلعا وذهاب الحق بتراب قليل فيسبب صاحب خير وسبق شر وقرب وتركه في طريق مشقة وان مضمون هذا الجواب قد اتضح بعد ذكرنا لعلة توبيخه اياه حتى من

اس جگہ سوال وارد کیا ہے کہتے ہیں کہ یہ مدح جو حضرت علیہ السلام نے دو شخصوں (ابوبکر و عمر) کے حق میں فرمائی ہے اس کے مخالف ہے جس پر ہم نے ان کو خطا کی طرف نسبت کرنے اور منصب خلافت کے چھیننے سے اجماع کیا ہے تو بایں کہ ہم حضرت علیہ السلام کے کلام پر منکر ہوں اجماع باطل ہے پھر اس کا الزام دینے سے دو طریق پر جواب دیا ہے ایک تو یہ کہ ہم مخالفت مذکور تسلیم نہ کریں کیونکہ یہ جائز ہے کہ یہ مدح حضرت علیہ السلام سے اس طریقے کے ساتھ مختص ہو کہ وہ شیخین کی صحت خلافت کے قائل ہوں کیونکہ ان کے کہنے کے درپے ہونا ہو تو اس پر کہ ان کی یہ تو جیہ ایک ان دونوں کی نسبت ظلم کے قبیح کے منافی ہے جو سبب وقوع ہونے فتنوں کا اس کی خلافت میں اور منصب ہونے امر کے اس پر اور سبب ہونے ان کے دور ہونے کے باپ کی ذات کے بیت مال کی دینار تک کہ ان کی طرف شہروں سے مسلمانوں کی بڑھ گئی تھی اور اس کے قتل کا سبب ہوا ان پر تنگ کرنے کے بعد ان تو سے اور ضعف الفت ذہب تو تراب قلیل جیب اصاب خیر اور سبق شر اور اس قتل سے اور ترک کرنے فساد کی طرف ایک راستے میں مشقت میں ہونے کے اور یہ مضمون ظاہر ہے ان کے لئے جو غور کرے اس پر بعد جو تمہید ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ

یہ حضرت ابن میثم نے اپنی شرح کبیر میں تحریر فرمایا ہے۔ اب شارح محققہ کی عبارت بھی سن لیجئے۔

ہی کتنا ہوتے ہیں تا ہر فرمان میں مرجع کیا

واللہ اعلم وهو كلمة مدح قيل اراد بها مدح عمر وقيل بعض الصحابة ممن جاهد في دين الله والاول اظهر والحصر مرض ياخذ الابل في اعناقها وهو مستعار لامر من القلوب وعداوانها بانزاء جر القوائم والغلبة وتثاؤبه كناية عن ظهوره من اعماقه والضمير في خيرها وشرها للخلافة وان لم يجر ذكرها لكونها معهودة وانتشارهم ذكر لها والطرق للتشبيه طرق الفتنة تشبيها بها.

اللہ ہی جانتا ہے اور یہ مدح کا کلمہ ہے کہا گیا ہے کہ حضرت نے اس سے عمر کی مدح کا ارادہ کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ بعض صحابہ کو جنہوں نے اللہ کے دین میں جہاد کیا تھا ارادہ کیا ہے اور اول کی ہے اور حصر بیماری ہے جو اونٹوں کی گردنوں میں پیدا ہو جاتی ہے اور دلوں کی بیماریوں کے لئے مستعار ہے اور انکا علاج قوی اور قتل زور کے ساتھ ہے اور پیٹھ کی مستقل صفائی اس کی مطاعن سے پاکدامنی سے کنایہ ہے اور ضمیر خیرہا و شرہا اس خلافت کی طرف ہے اگرچہ اس کا ذکر نہیں ہے بسبب اس کے معین ہونے اس کے ذکر کے اور ان کا ذکر کرنا اس کے اور پراگندہ ہونے فتنوں کے رستہ ہیں۔

اب ہم جملہ نقل عبارت علامہ ابن میثم بحرانی اہل انصاف سے امید کرتے ہیں کہ خدا کیلئے تھوڑی سی تکلیف گوارا فرما کر تحفہ اثنا عشریہ کے اس مقام کو جو اس خطبہ کے متعلق ہے جس کی یہ عبارت مذکورہ شرح ہی ملاحظہ فرمادیں اور بعد اس کے اس کا جواب جو کچھ علامہ کنتوری نے تحریر فرمایا ہے بغور دیکھیں اور فرمائیں کہ علامہ موصوف کا جواب صحیح ہے یا غلط۔ اس کا بیان مفصل تو مقتضی تطویل کو ہے مگر مختصراً اسلئے رقم نہیں کرتے کہ سامعین کے اس کو لکھتے ہیں تاکہ علامہ کنتوری کا پایہ علم و تدین اور حضرت نجیب کا مبلغ فہم و انصاف واضح ہو جاوے مگر مناسب معلوم ہوتا ہے اول خلاصہ مطالب اس خطبہ کا نہایت اختصار کیساتھ بیان کر دوں پس واضح ہو کہ ابن میثم کی اس شرح سے چند امور معلوم ہوتے ہیں جنہیں ہم لفظ فوائد میں سے چند اقوال نقل کرتے ہیں۔ ان سب سے یہ کہنا کہ منقول یہ ہے کہ لفظ فوائد سے مراد ترتیب اور فائدہ یہ ہے کہ جب مطلق منقول ہوا بیان کیا ہے تو یہ مراد یا تو منقول عن مصنف شرح ابن میثم جامع نہج البلاغت سے ہے۔ چنانچہ علامہ کنتوری نے مفتاح الکنوز الخ سے جو حاشیہ تحفہ اثنا عشریہ کا شارح صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے کہ شارحین ابن ابی الحدید کہ ان کی کتابوں میں سے اس خطبہ میں جو کچھ ذکر کیا ہے فوائد کے نیچے لکھا ہوا دیکھا علامہ کنتوری کی عبارت یہ ہے واقول من قبل اور منقول ہے یا خود ان کا حاشیہ ان شارحین ابن ابی الحدید کے جو قائلین تحسین بخلافت صاحب خلافت سے نقل کردہ ہے عبارت

و فلان اسکنی عنہ عمر بن ۔۔۔ اسخذ ب
رضی اللہ عنہ وقد وجدت النسخۃ التی
بخط ابی ۔۔۔ بن الحسن جامع نہج البلاغت
وانحت فلان عمر جعلتنی بلاشک فی ان
محمد الموسوی الادیب انشد عن وصائت
عنہ النقیب ابا جعفر یحیی ۔ بن ابی زید العلوی
نقال ہی ہو عمر لقلت ۔ شیخ ایہ امیر المومنین
ھذا اللہ، فقال لہ ۔

یہ لفظ فلان کا مکنی عنہ عمر بن خطاب ہے اور پایا میں
نے نسخہ جو حسن علی جامع نہج البلاغت کے خط کا تھا
لفظ فلان کے بجائے لفظ عمر تھا حدیث کی مجھ سے
فی ابن محمد موسوی ادیب سنے عرض
اور بوجعفر یحیی بن ابی زید علوی نقیب سے
میں نے اس کو پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ
عمر ہے میں نے اس کو کہا کہ امیر المومنین خدا اس قدر
کوتاہی کس سے کرتا ہے۔

(اس قول ابن ابی الحدید کہ شیخ مفید نے کہا کہ فلاں سے مراد محمد موسوی ہے اور روایت کردہ کردہ نقیب
نہج البلاغت کہ محمد سعید رضی ہو وہ تحت لفظ فلان لفظ عمر ہو اگرچہ قول ناصبی ہے کہ شیخ مفید نے
لفظ فلان ہر کہ سہ لکھا لیکن صحیح میگفتہ مذہب اور کہ مدیر ہو حرباشد۔ اگر شیخ مفید نے ایسا
سے صاف معلوم ہوگا۔ ابن میثم نے جو مطلق منقول ہوا لفظ فلان سے عمر کہا ہے تو شاید منقول اس
مصنف سے مروی ہے یا کہ منقول علماء مذہب سے یا منقول خود سے بہر کیف کسی سے
منقول ہو۔ علماء کے نزدیک یہ نقل قابل اعتماد و وثوق ہے۔ دوسرا قول قطب راوندی کا نقل کیا اور
فرمایا کہ منقول قطب راوندی سے یہ ہے کہ مراد لفظ فلان سے جمل اصحاب ہیں جو حضرت کے زمانہ
میں وقوع فتن سے پہلے وفات پا گئے۔ اور یہ قول شارح ابن میثم کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ
ہوا اس کو ثابت کریں گے میسر قول ابن ابی الحدید کا نقل کیا اور رد کیا۔ ابن ابی الحدید نے فرمایا
ہے کہ اور جناب امیر کے اوصاف عشرہ مذکورہ میں ہر صفت پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت کی مراد
مراد ایسے شخص کی ہے جو حضرت سے پہلے فوت ہوا۔ کیونکہ قطعاً حجاج اور معاویہ
اس طرح پر خلافت متصور نہیں اور وہ تین شخص ہیں ابوبکر و عمر و عثمان لیکن عثمان مراد
نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے سبب سے تشعب و اختلاف فتن ہوا اور وہ فتنہ میں واقع ہوئے اور
ابوبکر مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی مدت خلافت بہت تھوڑی تھی اور ان کا زمانہ فتن سے بعید
تھا تو ظاہر ہے کہ عمر ہی ہیں۔ ابن میثم کے نزدیک یہ امر مستبعد تھا کہ موصوف ان اوصاف کا وہ
شخص ہی ہے جو حضرت امیر سے پہلے فوت ہوا جیسا کہ ان ابی الحدید کا بیان ہے اور یہ بھی
فرمایا ہے شارح ابن میثم و ابن ابی الحدید کے متعلق علم سے کچھ نہیں ہے اور یہ بھی واضح

متفق علیہ ہے کہ اصل شیخین ممدوح ان مدائح عالیہ کے ہیں لیکن تعیین میں اختلاف ہے کہ دونوں
میں سے کون مراد ہیں۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ مراد ہیں کیونکہ صدیق بسبب قصر مدت
اور بعد عن الفتن کے مراد نہیں ہو سکتے۔ شارح ابن میثم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں
جناب امیر کا ان اوصاف کے لئے اجو بگر کو ارادہ فرمانا بہ نسبت عمر کے اشبہ بحق ہے کیونکہ جناب
امیر نے خطبہ شقشقیہ میں ان امور کے جو خلافت عمر میں واقع ہوئے مذمت کی ہے تو پھر ان
اوصاف عالیہ کے مصداق وہ خلافت و خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطبہ شقشقیہ
میں حضرت امیر علی کی نسبت جو مذمت ناہی فرمائی جو صفات ناہی ان اوصاف کے ہوں گی جن
کی اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو قطب راوندی نے منصوص ہونا عمر کا قرار دیا ہے اس کے نزدیک قابل
اعتبار نہیں۔ اور اس کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ لفظ فلان سے خلیفہ مراد ہے اور خلفاء میں سے صرف
شیخ صدیق ہی ہیں جو اس تعیین مصنف کے عدم موصوف نے اوصاف عشرہ کو ایک ایک کر کے گنا
اور ہر شرط کو ان میں سے ثابت کیا اور یہ بشرح اوصاف میں اس امر کو واضح کر دیا کہ موصوف ان
صفات کا بجز خلیفہ کے دوسرا کوئی شخص موصوف ان صفات کا نہیں ہو سکتا کیونکہ جملہ اوصاف
کے مطلب کو اس طرح بیان کیا کہ جن کا مصداق خلیفہ ہی ہو سکے۔ اول قمر الاذی کے معنی کو بیان کیا
[illegible] ہے کہ [illegible] اور راستے کی طرف
[illegible] اور ظاہر ہے کہ یہ خصوص خلیفہ ہی کے ساتھ ہے۔ دوسرا وصف مذلات اقدام فتنہ کے وقت
[illegible] اور جو قول رضی نصیر کے ساتھ یہ بھی ان کے ساتھ مختص ہے۔ تیسرا صفت کا خلق
[illegible] اور ظاہر ہے کہ خلق کی تاثیر اور اس پر عمل کرنا خلیفہ ہی کا کام ہے۔ چوتھا اس کی حسن سیرت فتن کا ذکر
[illegible] ہونا میر کا ان منصب سے ساتھ ان اوصاف اصابۃ خیر اور حق مشورہ شارح کتاب کے دعوی ضعیف
خیر اور مشورہ میں خلافت کی طرف راجع ہیں اور صاحب خیر اور مشورہ ہے کہ جس نے حضرت امیر
پیر کو جو خلافت میں مشغول ہونے یعنی جس نے حضرت امیر کو خلافت کی اور رضا دی کہ جس کو وہ
کے سبب سے غسل و تجہیز و تکفین حضرت میں اور شرف صلیٰ اللہ میں حاصل ہوا ہے اور حق تو اس
[illegible] ہے [illegible] اور خلافت میں [illegible] اور خلافت کی وجہ سے جس [illegible]
[illegible] اس کے اوصاف میں کوئی نقص نہیں ہے اور خلافت خلفاء جور سے پاک ہے اس
[illegible] ہے [illegible] ہوگا اور عمر بن میثم کے [illegible]

خطبۂ آں خن

شیعہ اعتراض کے باطل ہونے کا بیان

دین و دیانت سے عاری

خدا تعالیٰ آپ کی دیدہ بصیرت کھول دے اور آپ پر حقیقت الامر منکشف اور واضح فرما دے تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ واقعی مدح ہے یا تمسخر اور ہر خواص جس قدر اوصاف و محامد جناب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت مروی ہوئی ہیں اسی طرح خرافات و اباطیل سے باطل کرتے ہیں اور تمسخر و استہزا میں اڑاتے ہیں ادھر آپ حضرات ہیں کہ شیخین کے محامد فضائل کو تمسخر اور استہزا پر محمول فرماتے ہیں ہمارے نزدیک وہ بھی جھوٹے ہیں اور آپ بھی اپنے دعوے میں سچے نہیں بس راہ نجات اور صراط مستقیم اس ہے جو افراط و تفریط کے درمیان ہے، اور وہ جماعۃ اہلسنت کا طریق قویم ہے اللھم ثبتنا علیہ واحینا علیہ وامتنا علیہ وابعثنا علیہ مع الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔

قولہ: خصوصاً ابن ابی الحدید کے مقابلہ میں کہ وہ قائل بتفضیل شیخین کا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جنگ کے وقت حضرت امیر علیہ السلام سے الگ تھلگ اور بے تعلق رہتے تھے اور اس میں مذمت ثلثہ موجود ہے ایک جگہ مدحت کرنا دوسری جگہ اس کی مذمت کا صریح تناقض ہے اور بنا بر ابن ابی الحدید الزام بہت ٹھیک ہے۔

قول: اگر شارح ابن میثم کا یہ مقصود تھا کہ ابن ابی الحدید کو الزام دیوے تو صریح کہنا چاہیئے تھا کہ یہ خلاف ہے ان مخالف مذہب شیخین کے ہے جس کو ابن ابی الحدید نے کلام جناب امیر کا تسلیم کر رکھا ہے اور نیز جناب تھا کہ ابن ابی الحدید کی دلیل کا جو اس نے اس کے مدعا دعوے میں بیان کی ہے قول آداب ایسا سب اس کو جواب نہیں کیا اور اس کی دلیل کا جواب نہیں دیا بلکہ بیان اوصاف ہیں اس نے موافق ان اوصاف کا مستحق خلیفہ کا قرار دیا تو اس کو ہر گز مدعا پر محمول کیا جا سکتا ہے خاص خصوص جب کہ یہ اوصاف خود کتاب اور دین ہوا اور نہ کہ اس نے اپنی ولیل پر جو اس نے بیان کی ہو اس کسی طرح پر اس کا مدعا ہونا ٹھیک نہیں ہے اور تمسخر و استہزا ہونا اور اگر ابن ابی الحدید کے مسلک پر مدعا ہے تو اس قول کو اپنے کیا کریں گے جو سب سے اول نقل کیا ہے و مستہزء ہیں اور یہ شارح بھی تمسخر کرتے ہیں تو بجز دونوں قولوں کے اور کچھ لکھا نہیں ان میں ان کو اختیار کیا ہے کہ تا عدہ کے موافق تعصب و ہٹ دھرمی کے قول کے بطلان کے دلیل پیش کریں یا کیا ہے مناسب تھا کہ ابن ابی الحدید سے تمسخر ہے یا استہزا ہے یہاں تو تصریح ان میں نہیں کیا کہ اس مقام سے تمسخر ہے یا استہزا ہے اس کے بارے میں کوئی قول نہیں کیا ہے اور تمسخر و استہزا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

قولہ: اگر شارح علیہ الرحمۃ اس کے قائل بھی ہیں تب بھی ان کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کو ان سے نقل کرے اس کا جواب کافی ہے ان تلبیسوں پر نہیں لکھتے۔

خلفاء ثلاثہ کے بغض میں اندھاپن

اقول: اے حضرت میر صاحب افسوس کر آپ نے تو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی عداوت میں اندھے ہو کر انصاف و دین و ایمان کو بیچ کھایا اور کچھ بھی عقل و فہم و ایمان و انصاف سے کام نہیں لیا ہو، اگر شارح کی اس کی تفسیر کے قائل ہوں تو کیا یہ وصاف جو شہادۃ کی صفات ثبوت کے ہیں بلکہ پیشہ ثبوت سے ہیں ناقص ہو جاتے ہیں جن کے ذریعہ سے جانے جاتے ہیں بروئے عقل و ایمان کے مصداق مثل مستفیض رحمۃ اللہ علی مناقشہ اور ہو سکتا ہے کیا جو شخص کہ ان خلفاء کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور ان سے دائمی فساد کا صدور کرتا ہے ان کو فضائل دائمی سے منجانب دیوے سنت کو آثار سے اپنے جس کی بدولت فقرہ کو ہٹا دیوے اور ان کی جگہ سے نقل اثوب سیاہ خوش دلیا سے رخصت ہو جاتا ہے جب کہ یہ خلافت کی غیر مطلوب کو جو حاصل ہو ان سے جس سے مستحق ثواب جزیل کا ہوتا ہے اور شریف جیسی کا دنیا میں ہوتا ہے پہنچا دیا ہو اور ان کی مدحت سے منحرف ہو اور ان کی حمایت بجا لایا ہو اور تقوی کا درجہ حاصل کیا ہو ہے کہ جو لوگوں کا یہ حال ہو کہ جہالتوں کی شان ان میں ہے پریشان ہوں کہ مگر اور دیباب ہوتے ہیں اور دیباب ہوتے ہیں اور ان کی راہ نقل کا یقین ہوتے تو ایسے شخص کی نسبت کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ مصداق اس آیہ شریفہ کا ہے جو ان کی آنکھیں کھول دیتا ہے اور ان کو ہدایت فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ پہنچ جاویں عمل کرنے کا لیکن ہو تو اس قول کی نسبت تو آپ کے بزرگوں کی سے ہے جو ہم نے نقل کیا ہے اور فرمایا ہے والمنقول عن اکابر الفلاسفۃ علیہ اور مختصر میں فرمایا ہے تبین ہو جاتا ہے کہ ان کا قول نہیں ہے اور اس سے تمسخر ہے اور اس عبارت کو اور اس تمسخر پر محمول کرنا مصداق مثل الغربیین ہے بلکہ بلکہ مشاہدہ کرتے ہیں اس سے واضح ہے کہ حقیقت میں جو ہے وہ ان کو مقصود نہیں ہوتا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور ان کے قول کو نہیں سنتے۔

قال الفاضل المجیب: تو اے جاہل بیہودہ جواب کو کہا قول ان اہل تشیع سے نقل کیا ہے جن کا مذہب اس جواب کی حاجت نہیں ہے جناب شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ان کی کتاب میں اس کا ذکر ہے اور موجود نہیں بلکہ ثابت نہیں ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ محشی و شارح نے اس کو اپنی طرف سے گھڑ کر اپنی طرف سے ان کی طرف منسوب کر دیا ہو تاکہ

علی وجہ الاستعلاج جیسا کہ قول شارح علیہ الرحمۃ جائز ہے لیکن ۔۔۔ اس جواب کے تنزل ہونے پر باواز بلند پکار رہا ہے پس تنزل جواب کو تحقیقی یا اصلی جواب سمجھنا آپ کے خاتر الفکلیین اصحاب آیات بینات کی خوش فہمی ہے۔

کذب وافترا کی حد

یقول العبد الفقیر ای مورد الطعن ۔ جناب میر صاحب یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ جس شیعہ سے نقل کیا ہے یہ محض آپ کا کذب وافترا ہے ہرگز دوں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو تحریف پر دلالت کرے بلکہ غایۃ الانصاف اس امر پر دال ہیں کہ رسوں وہ اب تک اور ان شیعہ کی رائے سے ہے جو شیخین کی برائی کے قائل ہیں کیونکہ ان کی عبارت یہ ہے

۔۔۔	اور جو کہ ان میں سے شیعہ نے سوال کیا کہ کیا ہے
۔۔۔	کہ وہ ان جواب سے علیہ السلام نے فرمایا کہ نعم
۔۔۔	ہے ۔۔۔
۔۔۔	ہے ان ہر دو سے ان کو خلق کی طرف نسبت کرنے
۔۔۔	اور منصب خلافت نہیں پہنچے سے جائز ہے
۔۔۔	پس وہ تو یہ کہ وہ ۔۔۔ کا گھر ہیں اور وہ ۔۔۔
۔۔۔	۔۔۔ جب یہ بات ہے پھر ۔۔۔

وہ توضیح ہے ۔۔۔

صریح دلالت کرتے ہیں کہ یہ سوال غیر شیعہ کی طرف سے ہے جو شیخین کے تکفیر کے قائل ہیں شاید ان کا مطلق شیعہ کا جامع بیان کرنا اس لئے کے عموماً شیعوں کی ہے پس یہ آپ کی اور آپ کے اکابر کی سب وشتم کی خوش فہمی ہے کہ اس سے اصل شیعہ سنی سے ہے اور دیتے ہیں اور گویا وہ ان حق سے فرار کرتے ہیں جو اس سے حاصل مذہب سے دست بردار ہوتے ہیں ۔۔۔ علاوہ ازیں اس سوال کی جو وجہ ہے جو کہ وہ ان سوال کرنے والے ۔۔۔ کہتے ہیں کہ ۔۔۔ ہے ۔۔۔ بلکہ ۔۔۔ ہے ۔۔۔ ہے ۔۔۔ ہے

قال الفاضل اللبیب: قولہ بعباس کے صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، وبعض بنو امیہ چنیں گفتہ اند مراد حضرت امیر رضی اللہ عنہ تو بیع عثمان و تحریض مراد بود، اس کے جواب میں علامہ کنتوری فرماتے ہیں، ہیہات از امامیہ این توجیہ نگردد، انتہا جواب اس کے صاحب آیات بینات سلمہ فرماتے ہیں، لیکن یہ جواب علامہ کنتوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اور اس کو بھی ابن عشر نے نقل کیا ہے، اقول اگر غرض یہ ہے کہ امامیہ سے نقل کیا ہے تو محض دروغ ہے فروغ سے مشرح زبان میں موجود نہیں، شاید انہوں نے کسی لفظ امامیہ کا نہ دانستہ نہیں، ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے کل شیعہ اس کے قائل نہیں اس لئے کہ قول اکثر روافض پہلے نقل کر چکے ہیں اور یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے مراد امامیہ ہی ہوں، امامیہ اخص شیعہ ہیں۔

قولہ: اسد الغیر ال مورد الفضل، یہ قول خوش ہے کہ شیعہ سے نقل کیا ہے جس میں امیر ہی داخل ہو کر سب دعاسے طائفہ فرقہ کامل ہیں اور یہ مراد نہیں ہے اور دروغ نہ ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے، اشتر بن ہیثم اور جو شیعہ میں کبیر ہو جود ہے اس نے نہیں لفظ بعض کا اور نہ شان ہی نہیں ہے کہ اکثر اعاظم کی تخصیص شیعہ کی طرف عائد کرے جو قائل ہیں فرقہ امامیہ اور تخلیہ شیعہ کے رجال میں شمار ہیں اور جن سے ظاہر ہے پرسوں وارد ہوتا ہے تو بعض جس وہ ہی ہوئے اور ان سب میں پیش از سے ہزار تک امامیہ کا محشر ہے جو غایۃ الاطناب عد ہوتے ہیں تو سوال اور جواب میں کی شرکت سب سے پہلے ہوئی، اس تقدیر پر جب کہ آپ کے علماء نے قدماء کی جو کہ لفظ فلان سے تعبیر کیا ہے اور وہ امامیہ ہیں، یہ کہنا کہ بعض کا لفظ کسی قول میں مستلزم ہونا اس پر نہیں ہو سکتا کہ اور فرقہ امامیہ سے کوئی اس کا قائل نہ ہو، نہیں یہ کہنا کہ یہ خلاف شیعہ سے اور امامیہ ہی ہوں، اکثر و بیشتر ہے بلکہ از خوار لفظ شیعہ سے اس جگہ امامیہ ہوں گے۔

قولہ: اور نیز یہ توجیہ عین تسلیم سے اصل تحقیق اور روایت کا ہے کہ تشنیع و تحقیر جواب کسی فرقہ کی جرأت سے دیتے ہوتے ہیں کوئی ان کا محل جواب میں فرقہ کا نہیں گرتا ہے اور عرض شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہوں تب بھی یہ محل جواب نہیں ہے اس لئے علامہ یہ ترجمہ شاہد فرمودہ امامیہ این توجیہ از خود بکلی صحیح و درست ہے

قولہ: اقول سابق میں جواب کے تحقیقی ہونے کا نشانہ اور تسلیم ہونے کا بیان کر چکے ہیں آپ نے لفظ اس سے کوئی قرینہ عبارت میں اس کے تسلیم ہونے پر دلالت نہیں

کرتا پس اس کی نسبت تسلیم ہونے کا دعوے بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اگر بالفرض یہ جواب تسلیم ہو تو بھی علامہ کنتوری کا یہ فرمانا کہ بیشک از امامیہ این توجیہ نگردد باطل کذب و دروغ ہے کیونکہ یہ محل اس توجیہ کے وجود سے انکار ہے حالانکہ اس کا وجود علی سبیل التسلیم مسلم ہے تو مطلق یہ کہنا کہ بیشک از امامیہ این توجیہ نگردد دروغ ہوا، ہو آپ فرماتے ہیں اگر بر سبیل مدافعہ تو آپ کے علامہ پر فرماتے ہیں کہ بیشک از امامیہ این توجیہ نگردد ابن عشر بھی تسلیم بیان کردہ صاحب تحفہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ یہ توجیہ بعض محققین اہل تسلیم بیان ہی نہیں کی ہیں بات ہو کر شیعہ سے امامیہ بھی مراد ہیں اور یہ جواب تسلیم نہیں اور اس کی بنا پر علامہ کنتوری کا انکار سراسر غلط اور کذب ہے

قولہ: یہ بھی وضع سے کان ہوکر کہ ماخوذ ہے ان پر امامیہ رحمۃ حکم مشرب ہیں اور ہو رہے، اقول مصنف عارشیعوں کے بلکہ ان کی اکثر میں جو حشر ان کا ہوا دیکھتے ہیں کچھ کر اور فرق کرکے اپنی سمجھ کے موافق اس کا جواب لکھتے ہیں یہ آپ کے خاتم منکلمین کی سمجھ کی خوبی ہے کہ ان کو اصل دکھلائی جواب سمجھ کر نقل کرتے ہیں۔

قولہ: الظاہر اس عبارت سے مقصود اثبات علم و وثوق ان پر ہوا ہے اور یہ ان کے مذہب ہے، اب دیکھا کہ قول مخالف عارشیعوں کے نقل کرتے ہیں اور اپنی دانست میں جواب دیتا ہوا دیکھتے ہیں اس کو فضا یحی کہا اور فقرہ شیعہ کو طرف منسوب کرتے ہیں اور اس کو کہ ان کا جواب لکھتے ہیں

ابن ہیثم نے شرح نہج البلاغت کے خطبہ میں خدا سے عہد باندھا ہے کہ ناحق کی طرف داری اور خواہش کی طرف نہیں جھکوں گا

جو بعد قول مدعی کے نقل کرتے ہیں ان کا نقل کرنا اور اصلی مخالفی کا تحفہ اور شاہد کی تحقیق کی طرف سے تو ان پر کچھ اعتراض نہیں ہے اور ان کا جواب لکھنا اور اس کو شرح کی نسبت ہے اور ان کا جواب لکھنا اور اس کو شرح کی نسبت ہے اور ان کا جواب لکھنا اور اس کو شرح کی نسبت ہے

شہادت بیان کی ہے اور شرح کی حالت یہ ہے کہ شارح نے اپنی شرح کے خطبہ میں خدا کے ساتھ عہد موثق کیا ہے کہ سوائے حق کے کچھ نہ لکھوں گا اور باطل کی طرف ہرگز میل نہ کروں گا اور یہ اس نے کیا ہوگا کہ دیکھا عموماً علماء شیعہ تعصب میں آکر نصرت حق چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی عبارت یہ ہے۔

وشرعت فی ذلک بعد ان عاهدت	اور میں نے اس شرح کو شروع کیا بعد اس کے کہ خدا
اللہ سبحانہ الی ان لا انصر فیہ مذهبا	سے عہد باندھا کہ بجز مذہب حق کے دوسروں کی
غیر الحق ولا ان کب عن الحق لمراعاۃ احد	مدد نہ کروں گا اور حق میں سے کسی کی مراعات کی وجہ
من الخلق۔	سے خواہش نفسانی کو اختیار نہ کروں گا

اور اگر آپ تتبع فرماویں گے تو معلوم کریں گے کہ آپ کے بعض علماء نے اپنی فہرست علماء میں یہ بھی لکھا ہے۔

ومنهم الشیخ الحسن المیثم بن علی	منجملہ ان کے شیخ حسن میثم بن علی بن میثم بحرانی
بن میثم البحرانی مصنف شرح	شرح نہج البلاغت کا مصنف ہے اور اس کا مرتبہ
نهج البلاغۃ وحقیق ان یکتب	کے ذیور پر ہونے کے ساتھ لکھنے کے لائق ہے
بالذهب علی ادمۃ قزا بالجلد الاوراق	نہ کاغذوں پر سیاہی سے۔

پس جبکہ مصنف کا یہ مرتبہ ہو اور مصنف کی یہ حالت ہو اس کی مدح توثیق کوئی کیونکر بیان کرسکتا ہے۔ حضرت مجیب کی اس تقریر سے اہل انصاف ملاحظہ فرماویں گے کہ شکنجہ ابحاث اہل حق میں یہاں تک تنگ ہوئے کہ راہ فرار جہات ستہ سے مسدود پاکر اپنے معتمد علماء کے عدم توثیق ثابت کرنے لگے اور ان کو حاطب اللیل قرار دینے لگے تو جو امر ایسے شخص کے اعتراف سے ثابت ہوگا اور جو اقوال ایسے معتمد شخص کے ایسے موثق اور مستند کتاب میں درج ہوں گے۔ اہل حق ان سے الزام دینے میں کیوں دریغ کریں گے اور ایسی معتمدہ نقول سے کیونکر الزام تمام ہوسکتا ہے الزام ان امور سے ثابت و تمام ہوتا ہے کہ جن کی نسبت خصم اعتراف کرے اور اس کے لئے مضر اور اہل حق کے لئے مفید ہو اور یہاں بحمداللہ ایسا ہی ہے کہ شارح ابن میثم کے نزدیک لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہے چنانچہ اس کی عبارت سے صاف واضح ہے اور یہ بھی اس کی عبارت سے ہویدا ہے کہ اس کے نزدیک قول راوندی پسندیدہ نہیں اور اس کی رو سے اس کو میلان ہے تو اس صورت میں ہمارا الزام بحول اللہ وقوتہ تمام ہے اور آپ کا اور آپ کے مفتی صاحب کا انکار

ناواقفی ہے یا عناد۔

اقول: یہ بھی سبب ہے کہ شارح علیہ الرحمۃ نے واعلموا ان الشیعۃ فلان وفلانا سموا الخ میں بطور محاکمہ فرض وتسلیم قول نقل کرکے اس کے جواب لکھے ہیں ورنہ آپ ہی فرمایئے کہ اگر اس سے مراد شیعہ امامیہ ہیں اور شارح کی تحقیق ہے تو کون سے شیعہ نے فلان سے ابوبکر یا عمر یا ان دونوں میں سے ایک مراد لے کر یہ توجیہیں کی ہیں۔ آخر جو شارح علیہ الرحمۃ لکھتے کیا تو کسی کتاب سے لکھتے ہیں یا یوں ہی زبانی گھوڑے دوڑا رہے ہیں اور شروح نہج البلاغت بھی موجود ہیں اگر یہ قول شارح کا تحقیق ہو تو چاہیئے کہ ان کتابوں میں بھی یہ توجیہیں مذکور ہوں ورنہ زبانی دعوے کون سنتا ہے۔

اقول: اگر یہ ہمارے فاضل مجیب کی رائے میں محاکمہ ہے گو علی سبیل الفرض والتسلیم ہی سہی تاہم محاکمہ کے لئے ضرور ہے کہ حکم ایک شخص ثالث ہو اور اس معنی کر ایک مدعا کی نسبت ایک شخص اس کی صحت پر مستدل ہو اور دوسرا کوئی شخص اس کا نقض و ابطال کرے۔ تیسرا شخص ان دونوں خصمین میں قول فیصل لکھ کر حکم ہوسکتا ہے اسی طرح ماحن فیہ میں بھی ہمارے مجیب پر لازم ہے کہ اول ایک مدعا قرار دیں اور بعد اس کے اس پر خصمین تجویز فرمائیں پھر ان دونوں خصمین کے لئے شارح ابن میثم کو حکم قرار دے کر فرمائیں کہ اس کا یہ قول فیصل اس نزاع میں وارد ہے جب ہم یہاں غور کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ اول شارح ابن میثم نے بصورت نقل کے بیان کیا کہ لفظ فلان سے عمر مراد ہے پھر راوندی سے نقل کیا کہ ایک شخص مجہول الاسم والمسمی صحابہ میں سے مراد ہے۔ پھر ابن ابی الحدید سے نقل کیا کہ وہ شخص مراد ہے جو خلیفہ ہو چکا ہے لیکن جو مسلوم ابوبکر و عثمان مراد نہیں تو عمر مراد ہوں گے پھر اپنی رائے کہ بہ نسبت عمر کے ابوبکر کا مراد ہونا اشبہ بالحق ہے ظاہر کے بعد اس کی شرح و وضاحت بیان کرکے شیعہ کی طرف سے اعتراض اس بنا پر نقل کیا کہ لفظ فلان سے مراد ابوبکر یا عمر ہوں پھر ان ہی کی طرف سے ردجواب نقل کئے تو اب فرمایئے کہ محاکمہ شارح نے کیا کیا، اور خصمین کون کون ہیں، اور قول فیصل کون سا قول ہے جو شارح نے لکھا ہے اگر یہی دونوں جواب قول فیصل ہیں تو قطع نظر اس سے کہ فیصل اپنی طرف سے ہوتا ہے تمام الزامات کذب و دروغ کے جو خاتم المحدثین کی طرف نسبت کرتے تھے وہ سب آپ کے اعتراف سے کذب و دروغ ہو گئے۔ غرض اس قول کی نسبت جو شارح نے نقل کیا ہے محاکمہ فرض و تسلیم کرنا صراحۃً غلط اور ناواقفی ہے اب رہا ہم سے یہ سوال کہ اگر بصورت فرض و تسلیم محاکمہ نہیں ہے

اور واقعی نقل ہے تو بتاؤ کہ یہ کہاں سے منقول ہے اور کس شیعہ عالم نے لکھا اور کس کتاب میں مذکور ہے کیونکہ اگر تحقیق سے تو ثابت نہ ہو تو جن کتابوں میں مذکور ہوں گی اور زبانی دعوے کون سنتا ہے سو اہل علم و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس سوال کا ہم سے کیا موقع تھا تاکہ آپ کے بیان کو غلط قرار دیتے اور آپ سے ہم کہتے کہ سبحان اللہ حضرت یہ تو عالم ہے اور ہم جاہل کی باتیں کیسے ہو گئیں کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کے فاضل مفخر حکیم شیخ نے یہ لکھا ہو حوث یوں دیا ہے اس نے ایک امر کو نقل کیا ہو ہمارے لئے حجت ہو چکا خواہ فی الواقع اس سے منقول ہو یا نہ ہو اور کسی شیعہ نے لکھا ہو یا نہ لکھا اور کسی کتاب میں مذکور ہو یا نہ ہو ہماری حجت ہر طرح قائم ہے بلکہ اگر آپ کا اور آپ کے مفخر کا فرمانا صحیح ہے اور فی الواقع کسی نے نہیں لکھا تو یہ آپ کے فاضل مفخر پر وہ سخت الزام ہوا کہ مخالف تو اپنے بزرگوں پر افترا باندھتے ہیں وہ ان کی طرف وہ امور منسوب کرتے ہیں جو انہوں نے فرمائے نہیں لیکن ہر چہ کچھ نہ سہی بلکہ تیرے علماء شیعہ کا یہ دعویٰ ہے کہ منقولات شیعہ امامیہ پر مشتمل ہے اور امت ان کی تصانیف و تالیف فرمان سے تو اگر شارح نے ایسا کیا ہو تو کچھ خلاف قرار کیسے پائے یہ ہر بیت شارح کا ہمارے ثبوت مدعا میں قابل حجت ہے یا نہ حجت ہے پڑھے مفتہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ نے ایک امر کو بیان کیا یا نہ بیان کیا تو وہ خصم کے لئے حجت ہو گیا ہمیں اس کی نسبت آپ کا یہ فرمانا کہ یہ بیان کیا ہوا ہمارے لئے کیا مفید ہے ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ شیعہ کے علماء نے یہ لکھا ہے اور ہم نے اپنی مستند کتابوں سے نقل کیا ہے اگر آپ کے مفخر نے نہیں لکھا تو ہمارا کیا قصور ہے ہم نے تو

کا مضمون ذہن عالی میں آیا، یا یہ کہ مضمون سمجھ گئے ہیں لیکن اپنی دیانت و انصاف کے ہاتھ سے
لاچار ہیں بمقتضائے اس کے ایسی خرافات! آپ نہ فرمائیں تو کیا کریں دیانت و انصاف کا ثبوت
آخر کس دلیل سے ہو اس قول میں اول خطائے فاحش یہ ہے کہ فرماتے ہیں خاتم المتکلمین کے اس
قول نے فیصلہ کر دیا کیونکہ تسلیم کر لیا گر کتب شیعہ میں اس روایت میں لفظ فلان ہے اور لفظ
ابوبکر نہیں ہاں بطور مرادی معنی کے تنزلاً احتمال ابوبکر لکھا ہے جانا کیونکر کسی نے نہ صاحب تحفہ
نے نہ صاحب ازالۃ الخفاء نے اس امر کا دعوے کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجائے
لفظ فلان لفظ ابوبکر یا عمر مذکور ہے چنانچہ صاحب تحفہ نے بعد دعوے تحریف نسبت
شریف رضی کے شرح کے تعیین یعنی مرادی کو قرینہ اور دین ثبوت تحریف پر قرار دیا ہے
چنانچہ علامہ زاہوی قدس سرہ العزیز تحفہ میں فرماتے ہیں۔ ازیں عبارت جناب امیر صاحب نہج البلاغت
کہ شریف رضی ست بزرگی حفظ مذہب خود تصریح کردہ لفظ ابوبکر را حذف نمودہ و بجائے او
لفظ فلان آوردہ تا ہمہ ست تمسک نتوانند نمود لیکن کرامت حضرت امیر آنست کہ اوصاف مذکورہ
صریح تعیین مسمیٰ میکنند چنانچہ بیان خواہد شد۔ انتہی۔ شارحین نہج البلاغت از امامیہ در تعیین لفظ
فلان اختلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند مراد ابوبکر ست و بعضی گفتہ اند مراد عمر۔ الخ۔ پس ان
عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ شارحین امامیہ نے جو بیان مراد کے، ابوبکر یا عمر کو بیان کیا ہے
اور یہ دعوے ہرگز نہیں کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجائے لفظ فلان کے لفظ ابوبکر اور
جب آپ نے معنی مرادی سے مراد ہونے کو تسلیم کر لیا تو گویا خصم کی دلیل کو قبول کر لیا اور دعوے
ثابت مان لیا اور فیصلہ ہو گیا مگر چونکہ فیصلہ ہو جانے سے آپ کی یہ بات مراد ہوا اگر فیصلہ ہو
جانے سے رفع نزاع مراد ہو تو قیامت تک بھی ممکن نہیں تحریف کے عدم کو تو وہی ایسی
ان ہر دو بات میں گرفتار ہو کر سر سے ہی سے انکار کر مارا شروع کر دیا کہ نہ ہمارے شارحین
نے لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر مراد لی ہے نہ تعیین احد ہما میں اختلاف کیا ہے زیر توجیہات
مذکورہ ہو چکا ہے پھر کہاں ہیں کہ علماء امامیہ نے لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر کا مراد ہونا تسلیم کر لیا ہے
علماء امامیہ میں سے کسی نے بیان کی ہیں جانا علامہ کشتری کا یہ فرمانا محض غلط اور کذب ہے
اور یہ توجیہات ان میں نے نقل کی تعیین اور اگر بفرض محال اس کو تسلیم کیا جاوے کہ یہ حضرات
علماء کرام نے اپنی طرف سے کہی ہیں تو بھی چونکہ ان کی فضیلت تحقیق و معرفت سے اس امر کا ثبوت

الزام اور انکار کشتری کے بطلان کے لئے کافی ہو گیا، دوسری خطا وہی قدیم خطا ہے کہ اس کو
تنزیل فرما رہے ہیں حالانکہ اس دعوے کے ثبوت کے لئے نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ ہے
بلکہ قطعی قرائن اس کے خلاف پر قائم ہیں چنانچہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں تیسری خطا نہایت
فاحش اور قبیح یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ ملتی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابوبکر بجائے لفظ
فلان ہونے کا کتب شیعہ میں اور اس کا انکار نہیں کیا کہ معنے مرادی احتمالی میں بھی علی تقدیر تنزل
ابوبکر یا عمر نہیں ہے، اور یہ سراسر کذب و دروغ و خلاف واقع ہے اور مصداق مصرعہ چہ
دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ہے اس کو دیکھئے پھر اس پر علامہ کشتری کی عبارت
ملاحظہ فرمائیے آپ کے کشتری صاحب تحفہ کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں۔ قولہ۔ والمذکور فی
نہج البلاغت۔ الخ۔ امامیہ در تعیین فلان اختلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند مراد ابوبکر ست و بعضی گفتہ اند
عمر۔ الخ۔ قولہ ان ہذا الکلام مبین۔ الخ۔ ازیں ظاہر میشود کہ مراد شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا
عمر ست و حال آنکہ قبل از ابن ابی الحدید غیر از قطب راوندی کسی بشرح این کتاب شریف نہ پرداختہ
چنانچہ ابن ابی الحدید در اول شرح خود گفتہ ولم یشرح ھذا الکتاب قبلی فیما علمتہ
الا قطب الدین سعید بن ھبۃ اللہ بن الحسن الفقیہ المعروف بالقطب
الراوندی وکان من فقہاء الامامیۃ الخ۔ و نیز ابن ابی الحدید در شرح این
کلام آنحضرت بعد دعوے ایکہ گفتہ۔ فلان ھو ابوبکر۔ قال فی الشرح انہ علیہ
السلام رمز بلفظ فلان الی بعض اصحابہ بحضرتہ و ان الفتنۃ التی
وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص۔ الخ۔ اختیار واہ شد۔
جس شخص کو ذرا بھی عبارت سمجھنے کی تمیز ہو گی وہ تحفہ کی عبارت سے سمجھ سکتا ہے کہ علامہ دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول میں فرمایا ہے کہ شارحین نہج البلاغت کا امامیہ میں سے باہم اختلاف
ہے بعض کہتے ہیں لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد عمر ہے۔ پس اس
قول میں بعد دعوے اس امر کی نسبت ہونے ہے کہ کتب شیعہ میں لفظ فلان سے بطور مراد کے
یا ابوبکر یا عمر مذکور ہیں۔ جواب اس کے علامہ کشتری نے اس دعوے کی تکذیب کی اور فرمایا ان
ہذا الکلام مبین۔ الخ۔ اس دعوے فاسد پر برہان ہے اس سے پوچھنا چاہیئے کہ کون سے
شارحین امامیہ نے کہا ہے کہ مراد ابوبکر ہے یا عمر۔ تو اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ
لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر مراد ہونے کی تکذیب سے اور تحفہ کی عبارت میں نہ اس امر کا دعوے کیا

کہ کتب شیعہ میں بجائے لفظ فلان کے لفظ ابوبکر یا عمر اس روایت میں موجود ہے اور نہ علامہ کنتوری کی تکذیب اس کی طرف راجع ہے پس آپ کا یہ فرمانا کہ مفتی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابوبکر بجائے لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں اور سراسر دروغ بے فروغ ہے کسی ایمان دار اہل شرم وحیا کا یہ کام نہیں کہ ایسا صریح دروغ بمقابلہ مخصم پیش کرے۔ لیکن چونکہ آپ کو خوف خدا اور اہل علم سے شرم وحیا غایت درجہ کو ہے کہ کسی کو ایسی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے آپ جو چاہیں کریں جو کچھ چاہیں فرمائیں۔

قال الفاضل المجیب: قولہ۔ زیرا کہ مراد ازین الخ: اقول۔ آپ کے خاتم المتکلمین کی یہ تحریر کیا علم کا ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس شارح علیہ الرحمۃ کی اور شراح امامیہ نے بھی یہ توجیہ کی ہو گی۔ مطالعہ دیوبند میں ایسی تحریریں کرنا اہل دیانت کا کام نہیں آپ کے خاتم المتکلمین نے نہایت چھان بین کی اور بہت سی کتب کی اوراق گردانی فرمائی تب ان کو اس شرح میں یہ توجیہات علی سبیل التسلیم والتنزل ہاتھ لگیں اول تو ان توجیہات کو جو بتقدیر تسلیم وتنزل کی گئی ہیں اور وہ بھی عام شیعہ کے ہیں شرح میں لفظ امامیہ کا نام ونشان تک نہیں ہے لہٰذا بمقابلہ مخصم پیش کرنا کمال دانائی ہے اور اس پر افظ مشل زیادہ کرنا اور طرفہ ہے۔

انکار کی سزا

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: اول بجواب حضرت علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ کے کنتوری نے اس کا صاف انکار کر دیا تھا سو ان کا انکار کچھ پیش نہ گیا۔ اور وہ اپنے اس انکار کی سزا پا چکے جو اہل شرم وحیا کے لئے بہت کچھ ہے تو ان کی سلب کلی کے مقابلہ میں اس کی نقیض ایجاب جزئی ثابت کی گئی بلکہ ثابت ہوا کہ ان کا انکار محض قصور تتبع سے یا عناد سے ناشی تھا۔ آپ نے اس کا انکار نہ کیا کہ سوائے بحرانی کے اور کسی شارح نے نہیں لکھا ہے اور حضرت خاتم المتکلمین نے لفظ مثل کا مذکور خلاف دیانت نہ فرمایا۔ افسوس کہ آپ کو علامہ کنتوری کا حال دیکھ کر عبرت نہ ہوئی اور علامہ کنتوری کی طرح سے تحقیق انکار کر دیا۔ اول نہج البلاغت کی تمام شروح وتراجم کو حاشیہ پر رکھئے اس کے بعد اگر انکار فرماویں گے تو قابل جواب ہو گا میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے جمیع شروح وتراجم نہج البلاغت کے حاشیہ نہیں فرمائے ہوں گے اس لئے عرض کرتا ہوں مطالعہ دیوبند میں ایسی تحریریں کرنا اہل دیانت کا کام نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس بحث میں جو عبارت

کہ حضرت خاتم المتکلمین نے فاضل مدائنی کی شرح کی نقل کی ہے اس سے صاف واضح ہے کہ وہ اور اس کا استاد نقیب ابوجعفر بھی اس امر کے قائل ہیں کہ مراد لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر ہیں مدائنی کہتا ہے کہ بنقیب گفتم کہ تعریض بحاضر وقتی درست نیشود کہ مدح شخص باطنی مغایر نفس الامر بود و بیچ شکی و تردد ی پیرامون آن نگردد چون جناب امیر باین اوصاف معترف شود غایت مدح خواہد بود کہ بالاتر ازان نباشد نقیب سر بگریبان فرو بردہ بعد تامل گفت درست میگوئی۔ انتہی۔ اگرچہ اس عبارت میں بصراحت نام ابوبکر یا عمر کا نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اس اعتراض کا مدار اس کلام کے لف ونشر ہونے پر ہے اور ظاہر ہے کہ تعریض جناب ذی النورین کو ہو گی اور یہ بھی بدیہی ہے کہ ان کو تعریض بجز ذکر محاسن احد الفریقین سابقین کی نہیں ہو سکتی تو ثابت ہوا کہ اصل کلام بیان محامد احد الشیخین کو متضمن ہے اور حاصل اس کا وہی ہے جو بحرانی نے اپنے جواب ثانی میں نقل کیا ہے۔ الثانی انہ یجوز ان یکون مراد حاذلک او احد هما فعرض فوضع عثمان الخ اور نیز جو حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے آخر میں بتصریح لکھا ہے اور کلمات دیگر شارحین وستر جمین این کتاب از امامیہ ہر ترجیح صدرین بر می آید کما لا یخفی علی المتتبعین لیکن چونکہ علامہ کنتوری کی تکذیب بحرانی کی نقل سے بخوبی ہو چکی تھی اور شارحین سے نقل کی حاجت نہ ہوئی۔ معہذا کیا خاتم المتکلمین کا لفظ مثل لکھنا آپ کے اور آپ کے علامہ کنتوری کی تقریرات سے بھی زیادہ خلاف دیانت ہے کہ بدیہ کذب اور دروغ دعوے فرماتے ہیں کہیں کہتے ہیں کہ کسی شارح نے لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر کو مراد نہیں لیا کہیں کہتے ہیں کہ یہ اوصاف کسی نے ابوبکر یا عمر پر محمول نہیں کئے۔ کبھی فرماتے ہیں کہ یہ توجیہات واعتراض کسی امامیہ نے نہیں کیں پھر اس پر فاضل مجیب حاشیہ چڑھاتے ہیں کہ مفتی صاحب نے بجائے لفظ فلان کے ابوبکر یا عمر مراد ہونے کے سوائے اور کسی امر کا انکار نہیں کیا حالانکہ آپ کا اور آپ کے علامہ کنتوری کا فرمانا بداہۃ خلاف واقع ہے پھر تعجب ہے کہ باین ہمہ ادعائے انصاف یہ تحریریں خلاف دیانت نہیں معلوم ہوتیں آرمی ع۔ وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ۔ رہا توجیہات کا بتقدیر تسلیم وتنزل ہونا اور عام شیعہ کی طرف منسوب ہونا سو اس کا جواب ہو چکا اس سے گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں۔

قولہ۔ معہذا اپنے خاتم المتکلمین کے اس قول کا بھی جواب سنیے قولہ زیرا کہ مراد ازین کلام ابوبکر یا عمر کے تعیین ممکن میں ہے اور وہ ہرگز شہ چہ این مفہوم علیہ الرحمۃ موجود نہیں ہے بلکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ بحرانی علیہ الرحمۃ نے اس قول قطب الدین شیرازی علیہ الرحمۃ بیان کیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ مراد از جز

[illegible] ہے اس کے بعد قول ابن ابی الحدید نقل کیا ہے کہ وہ بعض وجوہ سے حضرت عمر کو ترجیح دیتا ہے اور کوئی تعیین نہیں کی گئی ہے پھر چل کر اس بنا پر فرض و تسلیم قول مخالف یعنی ابن ابی الحدید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے ارشاد ہونے کے بعض وجوہ سے حضرت ابوبکر ترجیح رکھتے ہیں بشرطیکہ اس کو مستند سمجھا جائے پس اس تعیین حق کی بنا پر ابوبکر کا مال ہونا ثابت ہے۔

اقول: جناب مولیٰ صاحب میں تعجب کرتا ہوں کہ آپ کی تحریر سے کوئی اس سے آخر کیا سمجھ سکتا ہے اور کیا سمجھ سکتا ہے جو میں نے اول سطروں میں لکھا تھا کہ کوئی اہل علم اس کے سوا نہیں سمجھ سکتا مگر مولیٰ صاحب کے ارشاد کے موافق خاص عنایت فرمائے ہوئے مولیٰ صاحب کے لکھنے کی طرف توجہ کرنے والا کیا سمجھ سکتا ہے کچھ تو بھاری سمجھ میں ہو سکتا ہے اور اگر آپ نے صاف اس کا مادہ سے کیا دیانت اس ہوتے ہیں کہ ہمارے ان کی اس مزہ دیکھے اس کی وہ بات کی تو صاحب بلکہ خرخیات بلکہ تکذیب فرماتے ہیں اس سے اس قول کے صاحب رد کی فرمائی شرح میں ہاں صاحب سے اس قول کو ہمارے یہ مسئلہ ان کے اس اجتہاد علمی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے یہ تعیین حق ہے اور وجہ آپ کے کہنے کے ہاں سے آپ کے صاحب رد کی قول کا اس طرح کے نہیں اس کے جس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ وہ اصل اس کا قول ہے کہ حضرت علی سے حضرت ابوبکر کے اس کے بعد ہی رسول کے جو صاحب رد کی قول کے صاحب رد کی قول کے صاحب رد کی قول کے

کے جواب دیکھئے، اول حضرت علامہ مرد وی قدس سرہ العزیز نے تحفہ میں فرمایا کہ امامیہ شراح
شیخ ابن حاجب نے لفظ فلان سے جو منہج البلاغت میں بطور تحریف واقع ہے تعیین مراد میں
اختلاف کیا ہے بعضے کہتے ہیں کہ مراد ابوبکر ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمر ہے، اس
پر آپ کے علامہ کشتوری فرماتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے کسی شارح امامیہ نے مراد ہونا لفظ فلان
سے ابوبکر یا عمر کا بیان نہیں کیا و ہذا ما قالہ [illegible] ۔ اس پر ناصبی بابد
پرسید کہ گفتہ شرح امامیہ گفتہ مراد ابوبکر یا عمر است، اس پر حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ
نے علامہ کشتوری کی تکذیب فرمائی اور یہ بیان جہالت فرمایا، کما مر، ناصبی کہتا ہے کہ قول سبعی کمک
بہ متبحران عظیم الشان امامیہ کہ در ایں شان امامیہ مثل بحر ذخار مستند و یکی ہمچو ایں بے نصیب کے
مخالف و امامیہ گویند کہ مراد شارح امامیہ گفتہ مراد ابوبکر یا عمر است، یک عبارت ایں گمراہ التحریر
کہ ایں ہمہ مرد و گوشہ چنیں مستند و خاک مذلت بچہ ابرو زدہ کہ مستند او تصنیف پر خرخریات قال
ایں ہمہ در چند کلمہ آپ کے محقق صاحب نے سخت خائن و محرف ثابت کر دیا کہ ان کی اس بحث میں کذب کی در
پانچ جگہ ہیں اور حضرت خاتم المتکلمین نے ان کے جواب میں آپ کے محقق صاحب کی تکذیب فرمائی
اور ان مقامات کی عبارت نقل کر دی کہ ان کی دھوکہ دہی کو تو ڑ دیا، اب جس قدر یہ آپ اپنے جواب کو
مدلل کریں اور چنیاں فرمائیں، آپ کے جواب کو اس سے کیا ربط اور کیا مناسبت
ہے تعجب ہے کہ آپ نے کیا سمجھ کر جواب لکھا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ اگر ناصبی کے نزدیک وہ تحریفات
تحریفی اور جعلی جواب ہوں تو ہمارے نزدیک بدون کشف استناد کے معارض ان اوصاف عالیہ
سے ورنہ لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر ہی مراد ہیں اور فی الواقع محقق صاحب نے شرح
میں ابوبکر ہی مراد لیا ہے، تعجب اور افسوس کی بات ہے ایک کتاب کا دیکھنا اور وقت تحریر
اس کے مضامین کا یاد نہ رہنا، یہ کیا بات ہے کہ علامہ کشتوری نے کتاب میں کیا تحقیق کی ہے
محقق صاحب نے کیا تحریف کی ہے اور وقت جواب لکھنے کے ان کو کچھ یاد نہ رہا، یہ بات ہے
ہو سکتی ہے کہ آپ نے کتاب کا دیکھنا اور وقت تحریر اس کے
مضامین کا یاد نہ رہنا، یہ بات ہے ہو سکتی ہے کہ آپ نے کتاب کا دیکھنا اور وقت تحریر اس کے
مضامین کا یاد نہ رہنا، یہ بات ہے ہو سکتی ہے کہ آپ نے کتاب کا دیکھنا اور وقت تحریر اس کے
مضامین کا یاد نہ رہنا، یہ بات ہے ہو سکتی ہے کہ آپ نے کتاب کا دیکھنا اور وقت تحریر اس کے

ایں ناصبی باید پرسید کہ در امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر است کدام کس گفتہ ہیں، ایں ادعا کذب محض
است کہیں فرماتے ہیں شبث الدر ثر النقش، اول ایں معنی باثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان
در ہیں کلام ابوبکر است، اور کہیں ایسا مراد ہونا کیا کہ زمانہ کو سر پر اٹھا لیا ہیں سے صاف معلوم ہوتا
ہے کہ محقق صاحب نے تمام شروح منہج البلاغت کا ملاحظہ فرمایا ہے، اور تمام شروح کے مضامین
اور تمام شرح کی تحقیقات طبعہ اور خطاء میں، مگر آپ نہیں جانتے تھے تو لفظ فلان سے شیخین
کے مراد ہونے کا انکار اور علماء امامیہ کی توجیہات کرنے کا انکار کس بنا پر کیا، ان کو تو دعوت تمام
شروح کے دیکھنے اور تمام مضامین کے مستحضر ہونے کا ہے اگر وہ ہوتا تو اس کا جانتے کہ وہ لکھتے ہوئے
کہیں کہیں جاتا ہوں تو اس شدومد سے تکذیب و انکار نہ کرتے بلکہ یہ کہتے کہ میں نے سوا سے
ابن بابویہ کے دوسری شرح نہیں دیکھی یا تمام شروح نہیں دیکھی یا میں اس دعوے کی تصدیق تو نہیں
کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا یا یہ کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان
باتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان
باتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان
باتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان
باتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان
باتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان
باتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان
باتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان
باتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان
باتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان
باتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان
باتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا کہ شروح دیکھی تھیں مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے ان

تخطیهون اخطئ هن منصب الخلافۃ فاما ان لا یکون الکلام من کلامہ علیہ السلام او ان یکون اجماعا خطا" (اردو ہوتا ہے) اور علامہ بحرانی نے خود جواب شیعہ سے نقل کئے ہیں وہ جواب بداہتہ معلوم ہوتا ہے کہ ہرگز صلاحیت رفع اعتراض کی نہیں رکھتے چنانچہ حضرت صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وزن سے اس امر کو ثابت کر دیا ہے تو اب فرمائیے کہ ہر دو امور مندرجہ عنوان میں سے کسی کو اختیار فرمائیے گا کیا آپ کا اجماع خطا پر ہے یا یہ کلام جناب امیرؑ کا کلام نہیں ہے اور شریف رضی نے من تلقاء النفس گھڑ بڑھا دیا یعنی یہ تو واضح ہے کہ شریف رضی تو زیادہ سے زیادہ ایسے کلام کو جو صریح مدح شیخین پر دلالت کرے اپنے خلاف مذہب کیوں پڑھتا ایسا احتمال معرا ہے اور ممکن ہے تو ہو سکتا ہے اور ممکن مذہب میں یہ امر بالکل مفقود ہے نادانستگی کا عذر بھی مسموع علی الخصوص حاشیہ پر بخط ارضی لکھا ہوا مل گیا کہ لفظ فلان کے بیچ سے لکھا تھا تو شریف رضی کے بڑھانے اور اس کلام کے جناب امیرؑ کے کلام نہ ہونے کا تو احتمال باطل ہوا تو ثابت و متعین ہوا کہ آپ کا اجماع خطا پر واقع ہے وہو المطلوب اگرچہ اس گفتگو سے آپ کے معارضات بھی باطل ہو گئے تھے لیکن ازراہ توضیح سے شیخ کے قول معارضہ جناب نے حضرت صاحب تحفہ قدس سرہ العزیز کی نسبت اپنے ازالہ کی تصنیف نہ دیکھنے کے بارہ میں فرمایا اور فرمایا کہ کسی جگہ اس تحریر میں یہ ثابت کر چکے ہیں پس اس کا جواب تو یہ ہے کہ یہ محض جناب کی خوش فہمی ہے کہ آپ نے اپنی عادت کے موافق عبارت زیادہ الخطاء کے مطلب سمجھنے میں فہمی کی تھی چنانچہ جس جگہ اس تحریر میں آپ نے یہ دعوے فرمایا ہے وہیں ہو بھی بجز اس کو ثابت کرتے ہیں عاجت عادہ نہیں ہے۔ دوسرا معارضہ آپ نے حدیث خلیفۃ عادل رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا تھا کہ مضمون موقوف تحفہ قدس سرہ العزیز کے بارہ میں ہے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ قول سبحان اللہ کے نزدیک محل اعتراض نہیں ہوا بلکہ بحسب تسلیم شیعہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جائز اعتراض ہے خود جناب میر شیعہ میں سے بعض یا فتر ہوئے کہ صحیح ہوتے ہوئے کہ اور میں کی تلقین سے متشیع ہوئے اور نہ اگر تشکیک کی گنجائش ہے تو اصل تسلیم کی ہوئی ہے پس جب تسلیم مانع ہوئے تو تشکیک خلافت نہیں کر سکتا ہے معلوم ہوا کہ تسلیم اصل حدیث عادل رضی اللہ عنہ کا سبحان اللہ پر بھی ہوا تو اس حدیث صحیح کا اثبات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا تھا مگر آپ کے مفتی صاحب پر یہ مصیبت [illegible]

بے فطنت طاری ہوئی اور نسیان پیش آیا اگر حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے عمر اضافات کا صدمہ و مصیبت ہے اور انکار و اعضال ہوتا اس کا باعث ہے تو ہر بھی آپ کے مفتی صاحب کو معذور سمجھتے ہیں علاوہ ازیں اس موقع میں کہ جو جناب مفتی صاحب کو پیش آیا اور دوسرے مواقع میں کہ جس جگہ کتب کا نہ دیکھنا یا مضامین کا یاد نہ رہنا کچھ عیب یا نقص کا باعث نہیں سمجھا جاتا جیسے وہ یہ کہ جس جگہ کتب کا نہ دیکھنا یا وقت تحریر مضامین کا یاد نہ رہنا معیوب نہیں سمجھا جاتا وہ موقع ہے کہ جہاں نہایتا تعلق بھید ہو کہ اس سے ان مضامین کی طرف انسباق ذہن کا گمر ہو اور انتقال فکر کا ادھر سے ادھر اور ہوا ایسے موقع میں اگر وقت تحریر مضامین یاد نہ رہے یا کتاب کو نہ دیکھے تو معذور سمجھا جا سکتا ہے اور یہ موقع جو آپ کے مفتی صاحب کو پیش آیا کہ مصنف نے اپنے ثبوت دعوے میں ایک کتاب کے خاص موقع کو مستند تحریر دیا اور اس کتاب کے متعدد مضامین متعلقہ کو اپنے دعوے کی تائید میں بیان کیا اگر کوئی شخص اس حسن ترتیب جو میں ہوئی اس کے کوشش نہ دیکھے اور ان کی طرف مراجعت کرے اور مصنف کے دعوے کا صدق یا کذب کتاب سے مقابلہ کر کے معلوم کرے صاف انکار کر دے اور کہے کہ کسی کتاب میں اس کا نام و نشان نہیں اور یہ دعوے محض کذب و دروغ ہے۔ حالانکہ خود یہ انکار و تکذیب محض کذب و دروغ ہو تو ہر گز وہ معذور نہ سمجھا جائے گا اور سمجھی ملامت سے نہ بچے گا پھر اگر کوئی اس کے اتباع میں سے اس کی حمایت کرے اور عذر کرے کہ آپ سے کتاب نہیں دیکھی تھی اور آپ کو یاد نہیں رہا تھا تو کسی عاقل کے نزدیک قابل سماعت نہ ہوگا کہ یہ مصداق مثل مشہور عذر گناہ بدتر از گناہ کا سمجھا جائے گا پس اس موقع میں بوجہ غایت اتصال و قرب تعلق نہایتہ اس پر وجب تھا کہ مضمون کی طرف مراجعت کرتے اور اس دعوے کے صدق و کذب کو کتاب سے مقابلہ کر کے دیکھتے تو کس سے ترک واجب کیا اور اپنے مذہب کی حمایت میں بے پھر ہو کر کذب و خیانت کا ہوا تو یہ موقع میں جس قدر ملامت کی جائے بجا ہے اور جس قدر گرفت کی جائے روا پس بھروسے فاضل کی بجائے اپنے مفتی صاحب کے فرمانے کہ اگر مخلوں سے کتاب دیکھی ہوئی مضامین یاد رہتے ہوں تو یہ عیب و نقص کی بات ہے۔ ہم اس کو نہیں مانتے ہیں کہ یہ ہرگز عیب اور نقص اور خیانت و کذب اور مانع تصنیف کے باطل محض ہے اور تحریف کے ثبوت ہونے کا جو آپ شاہد فرماتے ہیں سو یہ وہ فضیحت ہے جو بجائے ساتر عیب کے اور پیش کئے اور اس کی نسبت ہو کہ دانش حضرت کو سمجھیں

قال الفاضل المجیب بقولہ: یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پایۂ علم اور تدین بخوبی معلوم ہو سکتا ہے علاوہ اس بحث کی غلطیوں کا استیفا نہیں کیا گیا، اقول: فی یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء سنیہ کا پایۂ علم و دیانت و دقت و فراست و تعقل و کیاست بخوبی معلوم ہو سکتا ہے علاوہ اس بحث کی غلطیوں کا بھی استیفا نہیں کیا گیا۔

مجیب کے اس اعتراض کا جواب کہ علماء اہل سنت اللہ بلاد فلاں کو غلطی سے قسم کہتے ہیں

یقول العبد الفقیر الی مولاہ القدیر: جل اللہ تعالیٰ و تقدس! ان علماء اہل سنت کا پایۂ علم و دیانت و دقت و فراست ایسا ظاہر و باہر ہے کہ اگر کوئی منصف نہ مانے یہ بھی جماعت صادق بیدا اللہ علی بصائرہ و غضب اللہ علی من خالفہا کے ہے، ان علماء شیعہ کا پایۂ علم و دیانت و دقت و فراست تو ان کی تالیفات سے ظاہر کرنے کا ہر مذہب ان کے نزدیک ہمیشہ تبرے کے پردے میں مختفی ہے اور مذہب کو ان صادق القول ہیں بتا رکھا، سو بحمد اللہ فریقین نے علم و دیانت و دقت و فراست کی حالت اسی بحث سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے جس پر منصف کا چشم چشم بصیرت پر گلہ کرنا بیکار جاوے۔

اقول: اگر کسی نے اس بحث سے مفصل جو ہم نے بیان ہوا ہے کہ علاوہ تحریف و قطع بیان کرنے و ظہر کے علم و افضل کا مرتبہ بھی ہر جگہ کماں حقہ ثابت کیا ہے بیان تک کہ بعونہ تعالیٰ کذب و دروغ ان استاذ کو معلوم ہو گیا ہے بھی کمال بصارت ہو چکی ہے، بصیاً رمد بلاد فلاں کو مدار دروغ و قسم دروغ والے ہیں علاوہ شرکت کتب تحریر و تالیف میں تصریح ہے کہ رمد در دولت ابود و رمد بلاد شمس دار کے کلمات تعجب سے ہے قسم سے اس کو کیا علاقہ، در جواب تمام و کمال دستہ یہ کی حاصل سمجھتے ہیں نیا تعجب ہے علم و فضل پناہی صاحب نواب محمد امین اور دی صاحب عالم المتکلمین کا خطاب اپنے ہی تحریر سے پا چکے ہیں ہر شی عجاب۔

اقول: ان انصاف مرے خاندان میں بحث کو جو چار سال خاص صاحب نے بعد از واقعی تحریر فرمائی ہے سنیں، و حضرات علماء شیعہ کا مرتبہ علم و فضل و حفظ و دیانت دیکھ لیں کہ کیا ہی جو باتیں کہ ان حضرات کو معلوم ہوں ہی نہیں، ان میں غلطیاں نہ ہوتے ہیں، ان سے بھی واقف نہیں ہیں ہی غلط کہ ان کی طرف منسوب ہوئیں، ان کی غلطیوں کو بیان کرنا ہے ہی ان کی طرف منسوب ہوئیں، ان کی غلطیوں کو بیان کرنا ہے

اپنے علماء سے نقل فرماتے ہوں گے کیونکہ آپ تو فرما چکے ہیں کہ میں محض فارسی خواں ہوں، آپ کو کتب عربیہ و لغویہ سے اور تحقیق اللہ بلاد وغیرہ سے کیا تعلق اور نیز اس قول کے شروع عبارت میں بھی اس طرف ایما ہے کہ لکھتے ہیں اس بحث کے جواب میں مفصل بیان ہوا ہے تو ہم کو یہ کہنا چاہیے کہ فاضل مجیب نقلاً اپنے علماء سے اعتراض نقل کرتے ہیں کہ علماء اہلسنت نے اللہ بلاد فلاں کو ہر دو قسم دروغ فرمایا ہے حالانکہ یہ کلمہ تعجب کا ہے، اب اس کا جواب سنیے کہ یہ آپ کے علماء کو محض کذب و افترا اور بہتان ہے ہرگز علماء اہلسنت نے اللہ بلاد فلاں کو جو حسب تصریح فاضل مجیز فی کو یمن کا ہے قسم نہیں فرمایا ہے صواعق اور نزلۃ المغیبین میری نظر سے بھی گذری ہیں اور غالباً تحفہ کی نسبت یہ اعتراض ہوگا اس کے میں عبارت ان کتابوں کی نقل کر کے اپنے فاضل کرام سے علماء مجتہدین کے تجرد و تقدس کی قسم دے کر پوچھتا ہوں فرمائیں تو سہی کہ یہ عبارتیں کہاں لکھا ہے کہ اللہ بلاد فلاں کو قسم ہے خواہ نخواہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ سو واقع میں یہ خطبہ نقل کرنے کے بعد اول جواب وکان ھذا علی وجہ الاستصلاح من غیر قصد الحلف کہ شیخین کے حق میں فرماتے ہیں فان ثبت بذلک المصوم انہ کذب عاشر کذبات صرح بھا کما فی حدیث عشر خلفات کاذبۃ من غیر ان یجد ضرورۃ دینیۃ فان مستقصد حرمہ و مستجوب تلویمہ تحصل لعدیل کذب واحد من ذلک الکذب الذی ارتکبہ دون مرۃ کما فی رفع الغشاوۃ فی حلف من کان معذورا بشیء حلف علیہ حلفہ علی ما ھو الاصح من القولین و ما حلف عشر خلفات کاذبۃ الی ان قال فان المؤمن المجتنب عن الکذب یعمہ الکذب و مرتکب الحلف الکاذب لا یخلو عن الکذب الکاذب الایمان الکاذب قد حضرت علامہ زادی قدس سرہ العزیز تحریر ان تحریرات کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ہر حال مصنف پر شیعہ حرمت کرہ اور دروغ مؤکد بقسم ثابت بجناب معصومی نمودن کہ بنا بر قول مشہور دنیا لیتے اور ندری چنانکہ ان بار ہا فرمودہ اند کہ رمد در دولت ابود و رمد بلاد شمس دار کہ بسیار مبالغات و بیان غلو شدہ بود، پس یہ عبارتیں ہیں اس میں کہاں لکھا ہے کہ اللہ بلاد فلاں کو قسم ہے حضرت علامہ زادی یہ عبارتیں

حرف قسم کا عبارت میں موجود ہے جس کے معنے قسم کے خواجہ نصر اللہ اور علامہ دہلوی نے لکھے پس
اس کا جواب یہ ہے کہ تحکم کے چھوٹے چھوٹے رسالوں میں لکھا ہے کہ قسم مقدر مثل ملفوظ کی ہوتی ہے
چنانچہ غالباً کا قیاس اس جواب میں ہے واللہ یا اقسم کا لفظ پس اول لفظ ہوا فلان کلمہ من کا ہے
بعد اس کے لفظ لفظ قسم مقدر پیدا ہے اور اس کا جواب واقع ہے معنی المبیب میں لکھا ہے
وقال علی در المختصر فی نحو واللہ لقد ملتقون ہیں ۔ عندہ و منکم قبل فی الجملۃ
الخبریۃ الواقعۃ جوابا لقسم وہا لقسم مثل ان و ما و قول ۔ الخ ۔ ہے صیغۃ اجاب بیضاوی
وغیرہ نے کہا ہے ۔ دوسرے محکم دوم آیۃ کے بیان میں لکھا ہے و بہذا سقط اعتراض المقرون
بقد بعد القسم و اللام ۔ قبل لقد کان فی ہوئے و حذف
بیت و مشہور ہے ۔ اور اشعر میضاوی میں لکھا ہے ۔ لقد علمتم ان عندہ
منکم فی الحبس ۔ و ما فائدۃ للقسم میں پڑھتی جب غیر مقدر ہے ای لیعلم ان عندہ
منکم الخ ۔ اور قدیت ۔ الخ ۔ تو ان عبارت سے معلوم ہوا کہ یہاں قسم مقدر ہے اور
قسم پر جواب اس کے جو ہے ہے بلکہ ان قسم مقدر کا جواب ہے اور اس جواب کے متعلق میرے صاحب
آپ نے لکھا ہے محمد پر یہ قسم میں رسے پہلے حرف النفی کی آپ ہی دیں اسناد سے دی پھر
اس پر آپ کا اس کو ذکر کرنے کے ساتھ جاء سے مقابلہ میں لکھنا اور بیان کرنا ایک چھوٹی سی بحث
ہے جس سے یا علماء فضلاء عالم شیعہ و علماء اہل سنت کو ہمیں معلوم ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم
ہو سکتا ہے ۔ علماء اہلسنت مناسب خاموش ہیں اور علماء شیعہ نے لکھا ہے یا علماء شیعہ
میں کوئی ایسا جھوٹے مسائل کو بھی کمال جرأت سے مناسب سمجھتا ہے اور علماء اہلسنت و اصول کے
لحاظ میں ۔ اس پر کہ آپ کا اس قسم پر کہ اس نے ہمارے ساتھ جہاد نہیں کیا اس کے کوئی تعلق میں ملتے
واقعات ہو وہ بھی اس کو کچھ علاقہ ہے اور مرزا فضل مجیب شریف ۔ اس پر مطلع ہو جائیں گے تو خود
اس پر ہنسنے لگ جائیں گے

قول ۔ خاتمہ فضل مجیب ۔ قول ۔ اس یاد سے تو جو ات تحفہ کی تعلیمیں سے ہیں پس
یہ مناسب ہے ۔ تحفہ زیادہ ۔ تحفہ کے قول سے ۔ ان سے ۔ ذات تحفہ ہیں مناسب
خاموش ۔ قول ۔ الخ ۔ سے ۔ ذات تحفہ کے قول سے ۔ ذات ان کو ۔ ذات ان کو ۔ ذات
اسناد سے ۔ ذات ۔ آپ کا شیعی کی اسناد ۔ ذات ۔ ذات تحفہ سے ذات
ذات قول ۔ سے ۔ ذات اسناد ۔ قول ۔ سے خاص ہیں ۔ ذات تحفہ ذات ملتے ہو

بقول العبد الفقیر الی مولاہ حنفی ۔ ایسے غلط بات کو جواب کے جواب میں کچھ اس کے کہ کچھ
سکوت کریں یا ہم بھی جھوٹ بولیں کہ آپ پڑھ سکتے ہیں اور کچھ جواب نہیں دے سکتے

قول ۔ اگر آپ کا یہ فرمانا صحیح ہوا تو آپ تک کوئی صاحب تو آپ سے ہمیں میں سے دو میرا
ہوا اور ان کا جواب لکھتا ۔

اقول ۔ صاحب وہ اس قابل ہی نہیں کہ ہم ان کے جواب کی طرف متوجہ ہوں تو ہمارا فعل
اسکے ۔ جواب ہوا بالفرض مذہب شیعہ پر تھا بنائے خود فی الواقع ہر کوئی کے جواب لکھنے کے فرمائیں
تشفی ۔ اوقات کی کچھ ضرورت نہیں سے علاوہ اس نے ہماری بھی بہت تائید ہے ان کا علماء شیعہ
نے جواب نہیں لکھا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان میں طاقت ہوتی تو آپ سے سوالوں میں سے قول تو
مرزا صاحب ہوتا اور ان کا جواب لکھتا ۔

قول ۔ آپ کے خاکسار مستدلین کی بے بضاعت نا ہونی فرمانا ہمیں ہاں ہمیں اپنا کو
اپنی سمجھ کے موافق قوت مقرر آثار سے ہوئے انکشت معلوم ہوتی اس کو ہم کرکے بہت کچھ
شکر و ظن چاہئے فرمانا فضل و انصاف جانتے ہیں کہ فضول تکلیف ہی بحث سے جس کو آپ سے
بڑے زور و قوت سے شروع کیا تھا معلوم ہو گیا ۔

اقول ۔ ہمارے خاکسار مستدلین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں جو استدلال آپ کی
بعض تحریرات کے جواب میں فرمائے تھے اور استدلال حسب محل و موقع ہوا تھا انہیں علمی
بحثوں علمی کتابوں میں سے جس سے صاف و واضح ہے کہ یہ جوابات قابل سکوت علیہ معلوم کرتے ہیں
ہیں چہ جائیکہ علماء شیعہ ہی جواب ہوں چنانچہ پہلے آپ انصاف جانتے ہیں ۔ دیکھتے ہیں ان کا
سے جواب بھی کہ ہم کچھ بحثوں کا ہے

قول ۔ آپ ہی انصاف فرمائیں کہ جواب آپ نے نقل کے جو ہوا ہے ہمیں فرمائے
تو آپ کیا کہ ان سے استدلال و عدم استدلال کی بات چیت کر سکتے ہیں ۔

اقول ۔ یہ آپ کا خیال فرمانا کل علماء سے جس کی کچھ اصل نہیں

قول ۔ جانتے ہیں کہ کسے وہ سے جانتے ہیں کہ ان علماء کے قول سے

اقول ۔ سے خاص اس پر ہوا ہے ۔

قال ۔ فاضل مجیب ۔ قول ۔ شیعوں کی بعض فرعی کتابیں لکھ دیں ۔ جناب مخاطب کی تحریر سے
تو ان کا ہونا جس کی قلم معلوم نہیں ہوتا ہے ۔ جناب کی تحریر سے تو ان کا ہونا مشکوک ہوتا ہے ۔ ان

کی واقفیت ہو۔ اقول۔ اس آپ کی تشخیص پر ہم بھی صاد کرتے ہیں میں اپنی کم علمی بیچارگی شروع ہی میں عرض کر چکا ہوں۔

تقاضائے احتیاط

۔ یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ۔ چونکہ اس جگہ فاضل مجیب نے جو ہمارے جواب کی عبارت نقل کی ہے اس میں غلط واقع ہوتا ہے مبادا ناظرین اقوال کو تعیین اقوال میں تردد و اشتباہ واقع ہو اس لئے بنظر احتیاط عرض کرتے ہیں کہ اس جگہ جو لفظ قول ہمارے فاضل مجیب کے کلام میں واقع ہے یہ قول ہماری تحریر میں کا ہے اور ضمیر اس کی راجع بطرف فاضل مخاطب ہے اور بعد اس کے عبارت شیعوں کی بعض فرضی کتابیں گھڑ لیں ۔ اصل سوال فاضل مخاطب کا جملہ ہے جس کا جواب ہم نے لکھا ہے اور لکھا ہے جناب مخاطب کی تحریر سے اب پس ناظرین یہ خیال فرمالیں کہ قول کے قائل فاضل مجیب ہیں اور ضمیر ہماری طرف راجع ہے اور عبارت شیعوں کی بعض فرضی اب ہماری عبارت سے جیسا کہ ظاہر سے مستفاد ہوتا ہے فلیتنبہ ۔ سابق میں ہمارے فاضل مخاطب نے ہمارے قول کو اپنے قول کے ساتھ ملا کر تکرار قول قول کر کے لکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک لفظ قول سہواً کاتب سے ترک ہو گیا ہو گا بنا علیہ اگر یہ مسئلہ مستبع سمجھ کر چھوڑ دیا ہو گا تعجب ہے کہ باین ہمہ پیچ مالی اگر یہ کسر نفس کے طور پر نہیں ہے تو آپ نے اصول و فروع میں بلا تقلید مرتبہ حق الیقین کا کیونکر پیدا کر لیا معلوم ہوتا ہے کہ اصل ادعائے ہمہ دانی ہے اور یہ محض تواضع

قول۔ لیکن اگر گستاخی معاف ہو تو بصد ادب اس قدر گذارش ہے کہ بندہ تو تمام کتب یا تمام کتب مشہورہ پر عبور نہیں رکھتا اور واقف نہیں مگر جناب باین ہمہ ادعائے علم و فضل اصل مسئلہ متنازعہ فیہ سے ہی آگاہ نہیں چنانچہ امامت کو مسائل فروعیہ سے بیان کرنے میں ازالۃ الخفین کے حوالہ کی ضرورت ہوئی۔ اس مسئلہ کو آپ کی کتب احادیث وغیرہ حتی کہ کتب عقائد میں اہم المہمات لکھا ہے مگر آپ اس کو اہم المہمات نہیں جانتے یہ محض کتب کلامیہ و عقائد و احادیث وغیرہ پر عبور نہ ہونے کا ہی سبب معلوم ہوتا ہے ورنہ شاید اجتہاد کا ادعا ہی تو آپ کو بھی نہ ہو۔

اقول۔ حضرت نے دریافت فرمایا تھا کہ مسئلہ امامت اہل سنت کے نزدیک اصول دین سے ہے یا فروع سے بندہ نے بجواب اس کے عرض کیا کہ اہل السنت کے نزدیک مسئلہ امامت فروع دین سے ہے اور اس کے ثبوت میں حوالہ خاتم المتکلمین کی عبارت کا جو اس وقت سامنے

موجود تھی لکھنا کافی سمجھا پس اس پر جناب کا فرمانا کہ اصل مسئلہ متنازعہ فیہا سے آگاہی نہیں آپ ہی انصاف سے فرمادیں کہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اگر آپ کسی مسئلہ میں اس کے ثبوت کے وقت حوالہ اپنے مجتہد العصر یا مفتی کشتواری صاحب کا دیں اور مسئلہ بھی صحیح فرمادیں تو کوئی دعوے کر سکتا ہے کہ آپ اس مسئلہ سے آگاہ نہیں حاشا و کلا۔ اور بالفرض اگر میں شرح عقائد کا حوالہ دیتا تو بھی آپ یہ ہی اعتراض فرما سکتے تھے جب تک کہ تمام کتب عقائد و احادیث وغیرہ کی ذکر نہ کی جائے حالانکہ کوئی شخص تمام حوالوں کو جمع نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ حوالہ سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مسئلہ کی صحت کی نسبت طمانیت ہو جاوے اور یہ بحمد اللہ نقل قول کسی معتبر عالم کے حاصل ہو سکتا ہے علی الخصوص جب کہ مسئلہ بھی مسائل فروعی میں سے ہو اور یہ امر حضرت خاتم المتکلمین کی طرف حوالہ سے بخوبی حاصل ہے پس اس کی نسبت جناب کا عدم آگاہی فرمانا عدم آگاہی قانون انصاف سے ہے۔ اگرچہ یہ بات مسلم اور صحیح ہے کہ بندہ کو تمام کتب کلامیہ و احادیث وغیرہ پر عبور نہیں ہے اور نہ بندہ کو دعوے اجتہاد ہے مگر تعجب یہ ہے کہ آپ کے جناب مفتی صاحب نے خلاف واقع دعوے فرمایا کہ شرح نہج البلاغت میں کہیں یہ توجیہات مذکور نہیں اور جناب نے اس کی نسبت صدر فرمایا کہ کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اس کی تحقیق ہمیشہ مدنظر رہے۔ ہر ایک کتاب کا نہ دیکھا یا ہر وقت تحریر اس کے مضامین کا یاد نہ رہنا کچھ بڑی بات نہیں اور کچھ عیب و نقص کی بات نہیں کہ اگر ایک کتاب کو نہ دیکھا ہو یا اس کے مضامین یاد نہ رہے ہوں پس جب آپ کے نزدیک شرح نہج البلاغت کے نہ دیکھنے سے آپ کے مفتی صاحب کے تبحر میں کچھ فرق نہ آیا اور ان کے کذب کی طرف سے یہ غفار دفرمایا اور بسر و چشم قبول کر لیا تو ہم نے ایسا کیا تصور کیا تھا کہ باوجود یکہ مسئلہ صحیح عرض کیا اور حوالہ بھی صحیح دیا لیکن ناں تمام حوالوں کو جمع نہیں کیا اس کو ہماری کتب عقائد و احادیث وغیرہ پر عدم عبور کا سبب قرار دیا اور عدم آگاہی اور ناواقفیت سمجھا۔ آپ نے انصاف کے کس قاعدہ کے موافق یہ فیصلہ فرمایا آپ کے مفتی صاحب باوجود خطا کے بھی معذور ہی رہیں اور ہم بے خطا ناواقف و نادان سمجھے جائیں یہ صریح ہٹ دھرمی اور حق پوشی نہیں تو کیا ہے۔ انصاف تو اس کا مقتضی ہے کہ اگر ہم کو آپ صرف اس وجہ سے مطعون کرتے ہیں کہ ہر کو کتب احادیث و کلام وغیرہ پر عبور نہیں یا وقت تحریر مضامین یاد نہ رہے تو اپنے مفتی صاحب کو بھی اگر دو چند نہیں تو ہمارے برابر تو مستحق ملامت بتائیے۔ رہا اہم المہمات کا ذکر کرنا یہ دوسری فہمی ہے جو بہت جگہ اس تحریر میں آپ نے فاش فرمائی کہ ہم کیسے سمجھتے تھے۔ اور اس کا جواب مفصل سابقاً مذکور ہو چکا ہے۔

قال الفاضل المجیب: قولہ: اگر دعوے ہے اور اجازت ہو تو بندہ معیار امتحان سے اس امر کی بخوبی آزمائش کر سکتا ہے۔ اقول: بندہ کو ہرگز دعوے نہیں ہے میں کیا اور میرا دعوے کیا جاہل وظالم ونافض پیچ میرزد بحیدان اقل خلیقتہ بل لا شئی فی الحقیقتہ ہوں اور اس کے جواب میں بجز اس کے کہ جناب نے اپنی بلند حوصلگی وعالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے کیا عرض کروں اگر غرور وتکبر معیوب وممنوع نہ ہوتا تو شاید بخیال اس کے کہ التکبر صفۃ اللہ یہ شعر عرض کیا جاتا۔ بیت

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان تا سیہ روئے شود ہر کہ در و غش باشد

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: اگرچہ ہم نے بعض مضامین چھانٹ رکھے تھے کہ گذارش خدمت اقدس کریں گے لیکن جب جناب نے ترک دعوے میں اس قدر عجز وانکسار فرمایا گو کسی طور سے جواب انسانیت سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ ہر کچھ اس عنوان ناس سے لکھیں اور فی الحقیقت یہ تمام تحریرات بی مکف امتحان ہیں اس سے سب پر کھ واضح ہو چکا ہے۔ رہا بندہ کی نسبت جو جناب نے بلند حوصلگی وعالی ظرفی ظاہر فرمائی اور تکبر سے احتراز تحریر فرمایا گویا اپنے ہی حال کا نقشہ کھینچا ہے کیونکہ بندہ تو محض سائل ہی ہے رہیں

قال الفاضل المجیب: قولہ: بعض کتب جعلی ازمنہ میں مشہور ہوتی ہیں اور وہی بعض ازمنہ میں مفقود ومستور۔ اقول: آپ نے یہ مضمون از ایضاح المکنون سے نقل تو کرایا مگر ذرا خواص طبع تو بحر تفکر میں غوطہ زن نہ فرمایا کہ بالفرض اگر یہ آپ کا قول تسلیم بھی کر لیا جاوے تو ظاہر وہ کتب کہ بعض ازمنہ میں مفقود ومستور وتداول نہ ہوں مگر ازمنہ علماء وکتب رجال میں نوظہر ومذکور ہوں گی ورنہ ان کی سند کیونکر جائز ہوگی۔ آپ کے خاتم المتکلمین جو از ایضاح المکنون میں فرماتے ہیں کہ محض نسبت کرنا باشد کہ کتاب در زمانہ شہرت می یابد وبعد زمانی شہرتش از صفحہ گیتی محو گردد وبالعکس بالعکس۔ اجی جو کہ یہ محض دعوے لسانی تھا اس کی مثال پر قادر نہ ہوئے اور دوسری صورت جو ہم نے بیان فرمائی اور جس کی مثال کتاب العین مسلمان کی اس سے شک یا ظن ہے مگر کتاب العین مسلمان موجود اور علماء کی زبان پر مذکور اس کے مصنف کا حال معلوم ہے اسی طرح اگر کوئی کتاب بمجاج اسانید ثابت ہوتی تو وہ بھی موجود اور علماء کی زبان پر مذکور ہوتی اس کے مصنف یا مولف کا حال معلوم ہوتا گو وہ تداول نہ ہوتے اور اگر ایسا نہ ہو تو ہر شخص کہہ دیتا کہ ہمارے پاس جو کتب ہیں وہ تصنیف یا تالیف ان نہ ہوئی ہو کہہ سکتا ہے کہ بعض کتب بعض ازمنہ میں مشہور ہوتی ہیں اور وہی بعض ازمنہ میں مفقود ومستور فرمایئے آپ اس

کا کیا جواب دیں گے رایتی کتاب کا حوالہ جو اس زمانہ میں مفقود ومستور ہو اور اس مذہب والوں کے رجال میں بھی کہیں اس کا ذکر نہ ہو نہ اس کے مصنف کا نام مفصل نہ اس کی تصنیف وتالیف کا زمانہ مشرح بمقابلہ غیر مسمی بیان کیا جاوے تو محض لغو ہوگا۔

مثال سے سمجھیں شاید کہ عقل آئے

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: اگرچہ کتب غیر متداولہ ومفقودہ ومستورہ کی مثال طلب کرنا ایسا ہے جیسا کوئی غیر معلوم ومجہول کی مثال طلب کرے مگر ہم اپنے حضرت فاضل مجیب کو مثال ہی سے سمجھاتے ہیں۔ سنیئے کہ آپ کی بلکہ ولیقین کی کتب رجال وفہرست مصنفین وعلماء میں بعض علماء کثیر التصانیف کی نسبت تحریر ہے کہ عدہ مجلدات ان کی تصانیف میں چنانچہ ابن شہر اشوب نے معالم العلماء میں فضل بن شاذان کی نسبت لکھا ہے وی مائۃ ومصنفون مصنف اور نیز اسی ابن شہر اشوب نے عبد اللہ بن احمد بن ابی زید الانباری کے حال میں لکھا ہے وہ مائۃ وار بعون کتابا محمد بن مسعود عیاشی کی نسبت لکھا ہے کتاب ابن بابویہ علی ما فی مصنف محمد بن علی بن بابویہ القمی کے حال میں لکھا ہے لہ نحو من ثلثمائۃ مصنف علی ما اقتیس اور بہت سے علماء کی نسبت اسی طرح درج ہے لیکن اگر تتبع وتلاش کی جاوے تو بجز چند کتابوں کے جو نسبت کل کے بہت قلیل مقدار ہوں گی کسی کا کہیں پتہ ونشان نہیں ملے گا۔ ان کی نسبت بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ کوئی کتابیں ہوتیں تو موجود اور علماء کی زبان پر مذکور ہوتیں اور ایسی بھی کتابیں ہیں کہ جن کے مصنفین کا حال کچھ معلوم نہیں چنانچہ معالم العلماء کے آخر میں آپ نے ملحقہ فرمایا ہوگا اور یہ بھی ہر ایک پر واضح ہے کہ جامع فہرست علماء کو اگر تو استیعاب و استیناء کتب مصنفہ بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ مہمات کتب ہی بقدر ضرورت درج کرا دیتے ہیں اور اگر استیعاب ہوتا بھی تو اپنے علم وواقفیت کے موافق ہے اور ظاہر ہے کہ کچھ ضرور نہیں کہ ان کا علم ہر ایک شخص کے تمام مصنفات کو حاوی وشامل ہو آپ نے معالم میں ملحقہ فرمایا ہوگا کہ ربما یوجد فی کتب واکاذیب الکتب لا تعد ولا تحصی آخر میں لکھا ہے فہذہ جملۃ ما وقفت علیہ من کتب غیر ہذہ الخصائص اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو استیعاب مقصود نہیں علاوہ ازیں چند کتب ورسائل جو آپ کے پاس بھی مذہب شیعہ کے مسئلہ علماء شیعہ موجود ہیں آپ ان کا جی تلاش کر لیجیں اور تتبع کر کے فرما دیں کہ وہ کس کس کی کتابیں ورسائل ہیں اوصاف واشراف

کتاب الاشراف، حجۃ الکاظم، نوادر الاثر، مختصر الصوابین اگر ہر ایک کتاب کے واسطے ضرور ہے کہ اس کا حال اور اس کے مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف مفصل و مشرح معلوم ہوا کرے تو ان کا حال بھی اسی طرح تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا۔ رہا صحت استشہاد کی نسبت سو کچھ تحریر فرمایا ہے سو ماسخن فیہ میں ہماری سند کی صحت کا مدار کچھ منہاج السالکین ہی پر نہیں ہے بلکہ اور بھی بعض معتبر کتابوں سے ثابت ہے چنانچہ ہم آئندہ اس کو نقل کریں گے اسی واسطے حضرت علامہ دہلوی صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اقتصار منہاج السالکین ہی پر نہیں فرمایا ہے پس جب کہ یہ روایت دوسری معتبر کتابوں میں بھی موجود ہے تو اگر بالفرض منہاج السالکین مفقود (مستور) ہو اور اس سے استدلال صحیح نہ ہو تاہم ہمارے استدلال کی صحت میں بابت رضا جناب بتول رضی اللہ عنہا شیخین رضی اللہ عنہما کے ساتھ کچھ کلام نہیں ہو سکتی۔ غرض کتب کی نسبت آپ کا یہ دعوے فرمانا کہ جو کتاب تصنیف ہوتی ضرور ہے کہ اس کا اور اس کے مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف معلوم ہو خلاف واقعہ ہے بہت سی ایسی کتابیں تصنیف ہوئیں جو بعد میں مفقود ہو گئیں اور بہت سی ایسی کتابیں ہیں کہ جن کے مصنفین کا کچھ حال معلوم نہیں، اکثر کتابیں جو گذشتہ قرون میں زیر درس تھیں اس وقت ان کا نام و نشان بھی نہیں، قاعدہ ہے جب ایک چیز کا تداول کم ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ شے بھی اول مثل معدوم کے ہوتی ہے اور پھر حقیقۃً معدوم ہو جاتی۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اقلیدس کے بعض مقالوں کا کہیں پتہ و نشان نہیں مصنفات افلاطون و ارسطاطالیس وغیرہ کا اس وقت کہیں نام و نشان باقی ہے اچھا ان کو رہنے دو صحف ابراہیم علیہ السلام کا کہیں عالم میں وجود ہے توریت و انجیل و زبور اصل کہیں پائی جاتی ہیں، علی ہذا القیاس صدہا بلکہ ہزارہا ایسی کتابیں ہوں گی جو ایک زمانہ میں مشہور تھیں اور بعد اس کے مفقود ہو گئیں، اس جگہ غرض ان کے بیان سے صرف یہ ہے کہ یہ کچھ لازم نہیں کہ اگر ایک شئے کا وجود ایک زمانہ میں ہو تو بعد اس کے بھی اس کا وجود باقی رہے جیسا کہ ان کتب سماوی کا وجود خارجی مفقود ہو گیا ہے ممکن ہے کہ بعض کتب ایسی ہوں کہ انکا وجود خارجی اور علمی دونوں جاتے رہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اس کے استمرار پر قائم نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان، اور منہاج السالکین تو اس جنس سے نہیں کہ جس کا وجود مطلق نہ رہا ہو۔ آخر حضرت علامہ کابلی نے مواقع میں اس سے استشہاد کیا، حکیم مخدوم سلامت علی خان نے اس کے وجود کی شہادت دی اس کے وجود کی دلیل کافی ہے۔ رہا اس کو اہلسنت کا افتخار سمجھنا اور انکار کرنا اور یہ کہنا کہ اپنے نفع کے لئے گھڑی ہو گی اور چونکہ اس باب میں اہلسنت متہم ہیں اس لئے ان کی شہادت قابل

قبول نہیں سو اس کا جواب ہم عنقریب بیان کریں گے۔

قال الفاضل المجیب: اقول۔ پس یہ بھی اپنے قدمار کے بھروسہ پر معجبنوں نے برائے نام تحفہ کے جوابات لکھے ہیں لکھا گیا ہے۔ اقول۔ حضرت اسی طرح آپ نے بھی اپنے قدمار کے بھروسہ پر بلکہ بعینہ وہی مضمون نقل کر دیا ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: اس قول میں قید برائے نام تحریر جوابات کے وقت خواہ خاطر نہیں ہوئی مطلق قدمار سمجھ کر معارضہ فرمایا، پس یہ معارضہ ہم پر وارد نہیں ہو سکتا۔

قول: جناب من قدمار کے ہی بھروسہ پر معاملات دینی میں گفتگو ہوا کرتی ہے اپنی رائے کا دخل کم ہوتا ہے۔

اقول: چونکہ آپ نے اپنی عقل و فہم کے زمام کو اپنے قدمار کے اہوا کے سپرد کیا ہے اور اپنی عقل کو دخل نہیں دیتے اسی واسطے صراط مستقیم سے منحرف اور جماعت سے ایک طرف ہو گئے ہیں، ہم نے بحول اللہ و قوتہ اپنا امام کتاب اللہ کو قرار دے رکھا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مدار کار ہے اس کے خلاف کسی کی نہیں مانتے جو اس کے موافق ہو وہ علی الرأس والعین سمجھتے ہیں اسی لئے حبل المتین اسلام کو محکم پکڑے ہوتے ہیں، حضرات کی کتاب اللہ جب امام غائب غار سے لے کر برآمد ہوں گے تب کشاید کچھ معمول بہا ہو ورنہ اب تک تو صرف بشاہین و زرارہ و بکیر و ابو بصیر وغیرہ کے رابطۂ تقلید زیب جید بلکہ اقرب من حبل الورید ہے۔

قول: مگر ہم میں اور آپ میں اس قدر فرق ہے کہ گو آپ کے قدمار بلا دلیل سے کوئی دعوے کیوں نہ کریں بدون سوچے سمجھے اپنی عقل و علم سے کام لے محض تقلیداً آپ تسلیم کر لیتے ہیں چنانچہ ازالۃ الظنین سے آپ نے یہ مضمون نقل کر دیا اور جو شامل آپ کے خاتم المتکلمین نے وہاں لکھی ہے اس کو اور کتب متنازعہ فیہ کو مطابق نہ کیا بدون تامل ان کا مضمون تسلیم کر لیا، آیات بینات سے جو عبارت متعلق آیت غار آپ نے نقل کی ذرا سوچا کہ یہ عبارت بھی دعوے کو ثابت کرتی ہے یا نہیں جو میر مہدی صاحب نے لکھا اس کو بسر و چشم قبول کر لیا اور یہ وثوق ہم پہنچایا کہ ہمارے مقابلہ میں بھی نقل کر دیا اور ہم اس قسم کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اصول میں تقلید جائز ہی نہیں جانتے ہاں مدلل قول کو بے شک تسلیم کرتے ہیں گو اس کے تمام مقدمات من کل الوجوہ اپنی نظر سے نہ گذری ہوں۔

اقول: گذشتہ ابحاث سے اہل فہم و انصاف پر واضح و روشن ہے کہ قدمار کی تقلید

بے سوچے سمجھے اور بدون اپنی فہم سے کام لئے آپ کرتے ہیں یا ہم کرتے ہیں، فروع کو تو جانے رہنے دیجئے آپ تو اصول میں آنکھیں عقل و فہم کی بند کر کے تقلید فرماتے ہیں، امامت کے اصول دین ہونے پر کون سی دلیل قطعی قائم ہے جس سے آپ اس کا اصول دین سے ہونا ثابت فرماتے ہیں مستدل رجعت پر کون سی دلیل قطعی قائم ہے جس سے وجوب اعتقاد ثابت فرماتے ہیں، محض تقلید پر بے سوچے سمجھے اور اپنی عقل سے کام لئے مدار کار ہے اور یہ جو فرماتے ہیں کہ مدلل قول کو تسلیم کرتے ہیں، پس یہ محض دعوئے لسانی ہے ورنہ قطب راوندی کے قول پر جو اس نے قتل بلاد فلاں کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایک شخص صحابہ میں سے ہے جو وقوع فتن سے پہلے وفات پا گیا کون سی دلیل قائم تھی جو آپ نے برخلاف ابن میثم وغیرہ اس کو بے سوچے سمجھے سر و چشم قبول کر لیا کیا مدلل قول ایسے ہی ہوتے ہیں جیسا آپ کے قطب راوندی کا قول ہے اور مدلل اقوال کے تسلیم ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ جناب نے اپنے قطب الاقطاب کے قول کو تسلیم فرمایا پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ فرماتے ہیں گو اس کے تمام مقدمات من کل الوجوہ اپنی نظر سے نہ گذرے ہوں خیال کرنا چاہیئے کہ جب تمام مقدمات اس کے من کل الوجوہ نظر سے نہیں گذرے تو اس کا مدلل ہونا آپ کے نزدیک کیونکر ثابت ہوا بجز اس کے آپ نے تقلیداً اس کو مدلل خیال کر لیا ہو اور کوئی صورت نہیں ورنہ جب موقوف علیہ ہی پورے طور پر آپ کی نظر سے نہیں گذرا تو آپ کے نزدیک اس کا مدلل ہونا کیونکر ثابت ہوا،

قولہ: اور تحفہ کے جواب جب آپ نے دیکھے ہی نہیں تو آپ کا یہ کہنا کہ برائے نام لکھے ہیں کیونکر صحیح ہو اگر آپ ان جوابوں کو دیکھیں اور کچھ بھی عقل و انصاف سے کام لیں تو خود بول اٹھیں کہ واقعی یہ جواب لاجواب ہیں،

اقول: اگر عقل و انصاف سے کام لینا اسی کا نام ہے جیسا کہ جناب نے کام لیا کہ بدیہیات کا انکار کر دیا اور خلاف بداہت دعوے کیا کہیں فرمایا کہ ابن میثم کی توجیہات تحفہ پر مبنی ہیں کہیں تنزل پر قائل ہوا کہیں دعوے کیا کہ قتلہ بلاد فلان کو علماء اہلسنت قسم کہتے ہیں الی غیر ذلک من الاکاذیب تو ایسی عقل اور ایسا انصاف جناب کو اور جناب کے اہل مذہب کو ہی مبارک رہے اور اگر واقعی عقل و انصاف مراد ہے تو اس کی رو سے آپ تو کیا خود ان جوابات کے مصنفین بھی ان کی نسبت ایسا دعوے منہ سے نہیں نکال سکتے پس دعوے محض اس قول کے قبیل سے ہے جبک الشی یحیی دیصر،

قال الفاضل المجیب: قولہ: سوال کی کیفیت ذرا ملاحظہ ہو خاتم المحدثین علامہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں حدیث مجاج السالکین سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا کی نسبت حضرت ابوبکر رضی کے ساتھ معاملہ فدک میں استدلال فرمایا ہے اس کے جواب میں ملعن الرماح میں لکھا ہے وتا حال نام کتاب مجاج السالکین گوش کسی از شیعیان نرسیدہ فضلاء کہ نزد شما چہ مقبول است کہ نام کتاب را خود ش بدروغ ساختہ باشد انتہی مختصراً اور علامہ کنتوری نے اس سے بھی بلند پروازی فرمائی اور صاحب تحفہ کی وضع کرنے پر قرینہ بھی جما دیا وہ یہ کہ باب سوم جس میں علماء و کتب شیعہ کا ذکر کیا ہے اس کتاب اور اس کے مصنف کا ذکر نہیں کیا، انتہی نقلاً عن ازالۃ الغین، بجواب اس کے مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الغین میں فرماتے ہیں وایں کتاب یعنے مجاج السالکین خود در صواقع وسیف المسلول ومانند آن مذکور است وحسب حکم مخدوم یعنی سلامت علی خان مرحوم بود از تصنیفات طبرسی کہ بہ تلمذ ایں دو ایں الدین شہرت دارد ومحسوب ومعدود پس جہالت احد ہما مبنی بر عصبیت وجہل ست تکیف دعوے جہالت کردہ انتہی بقدر الحاجۃ، اقول: افسوس کہ آپ نے یہاں بھی عقل و انصاف سے کام نہ لیا علامہ موصوف رحمۃ اللہ کی نسبت بلند پروازی تو طنزاً تحریر فرمائی مگر اس کے جواب میں کچھ بھی نہ لکھا، آپ غور فرمائیں کہ جب آپ کے خاتم المحدثین نے اپنا تبحر جتانے کے لئے کتب علماء شیعہ کا حال لکھا ہے تو جس کتاب سے شیعوں کی بہت بڑے دعوے کو اپنے زعم میں باطل کرنا چاہتے ہیں اگر کہیں کچھ بھی نشان اہل کتاب یا اس کے مصنف و موصف کا پاتے تو ضرور اس کا بھی ذکر کرتے، یہ ذکر نہ کرنا اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ اس نام کی کوئی کتاب کتب شیعہ میں نہیں ہے اور نہ اس کا مصنف کوئی مشہور شخص ہے،

عقل و انصاف سے عاری کون؟

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: فی الحقیقۃ یہ افسوس جناب ہی کے حال کی طرف عائد ہے کیونکہ اس بحث میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب واضح ہو جائے گا کہ عقل و انصاف سے برتنے کا کام نہیں لیا کہ علماء جناب والا نے، رہا یہ کہ آپ کے علماء کا جواب تو خود ظاہر ہے آپ کے علماء کا دعوے اس وقت صحیح ہو جب کہ یہ امر ثابت ہو کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحفہ میں استقصاء کتب مقصود ہو حالانکہ اس کے دیکھنے سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ جن کتابوں سے تحفہ میں استدلال فرمایا ہے بیان کتب میں ان کا بھی استیفاء نہیں فرمایا تو جناب کو بھی معلوم ہو گا خود

کا یہ لکھنا کہ ان کتاب یعنی منہاج السالکین خود در صواقع وسیف مسلول وامثالہ آں مذکور است غلط فاحش ہے
مگر صاحب مذہب سلامت علی خان مرحوم کمال ہی بجز وضعف پر دال ہے اور ان کتاب
مذکورہ سے شہادت لانا شہادۃ التعصب علی ذہنہ سے کم نہیں۔

صاحب طعن الرماح کا کتاب منہاج السالکین کے نام کے گھڑنے کو صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کرنا غلط ہے

اقول: افسوس کہ یہاں بھی آپ نے عقل وفہم سے کام نہ لیا اور ہماری عبارت کو کہ محض
اردو فہمی نہ سمجھ کا شاخسانہ تھا ہی سمجھ لیتے کہ رشتہ اعتراض کیا ہے۔ اس سے ضرور ہوا کہ کہ مقبل عبارت
معروضہ سابق طعنا اعتراض کے تقریر کروں اس کے بعد ہوں دانش وفہم دیکھیں کہ حضرت مجیب کے
جواب کو اس اعتراض سے کیا ربط وتعلق ہے بندے نے عرض کیا تھا کہ علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز
نے در باب رضا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حدیث منہاج السالکین سے استدلال کیا تھا جواب اس کے طعن
برآں میں لکھا کہ وکتاب منہاج السالکین گوش کسے نادیدہ ست چہ مستبعد ست
کہ علامہ موصوف خود ہی بروج ساختہ باشد ملخصا۔ اور علامہ مکتوبی نے باب سوم میں رد کر کے
موقوف بیہ وضع کا قرار دیا اس پر مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ واین کتاب یعنی
منہاج السالکین خود در صواقع وسیف مسلول وامثالہ آں مذکور ست رد اس سے صاف ثابت ہے کہ
صاحب طعن رماح نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کتاب کا نام خود صاحب تحفہ کا مصنوع ہے
اور روایت حضرت علامہ دہلوی کی بنائی ہوئی ہے یہ سراسر کذب ہے کیونکہ جب صواقع اور
سیف مسلول میں اس کتاب کا نام اور اس روایت کا تو اس کتاب کی طرف موجود ہے تو صاحب
تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس اختراع کی نسبت کرنا محض کذب ودروغ ہے باب رابعہ کہ اگر اپنے
ان دعوے کو کہ اب تحریر کریں اور فرماویں کہ یہ وضع واختراع صاحب تحفہ قدس سرہ السامی صاحب
صواعق کا ہے کہ یہ جواب ہی سننے کے لائق ہے سوال کا جواب یہ ہے کہ تحریر تقریر
تو نہ ہے۔ ہے کہ اس وقت ان کا کچھ حضور نہیں ہے کہ کتاب جو خود گھڑ لیں کہ یہ عبارت
تحفہ سے ہے۔ روایت کا وجود کچھ مجال ہے کہ ہم ان سے جو کہ ہیں مطالبہ
ہمارا ان سے اپنے بچ جو کہ ہیں

مقدمہ فدک میں ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کی رضا کا ثبوت

پس جب کہ یہ روایت اور بھی بعض معتبر کتابوں میں مذکور ہے تو نقض سلیم کیونکر تسلیم کرتی
ہے کہ باوجود پائے جانے روایت کے معتبر کتابوں میں ان کو ترک کریں اور فرضی نام کتاب کا
تراش کر روایت کو اس کی طرف نسبت کریں۔ یہ روایت فاضل متبحر کمال الدین حسین بن علی بن حجر
بحرانی نے اپنی شرح کبیر شرح ابن عنت معنی بمصباح السالکین میں جس کے شروع میں خدا تعالیٰ
سے عہد کیا ہے کہ حق سے مرو عاتاوہ تجاوز نہیں کروں گا اور ہرگز باطل کی طرف میل نہیں کروں
گا نقل کی ہے ہر اصل شرح مسطور ایزان سے نقل کرتے ہیں۔

مجموعہ معالم العلماء ابن شہر آشوب صور رسالتین کے کہ ایک غالباً ابن داؤد کا ہے اور دوسرا سید ابن طاؤس کا ہے موجود ہے۔ اب ان کے اختلافات کی کیفیت سنیئے۔ جس سے خبط اور غلط مگر اختلال دماغ کی پوری پوری تصدیق ہو جاوے معالم العلماء میں ابن شہر آشوب لکھتے ہیں:

شیخ احمد بن ابی طالب له الکافی	شیخ احمد بن ابی طالب اس کی یہ کتابیں ہیں
فی الفقه، حسن الاحتجاج، مناظرة	کافی فقہ میں، حسن الاحتجاج، مناظرۃ الطائیہ
الطائیه تاریخ الائمه، مقامات النواصب	تاریخ ائمہ، مقامات نواصب

تو یہ بزرگ احتجاج کو احمد بن ابی طالب طبرسی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اب سنیئے سید ابن طاؤس اپنے رجال میں ابوعلی طبرسی کے حال میں لکھتے ہیں:

ومنهم الشیخ ابوعلی فضل بن	منجملہ ان کے شیخ ابوعلی فضل بن حسن بن
الحسن بن ابی الفضل الطبرسی	فضل طبرسی مفسر باہر مصنف مجمع البیان اور
المفسر الباهر مصنف مجمع البیان والجوامع	جوامع اور کافی اور کتاب الحجج و
والکافی وکتاب الاحتجاج و	اور کتاب مکارم الاخلاق کا
کتاب مکارم الاخلاق	ہے۔

اس بزرگ نے ان دونوں کتابوں یعنی کافی اور احتجاج کو جن کو ابن شہر آشوب نے احمد بن ابی طالب کی تصنیفات بیان کی تھیں۔ ابوعلی کی تالیف بیان کیا۔ آپ کے علامہ مجلسی نے جلد اول بحار میں صفحہ ۱۲ پر صاف لکھا ہے:

کتاب الاحتجاج ویلقب هذا ایضاً	کتاب احتجاج اور یہ ابوعلی کی طرف بھی منسوب
الی ابی علی وهو خطاء بل هو تالیف	ہے اور یہ خطا ہے بلکہ یہ ابومنصور احمد بن علی
ابی منصور احمد بن علی بن ابیطالب الطبرسی	بن ابی طالب طبرسی کی تالیف ہے۔

غرض اس سے جو کہ یہ ثابت کرنا تھا کہ علماء شیعہ نے احتجاج کو ابوعلی طبرسی کی طرف منسوب کیا ہے تو گو یہ احتمال دفع ہے تو آپ کے علماء کا ہے نہ حکیم سلامت علی خان مرحوم کا اور پھر آپ کے ابن شہر آشوب نے بیان ابوعلی طبرسی میں لکھا ہے کہ شیخ ابوعلی الحسن بن محمد البیان فی معانی [illegible] حسن [illegible] الکلام من کتاب [illegible] [illegible] [illegible]

برابر ہی قائل ہو دوسرا قرینہ اس پر یہ ہے کہ سیف المسلول کا جو نسخہ ہمارے پاس مطبوعہ موجود ہے اس میں مصباح الساکین لکھا ہے اور یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اول تو یہ ماخوذ صواعق سے ہے اور اس میں مجاج الساکین ہے۔ دوسری یہ کہ حضرت خاتم المتکلمین مولانا سید وحید علی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ سیف المسلول میں مجاج الساکین مذکور ہے تو معلوم ہوا کہ یہ یقیناً سہو کاتب ہے اسی طرح اگر صواعق کے نسخوں میں ناسخ کی غلطی ہوئی ہو اور بجائے مصباح الساکین مجاج لکھ دیا ہو تو کچھ بعید نہیں اور مصباح الساکین نظر کثیر انامہ شیخ بخاری کا نام ہے جو صحیح بخاری پر ہے اور باین ہمہ صواعق میں وہ روایت بالمعنے بیان کی گئی ہے جس میں تقابل الفاظ نہیں اور یہ توجیہ علی تسلیم ہم نے اس لئے کی کہ ہمارے پاس اس کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ نہیں کہ جس سے اس کے شروح و تعلیقات دیکھ کر قرائن سے کوئی صحیح توجیہ حاصل ہو سکتی ہے بہرحال یہ کتاب علمائے شیعہ کی کتب معتبرہ میں سے ہے اور کچھ عجب نہیں کہ ان کے ان طریق کی تصریحات سے ہو لیکن اس کے لئے ہمیں ایسا ہی نسخہ دیکھنے سے معذور ہونا پڑے کہ وہ علمائے شیعہ میں سے بہت زیادہ متعصب نہیں ہے تو کچھ بعید نہیں ہے کہ اس نے یہ روایت نقل کی ہو غرض ہر کیف شیعہ میں اس نام کی کوئی کتاب ہو یا نہ ہو صاحب حق ہونے کا یہ قرینہ چنداں مستبعد مستد کرنے کی کتاب خود ہی ہر وقت مطالعہ میں رہتی اور علمائے متورعین کا اس کی تائید و تقویت کرنا مسلم ہو لیا جائے ہے اور جب علمائے شیعہ کی معتبر کتاب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا راضی ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ فدک میں ثابت ہو گیا تو یہ بھی جواب ہو گیا ہے شیعہ کا یہ دعویٰ کہ ہمارے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ ضرور ناراضی کی روایت ہے کچھ لکھ کر دیں اگر تشفی نہ ہو تو صحیح بخاری کی اس بات پر بھی نظر کرنی چاہئے کہ حدیث بخاری میں لفظ فوجدت فاطمۃ کی نسبت اگر ہو بھی تسلیم نہیں کرتے تو فی الحقیقت اس نے صرف محبت کے لئے بلکہ صرف عظمت و جلالت کے لئے اپنے سوں نفس سے جو خوف حق تعالیٰ جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ سوال بے جا تھا تو آپ کو خوف ہوا جیسا کہ مقربین بارگاہ خداوندی کا حال ہوتا ہے کہ ترک مندوبات پر بھی ان کو مؤاخذہ اور اس کا خوف ہوتا ہے اور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بات پوچھی تو آپ نے فرمایا ہے [illegible] اور یہ جواب مزاج آشنا تھا اور یہ بھی ایک قسم کا عتاب ہے اور یہ بات عبارت واقع شدہ سے [illegible]

اعتراف استعمال کردہ جمعنی روات فرع کہ روایت حدیث یا بمعنی کردند وجدت را بمعنی غضبت فہمیدہ ہمان قسم یاد دہشتہ ولفظ غضبت روایت کردہ و معنی این حدیث در حقیقت آنست کہ چون فاطمہ جواب ابوبکر شنید و باستماع حدیث پیغمبر دریافت کرد کہ سوال میراث خلاف شرع واقع شد ندامت کشیدہ و ہر سوال کردن خود میراث را تکلیف شدگی این فعل چیزے من خصوصہ انتہی بلفظہ۔ فتدبر۔

معاملہ فدک میں در باب رضا فاطمہؓ بخاری کی حدیث کی توجیہ

مسلمانو کراہت جمعنی غضبت کے سے کہیں ہر کتے ہیں کہ وسیہ من اطلعہ ما اغضبنی میں داخل نہیں ہے کیونکہ اغضاب کے معنے یہ ہیں کہ کوئی شخص صرف بخوشی اپنی ہوا نفسانی کے ایسی حرکت کرے جس سے خوش ہو مقصود حضرت سیدہ کا خوش کرنا ہو تو یہ عمل وہ ہے کہ بر خلاف شرع کے کوئی عمل واقع ہو اور اتفاقاً بھول بشریت سے جناب سیدہ ناراض ہو جاویں تو یہ ناراض ہونا نہیں جناب میرے ساتھ چنداں ایسے مناقات غیظ و غضب کے پیش آئے جنمیں سے ایک وہ کہ ناخوش ہو کر آپ مسجد میں جا بیٹھے تھے اور حضرت تشریف لے گئے اور جناب سیدہ سے پوچھا [illegible] خورسند تشریف لے گئے، دیکھا مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا قم ابا تراب فرمہ گرا مطلب یا مضمون ان کے ایک وہ کہ جناب امیر نے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہا تھا اس پر حضرت سیدہ ناخوش ہوئیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت شکایت پہنچی اور آپ نے اس کی نصیحت فرمائی مضمون ان کے ایک وہ کہ ایک مرتبہ ابی حضرت جعفر صیارنے بھی تھی اور جب سیدہ نے جناب امیر کا سر مبارک اس کی کنار میں دیکھ کر کس قدر غیظ و غضب فرمایا کہ جناب امیر کی قسموں کو کر کوئی امر واقع نہیں ہو سکتا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر شکایت فرمائی مضمون ان کے ایک وہ کہ جب خطبہ سے جو کہ ان بیت پر بزعم شیعہ مشروع تھا جناب امیر نے بجز خطبہ اللہ کے دوسرا خطبہ پڑھا تو جناب سیدہ نے ناخوش ہو کر [illegible] کلمات مستفسر ہیں جناب امیر مثل حسین پروہ نشین دخانمین ورنہ اگر کہیں فرمانے جاتے تو [illegible] ناخوش ہونا تھا [illegible] غضب [illegible] اور آخر جناب وہاں سے [illegible]

ہے تو یہ واقعات بھی داخل عموم حکم ہو کر وعید میں شمار ہوں گے۔ اور اگر کلیہ نہیں تو ظن ہے سر اسر لوچ ہے تو اس صورت میں جب کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کام موافق حکم شرع کیا اور اس پر جناب سیدہ ناخوش ہوتیں تو صدیق اکبر پر کوئی قطعی اور وعید عائد نہیں ہو گا۔ لیکن البتہ جناب سیدہ کی طرف فی الجملہ اعتراض ہے تو اس کے لئے بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ معصوم نہ تھیں اور نفس رکھتی تھیں اور کبھی بے اختیار عفات نفسانی ظاہر ہو جاتی ہیں۔ آخر جناب امام حسینؓ باوجود عصمت اپنے بڑے بھائی پر اور باب صلح ناخوش ہوئے اور ظاہر ہے کہ حق ایک ہی جانب تھا تو اگر جناب سیدہ حضرت ابو بکر سے ناخوش ہوئی ہوں تو کچھ تعجب نہیں۔ لیکن یہ جواب علماء محققین اہلسنت کے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ جب دوسری توجیہ اس کی جس سے طہارت و نظافت دامن جناب سیدہ کے اس الزام سے ہو سکتے ہیں تو کیا ضرورت ہے کہ اس توجیہ کو اختیار کیا جاوے اور وہ یہ کہ وجاہت کے معنی اعظمیت یا عدمیت کے معنے سمجھے جاویں۔ اس کے بعد گذارش ہے کہ اجلاً فتشکو اگر آپہ کے نزدیک عام ہے کہ بعد اس قصہ کے مطلق کلام نہیں کی تو خوب ہے کیونکہ احادیث اصل الشرائع وغیرہ اس کی مکذب ہیں۔ جن کو خاتم المتکلمین نے ازالۃ الخفین میں نقل کیا ہے چنانچہ ایک روایت ہم بھی ازالۃ الخفین سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت زہراؓ کا ابو بکرؓ کے ساتھ اخیر عمر تک کلام نہ کرنا روایت شیعہ سے بھی باطل ہے

ہرگاہ فاطمہ زہرا علیہا السلام در آخر عمر بیمار شد شیخین برائے عیادت آمدند خواستند کہ پروانگی حاصل شود تا در خانہ در آیند آنجناب اذن نداد ابو بکر بعد ازیں عمر گفت بیا تا نزد فاطمہ نہ آرد ما را داخل نشود و در رضاء او کوشید پس آمد شب در صفیع نبرد و ہیچ چیز بر او سایہ و در بستر عمر آمد نزد حق و نشست تو میدانی کہ چوں مردی پیرست و قلت قبض دارد و مصاحب و یار غار پیغمبر ست صلی اللہ علیہ وسلم و بالیقین چند بار آمد و خواستہ کہ نزد ہتوں زہرا خاطر شود و در رضاء او کوشد اگر توانی و ریں امر کوشش امیر المومنین فرمود مصمم باشید کہ من ریں امر مرا بایستی بسیار می بینم پس بخانہ در آمد و گفت اے دختر پیغمبر ایں دو کس را دیدہ کہ بارہا می آیند و لب معذرت می کشایند و مرا تکلیف دادہ اند کہ اجازت برای شان حاصل کنم خاطر فرمود کہ بخدا اجازت نخواہم داد و در کلام با آشنا خواہم کرد تا آنکہ پدر بزرگوار را ملاقات کنم و از شکایت ایشان باز نمایم امیر المومنین گفت کہ من ضامن شدہ ام کہ ایشان را در خانہ داخل کنم فرمود کہ اگر این چنان اتفاق افتادہ پس خانہ خانہ تست و زنان محکوم اند بلکہ مردان خود را پیروی کنند من مخالفت تو در ہیچ چیز نتوانم کرد پس پروانگی بدہ ہر کرا خواہی امیر المومنین بیرون آمد و شیخین را پروانگی داد ہرگاہ جناب فاطمہ زہرا را دید سلام کرد فاطمہ روی از ایشان باز گردانید و گفت اے علی پردہ بر افگن و پیش ما را فرمود تا روی آنجناب را بسوی دیوار گردانید ابو بکر چون این حال مشاہدہ نمود عرض گرد اے دختر رسول خدا باش آمن ما نیست کہ خوشنودی ترا طلب کنیم و از غیظ و غضب تو خود را باز کشیم سوال ما ہمین ست کہ ببخشی و از زلات ما بگذری فرمود ہیچ کلام با شما نخواہم گفت تا آنکہ بخدمت پیغمبر خدا حاضر شوم و معاملات شما را شرح دہم باز شیخین معذرت و پوزش را اعادہ کردند و عفو و صفح را درخواستند بعد ازیں فاطمہ زہرا سوی علی رضی اللہ عنہ التفات نمود و گفت کہ من حرفی باین ہر دو کس نخواہم زد تا آنکہ چیزے سوال میکنم کہ ایشان از رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شنیدہ اند اگر تصدیق خواہند کرد پس ہر چہ ارزی من خواہند کرد بر آن عمل خواہم نمود شیخین ضد را یاد کردند و گفتند بے تکلف ہر پرس از سخن حق تجاوز نخواہیم کرد و بالصدق و صفا گوئی خواہیم داد۔ فرمود قسم میدہم شما را بخدا یاد میکنید یا نہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شما را وقتے نصف شب بسبب امری از عادت شب از جانب علی علیہ السلام فرستادہ بود گفتند بخدا یاد میدہ ازیم باز گفت قسم میدہم شما را کہ از پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شنیدہ اید یا نہ کہ فرمودہ فاطمہ پارہ از من ست ہر کہ او را بیازارد مرا آزار رسانیدہ است و ہر کہ مرا آزار رساند خدا را آزار رسانیدہ است گفتند بخدا یاد میدہ ازیم باز گفت قسم میدہم شما را بخدا

طعن الزجاج سے نقل کی گئی ان سے صاف واضح ہے کہ جناب سیدہ نے باوجود مکرر سکرر عہد و پیمان کے اور قسم شرعی کے کہ میں ہرگز ان سے کلام نہ کروں گی شیخین کے ساتھ کلام کی تو دعوے عمود باطل ہوا اور علی الاطلاق کلام سے انکار کرنا لغو ہوا پس حضرات شیعہ کو اب بجز اس کے چارہ نہیں کہ جملہ متکلم کو مقید کریں اور قرائن کی بنا پر متکلم لفظ رضا وغیرہ مقدر ہے اور معنے یہ کہ شیخین کے ساتھ رضا و خوشنودی سے وقت وفات تک کلام نہیں کی قطع نظر اس سے باوجود سعی و سفارش جناب امیر کے اگر جناب سیدہ شیخین سے راضی نہ ہوئیں تو مخالفت جناب امیر کے جو ہمارے مرجح تھے لازم آتی اور نیز اس کے مخالف ہو کہ من زوجہ صغیرہ شمار و من مخالفت تو در ہیچ چیز نخواہم کرد جیسا کہ روایت بحار و علل الشرائع میں مذکور ہے۔ ان حق بھی یہی فرماتے ہیں کہ جملہ متکلم مقید ہے بتقیدی امر مدرک او فی ذلک حال۔ اور معنے یہ کہ ہر گز کے ساتھ معاملہ فدک اور اس کے مطالبہ کی نسبت وقت وفات تک پھر کلام نہیں کی کیونکہ جناب سیدہ پر حقیقت اس امر کی واضح ہو گئی تھی کہ انبیاء کی میراث مال نہیں ہوتی اور یہ بھی وجہ ہوئی کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے عہد میں اس جاگیر کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثہ میں تقسیم نہیں فرمایا اور نہ بی فاطمہ کے حوالہ کی جگہ اسی طرح کرتے رہے جس طرح خلفاء سابقین کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا چنانچہ علامہ مجلسی صاف شہادت دے رہا ہے [illegible] اور اس وقت علیہ السلام قبض نمائند از ان اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کے زمانہ خلافت میں بھی مغصوب رہے اور آپ بھی اس میں اسی طرح کرتے رہے جس طرح خلفاء سابقین کرتے تھے یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بنی فاطمہ پر رد کر دیا جس کی نسبت حضرت شیعہ فرماتے ہیں جس کو ابن میثم نقل کرتے ہے قالت الشیعۃ و کان [illegible] اور اگر فدک مغصوب تھا اور غاصب تھے تو جناب امیر معصوم بھی اس فعل میں ان کے شریک ہیں اگر خطا کا کوئی فعل موقع فعل معصوم کے واقع ہو تو اس فعل کی نسبت ان پر حتم کرنا [illegible] اور معصوم پر لعن سے اور کہنا کہ مرتکب غضب حق اور جور اور ظالم ہوئے گو اس معصوم کی نسبت کہ [illegible] اور معصوم کی نسبت سے کیونکہ جناب امیر نے اس جور و ظلم کو اپنے زمانہ خلافت میں [illegible] جب وہ بھی معصومین کے موافق خلفاء کے فعل ہوئے تو ان کو بھی ظالم ہو سکتے ہیں پس اس سے ثابت ہوا کہ معاذ اللہ کہنے میں حقیقت خلفاء کے جب تھی کہ جناب سیدہ بعد سنے حدیث لنحن [illegible] بتلیا [illegible] کے صحیح ہو گئی تھی پھر آپ

معاذ اللہ اب کسی نے فرمائی اور تم میں سے بھی کسی نے اس کا چرچا نہیں کیا پس روایت بخاری سے خطبہ صدیق کے طعن میں استدلال کرنا حضرت مجیب اور ان کے حضرت صاحب لفحات لیاحین کے فعل کی خوبی ہے پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ وہ بمقتضائے کمال فضل و علم و شرم و حیا کے فرماتے ہیں کہ اہلسنت سے ناچار ہو کے مذہبی حرکتیں کیں اور مصداق مثل مشہور الغریق یتشبث بکل حشیش کے ہوئے اور کذا بوا و افتروا کتب شیعہ سے اثبات رضا جناب سیدہ چاہا۔ حالانکہ بحول اللہ و قوتہ کسی بارہ میں اہلسنت پر کوئی الزام وارد نہیں ہو سکتا اور نہ استدلال شیعہ کا اس جگہ صحیح ہو سکتا ہے اور جب ان کے علماء ابن میثم نے لکھ دیا کہ جناب سیدہ راضی ہو گئیں تو یہ کہنا کہ کذبوا و افتروا اثبات رضا چاہا کذب و افترا کو پہنچے علامہ خاص متبحر ابن میثم کی طرف منسوب کرنا ہے اب اس علامہ ابن میثم کی شہادت پر دیکھیں کیسی کچھ حرکتیں نازیبا قرائن سے لگے ہلکا اہل حق کو مزین ہو کر ابن میثم نے تو بعد تحریر روایت گویا تعلیق کر دیا اور فرمایا و فی [illegible] ھذہ القصۃ خبط کثیر من الشیعۃ و صحفوا فیہ و قد عدہ بعض محققی علمائنا من افتراءات الشیعۃ و اکاذیبھم و آخرین شیعہ معاند فدک میں مبتلا خبط کثیر میں اور اہل سنت کے خبط کا دعوے پس محل طلب دلیل ہے اگر ہو سکے تو ثابت کیجئے۔ و لقد تقرر ان قول المدعی علیہ مقبول فی الفنون کلھا و لھم الدعوی و علیھم البینۃ۔

قولہ: آپ نے بھی بعض کو دخل نہ دیا اور باوجود دعوے علو مسافرہ دانی اپنے ثبوت کو کر اس سے سکوت بدرجہا بہتر ہے قولہ یہ تمہید ہے ہمارے سامنے پیش کیا۔

اقول: حضرت کی خوش فہمی کا ہمارے اس کوئی ضمن نہیں جب عبارت کے مطلب کو نہ سمجھیں تو سراسر بیع مذمت میں افسوس کہ ہمارا بیان ہمارا دعا۔ مناظرہ دانی مطلب عبارت کو خود نہ سمجھیں اور الٹا ہم پر اعتراض کریں۔

قولہ: غور فرمائیے کہ میری وہ عرض جو سابق میں گذارش ہوئی کہ آپ ہمارے دعوے اپنے ضرر کے دعوے لسانی کو تسلیم کر لیتے ہیں درست ہے کہ نہیں۔

اقول: جس قدر باتیں پہلے گذر چکی ہیں ان سے بخوبی واضح ہے اور اہل انصاف خود کو دونوں وجہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اپنے علماء کے دعوے لسانی کو خود دیں آپ تسلیم فرمائیے ہیں یا ہر بحث میں جس کا دل چاہے وہ کچھ لکھ دیوے۔

قولہ: اگر ہم ہی نہیں کرتے ہیں کہ اس کے مقدمات پر نظر نہ کرکے فخریہ ہر جگہ راضی بمقتضا طلب پیش کرتے ہیں انصاف چاہیئے تب ہی دونوں [illegible] کے کام دیکھے۔

اقول:۔ یہ حیف و افسوس عقل و انصاف سے کام نہ لینے کی نسبت حضرت مجیب ہی کے عائد حال ہے کہ آپ کو اپنے علماء کی تقلید میں حق و باطل میں تمیز نہ رہی چنانچہ ہر ایک بحث سے واضح ہے ہم کیا کہیں اہل فہم و انصاف خود دیکھ لیویں۔

قولہ:۔ آپ کے خاتم المتکلمین کا یہ فرمانا و از تصنیفات طبرسی کہ بعماد الدین و امین الدین شہرت دارد محسوب و معدود۔ دعوی زبانی ہے اور بدون دلیل دعوی قابل اعتنا نہیں ہوا تو ور کنار۔ دعوی بے دلیل قبول خود نہیں، چنانچہ جناب بھی اسی تحریر میں فرماتے ہیں تو دعوی بلا دلیل کے واسطے تو محض لانسلم ہی جواب ہے بلکہ لانسلم کی بھی حاجت نہیں کیونکہ دعوی بلا دلیل خود ہی غیر مسموع ہے انتہی بلفظہ الحاجۃ۔ پھر تعجب ہے کہ اثبات توثیق کتاب منہاج السالکین میں جو آپ نے بڑے فخر و ناز سے خاتم المتکلمین کی کلام نقل فرمائی اس اپنے قول کا بھی پاس نہ کیا یا رہا نہ رہا۔

اقول:۔ ہمارا دعوی اثبات رضا جناب سیدہ رضی اللہ عنہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاذ فدک میں روایات شیعہ سے تھا اور ظاہر ہے کہ وہ موقوف منہاج السالکین کے ثبوت توثیق پر نہیں اور نہ ہم کو اس کے اثبات توثیق کی حاجت کیونکہ جب وہ روایت دوسری کتب معتمدہ شیعہ میں وارد ہے تو ہمارا مدعا ثابت ہے اور جب ہمارا مدعا دوسری کتب سے بھی ثابت ہے اور منہاج السالکین پر ہی موقوف نہیں تو اس روایت کے وضع کرنے کا اور نام کتاب کے تراشنے کا الزام خود بہیار مشتہر ہو گیا کیونکہ بداہت عقل شاہد ہے کہ ہم کو کتاب کا نام جاننے کی ضرورت اس وقت ہوتی جب کہ ہمارا اثبات مدعا اسی پر منحصر و موقوف ہوتا تو ایسے وقت میں احتمال تھا کہ شاید نام کتاب از خود تراش لیا ہو، لیکن جب یہ احتمال ہی باطل ہو گیا تو ہم کو اس کے اثبات کی ضرورت کیا باقی رہی اور اس کے ثبوت کے واسطے اسی قدر کہنا کافی ہے کہ یہ کتاب سلامت علی ذات مرحوم کے پاس تھی، اور علماء ثقہ دین و مذہب طبرسی کی تصنیفات سے ہے۔ اگر بالفرض ثبوت تصنیف ہو تو ہمارے مدعا کو اس سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے۔ اسی واسطے ہم نے نقل عبارت حق تو متکلمین صرف آپ کے لب حسب حسن فرمانے کے ابطال دعوے کے واسطے کی تھی کہ وہ اس روایت کو حضرت عماد دہلوی قدس سرہ کے وضع و افترا فرماتے تھے نہ ثبوت توثیق تک۔ اس کی ہم کو حاجت کیا اور بحمد اللہ دعوی صاحب معن ارماح بخوبی واضح ہے۔ پھر جناب

کا یہ فرمانا تعجب ہے۔ کہ اثبات کتاب منہاج السالکین میں جو آپ نے بڑے فخر و ناز سے خاتم المتکلمین کی کلام نقل فرمائی اس اپنے قول کا بھی پاس نہ رہا یا رہا نہ رہا۔ محض حضرت مجیب کی خوبی فہم و انصاف سے ناشی ہے۔

قولہ:۔ عجب نہیں کہ مواقع وسیعہ مسلول کو ہماری ہی کتابیں سمجھے ہوں۔

اقول:۔ سبحان اللہ حضرات کے خیالات اور دعووں کی یہ کیفیت ہے کہ جو کتابیں ہمارے روزمرہ استعمال میں ہیں ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ شاید ہماری کتابیں سمجھے ہوں کوئی حضرت سے پوچھے کہ یہ آپ نے کیونکر سمجھا یہ کوئی اجتہادی مسئلہ تو ہے نہیں کہ آپ نے اجتہاد سے پیدا کیا ہو، ہاں اگر آپ محدث ہونے کے مدعی ہوں گے تو البتہ فرشتہ کی زبانی جس کی صورت نظر نہ آتی ہو گی معلوم ہوا ہو گا۔ مگر یہ کیا اگر آپ اپنے علماء کی فہرستوں کو جو علماء شیعہ کے بیان میں لکھیں ہیں ملاحظہ فرماتے تو معلوم ہو گا کہ آپ کے علماء کو مصنفین اہلسنت و شیعہ میں تمیز نہیں ہے، اور علماء اہلسنت کو اپنے علماء میں معدود کیا ہے۔

قال الفاضل المجیب:۔ قولہ قیاس کن زگلستان من بہار مرا:۔ اقول جس غرض سے آپ نے یہ مصرع زیب تحریر فرمایا ہے بے شک آپ کے اس حال کے نہایت چسپاں ہے ہم بھی صادر کرتے ہیں۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی:۔ عاقلان خود میدانند۔

قال الفاضل المجیب:۔ قولہ اگر ایسی غلطیوں کا استیفا کیا جاوے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ اقول سبحان اللہ یوں ہی غلطی آپ نے ثابت کی۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی:۔ جب آدمی عقل و انصاف سے کام نہ لے تو جو منہ میں آوے کہے مثل مشہور زبان ہے کہ گو نہ کھاتے، لیکن اگر شرم و حیا کی نظر سے دیکھیں اور عقل و انصاف سے کام لیں اور اس وقت یہ فرمائیں تو البتہ مضائقہ نہیں۔

قولہ:۔ مقام استدلال میں ایک ایسی کتاب کا جو اصل عنقا معلوم و مفقود الجسم ہے اور معلوم ہوا کہ بھی آپ کے ہی علماء کے نزدیک ہے حوالہ دینا اور جب خصم انکار کرے تو اس کی توثیق کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب ہمارے فلاں عالم کے پاس تھی اور ہماری فلاں کتاب میں اس کا نام درج ہے اور بدون دلیل کسی عالم خصم کی طرف نسبت کرنا اسی کی مرغلطی ہے تعجب ہے کہ حسب مثل مشہور مبتدی نائی چور کو تلاش کرتا ہے اپنی غلطی ہمارے

ذمہ لگاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر ایسی غلطیوں کا استیفا کیا جاوے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ این کار از تو آید مرداں چنین کنند۔

اقول: حضرت یہ کتاب عنقا صفت سہی لیکن ہم گزارش کر چکے کہ اس کا مجہول ہونا ہمارے استدلال کو کچھ مضر نہیں ہے، اور آپ کا یہ فرمانا کہ جب خصم انکار کرے تو اس کی توثیق کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب بالغ محض خوش فہمی سے ناشی ہے فی الحقیقت انکار کا جواب تو یہ ہے کہ یہ ہی روایت ابن میثم بحرانی نے شرح کبیر نہج البلاغت میں نقل کی ہے پس یہ اس امر کا ابطال ہے جو آپ کے صاحب طعن الرماح نے اپنی غلطی سے دعوی کیا ہے گرچہ مستبعد ست کہ نام کتاب خود ش بر دروغ ساختہ باشد، اور وضع و افترا کو علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ جب اس کتاب سے استشہاد کتب متقدمین موجود ہے تو یہ کہنا کہ یہ نام علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وضع کیا ہے غلط ہے کہ نہیں چنانچہ اسی غلطی کے ثبوت میں تم نے یہ عبارت نقل کی تھی، اب ہم آپ ہی سے دریافت کرتے ہیں انصاف سے فرمائیں جب یہ اس کتاب کا نام صواقع وغیرہ میں مذکور ہے تو صاحب طعن الرماح کا افترا کو حضرت علامہ دہلوی کی طرف نسبت کرنا اور علامہ کنتوری کا اس کی تائید میں قرینہ قائم کرنا کہ جب باب سوم میں اس کا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ خود اپنے ساختہ پر داختہ سے دونوں یعنی علامہ کنتوری کی اور صاحب طعن الرماح کی منشا ہے کہ نہیں افسوس کہ آپ نے یا میری گزارش کو سمجھا نہیں یا سمجھ کر دانستہ اغماض فرمایا کہ اصل اعتراض کی طرف اشارہ تک نہ کیا اور بے فائدہ جوش و خروش فرمایا، بس ہو چکوں، اللہ و قوتہ آپ کی ہی غلطی آپ کے ذمہ لگاتے ہیں اپنی غلطی آپ کے ذمہ نہیں لگاتے لیکن آپ ذرا خود عقل سے کام لیجئے خصم کے مدعا کو سمجھئے اور انصاف و دیانت سے کام لیجئے۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ ہم نے جو عرض کیا تھا کہ اگر ایسی غلطیوں کا استیفا کیا جائے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو صحیح تھا، وہ مہدی کی مش جو تجویز فرمائی اس کا جواب ہم کیا لکھیں اہل دانش و انصاف سمجھتے ہیں کہ وہ جواب ہی کے حسب حال ہے اور نیز اس کا جواب خالی از مزید وخرافت نہ ہوگا اس لئے ترک کرتے ہیں۔

قولہ: ان جیسی غلطیاں ہم نے ثابت کی ہیں گر ایسے اغلاط کا استیفا کیا جاوے تو ضرور ایک کتاب ضخیم تیار ہو چنانچہ آپ کے جواب میں کس قدر تحریر ہیں اور صفحے

صفحے اور ورق کے ورق اسی باب میں لکھے گئے ہیں اگر ہمارے حضرت مجیب کو شوق ہے تو اجوبہ ستہ ملاحظہ فرماویں۔

اقول: جس قدر غلطیاں آپ نے بزعم خود تحریر فرمائی ہیں منجملہ انہیں اغلاط کے ہوں گی جن میں صفحات و اوراق لکھے گئے ہیں، پس ان کا حال تو ناظرین اوراق اہل فہم و انصاف پر بخوبی واضح ہے اور باقی کو بھی ان ہی پر قیاس کر لینا چاہیئے پس جب کہ ان جوابات کا یہ حال ہے تو اصل اغلاط بھی بجائے خود قائم رہیں اور علاوہ ان کے غلط جوابوں کے غلطیاں اور مزید برآں ہو گئیں، پس جس قدر غلطیاں جناب نے ثابت کیں گویا وہ اپنی غلطیاں ثابت کیں اور اپنی ہی غلطیوں کی بابت کتاب ضخیم تیار ہونا بیان کیا اور یہ ہی ہم نے گزارش کیا تھا۔

قولہ: ارادہ تھا کہ کم سے کم پچاس ساٹھ ایسی غلطیاں حضرت خاتم المحدثین کے ہدیۂ نذر کریں چنانچہ کسی قدر ذہن میں انتخاب بھی کر لی تھیں مگر اس تحریر میں طول ہو گیا اور ہمارے نے اور عدم افراغ نے مجبور کر دیا اس لئے اور وقت پر منحصر رکھتے ہیں۔

اقول: ہم کو بھی خیال تھا کہ کچھ غلطیاں صاحب تشیید و علامہ کنتوری و شبہ ثالث دصدوق وغیرہ کے آخر میں پیش کریں گے اور ہمارے حافظہ میں موجود ہیں مگر خیال کیا کہ یہ تمام رسالہ حضرات کی ان خوش فہمیوں کی اور اغلاط کی تصویر کھینچ رہا ہے جو اصول مذہب شیعہ کے لئے ہیچ کن ہیں تو اب کیا ضرور ہے کہ ان کی خطاؤں کا اظہار کیا جاوے اور اگر ان کی غلطیاں خصم نے تسلیم بھی کر لیں تو مذہب کو اس سے کچھ بہت بڑا صدمہ نہیں پہنچ سکتا ہے اس لئے ہم نے ان ہی ضمنی غلطیوں پر اکتفا کر کے قلم کو روک دیا اور پیشتر بھی صرف آپ کی تحریک ہی کی وجہ سے ہم نے گزارش کر دیا تھا، اگر آپ اپنے سوال میں اس قصہ کو نہ چھیڑتے تو شاید ہم بھی کچھ نہ لکھتے اور جس قدر جناب نے غلطیاں تحریر فرمائی تھیں ان کی کیفیت بھی بخوبی واضح کر دی گئی کہ وہ ہماری غلطیاں نہیں تھیں بلکہ وہ حضرات کی خوش فہمیاں تھیں اہل عقل و انصاف بغور و تامل دیکھ لیں۔

قولہ: اگر حضرت نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو پھر کبھی دیکھا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ بقدر باقی و سنجیشش باقی۔

اقول: ہم اس سلسلہ کے بانی نہیں اور نہ ہم کو اس کے جاری رکھنے سے انکار آپ نے یا آپ کے شیخین نے یہ قصہ شروع کیا ہے، جب تک آپ کا اوراق کا دل چاہے

جاری رکھیئے اور جب دل چاہے ختم کر دیجئے۔ ہم مامور محض ہیں، اور ہر طرح حاضر ہیں تحریراً تقریراً جس طرح دل چاہے سمجھ لیجئے اور فیصلہ کر لیجئے۔

قال الفاضل المجیب:۔ قول بنا براں اس قدر تطویل پر اکتفا کر کے تفصیل کو دوسرے وقت پر منحصر کرتا ہوں فقط والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ افوں ہیں قدر تطویل پر آپ نے اکتفا فرمائی اسی قدر ہم بھی جواب گزارش کر چکے، اگر آپ تفصیل سے لکھیں گے تو ہم بھی جواب مفصل کو حاضر ہیں والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی:۔ جس قدر آپ نے ہمارے جواب میں تحریر فرمایا وہ سب ہم آپ ہی پر منقلب کر چکے اور واضح کر چکے کہ یہ محض اوہام باطلہ و خیالات فاسدہ تھے پس عقل و انصاف سے کام لیجئے، تعصب و نفسانیت کو چھوڑ دیجئے، اور انصاف حق پر آمادہ ہو جایئے و صراط مستقیم اختیار کیجئے۔ و ما علینا الا البلاغ و الحمد للہ اولاً و آخراً و الصلوٰۃ و السلام علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و اتباعہ و احبابہ اجمعین۔

اس کے بعد ہمارے فاضل مجیب نے دو تحریریں جو بعنوان جواب مولوی پیر محمد خان صاحب سہارنپوری نے ملحق کی ہیں، پہلی تحریر میں بجز شکوہ و شکایت و طعن و تشنیع کے کسی بحث سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ لکھا کہ غیبت و تحقیر کی بحث بے محل چھیڑ گئی اس کے جواب کی چنداں حاجت نہیں، اور دوسری تحریر میں صدہا بحث سے جو متضمن آئیر بیت باشش ماہ ہے و قصداً عمداً تعرض کیا جس کا مفصل جواب اس تحریر کے مواضع متعددہ میں موجود ہے اس کے تکرار و اعادہ کی حاجت نہیں، اور علاوہ اس کے جیسا کہ حضرت شہید کی خدا و رسول پر افترا و بہتان باندھنے کی عادت ہے اسی عادت قدیمہ کے موافق کذباً و افتراءً بحوالہ معالم التنزیل تفسیر سورہ یٰسین ایک بے سر و پا بات سے بت پرستی کا بہتان باندھا جس کا جواب سرے سے بہتان ہے۔

حضرت مجیب کا بحوالہ معالم التنزیل یہ فرمانا کہ ایک نبی نے دین کی ترویج کیلئے کفار کی عبادت میں شریک ہونا اختیار کیا تھا محض کذب و افترا ہے

اول تو یہ ہی مسلم نہیں کہ ترویج دین کی نیت سے بت پرستی کرنا جائز ہے آپ فریقین میں کسی کے نزدیک ثابت فرما دیں کہ اس غرض سے کفار کے عبادت خانوں میں جانا اور ان کی عبادتوں میں شریک ہونا جائز ہو، دوسرے یاد آتا ہے کہ مجمع البیان میں ہے کہ اضطرار کو تو تقیہ تک بھی جائز نہیں علاوہ ازیں تفسیر معالم التنزیل میں ہرگز کسی نبی کی نسبت یہ نہیں لکھا ہے تفسیر معالم التنزیل کتاب نادر الوجود نہیں ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہے جس کا دل چاہے حضرت مجیب کان کے گھر کے افسر کا بن سے فاضل مجیب نے نقل فرمایا ہے تماشا دیکھ لیوے

اب ہم اس کا جواب گزارش کرتے ہیں جو مولوی پیر محمد خان صاحب کی پہلی تحریر کے ضمن میں ہم کو خطاب کر کے فرمایا ہے

قولہ:۔ حضرت مجیب مخاطب کی خدمت اقدس میں بصد ادب گزارش ہے کہ آپ نے اصلی سوال کا جواب عمداً نہ دیا، اور تمام گفتگو فرما کر بحث میں ہمیں دیا، میرے کسی قول کا جواب نہ دیا، شروع کے اول تو آپ نے دریافت فرمانے سے انکار کیا، مگر میں نے سوال میں عرض کیا تھا کہ اپنے اصول خلافت جو ہمیں مدلل لکھیں اس کا جواب کچھ بھی تحریر نہ ہوا، میں نے عذر کیا تھا کہ ہمیشہ خلافت خلفاء راشدین کے اصول موضوعہ سے بحث نہیں کر سکتے غور فرمایئے کہ یہ کتنا بڑا دعویٰ ہے مگر آپ نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔

اقول:۔ چونکہ وہ محض آپ کے اصلی سوال کے جواب کا رد تھا اس لئے ہم نے تفصیلاً نقل نہیں کیا تھا اور مجملاً وہ بھی موجود تھا، کاش آپ اس کی نظر سے ملاحظہ فرماتے، اور زمام گفتگو کی بالکل خود جناب کی زمام گفتگو ہوتی، اپنے عدد دو سوال کے جواب زمام امور کو چھوڑ تو اس پر بندہ نے بھی مختصر اعرض کیا کہ اگر آپ زمام گفتگو نہ فرماتے تو بندہ بھی عرض نہ کرتا، اور آپ کا فرمانا میرے کسی قول کا جواب نہ دینا صاف صاف کی سند سے جیسا ظہور ہوتا ہے اس کے جواب میں بجز اس کے کہ کہہ دیں جھوٹ ہے، اور کیا کہہ سکتے ہیں آپ نے صحیح فرمایا اور کوئی جواب نہیں دے سکتے اس سے آپ خوش ہو جائیں گے ثبوت خلافت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اس تحریر میں بحوالہ مفصل

تحقیقاً والد اما عرض کر دیا گیا ہے انصاف کی نظر سے ملاحظہ ہو۔

قول ۔ اب یہ عرض ہے کہ اگر آپ کو اس بحث میں حوالہ دینا منظور ہے تو ہم بھی حاضر ہیں مگر شرط یہ ہے کہ جس طرح ہمارے آپ کے ہر قول کا جواب لکھا ہے اسی طرح آپ بھی ہمارے ہر قول کا جواب لکھ فرمادیں اور جو کچھ لکھیں مدلل ہو اور اگر حوالہ منظور نہیں تو صاف میرے سوال سابق کا جواب مفصل لکھا ہو۔

اقول ۔ اگر یہ حرکتیں مذموم نہ ہوتیں تو ہم کیوں ان کے ارتکاب سے آپ کے ہر قول کا جواب لکھتے اور جو کچھ عرض کیا ہے مدلل عرض کیا ہے چنانچہ ہر باب پر اثنا عشر بعد مدلل واضح ہو جاتے گا

قول ۔ ہم نے تو آپ کی کتاب سے عقیدے ثابت کر دیئے تھے اب آپ کی کتاب سے عقیدے ثابت کر دیں تو ہم مان لیں گے کہ ان عقیدوں سے وہ فرقے کافر ہو گئے اور اگر ہماری کتابوں سے ان کو کافر ثابت نہ کر سکو تو آپ کو چاہیئے کہ ہر بحث کو ثابت کر کے ختم کیا کریں

قول ۔ ہم نے شرط کر لی تھی کہ ثبوت صرف ہماری کتابوں سے ہو۔ درحقیقت ان کا کچھ ثبوت نہیں چنانچہ ہر ایک ثبوت کے متعلق ہم نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ ثبوت نہیں ہے اور آپ نے جواب بحث کا کچھ نہیں دیا اور ہر ثبوت کے متعلق آپ نے کہا ہے کہ ہم نے ثبوت دیا ہے اور ہم نے ثابت کر دیا ہے اور ہر ثبوت کے متعلق ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ نے ثبوت نہیں دیا اور ثابت نہیں کیا

قول ۔ اگر آپ کو ہماری کتابوں سے ثبوت دینا منظور نہ تھا تو کیوں ثبوت دیتے تھے

اقول ۔ اگر آپ ناخوش نہ ہوں تو میں اس کا سبب بھی بیان کر دوں تو میں کہوں گا کہ آپ نے ثبوت دیئے تھے اس لئے کہ آپ کو یہ خیال تھا کہ ہم ان کتابوں کو نہیں مانتے اور ہم ان کتابوں کو مانتے ہیں اور ہم ان کتابوں سے ثبوت دیں گے تو ہم پر الزام ہو گا کہ ہم اپنی کتابوں سے ثبوت دیتے ہیں اور ہم ان کتابوں کو نہیں مانتے

صحیح طور سے فرماویں کیونکہ مجھ جیسا جاں دناداں ہرگز اس لائق نہیں کہ اس بحث میں جو علمائے عدار کا کام ہے کچھ لکھے محض اپنے شفیق دل کی خاطر سے کچھ لکھا گیا۔

قول ۱۰ یہ جو کچھ تحریر ہوا محض تواضع و انکسار نفس پر مبنی ہے ورنہ اپنی تحریر بمقابلہ خصم ہرگز کوئی شخص اصلاح کے لئے نہیں پیش کرتا۔ اصلاح کے لئے اپنے اساتذہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے چونکہ جو کچھ ہمارا مذہب تھا اس کے موافق ہم نے علمی تحقیق کی اور جو کچھ نظر سے گزریں اپنی قابلیت کے موافق اصلاح کر دی۔

قول ۱۱ یہ بھی واضح ہے کہ اگر کوئی شخص ناواقف یا واقف مگر متعصب ہو تو خدا اللہ معاف فرماوے ہم کو یا کسی کو اس کی تحریر کی پروا نہیں ہے۔ خدا وند عالم جو ہمارے دل کی بات جانتا ہے ہم کو امید ہے کہ ہمارے حق و باطل کے لئے ایسے حق قابل ہونے اور سمجھنے کے ہوں گے اور جمیع مخاطبوں کو اور ہمارے مخالفوں کو اور ہمارے غیب داں فرزند حسین علی میرزا کو اور ہر ایک صاحب حق کو ہدایت فرماوے۔

قول ۱۲ یہ جو کچھ تحریر ہوا محض عنایت و اعتماد اور برادرانہ خلوص سے ہے ہر چند بندہ نے بھی اظہار کیا ہے کہ اگر کوئی کمی فضیلت ہو تو اگر جمیع عالمی موجود ہو تحریر کر دوں گا پھر اس قدر قصر سے کوئی کمی ہو تو اگر جمیع عالمی کہہ گیا تو قدرے معاف فرماویں کہ میرا قصد بھی ہرگز ترک اولیٰ کا نہیں ہے خدا وند عالم کچھ دے اور آپ کو معاف فرماوے اور توفیق خیر کی عطا کرے۔ اور خود عوض اس بندہ کے اس بندہ کے [illegible] و ہدایت فرماوے۔

تحریر بتاریخ ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ

خلیل احمد

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

انتباہ

[illegible]

بعد حمد و صلوٰۃ میر بعض اعیان ملتان کے یہاں پیش آیا تقریباً اسی کا مورد ہے۔ جیسا بعض ائمہ رضوان اللہ علیہم کے اعمال کو پیش آچکا ہے۔ لیکن اہل دین و دیانت کے نزدیک واقعات عبرت انگیز عبرت حاصل کرنے کے لئے ہوتے ہیں نہ شماتت کے لئے اس لئے ہم نے اس واقعہ کو شرف بیت سمجھ کر محض خداوند تعالیٰ کے خوف سے ترک کر دیا اور اس پر قلم نہیں اٹھایا۔ سبحانک و بحمدک اشهد ان لا الٰہ الا انت استغفرک و اتوب الیک اللهم اغفرلی ما قدمت و ما اخرت و ما اسررت و ما اعلنت و ما انت اعلم به منی انت المقدم و انت المؤخر لا الٰہ الا انت۔

تصدیق

از جناب قدسی آیات فیض انتساب قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین عارج معارج اسرار ولایت ناہج مناہج انوار ہدایت آموزگار تلقین و تعلیم مرشد صراط مستقیم پیشوائے اصحاب طریقت مقتدائے ارباب حقیقت گرم رفتار منازل ملت و دین قافلہ سالار مراحل حق الیقین مجاز شناس حقیقت دان خلوت پسند جلوت۔ بیان جرعہ نوش وحدت الوجود و التجرید شیخنا غلام فرید صاحب سلمہ اللہ اللطیف سجادہ نشین چاچڑاں شریف دامت برکاتہٗ۔

یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کامل مولوی خلیل احمد صاحب نے رد فرقہ کفار مضلہ شیعہ رافضیہ میں تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ سے مملو ہے اور مطابق ملت قدسیہ اہل سنت و جماعت کے ہے۔ میں بعد مطالعہ اس کتاب کے تصدیق کرتا ہوں کہ جو جو مولوی صاحب نے لکھا ہے فی الاصل صحیح اور درست ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

العبد

خاکپائے فقراء غلام فرید چشتی حنفی عفی عنہ بقلم خود

نسخه بغایت پاکیزه و تحریر بسیار نفیس بصفحه‌یکه از هر فقره داشت سنه ۱۳۰۵ هجری معلی
شود بیاراید و چکیده دلم را قوت و قدرت فکر و نگین بیان را اثر عدم امتنان
مبتاع بحر فکر و دل سیاح اقلیم بیان و معانی اسوهٔ اسکاتیان مولوی عزیز الدین
صاحب نوشتویس حضور سرکار هرقراردادن زینت بخش و پور رضه الله علیه.

فصل نخستین از نعت حضرت رسالت

چهار کتاب کهن — با فضل قرار بهیمان
وبدایت عالم بیارا و بیاب حمد و ثنو — وعترت پیغمبر و آن امجاد دین جود و کرم
چون کتاب بیمثل فضل مواهب — وچه نکو بیکمعانی او مفضل و مهذب
چون زبان و خوبی پیرایه و زیور — در توصیف آل مهبط وحی و اسرار
زیب صفحه و حلیهٔ هر باب شیرین — یا هر لفظ و نامه در درج حسنات
بگرفت مانیه تاریخ عتیق — وخورشا زاب سر رسیده
پس بر فضیلت بادان حریر — بلکه تنگ در راز بهر هر باب دین
مشکور دانشت دست — یا تو قیع رحمانیست
زیب ده مجلس عالمان ذوی عقول — زیرگی فزای دل کاوسران نامقول
وحل مازیچه مذهب نادق — نحن مشاهده قدرت حق
تیغ آب بگیرد شعله تابان — در سینه بر مثل حسام لهب
از ان ده این تشنیع — بهاج خطاب ربی تشنیع
با بحجاج قل فصیح جواب حسن — وبخصم مجیب زنی جواب دندان شکن
زیب دل اهل نفاق — نگمز ره معانی اهل معاند
کلمه لب است حشو — همسره نطق است نمش
از بیت و مشتاب — بهر ره ده اهل متعدن مذهب جنبه
بهر ره گرد تشنیع — نکته نادره دشمنان
مدفن تسلیم — ای
بسته بیاد بحیث بهر ره ده ای — ای امام بحق عالم ره ره بیشه

ز آب بیشه عالم صحیفه ربانی — امام امنه و حافظ
رکن و حامی دین خدا و رسول — راست گو عامل صد
وحید اندر سخنوریت پیشوا — مستند و حجت
قدوهٔ ادب و حاجی حرمین شریفین — مقبول و معتمد
سلطان فقیهان مبارک خصال — دستگیر لحظه
جناب قدسی مآب مولوی فیض محمد خان
حسب ارشاد دیرینه بمعنی تذکره آنجناب
مشکل نادان سپید دست
بلغ فیضش نذیم سلطان
افضل اناس جناب
مرد جهان و فضیلت
زان فزون پرچم پیرو رسول
شکر دیگی رنگ بهیچ و
زیده و حجره و الله قی سه این غیر
وسعی چیز عهد
صیقل قلب ما شیخ گرفت
نام شیخ و شیخ
گاس بجناب و در همچان شنوده آنجا
و حضرت عبد دیانت گس عزیز مین کنی حوزه
گرفتن خدمت و عیب نظم نماینده

ه این نسخه در نفیس است.

واقطعہ تاریخ کہ از ہر چار مصرعش چہار سنہ جدا جدا پیدا میشود

جنفل اللہ کا ین لنخوہ کار جان — شدہ قمر بالخیر بی ملتن ریب
سنہ ۱۹ ۸ ۵ ھ — بکر ۱۳۷۵ ھ
زہر چار مصرع ستش بین جدا — زہی جدی شد سخن بی نین عیب
فسنہ ۱۳۵۵ ھ — عجب ۱۳۵۵ ھ

واقطعہ تاریخ بصنعت زبر و بینات

حضرت مولوی خلیل احمد — کرد تصنیف این رسالہ نکو
بہر الفت او بجذب سرور — بر شرف عام و از کتب عدا
گشت زیبا چو نام سلیمان سہ — کو نخیر و بیمن رسانید رفو
سال تاریخ او چو جستم گفت — نمر الغیب بین شد ای نکو
کی ۱۳۵۵ ھ — بجواب کتاب تشفیع نگر

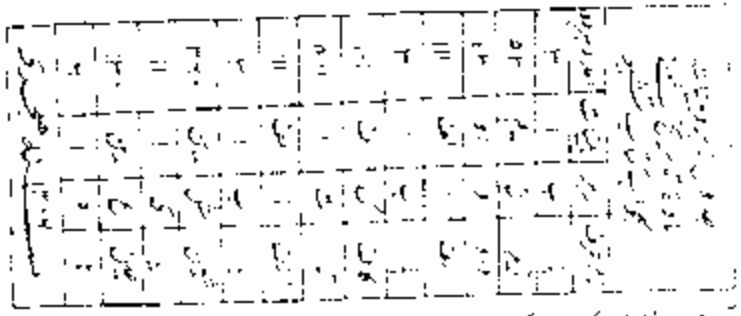

ایضاً رزو

ستاد زمان خلیل احمد — تصنیف چو کی کتاب نادر
سال اس کا سروش نے بتایا — کہ خوب تصنیف کتاب نادر

قطعۂ تاریخ از طبع وقاد و ذہن نقاد عالم اکمل و فاضل
سید محمد زمان شاہ صاحب قصوری ثم لاہوری متخلص

جناب مولوی نذاکت حسین صاحب معظم — شفیق و
وہ یہ اعظم ترین عمر و شرف میں — فضیلت
جو ہے اس دین عجیب و دل شکن میں — کہ شیر
جواب اس کا نہ ان خیبر میں — کہ محزون
فضیلت ہے وجود ان کا جہان میں — وجود ان
ہدایات دلپذیر ان کا رسالہ — بہت عم
ہر اک دوستان ہے مثل گل کی — ہشاش ن
زبانی نے کہا ہے ہجرت کی روسے — محرر و

لفظ تاریخ ملحوظ کرکے ہے مستنبط بہ اہل ذہن معلومات جو اس طا
ملاحظہ ہو تو ہدیہ واحسن ہدیہ ہو یہ۔ مالک مطبع قدر

زبان خامہ وقف تحمد حق ہے — مگر ہیبت
ہر اک حرف میں کو ہے دانی — ہوئی ہ
کلاموں کی اس کے ڈر سے پیشہ تر ہے — پسی مثل
بنا ہے یوں دریا ہو کے پانی — سمندر
ہے یکساں بے قدرت و کردار ان — ہر اک ہے
اس کے ڈر سے کا مید و ہو کا — ہو اچھی
وہ دیکھو دھوپ پر پرچھائی ہے زن — ہلو ہے کر
رنگ کو بھی ڈر ہے — اس
عمل کرتی ہے ہر اک کا ان — رنج
نفس بھی دم بدم زیر و زبر ہے — قرار
اسی کے گھر میں جتنے تیر ہے — جواب اس

تاریخ — منظوم

کتب احکمت بیتہ

کتاب کریم ہر دانا فرد فضل — کہیں تصنیف مزیہ سفن
کتاب مجید ہدی ہادی — مفید بشیر رہنمائے مفطن
عدالت ناطق الیہ معلی — خبیں بنی فرید نرمن
فصیح بلیغ ادیب اریب — شرین بخلق ذو مامن
صوابدید نکسر موزوں — کتبس مفوق سماء مطین
وقار رد قرن خصوصیہ — بنیع عجیب و وجہ حسن
تدبر حکیم فیہ بنصر صریح — لمن یرتغب من نصوص کمن
بیع ہرش و بدعت مضمر — رسیبی بجہل و ضلق مغین
باب بر حق معانی کتاب — کازی زور و باطل شتن
دیدہ بہ سحق ناظر بیدار — رع بجبن تلوی و انرحن
بیشمیت من کور و شنور — کاکل بقہ تیر بشقی بدبخت
ہدایہ من کرم تحتیر و مکر — وبقصد بلک و بیقظ شجن

بتاریخ خان عبدالغنی کتاب تلخیص مجید و حسن — فارسی

جناب مولوی صاحب بگرو دیپ فاضل و مقبول و زبدہ علمین تمدن و زینت زبان بفرق و وصف و ملی و
صاحب مراد و فاضل کہ بی ر و ہر زبان دانش مجموعہ فضائل بود و رسک معلومش روشن است چون لطف و فریب
چو گزیدن جاودانست کہ مقبول و گزیدگان مدح و ثنا بہ ہر زبان ہست نمود و ہر ملت جلوہ جاید

تاریخ طبع اول ملت و ملت ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ

زمین و آسمان سب اس کے مختار
ملک جن و بشر خورد و بزرگ زار

طبیعت ہے جو اس مضمون کی حامی
مجھے یاد آ گئے دو شعر جامی

زمانہ آسمان تا مرکز خاک
اگر سدہ بپاپے و ہم داد راک

فرود آیند یا بالا شتابند
ز حکمش ذرۂ ہیہات نیابند

سبھی سب رزق اس کا سب پہ برسا
نہ تر ساتک کبھی روٹی کو ترسا

اچھو و خلد اس کے ہاتھ میں ہے
سکت اللہ ان کی ذات میں ہے

خدا کی کبریائی کی نہیں تھ
وہی ہو گا وہی ہے اور وہی تھا

ز قدرتی لے کی کچھ تھاہ پاری
تواب نعت نبی کی آئی باری

ہوا ہے نعت کا یہ کس کے آہنگ
کہ ہے حرز بیان کا اور ہی رنگ

طبیعت خود بخود ہے کس کی جولاں
ہمہ تن گوش کیوں ہوتا ہے پڑھ کر

مگر ذکر نشہ رس ہے
شروع منت ہادی نہیں ہے

محمد ابن عبد اللہ کہیں
رسول اللہ و ختم المرسلیں ہیں

وہ ہیں قیصر معنی کے شہنشاہ
صراط مستقیم ان کی گزرگاہ

وہ شاہان ہدیٰ سرے کا سہرا
وہ شاہ فخر ہیں شاہ عزت پر سہرا

وہی آیات سبحان الذی ہیں
وہی بے شک ہیں محبوب الٰہی

وہی احمد وہی محمود بھی ہیں
وہی حامد وہی مشہود بھی ہیں

وہی تکوین عالم کا سبب ہیں
وہی تخلیق آدم کا سبب ہیں

نہیں سے رونق کون و مکاں ہے
نہیں سے عزت ہر دو جہاں ہے

فلک پر ہو مہ و خورشید تاباں
درود ان پر سلام ان پر فراواں

ہے سب اس کے بعد جو مقصود داور
رہو رے منقبت میں ورق ناں

یہ ہے اہل حق نے جس کو سمجھا
نہ میں جعلی نہ جو کچھ صدیق

وہ ہیں جو کاشفین مصطفےٰ ہیں
وہ ہیں جن کے بیان صافی ہیں

وہی ہیں عارف حق مہتدین ہیں
وہی مصداق آیات مبین ہیں

جو ہیں حق کا پورا ہیں کہ ہیں
رموز حق کا وہ راز ہیں کہ ہیں

ہیں جن سے نور و ہدیٰ کی تابانی
ہیں جن سے نور و ہدیٰ کی تابانی

بنائیں مسجدیں ڈھا ڈھا کے گرجا
کلیسا سے کہا قبلہ کو پھر جا

لگائے کافروں کے زخم کاری
کیا اسلام کو عالم میں جاری

ہیں عثمان مصدر شرم و حیا کا
وہ شوہر بنت پیغمبر ہیں والہ

وہ ذی النورین کہلائیں نہ کیوں کر
کروں جن کو نبی دو بیٹی دختہ

کھلا ان سے نہ باب فتنہ ہرگز
نہیں لائے وہ تاب فتنہ ہرگز

وہ تھے اس نیک خو اور نیک عادت
ہیں انجام میں ان کو شہادت

عمل مرتضےٰ پر بعد ان کے
ہیں ہیرو دلیا کے سمندر ان کے

خلافت میں اگر چہ تین دو تھے
سبھی شمع ہدیٰ کے پروانے تھے

ہوں تیری رحمتیں چرخ و ثریا پر یارب
رسول اللہ کے یاروں پہ یارب

ہو جب تک کہ اک شیعہ مقابل
تو ہم میں سے بھی اٹھا ایک قاہر

وہ قاہر کیا یہ ہیں کامل میں جن میں
وحید دہر شان علم و برہاں میں

حدیث و فقہ و تفسیر ان کے ہیں میں
علوم و فضل ان کے ہیں وگاہیں

انہیں حاصل ہے وہ معقول و منقول
کہ ہیں حسن آن کر حوت میں معقول

وہ حافظ ہیں وہ حاجی ہیں وہ ہیں تیں
کہ ہیں وہ فضائل کی کہ ہیں

نہیں کچھ بہت ان کا ہیں
ہیں وہ ہیں کہ ہیں

بہت ہی نادر و نایاب تھے
ہیں وہ ہیں کہ ہیں

ہے ایسا طالب حق یہ نظیب چوش
ہیں وہ ہیں کہ ہیں

وہ ہوں کا خانہ ہو نیا ہو کا نشانہ ہو
ہیں وہ ہیں کہ ہیں

وہ کرتے ہیں ہر ہوں کا دفع یہ
ہیں وہ ہیں کہ ہیں

ہیں وہ ہیں کہ ہیں
ہیں وہ ہیں کہ ہیں

ہیں وہ ہیں کہ ہیں
ہیں وہ ہیں کہ ہیں

ہیں وہ ہیں کہ ہیں
ہیں وہ ہیں کہ ہیں

ہیں وہ ہیں کہ ہیں
ہیں وہ ہیں کہ ہیں

ہیں وہ ہیں کہ ہیں
ہیں وہ ہیں کہ ہیں

وہ صاحب جانتا ہے جو کہ ہے تقیہ
ہے متعہ جن کے فعلوں کا بقیہ

ہے جن کا روز و شب طرفہ ملامت
ہے گالی جن کے مذہب کی علامت

بیان کرتے ہیں جو الٹے بطلنے
کہ اُترے تھے اماموں پر صحیفے

رہنما دائمی ہیں وہ بارہ
جدا قرآن سے ہے ہر اک کا پارہ

ہوا گویا کلام اللہ بیکار
اترتے کیوں صحیفے دو نہ ہر بار

ہے نقش شان جن کے دل پہ کندہ
کرے ہے ملفل جن پیروں پہ خندہ

دکھائی مولوی نے ان کو دلی
کہ چھوٹیں کچھ تو عادات جبلی

لکھے ہیں یوں ہی باتیں حقیقی
نگین ہوں جوں انگوٹھی پر عقیقی

ہے الزامی جوابوں کا عجب رنگ
عدو ہو جائیں گے پڑھ کر انہیں دنگ

غرض ہو کچھ لکھا اچھا لکھا ہے
کہ ہر ہر حرف تُرتے بہا ہے

یہ نسخہ بود سے سب شیعوں کا باری
ہوا اس کی دین دنیا میں منادی

ہوا قدسی و فکر سال پیدا
کرے ہدایت سے ان باتوں کا شیدا

مخالف آگیا تجھ کو آفتاب
تو میں کہتا ہوں اس سے بچئے خطرات

ذرا آنکھیں ملا کر بات کیجے
خلیل، احمد نے دی ہے مات لیجے

ہو چکی سایہ کی بھی مہ نمایاں
کہ تھا ان کا بھی کہنا مجھ کو شایاں

عدو ہیں اہل تشیع کے مخذول
پڑی ہے رقص پر یہ سیف مسلول

قیامت میں شفاعت کا ذریعہ
لکھی قدسی نے کیا دلچسپ تاریخ

ایضاً قطعہ تاریخ
۱۳۰۵ھ

ہوا فتح مرتضیٰ کا یہ ہے
قیامت میں شفاعت کا ذریعہ

لکھی قدسی نے کیا دلچسپ تاریخ
شفاعت یا علی کا بخت شیعہ